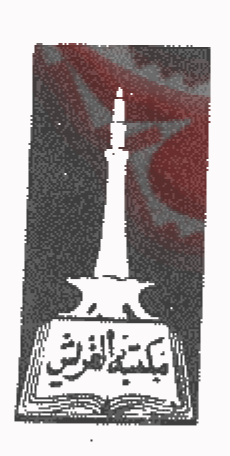
صدیوں کے سکوت میں لپٹی ہوئی ایک حسین داستان

ابلیکا

دوسرا حصہ

اسلم راہی ایم اے



مکتبہ القریش چوک اردو بازار لاہور
فون: ۲۲۴۶۶۵

اس وحشی قوم کے تہ خانوں پر مبنی زندان کی طرف جاتے ہوئے عزازیل نے عارب ، بافان ، بیوسا اور بنبیطہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: "اے میرے عزیزو! اب میں تم لوگوں کو ان تہ خانوں کی طرف لے جا رہا ہوں جن کے اندر میں نے یوناف کو بے بس کر کے زنجیروں میں باندھ کر رکھا ہوا ہے۔ اب وہ ایک عام انسان ہے اور بے ضرر ہے۔ تاہم اس کی طبعی قوتیں اور طاقتیں اس میں ضرور ہیں۔"

اس موقع پر عارب نے عزازیل کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: "اے آقا! آپ نے ابھی تک ابلیکا اور یوناف کو اپنی گرفت میں کرنے کی تفصیل تو بتائی ہی نہیں۔"

تھوڑی دیر کی خاموشی کے بعد عزازیل نے پھر کہا: "سنو میرے عزیزو! میں گزشتہ شب دشمن قبیلے کے سردار ابطال کی حویلی کی طرف گیا۔ اس وقت رات آدھی کے قریب جا چکی تھی۔ میں ابطال کی حویلی میں داخل ہوا۔ پھر میں اس کمرے کی طرف گیا جس میں یوناف ٹھہرا ہوا تھا۔ وہ گہری نیند سو رہا ہوا تھا اور میری خوش قسمتی کہ اس وقت ابلیکا بھی اس کے پاس نہ تھی۔

میں نے موقعے کو غنیمت جانا۔ میں فوراً حرکت میں آیا اور سوتے میں یوناف کا ذہن صاف کر کے اسے ہر چیز سے محروم کر دیا۔ صرف اس کی طبعی خصوصیتیں اس کے پاس ہیں۔ اسی وقت میں نے کمرے کے اندر ایک حصار بنا دیا جو ابلیکا کے لیے ایک پھندا تھا۔ تھوڑی دیر بعد جب ابلیکا یوناف کی طرف آئی تو وہ اس پھندے میں پھنس گئی۔ میں نے فوراً کمرے میں جلتی ہوئی مشعل لی اور اس کی لو میں ایک دوسرے عمل کے ذریعے ابلیکا کو محصور کر دیا۔ اس کے بعد میں نے اپنے ساتھیوں کو بلایا اور ان کی

مدد سے سوتے میں ہی یوناف کو زندان میں لے آیا اور اب وہ وہاں زنجیروں میں جکڑا بے بس اور مجبور پڑا ہوا ہے۔ اور سنو میرے رفیقو! سردار اثور اور سوریان بھی اس وقت وہیں ہیں کیونکہ وہ دونوں یوناف کو دیکھنے کے بڑے خواہشمند تھے۔"

عارب نے اعتراض کرنے کے انداز میں کہا: "اے آقا! آپ سردار اثور کے بیٹے کو کبھی سوریہ اور کبھی سوریان کہہ کر پکارتے ہیں۔ اس کا اصل نام کیا ہے؟"

عزازیل نے کہا: "اس کا اصل نام تو سوریان ہی ہے لیکن اسے سوریہ کہہ کر پکارنے میں بھی کوئی ہرج نہیں ہے"۔

جواب میں عارب خاموش ہی رہا کیونکہ وہ اب تہ خانے میں داخل ہو گئے تھے۔

عزازیل ان سب کو لے کر ایک لمبے تہ خانے میں داخل ہوا جہاں سردار اثور اور سوریان یا سوریہ اپنے محافظوں کے ساتھ کھڑے تھے اور ان کے سامنے دو جوان موٹی موٹی زنجیروں میں تہ خانے کے ستونوں کے ساتھ جکڑے ہوئے تھے۔ ان دونوں میں سے ایک یوناف تھا۔ وہ سب اثور اور سوریہ کے پاس جا کھڑے ہوئے۔

عزازیل نے کہا: "میرے عزیزو! دیکھو یوناف اس وقت کیسی عبرت خیز حالت میں ہے۔ یہ وہی یوناف ہے جو کبھی ان گنت فوق البشری قوتوں کا مالک تھا اور تم سب کے لیے ناقابلِ تسخیر بنا ہوا تھا"۔

"اور یہ جو دوسرا جوان زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے اس کا نام ادسیلہ ہے۔ یہ سردار اثور کے قبیلے کا سب سے طاقتور جوان ہے۔ اس نے ایک بار چونکہ سردار اثور کے خلاف بغاوت کی تھی لہٰذا اسے ان تہ خانوں کا اسیر بنا دیا گیا۔ میرا اور اثور کا ارادہ ہے کہ یوناف اور اسیلہ کو آپس میں لڑا کر تماشہ دیکھا جائے۔ یہ مقابلہ یقیناً تم سب کے لیے بھی دلچسپی کا باعث ہو گا"۔

یافان نے مطمئن اور مسکراتی ہوئی آواز میں کہا: "یقیناً یہ مقابلہ دلچسپی سے خالی نہ ہو گا۔ مجھے یہ کیسا عجیب لگ رہا ہے کہ یوناف اپنی ساری قوتوں سے محروم ہو کر ہمارے سامنے زنجیروں میں جکڑا پڑا ہے"۔

اس دوران سردار اثور آہستہ آہستہ اسیلہ کی طرف بڑھا اور اسے مخاطب کرتے ہوئے اس نے کہا: "اے اسیلہ! میں جانتا ہوں کہ تیرا گناہ بڑا بھیانک اور تیرا جرم بڑا کریہہ ہے۔ اس کے باوجود میں ایک شرط پر تمہیں آزاد اور معاف کرنے کو تیار ہوں"۔

اسیلہ نے بڑی بے چینی اور بے تابی سے پوچھا:

"میری معافی اور آزادی کی کیا شرط ہے"۔

اثور نے یوناف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا:

"یہ جوان جو تمہارے ساتھ تہ خانے میں زنجیروں میں جکڑا پڑا ہے اس کا نام یوناف ہے۔ اگر تو اس کے ساتھ مقابلہ کر کے اسے زیر کر دے تو میں تجھے معاف کر دوں گا اور تیری آزادی کو بحال کر دوں گا"۔

اسیلہ نے خوشی اور اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے کہا:

"مجھے یہ شرط منظور ہے"۔

سردار اثور نے اپنے محافظوں کو حکم دیا:

"ان دونوں کو زنجیروں سے آزاد کر دو تاکہ اس مقابلے کی ابتدا ہو"۔

محافظ فوراً آگے بڑھے۔ یوناف اور اسیلہ کو انہوں نے زنجیروں سے آزاد کر دیا۔ جب اسیلہ کی زنجیریں کھل گئیں تو وہ یوناف پر حملہ آور ہونے کے لیے بڑی تیزی سے آگے بڑھا۔

یوناف نے اسے سمجھانے کے انداز میں کہا:

"اے اجنبی! میں نہیں جانتا تو کون ہے اور میری طرح کن جرائم کی پاداش میں تجھے یہاں لایا گیا ہے۔ پر سُن رکھ! میرے ساتھ مقابلے میں تجھے تباہی و بربادی اور ناکامی و نامرادی کے سوا کچھ بھی نہ ملے گا۔ اس مقابلے سے باز رہ اور ان زنجیروں کی زندگی کو ہی اپنائے رکھ ورنہ اس مقابلے کے بعد تیرے پاس پچھتاوے کے علاوہ کچھ نہ ہو گا"۔

اسیلہ نے یوناف کی بات پر کوئی دھیان نہ دیا اور آگے بڑھ کر اس نے ایک زوردار گھونسہ یوناف کی گردن پر دے مارا۔ اس اچانک حملے سے لڑکھڑا کر یوناف انتہائی بے بسی کے عالم میں زمین پر گر پڑا۔

اس موقع پر یوناف کی اس بے بسی پر عارب، ہیوسا، بنیطہ اور یافان کے علاوہ عزازیل نے بھی خوشی سے قہقہے بلند کیے۔ زمین پر گرے ہوئے یوناف پر اسیلہ نے لگاتار اپنے پاؤں کی ٹھوکروں سے ضربیں لگائیں جن کے نتیجے میں یوناف کی پیشانی سے خون بہ نکلا۔

پھر دفعتاً برق کے کوندے کی طرح تیزی سے یوناف اٹھ کھڑا ہوا۔ اب وہ انتہائی غضبناک دکھائی دے رہا تھا۔ اس نے اسیلہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا:

"لگتا ہے تو انسان کے بچوں کی طرح نہ مانے گا۔ اب میری طرف آ۔ پھر دیکھ میں تیرا کیا حشر کرتا ہوں!"

اسیلہ نے پھر آگے بڑھ کر یوناف پر ضرب لگانا چاہی تو اس نے اسیلہ کا ہاتھ پکڑ لیا اور للکارتی ہوئی نگاہوں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا:

"اگر تجھ میں ہمت ہے تو اپنے اس ہاتھ کو ذرا مجھ سے چھڑا دیکھ۔"

اسیلہ نے انتہائی کوشش کی کہ وہ یوناف سے اپنا ہاتھ چھڑا لے لیکن کامیاب نہ ہو سکا۔ اس کے ساتھ ہی یوناف نے دو زوردار مکّے اس کے پیٹ میں دے مارے۔ اسیلہ درد کی شدت سے بری طرح کراہ اٹھا اور دوہرا ہو کر رہ گیا۔ یوناف نے اسے فوراً اپنے دونوں ہاتھوں پہ اٹھایا اور اسے فرش پہ پٹخ دیا۔

فرش پہ گر کر اسیلہ اور زیادہ کراہنے لگا۔ جب اس نے دیکھا کہ یوناف انتہائی قہرمانیت کے ساتھ پھر اس کی طرف آ رہا ہے تو اس نے اپنے دونوں ہاتھ جوڑ کر منت کے انداز میں کہا:

"مجھے معاف کر دو۔ مجھ سے خطا ہوئی جو میں تمہارے ساتھ مقابلہ کرنے پر رضامند ہو گیا۔"

یہ سن کر یوناف آگے بڑھتے بڑھتے رک گیا۔

عین اس وقت عزازیل نے عارب کو مخاطب کر کے کہا: "اے عارب! کیا تم یوناف سے اپنے انتقام کی ابتدا اس تہ خانے سے نہ کرو گے۔ آگے بڑھ کر اس سے ٹکرا جاؤ۔ پہلے اپنی طبعی حالت میں اس سے مقابلہ کرو۔ اگر تم غالب رہو تو بہتر۔ ورنہ اگر تم یہ دیکھو کہ یوناف کو تم زیر نہیں کر سکتے تو پھر اپنی سری قوتوں کو عمل میں لاؤ اور یوناف کا حلیہ بگاڑ دو۔"

عارب فوراً آگے بڑھا اور یوناف کی پشت پر آ کر اس نے ایک زوردار گھونسہ اس کی گردن پہ دے مارا۔

اس حملے کے لیے یوناف تیار نہ تھا لہٰذا وہ اپنا توازن کھو بیٹھا اور تہ خانے کے فرش پہ گر گیا مگر فوراً ہی اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے جب اس نے اٹھ کر عارب کی طرف دیکھا تو اس کی حالت بدل گئی۔ اس کی کیفیت ایسی ہو گئی جیسے اس نے کوئی تند مشروب پی لیا ہو۔

اس کے چہرے پہ قہر کی بارش ہونے لگی۔ سینے سے چنگاریاں پھوٹنے لگیں اور آنکھیں آگ برسانے لگیں۔ پھر اس نے عارب کو مخاطب کر کے کھولتے ہوئے لہجے میں کہا:

"اے عارب! کیا تو بھی مجھ سے ٹکرانے لگا۔ کیا میں نے اس سے قبل تجھے ایک بار کوہستان نور

کے اندر اور دوسری بار جبلِ فاسیون کے اوپر شکست سے دوچار نہ کیا تھا۔ پہ اس میں تیرا کیا قصور؟ تو حضرت آدم علیہ السلام کے جس بیٹے کی نسل سے ہے وہ بھی ایسا ہی تھا۔ ورنہ وہ اپنے بھائی ہابیل کو کیوں قتل کرتا۔"

پھر یوناف آہستہ آہستہ عارب کی طرف بڑھا۔ عزازیل، بیوسا، بنیبطہ اور یافان بڑے انہماک اور دلچسپی سے ان دونوں کی طرف دیکھ رہے تھے۔ قریب آ کر یوناف نے عارب پہ ایسی ضرب لگائی کہ وہ اچھل کر دور جا گرا۔

پھر یوناف اس پہ پل پڑا۔ اس نے اسے دم نہ لینے دیا۔ عارب نے سنبھلنے کی کوشش بہت کی لیکن کامیاب نہ ہو سکا کیونکہ یوناف نے اس پہ لاتوں اور گھونسوں کی بارش کر دی تھی۔ عارب کی حالت ایسی ہو رہی تھی جیسے کوئی نادان اور کمسن بچہ اپنے غضب ناک باپ کے ہاتھوں پٹ رہا ہو۔

عزازیل، یافان، بیوسا اور بنیبطہ اب پریشان اور فکرمند دکھائی دے رہے تھے۔ عارب کے جسم میں کئی جگہ سے خون بہ نکلا تھا اور اس کا جسم یوناف کی مار سے پھٹنے لگا تھا۔ اچانک وہ اپنی سری قوتوں کو حرکت میں لایا اور یوناف کے نیچے لیٹے لیٹے اس نے ایسا حربہ استعمال کیا کہ یوناف بری طرح فضا میں اچھل کر تہ خانے کے سنگی ستون سے جا ٹکرایا۔ اس کے بعد جو عارب نے یوناف کو مارنا شروع کیا تو بس الاماں!

اپنی سری قوتوں سے مار مار کر یوناف کو اس نے ادھ موا کر دیا۔ پھر یوناف کے سر کے بال پکڑ کر اور اس کے منہ پہ ایک زوردار طمانچہ مارتے ہوئے عارب نے پوچھا: "کیا تم میرے ہاتھوں اپنی شکست تسلیم کرتے ہو؟"

یوناف نے مردہ سی آواز میں کہا:

"ہاں۔ میں اپنی شکست تسلیم کرتا ہوں۔"

تب عارب نے یوناف کو چھوڑ دیا۔

ابلیکا نے احتیاط کے طور پر اس کے گلے میں جو چمڑے کا ٹکڑا ڈالا تھا جس پر وہ تحریر کندہ تھی جسے پڑھ کر یوناف اپنی عارضی کھوئی ہوئی قوتیں حاصل کر سکتا تھا۔ یوناف اس سے کام لینا بھی بھول چکا تھا کیونکہ عزازیل نے اس پہ ایسا عمل کیا تھا جس کی وجہ سے وہ اپنی عارضی سری، لاہوتی اور وہ قوتیں بھول چکا تھا جو ابلیکا سے وابستہ تھیں۔

اس موقع پر سردار اثور نے گرج کر اپنے محافظوں سے کہا:

"ان دونوں کو جکڑ کر سونے کی کانوں میں کام کرنے کے لیے لے جاؤ۔"

چاروں محافظوں نے یونان اور اسیلہ کو زنجیروں میں جکڑا پھر انہیں باہر لے گئے۔ عزازیل، عارب، بیوسا، بنبیطا و بافان بھی سردار اثور اور اس کے بیٹے سوریہ کے ساتھ تہ خانوں سے نکل کر بستی کی طرف چل پڑے۔

○

حضرت ابراہیمؑ نے اپنا قیام ارضِ فلسطین میں ہی رکھا ہوا تھا۔ یہاں آپ نے قطورا نام کی ایک اور عورت سے بھی شادی کر لی جس کے بطن سے آپ کے بیٹے زمران، یقشان، مدان، مدین، اشبق، اور شوخ پیدا ہوئے۔

جن دنوں حضرت ابراہیمؑ کے ہاجرہؑ میں سے بڑے فرزند حضرت اسمٰعیلؑ ابھی شیر خوار ہی تھے تو خدائے واحد نے آپؑ کو وحی کی کہ:

"ہم تمہیں کعبۃ اللہ کی دوبارہ تعمیر کے عظیم الشان کام پر مامور کرتے ہیں۔ ہم تمہیں اس جگہ کی نشاندہی کر دیں گے جہاں کعبہ کی تعمیر ہونا ہوگی تاکہ اس تعمیر ہونے والے گھر کو پاک صاف کر کے آپ طواف اور نماز سے آباد کریں لیکن اس گھر کی تعمیر سے پہلے اپنے چہیتے لختِ جگر اسمٰعیلؑ اور اپنی رفیقۂ حیات ہاجرہؑ کو اس سنسان اور بیابان جگہ چھوڑ آؤ جہاں کعبہ کی تعمیر ہونی ہے تاکہ تمہارے اس بیٹے کی وجہ سے یہ زمین آباد ہو جائے۔"

خداوندِ قدوس کے اس حکم کی تعمیل کے لیے جبرائیلؑ براق لے کر ابراہیمؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے تاکہ تعمیلِ ارشادِ ربانی میں تاخیر نہ ہو۔ حضرت ابراہیمؑ نے اپنی بیوی ہاجرہؑ اور بیٹے اسمٰعیلؑ کو ساتھ لیا اور اس براق پر ارضِ حجاز کی طرف روانہ ہوئے۔

دورانِ سفر جب آپؑ کا گزر کسی بستی کے اوپر سے ہوتا تو آپؑ جبرائیلؑ سے پوچھتے:

"کیا یہی ہمارا مقصودِ سفر ہے؟"

1۔ تاریخِ مکہ: ص 84

اس کے جواب میں جبرائیلؑ فرماتے:

"نہیں۔ ابھی آپ کا سفر جاری ہے۔"

آخر کار آپ ایک ایسی سرزمین میں داخل ہوئے جس کی زینت صرف خاردار جھاڑیاں اور ببول کے درخت تھے۔ ہر طرف خشک و بے آب و گیاہ گھاٹیاں تا حدِ نگاہ پھیلی ہوئی تھیں۔ پھر ایک ناہموار اور خشک ٹیلے کے پاس سفر تمام ہوا اور جبرائیلؑ نے اس سرخ ٹیلے کی طرف اشارہ کر کے کہا:

"یہ ہے وہ جگہ جہاں آنے والے دور میں بیت اللہ کی تعمیر کرنا ہوگی۔"

چنانچہ جبرائیلؑ آپ کو وہاں چھوڑ کر چلے گئے۔ حضرت ابراہیمؑ کو بھی وہاں رکنے کے بجائے کوچ کر جانے کا حکم تھا لہٰذا آپ نے ہاجرہ اور اسمٰعیلؑ کو زمزم والی جگہ پر ایک درخت کے نیچے بٹھایا اور دونوں ماں بیٹے کو صبر کی تلقین کر کے جب آپ وہاں سے روانہ ہونے لگے تو ہاجرہ نے پوچھا:

"اس لق و دق صحرا اور چٹیل میدان میں ہمیں یکہ و تنہا چھوڑ کر آپ کہاں جا رہے ہیں جبکہ یہاں نہ کوئی ہمارا مونس و مددگار ہے اور نہ ہی کوئی ایسی چیز جس سے حیات کا سلسلہ جاری رہ سکے۔"

حضرت ابراہیمؑ نے اس بات کا کوئی جواب نہ دیا اور وہاں سے روانہ ہو گئے۔ ہاجرہ آپ کے پیچھے بھاگیں اور آپ کا دامن تھام کر پوچھا:

"کیا یہ مشیتِ ایزدی ہے اور کیا خداوندِ مہربان نے آپ کو ہمیں یہاں چھوڑ کر چلے جانے کا حکم دیا ہے۔"

تب حضرت ابراہیمؑ نے کہا:

"ہاں یہ مشیتِ ایزدی ہے اور میرے رب نے مجھے ایسا ہی کرنے کا حکم دیا ہے۔"

یہ سن کر ہاجرہؑ نے طمانیت اور سکون سے کہا:

"اگر یہ اس کا حکم ہے، جو ہم سب کا رب ہے تو پھر آپ بے شک تشریف لے جائیے۔ اب میں فکرمند نہیں ہوں۔ اذن لا یضیع (وہ ہمیں ضائع نہ کرے گا)۔ اپنے رب پر ہمیں کامل بھروسہ ہے۔"

پھر ہاجرہ واپس لوٹیں اور اسمٰعیلؑ کو گود میں لے کر اس سنسان صحرا اور سنگستان میں۔

1۔ تاریخ مکۃ المکرمہ

بے یارو مددگار بیٹھ گئیں[1]۔

حضرت ابراہیمؑ رخصت ہوکر جب ثنیہ نامی ٹیلے[2] کے پاس پہنچے تو آپ کو یقین ہوگیا کہ ہاجرہؑ اب ان کا پیچھا نہیں کر رہی ہیں۔ آپ اس ٹیلے کے پاس بیٹھ گئے اور مڑ کر دیکھا۔ اب انہیں وہ جگہ دکھائی نہ دے رہی تھی جہاں آپؑ نے اپنے رب کے حکم سے اپنی بیوی اور بیٹے کو چھوڑا تھا۔ آپؑ نے اپنا رخ اس سرخ ٹیلے کی طرف کیا جس پر بعد میں کعبۃ اللہ کی تعمیر ہونے والی تھی اور انتہائی عاجزی اور انکساری سے اپنے رب سے دعا کی:

"اے ہمارے رب[3]!
میں اپنی اولاد کو تیرے محترم گھر کے قریب ایک چٹیل میدان میں جو ناقابلِ زراعت ہے آباد کرتا ہوں تاکہ وہ نماز کا اہتمام کریں۔ تو لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف مائل فرما دے اور انہیں پھلوں سے رزق عطا فرما تاکہ وہ تیرا شکر ادا کریں۔"

یوں حضرت ابراہیمؑ واپس ارضِ فلسطین کی طرف چلے گئے۔ حضرت ہاجرہؑ کے پاس جو پانی کا ذخیرہ تھا وہ جلد ہی ختم ہوگیا۔ یہاں تک کہ آپ کے پاس پینے کو پانی کا ایک قطرہ نہ رہا۔ حضرت اسمٰعیلؑ پیاس کی شدت سے تلملانے لگے۔ حضرت ہاجرہؑ کبھی تو اپنی تنہائی اور بے کسی کا خیال کرتیں اور کبھی پیاس سے بے حال ہوتے حضرت اسمٰعیلؑ کی طرف دیکھتیں۔ اس بھیانک جنگل میں نہ تو کوئی انسان تھا اور نہ ہی کوسوں دور کسی بستی کا نشان تھا اور اس پر مستزاد یہ کہ اس بے آب و گیاہ وادی میں پانی ملنے کی کوئی امید نہ تھی۔

حضرت اسمٰعیلؑ کا اضطراب اور بے چینی دیکھ کر حضرت ہاجرہؑ دلبرداشتہ سی ہوکر اٹھیں اور قریب ہی جبلِ صفا کی طرف بھاگیں۔ جبلِ صفا پر چڑھ کر آپ نے اپنی متجسسانہ اور مضطربانہ نگاہیں ہر سمت دوڑائیں کہ شاید کوئی بھولا بھٹکا انسان دکھائی دے جائے یا کہیں پانی کی نشاندہی ہوجائے لیکن وہاں تو محرومی اور مایوسی کے سوا کچھ نہ تھا۔

۱۔ بخاری شریف۔ کتاب الانبیاءؑ۔ البدایہ والنہایہ۔ جلد ۱۔ ص ۱۵۴۔
(ابنِ کثیر)
۲۔ ثنیہ نام کا یہ ٹیلہ آجکل موجودہ مکۃ المکرمہ کے محلہ شبیکہ کی طرف واقع ہے۔
۳۔ قرآنِ مقدس: سورۂ ابراہیم

آپ کی نگاہ قریبی پہاڑ پر پڑی جو جبلِ مروہ تھا۔ لہٰذا آپ صفا سے اتریں۔ درمیانی وادی کو بڑی تیزی سے طے کیا۔ پھر جبلِ مروہ پر آکر پوری توجہ سے گردوپیش کا جائزہ لیا لیکن وہاں بھی کچھ نہ تھا۔ مایوس ہوکر آپ نے دوبارہ جبلِ صفا کا رخ کیا۔ اس طرح حضرت ہاجرہؑ نے صفا اور مروہ کے درمیان سات چکر لگائے۔ اسی سعی و کشمکش کے دوران آپ بھاگ کر اپنے بچے کو بھی دیکھ آتی تھیں حضرت اسمٰعیلؑ کی بگڑتی ہوئی حالت دیکھ کر آپ کے غم و اندوہ اور کرب و ملال میں ہر لمحہ اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔

ساتویں مرتبہ جب حضرت ہاجرہؑ جبلِ مروہ پر آئیں تو انہیں کوہستانوں اور وادیوں کے اندر گونجتی ہوئی ایک پُرکشش اور دلفریب آواز سنائی دی۔ جبلِ مروہ کے اوپر آپ ہمہ تن گوش ہوکر دوبارہ اس آواز کو سننے کی کوشش کرنے لگیں۔ وہ خوش گوار آواز دوبارہ سنائی دی تو آپ نے اپنے آپ سے باتیں کرتے ہوئے کہا:

"یا اللہ! یہ کیسی آواز ہے"۔

آپ کے کان جب دوبارہ اس روح پرور آواز سے لطف اندوز ہوئے تو اندازہ ہوا کہ وہ آواز اس طرف سے آرہی ہے جدھر اسمٰعیلؑ پڑے تھے۔ وہ دیوانہ وار اس طرف دوڑ پڑیں۔ جب وہ حضرت اسمٰعیلؑ کے قریب پہنچیں تو دنگ رہ گئیں کہ وہاں حضرت اسمٰعیلؑ کے قریب اللہ کے مقرب فرشتے حضرت جبرائیلؑ کھڑے تھے۔

جبرائیلؑ نے پوچھا:

"ابراہیمؑ آپ کو اس سنسان و بیابان جنگل میں کس کے سپرد کر گئے ہیں"۔

حضرت ہاجرہؑ نے بڑی متانت سے جواب دیا:

"اللہ کے سپرد"۔

جبرائیلؑ نے کہا:

"پھر تو وہ کافی و شافی ہے"۔

تب حضرت ہاجرہؑ نے پوچھا:

"کیا میری دادرسی بھی ہوگی؟"

۱۔ تاریخ مکۃ المکرمہ

جواب میں حضرت جبرائیلؑ نے اپنی ایڑی زمین پر رگڑی اور خدائے بزرگ و برتر نے وہاں پانی کا چشمہ جاری کر دیا۔ جبرائیلؑ وہاں سے روپوش ہو گئے۔

حضرت ہاجرہ نے اپنا مشکیزہ پانی سے بھر لیا تو خیال گزرا کہ یہ پانی ادھر ادھر ضائع نہ ہو جائے اس لیے اس کے اردگرد مٹی کی باڑ باندھ دی اور ساتھ ہی اپنی زبان سے فرمایا:

"زم زم"۔ یعنی "رک جا۔ رک جا"۔

اس طرح اللہ تعالیٰ نے چشمہ جاری فرما کر حضرت ہاجرہ اور حضرت اسمٰعیل کے وہاں رہنے کے لیے ایک سبب بنا دیا اور دونوں ماں بیٹا وہاں سنسان بیابان کے اندر زندگی بسر کرنے لگے۔ تاہم حضرت ابراہیمؑ ان سے ملنے ہر سال آتے رہے۔

○

تھوڑے عرصے کے بعد قبیلہ بنو جرہم کا ایک تجارتی کارواں صحرا میں بھٹک کر اس جگہ کے قریب آ گیا جہاں حضرت ہاجرہؑ اور اسمٰعیلؑ قیام پذیر تھے۔

یہ بہت بڑا تجارتی کارواں یمن سے شام کی طرف بغرضِ تجارت جا رہا تھا مگر صحرا میں بھٹک گیا تو پڑاؤ کر لیا۔ اس کارواں کے تین بڑے سردار تھے۔ ایک سعید بن اسامہ بن اکیل۔ دوسرے مضاض بن عمرو اور تیسرا جلیل بن سعد بن عوف۔ پڑاؤ کرنے کے بعد یہ تینوں سردار ایک خیمے کے باہر سائے میں بیٹھے تھے کہ ایک جوان بھاگتا ہوا آیا اور ان تینوں سرداروں کو مخاطب کر کے اس نے کہا:

"اے سردارانِ جرہم! ذرا اوپر فضا میں تو دیکھو"۔

ساتھ ہی اس نے ہاتھ سے ایک طرف اشارہ بھی کر دیا۔ انہوں نے دیکھا فضا میں ایک پرندہ پرواز کرتا ہوا جا رہا تھا۔

سعد بن اسامہ نے کہا:

"یہ پرندہ ان صحراؤں کے اندر کیسے؟"

۱۔ بعض روایات میں ہے کہ جبرائیلؑ نے انگلی کا اشارہ کیا اور چشمہ جاری ہو گیا۔

اس جوان نے سعید کو مخاطب کر کے کہا:

"اے سردار! یہ صرف پرندہ نہیں بلکہ آبی پرندہ ہے"۔[۱]

سعید بن اسامہ نے کہا:

"میں اسے پہچان چکا ہوں اسی لیے تو میں نے پوچھا تھا کہ یہ پرندہ ان صحراؤں کے اندر کیسے؟"

اس بار بنو جرہم کے دوسرے سردار مضاض بن عمرو نے کہا:

"اس پرندے کی ان صحراؤں میں موجودگی یہ بتاتی ہے کہ یہاں کہیں ضرور پانی کا ذخیرہ ہے جہاں سے یہ پرندہ آیا ہے یا جہاں جا رہا ہے"۔

مضاض خاموش ہوا تو تیسرے سردار جلیل بن سعد نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا:

"یہ کیسے اور کیونکر ممکن ہے کہ ان صحراؤں اور سنگلاخ چٹانوں کے اندر پانی کا کوئی ذخیرہ ہو۔ برسوں سے ہم تجارت کی غرض سے یمن اور شام کے درمیان سفر کر رہے ہیں پر ان صحراؤں کے اندر ہم نے کبھی پانی کا کوئی ذخیرہ نہیں دیکھا"۔

اس بار سعید بن اسامہ نے کہا:

"ٹھیک ہے۔ ہم برسوں سے ان صحراؤں میں سفر کر رہے ہیں اور ہم نے کبھی کوئی پانی کا ذخیرہ نہیں دیکھا لیکن اس سے قبل ہم نے کبھی ایسے آبی پرندے کو بھی تو ان صحراؤں کے اندر نہیں دیکھا۔ میرا دل کہتا ہے یہاں نزدیک ہی کہیں پانی موجود ہے"۔

پھر سعید نے آنے والے نوجوان سے کہا:

"اپنے دو اور ساتھیوں کو ہمراہ لو اور جس سمت سے یہ پرندہ آیا ہے اس سمت ذرا آگے جا کر دیکھو۔ شاید کہیں پانی کا ذخیرہ ہو"۔

وہ جوان وہاں سے ہٹ گیا۔ تھوڑی دیر بعد تین سوار اپنے اونٹوں کو اس سمت سرپٹ دوڑا رہے تھے جدھر سے پرندہ آیا تھا۔

○

۱۔ مولانا محمد عبدالمعبود نے اپنی کتاب تاریخ المکۃ المکرمہ جلد اوّل میں اس پرندے کا ذکر تفصیل سے کیا ہے۔

حضرت ہاجرہؓ، حضرت اسمٰعیلؑ کے ساتھ دشت و بیابان میں اللہ کے حکم سے پھوٹنے والے اس چشمے کے کنارے بیٹھی تھیں کہ بنو جرہم کے وہ تینوں اونٹ سواران کے پاس آ کر رُکے۔ اس صحرا میں پہلی مرتبہ کسی اور انسان کو دیکھ کر آپ بے حد خوش ہوئیں۔ ان تینوں میں سے ایک سوار نے پوچھا:

"اے خاتون! تم اور تمہارا بیٹا کہاں سے آئے ہو اور اس چشمے کا راز کیا ہے جبکہ یہاں پہلے کوئی چشمہ نہ تھا۔ ہمارا تعلق یمن کے قبیلہ بنو جرہم سے ہے۔ یمن سے شام کی طرف جاتے ہوئے ہمارا تجارتی کارواں صحرا کے اندر بھٹک گیا۔ اس دوران ہمیں فضا میں ایک آبی پرندہ اڑتا دکھائی دیا جو اس طرف سے آیا تھا لہٰذا ہمیں شک ہوا کہ اِدھر پانی کا ذخیرہ ہے۔ ہمارے سردار نے ہمیں اس طرف روانہ کر دیا اور اب اس چشمے اور اس کے اردگرد جمع ہو جانے والے پانی کو دیکھ کر ہمارے اندازے درست ثابت ہو گئے ہیں"۔

جواب میں حضرت ہاجرہؓ نے اپنے پورے حالات، حضرت ابراہیمؑ کے وہاں اس دشت میں چھوڑنے اور چشمہ جاری ہونے تک، تفصیل سے کہہ دیے۔ یہ سب سن کر وہ تینوں سوار وہاں سے چلے گئے۔

بنو جرہم کے تینوں سردار وہیں خیمے کے سائے میں بیٹھے تھے کہ وہ تینوں سواران کے پاس آئے اور ان میں سے ایک نے خوشی سے چلّا کر کہا:

"اے سردارانِ جرہم! ہم ایک معجزہ، ایک خرقِ عادت، ایک فوق البشری واقعہ دیکھ کر آ رہے ہیں۔ ان صحراؤں کے اندر پانی کا ایک چشمہ جاری ہے جس کی وجہ سے دشت کے اندر پانی کا ایک ذخیرہ جمع ہو گیا ہے اور اس چشمے کے کنارے ایک خاتون اور اس کا بیٹا رہ رہے ہیں عورت کا نام ہاجرہ اور اس کے بیٹے کا نام اسمٰعیل ہے"۔

اس کے بعد اس نے حضرت ہاجرہؓ اور اسمٰعیلؑ کے پورے حالات اپنے سرداروں کو سنا ڈالے جب وہ سوار خاموش ہوا تو مضاض بن عمرو نے کہا:

"یہ سوار تو بہت اچھی خبر لائے ہیں۔ اگر یہاں پانی وافر ہے تو پھر ان صحراؤں کے اندر آباد ہو کر ہم اپنے لیے خوب غلّہ اور اناج پیدا کر سکتے ہیں اور اس تجارت سے زیادہ کچھ کما سکتے ہیں۔ یہ زمین برسوں سے پانی کی منتظر ہے۔ اسے کسی نے جوتا ہی نہیں اور جب ہم اسے جوت کر پانی دیں گے، تو یہ ہمارے لیے بے شمار غلہ اور پھل پیدا کرے گی"۔

دوسرے سردار ہیلیل بن سعد نے بھی بولتے ہوئے کہا:

"مضاض ٹھیک کہتا ہے۔ اس زمین کو جوت کر ہم اپنی ضرورت سے کہیں زیادہ پھل اور غلہ پیدا کر سکتے ہیں"۔

بنو جرہم کا اول سردار سعید بن اسامہ اٹھ کھڑا ہوا اور اپنا ہاتھ بلند کر کے اس نے چلّا کر کہا:

"اے بنو جرہم! اٹھ کھڑے ہو۔ اس چشمے کی طرف کوچ کرو اور وہاں اپنی خوش حالی کا سامان پیدا کرو"۔

پانی کے ذخیرے اور چشمے کی خوش خبری سن کر آن کی آن میں بنو جرہم کے ایک خیمے سے آخری خیمے تک خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ پھر سعید بن اسامہ کے حکم پر بنو جرہم وہاں سے کوچ کر کے چشمے کی طرف روانہ ہو گئے۔

جس وقت بنو جرہم وہاں پہنچے تو سب سے پہلے وہ پانی کے ذخیرے کے پاس خیمہ زن ہوئے پھر تینوں سردار حضرت ہاجرہؓ کے پاس آئے اور سعید بن اسامہ نے حضرت ہاجرہؓ کو مخاطب کر کے پوچھا:

"اگر آپ اجازت دیں تو ہم یہاں مستقل طور پہ قیام کر لیں۔ اس طرح آپ کے پاس رونق بھی رہے گی اور ہم اس پانی سے فائدہ اٹھا کر یہاں غلہ اور پھل پیدا کریں گے اور اس علاقے کو آباد کریں گے"۔

حضرت ہاجرہؓ نے کہا:

"مجھے خوشی ہوگی اگر تم لوگ یہاں آباد ہو لیکن اس شرط کے ساتھ کہ پانی کے مالکانہ حقوق میرے پاس رہیں گے"۔

بنو جرہم کے ان سرداروں نے شرط منظور کر لی اور وہاں آباد ہو گئے۔

○

آریوں کے دو بڑے سردار کاواش اور سانبر نے ہندوستان کے قدیم باسی دراوڑوں کے خلاف جو لائحہ عمل تیار کیا تھا اسے انہوں نے عملی صورت دینے کے لیے کام شروع کر دیا۔ سانبر نے اپنے جوانوں کے دو گروہ تیار کیے۔ ایک گروہ اس نے ہڑپہ کی طرف روانہ کیا جس

نے ہڑپہ شہر کی سب سے مقدس و محترم دیوی وشنتا کا بت توڑ دیا اور اس ٹوٹے بت کے مندر میں دیوار پر انہوں نے کوئلے سے نمایاں کر کے لکھ دیا کہ یہ کام انہوں نے بھارت شہر کے بڑے پجاری بھرگیہ کے ایما پر اور اس کی خوشنودی کے لیے کیا ہے۔

جوانوں کا دوسرا گروہ بھارت شہر میں داخل ہوا وہاں اس گروہ نے شہر کی ہر دلعزیز اور زیادہ چاہی جانے والی دیوی ادیتا کا بت توڑ دیا اور اس بت کے مندر کے اندر یہ تحریر لکھ دی کہ یہ بت انہوں نے ہڑپہ شہر کے بڑے پجاری وشوامتر کی خواہش و خوشی کی خاطر توڑا ہے۔

حانبر کی اس حرکت کا خاطر خواہ اثر ہوا۔ آریوں کے ان دو بڑے سرداروں کا مدعا یہی تھا کہ پہلے ہندوستان کے مقامی باشندوں کو آپس میں لڑا کر کمزور کیا جائے۔ اس کے بعد اپنے لشکروں کے ساتھ آگے پیش قدمی کر کے دراوڑوں پہ آخری ضرب لگا کر ان کے وسیع و عریض علاقوں پہ قبضہ کر لیا جائے۔

دوسری طرف دراوڑ آریوں کی اس چال کی اور فریب سے بے خبر تھے۔ جب ہڑپہ اور بھارت شہروں میں وہاں کے بڑے پجاریوں بھرگیہ اور وشوامتر کے نام استعمال کرتے ہوئے ادیتا اور وشنتا دیویوں کے بت توڑے گئے تو دونوں بڑے پجاریوں نے ایک دوسرے کے خلاف محاذ قائم کر دیا۔ انہوں نے اپنے اپنے ماتحت مندروں کو بھی حکم دے دیا کہ وہ ایک دوسرے کو خوب برا بھلا کہیں اور مندروں کے اندر پوجا پاٹ کے لیے آنے والوں کو بھی تلقین کریں کہ وہ ایک دوسرے کے خلاف آواز بلند کریں۔

ہڑپہ اور بھارت، دونوں حکومتوں کے حالات دن بدن بد سے بدتر ہوتے چلے گئے۔ دراوڑوں کی شمالی ہندوستان میں اس وقت تقریباً دس حکومتیں تھیں۔ گویا دس بادشاہ وہاں حکومت کر رہے تھے۔ ہڑپہ کے بادشاہ انوس اور بھارت کے بادشاہ سوداس نے دوسرے بادشاہوں کو اپنے ساتھ ملانے کی کوششیں شروع کر دی تھیں۔ ان کوششوں کے نتیجے میں چار بادشاہ انوس کے ساتھ اور چار ہی سوداس کے ساتھ مل گئے۔ پھر ان دس بادشاہوں[1] کے درمیان ہولناک جنگ ہوئی جس میں سوداس اور اس کے حامیوں کو شکست ہوئی اور انوس کامیاب رہا۔ گو لڑائی کے بعد ان سب نے آپس میں صلح کر لی لیکن اس جنگ نے انہیں کمزور کر دیا تھا اور آرین ان پہ ضرب

1۔ تاریخ میں یہ جنگ دس بادشاہوں کی جنگ کہلاتی ہے۔

لگانے کو پر تولنے لگے تھے۔

○

سردار ابطال اور بڑا پجاری بطین بیٹھے آپس میں گفتگو کر رہے تھے کہ سردار کی بیٹی کیتم آئی اور ان کے سامنے بیٹھ گئی۔ پھر اس نے اپنے باپ ابطال کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

"اے میرے باپ! آپ جانتے ہیں کہ یوناف میرا بھائی ہے اور وہ مجھے بھائیوں جیسا ہی عزیز ہے۔ آج کئی روز سے اس سے متعلق کوئی خبر نہیں ہے۔ میں اس کے لیے بے حد پریشان ہوں۔"

ابطال نے نرمی اور شفقت سے کیتم کی طرف دیکھا اور کہا:

"اے میری بیٹی! میں اور بطین نے اپنے قبیلے کے کچھ لوگ یوناف کو تلاش کرنے پر مامور کیے تھے لیکن وہ سب ناکام لوٹ آئے ہیں۔ یوناف کا انہیں کہیں سراغ نہیں ملا۔ میں تو خود اس کے متعلق پریشان ہوں۔ میں تو اسے بیٹوں کی طرح چاہنے لگا تھا اور پھر میرے پاس تو وہ ایک طرح سے میری تقویت کا باعث بھی تھا۔"

کیتم نے کوئی جواب نہ دیا اور مایوس مایوس سی اٹھ کر وہاں سے چلی گئی۔

○

یوناف اور اسیلہ ایک روز سونے کی کان میں کام کر رہے تھے۔ ان دونوں کے ہاتھوں میں کدالیں تھیں جن سے وہ چٹانوں پہ ضربیں لگا رہے تھے۔ اسیلہ ذرا ستانے کو رکا اور اس دوران وہ غور سے یوناف کو دیکھتا رہا۔ پھر اپنی کدال کندھے پہ رکھ کر وہ یوناف کے پاس آیا اور مدھم آواز میں رازداری سے بولا:

"یوناف! میرے دوست! تمہیں کئی روز ہو گئے ہیں یہاں میرے ساتھ کام کرتے ہوئے۔ مجھے تمہارے اخلاق نے بے حد متاثر کیا ہے۔ یہ لوگ اسی طرح ہم سے کام لے لے کر ہمیں مار ڈالیں گے۔ آؤ یہاں سے بھاگ چلیں۔ یہاں سے نیچے سمندر کے کنارے جنوب کی طرف کئی آبادیاں ہیں جہاں

میرے کچھ جاننے والے ہیں۔ یہاں سے بھاگ کر ہم دونوں وہاں جا رہیں گے۔ پھر یہ لوگ ہمیں نہ پا سکیں گے کیونکہ وہ قبائل ان سے طاقتور ہیں۔"

یوناف کے چہرے پر مسکراہٹ آ گئی۔

"میں تم سے مکمل اتفاق کرتا ہوں۔ آؤ یہاں سے بھاگ چلیں۔" اس نے غور سے اسبیلہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

اسبیلہ نے اپنی کدال پھینک دی اور سونے کی غار کے دہانے کی طرف چل پڑا۔ یوناف نے اسے تنبیہ کرتے ہوئے کہا:

"اسبیلہ! اسبیلہ! یہ کیا حماقت کر رہے ہو۔ اپنی کدال اپنے پاس رکھو۔ یہ تمہیں ہتھیار کا کام دے گی۔"

اسبیلہ مڑا اور اپنی کدال پھر اٹھالی۔ دونوں کان کے دہانے کی طرف بڑھے۔ وہاں کھڑے دو محافظوں نے انہیں روکا لیکن یوناف اور اسبیلہ نے ان کے سروں پہ کدالیں دے ماریں اور وہ بے ہوش ہو گئے۔ تب وہ دونوں وہاں سے بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔

اسی روز شام کے قریب عزازیل نے یافان، عارب، بیوسا اور بنیطہ کو ایک کمرے میں جمع کیا اور انہیں مخاطب کر کے کہا: "اے میرے عزیزو! میں دو ایک روز تک تم لوگوں سے رخصت ہو جاؤں گا لیکن یہاں سے روانہ ہونے سے قبل میں چاہتا ہوں کہ ابلیکا کا کوئی معقول بندوبست کر جاؤں۔ ایسا نہ ہو کہ میری غیر موجودگی میں تم لوگ کوئی بداحتیاطی کر بیٹھو اور ابلیکا تمہارے لیے پھر مصیبت اور اذیت بن جائے۔ بتولوں اور مٹی سے بھرے جس برتن کے اندر میں نے اسے محصور کر رکھا ہے اس میں ابھی تک تیل ہے اور بتولے جل رہے ہیں لیکن اگر یہ آگ بجھ بھی جائے تب بھی ابلیکا وہیں محصور رہے گی تاوقتیکہ وہ برتن ٹوٹ جائے یا کوئی اس برتن کو بتولوں اور مٹی سے بالکل خالی کر دے اور دونوں چیزوں کو پھیلا دے۔"

"میں سمجھتا ہوں کہ میرے بعد تم لوگ اس برتن کی معقول حفاظت کا بندوبست نہ کر سکو گے اور اگر تمہیں یہاں سے کہیں اور جانا پڑا تو تم لوگ کہاں کہاں اس برتن کو اٹھائے اٹھائے پھرو گے۔ سنو! اس بستی میں گزشتہ شب ایک آدمی مر گیا تھا جسے آج دن کے وقت بستی کے قبرستان میں دفن کر دیا گیا ہے۔ میں نے فیصلہ کیا ہے کہ آج شام ہوتے ہی ہم سب بستی کے قبرستان کا رخ کریں گے۔ آج دفن ہونے والے مردے کی قبر کھود کر اس کی لاش باہر نکالیں گے اور وہاں قبر کو کچھ اور گہرا کھود کر

پہلے اس برتن کو وہاں دبا دیں گے جس کے اندر ابلیکا محصور ہے۔ اس کے بعد پہلے کی طرح برتن کے اوپر اس نعش کو دفن کر دیں گے۔ اس طرح ابلیکا صدیوں تک وہاں پڑی رہے گی۔ نہ اس قبر کو کوئی کھودے گا اور نہ وہ برتن ٹوٹے گا نہ مٹی سے خالی ہو گا۔ اس طرح صرف تم ہی نہیں بلکہ میں بھی ابلیکا کے شر اور اس کی اذیت سے محفوظ ہو جاؤں گا۔ میں اب ارضِ حجاز کا رخ کروں گا اور وہاں اللہ کے پیغمبر ابراہیمؑ کے خلاف حرکت میں آؤں گا۔"

عارب، یافان، بنیطہ اور بیوسا نے اس معاملے میں عزازیل کی تائید کی لہٰذا جب شام ہوئی تو انہوں نے قبر کھود کر وہ برتن جس میں ابلیکا محصور تھی وہاں دبا دیا اور نعش کو پہلے کی طرح دفنا کر جب وہ قبرستان سے تھوڑی ہی دور گئے تھے کہ بستی کا ایک جوان بھاگتا ہوا وہاں آیا اور اس نے عارب سے کہا:

"مجھے آپ کو یہ اطلاع دینے بھیجا گیا ہے کہ یوناف اور اسبیلہ آج شام سے تھوڑی دیر پہلے غار سے بھاگ گئے ہیں۔"

عارب نے کہا: "تم جاؤ۔ میں ان دونوں کا بندوبست کرتا ہوں۔"

سب کے ساتھ عارب واپس آیا۔ وہاں سے اس نے اپنا چمڑے کا کوڑا لیا اور پھر وہاں سے غائب ہو گیا۔

رات کے وقت سمندر کے کنارے جب یوناف اور اسبیلہ جنوب کی طرف بھاگے جا رہے تھے تو چاندنی رات میں ایک چٹان کے قریب وہ اچانک رک گئے۔ انہوں نے دیکھا اس چٹان کے اوپر عارب کھڑا تھا۔

ان دونوں کو دیکھتے ہی وہ کسی پرندے کی طرح لمبی لمبی زقندیں بھرتا ہوا ان دونوں کے سامنے آ کھڑا ہوا۔ پھر اس نے ان دونوں کو مخاطب کر کے انتہائی غضب ناک اور زہریلے لہجے میں کہا: "یہ تمہاری غلط فہمی ہے کہ تم دونوں یہاں سے بھاگ جاؤ گے۔ تم دونوں پہ ہماری کڑی نگاہ ہے اور تم دونوں کے لیے یہاں سے بھاگ نکلنا ممکن نہیں ہے۔"

پھر اس نے اپنے چمڑے کے کوڑے سے ان دونوں کو مارنا شروع کر دیا۔ وہ انہیں اپنے آگے آگے ہنکاتا ہوا ان ہی تہ خانوں کے اندر لے آیا جہاں دن کو وہ سونے کی کان میں کام کرنے کے بعد رات کو آرام کرتے تھے۔

اس نے ان دونوں کو مار مار کر ادھ موا کر دیا اور پھر زنجیروں میں جکڑ دیا۔ اب ان دونوں

پر پہلے سے بھی زیادہ سختی اور نگرانی کی جانے لگی اور دوسرے قیدیوں کی نسبت ان دونوں سے سونے کی کان میں زیادہ مشقت لی جانے لگی۔

O

لوط علیہ السلام کو جس قوم کی طرف مبعوث کیا گیا تھا، دنیا کی کوئی برائی ایسی نہ تھی جو ان میں موجود نہ تھی اور کوئی خوبی ایسی نہ تھی جو ان میں پائی جاتی ہو۔

لوطؑ نے اپنی قوم کو راہِ راست پر لانے اور ان برائیوں سے دور رکھنے کی ہر ممکن کوشش کی پر قوم نے ان کی ایک نہ مانی اور اسی طرح بدی کے مرتکب ہوتے رہے۔ چونکہ لوطؑ قوم کو سدھارنے کی کوششوں میں بری طرح مصروف تھے لہٰذا کچھ عرصہ کے لیے وہ ابراہیمؑ اور سارہ کو ملنے کیلیے ارضِ فلسطین کی طرف نہ جا سکے تھے۔

اس پر حضرت ابراہیمؑ کو فکر لاحق ہوئی اور ایک روز ارضِ فلسطین میں اپنی قیام گاہ میں انہوں نے اپنی بیوی سارہ کو مخاطب کر کے کہا:

"ایک عرصہ ہوا ہمیں لوطؑ کی طرف سے کوئی خبر نہیں ملی۔ کیا ہم اپنے غلام الیعزر کو سدوم کی طرف روانہ کریں کہ لوطؑ کی خیریت دریافت کر کے آئے۔"

سارہ نے مطمئن انداز میں کہا:

"میں خود اس کے لیے فکرمند ہوں اور سوچ رہی تھی کہ کسی ذریعے سے لوطؑ کی خبر ملے۔ آپ نے ایک طرح سے میری بھی اذیت کم کر دی ہے۔ میں تو کہتی ہوں کہ آپ ابھی الیعزر کو سدوم کی طرف روانہ کریں کہ وہ لوطؑ کی خیریت دریافت کر کے آئے۔"

حضرت ابراہیمؑ اسی وقت وہاں سے نکلے اور اپنے غلام الیعزر کو انہوں نے لوطؑ کی طرف روانہ

کردیا۔

الیعزر اپنے گھوڑے کو بڑی تیزی سے دوڑاتا ہوا یرون کی وادی کی طرف جا رہا تھا کہ ایک جگہ وہ رک گیا۔ اس نے دیکھا اس کے بائیں طرف قریب ہی چھوٹا سا ایک تجارتی قافلہ پڑاؤ کیے ہوئے تھا۔ الیعزر ان کی طرف گیا اور انہیں مخاطب کر کے اس نے پوچھا:

"اے قافلے والو! میں نے سدوم[1] شہر کی طرف جانا ہے۔ کیا تم لوگ میری رہنمائی کر سکو گے۔"

کارواں کے ایک ڈھلتی عمر کے ایک آدمی نے کہا:

"یہ میرا تجارتی قافلہ ہے۔ ہم لوگ اموری عرب ہیں۔ ہم لوگ کھانا کھانے لگے ہیں۔ آؤ پہلے ہمارے ساتھ کھانے میں شریک ہو۔ اس کے بعد ہم سدوم شہر کی طرف تمہاری رہنمائی کریں گے۔"

الیعزر نے ان کی پیش کش کو قبول کر لیا اور اپنے گھوڑے سے اتر کر وہ ان کے ساتھ کھانے میں شریک ہو گیا۔

جب وہ کھانا کھا چکے تو اس اموری تاجر نے پوچھا:

"اے اجنبی! تم کس کام سے سدوم جا رہے ہو۔"

الیعزر نے کہا:

"اے سوداگر! میرا نام الیعزر ہے۔ سدوم شہر میں اللہ کے نبی لوطؑ رہتے ہیں۔ میں ان کے چچا حضرت ابراہیمؑ اور ان کی چچی سارہ کی طرف سے آیا ہوں اور ان کی خیریت دریافت کرنے سدوم جا رہا ہوں۔"

اموری تاجر نے کہا:

"سدوم اور اس میں بسنے والی قوم کے دوسرے شہر بہت ہی بری جگہ ہیں۔ ان کے اندر نیک لوگ صرف لوطؑ اور ان پر چند ایمان لانے والے ہیں ورنہ وہ ساری قوم انتہائی گھناؤنے افعال کی مرتکب ہو رہی ہے۔ میرا مشورہ ہے تم سدوم شہر نہ جاؤ تو بہتر ہے کیونکہ جو بھی اس قوم کی سرزمین میں داخل ہوتا ہے نقصان ہی اٹھاتا ہے۔ شاید تمہیں میری باتوں پر یقین نہ آئے لیکن میں تمہیں اس قوم کے چند ایسے واقعات سناتا ہوں جو اس قوم کی طرف سے مختلف لوگوں کے ساتھ پیش آئے جن

1۔ (قوم لوطؑ مشرقی اردن میں آباد تھی۔ سدوم ان کا مرکزی شہر تھا۔ تلمود میں اس کے علاوہ چار اور بڑے شہروں کا بھی ذکر آتا ہے۔)

سے تم اس قوم کی اصلیت و حقیقت جان جاؤ گے۔

ایک مرتبہ[1] قوم عیلام کا ایک مسافر ان کے علاقے سے گزرا۔ رات ہو گئی تو اسے مجبوراً سدوم شہر میں ٹھہرنا پڑا۔ اس کا زادِ راہ بھی اس کے ساتھ تھا۔ سدوم میں اس نے بہت سے لوگوں کی منت کی کہ وہ اسے اپنے ہاں رات بسر کر لینے دیں لیکن کوئی نہ مانا۔ ناچار وہ ایک درخت کے نیچے رات بسر کرنے کو بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد ایک سدومی وہاں آیا اور اصرار کر کے اسے اپنے ساتھ اپنے گھر لے گیا۔ رات اسے اپنے ہاں رکھا اور صبح ہونے سے پہلے پہلے اس مسافر کا گدھا زین اور سارا تجارت کا سامان اڑا لیا۔ اس نے شہر والوں سے فریاد کی لیکن کسی نے اس کی بات نہ سنی بلکہ اس کے پاس جو تھوڑا بہت سامان بچا تھا وہ بھی چھین لیا۔ پھر ان ظالموں نے اسے دھکے مار کر شہر سے نکال باہر کیا۔

ایک اور واقعہ[2] ان کی بدتمیزی کا یہ ہے کہ ایک مرتبہ ایک غریب آدمی ان کے شہر میں داخل ہوا۔ کسی نے بھی اسے کھانے کو کچھ نہ دیا۔ وہ فاقے سے بے حال ہو کر ایک جگہ گر پڑا۔ لوطؑ کی بیٹی نے اسے دیکھ لیا اور اسے اپنے گھر سے کھانا پہنچایا۔ لوگوں نے دیکھ لیا کہ لوطؑ کی بیٹی نے اسے کھانا دیا ہے لہٰذا وہ طیش میں آ گئے۔ وہ اکٹھے ہو کر لوطؑ کے گھر آئے اور انہیں اور ان کی بیٹی کو خوب دھمکیاں دیں کہ ایسی حرکتیں کر کے تم لوگ ہمارے شہر میں نہیں رہ سکتے۔

کوئی تاجر[3] اگر ان کے شہروں اور بستیوں میں اپنے سامان کے ساتھ داخل ہوتا ہے تو اس کے مال کو دیکھنے کے بہانے ہر شخص تھوڑی تھوڑی چیزیں اٹھاتا اور اپنے گھر لے جاتا ہے جبکہ وہ سوداگر بے چارہ حیران و پریشان رہ جاتا ہے اور شکوہ کرنے اور رونے دھونے کے سوا اس کے پاس کچھ نہیں رہ جاتا۔ سن رکھو! قوم لوطؑ اعلانیہ ہم جنس پرستی اور دوسرے بدکاری کے کام کر کے فخر محسوس کرتی ہے۔ ایک لوطؑ کی زبان کے سوا کوئی اس بدقماش قوم کو روکنے ٹوکنے اور سمجھانے والا نہیں ہے۔"

1۔ تلمود (یہودیوں کی مذہبی کتاب) سے ماخوذ۔
تفہیم القرآن: جلد ۲ ص ۵۱۲

2۔ ماخوذ از تلمود

3۔ بروایت عبدالوہاب نجار از عبرانی ادب

"جس راہ پر تم جا رہے ہو یہ راستہ سیدھا سدوم شہر کو جاتا ہے۔ ہم تاجر لوگ اس شہر سے پہلو بچا کر نکل جاتے ہیں۔ میں تمہیں بھی مشورہ دوں گا کہ احتیاط کے ساتھ اس شہر میں داخل ہونا یہ قوم عذاب کی مستحق ہو چکی ہے۔"

الیعزر ان لوگوں کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا اور پھر اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر کوچ کر گیا۔

سدوم شہر میں[1] داخل ہو کر الیعزر لوطؑ کے گھر کی طرف جا رہا تھا کہ سدوم شہر کا ایک آدمی اس کے قریب آیا اور ایک پتھر اٹھا کر اس کے سر پر دے مارا جس سے الیعزر کا سر پھٹ گیا اور خون سے اس کا سر بھیگ گیا۔ وہ سدومی الیعزر کے پاس آیا اور انتہائی ڈھٹائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس نے کہا: "اے اجنبی! دیکھ میں نے پتھر مار کر تیرا سر تیرے خون سے سرخ کر دیا ہے لہٰذا تو مجھے اس کا محنتانہ ادا کر۔"

الیعزر اپنے گھوڑے سے اترا اور اس سدومی سے کہا:

"اے احمق انسان۔ ایک تو تُو نے پتھر مار کر مجھے زخمی کر دیا ہے اور اس پر مزید حماقت اور ظلم یہ کہ تو مجھ سے مجھے ہی زخمی کرنے کا معاوضہ طلب کر رہا ہے۔"

اب ارد گرد سے بہت سے لوگ بھی جمع ہو گئے۔ اس سدومی نے بڑی سنجیدگی سے الیعزر کو جواب دیا: "اے اجنبی! تجھے پتھر مار کر زخمی کرنے میں اور تمہارے سر کو لہو سے سرخ کرنے میں کیا میری توانائی صرف نہیں ہوئی۔ لہٰذا میں تم سے اپنی صرف شدہ توانائی کا معاوضہ طلب کرنے میں حق بجانب ہوں۔"

الیعزر نے جب معاوضہ دینے سے انکار کیا تو وہ لوگ اسے پکڑ کر قاضی کے پاس لے گئے اور ساری تفصیل اس سے بیان کی۔ قاضی نے اپنا فیصلہ سناتے ہوئے الیعزر سے کہا: "اے اجنبی! چونکہ تمہارا سر رنگین کرنے میں اس سدومی کو محنت کرنا پڑی ہے لہٰذا یہ حق رکھتا ہے کہ تجھ سے اس کا معاوضہ طلب کرے اور یہی انصاف کی بات ہے لہٰذا جس قدر تم سے وہ رقم کا مطالبہ کرتا ہے وہ اسے ادا کرو اور اپنی راہ لو۔"

سدوم شہر کے قاضی کا فیصلہ سن کر الیعزر بے چارہ سٹ پٹا کر رہ گیا۔ تاہم اس کے ذہن میں

۱۔ تفہیم القرآن: سورۃ الحجر، رکوع ۵، آیت ۶۷

فوراً ہی ایک ترکیب آئی۔ اس نے زمین سے ایک پتھر اٹھایا اور قاضی کے سر میں دے مارا۔ قاضی کا سر پھٹ گیا اور خون بہ نکلا۔

پھر اس قاضی کو مخاطب کرتے ہوئے الیعزر نے کہا:

"اے سدومیوں کے بے انصاف قاضی! تجھے زخمی کرنے میں چونکہ میری محنت صرف ہوئی ہے لہٰذا میں تجھ سے محنتانہ طلب کرنے کا حق رکھتا ہوں۔ یہ تُو ایسا کرنا کہ جو محنتانہ تو نے مجھے ادا کرنا ہے وہ اس سدومی کو ادا کر دینا جس نے مجھے زخمی کیا ہے۔ اس طرح حساب صاف ہو جائے گا۔"

اس کے ساتھ ہی الیعزر اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر وہاں سے بھاگ نکلا۔

حضرت ابراہیمؑ ایک روز اپنے ریوڑ کے ساتھ جنگل میں خیمہ زن تھے کہ تین انتہائی خوبصورت اور پُرکشش قسم کے نوعمر نوجوان آپ کے پاس آئے۔ آپ بے حد متواضع اور مہمان نواز تھے۔ ان تینوں کو دیکھ کر آپ نے بے حد خوشی کا اظہار کیا اور ان کی خاطر تواضع کے لیے ایک بچھڑا ذبح کیا اور اس کا گوشت بھون کر ان کو پیش کیا لیکن ان تینوں نے جب ہاتھ آگے نہ بڑھائے اور کھانا کھانے سے انکار کر دیا تو آپ کو خیال ہوا کہ کہیں وہ تینوں جوان کسی دشمنی کے ارادے سے تو نہیں آئے کیونکہ عربوں میں جب کوئی کسی کی ضیافت قبول کرنے سے انکار کرتا تو یہ سمجھا جاتا کہ وہ مہمان کی حیثیت سے نہیں قتل و غارت کی نیت سے آیا ہے۔

معاملے کی یہ نوعیت دیکھ کر حضرت ابراہیمؑ کے اہل خانہ بھی باہر آ گئے اور ہر کوئی اپنی جگہ فکرمند اور پریشان تھا۔

ان تینوں جوانوں نے یہ سب دیکھ کر کہا:

"آپ لوگ فکرمند نہ ہوں۔ ہم تینوں انسانی صورت میں فرشتے ہیں اور قوم لوطؑ پر عذاب طاری کرنے کے لیے بھیجے گئے ہیں لیکن قوم لوطؑ کی طرف جانے سے قبل ہم تینوں آپ کی طرف آئے تاکہ آپ کے اہل خانہ کو اللہ کی طرف سے ایک خوشخبری دے دیں۔"

پھر انہوں نے حضرت سارہ کو مخاطب کر کے انہیں ان کے بیٹے اسحٰقؑ اور ساتھ ہی اسحٰقؑ کے

بیٹے یعقوبؑ کی بھی خوشخبری دی۔

ان فرشتوں سے یہ خوشخبری سن کر حضرت سارہ نے تعجب اور خوشی کے ملے جلے جذبات سے کہا:

"یہ کیسی عجیب بات ہے کہ میرے ہاں اس وقت لڑکا ہوگا جب میں نوّے برس کی ہو چکی ہوں اور میرے میاں یعنی ابراہیمؑ سو برس کے ہو چکے ہیں"۔

اس پر ان فرشتوں نے کہا:

"کیا آپ اللہ کی قدرت پر تعجب کرتی ہیں۔ اے ابراہیمؑ کے اہلِ خانہ! تم لوگوں پر اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہیں اور ہمارا رب بڑی صفات اور بزرگی والا ہے"۔

فرشتوں کی باتیں سن کر حضرت سارہ خاموش ہوگئیں۔ فرشتوں نے کچھ دیر وہاں رک کر حضرت ابراہیمؑ سے قومِ لوطؑ سے متعلق گفت گو کی۔ اس کے بعد انہوں نے وہاں سے کوچ کیا اور قومِ لوطؑ کی طرف روانہ ہو گئے۔

○

جب انسانی صورت میں یہ تینوں فرشتے سدوم شہر کے قریب پہنچے تو انہوں نے دیکھا وہاں ایک کنویں سے ایک لڑکی پانی کھینچ رہی ہے۔ وہ تینوں اس کے پاس آئے اور اسے مخاطب کر کے انہوں نے اپنے مسافر ہونے کے ناطے رات بسر کرنے کی گزارش کی۔ وہ لڑکی حضرت لوطؑ کی بیٹی تھی۔ وہ اپنی قوم کے افعالِ بد سے واقف تھی۔ اس نے دیکھا کہ وہ تینوں ابھی نوعمر ہیں اور بے حد خوبصورت ہیں اور پرکشش ہیں لہٰذا اس نے ان سے کہا:

"دیکھو۔ تم تینوں یہیں رک کر انتظار کرو۔ میں اللہ کے نبی لوطؑ کی بیٹی ہوں۔ میں اپنے بابا کے پاس جاتی ہوں اور ان کے سامنے تمہارا معاملہ پیش کرتی ہوں۔ پھر دیکھیں وہ کیا فیصلہ کرتے ہیں"۔

حضرت لوطؑ کی بیٹی اپنا پانی سے بھرا ہوا برتن اٹھا کر وہاں سے چلی گئی۔ اپنے گھر آ کر اس نے حضرت لوطؑ سے کہا:

"اے بابا! میں کنوئیں سے پانی بھر رہی تھی کہ وہاں تین نوعمر نوجوان آئے۔ وہ تینوں خود کو

مسافر بتاتے ہیں اور یہاں رات بسر کرنے کی گذارش کرتے ہیں۔ میں انہیں کہہ آئی ہوں کہ یہاں رک کر انتظار کریں۔ میں ان کا معاملہ اپنے بابا کے سامنے پیش کرتی ہوں۔ پر اے بابا! وہ تینوں جوان ابھی نوعمر ہیں اور اس پر مستزاد یہ کہ بے حد خوبصورت و پرکشش بھی ہیں اور پھر اے میرے بابا! آپ اپنی قوم کی حرکتوں سے خوب آگاہ ہیں"۔

لوطؑ کچھ دیر تک سوچتے رہے۔ پھر انہوں نے کہا:

"اے میری بیٹی! اگر کسی اور نے ان لڑکوں کو دیکھ لیا تو میں ڈرتا ہوں کہ اس بدبخت قوم کے لوگ انہیں پکڑ کر شہر میں لے جائیں گے اور پھر ان کی بے عزتی اور بے حرمتی کریں گے"۔

"دیکھو بیٹی! میں ان تینوں لڑکوں کی طرف جاتا ہوں اور انہیں کسی محفوظ راستے سے اپنے گھر لے کر آتا ہوں تاکہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو اور ان کا صحیح طور پر خیر مقدم بھی ہو جائے"۔

اسی موقع پر لوطؑ کے داماد اور ان کے دونوں بیٹے موآب اور بن عمی بھی وہاں آ گئے۔ انہوں نے بھی لوطؑ کی تجویز سے اتفاق کیا۔ لہٰذا لوطؑ گئے اور ان تینوں کو اپنے گھر لے آئے لیکن اہلِ سدوم کو ان لڑکوں کے لوطؑ کے گھر آنے کی خبر ہو گئی لہٰذا سدوم کے سرداروں نے اپنے کچھ آدمی لوطؑ کے گھر روانہ کیے تاکہ ان سے مطالبہ کریں کہ وہ تینوں خوبصورت لڑکے ان لوگوں کے حوالے کر دیے جائیں۔

یہ حرام کار لوگ لوطؑ کے مکان پر چڑھ دوڑے اور ان سے مطالبہ کرنے لگے کہ لڑکوں کو ان کے حوالے کر دیا جائے۔ لوطؑ نے انہیں سمجھایا کہ میری قوم کی وہ بیٹیاں جو تمہارے نکاحوں میں ہیں ان کی طرف جاؤ اور اپنے آپ کو بے حیائی میں ملوث نہ کرو لیکن وہ نہ مانے اور ان کے مکان کے باہر شور مچانے لگے۔ آپ اپنے مکان کا دروازہ بند کر کے گلی میں ان سے گفتگو کر رہے تھے۔ جب انہوں نے لوطؑ کی کوئی بات نہ مانی اور سختی پر اتر آئے تو آپ نے انتہائی بے بسی کے عالم میں اپنی قوم کے لوگوں کو مخاطب کر کے کہا:

"کیا تم میں کوئی بھی سلیم فطرت انسان اور رجلِ رشید نہیں ہے۔ کاش! مجھے تمہارے مقابلے کی طاقت ہوتی یا میرا کوئی سہارا ہوتا جس سے میں تمہارے خلاف حمایت حاصل کر سکتا"۔

ان تینوں لڑکوں نے لوطؑ کی یہ ساری بے بسی کی گفتگو سن لی کیونکہ وہ دروازے کے پاس ہی اندر کھڑے تھے۔ پھر ان لڑکوں نے جو اصل میں فرشتے تھے، دروازہ کھول کر لوطؑ کو اندر کھینچ لیا اور باہر شور کرنے والے لوگوں کو اندھا کر دیا کہ وہ لوطؑ کے گھر کا دروازہ ہی تلاش نہ کر سکیں۔

پھر ان فرشتوں نے لوطؑ کو مخاطب کر کے کہا:

"آپ ہماری ظاہری صورتوں کو دیکھ کر فکر مند نہ ہوں کہ ہماری خوبصورتی کی وجہ سے یہ حرام کار قوم آپ سے ہمارا مطالبہ کرتی ہے۔ اصل میں ہم اللہ کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں اور ہم ملائکۂ عذاب ہیں۔ خداوند نے اس قوم کو سنبھلنے کے لیے جو مدت دی تھی وہ ختم ہوئی اور اب خدا کے قانونِ جزا کے تحت ان کا فیصلہ ان کے حق میں اٹل ہے۔ وہ اب ان پر سے ٹلنے والا نہیں ہے تاہم آپ اور آپ کے خاندان والے اس عذاب سے محفوظ رہیں گے لیکن آپ کی بیوی[1] ان بچنے والوں میں شامل نہ ہوگی کیونکہ وہ ان بدکاروں کی حمایت کرنے والی ہے لہٰذا وہ ان ہی بے حیاؤں کی رفاقت میں رہے گی اور عذاب کا مزہ چکھے گی۔ آپ ایسا کریں کہ رات کے وقت اپنے اہلِ خانہ کو لے کر یہاں سے نکل جائیں تاکہ آپ لوگ محفوظ ہو جائیں کہ آج کی رات اس قوم کو عذاب میں مبتلا کر دیا جائے گا۔ یاد رکھیے ان پر ایسا عذاب طاری ہوگا کہ آنے والی نسلوں کے لیے عبرت خیزی کا کام دیں گے۔"

جب رات ہوئی تو لوطؑ اپنے اہلِ خانہ کو لے کر سدوم شہر سے نکل گئے۔ پس ان کے سدوم سے نکل جانے کے بعد وہ ملائکۂ عذاب حرکت میں آ گئے۔ اس رات ابتدا میں اس قوم کے شہروں اور بستیوں میں ایک ہیبت ناک چنگھاڑ سنائی دی۔ اس چنگھاڑ نے ان سب کو تہ و بالا کر کے رکھ دیا۔ پھر ان کی آبادیوں کو اوپر اٹھا کر الٹا دیا گیا اور ان کے مکمل خاتمہ کے لیے ان پر پتھروں کی بارش کی گئی۔ یہ پتھروں کا برساؤ ایسا ہی تھا جیسے آتش فشاں کے پھٹنے سے پتھر اور لاوا برستا ہے۔ اس طرح قومِ لوطؑ کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیا گیا۔[2]

۱۔ لوطؑ کی بیوی نے ان کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا اور راستے سے لوٹ آئی اور عذاب کا شکار ہو گئی۔ قصص القرآن

۲۔ حجاز سے شام اور عراق سے مصر جاتے ہوئے یہ تباہ شدہ علاقہ راستے میں پڑتا ہے اور عموماً قافلوں کے لوگ تباہی کے ان آثار کو دیکھتے ہیں جو اس پورے علاقے میں آج بھی نمایاں ہیں۔ یہ علاقہ بحیرِ لوط (بحیرہ مردار) کے مشرق و جنوب میں واقع ہے۔ اور خصوصاً اس کے جنوبی حصے سے متعلق جغرافیہ دانوں کا خیال ہے کہ یہاں اس درجہ ویرانی پائی جاتی ہے کہ جس کی نظیر روئے زمین پر کہیں اور نہیں ملتی۔

سدوم شہر سے نکل کر لوطؑ نے اپنے اہلِ خانہ کے ساتھ چھوٹے سے ایک شہر کہ جس کا نام صغر تھا، کا رخ کیا۔ جس وقت آپ اس شہر میں داخل ہوئے دھوپ نکل چکی تھی اور عذاب کے فرشتوں نے ان کی قوم پر گندھک اور آگ برسا کر ان کا خاتمہ کر دیا تھا اور ان تباہ ہونے والوں میں آپ کی بیوی[1] بھی شامل تھی۔

خداوند قدوس نے حضرت ابراہیمؑ کو وحی کے ذریعے اس عذاب کی خبر دی لہٰذا عذاب کے اگلے روز آپ اس جگہ پہنچے جہاں قومِ لوطؑ پر عذاب نازل ہوا تھا۔ آپ نے قومِ لوطؑ کے بڑے شہروں سدوم اور عمورہ کی اترائی[2] کو غور سے دیکھا اور پریشان ہو گئے کیونکہ ان شہروں کی زمین سے ابھی تک دھواں اٹھ رہا تھا جیسے بھٹی کا دھواں ہو۔ (اس عذاب کے واقعے سے کچھ عرصہ بعد ہی حضرت لوطؑ صغر شہر میں انتقال کر گئے۔)

حضرت لوطؑ کی قوم کی تباہی کے بعد حضرت ابراہیمؑ ارضِ حجاز میں اپنی بیوی حضرت ہاجرہ اور بیٹے اسمٰعیلؑ کے پاس ٹھہرے ہوئے تھے کہ انہوں نے ایک خواب میں دیکھا کہ انہیں اپنی محبوب ترین چیز خدا کے نام پر قربان کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔ یہ حکم تین رات تک مسلسل خواب میں ہوتا رہا۔ پہلی بار اٹھارہ ۸۔ ذی الحجہ کی رات کو ہوا۔ صبح جب آپ اٹھے تو متردد تھے کہ یہ حکم من جانب اللہ ہے یا شیطانی وسوسہ ہے۔ اسی نسبت سے اس دن کا نام یوم الترویہ پڑا۔

دوسری رات خواب میں پھر وہی حکم آپ کو دیا گیا۔ تب آپ جان گئے کہ یہ کوئی شیطانی وسوسہ نہیں ہے بلکہ حکمِ ربی ہے۔ اسی وجہ سے اس دن کا نام یوم عرفہ مشہور ہو گیا۔

پھر تیسری رات بھی جب آپ نے ایسا ہی خواب دیکھا تو آپ نے فیصلہ کر لیا کہ چونکہ میرے لیے سب سے محبوب متاع میرا بیٹا اسمٰعیل ہے لہٰذا میں اپنے بیٹے کو اللہ کی راہ میں قربان کر دوں گا۔

۱۔ تورات میں ہے کہ چونکہ لوطؑ کی بیوی انہیں چھوڑ کر واپس مڑی تھی لہٰذا وہ نمک کا ستون ہو گئی۔

۲۔ تورات: باب پیدائش، رکوع ۱۹، آیت ۲۸

اور قربانی کی نسبت سے اس تیسرے دن کا نام یوم النحر (قربانی کا دن) معروف ہو گیا۔

دوسرے روز حضرت ابراہیمؑ اپنے بیٹے حضرت اسمٰعیلؑ کو علیحدگی میں لے گئے اور انہیں مخاطب کر کے بولے:

"اے میرے بیٹے! میں نے خواب میں دیکھا کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں۔ تُو بتا تیری کیا رائے ہے۔"[1]

اسمٰعیل نے غور سے اپنے باپ حضرت ابراہیمؑ کو سنا اور کہا:

"اے میرے باپ! جس کام کا اللہ کی طرف سے آپ کو حکم ہوا ہے وہ کام آپ کر گزریے۔ انشاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں پائیں گے۔"

حضرت ابراہیمؑ نے کہا:

"اے فرزندِ عظیم! مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں منیٰ میں تیری قربانی دوں۔"

اپنی ذات کا پورا حق ادا کرتے ہوئے حضرت اسمٰعیلؑ نے کہا:

"چلیے! میں آپ کے ساتھ ہوں۔ آپ وہی کیجیے جس کا حکم ہمارے رب نے دیا ہے۔"

پس حضرت ابراہیمؑ نے رسی اور چھری لی اور حضرت اسمٰعیلؑ کو لے کر اس مقام کی طرف روانہ ہوئے جہاں یہ عظیم قربانی کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔

اس موقع پر عزازیل بھی وہاں پہنچ چکا تھا۔ اس نے خیال کیا کہ آج اگر یہ موقع ہاتھ سے نکل گیا اور میں ابراہیمؑ اور اس کے اہلِ خانہ کو نہ بہکا سکا تو پھر مجھے عمر بھر کے لیے ان لوگوں کی طرف سے مایوس ہو جانا پڑے گا۔ چنانچہ اپنی پوری قوتوں سے لیس ہو کر عزازیل حرکت میں آیا۔ اس نے ایک بزرگ[2] اور انتہائی نیک آدمی کا روپ دھارا اور سیدہ ہاجرہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور انہیں مخاطب کر کے دریافت کیا: "اے خاتونِ محترم! کیا آپ جانتی ہیں کہ ابراہیمؑ آپ کے بیٹے اسمٰعیلؑ کو لیکر کہاں گئے ہیں؟"

سیدہ ہاجرہ نے ارشاد فرمایا:

"وہ اپنے بیٹے کو لے کر کسی کام سے ہی گئے ہوں گے۔"

۱۔ قرآنِ مقدس: پارہ ۲۳۔ سورۃ الصّٰفّٰت، رکوع ۷، آیت ۱۰۲

۲۔ تاریخ مکۃ المکرمہ: باب ذبیح اللہ ص ۱۰۲

عزازیل نے اس بار اپنی آواز میں زور، تعجب اور پریشانی پیدا کرتے ہوئے کہا: "ابراہیمؑ اپنے بیٹے اسمٰعیلؑ کو کسی کام سے نہیں لے گئے بلکہ وہ تو بچے کو ذبح کرنے کے لیے منیٰ کی طرف لے گئے ہیں۔"

"وہ اسمٰعیلؑ کو کیوں ذبح کریں گے جبکہ وہ ایک مہربان اور شفیق باپ ہیں اور اپنے بیٹے سے انتہائی محبت کرتے ہیں۔" حضرت ہاجرہ نے بڑے اطمینان اور سکون کے ساتھ عزازیل کو جواب دیا۔

عزازیل نے کہا: "وہ اسمٰعیلؑ کو اس لیے ذبح کرنا چاہتے ہیں کیونکہ ان کا کہنا ہے کہ اللہ نے انہیں ایسا کرنے کا حکم دیا ہے۔"

تب سیدہ ہاجرہ نے بغیر کسی سوچ بچار اور تفکر کے فرمایا:

"اگر یہ حکم ہمارے رب کی طرف سے ہے پھر تو اسے جلد پورا کرنا ہی بہتر ہو گا۔"

حضرت ہاجرہ کی گفتگو سے مایوس ہو کر عزازیل وہاں سے چلا گیا۔ اب اس نے ارادہ کیا کہ وہ ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ کو بہکائے گا۔ لہٰذا وہ حضرت ہاجرہ کے ہاں سے نکل کر اس طرف گیا جہاں ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ قربانی کی تکمیل کے لیے جا رہے تھے۔

حضرت اسمٰعیلؑ اس وقت اپنے والد حضرت ابراہیمؑ کے ساتھ قربان گاہ کی طرف جا رہے تھے۔ انہیں بہکانے کی ناپاک جسارت[1] کرتے ہوئے عزازیل نے ان سے سوالیہ انداز میں پوچھا: "تمہیں کچھ خبر بھی ہے کہ تمہارا باپ تمہیں کہاں لے جا رہا ہے؟"

حضرت اسمٰعیلؑ نے فرمایا:

"وہ مجھے اپنے کام کے لیے اپنے ساتھ لے جا رہے ہیں۔"

عزازیل نے اپنے انکشاف پر زور دے کر کہا: "ہرگز نہیں۔ وہ تو تجھے ذبح کرنے کے لیے لے جا رہے ہیں۔"

اسمٰعیلؑ نے عزازیل سے پوچھا:

"کیوں؟"

۱۔ بروایت کعب احبار

۲۔ تاریخ مکۃ المکرمہ

عزازیل نے کہا: "وہ سمجھتے ہیں کہ ایسا کرنے کا حکم انہیں ان کے اللہ نے دیا ہے۔"

حضرت اسمٰعیلؑ نے خوشی اور اطمینان سے کہا:

"پھر تو یہ میری بڑی خوش نصیبی ہے کہ مجھے اللہ کی راہ میں قربان کیا جا رہا ہے۔ میرے والد کو تو جلدی کرنی چاہیے۔"

عزازیل، حضرت اسمٰعیلؑ کے اس جواب سے بڑا مایوس ہوا لہٰذا اس نے حضرت ابراہیمؑ کو اپنا شکار اور ہدف بنانے کی کوشش کی۔

لہٰذا سعی کے مقام پر عزازیل، حضرت ابراہیمؑ کے سامنے آیا۔ اس نے آپ کو بہکانے کی کوشش کی لیکن آپ نے اس پہ کوئی دھیان نہ دیا اور آگے بڑھ گئے۔ جب آپ جمرہ عقبہ[1] کے مقام پر پہنچے تو عزازیل پھر ان کے سامنے آیا۔ آپ نے اسے سات کنکریاں ماریں اور وہ وہاں سے غائب ہو گیا۔ پھر تیسری مرتبہ جمرہ وسطیٰ کے مقام پر عزازیل آپ کے سامنے آیا۔ وہاں بھی آپ نے اسے سات کنکریاں ماریں اور عزازیل غائب ہو گیا۔

حضرت ہاجرہ، حضرت اسمٰعیلؑ اور حضرت ابراہیمؑ تینوں کی طرف سے مایوس ہو کر عزازیل دفعان ہو گیا۔ جبکہ حضرت ابراہیمؑ حضرت اسمٰعیلؑ کے ساتھ منیٰ میں صخرہ[2] کے مقام پر اس جگہ پہنچ گئے جہاں پر اسمٰعیلؑ کو قربان کیا جانا تھا۔

قربانی سے قبل قربان گاہ پہ کھڑے ہو کر حضرت اسمٰعیلؑ نے حضرت ابراہیمؑ سے کہا:

"اے میرے باپ! میرے ہاتھ پاؤں رسی سے خوب کس کر باندھ دیجئے[3] تاکہ میں تڑپ نہ سکوں اور آپ کا دل نرم نہ ہو جائے کہ میں قربانی کی اس سعادت سے ہی محروم ہو جاؤں۔"

اسمٰعیلؑ ذرا دیر کو رکے پھر دوبارہ انہوں نے حضرت ابراہیمؑ سے ان کے سفید کپڑوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا:

۱۔ افادہ از حدیث نبویؐ بروایت حضرت عبداللہؓ ابن عباسؓ۔ ان ہی تین مقامات پہ حضرت ابراہیمؑ کی یاد تازہ کرنے کے لیے حج کے دوران عزازیل کو کنکریاں ماری جاتی ہیں۔

۲۔ بقول علامہ سید محمود آلوسی، یہ قربانی منیٰ میں صخرہ کے مقام پر ہوئی۔ تفسیر روح المعانی جلد ۱۲ صفحہ ۱۳۰ سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے۔

۳۔ تاریخ مکۃ المکرمہ

"اے میرے باپ! اپنے دامن کو بچا کر رکھیے گا کہیں میرے خون کے چھینٹے[1] اس پہ نہ پڑ جائیں اور اس طرح میرے ثواب میں کمی نہ ہو جائے۔ پھر جب آپ گھر جائیں گے تو میری ماں آپ کے کپڑوں پہ میرے خون کے چھینٹے دیکھ کر دل برداشتہ ہو جائیں گی۔ آپ اپنی چھری بھی خوب تیز کر لیں اور تیزی سے میرے حلق پہ چلائیے گا اور اگر میری قربانی کے بعد میرے خون میں بھیگی قمیض کو آپ میری والدہ کے پاس لے جانا چاہیں تو لے جا سکتے ہیں۔ ہو سکتا ہے یہی قمیض میری والدہ کی تشفی، تسلی اور اطمینان کا باعث بن جائے اور یہ جو چادر[2] رہے اسے اتار لیں تاکہ میری قربانی کے بعد اس میں آپ مجھے کفن دے سکیں۔"

اپنے تیرہ[3] سالہ نور نظر اور گوشۂ جگر کا غایت درجہ ادب اور تواضع، صبر و ضبط اور انکساری اور استقامت دیکھ کر حضرت ابراہیمؑ کے قلب مصفیٰ پر کیا کیفیت طاری ہوئی ہوگی یہ ایک سربستہ راز ہے لیکن آپ نے انتہائی صبر و استقلال سے فرمایا:

"اے فرزند! اللہ تعالیٰ کا حکم پورا کرنے میں تم میرے کیسے عمدہ اور بہترین مددگار ثابت ہوتے ہو۔"

اس کے بعد آپ نے حضرت اسمٰعیلؑ کی پیشانی کو چوما اور پرنم آنکھوں کے ساتھ ان کے ہاتھ پاؤں رسی سے باندھ کر انہیں اوندھے منہ لٹا دیا۔ پھر پوری طاقت و قوت سے بڑی تیزی کے ساتھ آپ نے اپنی چھری کو اسمٰعیلؑ کی گردن پہ چلا دیا مگر قبل اس کے کہ چھری اپنا کام کرتی ان کوہستانوں اور وادیوں میں ایک دلفریب اور خوش کن آواز گونجی:

قد صدقت الرؤیا

"بے شک آپ نے اپنا خواب سچ کر دکھایا۔"

ساتھ ہی دوبارہ فرمان جاری ہوا:

"اے ابراہیمؑ! اپنا ہاتھ روک لو اور اوپر دیکھو۔"

حضرت ابراہیمؑ نے جب اپنا ہاتھ روک کر اپنے سامنے دیکھا تو جبرائیلِ امین سامنے ہی

۱۔ علامہ ابن کثیر نے یہ واقعہ ایسے ہی بیان کیا ہے۔

۲۔ تفسیر کبیر جلد ۷ ص ۴۹۱۔ روح المعانی جلد ۱۲۔ ص ۱۲۹-۱۳۰

۳۔ تاریخ مکۃ المکرمہ

ایک جسیم و لحیم دنبہ[1] لیے کھڑے تھے۔ پھر جبرائیلؑ کے کہنے پر حضرت اسمٰعیلؑ کی جگہ ان کے فدیے میں اسی جگہ اس دنبے کو ذبح کر دیا گیا۔ یوں رب العزت نے اس قربانی کو "ذبحِ عظیم" کے[2] پُرشکوہ خطاب سے نوازا۔

حضرت اسمٰعیلؑ کی جگہ قربان کیے جانے والے اس دنبے کے سینگ[3] بعد میں خانہ کعبہ کے اندر آویزاں کر دیے گئے۔ اس قربانی کے بعد آپ ارضِ حجاز سے واپس فلسطین گئے تو وہاں لوطؑ کی طرف جانے والے تین فرشتوں نے خداوندِ قدوس کی طرف سے اسحٰقؑ کی عطا کیے جانے کی خوشخبری دی تھی، اس کے مطابق حضرت سارہ سے آپ کے ہاں آپ کے بیٹے حضرت اسحٰقؑ پیدا ہوئے۔

○

عارب، یافان، ابیوسا اور بنیطہ اکٹھے بیٹھے گفتگو کر رہے تھے کہ عزازیل نمودار ہوا۔ وہ تینوں اسے دیکھ کر اٹھ کھڑے ہوئے۔

عزازیل عارب کے قریب آ کر بیٹھ گیا اور ایک آہ بھر کر کہا: "ہاں میرے حبیب! میں جس کام کے لیے گیا تھا اس میں مایوس اور ناکام اور رسوا ہوا۔ میں اللہ کے ایک نبی اور اس کے بیٹے کو ایک نیک کام سے روکنے کے لیے گیا تھا پر مجھے اس میں بری طرح ناکامی ہوئی۔"

عزازیل خاموش ہوا تو عارب نے اس سے کہا: "اے آقا! آپ کی غیر موجودگی میں ہم

ا۔ بقول امام فخرالدین رازی، یہ دنبہ وہی تھا جو حضرت آدمؑ کے بیٹے ہابیل نے قربانی کے لیے پیش کیا تھا۔

۲۔ تفسیرِ کبیر۔ جلد ۷ ص ۱۵۴۔ معارف القرآن جلد ۷ ص ۴۶۰۔ روح المعانی جلد ۱۲ ص ۲

۳۔ یہ سینگ ابتدائے اسلام تک خانہ کعبہ کے اندر لٹکتے رہے۔ عبداللہ بن زبیرؓ کے دور میں جب خانہ کعبہ میں آگ لگی تو یہ سینگ بھی اس آگ میں جل گئے۔

روح المعانی: جلد ۱۲ ص ۱۳۴

نے ایک فیصلہ کیا ہے۔"

عزازیل نے غور سے ان کی طرف دیکھا اور پوچھا: "کیا فیصلہ کیا ہے تم نے۔ کیا تم لوگوں نے ابلیکا اور یوناف کی رہائی کا فیصلہ تو نہیں کر لیا؟"

عارب نے کہا: "نہیں۔ ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ ہم نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ہم اب یہاں سے ہند کی سرزمین کی طرف جائیں گے۔ یوناف کو بھی اپنے ساتھ لے جائیں گے اور وہاں پر اس پر ایسے ایسے مظالم ڈھائیں گے کہ یہ لوگوں کے لیے درس آمیز اور عبرت خیز بن کر رہ جائے گا۔"

عزازیل بولا: "مجھے تمہارے اس فیصلے سے کوئی اختلاف نہیں ہے۔ میں خوش ہوں گا اگر تم یوناف کے لیے اذیت کا سامان کرو۔"

عارب پھر بولا: "اے آقا! ابھی میری گفتگو ختم نہیں ہوئی۔ ہم نے اس کے علاوہ بھی ایک فیصلہ کیا ہے کہ ہم اپنے ساتھ اس مٹی بھرے برتن کو بھی اٹھا لے جائیں جو قبرستان میں دفن ہے۔ اور جس کے اندر ابلیکا بند ہے۔ اے آقا! کیا اس برتن کو وہاں سے نکالنے پر ابلیکا آزاد ہو کر ہمارے خلاف حرکت میں تو نہ آ جائے گی۔ ہم چاہتے ہیں کہ ابلیکا والے برتن کو بھی اپنے ساتھ لے جائیں اور وہیں دفن کریں جہاں ہم رہیں تاکہ کبھی کبھار اس پر ہماری نگاہ پڑتی رہے اور ہمیں اطمینان رہے کہ ابلیکا ابھی قید سے آزاد نہیں ہوئی۔"

عزازیل نے کہا: "مجھے تم لوگوں کے اس فیصلے سے بھی کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اچھا ہے کہ تم اسے اپنے ساتھ لے جاؤ اور اپنی آنکھوں کے سامنے زمین میں دبا دو۔ سنو! برتن دبانے یا نکالنے کے عمل کے دوران ابلیکا اس برتن سے نہیں نکل سکتی اور نہ ایسا کرنے سے وہ حصار ٹوٹ سکتا ہے جس کی وہ اسیر ہے۔ ہاں اگر اس برتن سے مٹی نکال کر اسے خوب اچھی طرح پھیلا کر علیحدہ کر دیا جائے اس وقت تک ابلیکا آزاد نہیں ہو سکتی۔"

عارب نے خوش ہوتے ہوئے کہا: "ہمیں آپ سے یقیناً ایسی ہی گفتگو کی توقع تھی۔ اب دو ایک روز میں ہم ابلیکا کو قبرستان سے نکال لیں گے اور اپنی منزل کی طرف یعنی ہند کی سرزمین کے سفر پر روانہ ہو جائیں گے۔"

دو دن بعد عارب، یافان، ابیوسا اور بنیطہ نے ابلیکا کے مٹی بھرے برتن اور یوناف کو ساتھ لیا اور ہندوستان کی طرف کوچ کر گئے۔

○

یمن میں حالات میں کافی تبدیلی آچکی تھی۔ ایک شخص کہ جس کا نام مینبؒ تھا اور ہمیع بن عمیر کے فرزندوں میں سے تھا وہ چڑھا ہے بادشاہوں کو یمن سے نکال کر خود یمن کا بادشاہ بن گیا تھا۔ جب وہ فوت ہو گیا تو اس کے بعد شداد بن ملطاط بن عمر بن ذی ہرم بن صفوان بن عبد شمس یمن کا بادشاہ بنا۔ اس نے بھی کوئی خاص کارنامے انجام نہ دیے اور تھوڑے عرصے بعد مر گیا۔ اس کی مرگ پر تھوڑی تھوڑی مدت کے لیے اس کے بھائی لقمان، ذو شداد، ہداد اور مداثر تخت نشین ہوئے۔ مداثر کے بعد اس کا بیٹا صعبؒ بن مداثر یمن کا بادشاہ بنا۔ یہ بڑے وقار اور عظمت والا بادشاہ تھا۔ اس نے مشرق و مغرب میں اور شمال میں دور دور تک فتوحات کیں۔ یہ خدائے واحد کو مانتا تھا اور مشہور پیغمبر خضرؑ اس کے وزیر تھے۔ حضرت ابراہیمؑ کے دور میں یہی صعب بن مداثر یمن کا بادشاہ بنا۔ یہی قرآنِ مقدس کا ذوالقرنین بھی ہے۔

۱۔ تاریخ ابنِ خلدون

۲۔ ان کا نام ابو ریحان البیرونی نے اپنی کتاب الآثار الباقیہ عن القرون الخالیہ میں ابوبکر بن علی بن عمر بن افریقش حمیری بھی لکھا ہے۔ مشہور شاعر تبع حمیری یمنی نے بھی ان کے ذوالقرنین ہونے سے متعلق اشعار لکھے ہیں کیونکہ یہ ان کی اولاد سے تھا۔

شاعر تبع حمیری یمنی لکھتا ہے ؎

قد کان ذو القرنین جدی مسلماً

میرے دادا ذوالقرنین مسلمان تھے

۳۔ ابوحیان نے اپنی کتاب بحرِ محیط اور علامہ آلوسی نے اپنی کتاب روح المعانی میں اسکندر یونانی مقدونی کو اور مولانا حفظ الرحمٰن نے قصص القرآن میں مشہور بادشاہ کوروش (یہودیوں نے اسے خوروش، یونانیوں نے سائرس اور عربوں نے کیخسرو کہا) کو ذوالقرنین قرار دیا ہے لیکن یہ درست نہیں۔ ان دونوں کے تفصیلی حالات آئندہ صفحات میں آئیں گے۔

دوسری طرف سلطنتِ ایران کے حالات ایک عرصہ تک پُرسکون رہے۔ شروع میں افریدون نے اپنی سلطنت کو اپنے تین بیٹوں میں تقسیم کیا تھا لیکن اس کے بیٹوں کے درمیان باہم جو خانہ جنگی ہوئی اس میں اس کے تینوں بیٹے مارے گئے۔ اب ایران کی سلطنت دو حصوں میں تقسیم تھی۔ جنوبی حصے کا بادشاہ منوچہر اور شمالی حصے کا بادشاہ افراسیاب تھا۔ گو افراسیاب نے بھی منوچہر پر حملہ کر دیا تھا اور وہ طبرستان کے قلعے میں محصور ہو گیا تھا لیکن بعد میں ان دونوں نے باہم گفت و شنید سے اپنی اپنی حکومتوں کے لیے ایک حدِ فاصل مقرر کر لی تھی لہٰذا اب ایران کا بادشاہ منوچہر اور ترکستان کا بادشاہ افراسیاب تھا۔

منوچہر کے بعد اس کا بیٹا نوذر اپنے مرکزی شہر اکباتانہ میں تخت نشین ہوا۔ افراسیاب کا چونکہ منوچہر کے ساتھ معاہدہ تھا کہ علاقوں کے بیچ جو حدِ فاصل قائم کی گئی ہے اس کا احترام کیا جائے گا اور ایک دوسرے پر جارحیت نہ کی جائے گی لہٰذا منوچہر کا دور تو امن سے گزر گیا لیکن منوچہر کے بعد جب اس کا بیٹا نوذر[1] بادشاہ بنا تو افراسیاب کو حملہ کرنے کا موقع مل گیا۔ اس نے بہانہ یہ بنایا کہ منوچہر نے چونکہ اس کے باپ تور اور چچا سلم کو قتل کیا تھا لہٰذا وہ نوذر سے اس کا انتقام لے گا۔ سو اس نے اکباتانہ پر لشکر کشی کر دی۔

نوذر نے بھی اپنی ساری عسکری قوت کو جمع کیا اور افراسیاب سے مقابلے کے لیے روانہ ہوا۔ طبرستان کے مقام پر دونوں عساکر آمنے سامنے صف آرا ہوئے۔

دونوں طرف سے بڑے بڑے سورما اور جنگجو پہلوان باری باری میدانِ جنگ میں نکلتے اور انفرادی جنگ کرتے رہے۔ ان انفرادی مقابلوں میں کبھی نوذر اور کبھی افراسیاب کا کوئی لشکری کامیاب رہتا۔ ان انفرادی مقابلوں کے بعد دونوں لشکروں میں ہولناک جنگ شروع ہو گئی۔ نوذر کا خیال تھا کہ وہ بہت جلد افراسیاب کو پسپا ہونے پر مجبور کر دے گا کیونکہ اس کے سامنے اس کا ماضی تھا جس میں اس کے آباؤ اجداد اکثر افراسیاب کے باپ اور چچا کو نیچا دکھاتے رہے تھے لیکن یہاں معاملہ مختلف تھا۔ افراسیاب اپنے باپ اور چچا کی نسبت زیادہ بہادر، جنگجو، معاملہ فہم اور صاحبِ فراست تھا۔ طبرستان سے باہر کھلے میدان میں دونوں عساکر کافی دیر تک ایک دوسرے کے خلاف

۱۔ طبری نے اس کا نام ابرہ لکھا ہے لیکن ثعلبی اپنے شاہنامہ میں نوذر لکھتے ہیں۔ اور یہی درست ہے۔

برسرِ پیکار رہے۔ زمین لہو رنگ ہوتی رہی۔ لشکری کٹ کٹ کر گرتے رہے۔ نوذر نے جو امیدیں افراسیاب کی پسپائی سے متعلق وابستہ کی تھیں، خاک میں ملنے لگیں۔

جوں جوں جنگ طول پکڑتی گئی نوذر بددل ہوتا چلا گیا۔

دوسری طرف افراسیاب نے اپنی بہترین جنگی مہارت کا ثبوت دیا۔ وہ دائیں اور بائیں سے اپنی صفوں کو خوب پھیلا کر ایک طرح سے نوذر اور اس کے لشکر کا گھیراؤ کرنے لگا۔ اور جب وہ اپنی صفوں کو اپنے اطراف میں خوب پھیلا چکا تو اس نے اپنے حملوں میں سختی پیدا کر دی اور اب وہ نوذر پر نہ صرف سامنے کی طرف سے بلکہ دائیں بائیں سے بھی ہولناک ضربیں لگا رہا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے افراسیاب نے تین اطراف سے نوذر کے لشکر کا قتلِ عام شروع کر دیا ہو۔ نوذر ان سہ طرفہ حملوں کو زیادہ دیر تک برداشت نہ کر سکا۔ اس کے دفاع کی ساری تدبیریں درہم برہم ہو گئیں لہٰذا اس نے اپنے لشکر کو میدانِ جنگ سے پسپا ہونے کا حکم دے دیا۔ اپنے لشکر کے ساتھ بھاگتے ہوئے نوذر نے اگیانانہ کے بجائے ایران کے انتہائی جنوبی علاقے پارس[1] کا رخ کیا۔ افراسیاب بھی اپنے لشکر کے ساتھ اس کے تعاقب میں تھا۔

اس تعاقب کے دوران پھر افراسیاب نے اپنی بہترین جنگی حکمت عملی کا مظاہرہ کیا۔ اس نے اپنے لشکر کے دو حصے کیے۔ اپنے حصے کے ساتھ وہ نوذر اور اس کے لشکر کے تعاقب میں رہا اور انہیں مار کاٹ کر ان کی تعداد کم کرتا رہا جبکہ لشکر کا دوسرا حصہ اس نے آگے بڑھا دیا۔ اس حصے نے سامنے آ کر نوذر کے لشکر کی راہ روک دی۔ ایک بار پھر افراسیاب اور نوذر کے درمیان ہولناک جنگ شروع ہو گئی۔ لیکن چونکہ افراسیاب کے لشکر نے پیچھے اور سامنے دونوں طرف سے ایرانی لشکر کا گھیراؤ کر رکھا تھا اور دونوں طرف سے افراسیاب نے اس پر خوفناک حملے شروع کر رکھے تھے اس لیے آخر کار نوذر کو شکست ہوئی۔ اس کا لشکر تتر بتر ہو گیا۔ نوذر کو زندہ گرفتار کر لیا گیا۔ جب اسے افراسیاب کے سامنے پیش کیا گیا تو افراسیاب اسے چند ثانیوں تک طنزیہ انداز میں دیکھتا رہا پھر اس نے نوذر کا سر قلم کر دیا۔[2]

۱۔ جنوبی ایران کے اس علاقے میں آریوں کا قبیلہ ہخامنشی حکمران تھا۔ یہ علاقہ پارس کہلاتا تھا۔

۲۔ تاریخ ایران۔ جلد ۱، ص ۴۶

اس طرح ایران پر افراسیاب کا مکمل قبضہ ہو گیا۔ افراسیاب چونکہ جانتا تھا کہ اس کے بیٹے یا وہ خود زیادہ دیر تک ایران پر مسلط نہ رہ سکیں گے لہٰذا اس نے ایران کی بیشتر دولت اور زر و جواہر کو ترکستان منتقل کرنا شروع کر دیا۔ یوں ایران کے خزانے خالی ہو گئے۔ پھر وہ ایرانیوں پر طرح طرح کے مظالم ڈھانے لگا۔ اس پر مستزاد یہ کہ بارش نہ ہوئی۔ ایران کے چشموں کا پانی خشک ہو گیا۔ فصلیں کلی طور پر تباہ ہو گئیں اور ایران ایک ہولناک قحط[1] کا شکار ہو گیا۔ ایرانیوں نے ایسی بدترین صورتحال پہلے کبھی نہ دیکھی تھی۔ ضحاک کے دور میں بھی ان پر مظالم ہوتے تھے لیکن انہیں کھانے کو وافر ملتا تھا لیکن افراسیاب کے دور میں وہ بھوک ننگ اور ظلم و ستم دونوں کا شکار تھے۔ دوسری طرف افراسیاب کے ہاں شراب چلتی تھی۔ رباب و چنگ کی صدائیں بلند ہوتی تھیں۔ اس سے ایرانیوں کے دل مجروح ہوتے تھے۔ ایرانی بارہ برس تک افراسیاب کے مظالم کا یونہی نشانہ بنتے رہے۔

عارب، یافان، بیوسا اور بنیطہ افریقہ کی تاریک سرزمینوں سے نکل کر ہندوستان میں داخل ہوئے۔ وہ بھارت شہر اور اس کے اردگرد کے وسیع علاقوں کے بادشاہ سودا کے علاقے میں آئے اور دریائے سرسوتی کے کنارے آباد اس شہر میں آئے انہوں نے مٹی سے بھرا ہوا وہ برتن جس کے اندر ابلیکا محصور تھی، ساتھ رکھا ہوا تھا۔ اس کے علاوہ یوناف بھی ان کے ساتھ تھا، اس حالت میں کہ وہ لوہے کی زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا اور لوہے کے ایک مضبوط پنجرے میں بند تھا۔

رات کا وقت تھا۔ انہوں نے دیکھا بھارت شہر سے تھوڑا ہی دور دریائے سرسوتی کے کنارے ایک بہت بڑا مندر تھا جس کی عظیم عمارت کو بڑے بڑے پتھروں سے بنایا گیا تھا۔ یہ بھارت والوں کی مقدس اور سب سے بڑی دیوی اوشا کا مندر تھا۔

انہوں نے دیکھا کہ مندر سے باہر دریا کے کنارے پتھر کا ایک بلند چبوترہ بنا ہوا تھا جس کے چاروں طرف سیڑھیاں بنی ہوئی تھیں۔ یوناف کا آہنی پنجرہ انہوں نے اس چبوترے پر رکھ دیا۔ پھر

۱۔ افراسیاب کے ہاتھوں ایران کی حالت مؤرخین نے ایسے ہی الفاظ میں بیان کی ہے
(پروفیسر مقبول بدخشانی)

مندر کے دائیں جانب ذرا فاصلے پر آئے جہاں پیپل کا ایک بہت بڑا درخت تھا۔ اس پیپل کی جڑوں میں گڑھا کھود کر انہوں نے ابلیکا والا برتن وہاں دفن کر دیا۔ پھر وہ چاروں یوناف کے پنجرے والے چبوترے پر آ کر بیٹھ گئے۔

عارب نے ان تینوں کو مخاطب کر کے کہا: "دیکھو میرے ساتھیو! یہ چبوترہ جس پر ہم اس وقت بیٹھے ہیں، ضرور کسی مقصد کے تحت بنایا گیا ہو گا۔ ہم نے اس پہ یوناف کا پنجرہ رکھ دیا ہے۔ ہو سکتا ہے جب دن چڑھے تو اس مندر کے پجاری یا اس شہر کا بادشاہ ہم سے باز پرس کرے تو سنو! اگر ایسا معاملہ پیش آیا تو ہم کہیں گے کہ اس پنجرے میں بند یوناف کوئی معمولی جوان نہیں ہے۔ ہم کہیں گے کہ جس آدمی کی کوئی خواہش ہو وہ یہاں آ کر پنجرے میں بند یوناف کو پتھر مارے اور پھر اپنی حاجت ہم چاروں میں سے کسی ایک سے آ کر بیان کرے۔ اس کی حاجت یا ضرورت فوری طور پہ پوری ہو جائے گی۔ جب لوگ ہم سے آ کر اپنی حاجات کہیں گے تو ہم اپنی سری قوتوں کو حرکت میں لا کر ان کے کام کرتے رہیں گے۔ اس طرح پتھروں سے یوناف کو ایک سزا اور اذیت ملتی رہے گی اور ہم اس علاقے میں عزت و وقار کی نگاہ سے دیکھے جائیں گے اور اسی عزت و وقار کی آڑ میں ہم بدی کے پھیلاؤ کا کام کرتے رہیں گے۔ اب بتاؤ کیا تم مجھ سے اتفاق کرتے ہو؟"

یافان، بیوسا اور بنیطہ نے عارب سے مکمل اتفاق کیا۔ پھر وہ مطمئن ہو کر وہیں چبوترے پر سو گئے۔

○

دوسرے روز عارب چونک کر اٹھا۔ اسے کسی نے جگایا تھا۔ اس نے اٹھ کر دیکھا اس چبوترے پر دو معمر مرد اور ایک نوخیز، نوعمر اور حسین لڑکی زرق برق لباس میں ملبوس کھڑی تھی۔ عارب نے فوراً اپنے ساتھ ہی لیٹے ہوئے یافان، بیوسا اور بنیطہ کو بھی جگایا۔ پھر ان دو معمر مردوں میں سے ایک نے عارب سے کہا:

"میں اوشا دیوی کے مندر کا بڑا پجاری ہوں۔ میرے ساتھ بھارت شہر کے بادشاہ سوداس[1] اور

ا۔ یہ وہی بادشاہ ہے جسے ہڑپہ کے بادشاہ انوس نے شکست دی تھی۔

ان کی بیٹی داسیو ہے۔ تم لوگ کون ہو اور یہ کہ اس پنجرے میں جو تم نے اس جوان کو بند کر رکھا ہے اس کی کیا حقیقت ہے"۔

عارب، بیوسا، بنیطہ اور یافان کھڑے ہو گئے۔ پھر عارب نے پجاری کو مخاطب کر کے نرمی سے پوچھا: "اے پجاری! تیرا نام کیا ہے"۔

"میرا نام بھرنگ[1] ہے"۔ پجاری نے بلا تامل جواب دیا۔

عارب نے اس بار سوداس کی طرف دیکھا اور کہا: "اے بادشاہ! میرا نام عارب ہے۔ میرے اس نقاب پوش ساتھی کا نام یافان ہے اور یہ دونوں میری بہنیں بیوسا اور بنیطہ ہیں۔ ہمارا تعلق مصر کی سرزمین سے ہے۔ یہ جوان جو پنجرے میں بند ہے اس کا نام یوناف ہے۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ کسی کی اگر کوئی حاجت ہو تو وہ آ کر پہلے اسے پتھر مارے پھر وہ حاجت ہم چاروں میں سے کسی سے آ کر کہے تو اس کی وہ حاجت فوری طور پہ پوری ہو جائے گی"۔

بادشاہ سوداس کچھ کہنے ہی والا تھا کہ اس سے پہلے اس کی بیٹی داسیو بول پڑی:

"ایسا ہونا تو ناممکن ہے"۔

عارب گہری ہنسی ہنس دیا: "کیوں نہیں ہو سکتا۔ ایسا ممکن ہے۔ آپ آزما دیکھیں"۔

داسیو نے کہا:

"میں نے اس وقت نیلے رنگ کے کپڑے پہنے ہوئے ہیں۔ اگر میں اس جوان کو پتھر مار کر تم سے کہوں کہ میرا لباس ہرے رنگ کا ہو جائے تو کیا ایسا ممکن ہے"۔

"بالکل ممکن ہے۔ آپ اسے پتھر ماریں اور آزما لیں"۔ عارب نے داسیو کی طرف دیکھ کر بڑے وثوق سے کہا۔

حسین داسیو چبوترے سے نیچے اتری۔ ایک پتھر اٹھا کر اوپر آئی اور زور سے یوناف کو دے مارا۔ پھر عارب سے کہا:

"لو میرے اس نیلے لباس کو ہرا کر دو"۔

عارب فوراً اپنی سری قوتوں کو عمل میں لایا اور داسیو کا لباس نیلے سے ہرا ہو گیا۔ داسیو خوشی

ا۔ بھارت کی سلطنت کا یہ بڑا پجاری تھا۔ گزشتہ صفحات میں اس کے حالات گزر چکے ہیں۔

چلا اٹھی:

"کیا کمال ہے جو لمحوں میں رُونما ہو گیا"۔

داسیو خاموش ہوئی تو عارب نے سوداس کو مخاطب کر کے کہا: "اے بادشاہ! کیا یہ ممکن ہے کہ پنجرے میں بند یہ نوجوان یوناف یہیں رہے اور لوگ اسے پتھر مار کر اپنی حاجات پوری کرتے رہیں اور میں اپنے دوست یافان اور اپنی دونوں بہنوں بیوسا اور نبیطہ کے ساتھ اس مندر میں رہائش کر لوں"۔

سوداس نے مسکراتے ہوئے کہا:

"تم نے ایسا کام کر دکھایا ہے کہ ہم تمہاری ہر بات مانیں گے۔ اس یوناف کا پنجرہ اسی چبوترے پر رہے گا بلکہ ہم اس پر سنگِ مرمر کا ایک خوبصورت کمرہ تعمیر کرا دیں گے تاکہ یہ گرمی سردی سے محفوظ رہے۔ مندر کی سب سے خوبصورت داسی اس کی خدمت پر مامور کی جائے گی کہ وہ اسے وقت پر کھانا کھلائے، اس کے لباس کا خیال رکھے اور اس کی ہر ضرورت اور مانگ پوری کرے اور تم چاروں کے لیے اس مندر میں بہترین اور عمدہ رہائش و خوراک کا بندوبست کیا جائے گا مگر تم اس کی یہ زنجیریں کھول دو۔ یہ پنجرہ کافی بڑا ہے اور مضبوط بھی۔ یہ اس میں سے بھاگ نہیں سکتا۔ اٹھنے بیٹھنے کے علاوہ یہ اس میں آرام سے سو بھی سکتا ہے"۔

عارب نے آگے بڑھ کر یوناف کی زنجیریں کھول دیں پھر ان زنجیروں کو کھینچ کر پنجرے سے باہر رکھ دیا۔

جب وہ دوبارہ اپنی جگہ پر آیا تو سوداس اپنے بڑے پجاری بھرگیک کو مخاطب کر کے بولا:

"بھرگیک! چمڑے کی ایک موٹی تہوں کی صدری بنواؤ جو یوناف کو پہنا دو تاکہ جو پتھر اسے مارے جائیں ان سے اسے زخم نہ آئیں۔ دوسرے عام لوگوں میں یہ اعلان کر دو کہ پتھر اسے زور سے نہ ماریں اور نہ ہی اس کے چہرے یا جسم کے دیگر نازک حصوں پر۔ ایسا نہ ہو یہ مر جائے اور لوگوں کی ضروریات پوری ہونے کا سلسلہ ختم ہو جائے"۔

سوداس کے خاموش ہونے پر عارب بولا: "میں تو چاہتا ہوں کہ لوگ اسے خوب پتھر ماریں اور یہ لہولہان ہو۔ اسی میں ہماری خوشی ہے جبکہ آپ پتھروں سے اس کی حفاظت کا انتظام کر رہے ہیں کہ یہ کہیں زخمی نہ ہو جائے"۔

سوداس نے فیصلہ کن لہجے میں کہا:

"یہ جوان جیسا بھی ہے اسے زخمی نہیں ہونا چاہیے۔ یہ اپنے چہرے سے نہایت مہربان اور شفیق لگتا ہے۔ چلو تم لوگ آؤ میرے ساتھ۔ میں مندر کے اندر تم لوگوں کی رہائش اور خوراک کا عمدہ بندوبست کرا دوں"۔

وہ سب چبوترے سے اترنے ہی والے تھے کہ اچانک داسیو نے عارب کو مخاطب کر کے پوچھ لیا:

"یہ تمہارا جو ساتھی ہے جس کا نام تم نے یافان بتایا ہے اس کا کیا راز ہے کہ اس نے اپنا سارا چہرہ اور بدن ڈھانپ رکھا ہے اور اپنے ہاتھ تک یہ ننگے نہیں ہونے دیتا۔ پھر اس کے پیچھے بادلوں کی مانند نیلی دھند کا کیا راز ہے"۔

داسیو کی اس گفتگو پر عارب کچھ پریشان سا ہو گیا۔ پھر جلد ہی سنبھل گیا اور بولا: "آپ یافان اور اس کی نیلی دھند کی حقیقت میں نہ ہی پڑیں تو بہتر ہے"۔

پھر اسے سمجھانے کے انداز میں اس نے مزید کہا: "میرا یہ ساتھی یافان بہت بڑی قوت کا مالک ہے۔ یہ جو نیلی دھند ہے یہ کچھ شیطانی قوتیں ہیں جنہیں اس نے مسخر کر رکھا ہے اور یہ اس کے تابع ہیں اور اس کے لیے کام کرتی ہیں۔ خود یافان ایک قدیم ترین انسان ہے۔ جسمانی طور پر ختم ہو چکا ہے لیکن اس نیلی دھند کی قوتوں کی وجہ ہی سے یہ عام انسانوں کی سی زندگی بسر کر رہا ہے۔ سینکڑوں سال پہلے یہ اپنی اصل جسمانی صورت میں تھا کہ مصر میں دریائے نیل کے ایک جزیرے میں رہتا تھا اور اپنے زمانے کا سب سے بڑا ساحر بھی تھا۔ یوناف، جو آج پنجرے میں بند ہے، اس کی بربادی کا ذمہ دار ہے۔ اسی نے اس کی یہ حالت بنائی ہے۔

عارب ذرا رکا پھر مزید کہا: "اب ہم چاروں چاہتے ہیں کہ جو حالت یوناف نے یافان کی کر دی ہے وہی اس کی بھی ہو جائے کہ اسے اس کے اعمال کی سزا ملے۔ میں نے نیلی دھند کا راز آپ سے کہہ دیا۔ بہتر ہے اسے ڈھکا ہی رہنے دیں"۔

"نہیں۔ میں اسے ہر صورت میں دیکھوں گی"۔ داسیو نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔ پھر وہ بولتی ہی چلی گئی۔

"اور ہاں! یہ میں کسی وقت بعد میں تم لوگوں سے جان لوں گی کہ یوناف نے یافان کی یہ حالت کیوں اور کیسے کی۔ تم یافان سے کہو اپنے چہرے سے نقاب ہٹا دے"۔

عارب نے غور سے یافان کی طرف دیکھا۔ جواب میں پہلے یافان کے ہاتھ حرکت میں آئے۔

جب یافان کے ہاتھ ننگے ہوئے تو سوداس، بھریگ اور داسیبو تینوں ہی اس کے ہڈیوں پر مشتمل ہاتھ دیکھ کر دنگ رہ گئے۔

پھر اس کے ہاتھ بلند ہوئے اور اس نے چہرے سے نقاب ہٹا دیا۔ اس کے چہرے کی ہڈیوں پر مشتمل بدہیئت منہ اور ناک کے گہرے سوراخ اور آنکھوں کے گڑھوں کے اندر دہکتی بھڑکتی آگ کے شعلے دیکھ کر داسیبو نے ایک ہولناک چیخ بلند کی اور غش کھا کر چبوترے پہ گر گئی۔

سوداس اور بھریگ بدک کر پیچھے ہٹ گئے۔ یافان نے پہلے کی طرح چہرے پر نقاب ڈال لیا۔ سوداس نے داسیبو کو سنبھالا۔ بڑی مشکل سے اسے ہوش میں لایا گیا۔ پھر وہ سب مندر کی طرف چل پڑے۔

○

قربانی کے وقت حضرت اسمٰعیلؑ کی عمر تیرہ برس کی تھی۔ اپنے اور اپنی والدہ ماجدہ کے رہنے کے لیے اب انہوں نے جہاں آج صحنِ کعبۃ اللہ ہے، وہاں ایک سادہ سی جھونپڑی بنالی تھی اور جہاں حطیم کعبہ[1] ہے وہاں انہوں نے اپنی بھیڑ بکریوں کے لیے باڑہ سا بنالیا تھا۔ اپنی روزی کے لیے زیادہ تر آپ شکار کرتے اور آپ کی گزراوقات زیادہ تر گوشت اور پانی پر تھی۔

جب آپ پندرہ برس کے ہوئے تو آپ کی والدہ ماجدہ حضرت ہاجرہؑ انتقال فرما گئیں۔ آپ نے ان کی تجہیز و تکفین کی اور انہیں کعبہ[2] کے نیچے دفن کر دیا۔

والدہ کے انتقال نے آپ کے دل پر ایک ضرب سی لگائی۔ باپ کے سایۂ عاطفت اور پدری شفقتوں سے آپ پہلے ہی دور تھے۔ اب جو محبت کرنے والی ماں بھی جدا ہو گئیں تو آپ دل برداشتہ ہو گئے اور فیصلہ کر لیا کہ حجاز کی سرزمین سے نکل کر اپنے والدِ محترم حضرت ابراہیمؑ کے پاس فلسطین چلے جائیں گے۔

۱۔ تاریخ مکۃ المکرمہ

۲۔ " " ص ۱۰۵

بنو جرہم جو دیوانگی کی حد تک آپ سے محبت کرتے تھے جب انہیں خبر ہوئی کہ آپ حجاز چھوڑ کر فلسطین جانے کا ارادہ رکھتے ہیں تو آپ کی جدائی کے خیال سے وہ لوگ مضطرب اور پریشان ہو گئے۔ انہوں نے آپ کو نرمی اور شفقت سے سمجھایا اور انہیں آمادہ کر لیا کہ وہ فلسطین نہ جائیں۔ پھر بنو جرہم کے سرکردہ لوگوں نے باہم صلاح مشورہ کیا اور اپنے سردار سعید بن اسامہ کی بیٹی عمارہ بنتِ سعید سے آپ کی شادی کر دی۔ اس طرح آپ نے مستقل طور پر مکہ مکرمہ میں رہائش اختیار کر لی۔

حضرت ابراہیمؑ حسبِ سابق جب اپنے بیٹے حضرت اسمٰعیلؑ اور بیوی حضرت ہاجرہؑ سے ملنے کے لیے آئے تو دنیا ہی بدلی ہوئی تھی۔ آپ جب حضرت اسمٰعیلؑ کے جھونپڑے میں داخل ہوئے تو اندر حضرت اسمٰعیلؑ کی بیوی عمارہ بیٹھی تھیں۔

آپ ٹھٹکے اور ان سے پوچھا:

"اے بیٹی! تو کون ہے اور تیرا نام کیا ہے"۔

"میرا نام عمارہ ہے اور میں اسمٰعیلؑ کی بیوی ہوں"۔ عمارہ نے بے رخی سے جواب دیا۔

حضرت ابراہیمؑ نے پیار، محبت اور نرمی سے پوچھا:

"اے بیٹی! اسمٰعیلؑ کی والدہ ہاجرہ کہاں ہے؟"

عمارہ کا لہجہ پھر سخت تھا:

"وہ فوت ہو چکی ہیں"۔

یہ خبر حضرت ابراہیمؑ پر بجلی بن کر گری۔ آپ ایک قریبی گھاٹ پر بیٹھ گئے۔ آپ کی گردن غم سے جھک گئی۔ عمامے کے پیچ ڈھیلے ہو کر آپ کے شانوں پر بکھر گئے۔ کچھ دیر بعد آپ سنبھلے۔ اپنے عمامے کو درست کیا۔ عمارہ کی طرف دیکھا اور پوچھا:

"اے بیٹی! اسمٰعیلؑ کہاں ہے"۔

عمارہ نے جواب دیا:

"وہ روزی کی تلاش میں شکار کرنے[1] گئے ہیں"

حضرت ابراہیمؑ نے پوچھا:

۱۔ حضرت اسمٰعیلؑ حرم شریف کی حدود سے باہر شکار کیا کرتے تھے۔

"تم لوگوں کی گزر بسر کیسے ہوتی ہے"۔

تب عمارہ نے برا سا منہ بنا کر جواب دیا:

"بُرا حال ہے۔ بڑی تنگی اور تکلیف میں بسر ہوتی ہے"۔

اس کے بعد عمارہ نے شکوہ و شکایات کا ایک لمبا سلسلہ شروع کر دیا۔ اس کے خاموش ہونے پر آپ نے پوچھا:

"کیا میری مہمان نوازی کے لیے گھر میں کھانے پینے کی کوئی چیز ہے"۔

عمارہ نے صاف انکار کر دیا:

"ایک مہمان کے لیے اس گھر میں کھانے پینے کی کوئی چیز کیسے ہو سکتی ہے"۔

حضرت ابراہیمؑ نے اپنے شانے پر رکھی چادر جھاڑی اور اٹھ کھڑے ہوئے پھر انتہائی مایوسی سے فرمایا:

"جب تمہارے خاوند اسمٰعیلؑ آئیں تو انہیں میرا سلام کہنا۔ انہیں بتانا کہ ابراہیمؑ نام کا ایک شخص ان سے ملنے آیا تھا۔ اور انہیں میری طرف سے پیغام دینا کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ بدل دیں"۔[1]

اس کے ساتھ ہی آپ رخصت ہو گئے۔

چند یوم کے بعد حضرت اسمٰعیلؑ جب شکار سے لوٹے اور اپنے جھونپڑے میں داخل ہوئے تو آپ کو مانوس سی کیفیت محسوس ہوئی۔

آپ نے اپنے آپ سے کہا:

"آہ! یہ تو میرے والد کی خوشبو ہے"۔

پھر آپ نے اپنی بیوی عمارہ سے پوچھا:

"میری غیر موجودگی میں کوئی آیا تھا؟"

عمارہ نے کہا:

"ایک عمر رسیدہ بزرگ آئے تھے۔ آپ کا دریافت کیا۔ میں نے کہا شکار پہ گئے ہیں۔ انہوں نے گزر بسر کے متعلق پوچھا کیسی ہے۔ میں نے کہا تنگی اور پریشان حالی ہے۔ انہوں نے پوچھا کیا میری مہمان نوازی کے لیے گھر میں کچھ ہے۔ میں نے کہا کچھ بھی نہیں ہے۔ انہوں نے آپ کی والدہ کے

۱۔ تاریخ مکہ۔ ص ۱۰۸

متعلق پوچھا۔ میں نے کہا وہ مر چکی ہیں۔ اس پر وہ غمگین سے ہو کر اس گھاٹ پر تھوڑی دیر بیٹھے پھر چلے گئے"۔

حضرت اسمٰعیلؑ نے پوچھا:

"کیا انہوں نے اپنا نام بھی بتایا تھا"۔

عمارہ نے کہا:

"ہاں۔ انہوں نے اپنا نام ابراہیمؑ بتایا تھا"۔

حضرت اسمٰعیلؑ نے اس بار بے چین ہو کر استفسار کیا:

"کیا وہ میرے نام کوئی پیغام بھی دے گئے ہیں"۔

عمارہ نے کہا:

"ہاں۔ انہوں نے کہا تھا۔ جب تمہارے شوہر اسمٰعیلؑ شکار سے لوٹیں تو انہیں میرا سلام دینا اور کہنا کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ بدل دیں"۔

حضرت اسمٰعیلؑ نے دکھ اور تاسف سے کہا:

"اے بدنصیب عورت! ابراہیمؑ نام کے وہ بزرگ میرے والد تھے اور ان کے اس پیغام کا مطلب تم سے وابستہ ہے۔ تم نے ان کے سامنے ناشکری کا اظہار کیا اس لیے وہ چوکھٹ بدلنے یعنی تمہیں طلاق دینے کا پیغام دے کر گئے ہیں۔ لہٰذا میں تمہیں طلاق دے کر اپنے اس گھر سے رخصت کرتا ہوں"۔

پھر آپ نے عمارہ کو طلاق دے کر فارغ کر دیا۔[1]

عمارہ کو طلاق دینے کے بعد حضرت اسمٰعیلؑ نے بنو جرہم کے دوسرے سردار مضاض بن عمرو جرہمی کی بیٹی سیدہ بنت مضاض سے شادی کر لی۔

اگلی بار جب حضرت ابراہیمؑ حضرت اسمٰعیلؑ سے ملنے کے لیے آئے تو حسنِ اتفاق سے اس وقت بھی وہ شکار کے لیے گئے ہوئے تھے اور گھر پر سیدہ بنتِ مضاض اکیلی تھیں۔ آپ نے جھونپڑے میں داخل ہوتے ہی پوچھا:

"اے بیٹی! تو کون ہے اور تیرا نام کیا ہے"۔

۱۔ بخاری شریف۔ کتاب الانبیاء۔ اخبارِ مکہ۔ ص ۴۴

سیدہ نے جواب دیا:

"نام میرا سیدہ ہے اور میں اسمٰعیلؑ کی زوجہ ہوں" یہ بات سیدہ نے نہایت خوشگوار لہجے میں کہی تھی۔

اس کے بعد سیدہ وہاں بیٹھ کر مزید گفتگو کرنے کے بجائے اٹھ کھڑی ہوئیں۔ پانی گرم کر کے انہوں نے آپ کا وضو کرایا۔ سر دھویا۔ پھر دودھ، گوشت اور جو کچھ بھی گھر میں تھا آپ کو پیش کر دیا۔ اور ساتھ ہی معذرت چاہتے ہوئے کہا:

"آپ مجھے میرے شوہر کے جاننے والے اور معزز مہمان لگتے ہیں۔ میں معذرت خواہ ہوں کہ یہاں گندم وغیرہ تو پیدا نہیں ہوتی۔ ہم لوگ دودھ، خرما اور شکار کے گوشت پر گزر بسر کرتے ہیں اور جو چیزیں ہم خود کھاتے ہیں وہی چیزیں میں نے آپ کو بھی پیش کر دی ہیں میرے محترم! میرے شوہر اسمٰعیلؑ شکار کے لیے گئے ہیں۔ وہ گھر پہ ہوتے تو یہی چیزیں آپ کی تواضع کے لیے پیش کرتے"۔

سیدہ کی گفتگو سے حضرت ابراہیم بہت مسرور و محظوظ ہوئے اور پوچھا:

"تمہاری گزر اوقات کیسی ہو رہی ہے"۔

سیدہ نے گہرے اطمینان سے جواب دیا:

"اللہ وحدہٗ لاشریک کا شکر ہے کہ ہم بڑے راحت و آرام سے ہیں۔ اللہ پاک کے سوا کوئی اور کارساز نہیں ہے۔ اس نے ہمیں روزی و رزق میں فراوانی و کشادگی عطا کر رکھی ہے اور ہمیں ہر طرح سے اطمینان و سکون ہے"۔

حضرت ابراہیمؑ نے پوچھا:

"تم لوگوں کی خوراک کیا ہے"۔

"سید الطعام لحم: "خوراک ہماری گوشت ہے" سیدہ نے پھر خدا کا شکر ادا کرتے ہوئے جواب دیا۔

آپ نے پوچھا:

"پینے کو کیا ملتا ہے"۔

جواب ملا:

"زمزم کا پانی۔ جو آب کوثر کا ہم عصر ہے"۔

حضرت ابراہیمؑ نے دعا دینے کے انداز میں کہا:

"پروردگارِ عالمؑ! ان لوگوں کے گوشت اور پانی کو اپنی برکتوں سے معمور کر دے"۔[1]

پھر آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور سیدہ سے کہا:

"دیکھو بیٹی! جب تیرے شوہر اسمٰعیلؑ شکار سے لوٹیں تو انہیں میرا سلام کہنا اور بتانا کہ ایک شخص ابراہیمؑ نام کا آیا تھا اور تمہارے نام پیغام دے گیا ہے کہ اپنی چوکھٹ کو قائم اور آباد رکھنا اسے تبدیل نہ کریں"۔

پیغام دے کر آپ وہاں سے چلے گئے۔

سیدنا اسمٰعیلؑ جب شکار سے لوٹے تو جھونپڑے میں آپ کو حضرت ابراہیمؑ کی مخصوص خوشبو آئی۔ بے تاب ہو کر اپنی بیوی سیدہ سے پوچھا:

"کیا گھر پہ کوئی آیا تھا"۔

نیک دل بیوی نے جواب دیا:

جٰنا بعدک شیخ احسن النّاس وجہا و اطیبہم ریحاً۔

"آپ کے بعد ایک بزرگ تشریف لائے جن کا چہرہ بے مثال حسین و جمیل تھا اور جن کے بدن سے عنبر کو شرما دینے والی روح پرور خوشبو[2] آتی تھی"۔

سیدہ کہتی چلی گئیں:

"ان کی مہک سے ہمارا گھر بھر گیا۔ میں نے اس مہمان ذی شان کی مقدور بھر خدمت کی۔ انہیں گوشت کھلایا۔ دودھ پلایا۔ ان کا سر دھویا اور وہ اس پتھر[3] کی طرف دیکھیے۔ اپنا سر دھلاتے وقت

۱۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ اگر اسمٰعیلؑ کی بیوی کے پاس اس وقت کوئی اناج بھی ہوتا تو وہ حضرت ابراہیمؑ کی خدمت میں پیش کرتیں تو وہ انہیں اناج میں برکت کی دعا سے بھی نوازتے۔ یہ حضرت ابراہیمؑ کی دعا ہی کا کرشمہ ہے کہ مکہ مکرمہ کے لوگ گوشت اور پانی پہ بڑی عمدگی سے گزر بسر کر لیتے ہیں جبکہ دوسرے لوگ فقط ان دو اشیاء پر گزارہ نہیں کر سکتے۔

۲۔ بحوالہ بخاری شریف کتاب الانبیاء۔ ابن کثیر جلد۱ ص ۱۷۶۔ ابن جریر جلد ۱۳۔ ص ۲۳

۳۔ یہ پتھر حضرت اسمٰعیلؑ نے سنبھال کر رکھ لیا تھا اور تعمیر کعبہ کے وقت (باقی اگلے صفحے پر)

انہوں نے اس پر اپنے پاؤں رکھے تھے۔ اس پتھر پر اب بھی ان کے پاؤں کے نشانات ہیں"۔

آپ نے پوچھا:

"انہوں نے اپنا نام کیا بتایا تھا اور جاتے وقت انہوں نے میرے نام کوئی پیغام بھی دیا تھا یا نہیں"؟

سیدہ نے جواب دیا:

"انہوں نے اپنا نام ابراہیمؑ بتایا تھا اور کہا تھا کہ جب اسمٰعیل آئیں تو انہیں میرا سلام کہنا اور یہ پیغام دینا کہ اپنی چوکھٹ قائم اور آباد رکھیں اسے تبدیل نہ کریں"۔

حضرت اسمٰعیلؑ نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا:

"اے نیک بخت عورت! وہ بزرگ میرے والد تھے اور جاتی دفعہ تیرے حق میں دعا کر گئے ہیں۔ دیکھ میرا رب تجھے اس گھر میں آباد رکھے گا اور نیک اولاد[1] سے نوازے گا"۔

○

حضرت ابراہیمؑ اپنے بیٹے حضرت اسمٰعیلؑ سے ملنے آتے رہے۔ پھر دونوں باپ بیٹے نے مل کر اللہ کے حکم پر خانہ کعبہ کی تعمیر کی۔ پھر مکہ شہر خوب آباد ہو گیا۔

خانہ کعبہ کی تعمیر کے بعد حضرت ابراہیمؑ ابھی مکہ ہی میں مقیم تھے کہ ذوالقرنین یعنی ابوکرب بن سمی بن عمر بن افریقش حمیری پیادہ پا حج کے لیے مکہ پہنچے۔ حضرت ابراہیمؑ کو جب ان کے آنے کی خبر ہوئی تو آپ نے مکہ شہر سے باہر نکل کر ذوالقرنین یعنی ابوکرب بن سمی کا

بقیہ گزشتہ حاشیہ:

حضرت ابراہیمؑ کو پیش کیا۔ اس پر کھڑے ہو کر آپ تعمیر کا کام کرتے تھے۔ اس پر آپ کے پیروں کے نشانات پڑ گئے تھے۔ یہ پتھر آجکل مقام ابراہیم ہے۔

۱۔ یہ حضرت ابراہیمؑ کی دعا تھی کہ اللہ نے آپ کو بارہ بیٹے عطا کیے جن کے نام یہ ہیں: نابت، قیدا، ادبیل، مسا، طیما، یطور، نافش، حداد، دوام، دوما، مشمع اور مہبم۔

استقبال کیا[1]۔ حضرت ابراہیمؑ نے ان کے لیے دعا بھی کی اور کچھ وصیتیں اور نصیحتیں بھی فرمائیں۔ ان کے ہمراہ آپ نے خانہ کعبہ کا طواف کیا اور قربانی دی۔

اس وقت تک ذوالقرنین نے دنیا کے وسیع علاقوں کو فتح کر لیا تھا۔ مشرق و مغرب میں دور دور تک فتوحات حاصل کرنے کے علاوہ انہوں نے شمال میں بھی یاجوج ماجوج کے علاقوں تک زمین کو تسخیر کیا۔ بیر سبع کے سلسلے میں ابراہیمؑ کا جو تنازعہ کھڑا ہوا تھا اس کا فیصلہ بھی ذوالقرنین نے حضرت ابراہیمؑ[2] کے حق میں دیا۔ اطراف و اکناف کے اکثر بادشاہ انہیں خراج ادا کرتے تھے۔

○

وقت گزرتا رہا۔

اسحٰقؑ بھی اب جوان ہو چکے تھے۔ ان دنوں ابراہیمؑ اپنے اہل خانہ کے ساتھ فلسطین میں جرون کے مقام پر مقیم تھے۔ یہیں پر حضرت سارہ ۱۲۷[3] برس کی عمر میں انتقال فرما گئیں۔

اس علاقے میں ایک طاقتور قبیلہ آباد تھا جس کا نام بنی حت تھا اور وہاں کی ساری زمین ان کی ملکیت میں تھی۔ حضرت ابراہیمؑ نے بنی حت کے سرکردہ لوگوں کو جمع کیا اور انہیں خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"اے بنی حت! تم جانتے ہو میری بیوی مر گئی ہے اور تم لوگوں کو یہ بھی معلوم ہے کہ میں تم لوگوں کے اندر پردیسی ہوں اور یہاں زمین کا کوئی ٹکڑا ایسا نہیں جو میری ملکیت ہو اور اس کے اندر میں اپنی بیوی کو دفن کروں۔ تمہاری قوم کے ایک فرد عفرون بن صحر کا کھیت میری نظر میں ہے جس کے اندر ایک غار ہے میں چاہتا ہوں اس غار کے اندر میں اپنی بیوی کو دفن کر دوں۔ تم سب لوگ عفرون سے میری

۱۔ معارف القرآن بسلسلہ تفسیر سورۂ کہف۔ جلد ۵ ص ۶۱۹

۲۔ " " " " " ص ۶۲۰

۳۔ توریت: باب پیدائش۔ رکوع ۲۳ ص ۲۲

سفارش کرو کہ وہ اس غار کو میرے ہاتھ فروخت کر دے تاکہ گورستان کے لیے تم لوگوں کے درمیان وہ غار میری ملکیت ہو جائے۔"

اس وقت عفرون بن صخر بھی بنی حت کے درمیان موجود تھا۔ اس نے حضرت ابراہیم سے مخاطب ہو کر کہا:

"میں صرف وہ غار ہی نہیں بلکہ پورا کھیت آپ کے حوالے کرتا ہوں اور اپنی قوم کے لوگوں کے سامنے یہ کھیت اور غار میں آپ کو دیتا ہوں تاکہ آپ اس میں اپنی زوجہ کو دفن کر سکیں۔"

حضرت ابراہیمؑ نے خوش ہو کر فرمایا:

"اگر تو یہ کھیت مجھے دینے پر رضامند ہے تو سن! میں تجھے اس کی قیمت ادا کر دوں گا اور جب تک تو اس کی قیمت مجھ سے نہ لے گا میں اپنی بیوی کو دفن نہ کروں گا۔"

عفرون مان گیا اور کہا:

"اے ابراہیمؑ! وہ کھیت چاندی کے چار سو مثقال کا ہے۔"[1]

آپ نے اُسے تول کر اتنی مالیت کی چاندی دے دی جتنی اس نے مانگی تھی۔ سو عفرون کا وہ کھیت اور اس کے اندر کا غار جو مکفیلہ کے نام سے مشہور تھا اور اس غار کے اندر جو درخت تھے سب آپ کی ملکیت ہو گئے۔ اس کے بعد آپ نے حضرت سارہ کو مکفیلہ نام کے اس غار کے اندر دفن کر دیا۔

اب آپ کی ایک ہی بیوی جس کا نام قطورہ[2] تھا آپ کی خدمت کے لیے رہ گئی تھی۔

خداوندِ قدوس نے حضرت ابراہیمؑ کو ہر کام میں برکت دے رکھی تھی۔ وقت گزرتا رہا۔ حضرت اسحٰقؑ جوان ہو چکے تھے اور آپ ضعیف اور عمر رسیدہ۔ ایک روز آپ نے اپنے پرانے خادم الیعزر کو بلایا اور کہا:

۱۔ توریت: باب پیدائش ص ۲۲

۲۔ " " " "

"اے الیعزر! میں اب بوڑھا اور ضعیف ہو چکا ہوں۔ میری زندگی کا اب کوئی اعتبار نہیں۔ میرا بیٹا اسمٰعیلؑ حجاز کی سرزمین میں آباد اور خوش ہے۔ میں چاہتا ہوں میری زندگی میں میرے بیٹے اسحٰقؑ کی بھی شادی ہو جائے۔ پر میں اس کی شادی اپنوں میں کرنا چاہتا ہوں۔ دیکھ! تو جانتا ہے کہ میرا بھائی ناحور حران شہر میں رہتا تھا۔ وہاں سے آنے والے سوداگر مجھے اس کے احوال بتاتے رہے ہیں۔ وہ خود تو فوت ہو چکا ہے پر اس کا ایک بیٹا بیتوایل[1] ہے جس کی ایک بیٹی نہایت عمدہ سیرت کی اور خوبصورت ہے اور اس کا نام ربقہ ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اپنے بیٹے اسحٰقؑ کی شادی ربقہ سے کر دوں۔"

"دیکھ الیعزر! تو اپنا ہاتھ میری ران کے نیچے رکھ! میں تجھ سے خدائے بزرگ کی قسم لوں جو زمین و آسمان کا خدا ہے کہ میرے بعد تو میرے بیٹے اسحٰقؑ کی شادی ارضِ فلسطین میں بسنے والے کنعانیوں کے ہاں نہ کرے گا بلکہ تو میرے بھائی کے شہر جا اور وہاں سے میرے بیٹے کے لیے ربقہ کو لا کہ وہ میرے بیٹے کی بیوی بنے۔"

الیعزر نے خدشہ ظاہر کیا:

"اے آقا! ہو سکتا ہے وہ لڑکی میرے ساتھ اس ملک میں نہ آنا چاہے۔ کیا ایسا ممکن نہیں کہ میں اسحٰقؑ کو اپنے ساتھ حران لے جاؤں اور اس لڑکی سے شادی کرا کے واپس لے آؤں۔"

حضرت ابراہیمؑ نے تنبیہ کی:

"خبردار! تو میرے بیٹے کو وہاں ہرگز نہ لے کر جانا۔ جو کچھ میں تجھ سے کہہ رہا ہوں اس میں میرے رب کی رضامندی بھی شامل ہے۔ میرا رب اعلیٰ و ارفع ہے۔ اسی نے اس شہر میں میرے باپ کے گھر اور میری سرزمین سے مجھے نکالا۔ اسی نے مجھ پہ وحی کی اور میرے ساتھ وعدہ کیا کہ وہ میری نسل کو یہ ملک عطا کرے گا۔ دیکھ حران شہر تک میرا رب ایک فرشتے کے ذریعے تیری راہنمائی کرے گا۔ سو تُو وہاں جا اور میرے بیٹے کے لیے اس کی بیوی لا۔"

"اور سن الیعزر! اگر وہ لڑکی تیرے ساتھ نہ آنا چاہے تو تُو میری اس قسم سے بری ہے پر میرے بیٹے کو وہاں ہرگز نہ لے کر جانا۔"[2]

۱۔ یہ ناحور کا بیٹا حضرتِ سارہ کی بہن ملکاہ کے بطن سے تھا۔

۲۔ توریت: ص ۲۴

تب الیعزر نے حضرت ابراہیمؑ کی ران کے نیچے اپنا ہاتھ رکھ کر ان کی ہدایت کے مطابق قسم کھائی تو آپ نے اس سے کہا:

"تو میرے اونٹوں میں سے ایک اونٹ لے جا۔ اس لڑکی کے لیے کچھ اچھی اچھی چیزیں بھی میں تجھے دیتا ہوں۔ اپنی مدد کے لیے کچھ آدمی بھی اپنے ساتھ لے جا اور جو کچھ میں نے تجھ سے کہا ہے وہ کر۔"

الیعزر حضرت ابراہیمؑ کے حکم کے مطابق دس اونٹوں کا ایک قافلہ لے کر عراق کی سرزمین کی طرف روانہ ہو گیا۔

○

ایک[1] روز شام سے تھوڑی دیر قبل الیعزر اپنے ساتھیوں کے ساتھ حران شہر سے باہر اس چشمے کے پاس پہنچا جہاں سے لڑکیاں پانی بھرنے آتی تھیں۔ چشمے کے قریب ہی جانوروں کے پینے کے لیے پانی کا ایک حوض بھی بنا ہوا تھا۔ الیعزر نے اپنے رب کے حضور دعا کی:

"اے خدا! میرے اور میرے آقا ابراہیمؑ کے رب! میں تیری منت کرتا ہوں کہ آج تو میرا کام بنا دے اور میرے آقا ابراہیمؑ پر کرم کر۔ میرے اللہ! میں اس چشمے پر کھڑا ہوں اور اس شہر کی لڑکیاں پانی بھرنے اس طرف آ جا رہی ہیں۔ سو میرے رب! تو ایسا کر دے کہ جس لڑکی سے میں کہوں کہ تو ذرا اپنا گھڑا جھکا دے اور میں پانی پی لوں اور وہ جواب میں کہے کہ پی لو، بلکہ یہ بھی کہے کہ میں تیرے اونٹوں کو بھی پانی پلا دیتی ہوں تو وہ وہی لڑکی ہو جسے تو نے اپنے بندے اسحاقؑ کے لیے ٹھہرایا۔ اس سے میں سمجھ لوں گا کہ تو نے میرے آقا ابراہیمؑ پر کرم کر دیا ہے۔"

الیعزر کی دعا قبول ہوئی۔ اس نے اپنے دعائیہ الفاظ ختم کیے ہی تھے کہ شہر کی طرف سے ایک خوبصورت لڑکی نمودار ہوئی۔ وہ ربقہ ہی تھی جو حضرت ابراہیمؑ کے بھائی ناحور ادرا" کی بیوی ملکاہ کے بیٹے بیتوایل کی بیٹی تھی۔

اپنا گھڑا کندھے پر رکھے ہوئے وہ چشمے پر آئی۔ پانی بھر کر جب وہ جانے لگی تو الیعزر نے

ا۔ توریت میں یہ تفصیل اسی طرح سے بیان کی گئی ہے۔

اسے مخاطب کر کے کہا:

"اے بیٹی! کیا تو اپنے گھڑے سے تھوڑا سا پانی مجھے نہ پلا دے گی؟"

ربقہ نے نرمی اور سعادت مندی کا مظاہرہ کیا:

"ضرور پیئیں۔"

اس کے ساتھ ہی اس نے مٹکا اپنے ہاتھوں پر اتار کر الیعزر کو پانی پلا دیا۔ جب الیعزر پانی پی چکا تو ربقہ نے کہا:

"دیکھ میں تیرے اونٹوں کو بھی پانی پلا دوں گی اور جب تک وہ پی نہ لیں یہاں سے واپس نہ جاؤں گی۔"

ربقہ نے گھڑے کا پانی حوض میں الٹ دیا اور تیزی سے اور بھاگ کر چشمے سے اپنا مٹکا بھر کر حوض میں ڈالنے لگی۔ الیعزر کے اونٹ پانی پینے لگے۔ اس کے ساتھی خاموشی سے ربقہ کو دیکھ رہے تھے جو بار بار اپنا مٹکا چشمے سے بھر کر لا رہی تھی۔ الیعزر کو یقین ہو گیا کہ خدا کے حضور اس کی دعا قبول ہوئی اور یہ وہی لڑکی ہے جس کے لیے وہ آیا ہے۔

جب سارے اونٹ پانی پی چکے اور ربقہ نے اپنا مٹکا بھر لیا تو الیعزر نے اپنی چرمی خرجین سے نصف مثقال سونے کی ایک نتھ اور دس مثقال سونے کے دو کڑے ربقہ کے لیے نکالے اور اس سے پوچھا:

"بتا تو سہی تیرا نام کیا ہے بیٹی؟ تو کس کی بیٹی ہے اور تیرے باپ کے گھر میں ہمارے ٹکنے کی کوئی جگہ ہے؟"

ربقہ نے پھر نرمی اور خوش مزاجی سے کہا:

"اے اجنبی! میں بیتوایل کی بیٹی ربقہ ہوں۔ میرا باپ ملکاہ کا بیٹا ہے جو میرے دادا ناحور سے اس کے ہاں ہوا۔ اور دیکھ ہمارے ہاں بھوسا اور چارہ بہت ہے اور تیرے اور تیرے ساتھیوں کے لیے ٹکنے کی وہاں جگہ بھی ہے۔"

تب الیعزر وہیں فرشِ خاک پہ اپنے رب کے حضور سجدہ ریز ہو گیا اور تشکر آمیز لہجے میں کہا:

"اے خدا! میرے اور میرے آقا ابراہیمؑ کے خدا! تیرا صد شکر کہ تو نے میرے آقا کو کرم اور راستی سے نوازا اور مجھے سیدھی راہ پر چلا کر انہی لوگوں کے پاس لے آیا جو میرے آقا کے رشتے دار ہیں۔"

پھر الیعزر اٹھا اور سونے کی نتھ اس کے ناک میں اور کڑے ہاتھوں میں پہنا دیے۔ ربقہ کچھ کہہ ہی نہ پائی اور اپنا مٹکا اٹھا کر وہاں سے بھاگ نکلی۔

ربقہ بھاگتی ہوئی اپنے گھر میں داخل ہوئی جو کئی کمروں اور ایک وسیع صحن پر مشتمل تھا۔ صحن میں اس کی ماں، اس کا باپ بیتوایل اور اس کا بھائی بیٹھے تھے۔ پانی کا گھڑا رکھ کر اس نے انہیں سونے کی نتھ اور کڑے دکھائے اور جو حالات اسے چشمے پر پیش آئے تھے، کہہ سنائے اپنی بہن کی باتیں سن کر ربقہ کا بھائی لابن اٹھا اور اپنے باپ سے بولا:

"اے میرے باپ! میں پتہ کرتا ہوں کہ یہ اجنبی کون ہیں؟"

گھر سے نکل کر لابن چشمے پر آیا اور الیعزر سے کہا:

"میں ربقہ کا بھائی ہوں۔ تو ضعیف اور بزرگ ہے اور مجھے ہمارے لیے مبارک لگتا ہے۔ تو یہاں کیوں کھڑا ہے اپنے ساتھیوں کے ساتھ ہمارے ہاں چل۔ وہاں تیرے ساتھیوں اور تیرے اونٹوں کے لیے کافی جگہ ہے۔"

لابن، الیعزر اور اس کے ساتھیوں کو گھر لایا اور ان سب کو مہمان خانے میں ٹھہرایا۔ ان کے اونٹوں کو چارہ ڈالا۔ پھر باپ بیٹے نے ان کو کھانا پیش کیا۔

الیعزر نے کہا:

"جب تک میں اپنا مطلب اور وہ غرض نہ بیان کر لوں جس کے لیے میں یہاں آیا ہوں، میں کھانا نہ کھاؤں گا۔"

"دیکھو میرے محترم میزبانو! میں بیتوایل کے باپ ناحور کے بھائی ابراہیمؑ کا خادم ہوں۔ خدا نے میرے آقا کو بڑی برکت دے رکھی ہے اور میرے آقا اس وقت بڑے خوشحال ہیں۔ خدا نے انہیں بھیڑ بکریاں، گائے بیل، سونا چاندی، لونڈی غلام اور گدھے اونٹ خوب بخشے ہیں اور میرے آقا کی بیوی سارہ جب بوڑھی ہو گئیں تو ان کے ہاں ایک بیٹا ہوا۔ اور میرے آقا نے اپنا سب کچھ اسے دے دیا۔ سارہ اب فوت ہو چکی ہیں اور دیکھ بیتوایل! وہ معزز خاتون سارہ تیری ماں ملکاہ کی بہن اور تیری خالہ تھیں۔

سو میرے آقا ابراہیمؑ نے مجھے قسم دے کر کہا کہ میں ان کے بیٹے اسحٰقؑ کی شادی کنعانیوں میں نہ کروں اور حکم دیا کہ حران شہر میں ان کے بھائی کے ہاں جاؤں اور وہاں سے ان کے بیٹے کے لیے بیوی لے کر آؤں۔"

پھر الیعزر نے چشمے کے پاس آ کر دعا کرنے اور ربقہ سے ملاقات کے واقعات تفصیل سے سنا ڈالے۔ اپنی بات ختم کر کے الیعزر نے کہا:

"سو اب اگر تم کرم اور راستی سے میرے آقا کے ساتھ پیش آنا چاہتے ہو تو پھر میں بیٹھوں اور اگر تم لوگوں کو یہ معاملہ منظور نہیں تو پھر میں یہاں سے کوچ کر جاؤں۔"

ربقہ اور اس کی ماں بھی وہیں موجود تھیں اور بڑے غور سے یہ ساری گفتگو سن رہی تھیں بیتوایل نے کہا:

"دیکھ ہم تجھے اقرار یا انکار نہیں کر سکتے۔ یہ ربقہ تیرے سامنے کھڑی ہے۔ اسے لے جا اور خدا کے وعدے کے مطابق اسے اپنے آقا کے بیٹے اور میرے باپ کے بھائی ابراہیمؑ کے فرزند اسحٰقؑ سے بیاہ دینا۔"

جب الیعزر نے ایسی مناسب اور منکسر المزاج گفتگو سنی تو وہ اپنے رب کے حضور سجدہ ریز ہو کر اس کا شکر ادا کرنے لگا۔

پھر اس نے اپنی چرمی خورجین کے اندر سے سونے چاندی کے زیورات اور عمدہ لباس نکال کر ربقہ کو دیے اور بہت سی قیمتی اشیا اس کے ماں باپ اور بھائی کو بھی پیش کیا۔ اس کے بعد اس نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ وہاں کھایا پیا۔ سکون سے رات بسر کی اور صبح کھانے کے بعد بیتوایل سے کہا:

"اے میرے معزز میزبان! اب مجھے میرے آقا کی طرف روانہ ہونے دو۔"

ربقہ کے ماں باپ اور بھائی نے آپس میں مشورہ کیا اور کہا:

"ربقہ کو کم از کم دس روز اور ہمارے پاس رہنے دو۔ پھر تم اسے یہاں سے لے کر کوچ کر جانا۔"

الیعزر نے ان سب کی منت کی اور کہا:

"مجھے نہ روکو۔ کیونکہ میرے خدا نے میرا یہ سفر مبارک کیا ہے۔ مجھے رخصت کر دو تاکہ میں اپنے آقا کے پاس جاؤں۔"

اس پر بیتوایل نے کہا:

"دیکھ الیعزر! ہم ربقہ کو بلا کر پوچھتے ہیں کہ وہ کیا کہتی ہے۔"

الیعزر نے فوراً ہاں میں سر ہلایا اور کہا:

"ہاں! یہ مجھے منظور ہے۔"

پھر ربقہ کو بلایا گیا جو مکان کے دوسرے حصے میں تھی۔ جب وہ وہاں آئی تو بیتوایل نے اس سے پوچھا:

"کیا تو الیعزر کے ساتھ آج ہی یہاں سے کوچ کرنے کو تیار ہے۔"

"ہاں۔ میں اس کے ساتھ جاؤں گی۔" ربقہ نے اثبات میں جواب دیا۔

تب انہوں نے ربقہ کو الیعزر کے ساتھ جانے کے لیے تیار کر دیا۔ لابن نے روانہ ہونے سے قبل اپنی بہن کو دعائیہ انداز میں کہا:

"اے میری بہن! تیری آنے والی نسلیں لاکھوں میں ہوں اور تیری نسل کینہ رکھنے والوں کے پھاٹک کی مالک بن کر رہے۔"

پھر ربقہ الیعزر اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ حران سے فلسطین کے شہر حبرون کی طرف کوچ کر گئی جہاں حضرت ابراہیمؑ مقیم تھے۔

جب یہ قافلہ حبرون کے قریب پہنچا تو اس وقت اسحٰقؑ کہیں باہر سے آ رہے تھے اور اپنے گھر جا رہے تھے۔ الیعزر کا قافلہ آتے دیکھ کر وہ رک گئے۔ جب الیعزر نے ان سے سلام کہا اور ان سے گفتگو کی تو ربقہ نے پوچھا:

"اے الیعزر! یہ کون ہے جسے تو نے سلام کہا؟"

الیعزر نے کہا:

"اے بیٹی! یہ میرے آقا ابراہیمؑ کے فرزند اسحٰقؑ ہیں اور انہی کے ساتھ تیری شادی ہونا طے پائی ہے۔"

تب ربقہ نے فوراً چہرے پر نقاب ڈال لیا۔ پھر وہ قافلہ حضرت ابراہیمؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور انہوں نے ربقہ اور اسحٰقؑ کی شادی کر دی[1] (اس کے بعد حضرت ابراہیمؑ تھوڑا ہی عرصہ زندہ رہے اور ۱۷۵ برس کی عمر میں وفات پا گئے۔)

آپؑ کے سخت علیل ہونے کی اطلاع حضرت اسمٰعیلؑ کو بھی کر دی گئی تھی لہٰذا حضرت ابراہیمؑ جب فوت ہوئے تو آپ کے دونوں بیٹے حضرت اسمٰعیلؑ اور[2] حضرت اسحٰقؑ آپ کے پاس موجود

۱۔ یہ سارے واقعات توریت سے اخذ کیے گئے ہیں۔ (باقی حاشیہ اگلے صفحے پر)

تھے۔ پھر حضرت ابراہیمؑ کو مکفیلہ نام کی اسی غار کے اندر دفن کر دیا گیا جس میں حضرت سارہ کو دفن کیا گیا تھا۔

○

بقیہ حاشیہ گزشتہ:

۲۔ توریت بھی تصدیق کرتی ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کی تجہیز و تکفین کے وقت ان کے بڑے فرزند حضرت اسمٰعیلؑ وہیں موجود تھے۔

تھوڑے ہی عرصہ بعد ربقہ کے ہاں دو جڑواں بچے پیدا ہوئے۔ وہ بانجھ تھیں حضرت اسحٰقؑ نے اپنی بیوی کے حق میں دعا کی جو قبول ہوئی اور دو جڑواں بچے پیدا ہوئے۔ پیدائش سے قبل ربقہ نے اپنے شکم میں سخت تکلیف محسوس کی، مایوس ہو کر اس نے کہا:

"اگر ایسا ہی ہے تو میں جیتی کیوں ہوں بہتر ہوتا کہ میں مر جاتی"۔

تب خدا نے وحی کے ذریعے بتایا کہ دو قومیں تیرے پیٹ میں ہیں یعنی پیدا ہونے والے دونوں بچوں سے دو قومیں دنیا میں بنیں گی اور یہ بھی وحی ہوئی کہ دو قبیلے تیرے بطن سے نکل کر الگ الگ ہو جائیں گے اور ایک قبیلہ دوسرے سے زور آور ہوگا اور یہ کہ چھوٹا بڑے کی خدمت کرے گا۔

جب دونوں بچے پیدا ہوئے تو دیکھا کہ جو بچہ پہلے پیدا ہوا وہ خوب سرخ تھا اور اوپر سے ایسا تھا جیسے پشمینہ ہو لہٰذا اس کا نام عیسو رکھا تھا۔ اس کے بعد جو دوسرا بچہ پیدا ہوا اس نے ہاتھ سے پہلے بچے کی ایڑی پکڑ رکھی تھی لہٰذا اس کا نام یعقوب رکھا گیا۔

جب یہ بچے پیدا ہوئے تو حضرت اسحٰقؑ کی عمر ۶۰ برس تھی۔ پھر دونوں بچے پل کر جوان ہو گئے عیسو شکار میں ماہر ہو گیا اور اپنا زیادہ وقت جنگل میں گزارنے لگا۔ یعقوب سادہ مزاج تھے اور گھر پہ ہی رہنا پسند کرتے تھے۔ اسحٰقؑ اسے زیادہ چاہتے تھے کیونکہ وہ انہیں شکار کا گوشت لا کر کھلاتا تھا جبکہ ربقہ یعقوبؑ سے زیادہ محبت کرتی تھیں کیونکہ وہ ہر وقت ان کے پاس

اور ان کے سامنے رہتے تھے۔

○

افراسیاب کو ایرانیوں پر ظلم کرتے جب بارہ سال ہو گئے تو ایران کے دو جرنیلوں طوس[1] اور گودرز نے افراسیاب سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے ایک ترکیب سوچی۔ یہ ترکیب گودرز کے ذہن کی پیداوار تھی۔ اس نے طوس سے کہا:

"طوس! میرے دوست! تو دیکھتا ہے کہ گزشتہ بارہ برس سے افراسیاب نے ہمیں اپنے ظلم وستم کا نشانہ بنا رکھا ہے اور ترک ہم پر غالب ہیں اور طرح طرح کے مظالم ہم پر روا رکھتے ہیں۔ افراسیاب سے چھٹکارا حاصل کرنے کی میرے ذہن میں ایک ترکیب ہے"۔

طوس نے بے چینی اور بے تابی سے پوچھا:

"اگر کوئی ترکیب ہے تو کہو تا کہ اس پر عمل کر کے ایرانیوں کو ترکوں کے مظالم سے نجات دلائی جا سکے"۔

گودرز نے کہا:

"سن میرے دوست! ہمارے پاس لشکریوں کی کمی نہیں۔ ان گنت اور جنگجو تجربہ کار افراسیاب کے خلاف لڑنے کو تیار ہیں لیکن ہمارے پاس قیادت کی کمی ہے۔ اگر ہم دونوں ایرانی لشکر کی قیادت کریں گے تو لشکری اچھا تاثر نہ لیں گے اور نہ کسی جذبے کے تحت بے جگر ہو کر لڑیں گے۔ کیونکہ ہم دونوں ایک بار افراسیاب سے شکست کھا چکے ہیں۔ تو جانتا ہوگا کہ سیستان میں زال نام کا ایک پہلوان ہے کہ طاقت وقوت میں کوئی اس جیسا نہ ہوگا لہٰذا میں نے فیصلہ کیا ہے کہ زال کو ایرانی لشکر کا سپہ سالار بنایا جائے اور اس کی سرکردگی میں افراسیاب سے جنگ کی جائے۔ مجھے قوی امید ہے کہ زال کی سرکردگی میں ایرانی لشکر جان کی بازی لگا دے گا کیونکہ لشکریوں کے ذہن میں یہ بات ہوگی کہ زال طاقت وقوت میں ناقابلِ تسخیر ہے لہٰذا وہ افراسیاب کو زیر کر لے گا"۔

طوس نے کہا:

۱۔ تاریخِ ایران میں ان کے نام طوس اور گودرز ہی بیان ہوئے ہیں۔

"میں تم سے مکمل طور پر اتفاق کرتا ہوں"۔

گودرز نے کہا:

"اگر ایسا ہے تو آج ہی زال سے ملنے چلیں اور اسے سپہ سالاری پر آمادہ کریں"۔

طوس نے اس رائے سے بھی اتفاق کیا اور دونوں جرنیل اسی وقت سیستان کی طرف روانہ ہو گئے۔

○

گودرز اور طوس دونوں ایک روز سیستان میں زال[1] پہلوان سے اس کے مہمان خانے میں ملے۔ اس وقت زال کا بیٹا رستم بھی اس کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ گودرز اور طوس نے پہلے اپنا تعارف کرایا۔ پھر اس سے اپنے آنے کا مدعا بیان کیا کہ وہ اسے ایرانی لشکر کا سپہ سالار بنا کر افراسیاب کے خلاف فیصلہ کن جنگ کرنا چاہتے ہیں۔

اس پیشکش پر زال چند لمحوں تک سر جھکائے سوچتا رہا پھر اس نے گودرز اور طوس کی طرف غور سے دیکھا اور فیصلہ کن انداز میں کہا:

"اگر میرے میدان میں آنے سے ایرانیوں کو ترکوں کی غلامی سے نجات مل سکتی ہے تو میں تیار ہوں پر تم دونوں پہلے یہ کہو کہ افراسیاب ان دنوں ہے کہاں؟"

گودرز اور طوس کے چہرے پر بے پایاں خوشیاں پھیل گئیں۔ پھر گودرز نے زال کو جواب دیتے ہوئے کہا:

"افراسیاب ان دنوں اپنے لشکر کے ساتھ رے شہر میں قیام کیے ہوئے ہے اور میرا ارادہ ہے کہ ہم اپنے لشکر کے ساتھ اسے وہیں جا لیں اور رے شہر سے باہر ہی اس سے ایک فیصلہ کن جنگ کریں اور یا تو جنگ کے دوران اسے ذلت کی موت مار دیں اور اگر یہ نہیں تو پھر اسے ترکستان کی طرف بھاگنے پر مجبور کر دیں"۔

۱۔ زال ایران کے مشہور پہلوان رستم کا باپ اور سہراب کا دادا تھا۔ رستم اور سہراب کے حالات آئندہ صفحات میں تفصیل سے آئیں گے۔

زال نے کہا:

"تم دونوں آج رات میرے ہاں مہمان رہو۔ کل میں تمہارے ساتھ یہاں سے افراسیاب کے خلاف حرکت میں آنے کے لیے کوچ کروں گا"۔

گودرز اور طوس نے وہ رات اس کے ہاں بسر کی اور دوسرے روز وہ اگباتانہ کی طرف روانہ ہو گئے جہاں جا کر انہوں نے ایک جرار لشکر تیار کیا اور پھر افراسیاب سے جنگ کے لیے وہ رے شہر کی طرف روانہ ہو گئے۔

دوسری طرف افراسیاب کو بھی خبر ہو گئی لہٰذا وہ اپنے لشکر کے ساتھ رے شہر سے باہر ایک کھلے میدان میں خیمہ زن ہو کر ایرانی لشکر کا انتظار کرنے لگا۔

زال، طوس اور گودرز بھی اپنے لشکر کے ساتھ رے شہر سے باہر اس کھلے میدان میں افراسیاب کے لشکر کے سامنے خیمہ زن ہو گئے۔ ایرانی لشکر میں بڑا جوش و جذبہ تھا کیونکہ زال ان کا سپہ سالار تھا۔ اور زال کو ایرانی ناقابلِ تسخیر اور انتہائی طاقتور سمجھتے تھے۔

دوسری طرف زال، گودرز اور طوس کو بھی پورا پورا یقین تھا کہ اول تو وہ افراسیاب کو قتل کر دیں گے اور اگر ایسا نہ کر سکے تو اسے ایران کی سرزمین سے نکال باہر کریں گے۔ عام جنگ شروع ہونے سے پہلے زال انفرادی جنگ کے لیے خود میدان میں اترنا چاہتا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ انفرادی جنگ جیت لے گا اور اس طرح ترکوں پر ایک نفسیاتی اثر ڈالنے میں کامیاب ہو جائے گا لیکن زال کو ایسا کرنے کا موقع ہی نہ ملا۔ کیونکہ افراسیاب نے ترکوں کو ایرانیوں پر ایک دم عام حملہ کرنے کا حکم دے دیا تھا۔

ایرانیوں نے جوابی حملہ کیا اور ایک طرح سے انہوں نے ترکوں کے حملے کو روک دیا تھا لیکن یہ عارضی مرحلہ تھا کیونکہ اس کے بعد ایرانیوں پر ترکوں کا زور دار اور متواتر دباؤ بڑھنے لگا۔ ایرانیوں نے دیکھا ترک سرفروشانہ انداز میں موت سے کھیلتے ہوئے انتہائی مجنونانہ انداز میں آگے بڑھ رہے تھے۔ ہر لحہ ان کے حملوں میں تیزی آ رہی تھی اور ان کے ان حملوں کے باعث ایرانی صفوں کے اندر بار بار بد نظمی اور بگاڑ پیدا ہونے لگا تھا۔ ایرانیوں نے اپنے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ وسطی حصہ زال کے پاس تھا۔ دایاں حصہ گودرز اور بایاں حصہ طوس کی سرکردگی میں کام کر رہا تھا۔ ترکوں نے سب سے پہلے زال ہی کو اپنا ہدف بنایا اور اس پر ایسے زوردار اور جان لیوا حملے کیے کہ زال کو اپنی صفیں درست کرنے اور اپنے لشکریوں کا حوصلہ بڑھانے کی خاطر بار بار پیچھے ہٹنا پڑ رہا تھا۔

ترکوں کو جب یقین ہو گیا کہ انہوں نے زال کو صرف اپنے دفاع تک محدود کر دیا ہے تو انہوں نے ایسے ہی جان لیوا حملے گودرز اور طوس پر شروع کر دیے۔ رے شہر سے باہر میدانِ جنگ میں اب ایک طوفان برپا تھا۔ موت چاروں طرف رقص کر رہی تھی۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے ایرانی دبتے چلے گئے اور ترک ان کی صفوں کے اندر گھس کر ان کا قتلِ عام کرنے لگے تھے۔ اس موقع پر زال، گودرز اور طوس کی حالت عجیب تھی۔ وہ تو افراسیاب کے قتل یا اسے اپنی سرزمین سے نکال باہر کرنے کا ارادہ لے کر آئے تھے لیکن یہاں ان کی ساری خواہشوں اور ارادوں کے خلاف ہو رہا تھا۔ آخر کار ترکوں نے ان کے لشکر میں گھس کر ایسا قتلِ عام اور کہرام مچایا کہ ایرانی جنگ سے منہ موڑ کر میدانِ جنگ چھوڑ کر بھاگنے لگے۔ زال، گودرز اور طوس نے جب یہ حالت دیکھی تو انہوں نے اپنے لشکریوں کو عام پسپائی کا حکم دے دیا۔ پھر وہ تینوں خود بھی اپنے لشکر کے ساتھ میدانِ جنگ سے بھاگ نکلے۔

زال، گودرز اور طوس کی خوش قسمتی تھی کہ افراسیاب نے اپنے لشکر کے ساتھ ان کا تعاقب نہیں کیا ورنہ وہ انہیں نئی ابتلا اور مصیبت سے دوچار کر سکتا تھا۔ افراسیاب کے تعاقب نہ کرنے کی وجہ سے وہ تینوں اپنے شکست خوردہ لشکر کے ساتھ اگباتانہ پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ وہاں پہنچ کر تینوں مل بیٹھے اور اپنی شکست کے اسباب پر غور کرنے لگے۔

گودرز نے کہا:

"میں تو اب سمجھنے لگا ہوں کہ ہم کبھی بھی افراسیاب کا مقابلہ نہیں کر سکتے اور یہ کہ اس کے مقابلے میں ہمارے مقدر میں شکست ہی لکھی ہوئی ہے۔"

زال نے اسے تسلی دی اور کہا:

"ایسی کوئی بات نہیں۔ میرے پاس اب بھی ایک ایسی تجویز ہے جس پر عمل کر کے ہم افراسیاب سے نجات حاصل کر سکتے ہیں۔"

اس پر طوس نے بے چین ہو کر پوچھا:

"وہ کیا تجویز ہے؟"

زال نے کہا:

"سنو میرے دوستو! ہمیں سب سے پہلے شاہی خاندان کے کسی فرد کو ایرانی آنجہانی بادشاہ نوذر کا جانشین مقرر کر کے اس کی باقاعدہ تاج پوشی کے بعد پورے ایران میں اس کا اعلان کرا دینا چاہیے۔ اس طرح لشکریوں کے ذہن میں یہ بات آ جائے گی کہ ہم افراسیاب کو شکست دے کر

اقتدار پر قبضہ کر لیں گے۔ جب ان کا کوئی بادشاہ ہو گا تو وہ یقیناً نہایت جانفشانی سے اور مزید سرفروشانہ انداز میں افراسیاب کا مقابلہ کریں گے۔"

گودرز اور طوس نے اس تجویز کو سراہا اور شاہی خاندان کے ایک فرد زو بن طہماسپ کو اپنا بادشاہ بنا کر اس کی رسمِ تاج پوشی ادا کی اور سب لوگوں کے سامنے ان تینوں نے اس کی وفاداری کے لیے حلف اٹھایا۔ وہ یہ کام بڑی سرعت سے کر رہے تھے کیونکہ انہیں خدشہ تھا کہ افراسیاب ان سے نمٹنے کے لیے کہیں اگباتانہ پر ہی حملہ آور نہ ہو جائے لہٰذا فی الفور انہوں نے افراسیاب سے مقابلہ کرنے کے لیے ایک جرار لشکر تیار کر لیا اور اس سے مقابلے کے لیے نکل پڑے۔

نئے بادشاہ زو بن طہماسپ کا لشکر اگرچہ زیادہ تربیت یافتہ نہ تھا لیکن لشکریوں کے لیے یہی کافی تھا کہ ان کا بادشاہ بنفسِ نفیس ان میں شامل تھا۔ اس لشکر کے علاوہ ایران کے لوگ ایک قومی جذبہ کے تحت گروہ در گروہ افراسیاب کے خلاف جنگ کرنے کے لیے طہماسپ کے علم تلے جمع ہونا شروع ہو گئے تھے۔ اب ایرانی لشکر کی تعداد اس سے کئی گنا زیادہ ہو گئی تھی جس نے زال کی سرکردگی میں افراسیاب سے شکست کھائی تھی۔

بہرحال رے شہر سے باہر دوبارہ ایک ہولناک جنگ ہوئی جس میں افراسیاب کو شکست ہوئی اور وہ اپنے لشکر کے ساتھ اپنے وطن ترکستان کی طرف واپس بھاگ گیا۔ طہماسپ نے دن رات محنت کر کے قحط کے اثرات دور کر دیے اور ملک پھر آباد اور خوشحال ہو گیا۔

○

بھارت شہر کے باہر دریائے سرسوتی کے کنارے اوشادیوی کے مندر کے سامنے جس اونچے چبوترے پر یوناف کا پنجرہ رکھا گیا تھا اس پر بھارت کے بادشاہ سوداس کی طرف سے سنگِ مرمر کا ان گنت ستونوں کا ایک سائبان تعمیر کر دیا گیا تھا۔ روزمرہ کی ضروریات کے وقت اس پنجرے سے یوناف کو نکالا جاتا ورنہ وہ اس پنجرے میں ہی بند رہتا۔ پنجرہ کافی بڑا تھا جس کے اندر اس کا بستر لگا دیا گیا تھا۔ پنجرے کے اندر ایک بڑے دروازے کے علاوہ ایک سوراخ بھی رکھا گیا تھا جس میں سے یوناف کو کھانے پینے کی اشیاء دی جاتی تھیں۔ یوناف کی خدمت کے لیے

اوشادیوی کے مندر کی حسین ترین دیوداسی بھی مقرر کر دی گئی تھی۔

دور دور سے ضرورت مند لوگ آتے تھے۔ یوناف کو پتھر مار کر اپنی ضرورت عارب سے بیان کرتے اور وہ اپنی سری قوتوں کو کام میں لا کر ان کے کام کر دیتا۔ اس طرح یوناف کو لگاتار ایک اذیت اور کرب میں مبتلا کر دیا گیا تھا۔

ایک دن وہ دیوداسی جو یوناف کی خدمت پر مامور تھی، دوپہر کے وقت کھانا لے کر آئی۔ اس نے دیکھا جھونپڑے پر پنجرے کے ارد گرد پتھر ہی پتھر بکھرے ہوئے تھے۔ پنجرے کے اندر یوناف آنکھیں بند کیے، سلاخوں سے ٹیک لگائے اپنے اطراف سے بے خبر بیٹھا تھا۔ دیوداسی نے کھانا پنجرے سے باہر رکھ دیا اور یوناف کو غور سے دیکھنے لگی۔ وہ بے حد خوبصورت تھی اور شکل و شباہت میں بادشاہ سوداس کی بیٹی داسیوہ سے ملتی جلتی تھی۔ چند لمحوں تک وہ انہماک سے یوناف کو دیکھتی رہی پھر اس نے نرم، دھیمی اور محبتوں سے بھرپور آواز میں پکارا:

"یوناف! یوناف! تم کہاں کھوئے ہوئے ہو۔"

یوناف نے آنکھیں کھول کر ایک بار اس کی طرف دیکھا اور پھر دوبارہ اس نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔

دیوداسی نے غم و اندوہ اور پریشانی و فکر مندی میں ڈوبی ہوئی آواز میں کہا:

"میں اتنی خدمت اور دیکھ بھال مندر کے اندر بڑے اوشادیوی کے بت کی نہیں کرتی، جتنی تمہاری کرتی ہوں پھر بھی کبھی تم نے مجھ سے نہیں پوچھا کہ تم کون ہو، تمہارا نام کیا ہے۔"

"میں جانتا ہوں تمہارا نام داسیوہ ہے اور تم یہاں کے بادشاہ سوداس کی بیٹی ہو۔ تم ناحق میری خدمت کر رہی ہو۔ مجھ سے تمہیں کچھ حاصل نہ ہو گا۔ میں تو خود ایک مظلوم و مقہور، گناہ گار اور برا آدمی ہوں۔" یوناف نے آنکھیں کھولے بغیر دیوداسی کو جواب دیا۔

دیوداسی روہانسی آواز میں بولی:

"یہ آپ کی غلط فہمی ہے۔ میں داسیوہ نہیں ہوں۔ میں تو اوشادیوی کے مندر کی دیوداسی ہوں اور میرا نام پریا ہے۔"

یوناف چونک پڑا:

"پھر تمہاری شکل حیرت انگیز طور پر داسیوہ سے کیوں ملتی ہے۔"

پریا نے کہا:

"میں اوشادیوی کے مندر کی دیوداسی ہوں۔ میرا نام پریا ہے اور میں بھارت کے بادشاہ سوداس کی بیٹی اور داسیوہ کی بڑی بہن ہوں۔ میرے ماں باپ کے ہاں اولاد نہ ہوتی تھی لہٰذا انہوں نے منت مانی کہ اگر ہمارے ہاں اولاد ہوئی تو اسے مندر کے لیے وقف کر دیں گے لہٰذا جب میں پیدا ہوئی تو مجھے اس مندر کی دیوداسی بنا دیا گیا۔ یوناف! میں تم سے بہت کچھ کہنا چاہتی ہوں پر کھانا ٹھنڈا ہو جائے گا۔"

پھر اس نے سوراخ میں سے کھانا اندر رکھ دیا:

"میں نے تمہارے لیے کچھ نئے کپڑے بنائے ہیں۔ میں بھاگ کر وہ لے آؤں۔ اتنی دیر میں تم کھانا کھا لو۔ پھر میں واپس آکر تم سے باتیں کروں گی۔"

پریا اٹھی اور بھاگتی ہوئی اس پیپل کے درخت کے پاس آئی جس کی جڑوں کے پاس ابلیکا کا برتن دفن کیا گیا تھا۔ پریا جب کپڑے اتار رہی تھی کہ اس کے کانوں میں مسحور کر دینے والی بڑی آواز پڑی:

"پریا! پریا! سنو! میں ابلیکا ہوں۔ میرا ایک پیغام یوناف تک پہنچا دو۔"

پریا نے ادھر ادھر دیکھا وہاں کوئی نہ تھا۔ یہ آواز اس کے کانوں میں ضرور پڑی تھی۔ پھر وہی آواز اسے دوبارہ سنائی دی:

"مہربان پریا! میں ابلیکا ہوں۔ میرا ایک پیغام یوناف تک پہنچا دو۔"

پریا اس آواز کو سن کر خوف زدہ اور وحشت زدہ ہو گئی۔ وہ سہمی سہمی سی اپنے اطراف میں دیکھنے لگی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ انتہائی مدھر، خوبصورت اور نسوانی آواز کہاں سے آ رہی ہے جبکہ وہاں پیپل کے درخت کے پاس کوئی تھا بھی نہیں۔ اس نے یوناف کے جو کپڑے خشک ہونے کے لیے پیپل کے اس درخت پر ڈالے تھے وہ اس نے اتار لیے اور وہاں سے بھاگنے ہی کو تھی کہ وہی خوش کن، شہد جیسی شیریں اور پر کشش آواز اس کے کانوں میں پڑی۔

"اے حسین و مہربان پریا! مجھ سے خوف زدہ نہ ہو۔ میں تمہیں نقصان نہ پہنچاؤں گی۔ دیکھو میں تجھ سے ایسا کام لوں گی جس میں بہتری ہی بہتری ہے اور اس میں میرا اور یوناف دونوں ہی کا فائدہ ہے۔"

یوناف کی بہتری کا سن کر پریا کچھ دلیر ہو گئی اور رک گئی۔ پھر وہ ہمہ تن گوش ہو کر اس انتظار میں رہی کہ جانوں وہ آواز کہاں سے آ رہی ہے۔ اتنے میں وہ آواز پھر پریا کو آئی:

"حسین پریا! دیکھو میرا نام ابلیکا ہے۔ میں اس وقت انتہائی اذیت اور دشواری میں ہوں میں

ایک پیغام دیتی ہوں جو یوناف تک پہنچا دو۔ یہ پیغام میں تمہیں اس لیے دے رہی ہوں کہ مجھے تم سے یوناف کی خوشبو آ رہی ہے۔ دیکھو پریا اسے کہنا۔۔۔۔"

پریا نے اب جانا کہ وہ پرکشش آواز ایک پھول میں سے آ رہی تھی۔ چونکہ وہ آواز اسے صاف نہ سنائی دے رہی تھی لہٰذا اس نے حماقت یہ کی کہ اپنے کان کو پھول کے قریب لے جا کر اس آواز کو سننے کی کوشش کرنے کے بجائے اس نے پھول کو توڑ کر اپنے کان سے لگا لیا۔ جونہی اس نے پھول توڑا اس نے ایک ہچکی اور سسکی سنی اور آواز آنا بند ہو گئی۔

پریا نے انتہائی تاسف اور دکھ سے اپنے آپ سے کہا:

"آہ! یہ میں نے کیا حماقت کی۔ کاش میں نے اس پھول کو نہ توڑا ہوتا تو میں اس آواز کو سن سکتی جو اس پھول میں سے آ رہی تھی اور جان سکتی کہ ابلیکا نام کی جس لڑکی کی آواز اس پھول میں سے آ رہی تھی وہ یوناف کی بہتری کے لیے کیا کہنا چاہ رہی تھی۔"

پریا نے دیکھا جس جنگلی پھول کے پودے سے اس نے اس پھول کو توڑا تھا وہ پیپل کی جڑوں کے بیچ میں سے ابھرا ہوا تھا۔ اس جیسے اور بھی پودے ارد گرد موجود تھے پر سرما اور خزاں کی وجہ سے کسی میں پھول نہ تھا۔ صرف اسی پودے میں پھول تھا اور وہ بھی ایک ہی، جسے پریا نے توڑ لیا تھا۔

پریا نے اپنے آپ سے کہا:

"جس پودے میں یہ پھول تھا میں اسے پانی دیتی رہوں گی۔ شاید بہار آنے پر اس میں پھر کوئی پھول کھلے اور میں وہ بات جان سکوں جو اس پھول کی آواز مجھ سے کہنا چاہتی تھی۔"

یہ سوچ کر پریا کچھ مطمئن سی ہو گئی۔ پہلے اس نے مندر سے پانی لا کر پودے کو دیا پھر یوناف کی طرف چل پڑی۔

پریا نے جھونپڑے سے پرے آ کر دیکھا کہ یوناف کھانا کھا چکا تھا اور خالی برتن اس نے پنجرے سے باہر رکھ دیے تھے۔ وہ پنجرے کے پاس ہی بیٹھ گئی۔ چند ثانیوں تک ٹیڑھی ٹیڑھی نگاہوں سے وہ یوناف کو دیکھتی رہی پھر اس نے پوچھا:

"یوناف! کیا تم ابلیکا کو جانتے ہو؟"

یوناف کی یادداشتیں چونکہ عزازیل نے منجمد کر دی تھیں لہٰذا اس نے فوراً کہہ دیا:

"نہیں۔ میں تو کسی ابلیکا کو نہیں جانتا۔ یہ نام مجھے کسی لڑکی کا لگتا ہے اور ایسے نام کی کسی لڑکی کو میں نہیں جانتا۔"

یوناف نے ابلیکا سے لاعلمی کا اظہار کیا تو پریا بے چاری خاموش ہو گئی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ معاملہ کیا ہے؟

تھوڑی دیر کے بعد اس نے پھر یوناف کو مخاطب کیا:

"اے یوناف! بہت دن سے میں یہ جاننا چاہ رہی تھی کہ آخر ان لوگوں نے کیوں تمہیں اس پنجرے میں بند کر رکھا ہے اور کس بات کا تم سے انتقام لے رہے ہیں۔ کیا ایسا ممکن نہیں ہے کہ تم اس پنجرے سے نکل کر کہیں اور چلے جاؤ۔ میں بھی تمہارے ساتھ جاؤں گی اور اپنی زندگی تمہاری خدمت کے لیے وقف کر دوں گی۔"

یوناف ہلکے سے مسکرا دیا۔ پھر اس نے پریا سے کہا:

"اے پریا! میری طرح تم بھی تو اس اوشا دیوی کے مندر کے پنجرے میں قید ہو۔ فرق صرف یہ ہے کہ وہ پنجرا بڑا ہے اور میرا پنجرہ چھوٹا ہے۔ تم بتاؤ کہ تم کیوں دیوداسی کی حیثیت سے مندر کے اس پنجرے میں بند ہو۔ تمہارا قصور کیا ہے؟"

پریا نے دکھ اور اذیت سے کہا:

"میرا قصور اور جرم کوئی نہیں۔ میں سمجھتی ہوں میرے بھاگ میں میری قسمت میں ایسا ہی لکھا ہوا تھا۔"

یوناف نے کہا:

"تو پھر یوں سمجھو کہ میری قسمت میں بھی ایسا ہی لکھا تھا۔ اس پنجرے سے بھاگ نکلنا میرے لیے مشکل نہیں۔ میں جب چاہوں لمحوں کے اندر اس پنجرے کو توڑ کر رکھ دوں گا لیکن میں عذب، بایافان، بیوسا اور بنیط سے بچ کر بھاگ نہیں سکتا۔ وہ چاروں فوق البشری قوتوں کے مالک ہیں۔ انہیں میرے بھاگنے کی خبر ہو جائے گی لہٰذا وہ طرح طرح کی اذیتیں دے کر مجھے دوبارہ اس پنجرے میں لا کر بند کر دیں گے۔"

پھر یوناف نے اپنے دونوں ہاتھ پنجرے کی سلاخوں پر جمائے اور پھر جو اس نے زور لگایا تو سلاخیں دہری ہو گئیں۔ اس قدر کہ وہاں سے بآسانی کوئی انسان گزر سکتا تھا۔

یوناف نے پھر سلاخوں کو سیدھا کر دیا اور کہا:

"دیکھا میں جب چاہوں اس پنجرے سے باہر آ جاؤں لیکن میں بھاگ نہیں سکتا اس لیے کہ بایافان، عارب، بیوسا اور بنیطہ مجھے ایسا کرنے نہیں دیں گے۔ اگر وہ مری قوتوں کے مالک نہ ہوں

تو میں لمحوں کے اندر ان چاروں کو مٹی کے برتن کی طرح توڑ کر رکھ دوں۔"

یوناف کی باتوں پر پریا بے چاری اداس ہو گئی۔ پھر وہ سنبھلی اور یوناف سے کہا:

"اے یوناف! دیکھ میں تیرے لیے کیسے اچھے اچھے کپڑے لائی ہوں۔ یہ چمڑے کی صدری ہے اس کی تہوں میں روئی ہے۔ اب جو پتھر تمہیں مارے جائیں گے ان سے تمہیں کوئی زخم نہیں آئے گا۔"

پھر پریا یوناف کو دوسرے کپڑے دکھانے لگی جو وہ اس کے لیے لائی تھی۔ اتنی دیر میں کچھ لوگ پتھر مارنے کے لیے آ گئے۔ پریا نے انہیں پتھر آہستہ مارنے کی تاکید کی اور پھر وہ مندر کے اندر چلی گئی۔

○

جب اسحٰقؑ ضعیف ہو گئے اور ان کی نظر بھی کمزور ہو گئی تو انہوں نے ایک دن گھر والوں سے گوشت کھانے کی خواہش کی۔ اس پر بڑا بیٹا عیسو شکار پر چلا گیا تاکہ اپنے والد کو شکار کا گوشت لا کر کھلائے۔ اس وقت عیسو کی دو بیویاں تھیں۔ اس نے دونوں ہی شادیاں کنعانیوں میں کی تھیں۔ اس کی پہلی بیوی بیری حتی کی بیٹی یہودتھ اور دوسری ایلون کی بیٹی بشامتھ تھی۔ یہ دونوں ہر روز گھر میں ربقہ سے جھگڑتی تھیں اور ان کے لیے وبالِ جان بنی ہوئی تھیں۔

عیسو جب شکار پر چلا گیا تو یعقوبؑ نے باپ کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے اپنے اس مینے کو ذبح کر دیا جو انہوں نے پال رکھا تھا اور اس کا گوشت بھون کر اسحٰقؑ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے گوشت کھایا اور اپنے بیٹے یعقوبؑ کے لیے دعا کی:

دیکھو! میرے بیٹے کی مہک
اس کھیت کی مانند ہے
جسے خداوند نے برکت دی ہو
خدا آسمان کی اوس اور زمین کی فربہی
اور بہت سا اناج اور مے تجھے بخشے

۱- توریت: ص ۲۷

قومیں تیری خدمت کریں
اور قبیلے تیرے سامنے جھکیں
تو اپنے بھائی کا سردار ہو
اور تیری ماں کے بیٹے تیرے آگے جھکیں
جو تجھ پر لعنت کرے، وہ خود لعنتی ہو
اور جو تجھے دعا دے وہ برکت پائے

جب عیسو شکار سے لوٹا اور اسے خبر ہوئی کہ اس کی غیر موجودگی میں یعقوبؑ نے اپنے والد حضرت اسحٰقؑ کو اپنا مینہ ذبح کر کے اور بھون کر کھلا دیا ہے اور جواب میں حضرت اسحٰقؑ نے یعقوبؑ کو دعا ی ہے اور اس دعا میں انہوں نے یعقوبؑ کو نبوت میں اپنا وارث قرار دیا ہے اور یہ انکشاف کیا ہے ہ عیسو، یعقوبؑ سے بڑا ہونے کے باوجود ان کے سامنے جھک کر رہے گا تو اپنی بیویوں سے یہ حالات سن کر وہ روتا اور چلاتا ہوا اپنے والد حضرت اسحٰقؑ کے پاس آیا۔ انہوں نے اس کی طرف دیکھا اور اس کے حق میں یہ دعا کی:

دیکھ! زرخیز زمین میں تیرا مسکن ہو
اور اوپر سے آسمان کی شبنم اس پر پڑے
تیری اوقات بسر تیری تلوار سے ہو
اور تو اپنے بھائی کی خدمت کرے
اور جب تو آزاد ہو
تو اپنے بھائی کا جوا اپنی گردن سے اتار پھینکے

پس عیسو نے اپنے دل میں کینہ رکھا۔ وہ اپنی دونوں بیویوں کے پاس آیا اور انہیں مخاطب کر کے اس نے کہا:

"اے میری بیویو! دیکھو میرے باپ کے ماتم کے دن نزدیک ہیں۔ پھر میں اپنے بھائی یعقوبؑ کو مار ڈالوں گا۔"

عیسو کی یہ گفتگو اس کی اور حضرت یعقوبؑ کی والدہ ربقہ نے بھی سن لی تھی۔ ربقہ یعقوبؑ کے پاس آئیں اور ان سے کہا:

"اے میرے فرزند! تیرا بھائی عیسو تجھے مار ڈالنے کے درپے ہے اور یہی سوچ سوچ کر وہ اپنے دل کو

تسلی دیتا ہے۔ سو اے میرے بیٹے! تو میری بات مان اور حاران شہر میں میرے بھائی اور اپنے ماموں کے پاس چلا جا اور تب تک وہیں رہ جب تک تیرے بھائی کا غصہ دور نہیں ہو جاتا۔ میں تم دونوں کی ماں ہوں اور نہیں چاہتی کہ ایک ہی دن تم دونوں کو کھو بیٹھوں"۔

"اور اے میرے فرزند! یہاں کی جن لڑکیوں سے میں نے عیسو کو بیاہا ہے۔ ان کے سبب میں اپنی زندگی سے تنگ اور وہ دونوں میرے دکھ اور کرب کا باعث ہیں اور اگر تو نے بھی یہاں رہ کر یہاں کی لڑکیوں میں سے کسی کے ساتھ شادی کر لی تو میری زندگی میں کیا لطف رہے گا"۔

پس ربقہ یعقوبؑ کو اسحٰقؑ کے پاس لے گئیں اور انہوں نے یعقوبؑ کو دعا دیتے ہوئے کہا:

"اے میرے بیٹے! تو یہاں کنعانیوں کی لڑکیوں میں سے کسی کے ساتھ بیاہ نہ کرنا تو حاران شہر چلا جا اور وہاں اپنے ماموں لابن کی بیٹیوں میں سے کسی کے ساتھ شادی کر لینا! قادرِ مطلق خدا تجھے برکت دے تجھے کامیاب کرے اور تجھے بڑھائے کہ تجھ سے قوموں کے جتھے پیدا ہوں اور خداوند ابراہیمؑ کی برکت تجھے اور تیری نسل کو دے کہ تیری مسافرت کی یہ سرزمین جو خدا نے ابراہیم کو دی تھی تیری میراث ہو جائے"۔

اس طرح حضرت اسحٰقؑ نے یعقوبؑ کو ان کے ماموں کے پاس حاران شہر کی طرف روانہ کر دیا۔

عیسو کو بھی خبر ہو گئی کہ یعقوبؑ اپنے ماموں لابن کے پاس حاران چلے گئے ہیں اور یہ بھی کہ اسحٰقؑ اس کی دونوں کنعانی بیویوں کو ناپسند کرتے ہیں لہٰذا وہ بھی گھر سے رخصت ہو گیا۔ اس نے حجاز کی سرزمین کا رخ کیا اور اپنے چچا حضرت اسمٰعیلؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انہیں اپنے گھر کے سارے حالات بتائے پھر ان کی بیٹی سے شادی کی درخواست پیش کی۔ حضرت اسمٰعیلؑ مان گئے اور اپنی بیٹی محلت کو عیسو سے بیاہ دیا۔ پس عیسو محلت کو بیوی بنا کر ارضِ فلسطین کی طرف روانہ ہو گیا۔ حضرت اسحٰقؑ اور ربقہ نے اس کے اس اقدام کو خوب سراہا۔

○

سو یعقوبؑ حاران شہر اپنے ماموں کے پاس جانے کے لیے روانہ ہوئے۔ راستے میں اندھیرا ہو گیا تو انہوں نے لوز نامی بستی کے قریب رات گزارنے اور آرام کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ آپ زمین پر لیٹ گئے اور ایک پتھر اٹھا کر سرہانے رکھ لیا۔

جب نیند نے آپ پر غلبہ پا لیا تو آپ نے خواب میں دیکھا کہ ایک سیڑھی زمین پر کھڑی ہے جس کا سر آسمان تک پہنچا ہوا ہے۔ فرشتے اس سیڑھی پر سے چڑھتے اور اترتے ہیں۔ سیڑھی کے اوپر سے ایک آواز آ رہی ہے:

"میں تیرے باپ اسحٰقؑ اور ابراہیمؑ کا خدا ہوں۔ میں یہ زمین جس پر تو اس وقت لیٹا ہوا ہے تجھے اور تیری نسل کو دوں گا اور تیری نسل زمین کی گرد کے ذروں کی مانند ہو گی اور تو مشرق و مغرب، شمال و جنوب میں پھیل جائے گا اور زمین کے سب قبیلے تیرے اور تیری نسل کے وسیلہ سے برکت پائیں گے اور دیکھ یعقوبؑ! میں تیرے ساتھ ہوں اور ہر جگہ تو میری حفاظت میں ہو گا۔ میں تجھے اس ملک میں پھر لاؤں گا اور میرا کہا پورا ہو کر رہے گا"۔

یہ خواب دیکھ کر حضرت یعقوبؑ چونک کر اٹھ بیٹھے۔ پھر اپنے آپ کو مخاطب کر کے بولے:

"یقیناً خدا اس جگہ ہے"۔

اور خوفزدہ سے انداز میں کہا:

"یہ کیسی ذی ہیبت جگہ ہے۔ سو یہ خدا کے گھر اور آسمان کے آستانے کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا"۔

صبح ہوئی تو حضرت یعقوبؑ نے وہ پتھر جسے انہوں نے سرہانے کے طور پر استعمال کیا تھا، اسے ستون کی طرح کھڑا کیا۔ پھر اس پر تیل ڈالا اور اس جگہ کا نام بیت ایل (اللہ کا گھر) رکھا۔ حالانکہ اس سے قبل اس بستی کا نام لوز تھا۔ پھر وہاں کھڑے ہو کر آپ نے منت مانی:

"اگر میرا خدا میرے ساتھ رہے اور جو سفر میں کر رہا ہوں اس میں میری حفاظت کرے اور مجھے کھانے کو خوراک اور پہننے کو کپڑا بھی دیتا رہے اور پھر میں اس مہم سے اپنے باپ کے گھر کی طرف سلامتی کے ساتھ لوٹ بھی جاؤں تو خداوند میرا خدا ہو گا۔ یہ پتھر جو ستون کی طرح میں نے کھڑا کیا ہے میرے خدا کا گھر ہو گا اور جو کچھ میرا رب مجھے دے گا اس کا دسواں حصہ میں اس کی راہ میں خرچ کر دوں گا"۔

یہ فیصلہ کر کے یعقوبؑ اپنے سفر پر روانہ ہوئے۔ یہاں تک کہ وہ حاران شہر کے نزدیک پہنچ گئے انہوں نے دیکھا کہ شہر سے باہر ایک کنواں ہے جس کے نزدیک بھیڑ بکریوں کے تین ریوڑ بیٹھے ہیں۔ سب چرواہے اسی کنویں سے اپنے ریوڑوں کو پانی پلاتے تھے۔ جب سارے ریوڑ وہاں جمع ہو جاتے تو چرواہے مل کر کنویں کے منہ سے پتھر ہٹاتے اور اپنی بھیڑ بکریوں کو پانی پلا کر اس پتھر کو پھر کنویں کے منہ پر رکھ دیتے۔ ان چرواہوں کے قریب آ کر یعقوبؑ نے پوچھا:

"اے میرے بھائیو! تم کہاں کے رہنے والے ہو"

ان میں سے ایک چرواہے نے جواب دیا:

"اے اجنبی! ہم اسی حاران شہر کے باشندے ہیں"

آپ یہ سن کر خوش ہوئے اور پوچھا:

"کیا تم میں سے کوئی ناحور کے پوتے اور بیتوایل کے بیٹے لابن کو جانتا ہے"

چرواہے نے کہا:

"بالکل۔ ہم اس سے خوب واقف ہیں۔ لابن کی سب سے چھوٹی بیٹی جس کا نام راحیل ہے وہ ہمارے ساتھ ہی ریوڑ چراتی ہے"

"کیا تم مجھے بتا سکتے ہو کہ لابن کیسا ہے۔ میں اس کا بھانجا ہوں۔ میرا نام یعقوبؑ ہے۔ میری والدہ لابن کی بہن ربقہ ہیں۔ میں فلسطین سے آیا ہوں"

اسی چرواہے نے کہا:

"لابن تو خیریت سے ہے۔ پر تو ذرا مڑ کے دیکھ۔ لابن کی بیٹی راحیل اپنے ریوڑ کو پانی پلانے کے لیے اسی طرف لا رہی ہے"

راحیل ابھی دور ہی تھی کہ یعقوبؑ نے ان چرواہوں کو پھر مخاطب کر کے کہا:

"دیکھو۔ ابھی تو بہت دن ہے۔ یہ چوپایوں کے جمع ہونے کا وقت بھی نہیں ہے۔ سو تم اپنی بھیڑوں کو پانی پلا کر پھر چرنے کیوں نہیں لے جاتے"

اس بار دوسرے چرواہے نے جواب دیا:

"اے اجنبی۔ ہم ایسا نہیں کر سکتے۔ جب سارے ریوڑ جمع ہو جائیں تب ہم سب مل کر اس کنوئیں کے منہ پر سے پتھر ہٹاتے ہیں اور اپنے ریوڑوں کو پانی پلاتے ہیں"

اتنی دیر میں راحیل اپنے ریوڑ کو ہانکتی ہوئی وہاں پہنچ گئی اور اپنے ریوڑ کے ساتھ ایک طرف ہٹ کر کھڑی ہو گئی۔ یعقوبؑ اس کی طرف گئے۔ وہ راحیل کو دیکھ کر بے حد خوش ہوئے۔ راحیل بے پناہ حسین اور خوبصورت تھی۔ پھر آپ کنوئیں کی طرف بڑھے اور آپ نے اکیلے ہی اس کے منہ پر سے پتھر کو ہٹا دیا اور اپنے ماموں کے ریوڑ کو پانی پلایا۔ راحیل ایک طرف کھڑی ہو کر خاموشی سے یہ سارا منظر حیرت اور تعجب سے دیکھتی رہی۔ جب سارے ریوڑ نے پانی پی لیا تو راحیل آگے آئی اور اس نے قریب آ کر حضرت یعقوبؑ سے پوچھا:

"اے اجنبی تو کون ہے۔ کہاں سے آیا ہے اور کیوں تو نے بغیر کسی معاوضے یا اجرت کے میرے ریوڑ کو پانی پلا دیا"

حضرت یعقوبؑ نے پوچھا:

"کیا تیرا نام راحیل اور تیرے والد کا نام لابن ہے"

راحیل اور زیادہ متعجب اور پریشان ہو گئی:

"ہاں یہ درست ہے"

تب یعقوبؑ نے کہا:

"اے راحیل! تو میری ماموں زاد اور میں تیری پھوپھی ربقہ کا بیٹا یعقوبؑ ہوں۔ میں ابھی ابھی یہاں پہنچا ہوں"

اس انکشاف پر راحیل ریوڑ کو وہیں چھوڑ کر اپنے گھر کی طرف بھاگی۔ اپنے گھر میں داخل ہوئی تو صحن میں اس کا باپ، بھائی اور بڑی بہن لیاہ کھڑے تھے۔ لیاہ کی آنکھیں چندھی تھیں جبکہ راحیل حسن و جمال میں بے مثل تھی۔ اس نے بڑی مشکل سے اپنی سانسوں پر قابو پایا اور لابن سے کہا:

"اے میرے باپ! جس کنوئیں سے ہم اپنے ریوڑوں کو پانی پلاتے ہیں وہاں ایک خوبصورت اور طاقتور جوان کھڑا ہے۔ اپنا نام وہ یعقوبؑ بتاتا ہے۔ اس نے میرے ریوڑ کو پانی پلایا اور مجھ سے کہا کہ تو میرے ماموں کی بیٹی ہے کیونکہ میں تیری پھوپھی ربقہ کا بیٹا ہوں"

یہ سننا تھا کہ لابن کنوئیں کی طرف بھاگا۔ اس کے بیٹے اور دونوں بیٹیاں لیاہ اور راحیل بھی اس کے ہمراہ تھیں۔

کنوئیں پر پہنچ کر راحیل نے کہا:

"اے میرے باپ! وہ جوان جو ہمارے ریوڑ کے پاس کھڑا ہے وہی تیرا بھانجہ یعقوبؑ ہے"

لابن آگے بڑھا اور قریب جا کر اس نے خوشی سے چلاتے ہوئے کہا:

"اے یعقوبؑ! میں تیرا ماموں اور تیری ماں ربقہ کا بھائی لابن ہوں"

دونوں ایک دوسرے کی طرف دوڑے۔ لابن نے یعقوبؑ کو گلے لگا کر چوما۔ پھر لابن کے بیٹے ان سے ملے۔ اس کے بعد وہ سب یعقوبؑ کو اپنے گھر لائے اور یعقوبؑ نے وہ سارے حالات کہہ دیے جن کی بنا پر وہ یہاں آئے تھے۔

لابن نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا:

"تو میری ہڈی میرا گوشت ہے۔ تو یہیں میرے پاس رہ۔"

جب یعقوبؑ کو وہاں رہتے ہوئے ایک ماہ ہو گیا تو لابن نے محسوس کیا کہ ان کے آنے سے اس کے گھر میں خوشحالی اور برکت آ گئی ہے۔

تب ایک روز لابن نے یعقوبؑ سے کہا:

"اے بیٹے! چونکہ تو میرا رشتے دار ہے اس بنا پر یہ لازم نہیں کہ تو میری خدمت کرے، اس لیے میں تجھے اس خدمت کی اجرت دوں گا۔ تو بتا تیری اجرت کیا ہو گی؟"

آپ نے کہا:

"میں آپ کی چھوٹی بیٹی راحیل کی خاطر سات برس تک آپ کی خدمت کروں گا۔ سات برس بعد آپ راحیل کو میرے ساتھ بیاہ دیں۔"

لابن نے سکون اور اطمینان سے کہا:

"کسی غیر آدمی کو دینے کے بجائے بہتر ہے کہ میں راحیل کو تجھے ہی دے دوں لہٰذا تو اس شرط پر میرے پاس رہ۔"

چنانچہ لگاتار سات برس تک راحیل کی خاطر یعقوبؑ اپنے ماموں کی خدمت کرتے رہے اور اس کے ریوڑ چراتے رہے۔ اس دوران آپ کی برکت سے لابن ایسا خوشحال اور امیر ہو گیا کہ اس نے لیاہ اور راحیل کے لیے علیحدہ علیحدہ خادمائیں رکھ لیں۔ یہ خادمائیں بھی لیاہ اور راحیل کی طرح جوان تھیں۔

جب سات برس گزر گئے تو یعقوبؑ نے لابن سے کہا:

"اے میرے ماموں! سات سال کی وہ مدت جو میرے اور آپ کے درمیان طے ہوئی تھی پوری ہو گئی ہے سو آپ راحیل کو میرے ساتھ بیاہ دیں۔"

لابن نے اپنی جان پہچان کے سب لوگوں کو جمع کیا۔ اور اسی ضیافت کے دوران جب شام ہوئی تو اس نے راحیل کے بجائے لیاہ کا نکاح یعقوبؑ سے پڑھا دیا۔ اور لیاہ کی جوان خادمہ زلفہ بھی لیاہ کے ساتھ کر دی تاکہ لیاہ کے ساتھ رہ کر اس کی خدمت کرتی رہے۔

دوسرے روز جب یعقوبؑ کو خبر ہوئی کہ ان کی شادی رات کی تاریکی میں راحیل کے بجائے لیاہ سے کر دی گئی ہے تو انہیں بڑا صدمہ ہوا۔ انہوں نے لابن سے کہا:

"اے میرے ماموں! یہ تو نے کیا کیا۔ میں نے لگاتار سات برس تک تیری جو خدمت کی وہ تو راحیل کی خاطر تھی۔ پھر تو نے کیوں میرے ساتھ دھوکا کیا کہ راحیل کی جگہ لیاہ کو مجھ سے بیاہ دیا؟"

لابن نے اپنی صفائی پیش کرتے ہوئے کہا:

"دیکھ میرے بھانجے! ہمارے ملک میں یہ دستور نہیں ہے کہ بڑی سے پہلے چھوٹی کو بیاہ دیا جائے

دیکھ میرے فرزند! میں ایک ہفتہ بعد راحیل کو بھی تم سے بیاہ دوں گا لیکن اس کے لیے تجھے سات برس اور میرے پاس رہ کر میری خدمت کرنا ہو گی۔"

یعقوبؑ نے لابن کی شرط کو تسلیم کر لیا اور پورے ایک ہفتے کے بعد راحیل کی شادی بھی ان کے ساتھ ہو گئی۔ لابن نے راحیل کے ساتھ اس کی جوان سال خادمہ بلہاہ کو بھی ساتھ کر دیا۔ اس کے بعد یعقوبؑ نے زلفہ اور بلہاہ کو بھی اپنے نکاح میں لے لیا۔ اس طرح اب ان کی چار بیویاں تھیں یعنی لیاہ، راحیل، زلفہ اور بلہاہ۔ اس کے بعد آپ نے سات سال اور لابن کی خدمت کی۔

ان دوسرے سات سالوں کے اواخر میں یعقوبؑ کی بیوی راحیل سے ان کے ہاں یوسفؑ پیدا ہوئے۔

یوسفؑ کی پیدائش پر آپ نے اپنے ماموں لابن سے کہا:

"اے میرے ماموں! دیکھ میں اپنی سات برس کی دوسری مدت بھی پوری کر چکا۔ سو تو اب مجھے رخصت کر دے کہ میں اپنے گھر اور وطن کی طرف جاؤں۔ میری بیویاں اور بال بچے جن کی خاطر میں نے اتنا عرصہ تیری خدمت کی ہے میرے حوالے کر اور مجھے جانے دے کیونکہ تو جانتا ہے کہ میں نے تیری کیسی خدمت کی ہے۔"

لابن نے انتہائی عاجزی اور انکساری سے کہا:

"اے یعقوبؑ! اگر تجھے ذرا سا بھی انس اور چاہت مجھ سے ہے اور اگر تو چاہے کہ مجھ پر نظرِ التفات کر اور پھر یہیں میرے پاس ہی رہ جا۔ کیونکہ میں جان گیا ہوں کہ خدا نے تیرے سبب مجھے برکت عطا کی ہے۔ میں بالکل غریب، بے مایہ اور مفلس و قلاش تھا پر تیرے آنے کے بعد اور تیری برکت سے میں خوب مالا مال ہو گیا۔ سو تو ایسا کر کہ میرے ساتھ اپنی کوئی اجرت ٹھہرا لے۔ بس تو یہیں میرے ساتھ رہ۔ میں تجھے وہ اجرت ادا کرتا رہوں گا۔"

یعقوبؑ نے اس سے کہا:

"اے میرے ماموں! تو جانتا ہے کہ میں نے تیری کیسی خدمت کی اور تیرے جانور میرے ساتھ کیسے رہے کیونکہ میرے آنے سے پہلے یہ تھوڑے سے تھے اور اب بڑھ کر بہت زیادہ ہو گئے ہیں۔ جہاں جہاں میرے قدم پڑے خدا نے مجھے برکت بخشی۔ اب میں اپنے گھر کا بندوبست کروں گا۔"

لابن نے پوچھا:

"اے فرزند! میں تجھے کیا دوں کہ تو اپنے لیے کوئی علیحدہ بندوبست کر سکے"۔

آپ نے فرمایا:

"اے ماموں! تو مجھے کچھ نہ دے۔ پر تو اگر میرے لیے ایک کام کر دے تو میں پہلے کی طرح پھر تیری بھیڑ بکریاں چرانی شروع کر دوں گا۔ دیکھ ماموں! آج میں تیرے سارے ریوڑوں کے اندر چکر لگاؤں گا۔ اور ان میں جتنی بھیڑیں چتلی، ابلق اور کالی ہوں ان سب کو علیحدہ کر لوں گا۔ تیرے ریوڑ چرانے کے لیے یہی میری اجرت ہوگی۔ باقی سب بھیڑ بکریاں تیری ہوں گی"۔

لابن نے اپنی رضامندی کا اظہار کیا اور کہا:

"مجھے منظور ہے"۔

حضرت یعقوبؑ نے اسی وقت ریوڑوں کے اندر سے چتلی، ابلق اور کالی بھیڑیں نکال کر اپنے بیٹوں کے حوالے کر دیں۔ اس طرح ان کا اپنا ریوڑ ہو گیا جو ان کی ملکیت کہلانے لگا۔

اس نئے ریوڑ کو یعقوبؑ کے بیٹے چراتے تھے جبکہ خود یعقوبؑ لابن کا ریوڑ چراتے تھے اور ان دونوں ریوڑوں کے درمیان تین دن کے سفر کا فاصلہ رکھتے تھے۔ ان کے اپنے اس نئے ریوڑ میں خدا نے ایسی برکت دی کہ وہ تیزی سے بڑھتا چلا گیا اور آپ کے پاس کئی ایسے ریوڑ ہو گئے۔ اس کے باعث ان کے پاس کئی لونڈیاں اور خدام اور اونٹ، گھوڑے اور گدھے بھی ہو گئے۔

لابن کے بیٹوں نے جب حضرت یعقوبؑ کے ریوڑ میں ایسی برکت دیکھی تو وہ حسد کا شکار ہو گئے اور کہنے لگے:

"یعقوبؑ نے ہمارے باپ کا سب کچھ لے لیا اور ہمارے باپ ہی کے مال کی بدولت اس کی یہ ساری شان و شوکت اور مستحکم مالی حالت ہو گئی"۔

پس حضرت یعقوبؑ نے لابن کے چہرے کو دیکھ کر تاڑ لیا کہ لابن بدلا بدلا سا ہے اور اس کے چہرے پر وہ پہلی سی بات نہ تھی۔

اسی دوران حضرت یعقوبؑ پر وحی ہوئی اور اللہ کی طرف سے آپ کو حکم دیا گیا کہ:

"تو اپنے باپ دادا کے ملک اور اپنے رشتے داروں کے پاس لوٹ۔ میں تیرے ساتھ رہوں گا"۔

ان حالات میں حضرت یعقوبؑ نے اپنی بیوی لیاہ اور راخیل کو اس میدان میں بلوایا جہاں وہ اپنے ریوڑ چراتے تھے اور ان دونوں سے کہا:

"تم جانتی ہو کہ میں نے مقدور بھر تمہارے باپ کی خدمت کی ہے لیکن تمہارے باپ نے دھوکہ دے کر اس بار میری مزدوری بدلی پر میرے خدا نے اس کو مجھے نقصان نہ پہنچانے دیا۔ جب اس نے کہا کہ چتلے بچے تیرے ہوں گے تو بھیڑ بکریاں خدا کے حکم سے چتلے بچے دینے لگیں یہاں تک کہ میرے ذاتی ریوڑ کے جانوروں کی تعداد بہت بڑھ گئی مگر اب تمہارا باپ اور بھائی مجھے شک کی نگاہ سے دیکھنے لگے ہیں۔ پھر یہ بھی سنو کہ خدا کے فرشتے نے خواب میں مجھ سے کہا:

"اے یعقوب!"

میں نے کہا:

"میں حاضر ہوں"۔

تب اس فرشتے نے کہا:

"میں تیرے اس خدا کی طرف سے ہوں جس نے بیت ایل میں تیری طرف وحی کی تھی اور جس خدا کے لیے تو نے پتھر کے ستون پر تیل ڈالا اور منت مانی تھی۔ پس اب تو اٹھ۔ اس ملک سے نکل اور اپنی زاد بوم کو لوٹ جا"۔

یہ ساری گفتگو سننے کے بعد راخیل اور لیاہ نے آپس میں مشورہ کیا۔ تب راخیل نے کہا:

"کیا اب بھی ہمارے باپ کے گھر میں ہمارا کوئی حصہ بخرہ یا میراث ہے۔ کیا وہ ہم کو اجنبی کے برابر نہیں سمجھتا۔ کیونکہ اس نے ہم کو بھی بیچ ڈالا اور ہماری رقم کھا گیا۔ اس لیے اب جو دولت ہمارے باپ سے خدا نے لی وہ ہماری اور ہمارے فرزندوں کی ہے۔ پس جو کچھ آپ کو خدا نے حکم دیا ہے آپ ویسا ہی کریں"۔

تب حضرت یعقوب نے اپنی چاروں بیویوں اور اپنے بچوں کو اونٹوں پر بٹھایا اور اپنے سب جانوروں کو اور سارے مال و اسباب کو سمیٹ کر کنعان کی سرزمین میں اپنے والد حضرت اسحٰقؑ کی طرف روانہ ہو گئے۔

حضرت یعقوبؑ کی اس وقت ساری بیویوں سے اولاد تھی۔ بڑی بیوی لیاہ کے چھ بیٹے اور ایک بیٹی تھی۔ بیٹوں میں روبن، شمعون، لاوی، یہوداہ، اشکار اور زبولون تھے اور بیٹی کا نام دینہ تھا۔ بلہاہ کے دو بیٹے دان اور نفتالی تھے۔ زلفہ کے بھی دو بیٹے جد اور آشر تھے۔ اور راخیل سے آپ کے

سب سے زیادہ پسندیدہ اور انتہائی خوبصورت بیٹے یوسفؑ پیدا ہوئے۔

جس وقت حاران سے یعقوبؑ اپنے اہل بیت کے ساتھ کنعان کی طرف روانہ ہوئے اس وقت ان کا ماموں لابن اپنی بھیڑوں کی پشم اتارنے گیا ہوا تھا لہٰذا اس کی غیر موجودگی میں ہی وہ وہاں سے کوچ کر گئے۔ راحیل نے کوچ کرتے وقت ان بتوں کو بھی ساتھ لے لیا تھا جن کی اس کا باپ لابن اور اس کے اہلِ خانہ پوجا کیا کرتے تھے۔

لابن جب پشم اتار کر لوٹا اور اسے خبر ہوئی کہ یعقوبؑ اپنی بیویوں اور بچوں کے ساتھ اپنے وطن کو کوچ کر گئے ہیں تو اس نے اپنے آدمیوں کے ساتھ ان کا تعاقب کیا اور جبلِ جلعاد پر یعقوبؑ کو جا لیا۔ اس وقت یعقوبؑ نے آرام کرنے کی خاطر وہاں پڑاؤ کر رکھا تھا۔

وہاں پہنچنے سے ایک رات قبل لابن نے خواب میں دیکھا کہ کوئی انتہائی معتبر ہستی ڈانٹ دینے کے انداز میں اس سے کہہ رہی ہے:

"خبردار! تو یعقوبؑ کو برا بھلا نہ کہنا۔"

اس لیے جب لابن نے حضرت یعقوبؑ کو جا لیا اور ان سے گفتگو شروع کی تو اس خواب کی وجہ سے وہ ان کی طرف سے خوفزدہ بھی تھا لہٰذا اس نے نرم آواز میں کہا:

"یہ تو نے کیا کیا کہ میرے پاس سے چوری چلا آیا اور میری بیٹیوں کو بھی اس طرح اپنے ساتھ لے آیا گویا وہ تیری تلوار کی اسیر ہوں۔ تو چھپ کر کیوں بھاگا اور مجھے کچھ کہا بھی نہیں ورنہ میں تجھے خوشی خوشی طبلے اور بربط کے ساتھ گاتے بجاتے ہوئے روانہ کرتا اور مجھے اپنی بیٹیوں اور ان کے بچوں کو چومنے بھی نہ دیا۔ یہ تو نے کیا کیا۔ دیکھ! مجھے اتنا مقدور ہے کہ میں تجھے دکھ دوں لیکن گزشتہ رات مجھے ہولناک انداز میں خواب کے اندر تجھے برا بھلا کہنے سے منع کر دیا گیا ہے۔ میں جانتا ہوں تو اپنے باپ کے گھر کا بڑا مشتاق ہے۔ خیر تم چلے آئے۔ ٹھیک کیا پر تم لوگ میرے بتوں کو کیوں اٹھا لائے؟"

یعقوبؑ نے کہا:

"میں تجھے بتائے بغیر اس لیے چلا آیا کہ کہیں تو اپنی بیٹیوں کو مجھ سے جبراً چھین نہ لے۔ رہا سوال تیرے بتوں کا تو میرا پڑاؤ حاضر ہے۔ تلاش کر لے اور لے جا۔"

اپنے آدمیوں کے ساتھ لابن نے خیموں کی تلاشی لی مگر اسے کچھ نہ ملا۔ کیونکہ راحیل نے اپنے اونٹ پر کجاوہ ڈال کر بتوں کو اس کے اندر چھپا دیا تھا۔ جب لابن تلاشی لے چکا اور اسے کچھ نہ ملا تو حضرت یعقوبؑ نے اسے غضب ناک حالت میں ملامت کرتے ہوئے کہا:

"میرا جرم میرا قصور کیا ہے کہ تو نے ایسی تندی سے میرا تعاقب کیا۔ تو نے جو میرا سارا اسباب ٹٹول کر دیکھ لیا سو تجھے یہاں تیرے گھر کی کیا چیز ملی۔ اگر کچھ ہے تو اسے ان کے سامنے رکھ جن کو اپنے ساتھ لایا ہے کہ ہم دونوں کے درمیان انصاف کریں۔ میں پورے بیس برس تیرے ساتھ رہا۔ اس دوران نہ تو تیری بھیڑ بکریوں کا گابھ گرا اور نہ تیرے ریوڑ کے مینڈھے میں نے کھائے۔ جسے درندوں نے پھاڑا اس کا نقصان میں نے سہا۔ جو دن یا رات کو جانور چوری ہوا اسے تو نے مجھ سے طلب کیا۔ میرا یہ حال رہا کہ میں دن کو گرمی اور رات کو سردی میں مرا اور میری آنکھوں سے نیند دور رہتی تھی۔ اے لابن! ان بیس برسوں میں دس بار تو نے میری مزدوری بدل ڈالی۔ اگر میرے باپ کا خدا، ابراہیمؑ کا معبود جس کا رعب اسحٰقؑ مانتا تھا، میری طرف نہ ہوتا تو ضرور ہی تو مجھے یہاں سے خالی ہاتھ جانے دیتا۔ خدا نے میری مصیبت اور میرے ہاتھوں کی محنت دیکھی اور گزشتہ رات مجھے ڈانٹا بھی۔"

تب لابن نے کہا:

"دیکھ یہ بیٹیاں بھی میری ہیں۔ یہ لڑکے جو ان کے ہاں ہوئے اور یہ بھیڑ بکریاں بھی سب میری ملکیت ہیں۔ پر سنو! آج کے دن میں اپنی بیٹیوں یا ان کے لڑکوں سے کیا کر سکتا ہوں۔ پس آ کہ میں اور تم دونوں مل کر آپس میں ایک عہد باندھیں اور وہی عہد میرے اور تمہارے درمیان گواہ رہے گا۔"

پھر ان سب نے پتھروں کا ایک ڈھیر لگایا۔ پہلے سب نے اس ڈھیر کے پاس بیٹھ کر کھانا کھایا پھر لابن نے کہا:

"دیکھ یعقوبؑ! یہ ڈھیر آج کے دن میرے اور تمہارے درمیان عہد ہے کہ تو مجھے ضرر پہنچانے کے لیے اس ڈھیر سے میری طرف تجاوز نہ کرے گا اور نہ میں تجھے ضرر پہنچانے کے لیے اس ڈھیر سے آگے آؤں گا۔ بس یہ میرے اور تیرے درمیان حدِ فاصل ہے۔"

"جب ہم ایک دوسرے سے جدا ہوں تو خدا میرے اور تیرے بیچ نگرانی کرتا رہے اور اگر تو میری بیٹیوں کو دکھ دے اور ان کے سوا اور بیویاں کرے تو کوئی آدمی ہمارے ساتھ نہیں ہے پر دیکھ خدا تو ہمارے بیچ گواہ ہے۔"

پھر انہوں نے اس پہاڑ پر قربانی چڑھائی۔ رات وہیں کاٹی اور دوسرے روز لابن نے اپنی بیٹیوں اور ان کے بچوں کو چوما اور انہیں یعقوبؑ کے حوالے کر کے رخصت ہو گیا۔

حضرت یعقوبؑ جب اپنے اہل و عیال کے ساتھ سفر کرتے ہوئے کنعانیوں کی سرزمین میں سکم

شہر کے باہر آ کر ٹھہرے اور سکم کی لڑکیاں اپنے کام کاج کرتی ہوئیں جب ان کے پڑاؤ کی طرف آئیں تو ان لڑکیوں کو دیکھنے کے لیے لیاہ کی بیٹی دینہ اپنے پڑاؤ سے باہر نکلی۔ شہر کے حاکم حمور کے بیٹے سکم کی نگاہ دینہ پر پڑی تو وہ اسے زبردستی اٹھا کر اپنے ساتھ لے گیا۔ اس وقت حضرت یعقوبؑ کے سارے بیٹے اپنے ریوڑ لے کر جنگل میں گئے ہوئے تھے۔

شام کو سکم شہر کا حاکم حمور خود چل کر یعقوبؑ کے پاس آیا اور اس نے اپنے بیٹے سکم کے لیے ان کی بیٹی دینہ کو مانگا۔ تب تک حضرت یعقوبؑ کے سارے بیٹے لوٹ آئے تھے۔ حمور نے ان سب کے سامنے اپنی بات دہراتے ہوئے کہا:

"میرا بیٹا تمہاری بیٹی کو دل سے چاہتا ہے اسی لیے اس نے دینہ کو اپنے محل میں رکھا ہوا ہے۔ پس تم لوگ اسے میرے بیٹے سے بیاہ دو اور میری بیٹیاں اپنے بیٹوں کے لیے لے لو۔ ایسا کرو گے تو ہمارے ساتھ بسے رہو گے۔ یہ ملک تمہارے سامنے ہے۔ اس میں بود و باش اور تجارت کرنا اور اپنی جائیدادیں بنانا اور اگر تم لوگ میری یہ بات مان جاؤ تو یہ مجھ پر تمہاری نظرِ التفات ہوگی۔ پھر جو کچھ بھی تم چاہو گے میں دوں گا۔"

یعقوبؑ کے بیٹوں کے دل میں بات یہ تھی کہ ان کی بہن کو اٹھا کر انہیں اور ان کی بہن کو ایک طرح سے بے حرمت کیا گیا ہے۔ وہ اس بات کا انتقام لینا چاہتے تھے لہٰذا بھائیوں نے باہم مشورہ کیا پھر ان میں سے ایک نے کہا:

"ہم نامختونوں کو اپنی بہن نہیں دے سکتے کیونکہ اس میں ہماری رسوائی ہے لیکن جس طرح ہم ختنے کراتے ہیں اگر اسی طرح تم لوگ بھی ختنے کرا لو اور تمہاری قوم کے سارے مرد ختنے کرا لیں تو ہم راضی ہیں کہ اس طرح ہم سب ایک قوم ہو جائیں گے۔ اور اگر تم لوگ ایسا نہیں کر سکتے تو ہم اپنی بہن کو لے کر یہاں سے کوچ کر جائیں گے۔"

حمور اور سکم نے اس پر بخوشی رضامندی کا اظہار کر دیا۔ پھر وہ دونوں باپ بیٹا شہر کے صدر دروازے پر آئے اور حمور نے اپنی قوم کو مخاطب کر کے کہا:

"یہ لوگ ہم سے میل جول رکھتے ہیں۔ پس یہ اس ملک میں رہ کر سوداگری کریں کیونکہ یہاں ان کے لیے بہت گنجائش ہے اور ہم اپنی بیٹیاں ان کو دے دیں اور ان کی بیٹیاں بیاہ لیں۔ اور وہ بھی ہمارے ساتھ ایک قوم بن کر رہنے کو راضی ہیں۔ فقط اس شرط پر کہ جس طرح وہ ختنے کراتے ہیں ایسے ہی ہم سب بھی ختنے کرا لیں۔ اگر ہم ایسا کر لیں تو ان کے ان گنت چوپائے اور سارا مال ہمارا ہو جائے گا۔"

پس شہر کے لوگوں نے حمور کی بات مان لی اور سب مردوں نے ختنے کرا لیے۔ اب یعقوبؑ کے بیٹے حرکت میں آئے۔ لہٰذا جب شہر کے سب مرد ختنے کرا کے چلنے پھرنے کے قابل نہ رہے تو انہوں نے شہر پر دھاوا بول دیا۔

شہر کے حاکم حمور اور اس کے بیٹے سکم کو بھی انہوں نے قتل کر دیا اور شاہی محل سے اپنی بہن دینہ کو نکال کر شہر کو خوب لوٹا۔ انہوں نے ان کی بھیڑ بکریاں، گائے بیل، گھوڑے گدھے اور جو کچھ شہر میں تھا سب لے لیا۔

حضرت یعقوبؑ کو جب بیٹوں کی اس حرکت کا علم ہوا تو انہوں نے ان کو بہت ملامت کی اور کہا:

"تم لوگوں نے مجھے اس شہر میں نفرت انگیز بنا دیا ہے کیونکہ میرے ساتھ تو چند افراد ہیں اور شہر کے لوگ جب تندرست ہو گئے تو سب مل کر ہمارے مقابلے پر اٹھ کھڑے ہوں گے اور ہمیں قتل کر دیں گے اور میں اپنے کنبے سمیت برباد ہو جاؤں گا۔"

جواب میں ان کے بیٹوں نے کہا:

"تو کیا ان لوگوں کے لیے مناسب تھا کہ وہ ہماری بہن سے ایسا سلوک کرتے۔"

تب خدا نے حضرت یعقوبؑ کو وحی کی کہ تو یہاں سے بیت ایل کو جا اور وہاں قیام کر اور وہاں خدا کے لیے ایک مذبح بنا۔"

اس وحی کے ساتھ ہی حضرت یعقوبؑ نے سب کو مخاطب کر کے کہا:

"بیگانہ دیوتاؤں کو جو تمہارے درمیان ہیں دور کر دو۔ طہارت کر کے اپنے کپڑے بدل لو اور آؤ ہم یہاں سے بیت ایل کو روانہ ہوں۔ وہاں میں اپنے خدا کے لیے جس نے میری تنگی کے دن میری دعا قبول کی، ایک مذبح بناؤں گا۔"

تب سب لوگ جو ان کے ساتھ تھے آگے آئے اور ان بتوں کو جو ان کے پاس تھے اور ان مندریوں کو جو ان کے کانوں میں تھیں، یعقوبؑ کے حوالے کر دیا۔ آپ نے انہیں وہاں سکم شہر کے باہر ہی بلوط کے ایک درخت تلے دبا دیا اور بیت ایل کی طرف کوچ کر گئے۔

بیت ایل پہنچ کر یعقوبؑ نے مذبح بنایا اور یہیں پر خدا نے یعقوبؑ کو وحی کی کہ:

"تیرا نام بے شک یعقوبؑ ہے پر تیرا نام مستقبل میں اسرائیل ہوگا اور میں کہ جو خدائے قادرِ مطلق ہوں تجھ سے قوموں کے جتھے پیدا کروں گا اور بادشاہ تیرے صلب سے نکلیں گے اور یہ ملک جو میں نے ابراہیمؑ اور اسحٰقؑ کو دیا ہے سو تجھ کو اور تیرے بعد تیری نسل کو بھی یہی ملک دوں گا۔"

یہیں بیت ایل میں قیام کے دوران یعقوبؑ کے ہاں راحیل سے یوسفؑ کے چھوٹے بھائی بنیامین پیدا ہوئے لیکن اس بچے کی پیدائش پر راحیل فوت ہو گئی اور اسے وہیں بیت ایل ہی میں دفن کر دیا گیا۔

اسی مقام پر یعقوبؑ نے ایک دن جبکہ وہ اور یوسفؑ اکیلے تھے اور بنیامین اپنی خالہ لیاہ کے پاس اور دیگر بھائی ریوڑ چرانے گئے ہوئے تھے، یوسفؑ کے گلے میں لکڑی کی ایک نلکی ڈال دی اور ان سے کہا:

"اے بیٹے! لکڑی کی یہ نلکی جو میں نے تیرے گلے میں ڈالی ہے اس کے اندر وہ قمیض ہے کہ جب میرے دادا ابراہیمؑ کو نمرود نے آگ میں ڈالنے کے لیے برہنہ کروایا تو یہی قمیض جبرائیلؑ جنت سے لائے تھے اور میرے دادا ابراہیمؑ کو پہنا دی تھی۔ ابراہیمؑ نے یہ قمیض مرگ سے پہلے اسحٰقؑ کو دے دی تھی اور میرے والد اسحٰقؑ نے یہ قمیض میرے حوالے کر دی۔ اب اے میرے بیٹے! وہی قمیض لکڑی کی اس نلکی میں بند کر کے میں نے تیرے گلے میں لٹکا دی ہے اور خدائے قادرِ مطلق کے حضور دعاگو ہوں کہ یہ قمیض تیری سلامتی اور حفاظت کا ذریعہ بنے۔"

یعقوبؑ نے چند روز بیت ایل میں قیام کیا۔ پھر اپنے چند قاصد اپنے بھائی عیسو کی طرف روانہ کیے اور اسے پیغام بھجوایا کہ:

"اے میرے بھائی! تیرا بھائی یعقوبؑ کہتا ہے کہ میں اپنے ماموں لابن کے ہاں مقیم تھا اور اب میرے پاس گائے، بیل اور گھوڑے گدھے ہیں اور بھیڑ بکریاں نوکر چاکر اور بیوی بچے ہیں۔ میں یہ قاصد اس غرض سے تمہاری طرف روانہ کر رہا ہوں کہ تو اپنی پرانی رنجش مجھ سے ختم کر دے۔"

قاصدوں نے واپس آ کر بتایا:

"اے آقا! ہم آپ کے بھائی عیسو سے ملے اور آپ کا پیغام کہہ سنایا۔ اب وہ اپنے چار سو آدمیوں کے ساتھ اس طرف آ رہا ہے کہ آپ کا استقبال کرے۔"

اس خبر پر یعقوبؑ پریشان اور بے کل ہوئے۔ وہ عیسو کی طرف سے خطرہ محسوس کرنے لگے تھے

کہ شاید وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس طرف آ کر ان پر حملہ نہ کر دے۔ لہٰذا آپ نے تمام جانوروں کے دو غول کر دیے۔ دراصل آپ نے سوچا تھا کہ اگر عیسو اپنے ساتھیوں کے ساتھ ان پر حملہ آور ہوا اور جانوروں کے غول پر آ پڑے تو کم از کم دوسرے غول کو بچ نکلنے کا موقع مل جائے۔ پھر وہیں بیت ایل میں آپ اپنے ربّ کے حضور سجدے میں گر کر دعا کرنے لگے:

"اے میرے دادا ابراہیمؑ کے خدا! میرے باپ اسحٰقؑ کے اور میرے خدا! میری مدد فرما! یہ تیرا ہی حکم تھا کہ میں اپنے رشتے داروں کی طرف لوٹ جاؤں اور یہ کہ تو میرے ساتھ بھلائی کرے گا۔ اے خدا! میں تیری رحمت اور وفا کے مقابلے میں جو تو نے مجھ سے کی بالکل ہیچ ہوں کیونکہ میں اپنے بھائی عیسو کے خوف سے بھاگ کر جب یردن کے اس پار گیا تھا اس وقت میرے پاس ایک لاٹھی کے سوا کچھ نہ تھا اور اب تیری رحمت اور تیرے کرم سے میرے پاس جانوروں کے دو غول ہیں۔ اے میرے خدا! میں تیری منت کرتا ہوں کہ مجھے میرے بھائی عیسو کے شر سے بچا۔ اے میرے اللہ! اے میرے رب! تو میری مدد فرما!"

اپنی دعا ختم کر کے حضرت یعقوبؑ اٹھے۔ انہوں نے بیت ایل سے اپنے باپ اسحٰقؑ کی طرف کوچ کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ آپ نے اپنے ریوڑ سے ۲۰۰ بکریاں، ۲۰ بکرے، ۲۰۰ بھیڑیں، ۲۰ مینڈھے، ۳۰ دودھ دینے والی اونٹنیاں بچوں سمیت، ۴۰ گائیں اور ۱۰ بیل، ۲۰ گدھیاں اور ۱۰ گدھے الگ کیے۔ پھر ان جانوروں کے علیحدہ علیحدہ غول بنائے اور انہیں اپنے ملازموں کے حوالے کر کے کہا:

"تم ان جانوروں کے ساتھ آگے کی طرف کوچ کرو۔ میں بھی تمہارے پیچھے آتا ہوں۔ جب میرا بھائی عیسو تم سے پوچھے کہ تم کون ہو اور یہ جانور کس کے ہیں تو جواب میں کہنا کہ یہ تیرے خادم یعقوبؑ کے ہیں۔ یہ نذرانہ اس نے اپنے بھائی عیسو کے لیے بھیجا ہے اور یہ بھی کہنا کہ یعقوبؑ خود بھی پیچھے اسی طرف آ رہا ہے اور اس نے سوچا ہے کہ نذرانہ دے کر پہلے اپنے بھائی کو راضی کر لوں پھر اس کا منہ دیکھوں گا۔ شاید وہ یونہی مجھے قبول کرے۔"

اپنے خادموں کو یہ باتیں سمجھا کر آپ نے روانہ کر دیا اور پھر کچھ فاصلہ دے کر خود بھی ان کے پیچھے کوچ کر گئے۔

جب یعقوبؑ آگے بڑھ رہے تھے تو انہوں نے دیکھا سامنے سے عیسو اپنے ۴۰۰ ساتھیوں کے ساتھ چلا آرہا ہے۔ شاید عیسو نے ان لوگوں اور جانوروں سے کوئی تعرض نہ کیا تھا جو حضرت یعقوبؑ نے اپنے آگے روانہ کیے تھے۔

قریب آکر عیسو اپنی سواری سے اترا اور یعقوبؑ سے ملنے کو بھاگا۔ حضرت یعقوبؑ بھی اپنی سواری سے اتر کر اس کی طرف بھاگے۔ دونوں بھائی بغل گیر ہو کر بڑی گرمجوشی سے ملے اور خوب روئے۔

یعقوبؑ نے پوچھا:

"اے میرے عزیز بھائی! میرے ماں باپ کیسے ہیں؟"

عیسو نے کہا:

"آہ! ماں تو مر گئی اور باپ کی بینائی جاتی رہی ہے۔ وہ تیرے لیے پریشان رہتے ہیں اور بڑی بے چینی سے تیرا انتظار کرتے ہیں۔"

پھر عیسو نے بچوں اور عورتوں کی طرف اشارہ کر کے پوچھا:

"یہ تیرے کون ہیں؟"

یعقوبؑ نے جواب دیا:

"یہ میرے بیوی بچے ہیں۔"

عیسو ان سب سے شفقت کے ساتھ ملا۔ پھر پوچھا:

"اے میرے بھائی! جانوروں کے وہ غول جو تو نے اپنے آگے آگے روانہ کیے ہیں ان سے تیرا کیا مطلب تھا؟"

یعقوبؑ نے کہا:

"وہ میں نے اس لیے روانہ کیے میرے بھائی! کہ تو انہیں قبول کر لے اور میں تیری نظروں میں مقبول ٹھہروں۔"

عیسو نے بڑی فراخدلی کا مظاہرہ کیا اور کہا:

"اے میرے بھائی! میرے پاس بہت کچھ ہے جو تیرا ہے وہ تیرا ہی ہے۔"

یعقوبؑ نے عاجزی اور نرمی سے کہا:

"مجھ پر میرے رب نے بڑا فضل کیا ہے اور میرے پاس اب بہت کچھ ہے۔ اب جبکہ تو مجھ سے راضی ہے تو میری طرف سے یہ جانور قبول کر کیونکہ اسی میں میری خوشی ہے۔" یعقوبؑ کے زور دینے پر

عیسو نے وہ جانور قبول کر لیے۔

بہرحال یعقوبؑ جبرون شہر میں آئے جہاں حضرت اسحٰقؑ مقیم تھے اور یہیں آپ ان کے پاس رہنے لگے۔ یہیں پر حضرت اسحٰقؑ نے ۱۸۰ برس کی عمر میں وفات پائی۔ یعقوبؑ کی عمر اس وقت ۱۴۵ برس تھی۔

عیسو کے چار بیٹے ہوئے جن کے نام افیداع، الیفا، یعوش اور رعویل تھے۔ عیسو اپنے اہل و عیال کے ساتھ جبرون سے نکل کر بحیرۂ مردار اور خلیج عقبہ کے درمیانی علاقے میں جا آباد ہوئے۔ عیسو سے جو نسل چلی وہ بعد کے دور میں بنو ادوم کہلائی۔

حضرت ابراہیمؑ کی بیوی قنطورا سے ان کے دو لڑکے مدین اور ددان تھے وہ بھی جبرون سے نکل کر حجاز میں جا کر آباد ہو گئے۔ مدین سے بنو مدینؑ اور ددان سے اصحابِ لایکہ کا سلسلہ چلا۔ دوسری طرح حضرت اسمٰعیلؑ بھی فوت ہو گئے اور اپنی والدہ کے پہلو میں دفن ہوئے۔

انہیں بنی مدین کی طرف حضرت موسیٰؑ کے سسر شعیبؑ کو مبعوث کیا گیا۔

مفسرین و محققین کا خیال ہے کہ اصحاب الایکہ کی طرف بھی شعیبؑ ہی کو مبعوث کیا گیا تھا۔

ایک روز جبکہ عارب، یافان اور بیوسا بیٹھے باتیں کر رہے تھے نبیطہ باہر سے آئی اور عارب کو مخاطب کر کے اس نے کہا: "اے میرے بھائی! وہ دیوداسی جس کا نام پریا ہے اور جو یوناف کی حفاظت پر مامور ہے۔ میں اس کی طرف سے کچھ مشکوک ہوں۔ میں دیکھتی ہوں کہ جس جگہ ہم نے ابلیکا کا برتن پیپل کی جڑوں کے پاس دفن کیا ہے۔ عین اس برتن کے اوپر وہ ایک پودے کو روزانہ پانی دیتی ہے۔ وہ ایک پھول دینے والا پودا ہے اور پانی دے کر بھی میں نے اکثر اسے پودے کے پاس اس انداز میں کھڑے دیکھا ہے جیسے وہ کسی کا انتظار کر رہی ہو۔ میں ڈرتی ہوں کہیں پریا کو ابلیکا کے راز کا علم نہ ہو جائے اور اگر ایسا ہو گیا تو تم جانو ہمارے لیے ناموافق حالات کے طوفان اٹھ کھڑے ہوں گے۔ میرا دل کہتا ہے کہ ہمیں فوراً پریا کا خاتمہ کر دینا چاہیے۔"

عارب نے خفگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا: "تم احمق اور بے وقوف ہو نبیطہ! پریا کوئی عام دیوداسی نہیں ہے بلکہ بھارت شہر کے بادشاہ سوداس کی بڑی بیٹی ہے۔ اگر کوئی ایسی صورت حال پیدا ہو بھی جائے کہ اس کو ختم کیے بغیر کوئی چارہ نہ رہے تب بھی اسے بڑے طریقے اور ڈھنگ سے ختم کیا جائے گا۔ فی الوقت پریا پر ہاتھ ڈالنا مناسب نہیں ہے۔ ایسا کرتے ہیں کہ آج سے اس کی نگرانی شروع کر دیتے ہیں اور جاننے کی کوشش کرتے ہیں کہ ابلیکا کے برتن کے اوپر جو جنگلی پھول کا پودا اگ گیا ہے اسے پانی دینے کا کیا راز ہے۔ آخر ایسے پودے ارد گرد اور بھی تو ہیں۔ پریا ان دوسرے پودوں کو کیوں پانی نہیں دیتی۔ شاید اسی طرح ہمارے ہاتھ کوئی ایسا راز لگ جائے جس سے ہماری کوئی بہتری ہو۔"

نبیطہ نے کہا: "ایک اور بات بھی ہے۔"

اس بار بیوسا نے قدرے پریشانی سے پوچھا: "وہ کیا ہے؟"

نبیطہ نے کہا: "پریا وہاں کھڑے ہو کر اس پودے کے ساتھ اکثر باتیں کرتی ہے۔ اس وقت بھی پیپل تلے کھڑی اس پودے سے باتیں کر رہی ہے۔"

اس موقع پر یافان حرکت میں آیا۔ وہ اپنی پشت پر ٹھہری ہوئی نیلی دھند کی طرف متوجہ ہوا اور تحکمانہ انداز میں اس نے کہا: "تم میں سے ایک جائے اور مندر سے باہر پیپل تلے کھڑی پریا کا حال جان کر آئے کہ وہ وہاں کیوں کھڑی رہتی ہے۔ پودے کو پانی کیوں دیتی ہے اور اس پودے سے کیسی گفتگو کرتی ہے۔"

نیلی دھند سے غبار کی صورت میں ایک حصہ علیحدہ ہوا اور برق کی سی تیزی سے مندر سے باہر نکل گیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ غبار نما حصہ لوٹ آیا اور مدھم مگر بھاری آواز میں اس نے یافان سے کہا۔ "اے آقا! پریا نام کی دیوداسی کی پوری اصلیت واضح ہو گئی ہے۔ اصل میں پیپل کی جڑوں کے پاس جنگلی پھولوں کا پودا ہے۔ اس کی جڑیں زمین میں مٹی کے اندر اس برتن کے اندر تک گئی ہوئی ہیں جس میں ابلیکا قید ہے۔ گزشتہ دنوں میں عین جاڑے اور خزاں کے موسم میں اس پودے پر ایک پھول آیا تھا۔ اس پھول کے ذریعے ابلیکا نے پریا سے گفتگو کی تھی۔ وہ یوناف کے نام اسے کوئی پیغام دینا چاہتی تھی۔ پریا اس آواز کو سن کر پہلے تو خوفزدہ ہو گئی پر بعد میں اسے پتہ چلا کہ آواز پھول میں سے آ رہی ہے اور وہ آواز یوناف کی بہتری کے لیے کچھ کہنا چاہتی ہے۔ تب پریا غور سے اس آواز کو سننے لگی۔

یہاں ایک اور انوکھا انکشاف ہوا ہے کہ پریا دیوانگی کی حد تک یوناف سے محبت کرتی ہے لیکن اس سے ایک حماقت یہ ہوئی کہ جب پھول میں سے ابلیکا کی آواز بہت مدھم آ رہی تھی تو اس آواز کو صاف سننے کے لیے پریا نے وہ پھول توڑ کر کان سے لگا لیا۔ تب آواز آنا بند ہو گئی کیونکہ پھول کا تعلق پودے سے ختم ہو گیا تھا۔ ایسا ہونے پر پریا بڑا پچھتائی۔"

یافان نے درمیان میں بولتے ہوئے کہا: "لیکن اب جبکہ وہ اس پودے سے پھول کو توڑ چکی ہے تو اب وہ اس سے کیا چاہتی ہے۔"

نیلی دھند میں سے آواز آئی: "اب وہ بڑی باقاعدگی اور چاہت کے ساتھ اس پودے کو پانی دیتی ہے اور امید رکھتی ہے کہ بہار کے موسم میں جب اس پودے پر پھر پھول آئیں گے تو شاید ان پھولوں کے ذریعے ابلیکا اسے پھر وہ پیغام دے جو وہ یوناف کے نام دینا چاہتی ہے۔ پریا جب اس پودے کو پانی دینے آتی ہے تو روز اس سے گفتگو کرتی اور اسے یاد دلاتی ہے کہ کیسے اس کے ایک پھول نے ابلیکا کے نام سے اس سے گفتگو کی تھی اور یوناف کے نام پیغام دینا چاہا تھا کہ اس نے حماقت کی اور پھول توڑ لیا۔ پریا کی ان باتوں سے ایک انجان آدمی بھی ماضی اور مستقبل کی اس کہانی کو مکمل طور پر سمجھ سکتا ہے۔"

یافان نے نیلی دھند سے کہا: "بس تم پریا پر نظر رکھو۔ جب کوئی غیر معمولی صورتِ حال پیش آئے تو ہمیں خبر کرو۔ اور روزانہ جو گفتگو وہ اس پودے سے کرتی ہے اس کی اطلاع ہمیں روز کے روز دیتے رہو۔"

پھر وہ چاروں روزمرہ کے کاموں میں معروف ہو گئے۔

○

دن گزرتے رہے۔

بڑی جانفشانی سے پریا اس جنگلی پودے کی حفاظت، دیکھ بھال اور آبپاشی کرتی رہی یہاں تک کہ جاڑا تمام ہوا اور اس پودے پر بہار کے موسم کا پہلا پھول کھلا۔

جس صبح وہ پھول کھلا اس روز جب پریا اس پودے کو پانی دینے گئی تو اس میں سے اسے شہد بھری آواز سنائی دی:

"اے مہربان و حسین پریا! میں ابلیکا تم سے مخاطب ہوں۔ وہی ابلیکا جو گزشتہ جاڑے میں تم سے مخاطب ہوئی تھی۔ آہ! تم نے کیا ظلم کیا تھا کہ وہ پھول توڑ ڈالا تھا اور جو کچھ میں تم سے کہنا چاہتی تھی نہ کہہ سکی۔ پر اے مہربان پریا! اس بار تو غور سے میری بات کو سن! اور ایک مہربانی کرنا کہ گزشتہ مرتبہ کی طرح اس پھول کو نہ توڑ لینا جس کے ذریعے میں تم سے مخاطب ہوں۔ ورنہ مجھے ایک مرتبہ پھر ایک طویل انتظار کرنا پڑے گا۔"

پریا بے چین ہو کر بولی:

"تم کہو کیا کہنا چاہتی ہو۔ میں اسی دن کا تو بے چینی سے انتظار کر رہی ہوں۔ پھول توڑ کر مجھے اپنی حماقت کا احساس ہو گیا تھا۔ اے پراسرار ابلیکا! تم مطمئن رہو۔ اس بار میں پھول توڑنے کی حماقت نہ کروں گی۔ تم کہو کیا کہنا چاہتی ہو۔"

ابلیکا نے پھر اپنی میٹھی آواز میں کہا:

"دیکھ پریا! یہ پیغام میں تمہیں اس لیے دینا چاہتی ہوں کہ تم سے مجھے یوناف کی خوشبو آتی ہے کیا تم کسی ایسے خوبصورت و توانا جوان کو جانتی ہو جس کا نام یوناف ہو اور وہ مافوق الفطرت قوتوں کا مالک ہو۔"

پریا نے دکھی آواز میں کہا:

"ہاں۔ میں اسے جانتی ہوں اور دل کی گہرائیوں سے پسند کرتی ہوں۔ پر اے پراسرار ابلیکا! وہ پراسرار قوتوں کا مالک تو نہیں ہے۔ بلکہ کچھ لوگوں نے جن کے نام عارب، یافان، بیوسا اور بنیطہ ہیں اسے پنجرے میں بند کر رکھا ہے اور یہ پنجرہ اس مندر کے سامنے پڑا ہے جو دریائے سرسوتی کے کنارے ہے۔ میں اس مندر کی دیوداسی ہوں۔ جہاں اس وقت کھڑی میں تم سے باتیں کر رہی ہوں اس سے چند قدم کے فاصلے پر ہی یہ مندر ہے۔

دیکھ ابلیکا! ایسا ہے کہ دور و نزدیک سے لوگ یوناف کو پتھر مارنے آتے ہیں۔ اور جو بھی آ کے پتھر مارتا ہے وہ عارب، یافان، بیوسا اور نبیطہ میں سے جس سے بھی اپنی کوئی خواہش اور ضرورت کہتا ہے وہ اسے فوراً پورا کر دیتے ہیں۔ اس طرح ان چاروں نے یوناف کو ایک دکھ اور اذیت میں مبتلا کر رکھا ہے۔"

ابلیکا کی دکھ بھری اور مغموم آواز سنائی دی:

"آہ میری اور یوناف کی بدقسمتی! اس کا مطلب ہے انہوں نے یوناف پر قابو پا کر اسے اذیت اور عقوبت میں مبتلا کر رکھا ہے۔ ایسا انہوں نے یقیناً عزازیل کی مدد سے کیا ہو گا۔ اے حسین پریا! کیا تم میرا ایک کام کرو گی۔"

پریا نے کہا:

"جو کچھ کہنا ہے جلدی کہہ ڈالو ابلیکا! ایسا نہ ہو کوئی آ جائے اور سارا کام چوپٹ ہو جائے۔"

ابلیکا نے جواب میں کہا:

"سنو پریا! مجھے شیطان یعنی ابلیس نے محبوس کر رکھا ہے۔ اس پیپل کی ان جڑوں کے پاس

مٹی اور بتوں سے بھرا ہوا ایک برتن دفن ہے۔ مٹی میں مل کر اس برتن کے بتو لے بھی اب مٹی ہو چکے ہیں۔ دیکھ پریا! میں ایک روح ہوں اور یوناف کی مددگار ہوں۔ ہر مشکل گھڑی میں میں اس کے کام آتی ہوں۔ تم ایسا کرنا کہ یوناف کے پاس جانا اور اس سے کہنا کہ اس جگہ کو کھود کر یہ برتن نکال لے جس کے اندر میں قید ہوں اور اگر وہ اس برتن کی مٹی کو نکال کر بکھیر دے تو میں آزاد ہو جاؤں گی۔"

پریا نے شکایت بھرے انداز میں کہا:

"لیکن پچھلی بار جب تم نے مجھ سے گفتگو کی تھی تو میں نے یوناف سے جا کر پوچھا تھا کہ کیا وہ کسی ابلیکا کو جانتا ہے تو اس نے اجنبیوں کی طرح صاف انکار کر دیا تھا کہ وہ کسی ابلیکا کو نہیں جانتا۔"

ابلیکا کی دکھ بھری آواز سنائی دی:

"آہ! ایسا لگتا ہے ان ظالموں نے یوناف کی ساری یادیں مٹا کر اس کے سارے علوم اور سری قوتوں کو محو کر دیا ہے۔ دیکھ مہربان پریا! تو یوناف کے پاس جا اور سن۔ اس کے گلے میں چمڑے کا ایک ٹکڑا لٹک رہا ہے۔ اس ٹکڑے کے اندر کی طرف ایک تحریر کندہ ہے۔ یوناف سے کہنا کہ وہ اس تحریر کو پڑھے۔ جب وہ ایسا کرے گا تو اس کی ساری کھوئی ہوئی توانائیاں اور سری قوتیں لوٹ آئیں گی۔ پھر عارب، یافان، ہیوسا اور نبیطہ مل کر بھی اسے پنجرے میں بند نہ کر سکیں گے بلکہ خود یوناف اس حالت میں ہو گا کہ ان سب کو پنجرے میں بند کر کے مجبور و بے بس کر دے۔ اب تم جاؤ پریا! یوناف کو میرا پیغام دو اور اسے بتانا کہ میں یہاں محبوس ہوں۔ ایسا نہ ہو تم اسے کہنا بھول جاؤ اور مجھے تلاش کرتا پھرے اور ڈھونڈتا رہے۔"

پریا نے خوش ہوتے ہوئے کہا:

"اے پراسرار ابلیکا! تو نے کیا خوب انکشاف کیا ہے۔ میں بڑی بے چینی سے اس لمحے کا انتظار کروں گی جب یوناف چمڑے کے ٹکڑے کی تحریر پڑھ کر اپنی کھوئی ہوئی سری قوتیں حاصل کر لے گا۔ اب تو عارب، ہیوسا، نبیطہ اور یافان کے کہنے پر لوگ اسے پتھر مارتے ہیں لیکن میں اس وقت خوش ہوں گی جب یہ چاروں یوناف کے سامنے بے بس ہوں گے اور لوگ ان چاروں کو پتھر مار رہے ہوں گے۔ آہ! وہ بھی کیا سماں ہو گا۔"

ابلیکا نے کہا:

"اے حسین پریا! میں تم سے یہ وعدہ کرتی ہوں کہ میں تم سے یہ مندر چھڑا دوں گی اور تمہاری شادی یوناف سے کرا دوں گی۔"

پریا نے خوشی میں جھوم کر کہا:

"میں ابھی جا کر یوناف سے سارے احوال کہتی ہوں۔"

اس کے ساتھ ہی وہ وہاں سے ہٹی اور تیزی سے بھاگتی ہوئی مندر میں داخل ہو گئی۔

○

عارب، یافان، ہیوسا اور نبیطہ اکٹھے بیٹھے تھے کہ نیلی دھند کی قوتوں میں سے ایک غبار آلود ہیولے کی شکل میں ان چاروں کے پاس آئی اور یافان سے کہا: "اے آقا! پریا کی کہانی تمام ہوئی۔ اس پودے پر آج ایک پھول آیا ہے اور اس پھول کے ذریعے مخاطب ہو کر ابلیکا نے پریا کو بتایا ہے کہ وہ یوناف کے پاس جائے اور اسے بتائے کہ اس کے گلے میں جو چمڑے کا ٹکڑا لٹک رہا ہے اس پر ایسی تحریر کندہ ہے جسے پڑھ کر اس کی ساری توانائیاں اور پراسرار قوتیں اسے واپس مل جائیں گی۔ ابلیکا نے پریا سے یہ بھی کہا ہے کہ جب یوناف کو اس کی ساری قوتیں مل جائیں تو اسے کہنا کہ پیپل کی ان جڑوں کے پاس کھدائی کر کے اس برتن کو نکال لے جس میں وہ بند ہے اور اگر وہ اس برتن کی مٹی کو بکھیر دے تو وہ آزاد ہو جائے گی۔"

عارب اٹھ کھڑا ہوا اور بے چین ہو کر اس نے پوچھا: "پریا اب کہاں ہے؟"

اس قوت نے کہا: "وہ اس وقت مندر میں گئی ہے۔ وہاں سے اس نے کوئی چیز لینی ہو گی۔ اس کے بعد وہ شاید یوناف کی طرف جائے گی۔"

عارب نے کہا: "تم تینوں یہیں رہو۔ میں پریا سے نمٹ کر آتا ہوں۔" اس کے ساتھ ہی وہ کمرے سے باہر نکل گیا۔

اپنے کمرے سے نکل کر عارب غصے اور غضب کی حالت میں مندر کی بلند سیڑھیوں پر جا کھڑا ہوا۔ اس نے دیکھا پریا ابھی چبوترے پر پنجرے میں بند یوناف کی طرف نہ گئی تھی۔ تھوڑی دیر بعد مندر کے اس حصے سے جس میں مندر کی دیوداسیاں رہتی تھیں، پریا نمودار ہوئی۔ جونہی وہ مندر کی بلند سیڑھیاں اترنے لگی۔ عارب نے اس پر عمل کیا۔ پریا بری طرح ہوا میں اچھلی اور پھر لہراتی ہوئی انتہائی بے بسی کے عالم میں آخری سیڑھی پر اس زور سے آ کر گری کہ اس کا دم نکل گیا اور وہ مردہ حالت میں مندر کی

آخری سیڑھی پر بازو پھیلائے پڑی رہ گئی۔ عارب کو جب اطمینان ہو گیا کہ پریا مر گئی ہے تو وہ وہاں سے اپنے کمرے کو لوٹ گیا۔

پریا کی موت پر ایک کہرام سا مچ گیا۔ مندر کا ہر فرد حیران و پریشان تھا کہ پریا سیڑھیوں سے کیسے نیچے جا گری۔ اس کی موت کی خبر جب شہر پہنچی تو بھارت کا بادشاہ سوداس، پریا کی چھوٹی بہن داسیو اور اینما اور بھائی رام دیو فوری طور پر وہاں آ پہنچے۔ پریا کی لاش اٹھا کر صحن میں رکھ دی گئی تھی اور بھارت شہر کا ایک ہجوم تھا جو اس کی لاش پر کھڑا رو رہا تھا۔

جس وقت داسیو، اینما اور رام دیو اپنی بہن پریا کی لاش سے لپٹ کر رو رہے تھے کہ ایک دیو داسی وہاں آئی اور اس نے داسیو کے کان میں کچھ کہا۔ داسیو نے فوراً آنسو پونچھے اور اٹھ کر اس کے ساتھ ہو لی۔ اینما اور رام دیو بھی ان کے ساتھ تھے۔

دیو داسی ان کو پریا کے کمرے میں لے گئی۔ پھر اس نے داسیو سے پوچھا:

"کیا آپ مجھے پہچانتی ہیں؟"

داسیو نے روتی ہوئی بھاری آواز میں کہا:

"کیوں نہیں جانتی۔ تم میری بہن پریا کے ساتھ اس کمرے میں رہتی تھیں۔"

دیو داسی نے کہا:

"تو پھر سنیے۔ پریا مری نہیں ماری گئی ہے۔"

داسیو چونک پڑی:

"وہ کیسے۔ کھل کر کہو۔"

دیو داسی نے کہا:

"سنیے۔ آپ کی بہن پریا اس نوجوان سے محبت کرتی تھی جو پنجرے میں بند ہے اور جس کا نام یوناف ہے۔ پریا مجھ پر اعتماد کرتی اور ہر بات مجھ سے کہہ دیا کرتی تھی۔ گزشتہ جاڑے میں ایسا ہوا کہ جب پریا مندر کے قریب پیپل کے درخت پر یوناف کے کپڑے اتارنے گئی تو وہاں کسی نسوانی آواز نے اسے پکارا۔

پریا نے ادھر ادھر دیکھا۔ وہاں کوئی بھی نہ تھا پھر اس نے جانا کہ آواز اس پودے کے پھول میں سے آ رہی تھی جو پیپل کی جڑوں کے قریب اگ رہا تھا۔ پھول سے نکلنے والی اس آواز نے پریا سے کہا کہ میں ایلیکا ہوں۔ تم میرا ایک پیغام یوناف تک پہنچا دو کیونکہ تم میں سے اسے یوناف کی خوشبو آتی ہے لہٰذا وہ یوناف کے لیے اسے پیغام دینا چاہتی ہے۔ پریا کو وہ آواز صاف نہ سنائی دے رہی تھی اس لیے اس نے پھول کو توڑ کر کان سے لگا لیا تاکہ وہ بات غور سے سن سکے لیکن جب اس نے پھول توڑ کر کان سے لگایا تو اس پھول سے آواز آنا بند ہو گئی۔

پھر پریا بڑی جانفشانی سے اس پودے کی خدمت کرتی رہی اور اسے پانی دیتی رہی۔ یہاں تک کہ آج صبح اس پودے پر ایک پھول آیا اور اس میں سے آواز آئی کہ:

"میں ایلیکا ہوں اور ایک روح ہوں جسے ابلیس نے قابو اور محصور کر کے وہاں دفن کر دیا ہے۔"

ایلیکا نامی وہ روح یوناف کی معاون و مددگار ہے۔ اس نے پریا کو بتایا کہ یوناف بے پناہ سری اور خرق عادت قوتوں کا مالک ہے اور یہ قوتیں عارب، بیوسا، بافان اور بنبیطہ نے اس سے چھین کر اسے پنجرے میں بند کر رکھا ہے اور اگر اس کی قوتیں بحال ہو جائیں تو وہ ان چاروں کو کرب اور عقوبت میں مبتلا کر سکتا ہے۔ ایلیکا نے پریا کو یہ بھی بتایا کہ یوناف کے پاس جائے۔ اس کے گلے میں چمڑے کا ایک ٹکڑا ہے جس کی پشت پر ایک تحریر کندہ ہے۔

اگر یوناف اس تحریر کو پڑھ لے تو اس کی ساری سری قوتیں بحال ہو جائیں گی اور وہ عارب، بافان، بیوسا اور بنبیطہ کو اپنے سامنے زیر کر لے گا۔ پریا بے چاری یہ باتیں جان کر بھاگی بھاگی میرے پاس آئی اور اس نے یہ سب باتیں مجھ سے کہہ دیں کیونکہ اس کا مجھ سے کوئی بھید چھپا نہ تھا اور جب سے اس پھول کا واقعہ ہوا تھا وہ سب باتیں مجھ سے کہہ دیا کرتی تھی۔ پریا کا ارادہ تھا کہ جب یوناف اس تحریر کو پڑھ کر ان چاروں کی غلامی سے آزادی حاصل کر لے گا تو وہ اس سے شادی کر لے گی۔ ساری باتیں مجھ سے کہنے کے بعد وہ یوناف کے پنجرے کی طرف بھاگی تاکہ اس پھول کے سارے احوال اس سے جا کر کہے۔

اے داسیو! میں نے دیکھا پریا بھاگتی ہوئی جا رہی تھی اور عارب اس وقت سیڑھیوں کے پاس کھڑا ہوا تھا۔ جونہی وہ سیڑھیاں اترنے لگی عارب نے نہ جانے اس پر کیا عمل کیا کہ وہ انتہائی بے بسی کے عالم میں بری طرح اچھلی۔ فضا میں بلند ہوئی اور آخری سیڑھی پر گرتے ہی اس نے دم توڑ دیا۔ عارب نے جب دیکھا کہ پریا مر گئی ہے تو وہ اپنے کمرے کی طرف چلا گیا۔

میں یہ سارا منظر اپنے کمرے سے دیکھ رہی تھی۔ پریا کی حالت دیکھ کر میں چیخنے چلانے لگی پھر سب لوگ جمع ہو گئے اور پریا کی لاش کو اٹھا کر اندر لائے۔ اس دوران عارب مندر سے نکلا میں نے اس پر نگاہ رکھی۔ وہ یوناف کے چبوترے کی طرف گیا۔ اس کے گلے سے چمڑے کا ٹکڑا اتارا جس

کی نشاندہی پریا کو ہوئی تھی۔ اس کے بعد وہ ظالم آدمی پیپل کے درخت کی طرف گیا اور اس پودے کو ہی اکھاڑ لے گیا جس کے پھول نے حیرت انگیز طور پر پریا پر یہ سارے انکشافات کیے تھے۔ آہ! پریا کیسی محنت سے اس پودے کی دیکھ بھال کرتی تھی۔

داسیو کا رنگ غصے میں سرخ انگارے جیسا ہو گیا۔ اس نے کہا:

"میں بھی حیران اور متجسس تھی کہ پریا سیڑھیوں سے اترتے ہوئے کیسے گر کر مر گئی جبکہ وہ یہی سیڑھیاں روزانہ کئی بار اترتی چڑھتی تھی۔ اب میں نے جانا کہ عارب میری بہن کا قاتل ہے۔ پر میں اسے یوں ہی نہ جانے دوں گی۔ اپنی بہن کا انتقام لوں گی۔ میں ہر صورت میں اس سے چمڑے کا وہ ٹکڑا حاصل کرنے کی کوشش کروں گی جس سے یوناف کی توانائیاں بحال ہو سکتی ہیں۔ اور جو پیار میری بہن نے اسے دیا ویسا ہی پیار میں اسے دوں گی اور اسے کہوں گی کہ وہ عارب سے پریا کے قتل کا انتقام لے"۔

پھر داسیو اپنی چھوٹی بہن انیما اور بھائی رام دیو کی طرف جھکی اور بڑی محبت اور شفقت سے ان دونوں سے کہا:

"اے میرے عزیز بھائی اور بہن! دیکھو۔ اس بات کا ذکر کسی اور سے نہ کرنا حتیٰ کہ اپنے باپ سے بھی نہ کہنا"۔

انیما جو شکل و صورت اور جسمانی ساخت میں بالکل پریا جیسی تھی، اس نے جواب میں کہا:

"اے میری بڑی بہن! ہماری ماں مر چکی ہے۔ آپ ہماری بڑی بہن بلکہ ایک طرح سے ماں کی جگہ ہیں۔ اس راز کو ہم دونوں بہن بھائی راز ہی رکھیں گے۔ ہماری خواہش ہو گی کہ یوناف ان لوگوں سے نجات پا کر ان سے ہماری عزیز بہن پریا کا انتقام لے۔ کاش اس وقت ہمارا کوئی جوان بھائی ہوتا تو وہ کبھوں نہ اپنی مرنے والی بہن کا انتقام لیتا"۔

داسیو نے اس بار رام دیو داسی سے کہا:

"اے میری مرنے والی بہن کی مخلص ساتھی! دیکھ جو باتیں یہاں ہوئی ہیں تو بھی ان کا ذکر کسی سے نہ کرنا۔ چند دن گزرنے کے بعد میں اس مندر میں باقاعدگی سے آنا شروع کروں گی اور اپنی خوبصورتی اور حسن کو عارب پر آزماؤں گی۔ پھر اسے اپنی طرف مائل کر کے اس سے چمڑے کا ٹکڑا حاصل کرنے کی کوشش کروں گی جو اس نے یوناف کے گلے سے اتار لیا ہے اور یوناف کو آزاد کرانے کے بعد عارب کے لیے عذاب بن جاؤں گی"۔

داسیو خاموش ہو گئی کیونکہ پریا کی لاش محل لے جانے کے لیے اٹھائی جا رہی تھی۔ پھر وہ اپنے بھائی اور بہن کے ساتھ اس طرف چلی گئی۔

○

حضرت یعقوب اپنے بارہ[1] بیٹوں کے ساتھ جیرون[2] شہر میں خوش حالی کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ آپ کے ریوڑ تھے جنہیں آپ کے دس بیٹے ارضِ کنعان میں چرایا کرتے تھے۔ باقی دو بیٹے یوسفؑ اور بنیامین ان کے پاس گھر پر رہتے تھے کیونکہ حضرت یعقوب ان سے بے پناہ محبت کرتے تھے اور کسی بھی لمحہ ان کو اپنے سے علیحدہ اور نظروں سے دور نہ ہونے دیتے۔ بنیامین ویسے ہی ابھی چھوٹے تھے لہٰذا وہ بھی گھر پر رہتے تھے۔

اس دوران زلفہ اور بلہاہ فوت ہو گئیں اور اب صرف لیاہ ہی زندہ تھی جو یوسفؑ اور بنیامین کی سگی خالہ بھی تھی۔ یعقوبؑ کی رہائش گو جیرونؑ شہر میں تھی لیکن جیرون سے دور دوتن کی وادی کے اندر آپ اپنے ریوڑ چرایا کرتے تھے۔

ایک روز جبکہ یعقوبؑ اکیلے بیٹھے تھے یوسفؑ ان کے پاس آئے اور ان کے سامنے بیٹھ گئے۔ ان کے چہرے سے ظاہر تھا کہ وہ متجسس ہیں۔

حضرت یعقوبؑ نے بڑی شفقت اور پیار سے پوچھا:

"اے فرزندِ دل بند! کیا بات ہے؟"۔

یوسفؑ نے کہا:

"اے میرے باپ! میں نے ایک خواب دیکھا ہے جو میں آپ سے کہنے آیا ہوں"۔

یعقوبؑ نے فرمایا:

"کہو بیٹے! تم نے کیا خواب دیکھا ہے؟"۔

یوسفؑ نے جواب میں کہا:

---

[1] یعقوبؑ کے انہی بارہ بیٹوں سے بنی اسرائیل کے بارہ قبائل کی ابتدا ہوئی۔

[2] جیرون کو آجکل الخلیل کہہ کر پکارا جاتا ہے۔

"اے میرے باپ! میں نے خواب میں دیکھا کہ گیارہ ستارے اور سورج اور چاند ہے جو سب کے سب مجھے سجدہ کر رہے ہیں"۔

یعقوبؑ نے چند ثانیوں کی سوچ بچار کے بعد کہا:

"اے فرزند عزیز! تمہارا یہ خواب ظاہر کرتا ہے کہ میرا رب تمہیں کوئی اعلیٰ مقام عطا کرے گا جو گیارہ ستارے ہیں وہ تمہارے گیارہ بھائی ہیں جبکہ سورج اور چاند خود میں اور تمہاری خالہ لیاہ ہیں جو تمہاری ماں کی طرح ہے"۔

"دیکھو میرے بچے! اس خواب میں تیری عظمت و تکریم پنہاں ہے۔ یہ خواب اپنے بھائیوں سے نہ کہنا۔ ایسا نہ ہو وہ یہ خواب سن کر تیری عظمت و شان سے جل کر تجھے ہلاک کرنے کی کوئی تدبیر کریں کیونکہ یہ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔ وہ دنیاوی جاہ و جلال کی خاطر انسان کو ایسے ہی کاموں میں ڈال دیتا ہے۔

دیکھو میرے بیٹے! ایک خواب میں نے بھی دیکھا ہے اس لیے میں تمہاری طرف سے بڑا فکرمند رہتا ہوں"۔

یوسفؑ نے بے تابی سے پوچھا:

"آپ نے کیا خواب دیکھا ہے"۔

یعقوبؑ چند ثانیوں تک تفکرات میں غرق رہے پھر بولے:

"اے میرے بیٹے! میں نے خواب میں دیکھا کہ میں ایک بلند پہاڑ کے اوپر کھڑا ہوں اور تم اس پہاڑ کے نیچے ہو۔ پھر وہاں وادی میں دس بھیڑیے نمودار ہوئے اور تم پر حملہ آور ہونا چاہا۔ پر ان دس میں سے ایک بھیڑیے نے مداخلت کر کے تمہیں بچا لیا۔ پھر اس کے بعد تم کہیں زمین کے اندر گھس گئے۔ اے میرے بیٹے! مجھے خدشہ ہے کہ یہ دس بھیڑیے تمہارے دس بھائی نہ ہوں جن میں سے نو کہیں تم پر حملہ آور ہو جائیں اور دسواں ان سے تمہارا دفاع کر کے تمہاری جان بچا لے۔ لہٰذا میرے بیٹے خاموش رہنا۔ اپنے خواب کو مخفی رکھنا۔ ایسا نہ ہو کہ یہ خواب تمہارے لیے دکھ اور مصیبت کا باعث بن جائے"۔

اس خواب کے بعد یعقوبؑ حضرت یوسفؑ سے اور زیادہ محبت کرنے لگے اور ہر وقت انہیں اپنی نگاہوں کے سامنے رکھنے لگے۔ یوسفؑ کے دس بھائی تو پہلے ہی ان سے نالاں تھے کہ ان کی نسبت ان کے والد حضرت یعقوبؑ ان کے بھائی یوسفؑ سے زیادہ محبت کرتے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ وہ ان کے بھائی بنیامین کو بھی ہم پر ترجیح دیتے ہیں۔

اس حسد کی بنا پر وہ دس کے دس بھائی باہم مشورہ کرنے کے لیے ایک جگہ جمع ہوئے۔ پھر ان میں سے ایک نے باقی نو کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

"اے میرے بھائیو! ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارا باپ بہ نسبت ہمارے یوسفؑ اور ان کے حقیقی بھائی بنیامین سے زیادہ محبت کرتا ہے۔ حالانکہ ہم دس ہیں۔ ان سے بڑے ہیں اور گھر کا کام کاج سنبھالنے کی قوت اور استطاعت رکھتے ہیں جبکہ یوسفؑ اور بنیامین ابھی چھوٹے ہیں لہٰذا انہیں چھوٹے دو بھائیوں کی نسبت ہم سے زیادہ محبت کرنی چاہیے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارا باپ اس معاملے میں کھلی بے انصافی کر رہا ہے۔ اگر تم لوگ اپنے گھر میں اس کیفیت کو ختم کرنا چاہتے ہو تو آؤ کوئی ایسا حربہ کریں کہ اپنے باپ کو اس بات پہ رضامند کریں کہ کل جب ہم ریوڑ چرانے لے کر جائیں تو وہ یوسفؑ کو ہمارے ساتھ بھیج دے۔ پھر ہم یوسفؑ کو اپنے ساتھ لے کر یہاں سے اپنے ریوڑ چراتے ہوئے دور تک کی طرف نکل جائیں گے اور وہاں جا کر یوسفؑ کو قتل کر دیں گے۔ اس طرح جب یوسفؑ ہمارے راستے سے ہٹ جائے گا تو ہم اپنے باپ کی نظر عنایت حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے اور اگر ہم نے ایسا نہ کیا تو سن رکھو۔ اس گھر کے اندر ہماری کوئی عزت کوئی تکریم کبھی نہ ہوگی۔ اب اگر تم میں سے کسی کو اس تجویز سے اختلاف ہو تو کہے تاکہ اگر وہ کوئی بہتر تجویز رکھتا ہو تو اس پر عمل کیا جا سکے"۔

ان سب نے یک زبان ہو کر اس تجویز سے اتفاق کیا۔ لہٰذا وہ دس کے دس یعقوبؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ایک نے سب کی نمائندگی کرتے ہوئے ان سے کہا:

"اے ہمارے باپ! کیا بات ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ آپ کو یوسفؑ کے بارے میں ہم پر اطمینان اور بھروسہ نہیں ہے۔ حالانکہ ہم اس کے بھائی، ہمدرد اور خیر خواہ ہیں۔ ہماری آپ سے گزارش ہے کہ کل اسے آپ ہمارے ساتھ سیر و تفریح کے لیے بھیجیں کہ وہاں وہ ہمارے ساتھ آزادی کے ساتھ کھائے پیے اور کھیلے کودے۔ آپ مطمئن رہیں ہم سب بھائی اس پر نگاہ رکھیں گے اور مکمل طور پر اس کی حفاظت کریں گے"۔

جواب میں حضرت یعقوبؑ نے فرمایا:

"میں یوسفؑ کو یوں باہر بھیجنا دو وجہ سے پسند نہیں کرتا۔ اول تو یہ کہ مجھے اپنے اس نور نظر کے بغیر چین نہیں آتا۔ دوسرے مجھے یہ خطرہ ہے کہ جب تم اسے اپنے ساتھ لے جاؤ تو کہیں اس کی طرف سے غافل نہ ہو جاؤ اور اس کو کوئی بھیڑیا نہ کھا لے"۔

آپ کی اس بات کے جواب میں ان کے بیٹوں نے کہا:

"اے ہمارے باپ! آپ کا یہ خوف و خطرہ اور دھڑکا بھی عجیب ہے۔ آپ یہ تو سوچیں کہ ہم دس بھائیوں کی ایک جماعت ہیں اور سب مل کر اس کی خوب حفاظت کر سکتے ہیں۔ بس اگر ہم سب کے ہوتے ہوئے بھی ہمارے چھوٹے اور عزیز بھائی کو بھیڑیا کھا جائے تو پھر اے ہمارے باپ! ہمارا تو وجود ہی بے کار ہو گیا۔ پھر ایسی صورت میں ہم سے کسی اور کام کی کیا امید ہو سکتی ہے۔"

یوسفؑ کے بھائیوں کو گیارہ ستاروں، سورج اور چاند والے خوابؑ کا علم ہو چکا تھا اور وہ نہیں چاہتے تھے کہ اس کی تعبیر پوری ہو۔ اس لیے سب نے مل کر پورا زور لگایا کہ یعقوبؑ کسی بھی طرح یوسفؑ کو ان کے ساتھ بھیج دیں۔

یعقوبؑ نے اپنی پیغمبرانہ شان کے تحت اپنے بیٹوں کے سامنے اس بات کو نہ کھولا کہ مجھے یوسفؑ کے لیے اصل خطرہ تم ہی لوگوں کی طرف سے ہے اور وہ اس لیے کہ اول تو ان سے دس بیٹوں کی دل شکنی ہوتی اور دوسرے ان کے ایسا علانیہ کہہ دینے سے ممکن تھا دلوں میں دشمنی اور بڑھ جاتی اور اگر وہ اس وقت چھوڑ بھی دیتے تو بعد میں کسی اور بہانے سے ضرور یوسفؑ کو قتل کر دیتے۔ لہٰذا یعقوبؑ نے ان کو اجازت دیدی کہ کل وہ یوسفؑ کو ساتھ لے جائیں۔ تاہم اپنی تسلی اور اطمینان کے لیے اپنے بڑے اور پلوٹھے بیٹے روبن سے کہا:

"اے میرے بیٹے! اس یوسفؑ کو خصوصیت سے تیری نگرانی اور حفاظت میں دوں گا۔ تو ہر طرح سے اس کے آرام اور سکون کا خیال رکھنا۔ اس کی بھوک پیاس اور دوسری ضرورتوں کی پوری طرح سے خبرگیری کرنا اور اے میرے بیٹے! واپس لوٹنے میں دیر نہ کرنا اور یوسفؑ کو لے کر جلد آ جانا۔"

اس موقع پر یوسفؑ بھی موجود تھے اور وہ یہ ساری گفتگو سن رہے تھے۔ بہرحال روبن نے یعقوبؑ سے یوسفؑ کی حفاظت کا پختہ عہد کر لیا۔

دوسرے روز جب سارے بھائی یوسفؑ کو لے کر اور اپنے ریوڑ کو ہانکتے ہوئے گھر سے روانہ ہوئے تو یعقوبؑ بھی یوسفؑ کی خاطر گھر سے نکل کر تھوڑی دور ان کے ساتھ گئے۔ سب بھائی باری باری یوسفؑ کو اپنے کندھوں پر اٹھا کر لے جا رہے تھے۔ جب وہ یعقوبؑ کی نظروں سے اوجھل ہو گئے تو جس بھائی نے اس وقت یوسفؑ کو کندھوں پر اٹھا رکھا تھا اس نے انہیں زور سے زمین پر پٹک دیا۔ بے بسی اور لاچارگی میں یوسفؑ ان کے ساتھ پیدل چلنے لگے۔ کم سن ہونے کی وجہ سے جب یوسفؑ ان کا ساتھ دینے سے عاجز رہے تو ایک کے بعد

دوسرے بھائی کی پناہ لینی شروع کی لیکن کسی نے بھی ان کی مدد نہ کی بلکہ طنز سے کہنے لگے کہ تو نے جو گیارہ ستاروں اور چاند سورج کو اپنے آگے سجدہ کرایا تھا اب انہی کو پکار کہ وہ یہاں آ کر تیری مدد کریں۔ سب سے مایوس ہو کر یوسفؑ روبن کے پاس آئے اور کہا:

"اے میرے بھائی! آپ میری صغر سنی، کم سنی، کمزوری اور اپنے والدِ ضعیف کے حال پر رحم کریں۔ اور اپنے اس عہد کو یاد کریں جو مجھے ساتھ لانے کے سلسلے میں آپ نے اپنے باپ سے کیا تھا۔ آہ! آپ نے کتنی جلدی اس پیمان کو بھلا دیا۔"

یوسفؑ کی یہ گفتگو سن کر روبن کو رحم آیا اور اس کا دل بھر آیا۔ اس نے یوسفؑ کو تسلی دی اور شفقت سے کہا:

"تم فکرمند نہ ہو۔ جب تک میں زندہ ہوں یہ سب تجھے کوئی تکلیف اور دکھ نہ پہنچا سکیں گے۔"

اسی طرح یہ لوگ اپنے ریوڑ کو ہانکتے ہوئے دوتن کی طرف لے گئے۔ وہاں جا کر انہوں نے قصد کیا کہ یوسفؑ کو قتل کر دیا جائے اور ان کی خون آلود قمیض اتار لی جائے اور واپس جا کر یعقوبؑ کو پیش کر دی جائے۔ ان سے جا کر یہ کہا جائے کہ ہم باہم دوڑنے کا مقابلہ کرنے لگے تھے اور یوسفؑ کو ہم نے اپنے سامان کے پاس بٹھا رکھا تھا۔ اسی دوران ایک بھیڑیا وہاں آ گیا اور یوسفؑ کو کھا گیا۔ یوں یوسفؑ کا بھی خاتمہ ہو جائے گا اور یعقوبؑ کو بھی مطمئن کیا جا سکے گا۔

لیکن اس موقع پر خداوند تعالیٰ نے روبن کے دل میں رحم کی توفیق ڈال دی اور اس نے اپنے تمام بھائیوں کو مخاطب کر کے کہا:

"اے میرے بھائیو! کسی بے گناہ کا قتل یاد رکھو، جرمِ عظیم ہے۔ خدا سے ڈرو اور اپنے بھائی یوسفؑ کو جس سلامتی کے ساتھ گھر سے لائے ہو ایسے ہی اسے واپس بھی لے جاؤ۔ ہاں البتہ تم اس سے یہ عہد لے لو کہ تم نے اسے قتل کرنے کا جو منصوبہ بنایا ہے اس کی شکایت یہ گھر جا کر ہرگز نہ کرے گا۔"

روبن کی بات پر باقی بھائی سیخ پا ہو گئے اور ان میں سے ایک نے اس پر طنز کرتے ہوئے کہا:

"ہم جانتے ہیں کہ ایسی گفتگو سے تمہارا کیا مطلب ہے۔ اس طرح تم یہ چاہتے ہو کہ تم ہماری نسبت اپنے باپ کے دل میں زیادہ جگہ حاصل کر لو لیکن ہم ایسا ہرگز نہ ہونے دیں گے۔"

ایک دوسرے بھائی نے روبن سے کہا:

"سن رکھو۔ اگر تم نے ہمارے ہاتھوں یوسفؑ کو بچانے کی کوشش کی تو ہم سمجھیں گے کہ تم

ہمارے ارادے میں مزاحمت کرنے کی کوشش کر رہے ہو۔ ایسی صورت میں ہم تمہیں بھی یوسفؑ کے ساتھ ہی قتل کر دیں گے۔"

روبن نے جب دیکھا کہ وہ اپنے نو بھائیوں کے مقابلے میں اکیلا اور تنہا کچھ نہیں کر سکتا تو باپ سے کیے ہوئے وعدے کے مطابق یوسفؑ کی حفاظت کرنا بھی ضروری ہے تو اس نے انہیں ایک نیا مشورہ دیتے ہوئے کہا:

"سنو میرے بھائیو! اگر تم یہی طے کر چکے ہو کہ یوسفؑ کو ضائع کر دیا جائے تو پھر کوئی ضروری تو نہیں کہ اسے قتل ہی کر کے اپنی خواہش اور ارادوں کی تکمیل کی جائے۔ اس کے اور بھی ذرائع ہیں۔ سنو! غور سے سنو! دوتن کی اس وادی میں ایک پرانا اور قدیم کنواں ہے جس کے پانی کو اب صرف مسافر ہی استعمال کرتے ہیں۔ میں نے وہ کنواں دیکھ رکھا ہے۔ اس کنویں میں بہت سے جھاڑ نکل آئے ہیں جن میں سانپ، بچھو اور طرح طرح کے موذی جانور رہتے ہیں۔

تم ایسا کرو کہ یوسفؑ کو اس کنویں کے اندر ڈال دو۔ اگر اسے کسی سانپ نے ڈس کر اس کا کام تمام کر دیا تو تم لوگوں کی مراد پوری ہو جائے گی۔ اس طرح یوسفؑ کا خاتمہ بھی ہو جائے گا اور تم اس کا خون بہانے کے جرم سے بھی بری الذمہ ہو گے اور اگر اسے کسی موذی جانور نے نہ بھی ڈسا تو شاید ادھر سے گزرنے والا کوئی قافلہ جب پانی لینے کی غرض سے یہاں آئے تو اسے نکال کر اپنے ساتھ لے جائے۔ اس صورت میں بھی یوسفؑ سے تمہاری جان چھوٹ جائے گی اور تم لوگوں کو اس کے خون سے ہاتھ رنگنے کی نوبت نہ آئے گی۔"

تب سارے بھائی اس پر متفق ہو گئے کہ یوسفؑ کو قتل نہ کیا جائے بلکہ اس کی قمیض اتار کر اسے کنویں میں گرا دیا جائے۔ پھر ایک میمنہ ذبح کر کے اس کا خون یوسفؑ کی قمیض پر لگا کر یہ قمیض یوسفؑ کے اور اپنے باپ یعقوبؑ کو پیش کی جائے اور کہا جائے کہ یوسفؑ کو بھیڑیا کھا گیا ہے۔

تب انہوں نے یوسفؑ کی قمیض اتار کر انہیں کنویں میں پھینک دیا اور اس کنویں کی نگرانی کرنے لگے کیونکہ وہ اپنے ریوڑ چرانے کے لیے کئی کئی روز گھر سے باہر رہا کرتے تھے لہٰذا انہوں نے کنویں پر نگاہ رکھی کہ یوسفؑ کا کیا حشر ہوتا ہے۔

جس وقت یوسفؑ کو کنویں میں ڈالا گیا تو جبرائیلؑ حاضر ہوئے اور یوسفؑ کو دو طرح کی وحی کی۔

ایک یہ کہ آیندہ زمانے میں انہیں بھائیوں سے ملاقات کی خوشخبری دی کہ آیندہ دور میں جب وہ اپنے انہی بھائیوں سے ملیں گے تو بالا دست ہوں گے جس کی وجہ سے آپ ان کے ظلم و ستم کا ان سے مواخذہ کر سکیں گے۔ اور وہ سب اس معاملے سے بے خبر ہوں گے۔

دوسری وحی یہ تھی کہ یوسفؑ کو اس کنویں سے سلامتی کے ساتھ نکالے جانے کی بھی خوشخبری دی گئی۔ ساتھ ہی جبرائیل امینؑ نے حضرت ابراہیمؑ کو جنت سے ملنے والی وہ قمیض جو آپ کے بعد حضرت اسحٰقؑ کو ملی اور ان سے حضرت یعقوبؑ کو ملی اور انہوں نے اس قمیض کو برکت کی خاطر ایک نلکی میں بند کر کے یوسفؑ کے گلے میں ڈال دیا تھا تو جبرائیل امینؑ نے کنویں کے اندر اس نلکی میں سے وہ قمیض نکالی اور یوسفؑ کو پہنا دی۔

ایک دن وہ اس کنویں سے دور اپنے ریوڑ چرا رہے تھے تو ایسا ہوا کہ اسمٰعیلیوں اور مدیانیوں کا ایک تجارتی کارواں وہاں سے گزرا۔ یہ کارواں اسی کنویں کے پاس آ کر فروکش ہوا اور اپنے کچھ آدمی انہوں نے کنویں سے پانی نکالنے کو مقرر کیے۔ جب انہوں نے ڈول کنویں میں ڈالا تو اس کے ساتھ یوسفؑ باہر آ گئے۔ وہ لوگ بڑے خوش ہوئے کہ ایک غلام مفت میں ہاتھ آ گیا۔ انہوں نے اپنے جانوروں کو پانی پلایا خود بھی پیا۔ کچھ دیر سستائے اور کوچ کر گئے۔

اس تجارتی کارواں کے لوگ جلعاد[1] شہر سے تجارت کی غرض سے مصر جا رہے تھے۔ بہرحال یوسفؑ اس کنویں میں تین دن تک رہے۔ چوتھے دن وہ کارواں والوں کے ہاتھ لگ گئے۔

یوسفؑ کے بھائی اپنے ریوڑ چراتے ہوئے جب پھر اس کنویں کے پاس آئے تو سب سے بڑے بھائی روبن نے کنویں میں جھانک کر دیکھا۔ کنواں خالی تھا کیونکہ بھائیوں نے جب یوسفؑ کو کنویں کے اندر پھینکا تھا تو قدرتِ خداوندی سے آپ کو کوئی چوٹ نہ آئی تھی بلکہ آپ نے دیکھا کہ کنویں میں ایک چٹان ابھری ہوئی ہے لہٰذا یوسفؑ اس چٹان پر بیٹھ گئے لیکن اب روبن نے دیکھا کہ وہ پتھر خالی پڑا تھا اور یوسفؑ وہاں نہ تھے۔

تب روبن نے اپنا پیراہن چاک کیا اور رونے اور واویلا کرنے لگا۔ پھر اس نے اپنے دوسرے بھائیوں سے کہا:

۱۔ جلعاد (شرق اردن) کے کھنڈرات آج بھی دریائے اردن کے مشرق میں وادیٔ ایابک کے اندر موجود ہیں۔

ادھر مدینی اور اسمٰعیلی قافلے کے جس شخص نے یوسفؑ کو دوتن کے کنویں سے نکالا تھا اس کا نام مالک بن دعبر تھا۔ وہ اس تجارتی کارواں کے ساتھ یوسفؑ کو مصر لے گیا۔ یہ لوگ مصر کے دارالحکومت منفس شہر میں داخل ہوئے اور مالک بن دعبر نے یوسفؑ کو غلاموں کی منڈی میں فروخت کے لیے پیش کیا۔ اتفاق سے اس وقت مصر کا وزیرِ خزانہ قطفیر وہاں سے گزرا۔ اس کے ساتھ فوطیفرع نام کا ایک شخص تھا جو منفس کے اونامی معبد کا پجاری تھا۔

قطفیر کی نگاہ یوسفؑ پر پڑی تو اس نے اپنے ساتھی پجاری کو مخاطب کر کے کہا:

"اے فوطیفرع! اس بچے کی طرف دیکھ کہ کیسا حسین و پُرکشش ہے۔ میں نے اپنی زندگی میں کم از کم ایسا حسین و جمیل لڑکا کبھی نہیں دیکھا۔"

فوطیفرع نے یوسفؑ کو دیکھا اور دیکھتا ہی رہ گیا۔ پھر وہ سنبھلا اور کہا:

"اے قطفیر! قسم مجھے رع دیوتا کی! یہ خوبصورتی اور حسن مجھے انسانی نہیں لگتا۔ کاش میں یہ جان سکتا کہ یہ لڑکا کون ہے۔ کہاں سے آیا ہے۔ اس کے ماں باپ کون اور کہاں ہیں اور اسے فروخت کرنے کے لیے غلاموں کے اس بازار میں کیوں لایا گیا ہے۔"

قطفیر اور فوطیفرع دونوں آگے بڑھے اور قطفیر نے یوسفؑ کے پاس کھڑے مالک بن دعبر کو مخاطب کر کے پوچھا:

"تمہارا نام کیا ہے؟"

مالک بن دعبر نے غور سے اس کی طرف دیکھا اور کہا:

"میرا نام مالک بن دعبر ہے۔"

قطفیر نے پھر سوال کیا:

"یہ لڑکا جو تم فروخت کرنے کے لیے اس بازار میں لائے ہو یہ مجھے کوئی غلام نہیں لگتا۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس کا تعلق کسی بڑے گھر سے ہو اور یہ کسی انتہائی شریف خاندان کا چشم و چراغ ہو جسے حالات کی گردش یہاں کھینچ لائی ہے۔ مجھے شبہ ہے تم اسے کہیں سے اغوا کر کے لائے ہو۔"

مالک بن دعبر نے کہا:

"یہ میرا غلام ہے اور میں اسے فروخت کرنے یہاں لایا ہوں۔ آپ نے لینا ہو تو لیں ورنہ میں اسے کسی اور کے ہاتھ نکال دوں گا۔ میں نے تو اسے فروخت ہی کرنا ہے۔"

اس دوران بہت سے لوگ وہاں جمع ہو گئے اور یوسفؑ کو خریدنے کے لیے ان کی بولی لگانے لگے

"اے میرے بھائیو! یوسفؑ تو اس کنویں میں نہیں ہے۔ اب میں کہاں جاؤں اور اپنے باپ کو اس کے بارے میں کیا جواب دوں"۔

پھر ان سب نے مل کر مشورہ کیا۔ ایک مینڈھا انہوں نے ذبح کیا اور یوسفؑ کی وہ قمیص جو کنویں میں ڈالنے سے پہلے انہوں نے اتاری تھی، کو اس خون میں ڈبویا اور اپنے ریوڑ ہانکتے ہوئے گھر کی طرف روانہ ہو گئے۔

رات کے قریب سارے بھائی روتے ہوئے اپنے گھر کے پاس آئے۔ ان کے رونے کی آوازیں سن کر یعقوبؑ اور ان کی بیوی لیاہ باہر نکل آئے اور اپنے بیٹوں سے پوچھا:

"کیا تمہارے ریوڑ پر کسی نے حملہ کیا ہے۔ اور یوسفؑ کہاں ہے؟"

ان میں سے ایک نے کہا:

"اے ہمارے باپ! ہم نے آپس میں دوڑ لگائی اور یوسفؑ کو اپنے سامان کے پاس چھوڑ دیا۔ اس دوران ایک بھیڑیا نمودار ہوا اور حملہ آور ہو کر یوسف کو کھا گیا۔ اے ہمارے باپ! ہم خواہ کتنے ہی سچے کیوں نہ ہوں آپ ہماری بات کا اعتبار اور یقین نہیں کریں گے۔ یہ دیکھیے آپ کے اعتبار کی خاطر ہم اپنے بھائی کا خون آلود کرتہ اپنے ساتھ لائے ہیں۔"

ساتھ ہی انہوں نے یوسفؑ کا خون آلود کرتہ بھی پیش کر دیا جو مینڈھے کے خون میں انہوں نے بھگو لیا تھا۔

یعقوبؑ نے یوسفؑ کے اس کرتے کو غور سے دیکھا اور اپنے بیٹوں کا جھوٹ ان پر ثابت ہو گیا کیونکہ کرتہ کہیں سے پھٹا ہوا نہ تھا۔ وہ ایسا کرنا بھول گئے تھے کہ خون لگانے کے ساتھ ساتھ کرتے کو بھی پھاڑ دیتے تاکہ بھیڑیے کا کھانا ثابت ہو جاتا۔

یوسفؑ کے صحیح و سالم کُرتے کو دیکھ کر یعقوبؑ نے آہ بھر کر فرمایا:

"آہ میرے بیٹو! بھیڑیا کیسا حکیم اور عقلمند تھا کہ یوسفؑ کو اس نے اس طرح کھایا کہ اس کا کرتہ کہیں سے نہیں پھٹا۔ آہ! یہ بات تمہارے اپنے نفوس کی بنائی ہوئی ہے۔ اب میرے پاس اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں کہ میں اس پر صبر کروں اور جو کچھ تم کہتے ہو اس پر میں اپنے رب سے مدد مانگوں۔"

اور یوسفؑ کے اس کرتے کو لے کر غمزدہ سے سر جھکائے گھر کے اندر چلے گئے۔

○

قطفیر نے بجاری فوطیفرع کی طرف دیکھا اور کہا:

"کچھ بھی ہو۔ میں اسے ہر حالت میں خریدوں گا۔ میری کوئی اولاد نہیں۔ میں اسے اپنا بیٹا بنا کر رکھوں گا۔"

سو قطفیر نے سب سے بڑھ کر بولی[1] دی اور یوسفؑ کو خرید لیا۔

یوسفؑ کو خرید کر قطفیر اپنے گھر کی طرف روانہ ہوا۔ راستے میں بجاری فوطیفرع علیحدہ ہو کر اپنے اون نام کے معبد کی طرف چلا گیا۔ قطفیر یوسفؑ کے ساتھ اپنی شاندار حویلی میں داخل ہوا۔ اس کی بیوی راعیل[2] نے جو دیکھا کہ اس کا شوہر قطفیر ایک انتہائی خوبصورت اور حسین لڑکے کو ساتھ لایا ہے تو وہ حویلی کے صحن میں آئی اور پوچھا:

"یہ لڑکا کون ہے جسے تم اپنے ساتھ لاتے ہو۔"

قطفیر نے کہا:

"یہ لڑکا عبرانی ہے۔ اسے میں غلاموں کی منڈی سے خرید کر لایا ہوں۔ تو اس کا بہترین خیال رکھنا۔ رہنے کے لیے اسے عمدہ جگہ مہیا کرو۔ اسے عام غلاموں کی طرح نہ رکھنا۔ اس کی ہر ضرورت کا انتظام کرنا۔ یہ لڑکا ہمارے بڑے کام آئے گا اور اسے ہم اپنا بیٹا بنا لیں گے۔ مجھے امید ہے کہ اس سے متعلق میں نے جو قیافہ اور اندازہ لگایا ہے وہ غلط ثابت نہ ہو گا۔"

قطفیر کی بیوی راعیل جو خود بھی بے انتہا خوبصورت تھی، اس نے اپنے شوہر کی ان باتوں سے اتفاق کیا۔

پھر ان دونوں میاں بیوی نے یوسفؑ کو اپنی حویلی کے سارے کمرے دکھائے۔ یوسفؑ نے دیکھا حویلی کے ہر کمرے میں مصر کے سب سے بڑے دیوتا رع کے بت پڑے ہوئے تھے۔ پھر حویلی کا ماحول بھی ان کے لیے کچھ نیا نیا تھا کیونکہ کنعان جہاں یوسفؑ اپنے باپ اور بھائیوں کے ساتھ رہا کرتے تھے وہاں تو چند ہی آزاد قبائل تھے جو وقتاً فوقتاً ہجرت کرتے رہتے تھے اور بعض قبائل نے مختلف علاقوں میں سکونت

۱۔ یوسفؑ کی خریداری کے لیے طرح طرح کی قیمت لگائی گئی۔ کسی نے آپ کے وزن کے برابر سونا کسی نے مشک اور کسی نے ریشم دینے کی پیشکش کی پر قطفیر خریدنے میں کامیاب رہا۔

۲۔ قرآن مقدس اور توریت میں اس کے نام کا کہیں ذکر نہیں۔ ہاں یہودیوں کی کتاب تلمود میں اسے زلیخا بھی لکھا گیا ہے۔

اختیار کر کے وہاں چھوٹی چھوٹی ریاستیں بھی بنا لی تھیں۔ اس سرزمین میں یوسفؑ کو جو تربیت مل تھی اس میں بدویانہ زندگی کے محاسن اور خانوادۂ ابراہیمی کی خدا پرستی کے عناصر بھی شامل تھے۔

لیکن خداوند تعالیٰ اس وقت کے سب سے زیادہ متمدن اور ترقی یافتہ ملک مصر میں ان سے جو کام لینا چاہتا تھا اور اس کے لیے جس واقفیت، تجربے، بصیرت کی ضرورت تھی اس کا موقع بدوی زندگی میں نہ تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے یہ انتظام فرمایا کہ انہیں مصری سلطنت کے ایک بڑے عہدیدار کے ہاں پہنچا کر آپ کی تربیت کا عمدہ ترین انتظام کیا۔

بہر حال قطفیر نے حضرت یوسفؑ کو اپنے پاس رکھا۔ جب اس نے دیکھا کہ یوسفؑ کے آنے سے اس کے گھر میں برکت اور کشائش آ گئی ہے تو وہ اپنی اس خریداری پر بڑا خوش ہوا۔ پھر اس نے یہ بھی دیکھا کہ یوسفؑ جس کام میں بھی ہاتھ ڈالتے ہیں خدا انہیں اقبال مند کرتا ہے لہٰذا وہ جان گیا کہ خدا یوسفؑ کے ساتھ ہے۔ تب یوسفؑ قطفیر کی نظروں میں مقبول ہوئے۔ اس نے انہیں اپنے گھر کا مختار بنا کر سب کچھ انہیں سونپ دیا۔ اس پر خدا نے قطفیر کے گھر میں یوسفؑ کی خاطر اور زیادہ برکت رکھی اور اس کی سب چیزوں میں جو گھر اور کھیت میں تھیں خدا کی طرف سے اور زیادہ برکت ہونے لگی سو اس نے سب کچھ یوسفؑ کے ہاتھ میں دے دیا اور سوائے اس روٹی کے جو وہ کھاتا تھا اس نے ہر چیز کی نگرانی ختم کر دی۔ اس طرح یوسفؑ قطفیر کے گھر ایک عمدہ ماحول میں پرورش پانے لگے۔

○

ہندوستان میں نووارد آریوں نے ہندوستان کے مقامی باشندوں یعنی دراوڑوں کے خلاف جو سازش تیار کی تھی اس میں وہ مکمل طور پر کامیاب دکھائی دے رہے تھے۔ انہوں نے دراوڑوں کے دس بادشاہوں کو آپس میں لڑا کر پہلے ہی کمزور کر دیا تھا۔ اب انہوں نے اپنی عسکری قوت کو مضبوط و مربوط کیا

۱۔ عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ دنیا میں تین آدمی انتہائی عقلمند اور قیافہ شناس ثابت ہوئے ایک قطفیر کہ اس نے یوسفؑ کو خرید کر اپنے ہاں رکھا۔ دوسرے شعیبؑ کہ موسیٰؑ کو اپنے ہاں رکھ کر اپنا داماد بنا لیا اور تیسرے حضرت ابوبکر صدیقؓ کہ اپنے بعد انہوں نے حضرت عمرؓ کو خلیفہ بنایا۔

اس کے بعد انہوں نے دراوڑوں کی ریاستوں پر عام حملہ بول دیا۔ وہ موہنجو داڑو، ہڑپہ اور دراوڑوں کے دیگر بڑے شہروں کو تہس نہس اور زیروزبر کرنے کے بعد پنجاب میں یلغار کرتے ہوئے بھارت کی ریاست تک جا پہنچے تھے۔ بادشاہوں اور وزیروں کو انہوں نے قتل کر دیا۔ بھارت کا بادشاہ سوداس بھی مارا گیا۔ مشرق کی طرف بھارت نام کی یہ آخری ریاست تھی جس پر آریوں نے قبضہ کر لیا۔ وقتی طور پر انہوں نے اپنی پیش قدمی کو یہیں پر روک لیا اور مزید آگے جانے سے پہلے وہ اپنی عسکری قوت کو اور مضبوط کرنا چاہتے تھے۔

ان مفتوحہ علاقوں کے اندر آریوں نے کوئی مضبوط مرکزی حکومت قائم نہ کی بلکہ ان علاقوں کو ریاستوں کی صورت میں ان کے بڑے بڑے سالاروں نے آپس میں بانٹ لیا اور ان پر حکومت کرنے لگے۔

بھارت کی ریاست پر سترو نام کا ایک آرین سپہ سالار قابض ہو کر حکمران بن گیا تھا۔ اسی نے بھارت کے بادشاہ سوداس کو قتل کیا تھا اور پھر سوداس کی ایک بھتیجی سے شادی کر لی جس کا نام گومتی تھا۔ گومتی چونکہ داسیو، انیما اور رام کی چچا زاد بہن تھی لہٰذا اس نے ان تینوں بہن بھائیوں کو محل کے ایک خفیہ تہ خانے میں چھپا دیا تھا اور ان کا پورا خیال رکھ رہی تھی۔ اسے یقین تھا کہ اگر اس کے شوہر سترو کو خبر ہو گئی کہ داسیو، انیما اور رام مرنے والے بادشاہ سوداس کی اولاد ہیں تو وہ ان تینوں کو قتل کر دے گا۔ اس لیے اس نے ان تینوں کو تہ خانے میں محفوظ کر دیا تھا۔

عارب، یافان، بیوسا اور بنیطہ کی ذات پر اس انقلاب سے کوئی فرق نہ آیا تھا۔ نئے بادشاہ سترو کو جب ان کے احوال کی خبر ہوئی تو وہ بھی سوداس کی طرح ان کی عزت افزائی کرنے لگا تاہم یوناف پہلے کی طرح پنجرے میں بند تھا اور لوگ اسے پتھر مار کر اپنی مرادیں پوری کر رہے تھے۔

سترو نے مندروں اور دھرم کا کام کرنے والوں کو کوئی نقصان نہ پہنچایا تھا لہٰذا اوشا دیوی کا مندر دریائے سرسوتی کے کنارے ویسے کا ویسا ہی رہا۔ اور اس کے اندر کام کرنے والے پجاری اور دیوداسیاں بھی معمول کے مطابق کام کرتی رہیں۔ تاہم مندر کا بڑا پجاری بھرنگ چونکہ برکت کی خاطر سوداس کے لشکر میں شامل تھا لہٰذا وہ جنگ میں اس کے ساتھ ہی مارا گیا تھا اور اب ہرشنا نام کے ایک پجاری کو اوشا مندر کا بڑا پجاری بنا دیا گیا تھا۔

آریوں کے ہاں کسی بیوہ عورت کو دوسری شادی کرنے کی اجازت نہ تھی اور بیواؤں کے لیے وہ ودوا آشرم تعمیر کر دیتے تھے۔ تاکہ بیوائیں ان کے اندر رہ کر اپنی زندگی کے باقی دن گزار دیں۔ جب بھارت شہر میں بھی سترو کے حکم سے ودوا آشرم تعمیر ہوا تو گومتی اپنی چچا زاد بہن داسیو کو

نکال کر تہ خانے سے باہر لے آئی۔ اسے اپنی ایک بیوہ سہیلی ظاہر کیا جبکہ انیما اور رام دیو کو اس نے داسیو کی بیٹی اور بیٹا بتا کر ودوا آشرم میں منتقل کر دیا اور وہاں وہ تینوں ماں، بیٹی اور بیٹے کی حیثیت سے زندگی بسر کرنے لگے۔

○

قطفیر کے پاس رہتے ہوئے حضرت یوسفؑ جوان ہو گئے۔ یہاں تک کہ قطفیر کی بیوی راعیل نے ان کو گناہ اور بدی میں ملوث کرنے کا ارادہ کر لیا۔ کیونکہ یوسفؑ انتہائی حسین تھے اور وہ آپ کو پسند کرنے لگی تھی۔

ایک روز جب قطفیر گھر سے باہر تھا تو جس کمرے میں یوسفؑ تھے وہ اس کمرے میں داخل ہوئی اور اس کے سارے دروازے اندر سے بند کر دیے۔ پھر یوسفؑ کو اس نے بدی اور گناہ کی دعوت دی۔ آپ نے یہ صورتحال دیکھ کر فرمایا:

"اے خاتون! تیرے شوہر نے میری پرورش کی۔ مجھے اچھا ٹھکانا دیا۔ وہ میرا محسن ہے اور میں اس کے گھر کا امین اور محافظ ہوں۔ پھر کیونکر اس کے حرم پر میں دست درازی کروں گا۔ یہ ظلم ہے اور خوب سمجھ لو کہ ظلم کرنے والے کبھی فلاح نہیں پاتے"۔

قطفیر کی بیوی نے آپ کو الجھانے کی خاطر پھر کہا:

"آپ کے بال کس قدر حسین ہیں"۔

یوسفؑ نے فرمایا:

"یہ بال موت کے بعد سب سے پہلے جسم سے علیحدہ ہو جائیں گے"۔

راعیل پھر بولی:

"آپ کی آنکھیں کس قدر حسین ہیں"۔

آپ نے فرمایا:

"موت کے بعد یہ پانی ہو کر میرے چہرے پر بہ جائیں گی"۔

تیسری بار راعیل نے کہا:

"آپ کا چہرہ کس قدر حسین و جمیل ہے"۔

یوسفؑ نے فرمایا:

"اے خاتون! یہ سب مٹی کی غذا ہے"۔

یوسفؑ نے بچنے کی انتہائی کوشش کی لیکن راعیل نے مصمم ارادہ کر لیا تھا کہ انہیں بدی اور گناہ میں ملوث کر کے رہے گی اور وہ بڑی بے باکی سے آپ کی طرف بڑھی مگر آپ کے قریب آنے سے قبل کمرے میں موجود رائج دیوتا کے بت پر کپڑا ڈال دیا۔

یوسفؑ نے پوچھا:

"اے خاتون! تو نے اس بت پر کپڑا کیوں ڈال دیا"۔

راعیل نے کہا:

"یہ میرا معبود ہے اور اس کے سامنے گناہ کرنے کی میں ہرگز جرأت نہیں کر سکتی"۔

آپ نے فرمایا:

"واللہ! میرا معبود تو اس سے بھی زیادہ حیا کا مستحق ہے"۔

اس موقع پر خدائے بزرگ و برتر نے یوسفؑ کے ذہن میں اپنے والد حضرت یعقوبؑ کا چہرہ روشن کر دیا۔ اس حالت میں کہ یعقوبؑ انگلی دانتوں میں دبائے یوسفؑ کو متنبہ کر رہے ہیں اور جب آپ نے کمرے کی چھت کی طرف نگاہ کی تو وہاں لکھا نظر آیا کہ:

"زنا کے قریب نہ جاؤ کہ یہ بہت بڑی بے حیائی اور قہرِ خداوندی کا سبب ہے"۔

ان حالات میں یوسفؑ کمرے کے دروازے کی طرف بھاگے تاکہ اسے کھول کر باہر نکل جائیں اور راعیل کی کھلی دعوت گناہ سے بچ جائیں۔ لیکن راعیل بھی ان کے پیچھے بھاگی اور جب اس نے آپ کو پیچھے سے پکڑنا چاہا تو اس کے ہاتھ میں آپ کی قمیض آ گئی اور زور لگا کر جب یوسفؑ نے اپنا آپ چھڑانا چاہا تو آپ کی قمیض پھٹ گئی اور اس کا پھٹا ہوا حصہ راعیل کے ہاتھ میں رہ گیا۔

بہرحال آپ بھاگتے ہوئے کمرے سے باہر نکل گئے اور ان کے پیچھے ہی راعیل بھی جب کمرے سے باہر آئی تو اس نے دیکھا کہ سامنے قطفیر کھڑا تھا۔ شاید وہ ابھی ابھی باہر سے لوٹ کر آیا تھا۔ راعیل نے اپنے شوہر کو دیکھا تو فوراً پینترا بدل گئی اور یوسفؑ کی پھٹی ہوئی قمیض کا ٹکڑا جو اس کے ہاتھ میں تھا اس نے قطفیر کو دکھاتے ہوئے اپنی پاکدامنی ظاہر کرنے کے لیے اور یوسفؑ پر بہتان لگانے کی خاطر استفہامیہ انداز میں کہا:

"جو شخص تمہاری بیوی کے ساتھ بُرے کام کا ارادہ کرے اس کی سزا اس کے علاوہ اور کیا ہو گی

کہ اسے قید میں ڈال دیا جائے یا پھر اسے سخت جسمانی سزا دی جائے"۔

یوسفؑ اپنی پیغمبرانہ شرافت کی بنا پر غالباً راعیل کا راز فاش نہ کرتے مگر جب راعیل نے خود ہی پہل کرتے ہوئے یوسفؑ پر تہمت لگا دی تو مجبور ہو کر آپ نے قطفیر سے کہا:

"یہی مجھ سے اپنا مطلب نکالنے کے لیے مجھے پھسلا اور ورغلا رہی تھی"۔

یہ معاملہ بڑا نازک تھا اور قطفیر کے لیے اس موقع پر اس کا فیصلہ کرنا انتہائی سخت اور دشوار ہو رہا تھا کہ دونوں میں سے کسے سچا جانے جبکہ شہادت اور ثبوت کوئی نہ تھا لہٰذا وہ یوسفؑ اور راعیل کو ساتھ والے کمرے میں لے گیا جہاں اس کمرے میں راعیل کے کسی عزیز کا ایک بچہ گہوارے میں پڑا ہوا تھا۔ وہاں جب یہ معاملہ زیرِ بحث آیا تو خداوند تعالیٰ نے یوسفؑ کو رسوائی سے بچانے کے لیے ایک معجزانہ انتظام کیا۔ بالکل ایسے ہی جیسے اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبروں کو گناہ سے بچا لیتے ہیں اور انہیں معصوم و محفوظ رکھتے ہیں۔

خداوند کریم نے گہوارے میں پڑے بچے کو معجزانہ طور پر گویائی عطا کر کے یوسفؑ کی عزت و عصمت کی حفاظت کی۔ بالکل اسی انداز میں جس طرح مریمؑ پر لوگ تہمت باندھنے لگے تو صرف ایک دن کے بچے عیسیٰؑ کو حق تعالیٰ نے گویائی عطا کر کے ان کی زبان سے ان کی والدہ کی پاکیزگی اور تقدس کا اظہار کر دیا۔ جس طرح موسیٰؑ پر فرعون کو شبہ ہوا تو فرعون کی بیوی آسیہ کے بال سنوارنے والی عورت کی چھوٹی بچی کو گویائی عطا کر کے موسیٰؑ کو بچپن میں فرعون کی سزا اور عقوبت سے بچا لیا۔ لہٰذا جب قطفیر نے اس کمرے میں یوسفؑ اور راعیل کے اس معاملے پر بحث شروع کی تو یوسفؑ کو رسوائی سے بچانے کے لیے مولا کریم نے گہوارے میں پڑے ہوئے بچے کو گویائی عطا کر دی اور اس نے بلند آواز میں قطفیر کو مخاطب کرتے ہوئے فیصلہ کن آواز میں کہا:

"اے قطفیر! ان کا کرتہ دیکھو کہاں سے پھٹا ہوا ہے۔ اگر ان کا کرتہ آگے سے پھٹا ہوا ہے تو یہ عورت سچی ہے اور یہ جھوٹے اور اگر ان کا کرتہ پیچھے سے پھٹا ہوا ہے تو یہ سچے ہیں اور عورت جھوٹی ہے"۔

اس بچے کے یوں بولنے پر ہی قطفیر سمجھ گیا کہ یوسفؑ کی برأت ظاہر کرنے کے لیے خرقِ عادات صورت پیش آ رہی ہے۔ پھر اس بچے کے کہنے کے مطابق جب اس نے یہ بھی دیکھ لیا کہ یوسفؑ کا کرتہ پیچھے سے پھٹا ہوا ہے تو اسے یقین ہو گیا کہ اس کی بیوی راعیل گناہ گار اور قصوروار ہے اور یہ کہ یوسفؑ اس جرم سے بری ہیں۔ لہٰذا اس پر یوسفؑ کی بے گناہی اور معصومیت پوری طرح عیاں ہو گئی اور

اس کے دل میں یوسفؑ کی عزت پہلے سے بھی بڑھ گئی۔

پھر قطفیر نے غصے سے راعیل کو مخاطب کر کے کہا:

"یہ سب تمہارا مکر و حیلہ ہے کہ اپنی خطا تم دوسرے کے سر ڈالنا چاہتی ہو۔ یقیناً عورتوں کا مکر اور حیلہ ایسا بُرا ہے کہ اسے سمجھنا اور اس سے نکلنا آسان نہیں ہے کیونکہ ان کا ظاہر نرم و نازک اور ضعیف ہوتا ہے کہ دیکھنے والے کو ان کی بات کا یقین آجاتا ہے"۔

پھر اس نے یوسفؑ سے کہا:

"اے یوسفؑ! تم اس واقعے کو نظر انداز کر دو اور یہ معاملہ کسی اور سے نہ کہنا کہ میری بدنامی اور رسوائی کا سبب نہ بنے۔ میں جانتا ہوں مجھ پر ثابت ہو گیا ہے کہ تم سچائی پہ ہو"۔

پھر قطفیر نے اپنی بیوی راعیل سے کہا:

"تم یوسفؑ سے اپنے اس رویّے کی معافی مانگو"۔

اس طرح یہ معاملہ قدرے رفع دفع تو ہو گیا لیکن چھپانے کے باوجود یہ درباری عورتوں کے اندر پھیل گیا اور ان عورتوں نے اعلانیہ راعیل کو لعن طعن شروع کر دی اور کہنے لگیں کہ:

"دیکھو راعیل کی طرف یہ کیسی حیرت اور افسوس کی بات ہے کہ قطفیر کی بیوی کی حیثیت سے اتنے بلند مرتبے پہ ہونے کے باوجود اس نے اپنی ذات کو اپنے ایک غلام کے ساتھ ملوث کرنے کی کوشش کی ہے"۔

راعیل نے جب ان عورتوں کی باتیں سنیں تو اس نے ان عورتوں کی اس دھتکار سے چھٹکارا پانے کے لیے ایک تدبیر سوچی اور اپنے گھر میں ان سب عورتوں کی دعوت کر دی۔

جب یہ عورتیں راعیل کی دعوت پہ اس کے گھر آئیں تو راعیل نے انہیں انواع و اقسام کے پھل پیش کیے اور ہر ایک کے سامنے ایک چاقو بھی رکھ دیا۔ جب دعوت کا سارا انتظام مکمل ہو گیا اور دعوت شروع ہو گئی تو عورتوں نے پھل کاٹ کاٹ کر کھانے شروع کیے۔ تب راعیل نے آواز دے کر یوسفؑ کو وہاں بلایا۔ جب یوسفؑ عورتوں کے سامنے آئے تو ان کا حسن و جمال دیکھ کر وہ حیران و ششدر رہ گئیں۔ ان کے لیے یہ ایسا حیرت انگیز لمحہ تھا کہ پھل کاٹتے ہوئے ان عورتوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لیے کیونکہ یوسفؑ کا حسن دیکھ کر ان کا دھیان بٹ گیا تھا۔

پھر وہ سب عورتیں یک زبان چلا پڑیں:

"حاشا! یہ کوئی بشر نہیں بلکہ کوئی بزرگ فرشتہ ہے اور ہم نے اپنی زندگیوں میں ایسا پُر جمال اور نورانی چہرہ نہیں دیکھا"۔

یوسفؑ کو دیکھ کر جو حالت ان عورتوں کی ہوئی اسے دیکھ کر راعیل نے خوش ہو کر ان عورتوں کو مخاطب کر کے کہا:

"دیکھ لو۔ یہی ہے وہ جوان جس کے بارے میں تم مجھے برا بھلا کہتی تھیں اور واقعی میں نے اس سے اپنا مطلب نکالنے کی خواہش کی تھی مگر یہ پاک صاف رہا۔ تاہم اس نے آئندہ بھی اگر میرا کہا نہ مانا تو بے شک زندان میں جائے گا اور بے عزت بھی ہو گا"۔

راعیل نے جب دیکھا کہ اس کا راز ان عورتوں پر ظاہر ہو چکا ہے تو وہ ان کے سامنے یوسفؑ کو ڈرانے دھمکانے لگی۔ اس موقع پر ان عورتوں نے بھی راعیل کی بھرپور طرف داری کی اور یوسفؑ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

"راعیل تمہاری محسن ہے لہٰذا تمہیں اس کو انکار نہیں کرنا چاہیے"۔

یوسفؑ نے جب دیکھا کہ ساری عورتیں بھی راعیل کی موافقت اور تائید میں بول رہی ہیں اور ان کے مکر و فریب سے بچنے کی کوئی تدبیر نہیں تو آپ نے اپنے ربّ کی طرف رجوع کیا اور گڑگڑا کر اپنے ربّ العزت سے دعا کی کہ:

"اے میرے پالنے والے! یہ عورتیں مجھے جس کام کی طرف دعوت دیتی ہیں اس سے تو مجھے جیل خانہ زیادہ پسند ہے۔ اگر تو ہی ان کے داؤ پیچ کو مجھ سے رفع نہ کرے گا تو ممکن ہے میں ان کی طرف مائل ہو جاؤں اور ناوانی کا کام کر بیٹھوں"۔

یوسفؑ کا یہ کہنا کہ جیل خانہ مجھے پسند ہے کوئی قید و بند کی طلب اور خواہش نہ تھی بلکہ گناہوں کے مقابلے میں دنیوی مصیبت کو آسان سمجھنے کا اظہار تھا۔

اللہ تعالیٰ نے یوسفؑ کو ان عورتوں کے جال سے بچانے کے لیے یہ سامان کر دیا کہ قطفیر اور اس کے دوستوں کو اگرچہ یوسفؑ کی بزرگی، تقویٰ اور طہارت کی کھلی نشانیاں دیکھ کر ان کی بزرگی و پاکی کا یقین ہو چکا تھا مگر شہر میں اس واقعے کا چرچا ہونے لگا تھا لہٰذا اس چرچے، بدنامی اور رسوائی کو ختم کرنے کی خاطر انہیں یہی مصلحت نظر آئی کہ یوسفؑ کو جیل میں بند کر دیا جائے تاکہ اپنے گھر میں ان شبہات کا کوئی موقع بھی باقی نہ رہے اور لوگوں کی زبان سے اس کا چرچا بھی ختم ہو جائے۔

لہٰذا یوسفؑ کو زندان میں ڈال دیا گیا تاکہ بات پرانی ہو جائے اور یوسفؑ بھی لوگوں کی نظروں سے اوجھل رہیں اور ان کا نام لے لے کر راعیل کو دھتکارنے اور ذلیل کرنے کا سلسلہ بھی مکمل طور پر سلب جائے۔

خداوند تعالیٰ نے زندان میں بھی یوسفؑ پہ کامل رحم فرمایا اور وہ اس طرح کہ زندان کے داروغہ کی نظر میں ان کو مقبول، پسندیدہ اور برگزیدہ بنا دیا۔ ان سب قیدیوں کو جو زندان میں تھے یوسفؑ کے ہاتھ میں سونپا۔ قیدی جو کچھ کرتے آپ ہی کے حکم سے کرتے اور داروغۂ زندان، ان تمام کاموں سے جو اس کے ذمے تھے، یوسفؑ کی وجہ سے بے فکر سا ہو گیا تھا۔ اس لیے کہ آپ جو بھی کام کرتے اللہ اس میں برکت اور اقبال مندی ڈال دیتا تھا جس کی بنا پر داروغہ آپ پر مکمل بھروسہ کرنے لگا تھا۔

ایک دن اس زندان میں دو قیدی لائے گئے۔ ان میں سے ایک مصر کے بادشاہ[1] ریّان بن اسید کا ساقی اور دوسرا اس کا نانبائی تھا۔ ان دونوں کا جرم یہ تھا کہ ریّان بن اسیّد کی ایک بہت بڑی دعوت کے موقع پر نانبائی کی تیار کردہ روٹیوں میں کرکراہٹ پائی گئی تھی اور ساقی نے جو شراب تیار کی تھی اس میں سے مکھی نکل آئی تھی۔

یہ دونوں بھی یوسفؑ سے بے پناہ محبت کرنے لگے تھے کیونکہ انھوں نے دیکھا تھا کہ یوسفؑ اپنے پیغمبرانہ اخلاق اور رحمت و شفقت کے سبب سب قیدیوں کی دلگیری اور خبرگیری کرتے تھے جو بیمار ہو جاتا اس کی عیادت کرتے جیسے ہی کسی کو غمگین اور افسردہ دیکھتے اسے تسلی دیتے۔ صبر کی تلقین کرتے اور رہائی کی امید دلا کر اس کا حوصلہ بڑھاتے۔ خود تکلیف اٹھا کر دوسروں کو آرام پہنچانے کی فکر کرتے۔ رات بھر خدا کے حضور عبادت میں مشغول رہتے۔ ان کے انہی اوصاف کی بنا پر زندان کے سب قیدی اور داروغہ آپ کی بزرگی اور راست بازی کے معتقد تھے۔

ایک روز جب آپ ربان بن اسید کے نانبائی اور ساقی سے ملنے گئے تو آپ نے دیکھا کہ وہ دونوں اداس، غمگین اور افسردہ سے تھے۔

آپ نے ان کی تسلی کے لیے پوچھا:

"تم دونوں یوں اداس اور محروم سے کیوں دکھائی دے رہے ہو؟"

ساقی نے کہا:

"آپ جانتے ہیں ہم ربان کے خدام میں سے ہیں اور آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ ہمیں کس جرم میں اس زندان میں ڈالا گیا ہے۔ اے ہمارے محسن اور مربی! ہم دونوں نے ایک ایک خواب دیکھا ہے۔ پر کوئی ہمیں اس کی تعبیر بتلانے والا نہیں ہے اس لیے ہم اداس ہیں۔"

ا۔ اس کا نام بعض محققین نے اپوفیس بھی لکھا ہے۔

یوسفؑ نے فرمایا:

"تم وہ خواب مجھ سے کہو۔ میں ان کی تعبیر بتاؤں گا۔"

تب ساقی نے اپنا خواب بیان کرتے ہوئے کہا:

"میں نے خواب میں دیکھا کہ انگور کی ایک بیل میرے سامنے ہے جس میں تین شاخیں ہیں اور ایسا لگتا ہے کہ اس بیل میں کلیاں لگیں۔ پھول آئے اور اس کے سب گچھوں میں پکے پکے انگور لگے اور مصر کے بادشاہ[1] کا پیالہ میرے ہاتھ میں ہے۔ میں نے ان انگوروں کو نچوڑ کر بادشاہ کے پیالے میں رس نکالا اور پھر وہ پیالہ میں نے اپنے بادشاہ کو تھما دیا۔"

ساقی خاموش ہوا تو یوسفؑ نے کہا:

"تمہارے خواب کی تعبیر یہ ہے کہ انگور کی بیل کی تین شاخیں جو تو نے دیکھیں وہ تین دن ہیں۔ سو سن! اب سے تین دن کے اندر بادشاہ تجھے سرفراز کرے گا۔ تیری رہائی کا حکم ہوگا اور دوبارہ وہ تجھے تیرے منصب پر بحال کر دے گا۔ لیکن جب تو خوشحال ہو جائے تو مجھے یاد رکھنا اور فرعون سے میرا ذکر کرنا اور اس زندان سے مجھے چھٹکارا دلانے کی کوشش کرنا کیونکہ عبرانیوں کے ملک سے مجھے یہاں لایا گیا ہے اور یہاں میں نے ایسا کوئی کام نہیں کیا جس کی پاداش میں زندان کے اندر رکھا جاؤں۔"

ساقی خوش ہوا اور اس نے وعدہ کیا کہ وہ رہائی کے بعد ضرور بادشاہ سے ان کا ذکر اور ان کی

ا۔ میں نے یہاں مصر کے بادشاہ کو فرعون نہیں لکھا کیونکہ مصر کے مقامی بادشاہ کو فرعون ان کے سب سے بڑے دیوتا رع کی نسبت سے کہا جاتا تھا لیکن ابراہیمؑ اور یوسفؑ کے زمانے میں مصری بادشاہ مقامی نہیں عرب تھے اور تاریخ میں چرواہے بادشاہ کہلاتے۔ یہ چونکہ رع دیوتا کو ملتے نہ تھے اس لیے فرعون نہ کہلاتے۔ قرآنِ مقدس میں جہاں موسےٰؑ کے وقت کے بادشاہ کو فرعون کہا گیا وہاں یوسفؑ کے زمانے کے بادشاہ کو کہیں فرعون نہیں کہا گیا کیونکہ موسےٰؑ کے وقت جو مصر کا بادشاہ تھا وہ مقامی تھا لہٰذا قرآنِ مقدس نے اسے فرعون کہہ کر پکارا۔ جن محققین اور مصنفین نے یوسفؑ کے وقت کے مصری بادشاہ کو فرعون کہہ کر پکارا اور لکھا ہے، میں سمجھتا ہوں وہ غلطی پہ ہیں۔

(مصنف)

رہائی کی کوشش کرے گا۔

اب نانبائی نے بھی اپنا خواب بیان کرتے ہوئے کہا:

’میں نے دیکھا کہ میرے سر پر سفید روٹیوں کی تین ٹوکریاں ہیں۔ اوپر کی ٹوکری میں ہر قسم کا پکا ہوا کھانا بادشاہ کے لیے ہے اور پرندے میرے سر پر رکھی ٹوکریوں میں سے کھا رہے ہیں۔‘

یوسفؑ نے اس کے خواب کی تعبیر بتاتے ہوئے کہا:

’تمہارے سر پر رکھی تین ٹوکریاں بھی تین دن ہیں۔ سو اب سے تین دن کے اندر بادشاہ تیرا سر تن سے جدا کر کے تجھے ایک درخت پر ٹنگوا دے گا۔ وہاں پرندے تیرا گوشت نوچ نوچ کر کھا جائیں گے۔‘

اور ایسا ہی ہوا۔

اس کے ٹھیک تین دن بعد مصر کے بادشاہ کی سالگرہ کا جشن تھا۔ جشن میں اس نے اپنے سارے خدام کو بھی بلوایا اور اس کے لیے زندانوں میں ڈالے گئے ساقی اور نانبائی کو بھی بلوایا۔ یوسفؑ کی بیان کردہ تعبیر کے مطابق بادشاہ نے ساقی کو اس کے منصب پر بحال کر دیا اور وہ پھر بادشاہ کے ہاتھ میں پیالہ دینے لگا۔ جبکہ نانبائی کو اس نے پھانسی دلوا دی اور اس کی نعش کو پرندے نوچ نوچ کر کھا گئے۔ پر ساقی بادشاہ سے یوسفؑ کا ذکر کرنا بھول گیا اور آپ زندان میں ہی پڑے رہ گئے۔

یوسفؑ کی طرف سے ساقی اور نانبائی کے خوابوں کی سچی تعبیر سے زندان کا داروغہ بڑا خوش ہوا اور ایک روز یوسفؑ کے پاس آیا اور ان سے اپنی محبت اور عقیدت کا اظہار کیا۔ جواب میں حضرت یوسفؑ نے اس سے فرمایا:

’خدا کے لیے مجھ سے محبت نہ کر کیونکہ جب بھی کسی نے مجھ سے محبت کی تو مجھ پر ضرور آفت آئی۔ بچپن میں میری پھوپھی کو مجھ سے بڑی محبت تھی اور اس محبت کی وجہ سے مجھ پر چوری کا الزام لگا۔ پھر جب باپ نے مجھ سے محبت کی تو اپنے ہی بھائیوں کے ہاتھوں میں کنوئیں میں قید ہوا اور پھر غلامی اور جلاوطنی میں مبتلا ہوا۔ اس کے بعد راعیل نے مجھ سے محبت کی اور تم دیکھتے ہو کہ اس کی محبت نے مجھے زندان میں ڈلوا دیا۔ اب کسی اور نے بھی مجھ سے محبت کی تو خدا معلوم میرا کیا انجام ہو گا۔‘

داروغہ نے منت کرنے کے انداز میں کہا:

’میں تو یہ جانتا ہوں کہ آپ اپنے بھائیوں کی سنگدلی کی وجہ سے اس شہر مفص میں آئے اور یہ بھی میرے علم میں ہے کہ قطفیر کی بیوی راعیل کی وجہ سے آپ کو اس زندان میں آنا پڑا لیکن اگر آپ زحمت محسوس نہ کریں تو مجھے اپنی پھوپھی کا واقعہ ضرور سنائیں تاکہ میں جانوں کہ کن حالات کی بنا پر آپ پر چوری کا الزام لگا۔ یوں مجھے آپ کے حالات سے مکمل طور پر آگاہی ہو جائے گی اور یہ میرے لیے ایک بہت بڑی سعادت ہو گی۔‘

یوسفؑ نے افسردہ سی آواز میں کہا:

’سنو، میں تم سے پورا واقعہ کہتا ہوں۔ ہوا یوں کہ میرے چھوٹے بھائی بنیامین کی پیدائش پر میری والدہ فوت ہو گئیں۔ میری پھوپھی پہلے ہی مجھ سے بے حد محبت کرتی تھیں۔ ماں کی وفات کے بعد ان کی محبت میں اور بھی اضافہ ہو گیا۔ انہوں نے یہ کہہ کر ہم دونوں بھائیوں کو ہمارے والد سے مانگ لیا کہ یہ دونوں ابھی چھوٹے ہیں لہٰذا ان کی پرورش میں خود کروں گی۔ میرے والد بھی دیوانگی کی حد تک مجھ سے محبت کرتے تھے لیکن کمسن ہونے کی وجہ سے وہ یہ بھی ضروری سمجھتے تھے کہ ہم دونوں بھائیوں کو کسی عورت کی نگرانی میں رکھا جائے لہٰذا انہوں نے ہم دونوں کو پھوپھی کے حوالے کر دیا۔

اب ہماری محبت میں پھوپھی کا یہ حال ہو گیا کہ وہ کسی بھی لمحہ ہمیں اپنی نظروں سے اوجھل نہ ہونے دیتی۔ جب میں خوب چلنے پھرنے اور بھاگنے دوڑنے کے قابل ہو گیا تو میرے والدِ محترم کا ارادہ ہوا کہ اب وہ مجھے اپنے ساتھ رکھیں۔ اس خواہش کا اظہار جب انہوں نے اپنی بہن اور ہماری پھوپھی سے کیا تو انہوں نے عذر پیش کیا کہ ابھی میں چھوٹا ہوں مگر میرے والدِ محترم نے اصرار کیا کہ اب وہ مجھے اپنے ہی پاس رکھیں گے۔

پھوپھی کی یہ حالت تھی کہ وہ میرے والدِ محترم کو انکار بھی نہ کر سکتی تھیں اور مجھے اپنے آپ سے علیحدہ بھی نہ کرنا چاہتی تھیں۔ سو وہ مجھے والدِ محترم کو واپس کرنے پر رضامند تو ہو گئیں لیکن ساتھ ہی انہوں نے میری محبت سے مجبور ہو کر ایک ایسی حرکت کر دی جس کی وجہ سے وہ مجھے دوبارہ واپس لینے میں کامیاب ہو گئیں۔

جب انہوں نے مجھے والدِ محترم کے پاس بھیجنے کے لیے مجھے تیار کیا۔ نہلایا دھلایا نئے کپڑے پہنائے تو ساتھ ہی انہوں نے میرے لباس کے نیچے کمر کے ساتھ وہ پٹکا بھی باندھ دیا جو میرے دادا اسحاقؑ کی طرف سے ان کو ملا تھا۔ یہ پٹکا ہمارے خاندان میں بڑا متبرک سمجھا جاتا تھا اور اس کی بڑی تعظیم اور تکریم کی جاتی تھی۔ کمر سے پٹکا باندھنے کے بعد مجھے پھوپھی نے والدِ محترم کی طرف روانہ کر دیا اور ساتھ ہی یہ اعلان بھی کر دیا کہ خاندان کا وہ قیمتی اور متبرک پٹکا گم ہو گیا ہے۔ آخر تلاشی لی گئی اور میری کمر کے ساتھ بندھا ہوا وہ پٹکا مل گیا۔ لہٰذا مجھ پر چوری کا الزام لگ گیا۔

گویا پھوپھی کی محبت بے پناہ نے مجھے اپنے پاس رکھنے کے لیے جو تدبیر کی اس بنا پر

چوری نہ کرنے کے باوجود مجھ پہ چوری کا الزام لگ گیا۔

اے داروغۂ زندان! میرے والدِ محترم کی شریعت کے مطابق اب میری پھوپھی کو یہ حق حاصل ہوگیا تھا کہ وہ اس چوری کی بنا پر مجھے اپنا مملوک بنا کر رکھ سکیں۔ لہٰذا میرے والدِ محترم نے شرعی حکم کے تحت مجھے میری پھوپھی کے حوالے کر دیا۔ اس طرح میری پھوپھی خوش ہو گئیں کہ وہ اپنی خوش تدبیری سے مجھے دوبارہ اپنے پاس رکھنے میں کامیاب ہو گئی تھیں۔ لہٰذا جب تک وہ زندہ رہیں میں ان کے پاس ہی رہا۔

تو یہ تھا وہ واقعہ جس کی بنا پر میں چوری کے الزام میں ملوث ہوا۔ حالانکہ سب جانتے تھے کہ میں اس چوری سے بری الذمہ ہوں اور یہ کہ یہ سب کچھ اس محبت کی وجہ سے ہوا جو میری پھوپھی کو مجھ سے تھی۔"

داروغۂ زندان نے ازراہِ ہمدردی کہا:

"میں آپ کی بزرگی اور بے گناہی کا معترف ہوں۔ کاش! میرے اختیار میں ہوتا تو میں ابھی اور اسی وقت آپ کو اس زندان سے رہا کر دیتا۔ ہاں! مگر میں یہ ضرور کر سکتا ہوں کہ یہاں اس زندان میں آپ کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔ لہٰذا یہ میرا آپ سے وعدہ ہے کہ حالات کچھ ہی کیوں نہ ہو جائیں جب تک میں اس زندان میں داروغہ ہوں آپ کو کوئی تکلیف نہ ہونے دوں گا۔"

پھر وہ اٹھ کر دوسرے حصۂ زندان کی طرف چلا گیا۔

○

مصر کے بادشاہ ریان بن السید کا ساقی گو اپنے وعدے کے مطابق یوسفؑ کا ذکر بادشاہ سے کرنا بھول گیا تھا جس کی بنا پر آپ کو کچھ عرصہ اور زندان کے اندر رہنا پڑا لیکن پھر خداوندِ کریم نے پردۂ غیب سے آپ کی رہائی کے لیے ایک صورت پیدا کر دی۔

ہوا یوں کہ بادشاہ نے ایک خواب دیکھا کہ سات موٹی گائیں ہیں جن کو سات لاغر اور دبلی پتلی گائیں کھا گئیں۔ اور سات سرسبز و شاداب بالیوں کو سات خشک بالیوں نے نگل لیا۔

یہ عجیب و غریب خواب دیکھ کر مصر کا بادشاہ بڑا حیران و پریشان ہوا۔

اگلے روز اس نے اپنے مشیروں سے اس خواب کا ذکر کیا اور حکم دیا کہ اس خواب کی تعبیر کا

بندوبست کیا جائے۔

بادشاہ کے مشیروں نے مختلف شہروں کو اپنے آدمی روانہ کیے تاکہ وہ مصر کے بڑے بڑے شہروں عبیدوز اور تھیبس سے بڑے بڑے اہلِ علم، کاہنوں اور خوابوں کی تعبیر بتانے والوں کو لے کر آئیں۔ سب ایک مقررہ وقت پر بادشاہ کے دربار میں جمع ہوں اور بادشاہ کو اس کے خواب کی تعبیر بتائیں۔

جب یہ سب لوگ ایک مقررہ وقت پر بادشاہ کے دربار میں جمع ہو گئے تو بادشاہ نے ان کے سامنے اپنا خواب بیان کیا اور پھر ان سے اس کی تعبیر بتانے کو کہا۔ وہ سب مل کر بھی اس خواب کی کوئی تعبیر نہ بتا سکے اور اپنی کم فہمی پر پردہ ڈالنے کے لیے انہوں نے کہہ دیا کہ:

"اے بادشاہ! یہ کوئی خواب نہیں بلکہ پریشان خیالات ہیں جن کا کوئی خاص مطلب نہیں ہے ہم سچے خواب کی تعبیر تو بتا سکتے ہیں لیکن پریشان خیالوں کو حل نہیں کر سکتے۔"

بادشاہ کو یہ جواب دے کر ایک طرح سے ان لوگوں نے اپنی درماندگی اور بے چارگی کو چھپانے کی کوشش کی تھی۔

بادشاہ ان لوگوں کے جواب سے مطمئن نہ ہوا۔ ان حالات میں بادشاہ کے ساقی کو جو زندان سے رہا ہوا تھا اچانک یوسفؑ اور ان سے کیا ہوا وعدہ یاد آ گیا۔ لہٰذا وہ آگے بڑھا اور اس نے بادشاہ کو مخاطب کر کے کہا:

"اے آقا! میں آپ کے اس خواب کی تعبیر نکلوا سکوں گا۔"

پھر ساقی نے یوسفؑ کے کمالات، ان کی شرافت، تعبیرِ خواب میں مہارت اور وہ تمام حالات کہہ دیے جن کی بنا پہ مظلوم ہونے کے باوجود انہیں زندان میں ڈال دیا گیا تھا۔ پھر اس نے کہا:

"مجھے زندان میں ان سے ملنے کی اجازت دی جائے تو ہمیں ضرور اس خواب کی تعبیر مل جائے گی۔"

بادشاہ نے اس ملاقات کا انتظام کر دیا۔ پس وہ ساقی یوسفؑ کے پاس زندان میں آیا اور ان کو مخاطب کر کے کہا:

"اے یوسفِ صدیقؑ! میں بے حد شرمندہ ہوں کہ میں آپ سے کیے ہوئے وعدے کے مطابق اپنے بادشاہ کے سامنے آپ کا ذکر نہ کر سکا۔ بہرحال میں اب ایک ایسے کام سے آیا ہوں جس کا تعلق بادشاہ کی ذات سے ہے۔ اگر آپ اس کو کر گزریں تو اس زندان سے آپ کی رہائی ممکن ہے۔"

یوسفؑ نے پوچھا:

"کہو، وہ کیا کام ہے؟"

ساقی نے کہا:

"بادشاہ ریان بن اسید نے خواب میں دیکھا ہے کہ سات گائیں فربہ اور تندرست ہیں جنہیں سات لاغر و کمزور گائیں کھا گئی ہیں۔ نیز یہ کہ سات گندم کے خوشے سرسبز و شاداب اور ہرے بھرے ہیں اور سات خوشے خشک ہیں۔ ان سات خشک خوشوں نے سرسبز خوشوں کو لپٹ کر انہیں بھی خشک بنا کر رکھ دیا۔ اب آپ مجھے اس عجیب و غریب خواب کی تعبیر بتلائیے تاکہ میں واپس جاکر ان سے یہ معاملہ کہہ سکوں اور انہیں بتا سکوں کہ بادشاہ کے خواب کی یہ تعبیر ممکن ہے اس طرح وہ آپ کے فضل و کمال سے واقف ہو جائیں۔"

خواب سننے کے بعد یوسفؑ نے ساقی سے کہا:

"اے بادشاہ کے ساقی! سن، میں تجھے اس خواب کی تعبیر بتاتا ہوں۔" اس موقع پر خداوند کریم کی طرف سے آپ کو خواب کی تعبیر سے آگاہ کر دیا گیا تھا لہٰذا آپ نے کہا:

"اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ تم لوگ سات برس تک لگاتار کھیتی باڑی کرتے رہو گے اور یہ تمہاری خوشحالی کے سال ہوں گے جب کھیتی کٹنے کا وقت آئے تو جس قدر مقدار تمہارے سال بھر کے کھانے کے لیے کافی ہو اسے الگ کر لو اور باقی غلہ ان کے خوشوں میں ہی محفوظ رہنے دو تاکہ گلے سڑے نہیں۔ اس کے بعد سات برس سخت مصیبت کے آئیں گے۔ وہ تمہارا جمع کیا ہوا تمام غلہ ختم کر دیں گے۔ اس کے بعد پھر ایک برس ایسا آئے گا کہ پانی خوب برسے گا۔ کھیتیاں ہری بھری ہوں گی اور لوگ پھلوں اور میووں سے عرق اور تیل بہتات کے ساتھ نکالیں گے یعنی موٹی گائیں اور سرسبز و ہری بھری بالیاں خوشحالی کے سال ہیں جبکہ دبلی پتلی گائیں اور خشک خوشے قحط اور خشک سالی کے برس ہیں۔ جو خوشحالی کی ساری پیداوار کو کھا جائیں گے۔"

یوسفؑ نے اس تعبیر میں نہ صرف بادشاہ کے خواب کا مطلب بتا دیا بلکہ ساتھ ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا کہ خوشحالی کے ابتدائی سات برسوں میں آنے والے قحط کے لیے کیا پیش بندی کی جائے اور غلہ محفوظ کرنے کا کیا بندوبست کیا جائے۔ مزید برآں آپ نے قحط کے بعد اچھے دنوں کے آنے کی خوشخبری بھی دی جس کا بادشاہ کے خواب میں ذکر نہ تھا۔

اس ساقی نے خواب کی یہ تعبیر جاکر اپنے بادشاہ ریان بن اسید سے کہی۔ بادشاہ اس ساقی کی زبان سے کچھ جملے پہلے ہی یوسفؑ کی تعریف میں سن چکا تھا۔ تعبیرِ خواب کا معاملہ دیکھ کر وہ یوسفؑ کے علم و دانش اور جلالتِ قدر کا قائل ہو گیا اور نادیدہ مشتاق بن کر اس نے کہا:

"ایسے دانشمند جوان کو میرے پاس لے کر آؤ۔"

اس کے ساتھ ہی کچھ شاہی قاصد ریان بن اسید نے اپنے ساقی کے ساتھ روانہ کر دیے تاکہ وہ عزت و احترام کے ساتھ یوسفؑ کو لے کر آئیں۔

جب وہ شاہی قاصد یوسفؑ کو لینے زندان میں آئے اور یوسفؑ کے پوچھنے پر انہوں نے آپ کو بتایا کہ:

"آپ کو بادشاہ نے بلایا ہے۔"

تو آپ فی الفور اٹھ کر ان کے ساتھ نہیں چل دیے بلکہ زندان سے پہلے انہوں نے ان سب الزامات کی تحقیق چاہی جن کی بنا پر انہیں زندان میں بند کیا گیا تھا۔

انہوں نے سوچا اگر بادشاہ کی اس مہربانی پر رہا ہو کر وہ زندان سے نکل گئے تو یہ بادشاہ کا ان پر رحم سمجھا جائے گا اور بے قصور اور صاحبِ عصمت ہونا پھر پردۂ اخفا میں رہ جائے گا اس لیے انہوں نے شاہی قاصدوں سے کہا:

"واپس چلے جاؤ اور جاکر اپنے بادشاہ سے کہو کہ پہلے ان عورتوں سے میرے معاملے کی تحقیق کرے جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لیے تھے۔"

یوسفؑ کا جواب سن کر وہ ساقی اور شاہی قاصد واپس چلے گئے اور یہی بات انہوں نے جاکر بادشاہ سے کہہ دی۔

بادشاہ نے قطفیر کی بیوی راعیل اور دوسری تمام عورتوں کو اپنے دربار میں بلایا اور جب ان سب سے یوسفؑ کے بارے میں پوچھا تو ان عورتوں نے متفقہ طور پر کہا:

"حاشَ للہ! ہمیں یوسفؑ کے اندر ذرا بھی برائی کی کوئی بات نظر نہیں آئی۔ وہ بالکل معصوم اور بے گناہ ہیں اور یہ کہ جن الزامات کی بنا پر انہیں زندان بھیج دیا گیا ہے ان کی کوئی حقیقت اور بنیاد نہیں ہے۔"

اس موقع پر قطفیر کی بیوی راعیل بھی موجود تھی۔ اس نے بھی یوسفؑ کے متعلق بیان کرتے ہوئے بادشاہ سے کہا:

"اب تو سچی بات ظاہر ہو گئی ہے۔ اب کسی بھی چیز کا اخفا اور راز میں رکھنا بے کار ہے۔ سچ

اور حقیقت یہی ہے کہ میں نے ہی ان سے اپنا مطلب پورا کرنے کی خواہش کی تھی نہ کہ انہوں نے ایسا کیا تھا جیسا کہ میں نے ان پر الزام لگا دیا اور بے شک یوسفؑ ہی سچے ہیں"۔

جب بھرے دربار میں ثابت ہو گیا کہ غلطی راعیل اور اس کی ساتھی عورتوں کی تھی اور یوسفؑ پاکباز اور سچے ہیں تو بادشاہ ریان بن الولید نے پھر اپنے شاہی قاصدوں کو حکم دیا کہ وہ یوسفؑ کے پاس جائیں۔ دربار کی ساری کاروائی ان سے کہیں اور انہیں بتائیں کہ آپ سچے اور بے قصور ہیں۔ غلطی عورتوں ہی کی تھی لہٰذا آپ زندان سے نکل کر بادشاہ کے پاس چلیے۔

ان قاصدوں نے جب یہ سارا معاملہ یوسفؑ سے جا کر کہا تو وہ زندان سے نکل کر ان کے ساتھ شاہی محل کو چل دیے۔

○

عارب، یافان، نبیطہ اور نشا دیوی کے مندر کے اندرونی حصے میں لوگوں کو اپنی دیوی کے سامنے پوجا پاٹ کرتے ہوئے دلچسپی اور انہماک سے دیکھ رہے تھے۔ یافان کی نیلی دھند کی قوتیں فضا کے اندر بکھرے بکھرے بادلوں کی طرح پھیلی ہوئی تھیں اور پوجا کے لیے آنے والے لوگ اس دھند کو حیرت اور خوف بھری نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔

یہ صورتِ حال دیکھتے ہوئے عارب نے یافان سے کہا: "یافان! میرے محترم! کیا یہ ممکن نہیں کہ اس نیلی دھند کو دریائے سرسوتی میں رکھا جائے اور ضرورت کے وقت آپ اسے اپنے مافوق الفطرت طریقے سے بلا لیا کریں، ایسے ہی جس طرح آپ اسے مصر میں دریائے نیل کے اندر رکھا کرتے تھے۔ یہ میں اس لیے کہہ رہا ہوں کہ لوگ اسے ہمارے ساتھ دیکھ کر ہم سے کتراتے اور خوفزدہ ہوتے ہیں"۔

یافان نے ہلکا سا غراہٹ آمیز قہقہہ لگاتے ہوئے کہا: "اے عارب میں تم سے مکمل طور پر اتفاق کرتا ہوں"۔

ساتھ ہی اس نے نیلی دھند کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: "تم لوگ دریائے سرسوتی کی سطح پر اپنا مسکن بناؤ۔ میں ضرورت کے وقت تم لوگوں کو طلب کر لیا کروں گا"۔

جس وقت وہ دھند یافان کے حکم کا اتباع کرتی ہوئی مندر سے باہر جا رہی تھی، بیوسا بھاگتی

ہوئی مندر میں داخل ہوئی اور عارب کو مخاطب کر کے اس نے کہا: "اے میرے بھائی! ہم تو یہ سمجھتے رہے کہ آریوں کے بادشاہ سترو کے ہاتھوں بھارت کے سابق بادشاہ سوداس کی بیٹی داسیو ماری گئی ہے لیکن میں اسے خود دیکھ کر آ رہی ہوں۔ وہ یوناف کے پنجرے کے پاس کھڑی اس سے باتیں کر رہی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ پریا کے نقشِ قدم پر چل کر ہمارے لیے مصائب کھڑے کرنے کی کوشش کرے۔ اس کے ساتھ اس کا چھوٹا بھائی اور بہن بھی تھے۔ اس نے اپنے بہن اور بھائی کو اپنے بچے ظاہر کر رکھا ہے اور خود کو وہ بیوہ بتاتی ہے اور رودا آشرم میں ایک بیوہ ہی کی حیثیت سے رہتی ہے"۔

عارب نے کہا: "میں اسے ابھی پکڑ کر لاتا ہوں کہ اس کی تو مجھے سخت ضرورت ہے۔ میں نے اپنے دل میں ایک عرصے سے اس کے لیے ایک بہت بڑا فیصلہ کر رکھا ہے"۔

پھر عارب بھاگتا ہوا مندر سے نکل گیا!

عارب بھاگتا ہوا مندر سے نکلا اور جب اس شہ نشین کے پاس آیا جس پر یوناف کا پنجرہ رکھا ہوا تھا تو اس نے دیکھا وہاں اور لوگوں کے علاوہ داسیو اپنے چھوٹے بھائی رام دیو اور بہن اینما کے ساتھ کھڑی تھی اور لوگوں کو تلقین کر رہی تھی کہ وہ یوناف کو زور سے پتھر نہ ماریں۔

عارب اس کے پاس آیا اور بڑی نرمی سے اسے مخاطب کرتے ہوئے اس نے کہا: "اے مہربان داسیو! میرے ساتھ ذرا مندر میں آؤ۔ میں تم سے ایک اہم مسئلے پر گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔"

داسیو نے بے رخی سے کہا:

"تمہیں مجھ سے کیا کام ہو سکتا ہے اور تم مجھ سے علیحدگی میں کیوں گفتگو کرنا چاہتے ہو۔ جبکہ میں نہ تم سے ملنا چاہتی ہوں نہ علیحدگی میں گفتگو کرنا چاہتی ہوں۔"

اس بار عارب نے عیارانہ لہجہ استعمال کیا: "اے داسیو! تم مجھ سے ناراض اور خفا ہو تو سن رکھو کہ میری ناراضگی تمہاری تکلیف کا اور تباہی کا باعث بھی بن سکتی ہے۔ میں جانتا ہوں کہ تم وودوا آشرم میں ایک بیوہ کی حیثیت سے رہ رہی ہو اور اپنے بھائی رام اور بہن اینما کو تم نے اپنے بچے بتا رکھا ہے۔ گو یہاں کے لوگ تمہاری عزت اور احترام کی وجہ سے کسی سے نہ کہیں گے کہ تم مرنے والے بادشاہ کی بیٹی ہو اور یہ کہ تم بیوہ نہیں، کنواری ہو لیکن میں تو ایسا نہ کروں گا۔ اگر تم مجھ سے ناراضگی اور سرکشی کا مظاہرہ کرو گی تو پھر میں بھی تمہاری ساری حقیقت سنرو بادشاہ سے کہہ دوں گا ایسا ہونے کے بعد وہ تم سے کیا سلوک کرے گا یہ تم خود ہی سوچ لو.....؟"

عارب خاموش ہو گیا کیونکہ رام دیو اور اینما پنجرے سے ہٹ کر ان کی طرف آ رہے تھے۔ داسیو نے ہاتھ کے اشارے سے انہیں دور رہنے کو کہا: وہ دونوں حیرت و تعجب کے سے انداز میں ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہوئے پھر یوناف کے پنجرے کی طرف لوٹ گئے۔ داسیو نے اس بار نرم لہجہ اختیار کرتے ہوئے کہا:

"اے عارب! میری تمہارے ساتھ کوئی دشمنی، عداوت اور ناراضگی نہیں۔ مندر میں جانے کی کیا ضرورت ہے۔ اگر تم مجھ سے کچھ کہنا ہی چاہتے ہو تو یہیں ایک طرف ہو کر کہہ لو۔ میں تمہاری بات غور سے اور نرمی سے سننے کا وعدہ کرتی ہوں۔"

عارب کے چہرے پر مکاری اور عیاری بھری مسکراہٹ بکھر گئی: "اے حسین و مہربان داسیو! مجھے یہ بھی منظور ہے۔"

پھر جب دونوں، دوسرے لوگوں سے ہٹ کر ایک طرف کھڑے ہو گئے تو داسیو نے پوچھا:

"اب کہو، تم کیا کہنا چاہتے ہو۔"

عارب نے کہا: "میری عرصہ سے یہ خواہش تھی کہ میں تم سے شادی کروں۔ میں اس سلسلے میں خود تمہارے باپ سے بات کرنے ہی والا تھا کہ آریوں کے ساتھ جنگ چھڑ گئی اور سارا معاملہ ہی ملیٹ ہو کر رہ گیا۔ اب چونکہ تم خود مختار ہو اس لیے میں براہ راست تم سے گفتگو کر رہا ہوں۔ ویسے کوئی بھی آخری فیصلہ کرنے سے قبل یہ سوچ لینا کہ میرے ساتھ شادی کرنے میں تمہارے لیے فائدے ہی فائدے ہیں اور تم میرے ساتھ اس مندر میں عیش و طرب، خوش و خرم اور بے فکری اور سکون کی زندگی بسر کر سکو گی۔ پھر تم رام دیو اور اینما کو بھی یہاں مندر کے احاطے میں اپنے ساتھ رکھ سکتی ہو اور تم محسوس کرو گی کہ وودوا آشرم کی نسبت وہ دونوں یہاں ہمارے ساتھ عمدہ سہولتوں کے ساتھ بہترین پرورش پا سکیں گے اور خوش بھی رہیں گے۔"

"لیکن اگر تم نے انکار کیا اور میری اس پیش کش کو ٹھکرا دیا تو پھر سن رکھو اس فیصلے کے بعد تمہارے لیے کانٹے ہی کانٹے اور دکھ ہی دکھ رہ جائیں گے اور یہ کہ سنرو صرف تمہاری ہی نہیں رام اور اینما کی زندگی کے بھی در پے ہو جائے گا۔ یہ بھی یاد رکھو کہ اگر تم مجھ سے شادی کر لو تو سنرو سمیت کسی کو بھی جرأت نہ ہو گی کہ تم تینوں بہن بھائیوں کو کوئی تکلیف پہنچائے یا تم سے باز پرس کرے۔ گو میرے پاس ایسی قوتیں ہیں کہ میں زبردستی بھی تم سے شادی کر سکتا ہوں لیکن میں یہ کام جبر سے نہیں بلکہ تمہاری خوشی اور رضامندی سے چاہتا ہوں۔ بتاؤ۔ اس سلسلے میں تمہارا کیا

جواب ہے"۔

داسیو چند ثانیوں تک گردن جھکائے گہری سوچوں میں ڈوبی رہی۔ پھر اس نے غور سے عارب کی طرف دیکھا اور پوچھا:

"کیا ایسا ممکن نہیں کہ اس کام کی تکمیل کے لیے تم مجھے کچھ دنوں کی مہلت دو کہ میں خود بھی اس پر غور کروں اور اپنے بہن بھائی سے بھی مشورہ کر لوں"۔

عارب نے بھرپور خوشی اور اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے کہا: "ضرور ضرور۔ تم خود بھی اس پر سوچو اور اپنے بھائی بہن سے بھی مشورہ کر لو۔ میں اس کے لیے تمہیں دنوں کی نہیں ہفتوں کی مہلت دے سکتا ہوں۔ اب میں جاتا ہوں"۔

اس کے ساتھ ہی عارب وہاں سے ہٹ کر مندر میں چلا گیا۔

رام دیو اور اینما نے جب دیکھا کہ عارب وہاں سے چلا گیا ہے تو دونوں بہن بھائی بھاگتے ہوئے داسیو کے پاس آ گئے۔ اینما نے فکرمندی سے پوچھا:

"اے میری بہن! یہ عارب تم سے علیحدگی میں کیا کہنے آیا تھا"۔

داسیو نے ان دونوں سے، اپنے اور عارب کے درمیان ہونے والی گفتگو کہہ دی۔ تب رام نے پریشانی سے پوچھا:

"پھر تم اب کیا فیصلہ کرو گی میری بہن!"

داسیو نے کہا:

"پہلے تم دونوں بتاؤ کہ تمہارا کیا مشورہ ہے؟"

رام دیو نے کہا:

"میں تو اس بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ آپ بڑی ہیں اور ماں کی جگہ ہیں۔ جو فیصلہ آپ کریں گی وہی ہمارے لیے سب سے بہتر اور آخری فیصلہ ہے اور میرا خیال ہے اینما بھی میری ہی ہم خیال ہو گی"۔

اینما فوراً بول پڑی اور کہا:

"اے میرے بھائی! میں ہرگز تم سے اتفاق نہیں کرتی۔ میں تم سے اختلاف رکھتی ہوں۔ میں تو یہ مشورہ دوں گی کہ ہماری بہن کو فوراً عارب سے شادی کر لینی چاہیے۔ اس کے ہیں دو زبردست فائدے ہوں گے۔ اوّل یہ کہ ہم تینوں بہن بھائی ایک طرح سے محفوظ ہو جائیں گے اور پُرسکون زندگی بسر کرنے لگیں گے۔ بصورتِ دیگر عارب سترو سے ہماری حقیقت کہہ دے گا اور اس صورت میں ہماری بدبختی لازمی ہے اور اگر عارب سترو سے نہ بھی کہے تو یہاں کے لوگ کب تک ہمارے راز کو چھپا کر رکھیں گے۔ ان کے اندر بھی ہمارے دشمن پیدا ہو سکتے ہیں۔ جو سترو سے شکایت کر کے ہماری تباہی کا باعث بن سکتے ہیں"۔

"ہمارے لیے دوسرا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ ہم تینوں مندر کے اندر عارب کے پاس رہ کر یوناف کی بہترین خدمت کر سکتے ہیں۔ تم جانو میری شکل میری مرنے والی بہن پریا سے ملتی ہے اب پریا کی جگہ میں یوناف کی خدمت کروں گی۔ وہ مجھ سے مانوس ہو جائے گا اور ہماری رہنمائی کر سکے گا کہ ہم عارب سے پریا کا انتقام کیسے لے سکتے ہیں۔ پھر عارب کے پاس رہ کر ہم اس چمڑے کے ٹکڑے کو بھی حاصل کر سکتے ہیں جو عارب نے یوناف کے گلے سے اتارا تھا اور جس پر کندہ تحریر کو اگر یوناف پڑھے تو اس کی مری قوتیں بحال ہو جائیں گی اور وہ بھی عارب جیسا ہی مافوق الفطرت بن جائے گا اور جس دن ایسا ہو گیا، ہم سمجھیں گے ہم تینوں نے اپنی زندگی کا بہترین مقصد حاصل کر لیا ہے۔ یاد رکھو! جب یوناف اپنی کھوئی ہوئی قوتیں حاصل کرے گا تو وہ ضرور ہماری مدد و اعانت کرے گا"۔

رام دیو نے پیار سے اینما کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور مسکراتے ہوئے کہا:

"اے میری بہن! میں سمجھتا تھا تو مجھ سے چھوٹی ہے اور یوں ہی ہو گی لیکن یہ مشورہ دے کر تو نے یقیناً اپنے ذہین اور عقلمند ہونے کا ثبوت دیا ہے۔ اے میری بہن! میں تیرے مشورے سے مکمل طور پر اتفاق کرتا ہوں"۔

داسیو نے ہلکی ہلکی مسکراہٹ سے کہا:

"آؤ چلیں! میرا بھی یہی ارادہ ہے۔ اپنی بہن کا انتقام لینے کے لیے اور یوناف کو اس پنجرے سے رہائی دلانے کے لیے مجھے عارب سے شادی کی ذلّت برداشت کرنا ہی ہو گی"۔

پھر وہ تینوں بہن بھائی وردا آشرم کی طرف واپس چل پڑے۔

○

مصر کا بادشاہ ربان بن اسید اپنے تخت پر بیٹھا تھا۔ اس کے سامنے اس سے بالکل قریب

ایک طرف بڑا پجاری فوطیفرع اور دوسری طرف قطفیر بیٹھا تھا۔ ان کے بعد سلطنت کے دیگر ارکان، اپنے اپنے عہدے اور منصب کے مطابق بیٹھے تھے۔ وہ سب یوسفؑ کا انتظار کر رہے تھے۔ ایک طرف وہ بڑے بڑے کاہن، علم نجوم کے ماہر اور خوابوں کی تعبیر بتلانے والے بیٹھے تھے جو بادشاہ کو اس کے خواب کی تعبیر بتلانے سے قاصر رہے تھے اور اس خواب کو پریشان خیالات کہہ کر انہوں نے ٹال دیا تھا۔

اتنے میں یوسفؑ وہاں داخل ہوئے۔ سب لوگ ان کے احترام میں اپنی اپنی جگہوں پر اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ ریان اپنے تخت سے اتر کر آپ سے ملا۔ پجاری فوطیفرع آپ کو گلے لگا کر ملا اور آپ کے کان میں اس نے کہا:

"قسم مجھے رع دیوتا کی۔ آپ جیسا راست باز، نیک خو اور خوابوں کی صحیح تعبیر بتلانے والا انسان میں نے آج تک نہیں دیکھا۔ میں آپ کے لیے پیش گوئی کرتا ہوں کہ اس سرزمین میں آپ کو بے پناہ عزت اور اختیار حاصل ہوں گے اور اب تک جو ناروا سلوک آپ کے ساتھ کیا جاتا رہا ہے ایک طرح سے اس کی تلافی ہو جائے گی اور آپ مصر کے اندر پُرسکون زندگی بسر کر سکیں گے۔"

ذرا رک کر اس نے مزید کہا:

"اے یوسفِ صدیق! جب آپ کو یہ مقام حاصل ہو تو مجھے بھولیے گا مت کہ مجھے آپ سے کچھ کہنا ہے۔"

اس کے بعد راعیل کا شوہر قطفیر شرمندگی کی حالت میں آپ سے ملا۔ اس کے بعد سلطنت کے دیگر ارکان نے آپ سے مصافحہ کیا۔

بادشاہ نے یوسفؑ کو اپنے پاس بٹھایا اور کہا:

"اب جبکہ یہ بات کھل کر ثابت ہو چکی ہے کہ آپ بے گناہ ہیں اور ساری غلطی ان عورتوں کی ہی تھی تو اب نہ صرف میری نگاہوں میں بلکہ مصری عوام کی نگاہوں میں بھی آپ کی تقدیس، عزت اور احترام بہت بڑھ گیا ہے۔ اب آپ کی ذات ہر الزام سے بری ہے۔ آپ نے جو خواب کی تعبیر زندان سے بھجوائی تھی اسے تو میں سمجھ گیا اور وہ میرے دل کو خوب لگی لیکن یہ خواب جو میں نے دو مرتبہ دیکھا ہے تو اس کی کیا وجہ ہے۔ اصل میں اس خواب سے متعلق میں آپ سے پوری معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ اگر آپ یہاں نہ ہوتے اور یہ تعبیر نہ بتلاتے تو پھر میں تو غموں اور دکھوں میں گھر کر رہ گیا ہوتا۔"

درباری بھی بلند آواز میں کہنے لگے:

"ہمیں ایسا دانش مند آدمی کہیں نہیں مل سکتا جیسے یوسفؑ ہیں کیونکہ خدا ان کے ساتھ ہے۔"

اس پر ریان نے فیصلہ کن انداز میں کہا:

"اے یوسفِ صدیق! آپ جیسا عقلمند اور دانشمند آدمی ہمیں کہیں اور نہیں مل سکتا۔ سو آپ ہی اس ملک کے مختار ہوں گے اور میری ساری رعایا آپ کے حکم پہ چلے گی۔ میں تو صرف تخت کا وارث ہونے کی وجہ سے قابلِ عزت سمجھا جاؤں گا۔ دیکھ اے یوسفِ صدیق! میں آپ کو سارے مصر کا حاکم بناتا ہوں۔"

پھر ریان نے اپنی شاہی انگشتری اتار کر یوسفؑ کو پہنا دی اور آپ کے گلے میں سونے کا شاہی نشان ڈالا۔ اس کے بعد اس نے آپ کے لیے کتان کا صاف ستھرا لباس اور ایک شاہی رتھ لانے کا حکم دیا۔

جب لباس اور رتھ آ گئی تو یوسفؑ کو کتان کا لباس پہنایا گیا۔ پھر اس رتھ میں ریان نے یوسفؑ کو اپنے ساتھ بٹھایا اور سارے شہر میں گھمایا۔ اس رتھ کے آگے بہت سے لوگ تھے جو شہر کے لوگوں سے کہتے جا رہے تھے کہ:

"تعظیم کے لیے جھک جاؤ۔ آج سے مصر کا حاکمِ اعلیٰ یوسفؑ کو بنا دیا گیا ہے۔"

یوسفؑ کو سارے شہر میں پھرانے اور لوگوں کے اندر آپ کی حاکمیتِ اعلیٰ کا اعلان کرنے کے بعد ریان نے یوسفؑ سے کہا:

"اے یوسفِ صدیق! میں ریان بن اسید آپ سے یہ کہتا ہوں کہ آپ کے حکم کے بغیر کوئی بھی آدمی اس ملک میں اپنا ہاتھ پاؤں نہ ہلانے پائے گا۔"

یوں یوسفؑ کو مصر کا حاکم مقرر کر دیا گیا۔

○

اس واقعہ کے کچھ ہی عرصہ کے بعد ایک روز حسبِ معمول ریان بن اسید یوسفؑ سے ملنے آیا اور آپ سے کہا:

"اے مصر کے حاکمِ اعلیٰ! آج پجاری فوطیفرع میرے پاس آیا تھا۔ وہ کئی دنوں سے ایک بات آپ

یوسفؑ نے فرمایا:

"میں زندان سے بھی آپ کو کہلوا چکا ہوں کہ سات موٹی گائیں اور سات اچھی اور ہری بالیں دونوں ہی سات سال ہیں اور سات دبلی پتلی گائیں اور ہواؤں کی ماری ہوئی بالیں بھی سات برس ہی ہیں مگر کال اور قحط کے مارے ہوئے سال۔ یہ کال اور قحط ملک کو تباہ کر دے گا اور ارزانی ملک میں کسی کو یاد ہی نہ رہے گی کیونکہ جو کال پڑے گا وہ انتہائی سخت ہوگا۔

اور یہ خواب جو آپ نے دو مرتبہ دیکھا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ بات خداوند برتر کی طرف سے مقرر ہو چکی ہے اور خدا اسے جلد پورا کرے گا۔"

ریان نے پریشان اور منتشر سی آواز میں پوچھا:

"ان حالات پر قابو پانے کے لیے مجھے کیا کرنا چاہیے؟"

یوسفؑ نے فرمایا:

"آپ کو چاہیے کہ کسی دانشور اور عقلمند آدمی کو تلاش کریں اور اسے اپنے ملک کا مختار بنا دیں تاکہ اسے اختیار ہو کہ وہ ملک کے اندر ناظروں کو مقرر کر سکے اور ارزانی کے سات برسوں میں سارے ملک کی پیداوار کا پانچواں حصہ لیا کرے اور ان سات اچھے برسوں کے دوران سب کھانے کی چیزیں جمع کرے اور ہر شہر، بستی اور قصبے سے جو ضرورت سے زیادہ غلہ ہو اسے جمع کرے اور اس کی حفاظت کا بندوبست کرے۔ لگاتار سات برسوں تک ایسا کیا جائے اور اس دوران جو غلہ جمع ہو وہ آنے والے قحط کے سات برسوں کے لیے کافی ہوگا اور اگر ایسا کر دیا جائے تو پھر ملک آنے والے اس قحط کی وجہ سے برباد نہ ہوگا اور لوگ اس طریقے سے امن اور سکون کی زندگی بسر کریں گے بلکہ ہمارے پاس اس قدر غلہ جمع ہو جائے گا کہ ہم مصر سے ملحقہ ان علاقوں میں جہاں یہ قحط نمودار ہوگا، اپنا غلہ فروخت کر کے اپنے لیے مزید خوشحالی کا سامان پیدا کر لیں گے۔"

ریان اور اس کے درباریوں کو یہ مشورہ بے حد پسند آیا اور سب یوسفؑ کی دانشمندی اور بلند بینی کی تعریف کرنے لگے۔

ریان نے یوسفؑ سے کہا:

"چونکہ خدا نے آپ کی رہنمائی کی ہے اور یہ ساری عقلمندی کی باتیں آپ کو سمجھا دی ہیں اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ خداوند کریم قدم قدم پر آپ کی رہنمائی کرتا ہے۔"

سے کہنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن ابھی تک وہ آپ کے مزاج کو سمجھا نہیں اس لیے وہ بات آپ سے براہِ راست کہہ بھی نہیں سکتا لہٰذا اس نے میرا سہارا لیا ہے اور وہی بات اس نے میرے ذریعے کہلا بھیجی ہے۔

قوطیفرع کی ایک بیٹی ہے جو انتہائی نیک اور پاکیزہ ہے اس کا نام آسانا تھ ہے۔ جد بے خوبصورت ہے۔ قوطیفرع کی خواہش ہے کہ آپ اس کی بیٹی سے شادی کر لیں۔"

یوسفؑ نے اپنی رضامندی کا اظہار کر دیا اور آسانا تھ سے آپ کی شادی ہو گئی۔ اسی بیوی سے آپ کے دو بیٹے منشا اور افرائیم پیدا ہوئے۔

بعض راویوں، علما اور مفسرین کرام کا خیال ہے کہ اسی دور میں راعیل (زلیخا) کا شوہر قطفیر مر گیا لہٰذا راعیل کی شادی یوسفؑ سے ہو گئی۔

راوی یہ بھی روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے شادی کے بعد یوسفؑ کے دل میں راعیل کی محبت اس سے زیادہ پیدا کر دی تھی جتنی راعیل کو یوسفؑ سے تھی جتنی کہ ایک مرتبہ یوسفؑ نے اس سے شکایت کی کہ:

"اس کی کیا وجہ ہے کہ تم مجھ سے پہلے جتنی محبت نہیں رکھتیں؟"

اس کے جواب میں راعیل نے کہا:

"آپ کے وسیلے سے مجھے اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل ہو گئی ہے اور اللہ تعالیٰ کی محبت کے سامنے سب تعلقات، خیالات مضمحل ہو کر رہ گئے ہیں۔"

بہرحال یوسفؑ مصر میں رہتے ہوئے ریان بن اسید کی تعبیرِ خواب کے مطابق غلے کو ذخیرہ کرنے کے انتظامات کرنے لگے اور سب سے بڑھ کر یہ ہوا کہ ریان بھی آپ پر ایمان لے آیا تھا۔

○

عارب، اوشا دیوی کے مندر کے صحن میں یوسا اور بنبیطہ کے ساتھ بیٹھا تھا کہ حسین داسیو مندر میں داخل ہوئی۔ اس کے ساتھ اس کے بھائی اور بہن بھی تھے۔

اسے دیکھ کر عارب اپنی جگہ سے اٹھا اور بھاگ کر اس کی طرف بڑھا۔ قریب آ کر وہ اس سے کچھ پوچھنا چاہتا تھا کہ داسیو خود ہی بول پڑی اور کہا:

"اے عارب! میں خوب سوچ بچار کے بعد تمہاری اس پیش کش پہ ایک فیصلہ کر کے آئی ہوں اور وہ یہ کہ میں تم سے شادی کرنے کو تیار ہوں کیونکہ میری اور میرے بھائی بہن کی بہتری اور فلاح اسی میں ہے کہ میں یہاں رہ کر پُرسکون زندگی بسر کروں اور پھر سب سے بڑھ کر تمہارا تحفظ بھی میرے لیے بڑا اہم ہے۔"

عارب نے پیار سے داسیہ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا: "داسیہ! تم واقعی جتنی حسین ہو اتنی ہی عقلمند بھی ہو۔ تم نے اپنی زندگی کا بہترین فیصلہ کیا ہے۔ آؤ یہ خوشخبری بیوسا اور بنیطہ کو بھی سنائیں۔"

ان تینوں کو لے کر عارب بیوسا اور بنیطہ کے پاس آیا۔ پھر یافان کو بھی انہوں نے وہیں بُلا لیا۔ سب نے مل کر معاملہ طے کیا اور اسی روز اوشا دیوی کے مندر میں بڑے پجاری کی موجودگی میں ان دونوں کی شادی ہو گئی۔

○

یوسف علیہ السلام نے ریان کے خواب کی جو تعبیر بتائی تھی اس کے مطابق ابتدائی سات سال پورے ملک کے لیے بڑے خوشحال رہے۔ پیداوار خوب ہوئی اور یوسفؑ نے زیادہ سے زیادہ غلّہ جمع کر لیا۔

اس کے بعد خواب کا دوسرا حصہ شروع ہوا اور قحط کے سات سال شروع ہو گئے۔ مصر اور اس کے نواح میں شدید قحط پڑا۔ جو سات برس تک رہا۔

یوسفؑ نے چونکہ اس کا انتظام کر رکھا تھا۔ اس لیے جب قحط نے زور پکڑا اور مصر کے باہر کے لوگ بھوکوں مرنے لگے اور وہاں کے تاجروں کو خبر ہوئی کہ مصر کے اندر اناج وافر مقدار میں دستیاب ہے تو دوسرے ملکوں کے لوگ بھی غلّہ خریدنے کی خاطر سمٹ سمٹ کر مصر میں آنے لگے۔

یوسفؑ نے ایک خاص انداز سے کے مطابق ان لوگوں کے ہاتھ غلّہ فروخت کرنا شروع کیا اور آپ ایک شخص کو ایک اونٹ سے زیادہ غلّہ نہ دیتے تھے۔ یہ فروخت آپ اپنی نگرانی میں کراتے تھے اور جو لوگ بھی غلّہ خریدنے آتے انہیں پہلے یوسفؑ کے سامنے پیش کیا جاتا اور جب وہ منظوری دیدیتے تب ان لوگوں کے ہاتھ غلّہ فروخت کیا جاتا۔

یہ قحط مصر سے باہر بھی دور دور تک پھیلا ہوا تھا اس لیے ارضِ کنعان جس کے اندر یعقوبؑ رہتے تھے، وہاں بھی قحط کے باعث لوگوں کی حالت بُری ہو گئی اور لوگ غلّہ حاصل کرنے کے لیے مصر کا رخ کرنے لگے۔

ایک روز یعقوبؑ نے اپنے دس بیٹوں کو اپنے پاس بلایا اور کہا:

"اے میرے بچو! تم دیکھتے ہو کہ قحط نے ان علاقوں کو بری طرح آ پکڑا ہے اور لوگ غلہ حاصل کرنے کے لیے مصر کا رخ کر رہے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ تم دس بھائی بھی مصر جاؤ اور وہاں سے غلہ لے کر آؤ۔ میں ریوڑ کا ایک حصہ فروخت کر کے اس اناج کے لیے تمہیں رقم مہیا کرتا ہوں۔ اور دیکھو جلد لوٹ آنا کہ میں تم لوگوں کے لیے فکر مند رہوں گا۔ تم دس کو میں اس لیے بھیج رہا ہوں کہ میں نے لوگوں سے سنا ہے کہ مصر کا حاکم ایک شخص کو ایک اونٹ کے بوجھ سے زیادہ غلہ نہیں دیتا لہٰذا تم جتنے زیادہ جاؤ گے اتنا ہی زیادہ غلّہ لا سکو گے۔ سو میرے بچو! بنیامین میرے پاس رہے گا کہ یہ میرے بڑھاپے میں میرا سہارا و سکون بن کر میرے ساتھ رہے۔"

ان سب نے یعقوبؑ کی بات سے اتفاق کیا اور یعقوبؑ نے جب انہیں رقم مہیا کر دی تو وہ غلّہ خریدنے کی خاطر مصر کو روانہ ہو گئے۔

○

مصر میں جو لوگ غلّہ حاصل کرنے کے لیے آتے تھے انہیں چونکہ سب سے پہلے یوسفؑ کے سامنے پیش کیا جاتا تھا اور آپ ایسے لوگوں سے ان کے احوال تفصیل سے معلوم کر کے اپنی تسلی کرنے کے بعد فی آدمی ایک اونٹ غلّہ دیا کرتے تھے لہٰذا جب ان دس بھائیوں کو بھی آپ کے سامنے پیش کیا گیا تو وہ آپ کو تعظیم بجا لائے۔

یوسفؑ اپنے بھائیوں کو پہچان گئے لیکن وہ آپ کو نہ پہچان سکے کیونکہ اس کی کئی وجوہات تھیں۔ اوّل یہ کہ یوسفؑ اس وقت جوان ہو چکے تھے اور آپ میں کافی تبدیلیاں آ چکی تھیں۔ دوم یہ کہ اب آپ مصر کے حاکم تھے اور آپ کے بھائی یہ گمان بھی نہ کر سکتے تھے کہ جس بھائی کو انہوں نے رقابت اور کدورت میں اندھے کنوئیں میں پھینک دیا تھا وہ ایک روز مصر کا حاکم ہو جائے گا۔

یوسف علیہ السلام نے بھائیوں پہ اپنا آپ ظاہر نہ کیا اور انجان بنتے ہوئے ان سے سخت لہجے

میں پوچھا:

"تم لوگ کون ہو اور کہاں سے آئے ہو؟"

آپ کے بھائی یہودہ نے جواب میں کہا:

"اے مالک! ہم دس کے دس بھائی کنعان کی سرزمین سے ہیں اور غلّہ لینے یہاں آئے ہیں کہ اُس سرزمین میں کال ہے اور لوگ اناج کو ترستے ہیں۔"

یوسفؑ نے اجنبی اور انجان پن سے کہا:

"اگر میں یہ کہوں کہ تم لوگ جاسوس ہو اور اس لیے یہاں آئے ہو کہ تم لوگ اس ملک کے حالات دریافت کرو تو پھر تمہارے پاس اپنی صفائی میں کہنے کو کیا ہے؟"

یہودہ نے بڑی نرمی اور عاجزی سے کہا:

"اے آقا! ایسا ممکن نہیں بلکہ تیرے یہ غلام تو صرف اناج کے لیے اس سرزمین کی طرف آئے ہیں۔ ہم سب ایک ہی شخص کے بیٹے ہیں اور سچے ہیں۔"

یوسفؑ نے اپنی بات پر زور دیتے ہوئے کہا:

"نہیں۔ تم لوگ جاسوس ہو اور اس ملک میں جاسوسی کرنے آئے ہو۔"

تب دوسرے بھائی شمعون نے انکساری سے کہا:

"اے آقا! یہ کیونکر ممکن ہے کہ ہم جاسوس ہوں۔ ہم بارہ کے بارہ بھائی ایک ہی شخص کے بیٹے ہیں جو انتہائی خدا رسیدہ اور بزرگ ہے اور اس وقت کنعان میں ہے۔ ہمارا سب سے چھوٹا بھائی اس وقت ارضِ کنعان میں ہمارے باپ کے پاس ہے اور اس سے جو بڑا تھا اس کے متعلق کچھ خبر نہیں کیونکہ وہ بچپن میں کہیں کھو گیا تھا۔"

یوسفؑ نے کہا:

"میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ تم لوگ جاسوس ہو سو تمہاری آزمائش اس طرح کی جائے گی کہ جب تک تمہارا چھوٹا بھائی یہاں نہ آجائے تم لوگ یہاں سے جانے نہ پاؤ گے۔ سو اپنے میں سے کسی ایک کو بھیجو کہ وہ تمہارے گیارہویں بھائی کو لے آئے تاکہ تمہاری ان باتوں کی تصدیق ہو سکے کہ تم سچے ہو یا جھوٹے۔"

جب وہ ایسا کرنے پہ رضامند نہ ہوئے تو یوسفؑ نے انہیں ایک کمرے میں بند کر دیا۔ پھر تیسرے دن ان سے کہا:

"اگر تم لوگ ایک کام کرو تو زندہ رہ سکو گے کیونکہ مجھے خدا کا خوف ہے اسی لیے میں تم سے نرمی کا برتاؤ کر رہا ہوں۔ اگر تم لوگ سچے ہو تو اپنے بھائیوں میں سے ایک کو یہیں میرے پاس نظر بند رہنے دو اور باقی اپنے گھروں کے لیے اناج لے جاؤ اور دوبارہ واپس آؤ تو اپنے چھوٹے بھائی کو بھی ساتھ لے کر آؤ۔"

یوسفؑ نے مزید کہا:

"اگر تم میرا کہا مانو گے تو کسی تکلیف میں نہیں پڑو گے بلکہ اس میں تم لوگوں ہی کا فائدہ ہے اور تم ہلاکت میں نہ ڈالے جاؤ گے۔"

سو سارے بھائیوں نے مل کر باہم مشورہ کیا اور یوسفؑ کی تجویز پر یہ فیصلہ کیا گیا کہ ان میں سے شمعون کو وہاں چھوڑا جائے اور باقی کے نو بھائی اناج لے کر ارضِ کنعان میں اپنے باپ کی طرف روانہ ہو جائیں۔

جب یہ فیصلہ ہو چکا تو روبن نے اپنے دوسرے بھائیوں کو مخاطب کر کے کہا:

"اے میرے بھائیو! دراصل ہم اپنے بھائی یوسفؑ کی وجہ سے مجرم ٹھہرے ہیں کیونکہ جب ہم اس معصوم اور بے گناہ کو ارضِ کنعان کے اندھے کنویں میں ڈال رہے تھے تو تمہیں یاد ہو گا کہ اس نے ہماری کس طرح منتیں کی تھیں کہ اسے اس اندھے کنویں میں نہ ڈالا جائے مگر ہم سب اس وقت ایسے سنگدل اور بے فکر ہو گئے تھے کہ ہم نے اس کی ایک نہ سنی اور اسے اس اندھے کنویں کے اندر دھکیل دیا تھا۔

اے میرے بھائیو! کیا میں نے تمہیں اس وقت کہا نہ تھا کہ یوسفؑ پر ظلم نہ کرو پر تم لوگوں نے میری ایک نہ مانی۔ میری کسی نصیحت پر کان نہ دھرا۔ اب تم دیکھو کہ مصر کی سرزمین پر قدرت ہم سے اسی بھائی کے خون کا کیسا بدلہ لے رہی ہے۔"

سارے بھائی روبن کی گفتگو کو غور اور حیرت سے سنتے رہے۔ یوسفؑ بھی حاکمِ مصر کے روپ میں ان کے پاس ہی کھڑے یہ سب باتیں سنتے رہے۔ روبن خاموش ہوا تو یوسف ان کے پاس سے ہٹ گئے اور ایک طرف جا کر خوب روئے۔ پھر یوسف سنبھلے اور واپس اپنے بھائیوں کے پاس آئے۔ ان کی زبانی ان کے سارے حالات جاننے کے بعد آپ نے کہا:

"جب تم دوبارہ ادھر آؤ تو سب سے چھوٹے بھائی کو بھی لے کر آنا۔ تم دیکھتے ہو کہ میں کس طرح پورا غلّہ دیتا ہوں اور کس طرح مہمان نوازی کرتا ہوں۔

اے ارضِ کنعان کے رہنے والو! یہ بھی سن رکھو کہ اگر تم اپنے اس بھائی کو ساتھ لے کر نہ آئے تو پھر میں تمہیں دوبارہ غلہ نہ دوں گا اور سمجھوں گا کہ تم لوگوں نے میرے ساتھ جھوٹ بولا ہے۔ ایسی صورت میں تم لوگ نہ میرے پاس آنا نہ مجھے اپنی شکل دکھانا۔"

اس کے بعد یوسفؑ نے اپنے خدام کو یہ حکم دیا کہ ان کے بوروں میں اناج بھر دیا جائے۔ جب ان کے بورے تیار ہو گئے تو آپ نے اناج کے بدلے جو رقم ان سے لی تھی وہ بھی اس بنا پر ان کے بورے میں ڈال دی کہ شاید ان کے پاس رقم نہ ہو اور یہ دوبارہ اناج لینے کے لیے ادھر کا رخ نہ کریں۔ اس کے علاوہ ان کے بوروں میں نقدی ڈالنے کی دوسری وجہ یہ بھی تھی کہ آپ نے یہ گوارا نہ کیا کہ اپنے محترم والد اور بھائیوں سے غلہ کی قیمت وصول کریں۔ لہٰذا غلے کی قیمت آپ نے اپنے پاس سے ادا کر دی۔ اس طرح آپ کے بھائی غلہ لے کر کنعان روانہ ہو گئے۔

جب وہ اپنے والد یعقوبؑ کے پاس آئے تو ساری رُوداد انہیں سناتے ہوئے بولے:

"اے ہمارے باپ! جب ہم اناج لینے کے لیے مصر کے مرکزی شہر ممفس میں پہنچے تو ہمیں وہاں کے حاکم کے سامنے پیش کیا گیا۔ اس شخص نے جسے مصر کے لوگ 'حاکم مصر' کہتے ہیں، ہم سے سخت لہجے میں باتیں کیں اور ہمیں جاسوس سمجھا۔ ہم نے اس سے کہا کہ ہم سچے آدمی ہیں، جاسوس نہیں ہیں بلکہ ہم تو بارہ بھائی ایک ہی باپ کی اولاد ہیں۔ ہم میں سے ایک کا کچھ پتہ نہیں اور سب سے چھوٹا اس وقت ہمارے باپ کے پاس کنعان میں ہے۔

تب اس شخص نے جو مصر کا مالک ہے ہم سے کہا کہ میں اس دن مانوں گا جب تم اپنے میں سے ایک کو چھوڑ کر یہ اناج اپنے گھر والوں کی طرف لے کر لوٹ جاؤ۔ پھر جب دوبارہ میرے پاس آؤ تو اپنے سب سے چھوٹے بھائی کو بھی اپنے ساتھ لے کر آؤ۔ پھر میں جان لوں گا کہ تم لوگ سچے ہو اور یہ کہ تم جاسوس نہیں ہو۔ اس صورت میں جب تم اپنے بھائی کو میرے پاس چھوڑ جاؤ گے میں اسے بھی رہا کر دوں گا۔ سو اے ہمارے باپ! ہم نے شمعون کو اس کے پاس چھوڑا اور غلہ لے کر یہاں آ گئے ہیں۔ اب آپ ایسے کریں کہ بنیامین کو بھی ہمارے ساتھ بھیجیں تاکہ ہم اور غلہ اور شمعون کو بھی ساتھ لے آئیں۔"

بیٹوں کی گفتگو سن کر یعقوب سخت فکرمندی اور کشمکش میں پڑ گئے۔ اس دوران ان کے بیٹوں نے اپنے اپنے اناج کے بورے کھولے تو ان میں سے وہ نقدی بھی نکل آئی جو انہوں نے اناج کی قیمت کے طور پر ادا کی تھی۔ یعقوبؑ اور ان کے بیٹے یہ دیکھ کر اور زیادہ پریشان ہوئے۔ چند لمحوں کے سکوت

کے بعد یعقوبؑ نے کہا:

"اے میرے بیٹو! آہ، تم تو مجھے بے اولاد کر دینا چاہتے ہو۔ یوسفؑ نہ رہا، پھر شمعون بھی گیا اور اب تم بنیامین کو بھی اپنے ساتھ اجنبی سرزمین کی طرف لے جانا چاہتے ہو۔ یہ سب باتیں میرے خلاف ہیں۔"

تب روبن نے کہا:

"اگر میں بنیامین کو آپ کے پاس واپس نہ لے کر آؤں تو اے میرے باپ! اس کی پاداش میں آپ بے شک میرے دونوں بیٹوں کو قتل کر دیجیے گا۔ آپ بنیامین کو مجھے سونپ دیں، میں اسے واپس آپ کے پاس لے کر آؤں گا۔"

یعقوبؑ نے دکھ بھری آواز میں جواب دیا:

"میرا بیٹا بنیامین تم لوگوں کے ساتھ نہ جائے گا کیونکہ اس کا بھائی یوسفؑ مر چکا ہے اور وہ اکیلا رہ گیا ہے۔ اگر مصر کی طرف جاتے ہوئے اس پر بھی کوئی آفت آ پڑی تو تم لوگ میرے سفید بالوں کو غم کے ساتھ قبر میں اتار دو گے۔"

وہ سب خاموش ہو گئے اور غلہ سنبھالنے میں لگ گئے۔ اس طرح بات آئی گئی ہو گئی اور دن تیزی سے گزرنے لگے۔

ارضِ کنعان میں قحط نے اور زیادہ سختی اور شدت اختیار کر لی اور لوگ اناج کو ترسنے لگے۔ پھر وہ ریلے اور طوفان کی شکل میں غلہ حاصل کرنے کے لیے مصر کا رخ کرنے لگے۔ یعقوبؑ کے بیٹے جو غلہ مصر سے لائے تھے وہ ختم ہونے کو ہوا تو آپ سخت فکرمند ہوئے۔ لہٰذا ایک روز آپ نے سب بیٹوں کو جمع کیا اور کہا:

"جو اناج تم لے کر آئے تھے وہ ختم ہونے کو ہے لہٰذا تم لوگ ایک بار پھر مصر جاؤ اور وہاں سے اناج لے کر آؤ۔"

جواب میں یہودا بولا:

"اے ہمارے باپ! اس شخص نے جو مصر کا حاکم ہے ہمیں نہایت تاکید سے کہہ دیا تھا کہ تم لوگ ہرگز میرا منہ نہ دیکھنا اگر تم اپنے چھوٹے بھائی کو بھی ساتھ نہ لے کر آؤ۔ پس اے ہمارے باپ! جب تک بنیامین ہمارے ساتھ نہیں جاتا ہم مصر کا رخ نہیں کریں گے۔ ہاں اگر آپ بنیامین کو ہمارے ساتھ بھیجنے پر رضامند ہیں تو ہم ابھی اور اسی وقت مصر جانے کو تیار ہیں۔"

یعقوبؑ نے غم واندوہ اور فکر و پریشانی سے اپنی گردن جھکالی۔ چند ثانیے گہری سوچوں میں گم رہے پھر بولے اور انتہائی مایوسی اور دکھ میں ڈوبی ہوئی آواز میں کہا:

"اے میرے بیٹو! تم لوگوں نے کیوں مجھ سے یہ بدسلوکی کی۔ تم نے مصر کے اس حاکم کو کیوں بتا دیا کہ تمہارا ایک بھائی اور بھی ہے۔"

یہودا نے انکساری سے جواب دیا:

"اے والدِ محترم! مصر کے اس حاکم نے بہ ضد ہو کر ہمارے خاندان کا حال پوچھا کہ کیا تمہارا باپ اب تک زندہ ہے اور کیا تمہارا کوئی اور بھائی بھی ہے تو اے ہمارے باپ! ہم نے اس کے ان سوالوں کے مطابق اسے بتا دیا کہ ہاں ہمارا باپ جیتا ہے اور ہم کُل بارہ بھائی ہیں جبکہ ان میں سے ایک کھو گیا تھا اور سب سے چھوٹا بنیامین ہمارے باپ کے پاس رہتا ہے۔ اب ہمیں کیا معلوم تھا کہ ہمارے اس جواب پر وہ یہ کہہ دے گا کہ اپنے چھوٹے بھائی کو بھی ساتھ لے کر آؤ۔"

یہودا چند لمحوں تک رک کر اپنے باپ کے چہرے پر آتے جاتے اور بکھرتے جذبات کو دیکھتا رہا۔ پھر دوبارہ اپنے باپ کو قائل کرنے کی خاطر بولا:

"اے ہمارے باپ! بہتر ہے کہ آپ بنیامین کو ہمارے ساتھ کر دیں کہ ہم مصر کا رخ کریں اور وہاں سے ہم اناج لے آئیں تاکہ ہم، آپ اور ہمارے بال بچے زندہ رہیں اور ہلاک نہ ہوں۔ میں بنیامین کا ضامن ہوں۔ واپسی پر آپ بنیامین کو مجھ سے لینا۔ اگر میں اسے واپس لا کر آپ کے سامنے کھڑا نہ کر دوں تو میں ہمیشہ کے لیے گناہ گار ٹھہروں گا۔ اے ہمارے باپ! جب ہم نے پہلی بار آپ سے بنیامین کو ہمارے ساتھ مصر بھیجنے کی گزارش کی تھی اگر آپ اس وقت بنیامین کو ہمارے ساتھ روانہ کر دیتے تو اب تک ہم مصر سے دوسری بار غلہ لے کر لوٹ آئے ہوتے۔"

یہودا کی گفتگو کا یعقوبؑ پر خاطر خواہ اثر ہوا اور ان کی جھکی ہوئی گردن سیدھی ہو گئی۔ ساتھ ہی ان کے چہرے پر چھپے تفکرات بھی دور ہو گئے۔ پھر وہ بولے:

"اے میرے بیٹو! اگر یہی بات ہے تو ایسا کرو کہ اپنے برتنوں میں اس سرزمین کی پیداوار میں سے کچھ اس مہربان حاکمِ مصر کے لیے نذرانے بھی لیتے جاؤ۔ اس کے لیے یہاں سے روغنِ بلسان، شہد، گرم مصالحے، پستہ اور بادام بھی لیتے جاؤ۔ اناج خریدنے کے لیے نقدی بھی ساتھ لے لو اور اس نقدی کو بھی ساتھ واپس لیجاؤ جو پہلی بار اناج خریدتے وقت تمہارے بوروں میں ڈال دی گئی تھی۔ ہو سکتا ہے اس سے بھول ہو گئی ہو۔ اور اس نقدی کو پا کر وہ تم لوگوں سے خوش ہو جائے۔ تم اپنے چھوٹے بھائی بنیامین کو بھی ساتھ لیتے جاؤ اور دوبارہ مصر سے اناج لے کر آؤ اور میرا خدا جو قادرِ مطلق اور واحد و لاشریک ہے۔ اس حاکمِ مصر کو تم پر مہربان کر دے گا کہ وہ بنیامین کو اس کی خواہش کے مطابق ساتھ لے جانے پر میرے اسیر کیے ہوئے بیٹے شمعون کو بھی رہا کر دے۔"

یعقوبؑ کی اس اجازت پر ان کے بیٹے بے حد خوش ہوئے۔ انہوں نے یوسفؑ کو پیش کرنے کے لیے نذرانے اور اناج خریدنے کے لیے نقدی لی اور اپنے چھوٹے بھائی بنیامین کو لے کر مصر کی طرف روانہ ہو گئے۔

پہلے کی طرح ان لوگوں کو یوسفؑ کے سامنے پیش کیا گیا۔ جب یوسفؑ نے ان کے ساتھ اپنے حقیقی چھوٹے بھائی بنیامین کو دیکھا تو آپ بے حد خوش ہوئے اور اپنے گھر کے منتظم سے کہا کہ ان سب کو میرے گھر لے جاؤ اور کوئی جانور ذبح کر کے کھانا تیار کراؤ کیونکہ یہ لوگ آج دوپہر کو میرے ساتھ کھانا کھائیں گے۔

منتظم یوسفؑ کے بھائیوں کو ان کے گھر لے گیا۔ وہاں اس نے شمعون کو کمرے سے نکالا۔ یوں وہ گیارہ بھائی یوسفؑ کے گھر میں جمع ہو گئے۔

اس موقع پر روبن نے باقی سارے بھائیوں سے کہا:

"یہ جو حاکمِ مصر نے ہم سب کو اپنے گھر پہنچا دیا ہے تو مجھے ڈر ہے کہ یہ ہمیں کسی اور دکھ اور تکلیف میں نہ پھنسا دے۔ مجھے خوف ہے کہ وہ نقدی جو پہلی بار ہمارے بوروں میں رکھ کر واپس کر دی گئی تھی اس کی وجہ سے شاید یہ حاکم ہمیں اپنے گھر میں بند کر دینا چاہتا ہے تاکہ اسے ہمارے خلاف بہانہ مل جائے اور وہ ہمیں اپنا غلام بنا لے اور ہم سے ہماری نقدی اور باربرداری کے تمام جانور چھین لے۔"

"اے میرے بھائیو! ہمیں اپنی بہتری اور رہائی کے لیے ضرور کچھ کرنا چاہیے۔ دیکھو! اس گھر کا منتظم اس سامنے والے کمرے میں گیا ہے اسی سے اس سلسلے میں گفتگو کرتے ہیں اور اسے اس نقدی کے بارے میں بتا دیتے ہیں۔"

سارے بھائی مل کر منتظم کے کمرے میں گئے۔ جب منتظم نے ان سب کو یوں ایک ساتھ اپنے کمرے میں آتے دیکھا تو اس نے قدرے حیرت سے پوچھا:

"اے میرے عزیزو! تم مجھے پریشان لگتے ہو۔ کیا میں اس کی وجہ جان سکتا ہوں؟"

یہودا نے جواب دیتے ہوئے کہا:

"تمہارا اندازہ درست ہے۔ ہمیں ایک معاملے کا ڈر اور خوف ہے اور ہم تم پر اس کا انکشاف کرنا چاہتے ہیں کہ جب ہم پہلے یہاں سے اناج لے کر گئے تھے۔"

منتظم بیچ میں بول پڑا:

"میں جانتا ہوں کہ تم پہلے بھی اناج لے کر گئے تھے مگر اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ تمہیں اس بار بھی اناج ملے گا۔"

"دراصل تم میرا مطلب نہیں سمجھے۔ میں کچھ اور کہنا چاہتا ہوں۔" یہودا نے اس کے قریب ہوتے ہوئے کہا: "میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ پچھلی بار جب ہم اناج لے کر گئے تھے تو ایسا ہوا کہ جب ہم نے گھر جاکر بوروں کو کھولا تو سب بوروں کے اندر وہ نقدی بھی تھی جو ہم نے ادا کر کے اناج خریدا تھا۔ سو اے عزیز! وہ نقدی ہم اپنے ساتھ واپس لے آئے ہیں اور اس مرتبہ کے اناج کے لیے علیحدہ نقدی لائے ہیں۔ ہم نہیں جانتے کہ وہ نقدی ہمارے بوروں میں کس نے رکھ دی تھی۔"

یہودا خاموش ہوا تو منتظم نے کہا:

"تم سب کی سلامتی ہو۔ اس معاملے میں تم لوگ خوف زدہ نہ ہو۔ میں تو یہ کہوں گا کہ تمہارے خدا نے تمہارے ہی اناج کے بوروں کے اندر سے تم لوگوں کو خزانہ عطا کر دیا ہے لہٰذا اس نقدی کو تم لوگ اپنے پاس رکھو اور اپنے استعمال میں لاؤ رہا جہاں تک پہلے اناج کی قیمت کا سوال ہے تو مجھے اس اناج کی قیمت اسی وقت مل گئی تھی۔ اب تم آرام سے بیٹھو اور اس معاملے میں کسی قسم کا تردّد نہ کرو۔"

اس پر سارے بھائی مطمئن ہو کر دوسرے کمرے میں جا بیٹھے۔ منتظم نے ان کے غسل کا انتظام کیا۔ ان کے جانوروں کو چارہ مہیا کیا اور ان کے لیے بہترین کھانے پکوائے۔

دوپہر کے وقت یوسفؑ بھی آ پہنچے اور اپنے بھائیوں کے پاس آ بیٹھے۔ سب بھائیوں نے ان کو وہ تحائف پیش کیے جو وہ یعقوبؑ کے کہنے پر ساتھ لائے تھے۔ پھر حضرت یوسفؑ نے ان سے انتہائی بے چینی سے پوچھا:

"تمہارا ضعیف باپ کیا اب تک جیتا ہے اور زندہ ہے؟"

روبن نے جواب میں کہا:

"اے ہمارے محسن! ہمارا باپ اب تک جیتا ہے اور خداوند کی مہربانی سے خیریت سے ہے۔"

اس کے بعد آپ نے اپنے سامنے بیٹھے ہوئے بنیامین کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سوالیہ انداز میں پوچھا:

"تو یہ ہے تمہارا بھائی جسے تم نے اپنے ساتھ لانے کا وعدہ کیا تھا۔ چونکہ تم نے اپنا وعدہ نبھایا ہے لہٰذا میں تمہیں تمہاری ضرورت کے مطابق اناج دے کر سب بھائیوں کو واپس جانے کی اجازت دے دوں گا۔"

اپنے چھوٹے بھائی کو سامنے دیکھ کر اور اپنے والد کی یاد میں یوسفؑ کی بری حالت ہو رہی تھی اس لیے وہ وہاں سے اٹھ کر دوسرے کمرے میں گئے اور وہاں اپنے حالات پر جی بھر کر روئے۔ پھر دوبارہ ہاتھ منہ دھو کر اپنے بھائیوں کے پاس آئے اور ان کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھایا۔ کھانے کے بعد یوسفؑ منتظم کو علیحدگی میں لے گئے اور بڑی رازداری سے کہا:

"ان آدمیوں کے بوروں میں جتنا اناج لے جا سکیں بھر دینا۔ پھر ایسا کرنا کہ میرا چاندی کا پیالہ ان کے سب سے چھوٹے بھائی بنیامین کے بورے میں رکھ دینا اور ان کو یہ بھی سمجھا دینا کہ کل صبح ہی صبح ایک قافلہ یہاں سے ارض کنعان کو جائے گا لہٰذا یہ لوگ بھی اس کے ساتھ ہی یہاں سے کنعان کو کوچ کر جائیں۔"

اس کے بعد یوسفؑ وہاں سے چلے گئے۔ منتظم نے سارے بھائیوں کے بوروں میں اناج بھروا دیا۔ ان سے نقدی کی صورت میں اناج کی قیمت وصول کی اور پھر وہ نقدی بھی واپس ان کے بوروں میں ڈال دی۔ پھر یوسفؑ کی خواہش کے مطابق بنیامین کے بورے میں اناج کے ساتھ چاندی کا پیالہ بھی رکھ دیا اور بوروں کے منہ سی دیے۔ اس طرح سارے بھائی اگلی صبح شمال کی طرف جانے والے قافلے کے ساتھ روانہ ہو گئے۔

چھوٹا سا یہ قافلہ ابھی ممفس شہر سے تھوڑی دور ہی گیا تھا کہ پیچھے سے کچھ سوار اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے آئے اور قافلے کے پاس آ کر بلند آواز میں چلّانے لگے:

"اے قافلے والو ٹھہرو! تم لوگ چور ہو۔"

قافلہ رک گیا اور روبن نے ان سواروں سے پوچھا:

"تمہاری کیا چیز گم ہو گئی ہے جس کا شبہ تم ہم پر کر رہے ہو؟"

آنے والے سواروں نے کہا:

"ہمارے بادشاہ کا چاندی کا پیالہ نہیں ملتا اور ہمیں شک ہے کہ وہ تم لوگوں میں سے کسی کے پاس ہے۔ سنو قافلے والو! جو بھی وہ پیالہ لا کر دے گا میں وعدہ کرتا ہوں کہ اسے ایک اونٹ

کے بوجھ کے برابر غلہ انعام دیا جائے گا۔

اس بار یہودا نے ان سواروں سے کہا:

"بخدا تم کو خوب معلوم ہے کہ ہم ملک میں فساد پھیلانے والے نہیں ہیں نہ ہی ہم چور ہیں اور نہ ہی یہ ہمارا شیوہ ہے۔ شاید تم لوگوں کو معلوم ہو گا کہ ہم تو وہ نقدی بھی لوٹانے کے لیے اپنے ساتھ لے آئے تھے جو یہاں سے غلطی سے ہمارے اناج کے بوروں میں اس وقت ڈال دی گئی تھی جب ہم پہلی بار اناج لینے آئے تھے اور ہم ایسا کر سکتے ہیں تو مصر کے بادشاہ کا پیالہ کیونکر چرا سکتے ہیں جبکہ وہ ہمارا محسن ہے کہ اس نے ہمیں ہماری ضرورت کے مطابق دو بار اناج دیا ہے۔ ہمیں اپنے ساتھ کھانا کھانے کی سعادت بھی بخشی۔ سو اے تعاقب کرنے والو! ہم کیونکر اپنے محسن کا پیالہ چرا سکتے ہیں؟"

ان تعاقب کرنے والوں میں سے ایک نے یہودا سے پوچھا:

"اگر تم میں سے کسی پر چوری ثابت ہو جائے تو پھر ایسے چور کی کیا سزا ہو گی؟"

یہودا نے اپنے باپ یعقوبؑ کی شریعت کے مطابق جواب دیا:

"جس شخص کے اسباب میں سے بادشاہ کا پیالہ ملے اسے اس چوری کے عوض غلام بنا لیا جائے۔ ہم لوگ چوروں کو یہی سزا دیتے ہیں۔"

اس کے بعد سب بھائیوں نے اپنے اونٹوں سے اناج کے بورے اتارنے شروع کیے اور تعاقب کرنے والوں نے ان کی تلاشی لینا شروع کی۔ انہوں نے سب سے پہلے بڑے بھائی روبن اور آخر میں بنیامین کے بورے کی تلاشی لی تو اس میں سے پیالہ نکل آیا۔

اس پر تعاقب کرنے والوں نے کہا:

"تم نے دیکھا۔ ہم نہ کہتے تھے کہ بادشاہ کا چاندی کا پیالہ تم میں سے ہی کسی ایک کے پاس ہے لہٰذا تمہارے اپنے ہی فیصلے کے مطابق اب ہم اس جوان کو اپنے ساتھ لے جائیں گے اور یہ ہمارے ہاں ایک غلام کی زندگی بسر کرے گا۔"

اس پر سارے بھائی غم و اندوہ میں آہ و پکار کرنے لگے اور جب تعاقب کرنے والے بنیامین کو اپنے ساتھ لے جانے لگے تو دوسرے بھائیوں نے بھی اپنے جانوروں کو موڑا اور ان کے ساتھ ہو لیے۔

جب سارے بھائیوں کو یوسفؑ کے سامنے پیش کیا گیا تو انہوں نے تعجب سے ان کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا:

"تم لوگوں نے میرے ساتھ یہ برائی کیوں کی جبکہ میں تو تم سب پہ احسان ہی کرنے والا تھا۔"

یہودا نے گلوگیر آواز میں کہا:

"اے بادشاہ! ہم کیا بات کریں۔ اب جبکہ ہم پر برائی ٹھہرا ہی دی گئی ہے اور ہمارے اس چھوٹے بھائی کو غلام بنا ہی لیا گیا ہے تو میں بھی اس کے ساتھ یہیں غلام کی حیثیت سے رہ جاؤں گا اور جس طرح یہ یہاں غلامانہ زندگی بسر کرے گا میں بھی کرتا رہوں گا۔"

یوسفؑ نے نرمی سے اسے سمجھاتے ہوئے کہا:

"خدا نہ کرے ایسا ہو۔ جس کے پاس سے پیالہ نکلا ہے صرف وہی یہاں غلام بن کر رہے گا۔"

اس پر یہودا طیش میں آ کر بولا:

"اے بادشاہ! ہم نے پہلی ملاقات میں آپ سے کہا تھا کہ ہمارا باپ بوڑھا ہے اور اس کے بڑھاپے کا سہارا ہمارا سب سے چھوٹا بھائی ہے۔ اس کا سگا بھائی بچپن ہی میں کہیں کھو گیا تھا سو ہمارا باپ اس پر جان دیتا ہے لیکن اے بادشاہ! آپ نے ہم سے کہا کہ چھوٹے بھائی کو لے کر آؤ تو شمعون کو رہائی ملے گی۔ سو اے بادشاہ! ہم آپ کی خواہش کے مطابق اس چھوٹے بھائی کو یہاں لے کر آئے۔ اب جبکہ اس پر چوری کا الزام لگ گیا ہے اور غلام بنا کر اسے یہاں روک لیا گیا ہے تو اے بادشاہ! ہم اس کے بغیر جا کر کیسے اپنے باپ کا سامنا کریں گے۔

جب ہمارے باپ کو خبر ہو گی کہ بنیامین کو چوری کے الزام میں محض روک لیا گیا ہے تو اے بادشاہ! میں ڈرتا ہوں ہمارا بوڑھا باپ اس صدمے سے جانبر نہ ہو سکے گا۔ کیونکہ وہ تو اس بنیامین کو یہاں بھیجنے پر راضی ہی نہ تھا۔ پھر میں اس معاملے میں ضامن بنا اور اپنے باپ سے کہا کہ اگر میں بنیامین کو تیرے پاس واپس نہ لے کر آؤں تو میں گنہگار ٹھہروں گا۔ اس لیے میری آپ سے گزارش ہے کہ میرے چھوٹے بھائی کو رہا کر دیا جائے تاکہ وہ واپس جا کر ہمارے باپ کے سکون اور اطمینان کا باعث بنے اور اے بادشاہ! اس کے بدلے میں مجھے غلام بنا کر رکھ لیا جائے۔"

یوسفؑ نے جواب میں کہا:

"ایسا کیونکر ممکن ہے کہ جس نے چوری کی، اس کے بجائے کسی اور کو غلام بنا کر رکھ لیا جائے۔ جو پکڑا گیا ہے وہی غلام بن کر یہاں رہے گا۔ تم سب یہاں سے اپنی سرزمین کی طرف واپس لوٹ جاؤ۔ یہی بہتر ہے۔"

اس پر سب بھائی یوسفؑ کے حکم پر وہاں سے باہر نکل گئے۔ باہر آ کر روبن نے اپنے دوسرے

بھائیوں کو مخاطب کر کے کہا:

"اے میرے عزیز بھائیو! کیا تمہیں معلوم نہیں کہ ہمارے باپ نے بنیامین کو واپس لانے کا ہم سے پختہ عہد لیا تھا۔ سنو! اس سے پہلے یوسفؑ کے معاملے میں بھی تم سے کوتاہی، غلطی اور گناہ سرزد ہو چکا ہے جبکہ میں اُس وقت تم سب کو منع کرتا رہا تھا کہ یوسفؑ کو مت مارو۔ آخر وہ ہمارا بھائی ہے پر تم الٹے میری جان کے بھی دشمن ہو گئے۔ ان حالات میں میں تو اب مصر کی سرزمین سے نہ جاؤں گا جب تک کہ میرے والدِ محترم مجھے واپس آنے کا حکم نہ دیں یا اس معاملہ پہ خداوند تعالیٰ کی طرف سے کوئی حکم نہ نازل ہو جائے۔"

لیکن دوسرے بھائیوں نے منّت سماجت کر کے روبن کو اپنے ساتھ لے جانے پر رضامند کر لیا۔ اس طرح سارے بھائی بنیامین کو یوسفؑ کے پاس چھوڑ کر اور اپنا اناج لے کر ارضِ کنعان کی طرف لوٹ گئے۔

○

بھائیوں کے چلے جانے کے بعد یوسفؑ اپنے چھوٹے اور حقیقی بھائی بنیامین کو مخاطب کرتے ہوئے بولے:

"اے عزیز! تم اگر چاہو تو میں تمہارے بھائی کی جگہ ہو جاؤں۔"

بنیامین نے دکھ سے کہا:

"میری ایسی قسمت کہاں کہ آپ جیسا کوئی میرا بھائی ہو۔"

اس پر یوسفؑ کھل کر رو پڑے اور بنیامین کو اپنے ساتھ لپٹاتے ہوئے انہوں نے ٹوٹتی ہوئی آواز میں کہا:

"اے میرے چھوٹے اور عزیز بھائی! میری طرف غور سے دیکھ! میں تیرا بڑا بھائی یوسف ہوں۔ مجھے بھیڑیے نے نہ کھایا تھا بلکہ بھائیوں نے مجھے اندھے کنوئیں میں ڈال دیا تھا۔ وہاں میرے اللہ نے میری مدد فرمائی کہ ایک قافلے نے مجھے وہاں سے نکالا اور یہاں مصر میں لا فروخت کیا۔ پھر میرے ربّ نے جو مجھے خوابوں کی تعبیر کا علم عطا کیا تھا وہ میرے کام آیا اور آج میں مصر کا حاکم ہوں۔"

دونوں بھائی ایک دوسرے سے لپٹ کر خوب روئے۔ اس کے بعد یوسفؑ نے بنیامین کو پاس بٹھا کر تفصیل سے اپنے سارے حالات سنائے۔

ان کے کہہ چکنے کے بعد بنیامین نے حیرت اور تعجب سے کہا:

"اے بھائی! آپ جانتے تھے کہ آپ کی جدائی میں والدِ محترم انتہائی بے چین اور غمزدہ ہوں گے۔ پھر کیوں نہ آپ نے انہیں اپنی خیریت کی اطلاع دی کہ انہیں سکون مل جاتا۔ اے میرے بھائی! آپ کے پاس بہت مواقع تھے کہ جب آپ اپنے متعلق والدِ محترم کو اپنی خیریت و عافیت کی اطلاع دے سکتے تھے۔ جب آپ غلام تھے تب بھی آپ کسی تجارتی کارواں کے ہاتھ ہی ہمارے لیے پیغام بھیج سکتے تھے۔ جس وقت آپ عزیزِ مصر کے گھر میں تھے تب تو آپ کو آزادی اور آسائش حاصل تھی اس وقت آپ بڑی آسانی سے اپنے متعلق کوئی خبر پہنچا سکتے تھے۔ اسی طرح زندان میں بھی اور اس کے بعد حاکمِ مصر بننے پر بھی آپ ایسا کر سکتے تھے بلکہ خود چل کر بھی والدِ محترم کی خدمت میں حاضر ہو سکتے تھے۔"

"اے میرے بھائی! آپ کی جدائی میں والدِ محترم کی بری حالت ہے۔ رو رو کر ان کی بینائی جاتی رہی ہے۔"

یوسفؑ نے پیار اور نرمی سے کہا:

"برادرِ عزیز! تمہارا کہنا درست ہے۔ بہت مواقع تھے کہ میں پیغام کسی کے ہاتھ بھیجنے کے علاوہ خود بھی وہاں آ سکتا تھا لیکن جو کچھ میں نے کیا بحکمِ قضا و قدر اور باشاراتِ وحی کیا۔ اس میں میرے اپنے ارادے کو یا نیت کو کوئی دخل نہیں ہے۔ جس طرح میرے رب نے میری راہنمائی کی میں نے ویسا ہی کیا۔"

یوسفؑ کے جواب پر بنیامین مطمئن سا ہو گیا۔ پھر یوسفؑ نے اس کو اپنے بیوی بچوں سے ملوایا اور وہ ان کے پاس مصر میں ہی رہنے لگا۔

○

دوسری طرف یوسفؑ کے بھائی اناج لے کر ارضِ کنعان میں یعقوبؑ کے پاس آئے اور انہیں سب حالات بتائے جن کی بنا پہ بنیامین کو مصر میں روک لیا گیا تھا۔ بنیامین کی اسیری کے متعلق سن کر ان کی حالت بری ہو گئی لیکن قبل اس کے کہ وہ کچھ کہتے، یہودا نے اپنی اور دیگر بھائیوں کی صفائی پیش کرتے ہوئے کہا:

"اے ہمارے باپ! بنیامین نے چوری کی اس لیے گرفتار کر لیا گیا اور ہم تو آپ سے وہی بیان کرتے ہیں جو کچھ وہاں ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ اے ہمارے محترم باپ! بے شک ہم نے آپ سے بنیامین کو واپس لانے کا عہد کیا تھا پر ہم غیب کی باتوں کو تو نہیں جانتے۔ ہمیں کیا معلوم تھا کہ بنیامین وہاں چوری کرے گا۔ ہم پہلے سے جانتے تو کبھی آپ سے اسے واپس لانے کا عہد نہ کرتے۔ اگر آپ کو ہماری بات کا یقین نہیں ہے تو آپ مصر کے شہر ممفس سے باہر بستی والوں سے پوچھ سکتے ہیں جس کے پاس ہمیں حاکم مصر کے آدمیوں نے آ روکا تھا۔ ہم سب کے سامان کی تلاشی لی اور ہمارے اور بستی والوں کی موجودگی میں بنیامین کے بورے سے بادشاہ کا چاندی کا پیالہ نکل آیا۔ اے پدرِ محترم! اگر آپ ایسا نہ کر سکیں تو پھر آپ اس قافلے والوں سے تصدیق کر لیں جس کے ساتھ ہم یہاں آئے ہیں۔ اس قافلے میں ارضِ کنعان کے بھی بہت سے لوگ شامل تھے۔"

اپنے بیٹوں کی گفتگو اور بنیامین کی اسیری کا سن کر یعقوبؑ کے دل میں یوسفؑ کی یاد تازہ ہو گئی۔ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور آہ بھرتے ہوئے انتہائی تاسف اور دکھ بھرے لہجے میں انہوں نے کہا:

"ہائے افسوس! یوسفؑ نے تو غم اور دکھ میں میری کمر ہی توڑ کر رکھ دی ہے۔"

اس پر یہودا نے کہا:

"اے ہمارے باپ! بخدا آپ تو ہمیشہ ہمیشہ یوسفؑ کی یاد میں ہی گم رہیں گے۔ ہمیں خدشہ ہے کہ اسی طرح یوسفؑ کی یاد میں آپ گھل گھل کر اپنی جان دے دیں گے۔"

اپنے بیٹوں کی بات سن کر آپ نے فرمایا:

"اے فرزندو! تمہیں میرے رونے اور واویلا کرنے سے کیا مطلب؟ میں تو صرف اپنے رب سے اپنے غم و رنج کو بیان کرتا ہوں۔ تم سے اس بارے میں کچھ نہیں کہتا اور اپنے اللہ کی باتوں کو جس قدر میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔

سنو میرے فرزندو! میرے بیٹے یوسفؑ نے بچپن میں ایک خواب دیکھا تھا۔ وہ خواب میرے رب کی طرف سے تھا اور مجھے پورا یقین ہے کہ ایک روز اس خواب کی تکمیل ضرور ہو گی لہٰذا میرا دل کہتا ہے کہ یوسفؑ جہاں بھی ہے مرا نہیں زندہ ہے۔ سوائے میرے بیٹو! بنیامین اور یوسف کی تلاش میں تم سب ایک بار پھر مصر کا رخ کرو۔"

"بنیامین تو ظاہر ہے اس وقت مصر میں ہے اور یوسفؑ کو مصر میں جا کر تلاش کرنے کے لیے جو

میں تم سے کہہ رہا ہوں، یہ میں اس بنا پہ کہہ رہا ہوں جو میرے رب نے میری رہنمائی کی ہے اس لیے کہ میں تم سے پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ میں اپنے رب کی وہ باتیں جانتا ہوں جن کا تمہیں علم نہیں۔ سوائے میرے بچو! ایک بار پھر اناج لینے کے لیے مصر کا رخ کرو اور وہاں اپنے دونوں بھائیوں کو تلاش کرو۔"

یعقوبؑ کی گفتگو سن کر ان کے بیٹے شمعون نے کہا:

"اے ہمارے باپ! ہم کیسے غلہ لینے کے لیے مصر کا رخ کریں جبکہ اس وقت ہمارے پاس نقدی ہی نہیں ہے۔"

یعقوبؑ نے فرمایا:

"گھر کے برتن اور دیگر اثاثہ ہی لے جاؤ لیکن تم مصر ضرور جاؤ۔ مجھے اپنے رب سے امید ہے کہ تم اپنے بھائیوں کو ڈھونڈ نکالنے میں کامیاب ہو جاؤ گے۔"

اس پر وہ سب دوبارہ مصر جانے پر رضامند ہو گئے تو آپ نے انہیں تشفی اور قدرے اطمینان سے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

"اے میرے بچو! گھر کی ہر وہ چیز جو تم سمجھتے ہو کہ کچھ قیمت رکھتی ہے لے کر اور وقت ضائع کیے بغیر مصر کی طرف روانہ ہو جاؤ۔ میں تمہیں روانگی کے وقت مصر کے حاکم کے نام ایک خط بھی لکھوا دوں گا۔"

اپنے والد کی ہدایت کے مطابق اپنے گھر کا سامان اور مصر کے بادشاہ کے نام یعقوبؑ کا خط لیکر جب وہ دس بھائی مصر پہنچے اور یوسفؑ کے سامنے آئے تو ان سے بنیامین کی رہائی کی بات کرنے سے قبل انہوں نے اناج لے جانے کی بات ہی شروع کی تاکہ یوسفؑ سے بات کرنے کا موقع ہاتھ آئے اور اس گفتگو کے دوران وہ بنیامین کی رہائی کے لیے ہی ان سے التجا کر سکیں۔ اس مرتبہ بڑے بھائی روبن نے انتہائی دردمندی، عاجزی اور انکساری کے ساتھ یوسفؑ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

"اے بادشاہ! ہمیں اور ہمارے گھر والوں کو قحط کی وجہ سے سخت دکھ اور تکلیف کا سامنا ہے یہاں تک کہ اب ہمارے پاس غلہ خریدنے کے لیے نقدی بھی نہیں رہی اور مجبور ہو کر ہم اپنے گھر کے برتن اور دیگر اثاثہ اٹھا لائے ہیں۔ ہماری التجا ہے کہ گو ہمارا آپ پر کچھ استحقاق تو نہیں ہے پھر بھی آپ ان گھر بلو اور نجی اشیا کی قیمت سے قطع نظر ہمیں پورا غلہ دے دیں اور اگر ان چیزوں کے بدلے آپ ہمیں غلہ نہ دینا چاہیں تو میں گزارش کروں گا کہ ہمیں غلہ خیرات سمجھ کر ہی دے دیں

بے شک اللہ جو بزرگ و برتر ہے وہ خیرات کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔"

اپنے بڑے بھائی کو اپنے سامنے یوں عاجزی اور انکساری سے التجا کرتے دیکھ کر یوسفؑ افسردہ ہوگئے۔ ان کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے۔ قریب تھا کہ وہ کھل کر رو دیتے کہ روبن نے آنکھ اٹھا کر غور سے ان کی طرف دیکھا اور جب اس نے اندازہ لگا لیا کہ یوسفؑ ان کی باتوں سے متاثر ہیں تو اس نے اسی طرح منت وزاری کے انداز میں مزید کہا:

"اے بادشاہ! اناج حاصل کرنے کے علاوہ ہماری آپ سے یہ فریاد بھی ہے کہ ہمارا چھوٹا بھائی بنیامین جسے آپ نے اپنے چاندی کے پیالے کی چوری کے الزام میں اپنے ہاں روک رکھا ہے اسے بھی مہربانی کر کے ہمارے حوالے کر دیں اور اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو ہمارا بوڑھا باپ زندہ نہ رہے گا۔"

پھر اس نے اپنے لباس کے اندر سے تہ کیا ہوا ایک پارچہ نکالا اور یوسفؑ سے کہا:

"اے بادشاہ! اپنے اس چھوٹے بھائی کی رہائی کے لیے آپ کے نام میرے والد کی طرف سے یہ خط بھی ہے۔"

یوسفؑ چونک پڑے اور انتہائی بے تابی سے بولے:

"لاؤ، یہ خط مجھے دو کہ میں دیکھوں اس میں تمہارے والد محترم نے میرے لیے کیا لکھا ہے۔"

روبن نے وہ پارچہ یوسفؑ کو تھما دیا۔ آپ نے اس کی تہیں کھولیں۔ پھر وہ اپنے والد یعقوبؑ کی تحریر پڑھنے لگے۔ یعقوبؑ نے اس خط میں لکھا تھا:

من جانب یعقوبؑ صفی اللہ بن اسحٰقؑ بن ابراہیمؑ خلیل اللہ

بخدمت عزیزِ مصر! اما بعد

ہمارا پورا خاندان بلاؤں اور آزمائشوں میں مبتلا ہے۔ میرے دادا حضرت ابراہیمؑ خلیل اللہ کا نمرود کی آگ سے امتحان لیا گیا۔ میرے والد اسحٰقؑ اپنی زندگی میں شدید امتحان میں مبتلا کیے گئے۔ پھر میرے ایک بیٹے کے ذریعے سے میرا بھی امتحان لیا گیا اور میرا یہ بیٹا مجھے سب سے زیادہ محبوب اور پیارا تھا۔ اس کا نام یوسفؑ تھا اور اس کی جدائی اور مفارقت میں میری بینائی بھی جاتی رہی ہے۔ اس کے بعد اس کا چھوٹا بھائی میرے پاس مجھ غم زدہ کی تسلی کا سامان تھا جسے آپ نے چوری کے الزام میں گرفتار کر لیا ہے اور اسے اپنے ہاں روک رکھا ہے۔ میں آپ کو یہاں یہ بھی بتاتا چلوں کہ ہم اولادِ

انبیاء ہیں۔ نہ ہم نے کبھی چوری کی ہے اور نہ ہماری اولاد میں کوئی چور پیدا ہوا ہے۔"

یعقوبؑ کا خط پڑھ کر یوسف لرز لرز گئے اور بے اختیار رو پڑے۔ سارے بھائی حیرت اور استعجاب کے عالم میں انہیں روتا ہوا دیکھ رہے تھے کہ یوسفؑ نے اپنے آپ کو سنبھالا۔ پھر اپنے بھائیوں سے پوچھا:

"کیا تم لوگوں کو کچھ بھی یاد نہیں کہ تم نے اپنے بھائی یوسفؑ کے ساتھ کیا معاملہ کیا تھا؟ جبکہ وہ تمہاری جہالت کا زمانہ تھا کہ اس وقت تم لوگ برے بھلے کی سوچ اور انجام بینی سے غافل تھے۔ سنو میرے بھائیو! میں ہی یوسفؑ ہوں جسے تم لوگوں نے اندھے کنویں میں ڈال دیا تھا۔ وہاں سے ایک کارواں والے مجھے نکال لائے اور یہاں مصر میں لا کر مجھے فروخت کر دیا۔"

بھائیوں نے تعجب سے پوچھا:

"کیا واقعی آپ یوسفؑ ہیں؟"

یوسفؑ نے کہا:

"ہاں۔ میں ہی یوسفؑ ہوں اور بنیامین میرا حقیقی اور چھوٹا بھائی ہے اور اسے میں اپنے پورے حالات سنا چکا ہوں۔"

اس کے بعد یوسفؑ نے اپنے بھائیوں کو بھی وہ سارے حالات سنائے کہ کس طرح وہ کنویں سے نکل کر حاکمیتِ مصر تک پہنچے۔

اب برادرانِ یوسفؑ کے پاس اپنے جرم و خطا کے اعتراف اور یوسفؑ کے فضل و کمال کا اقرار کر لینے کے سوا کوئی چارہ نہ رہا تھا اس لیے انہوں نے یک زبان ہو کر کہا:

"بخدا! اللہ مہربان نے آپ کو ہم سب پر فضیلت اور برتری عطا فرمائی اور آپ یقیناً اس کے مستحق تھے۔ ہم نے آپ کے ساتھ جو معاملہ کیا اس میں بے شک ہم خطا وار تھے اس لیے ہمیں معاف کر دیجیے۔"

یہاں یوسفؑ نے اپنے بھائیوں سے اپنی پیغمبرانہ شان سے کہا:

"لا تثریب علیکم: آج تم پر کوئی ملامت نہیں۔"

یعنی میں نے تم لوگوں سے تمہارے ظلم کا انتقام لینے کے بجائے تم لوگوں کو معاف کر دیا۔ پھر آپ نے اپنے ربّ کے حضور ان سب کی مغفرت کے لیے دعا کی۔

اس کے بعد یوسفؑ نے اپنے بھائیوں سے کہا:

"اب تم لوگ واپس ارضِ کنعان جاؤ اور والدِ محترم اور اپنے خاندان کے تمام افراد کو یہاں لے آؤ۔

سنو میرے بھائیو! میں تمہیں اپنا کرتہ دیتا ہوں۔ وہ کرتہ میرے والد کی آنکھوں سے لگانا تو ان کی بینائی لوٹ آئے گی۔"

یہ وہی کرتہ تھا جو جبرائیلؑ نے ابراہیمؑ کو پہنایا تھا جس وقت انہیں برہنہ کر کے نمرود کی آگ میں پھینکا جا رہا تھا۔ بعد میں یہ کرتہ اسحٰقؑ کو پھر یعقوبؑ اور آخر میں یوسفؑ کو تبرکاً ملا۔ بہرحال آپ کے بھائی واپس گئے اور یوسفؑ کا کرتہ بھی وہ اپنے ساتھ لیتے گئے۔

○

جس وقت یہ لوگ ممفس شہر سے روانہ ہوئے اس وقت یعقوبؑ اپنے گھر میں پوتے پوتیوں میں گھرے بیٹھے تھے کہ آپ نے خوش ہو کر کہا:

"اگر تم لوگ مجھے بے وقوف نہ کہو تو میں تمہیں بتاؤں کہ مجھے یوسفؑ کی خوشبو آ رہی ہے۔"

مجلس میں بیٹھے ہوئے لوگوں نے کہا:

"آپ تو اپنے اسی پرانے اور غلط خیال میں محو ہیں کہ یوسفؑ زندہ ہیں اور پھر ملیں گے۔"

کنعان سے مصر کا شہر ممفس آٹھ دن کی مسافت پر تھا اس کے باوجود خدا نے معجزانہ طور پر کرتہ کی خوشبو آپ تک پہنچا دی تھی۔ ورنہ آپ کے قریب ہی اس کرتے کے ساتھ یوسفؑ اس اندھے کنویں میں رہے تھے لیکن وہاں سے آپ کو خوشبو نہ آئی تھی۔ گویا کوئی معجزہ کسی پیغمبر کے اختیار میں نہیں ہوتا اور نہ ہی کوئی معجزہ کسی پیغمبر کا اپنا فعل اور عمل ہوتا ہے بلکہ یہ براہِ راست جب اللہ تعالیٰ ارادہ فرماتا ہے تو معجزے کا ظہور فرما دیتا ہے۔

حاضرین نے اس وقت تو یعقوبؑ کی بات پر اعتبار نہ کیا لیکن جب کچھ ہی دن بعد ان کے بیٹے یوسفؑ کا کرتہ لے کر آئے تو لوگوں کو آپ کی بات تسلیم کرنا پڑی۔ بہرحال یوسفؑ کا کرتہ آنکھوں پر رکھنے سے آپ کی بینائی لوٹ آئی اور آپ مصر کی طرف روانہ ہو گئے۔

یوسفؑ نے راستے میں آ کر اپنے بیٹوں کے ساتھ یعقوبؑ کا استقبال کیا اور یوں ایک مدت کے بعد یعقوبؑ اپنے بیٹے سے ملے۔ یعقوبؑ کے ساتھ ان کی بہوؤں کو چھوڑ کر سڑسٹھ افراد آپ کے ساتھ مصر میں داخل ہوئے اور یہ سب لوگ آپ کے بیٹے اور پوتے تھے۔ ان میں اگر یوسفؑ اور ان کے دونوں بیٹوں منشا اور افرائیم کو بھی ملا لیا جائے تو ان کی کل تعداد ستّر ہو جاتی تھی۔

مصر میں رعمسیس کا علاقہ سب سے زیادہ زرخیز اور سرسبز و شاداب تھا لہٰذا یوسفؑ نے یہیں اپنے سارے خاندان کے افراد کو آباد کیا۔ یہیں پر یعقوبؑ نے ۱۴۵ برس کی عمر میں وفات پائی۔ مرنے سے پہلے آپ نے وصیت کر دی تھی کہ انہیں ارضِ کنعان کی اسی غار میں دفن کیا جائے جس کے اندر ابراہیمؑ اور اسحٰقؑ دفن تھے۔ سو آپ کو آپ کے باپ دادا کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ اس کے بعد یعقوبؑ کی اولاد جو بنی اسرائیل کہلائی، ان کی تعداد مصر میں بڑی تیزی سے بڑھی۔ یہاں تک کہ ایک سو دس سال کی عمر میں یوسفؑ نے بھی وفات پائی۔ یوسفؑ نے اپنے بیٹوں کی اولاد تیسری پشت تک دیکھی۔ مرنے سے قبل آپ نے بنی اسرائیل کو وصیت کی کہ جب میرا خدا وعدے کے مطابق تم کو ارضِ فلسطین کی طرف لے جائے تو تم لوگ میری نعش یہاں سے نکال کر لے جانا۔ اس طرح یوسفؑ کی نعش کو تابوت میں ڈال کر خوشبو بھر دی گئی اور وہ تابوت وہیں مصر میں دفن کر دیا گیا۔

حسین داسیو کو عارب کے ساتھ شادی کیے ایک عرصہ گزر گیا تھا اور اب وہ بوڑھی ہوتی جا رہی تھی جبکہ اس کا بھائی رام دیو جوان ہو گیا تھا اور چھوٹی بہن اینما بھی جوان ہو کر بالکل اپنی مرنے والی بہن پریا جیسی ہو گئی تھی۔

ایک روز اینما اور رام دیو اپنے کمرے میں بیٹھے یوناف سے متعلق گفتگو کر رہے تھے کہ داسیو بھی وہاں آ گئی۔ وہ کچھ پریشان اور بکھری بکھری سی تھی۔ رام دیو اور اینما اس کے دائیں بائیں آ بیٹھے پھر رام دیو نے گہری محبت سے پوچھا:

"اے داسیو، میری بہن! میں دیکھتا ہوں کہ آج تم پریشان اور غمزدہ ہو۔ کیا بات ہے؟ کیا عارب سے تمہارا جھگڑا ہو گیا ہے یا کسی نے تمہیں خلافِ طبع کوئی بات کہہ دی ہے؟"

اینما نے داسیو کے کندھے پر پیار سے اپنی ٹھوڑی رکھ کر پوچھا:

"ہاں میری بہن! آج تمہارے یوں غمزدہ اور پریشان ہونے کی کیا وجہ ہے؟"

داسیو نے بوجھل اور غمگین آواز میں کہا:

"اے میری بہن اور بھائی! دونوں غور سے سنو۔ حالات ہمارے خلاف کروٹ لینے والے ہیں۔ تم جانتے ہو کہ میں نے یوناف کی بہتری کے لیے عارب سے چمڑے کا وہ ٹکڑا حاصل کرنے کے لیے بعد کوشش کی ہے جس کی تحریر پڑھ کر یوناف اپنی اصلیت پا سکتا ہے لیکن میں ناکام رہی ہوں کیونکہ عارب ہر وقت چمڑے کے اس ٹکڑے کو اپنے گلے میں لٹکا کر رکھتا ہے۔ اب نہ وہ ٹکڑا اس سے مانگا جا سکتا

ہے نہ اس سے اس کا ذکر کیا جا سکتا ہے ورنہ وہ مجھے ہلاک کر دے گا۔ اب اس نے ایک اور بدترین فیصلہ کیا ہے۔ اس نے دیکھا ہے کہ میں اب چونکہ بوڑھی ہوتی جا رہی ہوں لہٰذا اے اینما! اب اس کی نظر تم پر ہے اور وہ تمہیں اپنی بیوی بنانا چاہتا ہے۔ میں نے گزشتہ شب یاخان، بیوسا، عارب اور نبیط کی گفتگو سن لی تھی۔ وہ دو ایک روز تک یہاں سے ایک مغربی شہر ملتان[1] کی طرف روانہ ہوں گے اور آئندہ کچھ عرصہ وہیں رہیں گے۔ ہمیں بھی وہ اپنے ساتھ لے جائیں گے اور وہیں ملتان میں عارب اینما سے شادی کرنا چاہتا ہے۔"

ذرا رک کر داسیو نے مزید کہا:

"اے اینما! جو میں نے ان کی گفتگو سنی ہے اس کے مطابق عارب تمہیں اس لیے پسند کرتا ہے کہ تمہاری شکل بالکل پریا جیسی ہے۔ عارب چونکہ پریا کو بھی پسند کرتا رہا ہے اس لیے وہ تمہیں بیوی بنانا چاہتا ہے۔ پریا چونکہ یوناف کو پسند کرتی تھی اور عارب کی طرف اس نے کبھی آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا تھا لہٰذا عارب اس کی طرف سے مایوس ہو گیا تھا۔ اب پریا کی کمی وہ تم سے شادی کر کے پوری کرنا چاہتا ہے۔"

رام دیو یہ بات سن کر غصے اور غضب میں آ گیا اور دانت کچکچاتے ہوئے اس نے کہا:

"اگر عارب نے ایسا کرنے کی کوشش کی تو میں اسے قتل کر دوں گا۔"

داسیو نے چونک کر کہا:

"نہیں نہیں۔ میرے عزیز بھائی! تم ایسا نہ کرنا کیونکہ تم عارب کو قتل نہیں کر سکتے۔ تم میرے باپ کی واحد نشانی ہو۔ اگر تمہیں کچھ ہو گیا تو میں زندہ نہ رہوں گی۔ پھر تم جانو عارب، یاخان، بیوسا اور نبیط ہم عام لوگوں کی طرح نہیں ہیں کہ کوئی انہیں قتل کر دے۔ تم لوگوں نے دیکھا نہیں کہ میں بوڑھی ہوتی جا رہی ہوں۔ تم دونوں بہن بھائی بچپن سے جوان ہو گئے لیکن وہ چاروں اسی طرح نوجوان اور تر و تازہ ہیں وہ کوئی عام انسان نہیں ہیں میرے بھائی کہ تم ان پر ہاتھ ڈال سکو۔ یہ لوگ مافوق البشر ہیں اور ان گنت سری قوتوں کے مالک ہیں۔"

اس موقع پر اینما نے داسیو سے کہا:

1۔ ملتان شہر کا پرانا نام۔ قدیم دور میں اس شہر کو شکلیک پوری، ہیرلال پوری، جھملستان اور متروں کہہ کر بھی پکارا گیا: (البیرونی)

"اے میری بہن ایہاں تم ایک بات بھول رہی ہو۔ وہ یہ کہ یوناف بھی ان جیسا ہی فوق البشر ہے تم نے دیکھا نہیں وہ بھی ویسے کا ویسا ہی جوان اور تر و تازہ ہے۔ اے میری بہن! وہ انتہائی مخلص جوان ہے۔ میں جب اس کے لیے کھانے پینے کی اشیا لے کر جاتی ہوں تو وہ مجھے دیکھ کر خوش ہوتا ہے۔ میں نے اسے بتا رکھا ہے کہ میں پریا کی چھوٹی بہن انیما ہوں لیکن اس کے باوجود وہ مجھے پریا کہہ کر پکارتا ہے"۔

داسیو نے دکھ اور تاسف سے کہا:

"صرف ہماری بہن پریا ہی یوناف کو نہ چاہتی تھی بلکہ یوناف بھی اسے پسند کرتا تھا۔ اب یوناف جانتا ہے کہ تم پریا نہیں انیما ہو لیکن وہ اپنے آپ کو تسلی دینے کی خاطر تمہیں پریا کہہ کر ہی پکارتا ہے کاش! میں وہ چمڑے کا ٹکڑا حاصل کر کے یوناف کی مدد کر سکتی مگر میں ایسا کرنے میں ناکام رہی ہوں"۔

داسیو ذرا رک کر پھر بولی:

"اے میرے عزیز بھائی اور بہن! یوناف نیک انسان ہے تبھی ان چاروں نے اسے ایک کرب اور اذیت کا شکار بنا رکھا ہے۔ انیما! میں نے اپنے دل میں ارادہ کر رکھا ہے کہ یوناف اگر ان لوگوں کی اسیری سے آزاد ہو گیا تو میں تمہیں اس سے بیاہ دوں گی"۔

رام دیو نے مسکراتے ہوئے کہا:

"یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ یہ تو میں پہلے ہی آپ سے کہنے والا تھا کہ یوناف جب ان لوگوں سے آزادی حاصل کرلے تو انیما کو اس سے بیاہ دیں کیونکہ ہماری بڑی بہن پریا کی طرح یہ بھی یوناف کو پسند کرتی ہے"۔

داسیو نے ایک آہ بھرتے ہوئے کہا:

"سب سے بڑا مسئلہ تو ان ابلیسوں سے یوناف کی رہائی کا ہے۔ مجھے امید ہے کہ یوناف اگر ایک بار اس چمڑے کی تحریر کو پڑھ کر اپنی کھوئی ہوئی اور سلب کی ہوئی قوتوں کو دوبارہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا تو وہ ان شیطانوں سے ہم تینوں کا بھی مکمل طور پر دفاع کر سکے گا لیکن افسوس! عارب اپنے گلے میں ڈالے چمڑے کے اس ٹکڑے کو علیحدہ ہی نہیں کرتا۔ کاش! میں یوناف کی آزادی اور رہائی کے لیے کچھ کر سکتا"۔

اچانک انیما کا چہرہ خوشی اور کسی نئے جذبے کے تحت چمک اٹھا اور اس نے داسیو اور رام دیو کی طرف دیکھتے ہوئے کہا:

"یوناف کی رہائی کا بندوبست تو اب ہو گیا ہے اور یہ سارا انتظام عارب نے خود ہی کر دیا ہے"۔

داسیو نے حیرت اور تعجب سے انیما کی طرف دیکھا اور پوچھا:

"یہ تم کیا کہہ رہی ہو انیما۔ میں سمجھتی ہوں تم اب دن کو بھی خواب دیکھنے لگی ہو"۔

انیما نے کہا:

"میں بالکل سنجیدہ ہوں۔ میری باتوں کو آپ دونوں مذاق اور تمسخر میں نہ ٹالیں کہ یوناف کی رہائی کا ایک سبب عارب نے خود ہی پیدا کر دیا ہے"۔

داسیو نے پوچھا:

"اگر تم سنجیدہ ہو تو پھر کہو عارب کی طرف سے یوناف کی رہائی کا کیا سبب بن رہا ہے"۔

انیما نے دھیمی آواز میں انتہائی رازداری کے ساتھ کہا:

"وہ اس طرح کہ میں عارب کے ساتھ شادی کرنے کی حامی بھر لوں گی اور یہ بات ابھی تم جا کر اس سے کہو گی کہ میں اس سے شادی پر رضامند ہوں"۔

رام دیو نے انیما کو بات مکمل نہ کرنے دی اور گرج کر کہا:

"تم بکواس مت کرو انیما! میں تمہیں ہرگز عارب سے شادی کرنے نہ دوں گا۔ میں پہلے ہی شرمسار ہوں کہ عارب نے داسیو سے زبردستی شادی کر لی تھی۔ اس وقت میں بچہ تھا اور کچھ نہ کر سکتا تھا لیکن اب میں جوان اور سمجھدار ہوں لہٰذا میں کسی بھی صورت اب عارب کو تمہارے ساتھ شادی کرنے میں کامیاب نہ ہونے دوں گا اور اگر عارب نے زبردستی ایسا کرنے کی کوشش کی تو میں اپنے انجام سے بے پرواہ ہو کر اس بھیڑیے سے ٹکرا جاؤں گا۔ اسے مار دوں گا یا خود اس کے ہاتھوں مر جانا پسند کروں گا"۔

داسیو نے لرزتی کانپتی آواز میں کہا:

"اوشانہ کرے کہ تم عارب کے ہاتھوں ختم ہو اور نہ میں تمہیں اپنی زندگی کا خاتمہ کرنے کی اجازت دوں گی۔ تمہاری سلامتی کی خاطر تو ہم دونوں بہنیں اپنا آپ قربان کر سکتی ہیں۔ دیوتا ہر دشمنائی اور مصیبت میں تمہاری حفاظت کریں گے"۔

رام دیو نے شکوہ کرنے کے انداز میں کہا:

"تو پھر انیما عارب کے ساتھ شادی کرنے کی بات کیوں کرتی ہے"۔

اینما نے ایک بار داسیو اور رام دیو کی طرف تیز نگاہوں سے دیکھا پھر اس نے بچوں کی طرح منہ بسورتے ہوئے کہا:

"میری پوری بات تو آپ لوگوں نے سنی نہیں بیچ میں ایک نیا مسئلہ کھڑا کر دیا۔ جو کچھ میں کہنا چاہتی ہوں اسے آپ غور اور تحمل سے سنیں تو۔ پھر آپ کی جو رائے ہوگی میں اس پر عمل کروں گی۔"

داسیو نے فوراً اینما کی حمایت اور تائید کرتے ہوئے کہا:

"ہاں میرے بھائی! ہمیں اس کی پوری بات تو سننی چاہیے۔"

رام دیو نے بیزاری میں کسی قدر کمی کرتے ہوئے کہا:

"اچھا کہو تم کیا کہنا چاہتی ہو۔ اب میں خاموشی اور غور سے سنوں گا۔"

اس پر اینما نے دوبارہ کہنا شروع کیا:

"جس طرح کہ داسیو نے انکشاف کیا ہے کہ عارب مجھے پسند کرتا اور مجھ سے شادی کرنے کا خواہشمند ہے تو بہن داسیو ابھی جا کر عارب سے کہہ دے گی کہ اینما اس سے دو شرائط کے عوض شادی کرنے کو تیار ہے۔ پہلی شرط یہ کہ عارب یوناف کے ساتھ کشتی کا مقابلہ کرے۔ اگر اس نے یوناف کو چت کر دیا تو میں اس سے شادی کر لوں گی۔ دوسری شرط یہ ہوگی کہ یہ شادی بلوتان شہر میں جا کر ہوگی اور یوناف کے ساتھ اس کا مقابلہ بھی وہیں ہوگا۔"

داسیو نے انتہائی مایوسی سے کہا:

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ عارب یقیناً ایسا کرنے پر رضامند ہو جائے گا۔ وہ ملوتان میں بڑی آسانی سے یوناف کو زیر کر کے تم سے شادی کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔"

اینما نے کہا:

"میں نے ابھی اپنی بات ختم نہیں کی۔ غور سے سنو۔ مجھ سے شادی کرنا عارب کے لیے اتنا آسان نہ ہوگا۔ میں ابھی جا کر یوناف سے بات کرتی ہوں اور اسے سارا معاملہ سمجھا دیتی ہوں کہ وہ جب میری شادی کے معاملے میں عارب سے کشتی لڑے تو دو میں سے ایک کام ضرور کرے۔ یا تو عارب کے گلے میں لٹکتا ہوا وہ چمڑے کا ٹکڑا اس سے چھین کر اس پر کندہ تحریر پڑھ لے اور اگر ایسا نہ کر سکے تو کشتی کے دوران کوئی ایسا حربہ استعمال کرے کہ وہ چمڑے کا ٹکڑا عارب کے

گلے میں لٹکتا ہے اور یوناف اس کی تحریر پڑھ لے۔ اس طرح اس کی ساری قوتیں اور توانائیاں لوٹ آئیں گی۔"

رام دیو نے آگے بڑھ کر پیار سے اینما کی پیشانی چوم لی۔ پھر اس نے نعرہ مارنے کے انداز میں کہا:

"اے اینما! تو نے اپنی زندگی میں پہلی بار ایسا لائحہ عمل پیش کیا ہے جس کا کوئی جواب نہیں ہے۔ اس طرح ہم نہ صرف یوناف کو اس کی قید و بند سے رہائی دلانے میں کامیاب ہو جائیں گے بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ یوناف کی اسیری ختم ہونے کے باعث اس کی وجہ سے ہم عارب اور اس کے ساتھیوں کے شر سے بھی محفوظ رہ سکیں گے۔"

پھر رام دیو نے داسیو کو مخاطب کر کے کہا:

"داسیو بہن! تم عارب کے پاس جاؤ اور اسے کہو کہ اینما ان دو شرائط پر اس سے شادی کرنے پر رضامند ہے جو اینما نے بیان کی ہیں۔"

رام دیو کے کہنے پر داسیو مطمئن اور خوش خوش وہاں سے چلی گئی۔ اس کے جانے کے بعد اینما بھی کھڑی ہو گئی اور اس نے رام دیو سے کہا:

"اے بھائی! تم بیٹھو۔ میں اس معاملے میں یوناف سے بات کر کے آتی ہوں۔"

رام دیو نے اثبات میں سر ہلا دیا اور اینما کمرے سے باہر نکل گئی۔

اینما او شادیوی کے مندر سے باہر آ کر اس چبوترے پر چڑھی جس پر لوہے کا وہ پنجرہ رکھا تھا جس کے اندر یوناف بند تھا۔

آہستہ آہستہ چلتی ہوئی وہ پنجرے کے پاس آ کھڑی ہوئی۔ اس وقت یوناف پنجرے سے ٹیک لگائے افسردہ و اداس بیٹھا تھا۔ اس کی آنکھیں بند تھیں جیسے وہ ان جانی اور گہری سوچوں میں کھویا ہوا ہو۔

اینما پنجرے کے پاس بیٹھ گئی پھر اس نے یوناف کو کندھے سے پکڑ کر ہلاتے ہوئے کہا:

"یوناف! یوناف! کہاں کھوئے ہوئے ہو۔ کیا سوچ رہے ہو؟"

یوناف نے آہستہ آہستہ گردن گھما کر اسے دیکھا اور دھیمی سی آواز میں پوچھا:

"کیا بات ہے اینا! تم نے مجھ سے کیا کہنا ہے؟"

اینا نے احتجاج کرنے کے انداز میں کہا:

"آج آپ نے مجھے پریا کے بجائے اینا کہہ کر کیوں پکارا ہے؟"

یوناف نے بوجھل آواز میں کہا:

"میں نے حقیقت کو تسلیم کر لیا ہے۔ جب تمہارا نام ہی اینا ہے تو پھر میں کیوں تمہیں پریا کہہ کر پکاروں۔ میں سمجھتا ہوں تمہیں پریا کہہ کر میں اپنے نفس کو دھوکہ دے کر اپنے آپ کو بہلا تا رہا ہوں۔"

اینا نے خوش ہو کر کہا:

"یوناف! غور سے سنو۔ میں تمہارے لیے ایک بڑی اہم خبر لے کر آئی ہوں جس پر عمل کر کے تم اپنے آپ کو اس آہنی پنجرے کی اسیری سے رہائی دلا سکتے ہو۔"

یوناف نے سنبھل کر چونکتے ہوئے پوچھا:

"اینا! تم میری بہتری کی کیا خبر لائی ہو؟"

اینا نے نرم لہجے اور خوش کن آواز میں بتایا:

"اے یوناف! میں تمہیں پہلے بھی بتا چکی ہوں کہ تم ان گنت اور بے پناہ قوتوں کے مالک ہو۔ یہ باتیں میری بہن داسیبو نے عارب، بفیط، بیوسا اور یافان کی باہمی گفتگو سے معلوم کی ہیں اور تمہاری یہ قوتیں عارب نے تم سے چھین رکھی ہیں۔ تمہارے علم میں یہ بات بھی ہے کہ پریا کو قتل کر کے عارب نے میری دوسری بہن داسیبو سے زبردستی شادی کی تھی۔ میری مرنے والی بہن پریا کو معلوم ہو گیا تھا کہ تمہارے گلے میں چمڑے کا ایک ایسا ٹکڑا تھا جس پر کندہ تحریر کو پڑھ کر تم اپنی کھوئی ہوئی طاقتوں کو دوبارہ حاصل کر سکتے ہو لیکن چمڑے کا وہ ٹکڑا عارب نے تمہارے گلے سے اتار کر اپنے گلے میں اس لیے ڈال لیا ہے کہ تم وہ تحریر پڑھ کر کہیں اپنی کھوئی ہوئی سری قوتیں حاصل کرنے میں کامیاب نہ ہو جاؤ۔"

سنو یوناف! عارب اب مجھے پسند کرنے لگا ہے اور مجھ سے شادی کرنے کا خواہشمند ہے اس کے علاوہ وہ یہاں سے ایک مغربی شہر ملوتان کی طرف بھی ایک دو یوم تک کوچ کرنے والے ہیں تم جانتے ہو میں تمہیں پسند کرتی ہوں لہٰذا میں نے عارب کو ایک چکر دیا ہے کہ میں نے اس سے

شرائط پہ شادی کے لیے رضامندی کا اظہار کیا ہے کہ ایک تو یہ شادی ملوتان شہر میں جا کر ہو گی اور دوسرے یہ کہ عارب یوناف سے کشتی کرے اور اگر اس نے یوناف کو پچھاڑ دیا تو میں اس سے شادی کر لوں گی۔"

یوناف نے دکھتے ہوئے لہجے میں کہا:

"یہ تم نے غلط فیصلہ کیا ہے۔ عارب ان گنت سری اور رفوق البشری قوتوں کا مالک ہے اور اپنی انہی خرق عادت قوتوں کو عمل میں لا کر وہ لمحوں کے اندر مجھے پچھاڑ کر رکھ دے گا۔ پھر اس کے ساتھ تمہیں شادی کرنا ہی پڑے گی۔ تو پھر کیا یہ بہتر نہیں ہے کہ تم یکسر ہی اس کے ساتھ شادی سے انکار کر دو۔"

اینا نے یوناف کا حوصلہ بڑھاتے ہوئے کہا:

"اے یوناف! میں نے یہ فیصلہ خوب سوچ سمجھ کر کیا ہے اور اس مقابلے میں عارب تمہیں پچھاڑ نہ سکے گا اس لیے کہ اس کے گلے میں چمڑے کا جو ٹکڑا لٹکتا ہے اس کی تحریر پڑھ کر تم اپنی کھوئی ہوئی قوتوں کو حاصل کر سکتے ہو لہٰذا کشتی کے دوران تم کسی طرح چمڑے کی اس تحریر کو پڑھ لینا اور جب تمہیں اپنی سری قوتیں واپس مل جائیں گی تو پھر میں سمجھتی ہوں کہ تم عارب کو اپنے سامنے ہلکا اور کمتر محسوس کرنے لگو گے اور اگر تم ایسا کرنے میں کامیاب ہو گئے تو عارب نہ ہی زبردستی مجھ سے شادی کر سکے گا اور نہ ہی کوئی اور کام زبردستی ہم سے کر سکے گا اور سب سے بڑھ کر میرے لیے خوشی کی بات یہ ہو گی کہ وہ تمہیں اس پنجرے میں بند رکھ سکے گا اور جب ایسا ہو گا تو کوئی تمہیں پتھر بھی نہ مار سکے گا۔ جس روز یہ سب کچھ ہو جائے گا وہ میری زندگی میں سب سے زیادہ قیمتی، مقدس اور مبارک دن ہو گا۔ اور مجھے امید ہے کہ میں اپنی یہ خوشیاں حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاؤں گی۔"

یوناف نے تعجب ملے جذبات میں کہا:

"جیسا کہ تم کہتی ہو کہ میری کھوئی ہوئی کچھ سری قوتیں بھی ہیں اور انہیں پا کر میں عارب اور اس کے ساتھیوں پر غالب آ سکتا ہوں۔ اگر ایسا ہے تو پھر اے اینا! میں عارب کے ساتھ ضرور کشتی لڑوں گا اور اس کشتی کے دوران اس چمڑے کی تحریر پڑھنے کی کوشش کروں گا۔ مجھے امید ہے کہ میں ایسا کرنے میں کامیاب رہوں گا اور اگر مجھے ایسی قوتیں مل گئیں کہ میں عارب اور اس کے ساتھیوں کا مقابلہ کر سکوں تو میں ان کا حشر برا اور ابتر کر دوں گا۔"

اینا اٹھ کھڑی ہوئی اور اس نے تاکیداً یوناف سے کہا:

"جو کچھ میں نے کہا ہے اب اس کے مطابق ہی عمل کرنا۔ ہو سکتا ہے یہاں سے روانگی تک اور پھر ملوتان شہر جا کر مجھے تم سے کچھ کہنے کا موقع نہ مل سکے۔ تمہارے لیے اب سب سے اہم کام اس کشتی کے دوران چمڑے پر لکھی وہ تحریر پڑھنا ہے۔ عارب سے ہم نے بہت سے انتقام لینے ہیں۔ اول یہ کہ اس نے تمہیں اس پنجرے میں رکھنے کا جرم کیا۔ دوئم وہ میری عزیز ترین بہن بربا کا قاتل ہے۔ سوئم یہ میری بہن داسیبو کو دھمکیاں دے کر زبردستی اس نے اپنے ساتھ شادی کرنے پر مجبور کیا۔ چہارم یہ کہ اب جبکہ میری عزیز بہن داسیبو بوڑھی ہو رہی ہے تو یہ گھٹیا ترین اور بدکردار و بداخلاق انسان مجھے اپنی بیوی بنانے کا ارادہ کر رہا ہے اور میں نے ہر حال میں اس کے ارادوں کو ناکام بنانا ہے۔ اگر کشتی کے دوران تم اس چمڑے کی تحریر کو نہ پڑھ سکے تو پھر میں تمہیں یقین دلاتی ہوں کہ عارب سے شادی کرنے پر اپنی زندگی کا خاتمہ کر لینے کو ترجیح دوں گی۔"

یوناف نے اسے تسلی دینے کے انداز میں کہا:

"تم فکر مند نہ ہو اینا! اب تو میں اپنی جان پر کھیل کر بھی چمڑے کی اس تحریر کو پڑھنے کی کوشش کروں گا اس لیے کہ اب اس تحریر کو پڑھنے میں میری اپنی فلاح کے ساتھ ساتھ تمہاری سلامتی اور تمہاری بہن داسیبو اور بھائی رام دیو کی حفاظت بھی وابستہ ہے لہٰذا میں یہ کام اپنی جان کی بازی لگا کر بھی پورا کروں گا۔"

یوناف کی بات پر اینا نے خوش ہو کر پُرسکون لہجے میں کہا:

"اس کے علاوہ میں آپ پر ایک اور انکشاف بھی کر دوں اور وہ یہ ہے کہ میں، میری بہن داسیبو اور بھائی رام دیو اس بات پر متفق ہیں کہ جب آپ کو عارب کے اس آہنی پنجرے سے آزادی مل جائے گی تو وہ مجھے آپ سے بیاہ دیں گے۔"

یوناف نے کہا:

"میں ان کا ممنون ہوں۔"

پھر اینا نے ادھر ادھر دیکھا اور کہا:

"میں اب جاتی ہوں۔"

یوناف خاموش رہا اور اینا وہاں سے اٹھ کر مندر کی طرف چلی گئی!

○

عارب، بایاخان، بیوصا اور نبیطہ، داسیبو، اینا اور رام دیو کے ساتھ ایک روز ملوتان شہر سے باہر ایک جگہ نمودار ہوئے۔ یوناف بھی آہنی پنجرے میں بندان کے ساتھ تھا۔

انہوں نے دیکھا اس وقت کا ملتان شہر ایک جزیرے کی صورت میں دریائے راوی کے دو حصوں[1] کے درمیان واقع تھا۔ جس جگہ وہ سب آ کر نمودار ہوئے تھے وہاں دریائے راوی کی ایک شاخ کے کنارے ایک بہت بڑی عمارت تھی۔ اچانک عارب کی نظر ایک گوالے پر پڑی جو دودھ لے کر اس عمارت میں داخل ہونے کو تھا۔ عارب نے اسے آواز دے کر روکا اور اپنی طرف بلایا۔

جب وہ گوالا ان کے قریب آ کھڑا ہوا تو عارب نے پہلے غور سے اس کا جائزہ لیا۔ پھر اس نے پوچھا: "تم یہ دودھ لے کر کہاں جا رہے ہو؟"

اس جوان آدمی نے انتہائی نرمی سے کہا:

"میں گوالا ہوں اور دودھ لے کر اس عمارت میں جا رہا ہوں۔"

عارب نے پھر پوچھا: "یہ عمارت کیسی اور کس کی ہے؟"

گوالے نے ایک حیرت آمیز نگاہ ان سب پر ڈالی پھر کہا:

"یہ سورج دیوتا عدیتیہ[2] کا مندر ہے اور میں اس مندر کے سب سے بڑے پجاری کیلیے دودھ لے کر جا رہا ہوں۔"

عارب نے ایک اور سوال کیا: "اے گوالے! تو دیکھ رہا ہے کہ ہم اس شہر میں اجنبی ہیں۔ کیا تو ہمیں اس شہر سے متعلق کچھ تفصیل سے نہ بتائے گا کہ ہماری معلومات میں اضافہ ہو۔ اور یہاں اس شہر میں ہم اپنے آپ کو اجنبی محسوس نہ کریں!"

اس گوالے نے کہا:

"اس وقت میں جلدی میں ہوں لیکن اس شہر سے متعلق تم لوگوں کو ضرور کچھ بتا دیتا ہوں کیونکہ تم یہاں نووارد ہو اور اجنبی پردیسی کی مدد ضرور کرنی چاہیے۔ سنو! یہ شہر ملوتان جیسا کہ تم لوگ دیکھتے ہو کہ دریائے ایراوتی کی دو شاخوں کے درمیان ایک جزیرے کی صورت واقع ہے۔ اس میں داخل ہونے کے درجن بھر دروازے[3] ہیں جن کے نام یہاں رہتے ہوئے تم لوگ خود ہی جان جاؤ گے۔ یہ

۱۔ پرانا ملتان شہر دریائے راوی میں جزیرے کی مانند تھا۔

۲۔ قدیم عربی تحریروں میں بھی اس سورج دیوتا کا ذکر ملتا ہے۔

۳۔ قدیم دور میں ملتان شہر کے دس دروازے تھے مثلاً دولت گیٹ، پاک گیٹ (باقی اگلے صفحے پر)

بہت پرانا اور قدیم شہر ہے بلکہ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ یہ دنیا کے چند قدیم ترین شہروں میں سے ہے یہاں کی دو عمارتیں زیادہ اہم ہیں۔ ایک یہ سورج دیوتا عدیتیہ کا مندر اور دوسرا یہ لاپوری کا مندر جو شہر کی دوسری سمت میں واقع ہے۔ یہ مندر دیکھنے کے قابل ہے۔ اس مندر کا ایک بڑا حصہ سونے سے تعمیر کیا گیا ہے جبکہ اس کی چھتیں بھی قیمتی اشیا سے بنی ہیں۔ اس شہر کی کچھ اپنی خصوصیات ہیں اور یہ ہتھیاروں، سکوں، برتنوں اور عمدہ قسم کے زیورات اور لباس تیار کرنے میں ایک منفرد مقام رکھتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ شہر فنِ موسیقی میں بھی بے مثل ہے اور یہاں موسیقی کی تعلیم کے لیے باقاعدہ مکتب ہیں۔"

عارب نے اس گوالے کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا: "اب تم جاؤ۔ میں تمہارا ممنون ہوں کہ تم نے اس شہر کے بارے میں ہمیں معلومات فراہم کی ہیں۔"

گوالے کو وہاں سے گئے ابھی چند ہی ثانیے گزرے ہوں گے کہ عزازیل اپنے ساتھیوں کے ہمراہ وہاں نمودار ہوا۔ عارب اور اس کے ساتھی اُسے اور اس کے ساتھیوں کو دیکھ کر خوش ہو گئے۔ عزازیل نے آتے ہی کہا: "مجھے خبر ہو گئی تھی کہ تم لوگ ملتان کی طرف روانہ ہوئے ہو لہٰذا میں نے تمہارے یہاں

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ:

حرم گیٹ، بوہڑ گیٹ، خونی برج، خضری گیٹ، حرادی گیٹ، سکمی گیٹ وغیرہ۔ آجکل اس شہر کے صرف ۶ ہی دروازے رہ گئے ہیں۔

۱۔ آثارِ قدیمہ کے ماہرین کا خیال ہے کہ یہ شہر ۹ ہزار سال پرانا ہے جبکہ البیرونی نے اپنی تحریروں میں ملتان کو سوا دو لاکھ سال پرانا شہر بتایا ہے۔

۲۔ بعد کے دور میں نامعلوم وجوہات کی بنا پر اس مندر کی عمارت زمین میں دھنس گئی اور اس پر ایک اور مندر تعمیر کر دیا گیا۔

۳۔ پرانے دور میں ملتان موسیقی کے لیے مشہور تھا۔ موجودہ دور میں بھی کلاسیکل گائیکی کے استاد غلام علی خاں، کافیوں کی ماہر ثریا ملتانیکر، ٹھمری اور غزل کی ماہر اقبال بانو، صدارتی ایوارڈ یافتہ پٹھانے خاں کے علاوہ ناہید اختر وغیرہ سب اسی قدیم شہر کی پیداوار ہیں۔

پہنچنے سے قبل ہی میں نے تمہاری رہائش کا بندوبست کر دیا ہے۔ سورج دیوتا کے اس مندر کا پجاری میرا جاننے والا ہے۔ میں ابھی ابھی اس سے تمہارے بارے میں بات کر کے آ رہا ہوں۔"

عارب نے حیرت اور تعجب سے پوچھا: "وہ آپ کا کیسے جاننے والا ہے۔"

عزازیل نے بلا تامل کہا: "ایسے ہی جیسے تم۔ سنو میرے عزیز! ہر وہ شخص جو برائی، بدی اور شرک و گناہ کی طرف مائل ہو وہ میرا ساتھی ہے اور ایسے لوگوں کے برے اعمال میں خوب چمکا کر ان کے سامنے پیش کرتا ہوں تاکہ ایسے کاموں میں ان کے لیے ایک کشش ہو اور وہ ایسے کام اور زیادہ دلجمعی اور جدوجہد سے کریں۔"

"سنو عارب! میں نے اس پجاری کے سامنے تم لوگوں کی مافوق الفطرت اور سری قوتوں کا ذکر کیا ہے بوناف کی حقیقت بھی میں نے اس پر واضح کر دی ہے لہٰذا وہ تم لوگوں کی رہائش کے علاوہ بوناف کے پنجرے کو بھی کسی مناسب جگہ پر رکھوا کر لوگوں میں اسے پتھر مار کر اپنی حاجات طلب کرنے کی تشہیر بھی کر دے گا۔"

عارب نے درمیان میں بولتے ہوئے عزازیل کو بتایا: "اے آقا! ہم ...."

وہ کہتے کہتے خاموش ہو گیا۔ پھر اس نے ایک نگاہِ غلط انداز اسیوا اینا اور رام دیو پر ڈالی اور آگے بڑھ کر عزازیل سے سرگوشی میں کہا: "اے آقا! ہم ابلیکا کو تو وہیں مندر کے قریب پیپل تلے دفن چھوڑ آئے ہیں۔ اس پر آپ کو کوئی اعتراض تو نہیں۔ ہم نے یہ احتیاط کے طور پر اس لیے کیا ہے کہ بار بار ابلیکا کے برتن کو دفن کرنے اور نکالنے کے عمل سے کہیں اس برتن کو کوئی نقصان نہ پہنچ جائے اور ابلیکا وہاں سے آزاد ہو کر ہم سب کے لیے کرب اور دائمی تکلیف کا باعث نہ بن جائے۔"

عزازیل نے خوش طبعی سے سرگوشی کی: "نہیں۔ تم نے اچھا کیا جو ابلیکا کو وہیں چھوڑ آئے ہو۔ میں تمہارے اس فعل سے مطمئن ہوں لیکن اے عارب! جیسا کہ میں نے اپنے ایک ساتھی سے سن رکھا ہے کہ تم اس نوخیز اینا سے شادی کے خواہش مند ہو۔ اگر ایسا ہے تو اس داسیوا اور رام دیو کا خاتمہ کر دو ورنہ یہ ایک روز تمہارے لیے مصیبت کا باعث بن جائیں گے۔ میرے یہاں آتے ہی ان کا خاتمہ کر دو کہ میں یہاں سے مغرب کی طرف ایک انتہائی اہم کام کے سلسلے میں روانہ ہوں گا۔ وہ کام ایسا ہے کہ جس کے ساتھ میری ذات کا بھرم وابستہ ہے۔ مجھے امید ہے کہ میں اس میں کامیاب ہوں گا اور اپنے رب سے جو میں نے دعویٰ کیا ہے اس میں ضرور اپنے آپ کو کامیاب کر دوں گا۔"

عارب نے پیچھے ہٹ کر ذرا بلند آواز میں پوچھا: "اے آقا! اپنے رب سے آپ کی کیا

مراد ہے؟"

عزازیل نے غور سے عارب کی طرف دیکھا اور کہا: "اپنے رب سے مراد میرا اللہ ہے۔ جو خالق و واحد، لاشریک و بے انتہا ہے۔"

عارب نے پوچھا: "کیا اس سے سرکشی اور تکبر کرنے کے بعد بھی آپ اس کی ذات کو ایسا سمجھتے ہیں؟"

عزازیل نے کہا: "میرے ایسا سمجھنے یا نہ سمجھنے سے کیا فرق پڑتا ہے۔ وہ تو ہے ہی ایسا۔ وہ تو اس نے مجھے ایک وقتِ مقررہ تک مہلت دے رکھی ہے جو میں یہ سب کچھ کر رہا ہوں ورنہ میری حیثیت تو اس کے سامنے ایسی بھی نہیں جیسی مہیب و ہولناک طوفانوں کے سامنے ٹوٹے ہوئے پرکاہ کے ایک ذرے کی۔ اگر اس کی رضامندی نہ ہو تو میں حرکت تک نہیں کر سکتا۔ میں نے تو صرف آدم کو اس کے مٹی سے پیدا کیے جانے پر اسے سجدہ کرنے سے انکار کیا تھا ورنہ اپنے رب کی ذات کے خلاف تو بغاوت نہ کی تھی اور نہ میں ایسا کر سکتا ہوں۔ مجھ سے بہتر اسے کون جانتا ہے کہ وہ خالق ہے واحد ہے اور جو باتیں ابھی میرے اور دوسرے لوگوں کے لاشعور میں بھی نہیں ہوتیں وہ ان کا بھی جاننے والا ہے۔ میں تو اس کی دی ہوئی مہلت کا مقروض ہوں اور یہ سب کچھ کر رہا ہوں۔"

عارب نے بات کا رخ بدلتے ہوئے پوچھا: "اے آقا! ابھی ابھی آپ بتا رہے تھے کہ آپ نے اپنے رب کے ساتھ کوئی دعویٰ کیا ہے۔ کیا آپ ہمیں اس کی تفصیل نہ بتائیں گے۔"

عزازیل نے کہا: "سنو میرے عزیزو! ایک روز کچھ ملائکہ جمع تھے اور انسانوں کی سعادت و مصیبت اور عبادت و اطاعت کی گفتگو کر رہے تھے۔ ان میں سے ایک نے کہا: "روئے زمین پر اس وقت ایک بھی انسان ایوبؑ کے پائے کا نہیں ہے کیونکہ وہ مومن، زاہد، عابد اور سجدہ گزار اور اطاعت شعار ہیں۔ خداوند تعالیٰ نے ان کی روزی وسیع اور عمر بہت دراز کی ہے لیکن انہوں نے اپنے مال میں سائل و محروم کا ایک حق مقرر کر لیا ہے اور اپنی عمر کے دنوں کو اللہ کی عبادت اور اس کی ان گنت نعمتوں کے شکرانے کے لیے وقف کر دیا ہے۔"

سنو میرے عزیزو! فرشتوں کی یہ گفتگو سن کر مجھے بڑی پریشانی لاحق ہوئی اور اپنے آپ پر غصہ بھی آیا کہ میں تو ہر وقت اسی کام پر لگا ہوا ہوں کہ نیک بندوں کو گمراہ کروں۔ مومنوں کو فساد اور عابدوں کو دل کے وسوسوں کے گرداب میں پھنسا کر مشکلات میں مبتلا کروں۔ لہٰذا میں نے فوراً ایوبؑ نام کے اس شخص کا رخ کیا جس کی فرشتے تعریف کر رہے تھے:

عارب نے درمیان میں پوچھ لیا: "اے آقا! آپ نے یہ تو بتایا ہی نہیں کہ ایوبؑ نام کا یہ شخص کون ہے۔ کہاں رہتا ہے؟"

عزازیل نے کہا: "اے میرے عزیزو! ایوبؑ اللہ کا ایک بزرگ پیغمبر ہے۔ یہ بنی آدم میں سے ہے اور ان دنوں عوض نام کے قصبے میں رہتا ہے۔ یہ ایوبؑ بن زراح بن موص بن عیسو بن اسحٰق بن ابراہیمؑ ہے اور چونکہ اللہ کا پیغمبر ہے لہٰذا انتہائی پارسا اور پرہیزگار ہے۔"

"ہاں تو میں کہہ رہا تھا کہ فرشتوں کی گفتگو سننے کے بعد میں نے ایوبؑ کا رخ کیا اور جو کچھ میں نے وہاں دیکھا وہ یہ تھا کہ وہ کامل نیک اور راست باز انسان ہے۔ اس کے سات بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں اور اس کی امارت کا یہ عالم ہے کہ اس کے پاس سات ہزار بھیڑیں، تین ہزار اونٹ، پانچ سو جوڑی بیل اور پانچ سو گدھوں کے علاوہ غلام اور خدمت گار اس قدر ہیں کہ کسی اور کے پاس نہ ہوں گے۔ اس کے علاوہ میں نے یہ بھی دیکھا کہ مال دار اور اس قدر شان و شوکت اور عظمت و عزت کا مالک ہونے کے باوجود وہ شخص اپنی ہر شے کو سرکشی اور کفرانِ نعمت سے بچائے ہوئے ہے اور یہ ساری نعمتیں جو اسے میسر ہیں اسے خدا کی یاد اور اس کی عبادت سے غافل نہ کر سکی ہیں۔ اس کی زبان ہر وقت خدا کی تسبیح میں معروف رہتی ہے اور اس کے ہاتھ غریبوں، محروموں، مسکینوں اور فقیروں کی امداد کے لیے کشادہ رہتے ہیں اور اس کی زندگی لوگوں کے کام بنانے، غریبوں کو نوازنے، بھوکوں کو کھلانے، تنگ حالوں کو کپڑے پہنانے، قیدیوں کو چھڑانے اور سائلوں کے لیے بخشش کرنے میں بسر ہو رہی ہے۔

اس کے علاوہ ایوبؑ میں یہ خوبیاں بھی ہیں کہ وہ ظالموں کو ظلم سے باز رہنے کی تلقین کرتا ہے۔ جاہلوں اور نادانوں کو علم و عرفان کی دولت سے آشنا کرتا ہے اور عام لوگوں کو حقداروں کے حق اور صداقت کی تلقین کرتا ہے۔

سوائے میرے عزیزو! میں نے ایسے شخص کو اصلاح کے راستے سے بھٹکانے اور گمراہ کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا اور ایسا ہوا کہ میں نے اپنی طرف سے پوری اور انتہائی کوشش کی کہ اس کے کانوں میں کوئی وسوسہ ڈالوں۔ دنیا کی رنگینیوں پر اسے فریفتہ کر دوں اور اللہ کی عبادت سے اسے روکوں لیکن ہائے افسوس میں ایسا نہ کر سکا۔ اس شخص کو بھٹکاتے وقت مجھے یوں لگا جیسے اس کے کان بے ہودہ باتیں سننے کے لیے بند ہیں اور اس کا دل شہوات کی پیروی سے ہٹا ہوا ہے۔ ایوبؑ کی یہ لت دیکھ کر مجھے بڑا غصہ آیا اور میں نے اس کے خلاف انتہائی قدم اٹھانے کا فیصلہ کر لیا۔

سنو عزیزو! میں نے اس ناگواری کی حالت میں بارگاہِ خداوندی میں مؤدب ہو کر گزارش کی:

"اے پروردگار! تیرا یہ بندہ ایوبؑ جو ہر وقت تیری عبادت و تسبیح میں مصروف رہتا ہے اور اس کا دل ہر وقت تیری اطاعت و تقدیس میں محو ہے تو اس کی حقیقت یہ ہے کہ یہ سب کچھ کسی خلوص کی بنا پر نہیں ہے بلکہ وہ تو صرف تیری عطا کردہ نعمتوں کی وجہ سے تیری قربت چاہتا ہے اور تیری نعمتوں کے بدلے میں تیری عبادت کر رہا ہے۔ تو نے اسے مال و دولت دی ہے۔ اہل و عیال سے اس کا دل مطمئن کیا ہے اور یہی اس کے شکرانے، اطاعت، بندگی اور عبادت کی اصل وجہ ہے اور اسے یہ لالچ ہے کہ تو یہ نعمتیں اور جاہ و حشمت اس کے لیے برقرار رکھے اور وہ ہمیشہ ان سے فائدہ اٹھاتا رہے۔"

میں نے اپنے ربّ سے یہ بھی کہا کہ:

"یہ ہزاروں بھیڑ بکریاں، اونٹ، گھوڑے، گدھے اور بیل جو تو نے اسے دے رکھے ہیں۔ یہ ہزاروں ایکڑ زمین، سرسبز و شاداب باغات، کھیتیاں کھلیان جو ایوب کی ملکیت ہیں اور اس پر مستزاد اس کے لڑکے لڑکیاں اور خدام و غلام کیا اس بات کے متقاضی نہیں ہیں کہ وہ تیری عبادت اور شکر گزاری میں مصروف رہے۔ اصل میں ان تمام نعمتوں کے زوال کے خوف نے اس کے دل کو ہر وقت تیری یاد میں لگا رکھا ہے اور اس کی زبان کو تیرا شکر گزار بنا دیا ہے ورنہ اگر یہ بے انداز نعمتیں اس سے چھین لی جائیں اور یہ مال و دولت اس سے واپس لے لی جائے تو پھر اے میرے رب! میں دیکھوں کہ وہ کس طرح تیری عبادت کرتا ہے اور کیسے اس کا دل ہر وقت تیری یاد اور شکر گزاری میں لگا رہتا ہے۔"

میری ان باتوں کے جواب میں خداوند تعالیٰ نے فرمایا:

"ایوبؑ ایک مومن بندہ ہے۔ اس کا ایمان ہر شک و شبہ سے مبرّا اور بالاتر ہے۔ وہ میری عبادت اس لیے کرتا ہے کہ میں ہی عبادت کے لائق ہوں۔ وہ اس لیے میری حمد و ثنا کرتا ہے کہ میں ہی اس کا حقدار ہوں۔ میرے لیے اس کا ذکر اور اطاعت دنیا کی محبت اور آلودگی سے پاک ہے اور نہ ہی وہ کسی غرض کے لالچ میں ایسا کرتا ہے لیکن تو اگر اس پر شبہ کرتا ہے تو جا۔ میں تجھے اس کے مال و منال پر اور دولت و اسباب پر اختیار دیتا ہوں۔ تو اور تیرے ساتھی میرے بندے ایوبؑ کو بہکانے کی کوشش کرو۔ وہ اپنے ایمان میں پختہ ہے اور اس بنا پر اس کا صبر و یقین بھی پختہ ہے۔ تم اور تمہاری امت اس پر پورا زور لگا لو لیکن یاد رکھو کہ تم لوگوں کو اس کی زبان اور دل پر کوئی اختیار نہ ہوگا اس لیے کہ اپنے دل اور زبان سے وہ میرا ذکر کرتا ہے۔"

عزازیل نے ذرا رک کر پھر کہا: "سو اے میرے عزیزو! اب میں ایوبؑ کے خلاف اپنے تمام ساتھیوں کو حرکت میں لاؤں گا کہ وہ اس کے خلاف اپنی پوری شیطنت، شرارت اور خباثت کے ساتھ

حرکت میں آئیں اور ہر طرف سے ایوبؑ پر ایسی ضرب لگائیں کہ وہ کسی بھی صورت اللہ کا نیک بندہ بن کر نہ رہ سکے۔ سو اے میرے عزیزو! یہاں تم لوگوں سے فارغ ہونے کے بعد میں عوض شہر کا رخ کروں گا اور وہاں ایوبؑ کے خلاف حرکت میں آؤں گا۔"

عزازیل عارب سے قریب ہو کر سرگوشی کے انداز میں بولا: "میرے یہاں ہوتے ہوئے رام دیو اور داسیو کا خاتمہ کر دو ورنہ یاد رکھو ان دونوں کی وجہ سے تم کسی کی ابتلا میں بھی پڑ سکتے ہو اور سنو۔ ان دونوں کی موت کے بعد حسین انیما کو چند دن کی مہلت دینا کہ وہ اپنے مرنے والے بھائی بہن کا سوگ منا لے۔ پھر تم اس سے شادی کر لینا اور یہاں طوفان میں بدی پھیلانے کے ساتھ ساتھ خوشحال اور پرتعیش زندگی بسر کرنا۔"

عارب نے کہا: "میں ابھی ان دونوں کا خاتمہ کیے دیتا ہوں۔"

اس نے اپنے اطراف میں نگاہ دوڑائی اور دیکھا کہ سورج دیوتا عادبتیہ کے مندر کے سامنے کچھ بیل چر رہے تھے۔ اس نے ان میں سے دو پر ابلیسا عمل کیا کہ وہ انتہائی خونخواری کے عالم میں ان کی طرف بھاگے۔ عارب کے اشارے پر سب لوگ اپنی اپنی جگہ کھڑے رہے۔ ان انیما، داسیو اور رام دیو پریشان اور منتشر سے ہو گئے۔ بیل بھاگتے ہوئے سیدھے داسیو اور رام دیو کی طرف آئے اور آتے ہی ان دونوں کو اپنے سینگوں پر اٹھا کر ایسا پٹخا کہ دونوں بے جان ہو گئے۔ بیل بھاگتے ہوئے جدھر سے آئے تھے ادھر ہی واپس چلے گئے۔

رام دیو اور داسیو کی لاشوں پر انیما بے چاری رونے اور واویلا کرنے لگی۔ قریب ہی لوہے کے پنجرے میں بند یوناف اس خونی منظر کو افسردگی سے دیکھ رہا تھا۔

اتنے میں سورج دیوتا کے مندر کی طرف سے بڑا پجاری حوفر چند دوسرے پجاریوں کے ہمراہ اس طرف آیا۔ جب وہ قریب آئے تو عزازیل نے سب کا آپس میں تعارف کرایا اور ابھی ابھی پیش آنے والا بیلوں کا حادثہ بھی کہہ سنایا۔ حوفر نے اس پر دکھ اور افسوس کا اظہار کیا اور اس کے حکم پر اس کے ساتھی دونوں لاشوں کو اٹھا کر مندر میں لے گئے۔ عارب آگے بڑھ کر انیما کو دلاسا اور تسلی دینے لگا۔

اس دوران بیوسا، نبیطہ اور یافان اپنی سری قوتوں کو حرکت میں لائے اور آگے بڑھ کر انہوں نے یوناف کے پنجرے کو یوں اٹھا لیا جیسے وہ کوئی بے وزن ہلکی پھلکی سی چیز ہو۔ پھر وہ سب مندر کی طرف چل پڑے۔

عزازیل اپنے ساتھیوں کے ساتھ عوص کی سرزمین میں ایوبؑ کے پاس آیا اور اس نے ایوبؑ کے سارے چوپائے، مال و دولت، نوکر و خدام، تری و خشکی میں جس قدر بھی ان کی ملکیت میں جاندار یا بے جان تھے، کسی کو بھی نہ چھوڑا۔ سب کو تباہ حال بنا کر رکھ دیا تاکہ ایوبؑ بالکل تنگدست اور محتاج ہو کر رہ جائیں۔ چنانچہ ایوبؑ مفلس و محتاج ہو گئے۔ عزازیل نے آپ کے کھیت کھلیان تک تباہ کر کے رکھ دیے تھے۔

پھر عزازیل ایک بوڑھے دانا کے بھیس میں ایوبؑ کے پاس آیا اور آپ سے پوچھا: آپ کی تمام جائداد اور املاک میں آگ لگ گئی اور سب کچھ برباد ہو گیا۔ آپ کی کھیتیاں زہریلی ہواؤں نے جلا ڈالیں۔ بکریاں، گائیں، بیل، اونٹ، گھوڑے اور تمام چوپائے ہلاک ہو گئے۔ لوگوں کو اس ناگہانی آفت پر بے حد حیرت ہوئی ہے اور میں نے لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ نے یہ بلائیں اور مصائب ایوبؑ پر نازل کیے ہیں تاکہ آپ کے دشمن خوش اور آپ کے دوست ملول اور غم زدہ ہوں۔

عزازیل کو اس وقت مکمل طور پر مایوسی ہوئی جب اس کی ان باتوں کا ایوبؑ پر کوئی اثر نہ ہوا بلکہ جواب میں آپ نے فرمایا:

اے اجنبی! میں نہیں جانتا تو کون ہے کیونکہ اس سے پہلے میں نے کبھی تجھے نہیں دیکھا۔ پھر بھی تو سن رکھ کہ یہ تمام چیزیں جن کے نقصان کی تو نے مجھے خبر دی ہے، یہ سب عارضی تھیں اور خدا کی طرف سے مجھے عاریتاً ملی ہوئی تھیں اور یہ سب میرے اللہ کی طرف سے میرے پاس اس کی امانت تھیں۔ ان نعمتوں سے ہم نے ایک عرصہ تک فائدہ اٹھایا اور اب جبکہ میرے اللہ نے اپنی یہ نعمتیں اور امانتیں واپس لے لی ہیں تو اس پر ہم تاسف اور دکھ کا اظہار کیوں کریں۔ ہمیں تو چاہیے کہ خوشی اور غمی اور نفع و نقصان ہر حالت میں اپنے رب کا شکر ادا کریں اور اس کی حمد و ثنا کرتے رہیں کیونکہ وہ مالک الملک ہے۔ عزت اور ذلت جسے وہ چاہتا ہے دیتا ہے۔

اس کے ساتھ ہی ایوبؑ اپنے رب کے حضور سجدے میں گر گئے۔

عزازیل ان کے اس رویے اور ایمان میں ان کی پختگی اور مضبوطی پہ حیران و شرمندہ ہو کر رہ گیا۔

لیکن عزازیل ابھی اپنی شکست تسلیم کرنے کو تیار نہ تھا لہٰذا اس نے اس محل کا رخ کیا جس میں ایوبؑ کی بیوی بچے اور دیگر لواحقین رہتے تھے۔ اپنے ساتھیوں کی مدد سے اس نے اس محل کی بنیادوں کو اس طرح ہلا دیا کہ محل کی تمام چھتیں یک لخت نیچے گر گئیں اور ایوبؑ کے تمام بیٹے اور بیٹیاں ان کے نیچے دب کر ہلاک ہو گئے۔ صرف آپ کی بیوی لیاہ جو یوسفؑ کی پوتی تھیں اور نسب کے لحاظ سے لیاہ بنت منشا بنت یوسفؑ تھیں، زندہ بچ رہیں۔

یہ کام کرنے کے بعد عزازیل پھر ایوبؑ کے پاس آیا اور بولا: "اے ایوبؑ! اگر تو اس جگہ موجود ہوتا اور اپنی آنکھوں سے دیکھتا کہ کس طرح تیرے محل کی چھتیں اور دیواریں گریں اور ان کے نیچے دب کر تیرے بیٹے اور بیٹیاں اور عزیز و اقارب پس کر رہ گئے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ اللہ کی طرف سے تیرے ساتھ خفگی کا اظہار ہے اور تیرے رب نے تیری عمر بھر کی عبادتوں کو کچھ اہمیت نہیں دی اور تیری مدح کی حق گوئی پر بھی تیرے ساتھ کوئی رعایت اور نرمی نہ برتی۔

ایوبؑ نے جواب میں انتہائی صبر اور شکر کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا:

"یہ سب کچھ اللہ نے ہی عطا کیا تھا لہٰذا اس کے چھینے اور واپس لینے اور اس کی طرف سے خوشی اور دکھ ہر حالت اور ہر کیفیت میں اپنے رب کا شکر گزار ہوں۔ ممنون ہوں۔"

اس کے بعد آپ نے سجدے میں گر کر عزازیل کو اور زیادہ شرمندگی اور تعجب میں ڈال دیا۔

عزازیل نے اب بھی ہار نہ مانی اور پھر آپ کے خلاف حرکت میں آیا اور اس نے ایسی زہریلی ہوا چھوڑیں کہ آپ پر متعدد بیماریاں ٹوٹ پڑیں۔ آپ کا جسم لاغر اور کمزور ہو گیا۔ اس بیماری سے آپ کے سب ماننے والوں کو آپ سے دور کر دیا اور لوگوں نے آپ کو اٹھا کر بستی سے باہر ڈال دیا۔ ان حالات میں آپ کے پاس صرف آپ کی بیوی لیاہ بنت منشا بنت یوسفؑ ہی رہ گئی تھیں جو محنت مزدوری کر کے آپ کے لیے خوراک کا بندوبست کرتیں۔

ان حالات میں ایوبؑ کے ایمان و ایقان میں کوئی فرق نہ آیا اور آپ اپنے دل و زبان سے اپنے رب کی حمد و ثنا اور تسبیح میں مشغول رہتے جبکہ عزازیل اس انتظار میں تھا کہ دیکھوں اس بیماری کے طول پکڑنے پر ایوبؑ کا کیا ردعمل ہوتا ہے۔

آرین جس طرح ہندوستان اور ایران میں داخل ہوئے تھے ایسے ہی انہوں نے یورپی ممالک کا بھی رخ کیا۔ گو آریوں سے بہت پہلے دشتِ حجاز سے اٹھ کر بہت سے عرب جن کا پیشہ جہاز رانی اور سوداگری تھا اور ان کے علاوہ عربوں ہی کی نسل کے دوسرے لوگ جو بحیرہ روم کے ساحلوں پر آباد تھے، وہ بحیرہ ایجین سے ہوتے ہوئے اور وہاں بکھرے ہوئے ان گنت جزیروں سے گزرتے ہوئے یونان، کریٹ، قبرص، مالٹا، کارسیکا اور سارڈینیا میں جا کر آباد ہو چکے تھے لیکن یہ لوگ آریوں کی طرح زراعت پیشہ نہ تھے بلکہ تاجر اور سوداگر تھے۔ لہٰذا انہوں نے وہاں کی سرزمینوں کو آباد کرنے کی طرف کوئی دھیان نہ دیا اور اپنے اردگرد اور اطراف کی اقوام کے ساتھ تجارت کر کے گزر بسر کرنے لگے لیکن جب ان کی آبادی بڑھی تو انہوں نے زراعت کی طرف بھی توجہ دی۔

جو لوگ یورپی ممالک میں داخل ہوئے ان میں زیادہ تر آہن گر اور کمہار شامل تھے۔ یہ لوگ ان ممالک میں خانہ بدوشوں کی سی زندگی بسر کرتے رہے اور جگہ جگہ گھوم پھر کر اپنے بنائے ہوئے برتن بیچا کرتے تھے "تاریخ میں انہیں بیل بیکر کا نام دیا گیا کیونکہ ان کے بنائے ہوئے اکثر برتنوں کی شکل گھنٹی جیسی ہوا کرتی تھی۔

ان کے بعد آریوں نے بھی ان ممالک کا رخ کیا۔ ان کا ایک گروہ شمالی یونان اور شمالی اٹلی میں جا آباد ہوا۔ اور یہ پہلے لوگ تھے جنہوں نے ان سرزمینوں کے اندر یونانی اور اطالوی زبانوں کی ابتدا کی۔ آریوں کے دوسرے گروہوں نے مغرب کا رخ کیا۔ جنوبی جرمنی سے ہوتے ہوتے یہ لوگ شمال مشرقی فرانس اور بلجیم میں داخل ہوئے۔ ان آریوں کے دو گروہ بحیرہ ایجین کو عبور کرنے کے بعد ایشیائے کوچک میں داخل ہوئے۔ ایک گروہ نے حتی قوم کے نام سے ایک عظیم سلطنت کی بنیاد ڈالدی اور دوسرے گروہ نے ٹرائے کا تاریخی شہر آباد کر کے ایک الگ حکومت کی داغ بیل ڈالی۔

آریوں کے ایک اور گروہ نے روس کے برفانی علاقوں کے اندر ہی اندر رسید ھا زمین کے انتہائی مغربی حصوں کا رخ کیا۔ خلیج کو عبور کیا اور بحرِ اعظم امریکہ میں جا کر آباد ہو گئے۔ انہی آریوں کے رشتہ داروں نے چین کے دریائے ینگ سی کے جنوبی اور شمالی حصوں کو آباد کیا

آریوں کے ایک اور گروہ نے دجلہ اور فرات کے شمالی حصوں کا رخ کیا اور متانی کے نام سے وہاں انہوں نے ایک مضبوط حکومت قائم کی اور حلف کو اپنا مرکزی شہر بنایا۔

کچھ آرین اور آگے بڑھے اور شام کی وادیوں اور بحیرہ روم پہ پہلے سے آباد عربوں کے اندر جا کر رہنے لگے۔ یہ لوگ اپنی انفرادیت قائم نہ رکھ سکے اور دوسری اقوام میں ضم ہو کر رہ گئے۔

دجلہ و فرات کے شمالی حصوں میں میتانی سلطنت کے قریب ہی خانہ بدوش عربوں کا ایک بہت بڑا گروہ نمودار ہوا۔ آوارہ گردوں اور خانہ بدوشوں کا یہ گروہ جب موجودہ ترکی کے علاقے میں جھیل وان کے پاس آیا تو یہ علاقہ اسے اس قدر پسند آیا کہ اس گروہ نے یہاں کے وسیع علاقوں پر قبضہ کر کے اپنی حکومت قائم کر لی۔

تاریخ کے اس مرحلے پر یہ لوگ حورین کے نام سے مشہور ہوئے جبکہ توریت میں انہیں حوری کہہ کر پکارا گیا۔

میتانی سلطنت کے آریوں نے کوشش کی کہ ان لوگوں کو اپنا مطیع و فرمانبردار بنا کر ان سے غلاموں کا کام لیں لیکن جب آریوں نے ان پر حملہ کیا تو حوریوں نے آریوں کو بدترین شکست دی لہٰذا آریوں نے حوریوں سے صلح کر لی بلکہ اپنی عسکری قوت کو مضبوط کرنے کے لیے انہوں نے حوریوں کو اپنے لشکر میں بھرتی کرنا شروع کر دیا۔

حوری کمال کے لوگ تھے۔ یہ لوگ بڑی فراخدلی سے آریوں کے لشکر میں شامل ہوتے رہے۔ یہاں تک کہ انہوں نے آریوں پر مکمل طور پر غلبہ پا لیا۔ اس طرح متانی سلطنت کا اقتدار آریوں کے ہاتھوں سے نکل کر حوریوں کے ہاتھوں میں چلا گیا۔ حوریوں نے اپنی سلطنت کو اور وسعت دی اور آشوریوں کو اپنی سلطنت میں شامل کر لیا کیونکہ وہ ابھی تک قبائلی زندگی بسر کر رہے تھے اور اپنی کوئی مضبوط اور مرکزی حکومت بنانے میں کامیاب نہ ہو سکے تھے لہٰذا حوریوں نے انہیں اور ان کے علاقوں کو اپنی سلطنت کا ایک حصہ بنا لیا۔

○

عراق میں بھی انقلاب برپا ہوا۔ ابراہیمؑ کے بعد نمرود کے خاندان کا بھی خاتمہ ہو گیا اور اس کے ساتھ ہی ار شہر کی اہمیت بھی کم ہو گئی۔ کیونکہ اس سرزمین پر ایک اور عرب خاندان حکمران ہو گیا تھا اور ان نئے حکمرانوں نے ار کے بجائے بابل کو اپنا مرکزِ حکومت بنا لیا تھا۔ اس خاندان کا پہلا حکمران سموابی تھا اس کے حالات تفصیل سے کسی کو معلوم نہیں۔ سلاطین کی فہرست میں صرف اس کا نام ہی ملتا ہے۔ اس خاندان میں دوسرا بادشاہ سموا ایلو ہوا۔ اس کے متعلق صرف یہ معلوم ہے کہ اس نے بابل میں چھ مضبوط قلعے تعمیر کرائے تھے۔ تیسرا بادشاہ زابو تھا جس نے اپنے دور میں بابل میں ایک ہیکل تعمیر کرایا۔ اس کے بعد

اس خاندان میں مختصر مدت کے لیے دو اور بادشاہ افل سِن اور سِن مبلط ہوئے۔ ان کے بعد اس خاندان کا نامور بادشاہ تخت نشین ہوا جس کا نام حمورابی تھا۔

نمرود نے اپنے دور میں خاندانِ ابراہیمؑ کو اپنی سرزمین سے نکال دیا تھا اور آپ ہجرت کر کے ارضِ کنعان کی طرف چلے گئے تھے۔ نمرود نے ان پیغامات و احکامات کی طرف بھی کوئی توجہ نہ دی تھی جو ابراہیمؑ خدا کی طرف سے اپنی قوم پر پیش کرتے رہے تھے لیکن یہ احکامات و پیغامات جن میں انسانیت کی بہتری تھی لوگوں میں سینہ بہ سینہ منتقل ہوتے رہے۔ حمورابی نے ابراہیمؑ کے ان احکامات اور پیغامات کو تسلیم کیا اور جو دستور ابراہیمؑ نے پیش کیا تھا اس کے سارے احکامات حمورابی نے ایک مینار[1] پہ کندہ کر دیے۔ یہ سارے احکامات توریت کے احکامات سے مشابہ ہیں۔ اس مینار پر ۲۸۲ فرامین تھے جو قانون، تجارت، مذہب، کشتی سازی، عورتوں اور غلاموں کے حقوق اور دیگر معاشرتی امور سے متعلق تھے۔

حمورابی نے تخت نشین ہونے کے بعد فلاحی کام کرنے کے علاوہ اپنے لشکر کی قوت میں بھی اضافہ کرنا شروع کیا کیونکہ اس کے ہمسائے میں قوم عیلام حکومت بابل کی بدترین دشمن تھی اور ماضی میں عیلامیوں نے بابلیوں سے اورک اور ایسن نام کے دو شہر بھی زبردستی چھین لیے تھے اور اب حمورابی کے دور میں عیلام ایران کا ایک طاقتور اور انتہائی دانشمند شخص ریم سِن بادشاہت کر رہا تھا لہٰذا حمورابی نے ریم سِن سے اپنے شہر واپس لینے کی تیاریاں شروع کر دیں۔

اب گو بادجلہ و فرات سے لے کر بحیرہ روم تک کی مضبوط حکومتیں ایک دوسرے کو شک و شبہ کی نگاہ سے دیکھتی تھیں اور جنگی تیاریوں میں مصروف تھیں۔ موجودہ ترکی کے مغربی اور جنوبی حصوں میں لیڈیا نام کی سلطنت تھی جس کا مرکزی شہر ٹرائے تھا۔ ان کے ہمسائے میں حتیوں کی مضبوط سلطنت تھی جن کا مرکزی شہر حتوشاش تھا۔ حتیوں کے قریب اب حوریوں کی متانی سلطنت تھی اور اب انہوں نے دریائے خابور کے کنارے اشوکانی شہر کو اپنا مرکز بنا لیا تھا۔

---

[1] یہ مینار ایک فرانسیسی آثارِ قدیمہ کے ماہر کے ہاتھ لگا اور آجکل یہ پیرس کے عجائب گھر میں ہے۔
حمورابی کو دنیا کا پہلا مقنن مانا جاتا ہے۔ حمورابی کے یہ قوانین انگریزی میں ایک رسالے کی صورت میں چھپ چکے ہیں۔

گو آشوری وقتی طور پر حوریوں سے دب گئے تھے لیکن آہستہ آہستہ اندر ہی اندر وہ لاوے کی صورت کسی بھی وقت پھٹ کر ایک ہولناک طوفان کھڑا کر سکتے تھے۔

حوریوں کے قریب ہی کوہستانِ زاگروس کے اندر کاسی نام کی ایک قوم خانہ بدوش زندگی بسر کر رہی تھی اور اب کوہستان سے باہر نکلنے کو پر تول رہی تھی۔

دمشق اور اس کے نواح میں پہلے ہی اموری عربوں کی حکومت تھی اور اب بابل اور اس کے گرد و نواح کے وسیع علاقوں پہ بھی اموری عرب ہی حکمران تھے کیونکہ بابل کا بادشاہ حمورابی اموری عرب تھا۔ اس طرح حتیوں کی حکومت اور مصر کے درمیانی علاقے میں اموری عربوں نے اپنی وسیع اور مضبوط سلطنت قائم کر لی تھی جو حتیوں اور مصریوں دونوں کی پیش قدمی کے سامنے سب سے مضبوط اور بڑی رکاوٹ تھی۔

اموریوں کے مشرق میں قوم عیلام کی سلطنت تھی جس کا بادشاہ ریم سِن تھا۔ ان کے ہمسائے میں ایران پر مادیوں کی حکومت تھی۔ مغرب میں بحیرہ روم کے کنارے موجودہ لبنان اور شمالی فلسطین پر کنعانی عربوں کی حکومت تھی۔ ان کا مرکزی شہر ٹائر تھا۔ ان کے جنوب میں مصر تک پورے فلسطین پر وہ عرب حکمران تھے جنہیں تاریخ اور مذہبی کتابوں میں فلستی کہہ کر پکارا گیا۔ ان کا مرکزی شہر اشدود تھا اور اسی شہر میں ان کے سب سے بڑے دیوتا دجون کا مندر تھا۔

یورپ اور براعظم امریکہ میں داخل ہونے والے ابھی تک تقریباً خانہ بدوش زندگی بسر کر رہے تھے۔ یونان میں بھی کوئی بڑی اور مرکزی حکومت قائم نہ ہو سکی تھی اور اس کی وجہ یہ تھی کہ یونان اپنے ان گنت پہاڑوں کی وجہ سے بے شمار چھوٹی چھوٹی وادیوں کے اندر بٹا ہوا ہے۔ ان وادیوں میں زیادہ زور میں بارہ میل لمبی اور چھ سے آٹھ میل تک چوڑی ہیں لہٰذا ان وادیوں میں رہنے والے اور آباد رہنے والے انہی وادیوں کے اندر خود مختار زندگی بسر کر رہے تھے۔

یوسفؑ کے بعد مصر کے اندر بھی ایک انقلاب رونما ہو رہا تھا۔ مصر کے عرب حکمران جنہیں تاریخ میں ہکسوس، عمالقہ اور چرواہے بادشاہ کے ناموں سے پکارا گیا ہے۔ یوسفؑ کے بعد ان حکمرانوں سے ایک شدید غلطی ہوئی جس نے بالآخر انہیں مصر سے نکل جانے پر مجبور کر دیا۔

ہوا یوں کہ ہکسوس نے اپنے آخری دور میں وجان نام کے ایک قبطی رئیس کو جنوبی مصر کے شہر تھیبس کا گورنر مقرر کر دیا۔ وجان نے حاکم بنتے ہی اس نے مصر کے قدیم باشندوں یعنی قبطیوں کو متحد کرنے کے ساتھ ساتھ انہیں جنگی تربیت دے کر مسلح اور مضبوط کرنا شروع کر دیا۔ اس نے

زور و شور سے قبطیوں کی عسکری تربیت جاری رکھی اور ہکسوس حکمرانوں کو یہ کہہ کر مطمئن کرتا رہا کہ مصر کی مرکزی حکومت کی ضرورت کے وقت مدد کرنے کے لیے بہترین اور طاقتور لشکر تیار کر رہا ہوں۔ ہکسوس وہاں کی اس یقین دہانی پر مطمئن ہو گئے جبکہ وہاں اپنا کام کرتا رہا۔ اب وہ کسی ایسے موقع کا منتظر تھا کہ وہ ہکسوس کے خلاف مسلح بغاوت کر کے ان کے خلاف اعلانِ جنگ کر دے اور انہیں مصر سے نکل جانے پر مجبور کر دے۔

○

سورج دیوتا عدبتیہ کے مندر میں عارب مندر کے بڑے پجاری حوفر کے کمرے میں آیا اور اسے کہا: "اے محترم حوفر! جیسا کہ میں آپ کو اپنے سارے حالات کہہ چکا ہوں اور آپ جانتے ہیں کہ انیما مجھ سے اس شرط پر شادی پر رضامند ہے کہ میں یوناف کو کشتی میں ہرا دوں۔ تو اے بزرگ پجاری! یہ کام میں آج ہی کرنا چاہتا ہوں۔ کیا آپ آج یہ انتظام کر سکتے ہیں کہ آج اس مندر کے سارے پجاریوں اور دیوداسیوں کی موجودگی میں یہ کشتی ہو تاکہ اس کے فیصلے پر انیما یا یوناف میں سے کسی کو کوئی شک شبہ نہ رہے۔

پجاری حوفر نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا: "انتظام کا کیا ہے۔ میرے ایک اشارے پر سورج دیوتا کے اس مندر کے سارے پجاری اور دیوداسیاں مندر کے صحن میں جمع ہو جائیں گے اسی صحن میں آپ اور یوناف کی کشتی ہو جائے گی۔ آپ پہلے انیما اور یوناف سے بات کریں پھر میں صحن میں سب کو جمع کر لوں گا۔"

عارب نے حوفر کے مشورے سے اتفاق کیا اور وہاں سے اٹھ کر باہر نکل گیا۔

وہ انیما کے کمرے میں آیا اور بڑی نرمی سے دھیمے لہجے میں اس نے انیما سے کہا: "اے انیما! اب تیرے بھائی اور بہن کو مرے ہوئے اتنے دن ہو گئے ہیں اور اب میں چاہتا ہوں کہ آج تیری شرط کے مطابق میرے اور یوناف کے درمیان کشتی ہو جائے تاکہ میں اسے زیر کر کے تجھ سے شادی کر لوں۔ کیا تو اس کے لیے تیار ہے۔ اگر تو ہاں کہے تو پھر میں یوناف کا پنجرہ اٹھوا کر یہاں لاؤں کہ وہ مندر کے سب پجاریوں اور دیوداسیوں کی موجودگی میں مجھ سے کشتی کر سکے۔ اے انیما! اگر میں نے یوناف کو چت کر لیا تو تم سے شادی کر لوں گا اور اگر میں ایسا نہ کر سکا تو تم آزاد ہو گی لیکن یہ تمہیں میں

بتا دوں کہ یوناف ہرگز مجھ پر غالب نہیں آ سکتا۔ اگر وہ ایسا کر سکتا تو آج میرے ہاتھوں یوں پنجرے کے اندر اسیری اور غلامی کی زندگی کیوں بسر کر رہا ہوتا۔"

انیما اپنی جگہ پر کھڑی ہو کر بولی:

"اے عارب! میں تم سے اتفاق کرتی ہوں۔ اگر تم نے سب لوگوں کی موجودگی میں یوناف کو زیر کر لیا تو میں تم سے شادی کر لوں گی۔"

عارب مطمئن سا ہو کر انیما کے کمرے سے چلا گیا۔

وہ کمرے سے نکل کر مندر کے احاطے میں اس جگہ آیا جہاں یوناف کا لوہے کا پنجرہ رکھا تھا اور یوناف اس میں اداس اور ملول بیٹھا تھا۔

عارب نے اس کی طرف طنز اور حقارت سے دیکھتے ہوئے پوچھا: "اے یوناف! تو جانتا ہے کہ انیما نے میرے ساتھ شادی کرنے کی یہ شرط عائد کی ہے کہ میں کشتی میں تمہیں چت کر دوں۔ انیما کی مرضی سے کشتی کے لیے آج کا دن رکھا گیا ہے۔ کیا تم اس کے لیے تیار ہو۔"

یوناف نے ایک گہری نگاہ عارب پر ڈالی۔ اس نے دیکھا عارب کے گلے میں چمڑے کا وہ ٹکڑا لٹک رہا تھا جس پر کندہ تحریر پڑھ کر وہ اپنی سری قوتیں پھر سے حاصل کر سکتا تھا۔ وہ فوراً پنجرے کے اندر کھڑا ہو گیا اور اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے اس نے اپنی خوشی کو کسی قدر دباتے ہوئے آہستگی سے کہا:

"ہاں عارب! میں اس کشتی کے لیے تیار ہوں۔"

عارب نے عیارانہ مسکراہٹ سے کہا: "میں ابھی مندر کے کچھ لوگوں کو بھجواتا ہوں جو تیرے پنجرے کو اٹھا کر مندر میں لے جائیں گے کیونکہ تیرا میرا مقابلہ مندر کے صحن میں ہو گا۔" پھر عارب وہاں سے ہٹ کر مندر میں چلا گیا۔

بڑے پجاری حوفر کے حکم پر مندر کے سب پجاری اور دیوداسیاں مندر کے صحن میں جمع ہو گئے تھے۔ حوفر بھی ایک طرف کھڑا تھا اور اس کے پاس دائیں طرف عارب، انیما، بافان، جنیطہ اور بیوما کھڑے بار بار مندر کے صدر دروازے کی طرف دیکھ رہے تھے۔ اتنے میں مندر کے صدر دروازے سے چند پجاری یوناف کا پنجرہ اٹھائے اندر داخل ہوئے۔ انہوں نے پنجرہ لا کر حوفر اور عارب کے درمیان رکھ دیا اور خود ایک طرف ہو کر کھڑے ہو گئے۔ عارب آگے بڑھا اور اس نے یوناف کے پنجرے کا دروازہ کھول دیا۔

یوناف اس آہنی پنجرے سے باہر نکلا اور اطمینان بھری نگاہ قریب ہی کھڑی اینما پر ڈالی جواب میں اینما بھی اسے دیکھ کر مسکرائی۔

یوناف مطمئن سا ہو کر گول دائرے کی صورت میں کھڑے پجاریوں اور دیوداسیوں کے درمیان جا کھڑا ہوا۔ عارب بھی اس کے سامنے آ کھڑا ہوا۔ یوناف مطمئن تھا کیونکہ وہ چمڑے کے اس ٹکڑے کو اسی طرح عارب کے گلے میں لٹکتا دیکھ رہا تھا جو اس کی ساری خوشیوں کا مرکز تھا۔

یوناف اور عارب جب دونوں ایک دوسرے کے آمنے سامنے کھڑے ہو گئے تو سندر کے بڑے پجاری حوفر نے ان دونوں کو مخاطب کر کے کہا: "جب میں اپنا دایاں ہاتھ فضا میں بلند کروں اس وقت یہ مقابلہ شروع ہو جائے گا۔"

عارب اور یوناف نے غور سے حوفر کی طرف دیکھتے ہوئے رخ بدل لیا۔ اینما بیچاری بھی بے حد بے چینی سے یوناف کی طرف دیکھ رہی تھی۔ ارد گرد کھڑے پجاریوں اور دیوداسیوں کے چہروں پر ایک تجسس تھا کہ دیکھیں اس مقابلے کا کیا انجام ہوتا ہے۔

حوفر نے جونہی اپنا دایاں ہاتھ فضا میں بلند کیا تو یوناف اور عارب ازلی دشمنوں اور بھوکے درندوں کی طرح ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑے۔ عارب شاید وقت ضائع نہ کرنا چاہتا تھا اور فی الفور یوناف کو زیر کر کے اپنی فتح اور کامیابی کا اعلان کرنا چاہتا تھا، سو اس نے شروع ہی میں اپنی سری قوتوں سے کام لیا اور یوناف کو اٹھا کر اس نے بری طرح فضا میں اچھال دیا۔ اینما اس موقع پر پریشان اور افسردہ ہو گئی۔ یوناف زمین پر گرا تو عارب اس پر سوار ہو گیا اور اسے بری طرح صحن کے فرش پر رگیدنے لگا۔

عارب یوناف کو بری طرح مار رہا تھا کہ اچانک یوناف نے اسے یوں فضا میں اچھال دیا جیسے طوفانی اور خوفناک بگولوں کے اندر خشک پتے آسمان کی طرف اڑ جاتے ہیں۔ اینما کے چہرے پر ان گنت خوشیاں بکھر گئیں۔ شاید اسے یقین ہو گیا تھا کہ یوناف چمڑے کی تحریر کو پڑھ کر اپنی سری قوتیں حاصل کر چکا ہے۔

عارب جب زمین پر گرا تو یوناف نے اسے بری طرح لاتوں اور گھونسوں پر رکھ لیا حتیٰ کہ اس کے منہ سے خون بہہ نکلا۔

یافان، بیوسا اور بلیطہ بھی سمجھ گئے کہ یوناف اپنی سری قوتیں حاصل کر چکا ہے لہٰذا یافان نے اپنی نیلی دھند کو یوناف پر حملہ آور ہونے کا حکم دے دیا۔ یافان کی نیلی دھند نے یوناف کو گھیرے میں لینا شروع کر دیا۔

عارب بدحواسی میں ایک طرف ہو گیا۔ اینما ایک بار پھر مغموم ہو گئی کیونکہ اس نیلی دھند کے اندر انتہائی ہولناک ہیولے نمودار ہو رہے تھے جو اپنے منہ سے آگ کی لپٹیں نکالتے ہوئے یوناف کی طرف بڑھ رہے تھے۔

اس موقع پر یوناف نے کوئی عمل کیا اور جس طرح گہرے پانی میں چھلانگ لگائی جاتی ہے ایسے ہی اس نے نیلی دھند کے اندر چھلانگ لگا دی!

نیلی دھند کے اندر یوناف یوں کودا تھا جیسے کوئی اٹل طوفان تند حقارت کے سناٹوں کو چیرتا ہوا اور شاخ شاخ وحشی شور کرتا ہوا ساگوان کے جنگل میں داخل ہوا ہو۔

یوناف کے نیلی دھند میں کودنے کے بعد وہاں موجود لوگوں کو ایسی ہولناک آوازیں سنائی دیں جیسے دھند سے اٹے گھاس کے کسی جنگل میں ان گنت آدم خور اور خونخوار پرندے اپنی پوری ہولناکیوں کے ساتھ ایک دوسرے پر حملہ آور ہو گئے ہوں۔ چند ثانیوں تک نیلی دھند کے اندر سے روح میں، خیالوں میں، خوابوں میں، سوچوں میں، سانسوں اور یادوں میں ہیجان برپا کر دینے والا وحشی شور بلند ہوتا رہا پھر صدیوں کے چپ ستاروں جیسی خاموشی چھا گئی ۔۔۔۔ اور نیلی دھند بڑی تیزی کے ساتھ وہاں سے غائب ہو گئی۔

اس کے بعد یوناف نمودار ہوا۔ اس نے دیکھا وہاں یافان، بیوسا، قبیطا اور عارب میں سے کوئی بھی نہ تھا۔ پھر وہ اینما کی طرف پلٹا لیکن اس نے دیکھا وہاں اینما کی لاش پڑی تھی۔ اس نے بوجھل اور بھاری بھاری آواز میں پوچھا:

"اسے کس نے مارا ہے"۔

وہاں کھڑے سب لوگ سہمے ہوئے اور خوفزدہ دکھائی دے رہے تھے تاہم ایک بوڑھے آدمی نے جواب دیا:

"عارب نے یہاں سے بھاگتے ہوئے اسے ختم کر دیا تھا"۔

یوناف کی حالت بنجر زمین کی کوکھ جیسی ویران اور لمبی مسافتوں کی تھکن جیسی پژمردہ ہو گئی۔ پھر اینما کی لاش اٹھا کر وہ مندر سے باہر لے گیا۔ مندر کے کچھ لوگ بھی اس کے ساتھ ہو لیے۔ یوناف نے مندر کے بیرونی احاطے میں اینما کو دفن کیا اور وہاں سے کوچ کر گیا۔

○

عزازیل نے طرح طرح سے ایوبؑ کو تنگ کیا اور اذیت دہ مصیبتوں میں مبتلا کر دیا۔ ایسی زہریلی ہوائیں آپ پہ چھوڑیں کہ آپ کا جسم زخم زخم ہو گیا اور آپ چلنے پھرنے کے قابل بھی نہ رہے۔ اس حالت میں لوگوں نے آپ کو شہر سے باہر ڈال دیا۔ صرف آپ کی بیوی لیاہ بنت منشا ابن یوسفؑ آپ کے ساتھ رہ گئیں جو ہمہ وقت آپ کی دیکھ بھال کرتیں یا پھر آپ کے کچھ دوست تھے جو کبھی کبھی آپ کا احوال پوچھنے چلے آتے تھے۔

ان دوستوں میں سے قابل ذکر نام الیفز تیمنی، سوخی اور نعمانی ہیں۔ بہر حال آپ بے حد اذیت میں تھے اور اس کرب میں ڈال کر عزازیل انتظار کرنے لگا کہ ایوبؑ ان حالات میں اپنے رب سے برگشتہ ہوتے ہیں یا نہیں؟

لیکن جب اس نے دیکھا کہ اس قدر اذیتوں اور تکالیف میں مبتلا ہونے کے باوجود ایوبؑ کا دل اور زبان ہمہ وقت اللہ کے ذکر اور اس کی تسبیح میں مصروف رہتے ہیں تو وہ بڑا خجل اور پریشان ہوا۔ اس نے تو اپنی طرف سے ایوبؑ پر تمام حربے آزما لیے تھے لیکن اس کا ہر جتن اور ہر کوشش ناکام و نامراد ہی رہی تھی۔

اللہ پر ایوبؑ کے بے مثل ایمان و ایقان کو دیکھ کر وہ ایک طرح سے حسد و رنج اور کرب و الم میں مبتلا ہو گیا تھا۔ یہ صورت حال دیکھ کر اس نے اپنے پانچوں حیلہ ساز ساتھیوں ثبر[1]، اعور، مسوط، داسم اور زلنبور کو مجلسِ مشاورت کے لیے ایک جگہ جمع کیا اور ان کے سامنے اپنی شکست کا اظہار کرتے ہوئے اس نے کہا: "اے میرے عزیز ساتھیو! میں تسلیم کرتا ہوں کہ میں ایوبؑ کو اپنے رب سے برگشتہ اور

۱۔ امام جوزی بغدادی نے عزازیل کے ان ساتھیوں کے نام اور ان کے دائرہ کار پر اپنی کتاب تلبیسِ ابلیس میں تفصیلی بحث کی ہے۔

نالاں کرنے میں ناکام رہا ہوں۔ جتنا میں نے اسے اللہ کی راہ سے ہٹانے کی کوششیں کیں اسی قدر اس کا دل اور زبان اللہ کے ذکر اور یاد میں اور زیادہ مصروف ہوتے چلے گئے"۔

اس موقع پر مسوط نے حیرت افزا اور احتجاجی انداز میں پوچھا: "اے آقا! تو تو سینکڑوں حیلے بہانے، مکروفریب، چالاکیاں اور چالبازیاں جانتا ہے۔ آخر یہ تیرے سارے فنون کیا ہوئے"۔

مسوط کے بعد اعور نے کہا: "اے آقا! کیا ہم یہ سمجھ لیں کہ اللہ کے اس بندے ایوبؑ کے سامنے ہم بے بس اور مجبور رہیں"۔

عزازیل خاموش رہا۔ یہاں تک کہ داسم نے کہا: "اگر ہم اس معاملے میں مجبور ہیں تو پھر اس کام کو ترک کر کے کوئی اور کام شروع کرنا چاہیے"۔

عزازیل نے جواب میں کہا: "اے میرے رفیقانِ کار! میرے مکروفریب اور چالاکی و چالبازی کے ترکش میں جتنے تیر تھے وہ میں نے ایک ایک کر کے ایوبؑ پر چلا دیکھے لیکن میرا ایک بھی تیر نشانے پر نہ بیٹھا"۔

اس پر اس کے چوتھے ساتھی تبر نے پوچھا: "اے ابوقتیر (ابلیس کی کنیت) جس وقت تو نے آدم کو جنت سے نکلوایا تھا اس وقت تو نے کس حربے سے کام لیا تھا"۔

عزازیل نے کہا: "میں نے آدم کو اس کی بیوی کے ذریعے معتوب کرایا تھا"۔

اس انکشاف پر ابلیس کے پانچویں ساتھی زلنبور نے چلّا کر کہا: "تو پھر اے ابوقتیر! کیوں نہ یہاں بھی اسی وسیلہ سے کام لیا جائے"۔

عزازیل یہ سن کر ایک اور حیلہ ہاتھ آنے پر بے حد خوش ہوا۔ پھر امید بندھ گئی کہ وہ ایوبؑ کے خلاف کامیابی حاصل کر سکتا ہے لہٰذا وہ ایک بزرگ صورت انسان کی شکل میں ایوبؑ کی بیوی لیاہ کے پاس آیا جو اس چٹان[1] کے قریب موجود تھیں جس کے پاس لوگ گندگی پھینکتے تھے اور جس پر لوگوں نے ایوبؑ کو ڈال دیا تھا۔

اس چٹان کے پاس آ کر عزازیل نے لیاہ سے پوچھا: "اے خاتون! تیرا شوہر کہاں ہے"۔

لیاہ نے چٹان کے سائے میں پڑے ایوبؑ کی طرف ہاتھ سے اشارہ کیا اور کہا:

"وہ میرے شوہر ہیں جو ضعف و ناتوانی کی وجہ سے جاں بلب ہیں اور سالوں سے اس بیماری اور

1- یہ چٹان دمشق کے نواح میں نوے کے مقام پر تھی۔ (انسائیکلوپیڈیا آف اسلام)۔

اذیت کا ڈٹ کر مقابلہ کر رہے ہیں۔ اب حالت یہ ہے کہ وہ نہ زندوں میں ہیں نہ مردوں میں کہ میں رو دھو کر بیٹھ جاؤں یا ان کے ٹھیک ہونے کی ہی کوئی توقع کر لوں"۔

لیاہ کی گفتگو پر عزازیل سوچ میں پڑ گیا کہ اسے کس طرح گمراہ کیا جائے۔ یہ ٹھان کر اس نے لیاہ کے سامنے ایوبؑ پر اللہ کی سابقہ نعمتوں اور آسائشوں کا ذکر شروع کر دیا اور لیاہ کو ان کا محل نما گھر اس کی بربادی، مال و اسباب کی تباہی اور ان کی اولاد کی بھیانک موت یاد دلا کر لیاہ پر رقت اور ناامیدی طاری کر دی۔

عزازیل یہ کام کر کے وہاں سے چلا گیا۔ جو کیفیت اس نے لیاہ پر طاری کر دی تھی اس کے دباؤ تلے لیاہ ایوبؑ کے پاس آئیں اور شکوے کے انداز میں پوچھا:

"کب تک آپ کا پروردگار آپ کو اس تکلیف اور دکھ میں مبتلا رکھے گا؟ وہ تمام دولت جس کے ہم کبھی مالک ہوا کرتے تھے کدھر گئی۔ آپ کے وہ عزیز اور جوان بیٹے کہاں کھو گئے۔ دوست آشنا اور ماننے والے کیوں غارت ہو گئے۔ آپ کی ساری عزت اور جاہ و جلال کیا ہوا؟"

ایوبؑ نے غور سے اپنی بیوی کی طرف دیکھا پھر فرمایا:

"پہلے تو تو نے کبھی ایسی گفتگو میرے سامنے نہ کی تھی۔ آج یقیناً شیطان نے تجھے وسوسوں میں مبتلا کر دیا ہے جو تو کھوئی ہوئی عزت و حشمت اور اپنے مرے ہوئے بیٹوں پر افسوس کر رہی ہے"۔

لیاہ بنت منشا بن یوسفؑ نے کہا:

"آپ اپنے رب سے کیوں التجا نہیں کرتے کہ مصیبت و پریشانی اور دکھ و تکلیف کے ان تیرہ و تاریک سایوں کو آپ کی زندگی کے افق سے دور کر دے اور آپ کو بلاؤں اور ابتلا کے اس بھنور سے نکال دے"۔

ایوبؑ نے فرمایا:

"اے بنتِ حوا! یہ جو ہمارا گزشتہ جاہ و جلال، عزت و حشمت، مال و دولت اور اولاد و فراوانی کا زمانہ تھا اس سے ہم کتنے عرصے تک مستفید ہوتے اور کتنے برس تک میں اپنے رب کی ان نعمتوں سے لطف اندوز ہوتا رہا"۔

لیاہ نے کہا:

"تقریباً ستر برس تک ہم نے فراوانی کی زندگی بسر کی"۔

ایوبؑ نے دوبارہ پوچھا:

"اور ذرا یہ بھی تو کہو کہ گزشتہ کتنے برسوں سے میں اس بیماری، اذیت، ابتلا اور مصیبت میں مبتلا ہوں۔"

"تقریباً سات برس ہو گئے ہوں گے۔" آپ کی بیوی نے پریشانی اور تعجب سے ایوبؑ کی طرف دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

ایوبؑ نے فیصلہ کن انداز میں کہا:

"جب میں لگاتار ستر برس تک اپنے ربّ کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوا اور اب جبکہ اس نے مجھے ایک آزمائش میں ڈالا ہے تو یہ امر میرے لیے باعثِ شرم ہے کہ میں ستر برس تو اس کی نعمتوں سے فائدہ اٹھاؤں اور صرف سات برس کی ابتلا پر اس کے سامنے اپنی ابتری پر واویلا شروع کر دوں۔ نہیں میں ہرگز ایسا نہ کروں گا۔ میں جانتا ہوں شیطان نے تجھے پھسلانے کی کوشش کی ہے۔ میری طرف سے مکمل ناکام اور نامراد ہو کر اس نے تیرا سہارا لیے کہ تجھے صراطِ مستقیم سے برگشتہ کرنے کی کوشش کی ہے لیکن میں اپنے مقابلے میں ابلیس کو کامیاب نہ ہونے دوں گا اور ہمیشہ اپنے رب سے اس کے فریب و وساوس کے سامنے پناہ مانگتا رہوں گا۔ میرا رب میری بہترین مدد کرنے والا ہے۔"

"اور سن لیاہ بنت منشا بن یوسفؑ! چونکہ تو نے ابلیس کے وسوسوں میں آ کر میرے ساتھ ایسی گفتگو کی ہے لہٰذا میں نے تمہارے لیے بھی ایک سزا تجویز کی ہے اور میں نے تمہارے لیے اس سزا کا عہد کیا ہے کہ جب میں تندرست ہو جاؤں گا اور میری قوت و توانائی لوٹ آئے گی تو میں تمہیں سو چھڑیاں ماروں گا۔ اب میں تجھ سے کسی کام کے لیے نہ کہوں گا لہٰذا تو ابھی اور اسی وقت میرے سامنے سے ہٹ جا تاوقتیکہ میرا رب تمہارے لیے اپنی مشیّت اور قضا کو جاری کر دے۔"

گو ایوبؑ نے اپنی بیوی لیاہ سے اپنی ذات کے لیے کوئی کام کہنا بند کر دیا تھا لیکن وہ نیک دل خاتون نے اسی طرح جاں نثاری اور تندہی کے ساتھ شب و روز آپ کی خدمت کرتی رہیں یہاں تک کہ اس بیماری میں آپ پر تیرہ برس کا طویل عرصہ گزر گیا۔

پھر ایسا ہوا کہ آپ کے جو دوست اس ابتلا میں آپ سے ملنے کے لیے آتے تھے ان میں سے سوحی[1] نے ایک روز اپنے دوسرے ساتھی نعمانی کو مخاطب کر کے کہا:

"میں سمجھتا ہوں کہ ایوبؑ نے اپنی زندگی میں کوئی بہت بڑا گناہ کیا ہے جس کی سزا اللہ پاک نے

۱۔ قصص القرآن اور توریت میں ایوبؑ کے ان دوستوں کے نام لکھے گئے ہیں۔

انہیں ایسی طویل اور ہولناک بیماری کی صورت میں دے رکھی ہے۔ دیکھو ایک طویل عرصہ گزر گیا ہے اور ایوبؑ کی اذیت سے جان ہی نہیں چھوٹتی۔ لہٰذا اے میرے دوست! اب تو اسی نتیجے پر پہنچا ہوں کہ اس دنیا میں ایوبؑ کے کسی گناہ کی وجہ سے انہیں یہ سزا ملی ہے ورنہ اب تک وہ ضرور اس سے جانبر ہو چکے ہوتے۔"

نعمانی نے سوحی کی اس گفتگو کو ناپسند کیا اور یہ ساری بات جا کر ایوبؑ سے کہہ دی۔ اپنے دوست کی سوچ پر ایوبؑ بڑے دل برداشتہ ہوئے۔ پہلے تو وہ اپنی بے بسی اور لاچارگی پر جی کھول کر روئے پھر اس بیماری اور مصیبت میں مبتلا ہونے پر انہوں نے پہلی بار اپنے ربّ کے حضور اپنی ذات کے لیے دعا کی۔

آپ نے نہایت عاجزی و انکساری کے ساتھ اپنے ربّ سے التجا کی:

"اے اللہ! تو کہ ظاہر و باطن، شعور و لاشعور میں مخفی ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔ میرے اللہ! میں تیری ہی طرف رجوع کرتا ہوں۔ ابلیس میرے درپے ہے اور اس کے مقابلے میں تیرے سوا کوئی بھی میرا مددگار نہیں ہے۔

اے میرے ربّ! میں تیری ہی پناہ مانگتا ہوں۔ بارِ الٰہا! دکھ درد، تکلیف و مصیبت اور ابتلا و بیماری نے مجھے گھیر لیا ہے۔ تو ارحم الراحمین ہے۔ تیرے سوا نہ میں کسی کی عبادت کرتا ہوں نہ ہی کسی اور کو اپنی مدد کے لیے پکارتا ہوں۔ اس کائنات کے اندر تو ہی میرا واحد کارساز اور لاشریک ہے۔ میرے مولا! تو اس بیماری، دکھ اور ابلیس کے مقابلے میں میری مدد فرما!"

شاید خداوندِ کریم کی طرف سے ایوبؑ کی اس ابتلا کی مدت پوری ہو چکی تھی۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے قدرت کے تماشے، فطرت کے قضا و قدر کے عناصر اور کارکنانِ خداوندی ایوبؑ کی اس دعا ہی کے منتظر تھے کہ کب وہ اپنے ربّ کے حضور ابلیس کے خلاف فریاد کریں اور کب وہ اپنے ربّ کی طرف سے اس دعا کی مقبولیت کے لیے ان کی طرف لپکیں۔

لہٰذا ایوبؑ کو ان کے صبر و ضبط اور بیماری و آزمائش میں ایمان و ایقان پر ثابت قدم رہنے کا صلہ خداوندِ کریم کی طرف سے یوں ملا کہ آپ کی دعا قبول ہوئی اور جبرائیلِ امین یہ وحی لے کر ایوبؑ کی طرف آ پہنچے:

"اے ایوبؑ!

اپنے پاؤں کو زمین پر مار تاکہ ٹھنڈا اور خوشگوار پانی کا چشمہ پھوٹے۔ پس تو اس چشمے

سے اپنے جسم کو صاف کر اور اس کا پانی پی۔ یقیناً تیری کھوئی ہوئی قوت اور صحت واپس آجائے گی۔"

خداوند کریم کی وحی کے مطابق ایوبؑ نے جب اپنا پاؤں زمین پہ مارا تو وہاں سے صاف اور شیریں پانی کا ایک چشمہ پھوٹ نکلا۔ احکامِ خداوندی کے مطابق جب آپ نے عمل کیا تو آپ کے جسم کے سارے زخم بھر گئے۔ آپ کی صحت و تندرستی اور جسم کی ساری تازگی اور توانائی لوٹ آئی۔ بیماری و کرب اور کمزوری کا اب دور دور تک پتہ نہ تھا۔ آپ فوراً اپنی جگہ سے اٹھ کر ذرا فاصلے پہ ایک صاف ستھری جگہ پر جا بیٹھے۔

جس وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ معجزہ رونما ہوا اس وقت آپ کی بیوی لیاہ وہاں موجود نہ تھیں جب وہ لوٹ کر واپس آئیں تو ایوبؑ کو اپنی جگہ پہ نہ پا کر سخت پریشان ہوئیں۔ انہیں خدشہ ہوا کہ ان کی غیر موجودگی میں کوئی درندہ انہیں اٹھا کر نہ لے گیا ہو۔ پھر وہاں پانی کے چشمے کو دیکھ کر لیاہ کی حیرت و پریشانی میں اور اضافہ ہو گیا۔

اتنے میں ان کی نظر ذرا فاصلے پر بیٹھے ایوبؑ پر پڑی۔ ایوبؑ اس وقت ایسی صحت مندی اور تروتازگی میں تھے کہ لیاہ کی نگاہیں دھوکہ کھا گئیں۔ وہ ایوبؑ کو پہچان نہ سکیں لہٰذا انہیں مخاطب کرتے ہوئے انہوں نے پوچھا:

"اے اجنبی! تو نے یہاں کسی بیمار اور لاغر شخص کو تو پڑے ہوئے نہیں دیکھا۔"

ایوبؑ نے خوشیوں بھرے تبسم سے کہا:

"اے نیک دل خاتون! میں ہی تیرا شوہر ایوبؑ ہوں۔ اللہ نے میری پکار کو سنا۔ میری فریاد کو اس نے قبول فرمایا۔ ابلیس کے مقابلے میں مجھے فوز مندی میں رکھا۔ تیری غیر موجودگی میں جبرائیلِ امین میری طرف وحی لے کر آئے اور خداوند تعالیٰ کے حکم کے مطابق میں نے زمین پہ ایڑی ماری تو وہ چشمہ جاری ہو گیا جو تو دیکھ رہی ہے۔ میں اس چشمے سے نہایا اور تو دیکھتی ہے کہ اب میں تندرست و توانا ہوں۔"

پھر دونوں میاں بیوی آپس میں ملے اور اپنے رب کے حضور سر بسجود ہو کر انہوں نے اس کا شکر ادا کیا۔

○

چونکہ اپنی بیماری کے دنوں اور ابتلا کے زمانے میں ایوبؑ نے عہد کیا تھا کہ جب میں اچھا ہو گیا اور میری توانائیاں لوٹ آئیں تو میں لیاہ کو سو چھڑیاں ماروں گا۔ اس عہد سے متعلق پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جبرائیلِ امین یہ وحی لے کر آئے کہ سو تیلیاں لے کر ان کو ایک جگہ باندھو اور پھر اس مٹھے کو آہستہ اور نرمی سے اپنی بیوی کے جسم پہ مارو۔

پس ایوبؑ نے ایسا ہی کیا اور خداوند تعالیٰ نے لیاہ کو یہاں بھی آزردہ نہ کیا کیونکہ انہوں نے ایک مدتِ دراز تک بڑے خلوص کے ساتھ اپنے شوہر کی خدمت کی تھی لہٰذا خداوند کریم نے ایوبؑ کے سو چھڑیاں مارنے کے عہد کو یوں آسانی سے پورا کر دیا۔

بعد ازاں خداوند تعالیٰ نے ایوبؑ کے صبر و شکر کے صلہ میں جو کچھ مال و منال آپ کے پاس پہلے تھا[1] اس سے بھی بدرجہا زیادہ عنایت فرما دیا۔ آپ کو ویسی ہی صالح اور نیک اولاد عطا فرمائی اور آپ ۱۴۰ برس تک زندہ رہے اور درس و تدریس و تبلیغ کر کے اپنی نبوت کا حق ادا کرتے رہے۔ اسی سرزمین دمشق پر آپ نے وفات پائی اور یہیں آپ کو دفن[2] کر دیا گیا۔

○

مصر کے ہکسوس "چرواہے بادشاہ" حکمرانوں نے جو جنوبی مصر کے شہر تھیبس[3] کا حاکم دبان نام کے قبطی کو بنایا تھا تو اس کا خمیازہ انہیں بڑے بھیانک انداز میں بھگتنا پڑا۔

دبان اپنے بیٹے احموس[4] کے ساتھ مل کر اپنی عسکری حیثیت دن بدن مضبوط کرتا رہا اور ہکسوس حکمرانوں کو وہی چکر دیتا رہا کہ وہ اپنے حکمرانوں کے ہاتھ مضبوط کرنے کے لیے لشکر تیار کر رہا ہے۔ جب دبان نے اندازہ لگا لیا کہ اس کی عسکری قوت ایسی ہو گئی ہے کہ وہ اپنے حکمرانوں کا مقابلہ کر سکے تو اس نے ہکسوس حکمرانوں کا تختہ الٹ دینے کا فیصلہ کر لیا۔ اس نے ان کے احکامات کی صریح خلاف ورزی شروع کر دی اور

۱۔ ماخوذ از سفرِ ایوبؑ؛ اور اسلامی انسائیکلوپیڈیا آف اسلام۔

۲۔ دمشق کے نزدیک نویٰ کے مقام پر آپ کا مقبرہ تھا۔

۳۔ دریائے نیل کے کنارے مصر کا قدیم شہر۔

۴۔ دبان کی موت کے بعد یہی احموس اول کی حیثیت سے مصر کا بادشاہ بنا۔

ہر اس حکم کے الٹ کام کرنا جو اسے مصر کے مرکزی شہر ممفس سے جاری ہوتا تھا۔ اب ہکسوس حکمرانوں کی آنکھیں کھلیں اور دبان کے رویے سے انہوں نے اندازہ لگا لیا کہ وہ بغاوت پر آمادہ ہے لہٰذا مصر کے مرکزی شہر ممفس سے ایک لشکرِ جرار دبان کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا گیا۔

دبان کو چونکہ ان حالات کی پہلے سے توقع تھی لہٰذا وہ بھی اپنا لشکر لے کر تھیبس سے نکلا اور اپنے بیٹے احموس کو بھی نائب سالارِ لشکر کی حیثیت سے اس نے اپنے ساتھ رکھا۔

اب صورتِ حال یہ تھی کہ ایک طرف ہکسوس حکمرانوں کا لشکر ممفس سے جنوب کی طرف بڑھ رہا تھا اور دوسری طرف دبان کا لشکر تھیبس سے شمال کی طرف بڑھ رہا تھا۔ گویا دونوں لشکر دریائے نیل کے کنارے کنارے ایک دوسرے کی طرف بڑھ رہے تھے۔

یہاں دبان نے ایک عقلمندی و پیش بندی یہ کی کہ اس نے تھیبس کے جنوب میں جتنے بڑے بڑے مصری شہر تھے ان پر قبضہ کر کے وہاں اپنے عمال مقرر کر دیے اور ہکسوس حکمرانوں کے مقرر کردہ عمالوں کا مکمل طور پر صفایا کر دیا۔ اس طرح ادمبائی، مکسر، ہراکونوپولس اور ایلفنٹائن جیسے بڑے شہر مکمل طور پر دبان کے قبضے میں چلے گئے۔

ہکسوس لشکر سے مقابلے کے لیے دبان اپنے لشکر کے ساتھ بڑی سرعت اور تیزی کے ساتھ شمال کی طرف بڑھا۔ اس کا ارادہ تھا کہ ہکسوس لشکر کے ساتھ ٹکرانے سے قبل وہ راستے میں پڑنے والے شہروں پر قبضہ کر کے ان پر اپنے عمال مقرر کرتے ہوئے اپنی عسکری قوت میں اضافہ کرتا چلا جائے اور اس میں وہ پوری طرح کامیاب رہا تھا۔

اس طرح برق رفتاری کے ساتھ شمال کی طرف بڑھتے ہوئے دبان نے سب سے پہلے کرنک[2] شہر پر قبضہ کر لیا۔ کرنک سے شمال کی طرف جاتے ہوئے دریائے نیل ایک بہت بڑا اور طویل بل کھاتا ہے۔ لہٰذا وقت بچانے کی خاطر دبان نے دریائے نیل کا کنارا چھوڑ دیا اور بیچ کا ایک بے حد مختصر راستہ اختیار کرتے ہوئے دریا کے اس طویل بل سے بچ کر پھر دریا کے کنارے

۱۔ مصر کے یہ مختلف شہر دریائے نیل کے کنارے سوڈان کی طرف دور دور تک پھیلے ہوتے ہیں۔

۲۔ تھیبس شہر سے صرف چند میل شمال میں ایک قدرے چھوٹا شہر تھا جس کا نام کرنک تھا۔

جا پہنچا۔ اب اس کا ہدف مصر کا دوسرا بڑا شہر عبیدوز[1] تھا۔

دبان نے آگے بڑھ کر عبیدوز کا محاصرہ کر لیا اور ایک سخت معرکے کے بعد اس نے یہ شہر بھی فتح کر لیا۔ یہاں بھی اس نے اپنا حاکم مقرر کیا اور پھر اسی تیز رفتاری کے ساتھ وہ دریائے نیل کے کنارے کنارے شمال کی طرف بڑھا۔ اس نے اپنے جاسوس اور قاصد لشکر کے آگے آگے روانہ کر رکھے تھے تاکہ وہ اسے ہکسوس لشکر کی نقل و حرکت سے آگاہ کرتے رہیں۔

عبیدوز کے بعد دبان نے بداری شہر پر قبضہ کیا اور جب وہ یہاں سے نکل کر چند ہی میل کے فاصلے پر تاما شہر کی طرف بڑھا تو اس کے جاسوسوں نے خبر دی کہ ہکسوس لشکر اب صرف چند دنوں کے فاصلے پر ہے لہٰذا بداری اور تاما شہروں کے درمیان دریائے نیل کے کنارے کھلے میدانوں کے اندر دبان اپنے لشکر سمیت خیمہ زن ہو گیا۔

تھوڑی دیر بعد ہکسوس لشکر بھی وہاں پہنچ گیا اور دبان کے لشکر کے سامنے ہی خیمہ زن ہو گیا اور دونوں لشکر جنگ کی ابتدا کو آخری شکل دینے لگے۔

ہکسوس کو اب بھی یقین تھا کہ دبان ان کے لیے ناقابلِ تسخیر نہیں ہے اور وہ اسے بہر طور زیر کر کے اسے اس کی بغاوت اور سرکشی کی عبرت ناک سزا دیں گے لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ جنگ سے پہلو تہی بھی کرنا چاہتے تھے لہٰذا انہوں نے اپنے دو سرداروں کو دبان کی طرف روانہ کیا تاکہ وہ اس سے جا کر گفتگو کریں۔

جب یہ دونوں سردار دبان کے پاس پہنچے تو اس وقت وہ ایک جگہ پر کھڑا اپنے بیٹے احموس اور کچھ دوسرے سالاروں کے ساتھ اپنے لشکر کی ترتیب اور ترکیب کو آخری شکل دے رہا تھا۔ ان دونوں سرداروں نے جب دبان سے اپنا تعارف کرایا تو اس نے حیرت سے ان کی طرف دیکھا پھر ان سے اسی عالم میں پوچھا:

”تم دونوں کیا پیغام لائے ہو؟“

ایک سردار نے کہا:

”اے دبان! ہم تم سے یہ کہنے آئے ہیں کہ جنگ سے باز رہو۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ ہمارے مقابلے

۱۔ عبیدوز شہر دریائے نیل کے کنارے ہے۔ قدیم دور میں یہاں کے کاہن، جادوگر اور رمال اپنا جواب نہ رکھتے تھے۔

میں اس جنگ میں تم کامیابی حاصل کر لو گے۔ ہرگز نہیں اور اگر تم اس موقع پر بھی جنگ نہ کرنے کا اعلان کرو۔ اپنے رویے کی معافی مانگو تو میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ تمہاری اس بھاری سرکشی اور بغاوت کو معاف کر کے تمہیں تھیبس شہر کی حاکمیت پہ بحال کر دیا جائے گا۔"

دبان نے طنز سے مسکرا کر کہا:

"اس پیش کش کو میں دھوکے اور فریب سے زیادہ اہمیت نہیں دیتا کیونکہ اگر میں ایسا کرتا ہوں تو میں جانتا ہوں کہ میرا حشر کیا ہوگا۔ تم لوگ میری کھال کھنچوا کر اوروں کی عبرت کے لیے مجھے مصلوب کر دو گے لہٰذا میں کسی صورت تم لوگوں کی اطاعت نہ کروں گا۔ میں نے اپنی عسکری حیثیت کو ایسا مضبوط کر لیا ہے کہ اگر تمہارے ساتھ میری یہ جنگ طول بھی پکڑ جاتی ہے تو میرے لیے یہ بوجھ اور بار ثابت نہ ہوگی۔ یاد رکھو اس وقت جنوبی مصر کے وسیع علاقوں پر میرا قبضہ ہے اور ضرورت کے وقت وہاں سے مجھے ہر طرح کی کمک اور رسد مل سکتی ہے۔"

اپنی گفتگو جاری رکھتے ہوئے دبان نے مزید کہا:

"اور یہ بھی یاد رکھو تم لوگوں نے کافی عرصہ تک مصر پہ حکومت کر لی ہے اب تمہارے یہاں سے کوچ کر جانے کا وقت آ چکا ہے کیونکہ جلیدوز، تھیبس اور دوسرے بڑے بڑے شہروں کے کاہن، رمال اور ستارہ شناس مجھے بتا چکے ہیں کہ مصر کے اندر ایک بہت بڑا انقلاب رونما ہونے والا ہے۔ اس بنا پر مجھے اور میرے لشکریوں کو مکمل یقین ہے کہ اس جنگ میں فتح ہماری ہوگی لہٰذا تم واپس چلے جاؤ اس لیے کہ یہ جنگ ضرور ہوگی۔"

ان دونوں ہکسوس سرداروں کے جانے کے بعد جنگ کی تیاریاں شروع ہو گئیں۔ دونوں لشکر اپنی اپنی صفیں درست کرنے لگے۔ دونوں عساکر میں سے کسی نے بھی انفرادی جنگ کی زحمت نہ کی بلکہ ایک دوسرے پر حملہ بول دیا گیا۔ کافی دیر تک دریائے نیل کے کنارے کھلے میدانوں میں ہولناک جنگ ہوتی رہی۔ ہکسوس کو بے حد مایوسی ہوئی کیونکہ وہ تو اندازہ لگائے بیٹھے تھے کہ یہ جنگ جیتنے میں ان کو زیادہ مزاحمت نہ کرنا پڑے گی جبکہ وہ جنگ تو اپنی خونریزی کی انتہا کو پہنچ گئی تھی۔ ہکسوس میں مایوسی پھیلنے لگی تھی۔

اس موقع پر دبان کی بدبختی یہ ہوئی کہ وہ زخمی ہو کر اپنے گھوڑے سے گر پڑا۔ اپنے ہی لشکریوں کے گھوڑوں تلے آ کر اس کا سر بری طرح کچلا گیا اور وہ مر گیا۔

دبان کے یوں مرنے سے اس کے لشکر میں ابتری اور بدنظمی پھیل سکتی تھی لیکن اس کے بیٹے

احموس نے اس موقع پر عقلمندی سے کام لیا۔ اپنے باپ کی لاش کو اس نے لشکر میں شامل ان کاریگروں کے حوالے کر دیا جو قدیم مصری دور میں ممی تیار کرنے کے ماہر تھے۔ انہوں نے دبان کو ممی[1] کی صورت میں محفوظ کرنا شروع کر دیا۔ جبکہ احموس اپنے گھوڑے سے اتر کر اپنے باپ کے گھوڑے پر سوار ہو گیا اور اپنے لشکریوں کو للکار کر اس نے جنگ جاری رکھی۔ اس طرح اس نے قبطیوں کے اندر وہ خوف و ہراس اور بددلی و بے یقینی کی حالت نہ پھیلنے دی جو اس کے باپ دبان کی موت سے اس کے لشکریوں پر طاری ہو سکتی تھی۔

احموس اب للکار للکار کر اور خوب چیخ چیخ کر اپنے لشکریوں کو آگے بڑھنے کے لیے کہہ رہا تھا۔ وہ بلند آواز میں ایک ایک دیوتا اور دیوی کا نام لیتا اور مصریوں سے ان دیوی دیوتاؤں کی حفاظت اور عظمت کی خاطر جانفروشی کے ساتھ لڑنے کی التجا کرتا۔ اس طرح اس نے اپنے بوڑھے باپ کی نسبت اپنے لشکر میں زیادہ جوش و جذبہ پیدا کر دیا تھا اس نے لشکر کے اندر کسی کو خبر ہونے دی کہ مصر کا بادشاہ اور اس کا باپ دبان مارا جا چکا ہے۔

دبان کی لاش کو میدانِ جنگ سے پیچھے پڑاؤ میں بھیجا دیا گیا تھا جہاں ممی تیار کرنے والے اس کے مردہ جسم کو محفوظ کر رہے تھے۔

احموس کی جدوجہد کے نتائج جلد ہی سامنے آنے لگے۔ قبطی اب آگے بڑھتے ہوئے دیوانہ وار حملے کر رہے تھے۔ احموس کی پکار نے ان میں ایک جنون پیدا کر دیا تھا اور اس کے جواب میں ہکسوس کی صفوں میں انتشار اور بدنظمی پھیل رہی تھی۔ آخر کار ہکسوس کو بدترین شکست ہوئی اور وہ اپنی جانیں بچانے کے لیے میدانِ جنگ سے بھاگ نکلے۔

احموس نے پہلے بداری[2] اور تاسا شہروں پر اپنا قبضہ مکمل اور مستحکم کیا۔ اس کے بعد ہکسوس کے تعاقب میں آگے بڑھا۔ یہاں تک کہ اس نے راستے میں پڑنے والے دوسرے تمام شہروں پہ بھی قبضہ کر لیا۔

ممفس سے چند میل جنوب میں فیوم نام کی ایک جھیل تھی۔ اصل میں یہ نشیبی علاقہ تھا۔ دریائے نیل

1۔ قاہرہ کے عجائب گھر میں دبان کی ممی اب بھی محفوظ ہے جس کا سر کچلا ہوا ہے۔

2۔ بداری اور تاسا دریائے نیل کے کنارے سے وسطی مصر کے دو مشہور شہر ہیں یہاں پر دریائے نیل کا پاٹ بہت چوڑا ہو جاتا ہے۔

میں جب سیلاب آتا تھا تو اس نشیبی علاقے میں پانی جمع ہو جاتا تھا۔ آہستہ آہستہ یہی نشیبی علاقہ جھیل کی صورت اختیار کر گیا۔ اسی جھیل کے کنارے ہکسوس لشکر نے ایک بار پھر اپنے آپ کو منظم کیا اور پختہ عہد کیا کہ یہاں وہ قبطیوں کا جم کر مقابلہ کرنے کے بعد انہیں عبرت ناک شکست دے کر بھاگنے پر مجبور کر دیں گے۔

احموس کی سرکردگی میں قبطی جب ہکسوس کا تعاقب کرتے ہوئے اس جھیل کے کنارے آئے تو وہاں انہوں نے ہکسوس کو ایک بار پھر منظم اور مستعد دیکھا لیکن احموس اور اس کے لشکریوں کے حوصلے بلند تھے سو انہوں نے آتے ہی ان پر ایسا زوردار اور جان لیوا حملہ کیا کہ ہکسوس کے پاؤں اکھڑ گئے اور انہیں پھر شکست ہو گئی اور وہ میدانِ جنگ سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ ان کو یقین ہو گیا کہ اب وہ کھلے میدان میں کہیں بھی جم کر قبطیوں کا مقابلہ نہ کر سکیں گے۔ لہٰذا انہوں نے ممفس کا رخ کیا اور قلعہ بند ہو گئے۔ احموس نے ان کا تعاقب کیا اور ممفس کا محاصرہ کر لیا۔

ممفس کا محاصرہ طول پکڑتا گیا لیکن احموس نے بڑے استقلال سے اسے جاری رکھا۔ اس نے شہر سے مکمل طور پر ناکہ بندی کر دی۔ باہر سے کوئی کھانے پینے کی چیز وہ شہر میں داخل نہ ہونے دیتا تھا یہاں تک کہ ہکسوس تنگ آ کر شہر سے نکلے۔ سقارہ کے میدانوں میں ایک ہولناک اور فیصلہ کن جنگ ہوئی جس میں ہکسوس کو پھر شکست ہوئی لیکن یہ پہلی دو شکستوں سے زیادہ بدترین اور ہولناک تھی۔ ہکسوس اب جان گئے کہ مصر کی سرزمین میں ان کے دن گنے جا چکے ہیں لہٰذا وہ شمال کی طرف بھاگے۔ احموس نے ان کا تعاقب کیا اور اس تعاقب کے دوران دریائے نیل کے کنارے سے شمالی شہر غزہ اور بحدت پر بھی قبضہ کر لیا۔ اس طرح وہ ہکسوس کو مصر سے نکال کر مصر کا بادشاہ بن گیا۔

ہکسوس نے مصر سے نکل کر اپنی آبائی سرزمین حجاز کا رخ کیا۔ یہ لوگ زخمی سانپ کی طرح پھنکارتے ہوئے حجاز پر حملہ آور ہوئے اور کامیابی حاصل کی اور حجاز پر قبضہ کر لیا۔ پھر یثرب کو اپنا مرکزی شہر بنا کر انہوں نے وہاں اپنی حکومت قائم کر لی۔ اس طرح ہکسوس[1] نے مصر میں اپنا سب کچھ گنوانے کے بعد حجاز میں اقتدار حاصل کر لیا۔

○

۱۔ ہکسوس کو عرب عمالقہ کے نام سے جانتے ہیں۔

قوم عیلام کے بادشاہ ریم سین نے ماضی میں بابل کی حکومت کے خلاف شاندار فتوحات حاصل کی تھیں۔ بابلیوں سے اس نے ان کے بہترین اور مرکزی تجارتی شہر اوروک، ایسین اور لارسا چھین لیے تھے۔

جب حمورابی بابل کا بادشاہ بنا تو اس نے نہ صرف ریم سین سے اپنے شہر لینے کا فیصلہ کیا بلکہ اس نے یہ عہد بھی کیا کہ وہ ریم سین سے اس کا انتقام بھی لے گا۔ اس موقع پر حمورابی نے بابل کے سب سے بڑے معبد یعنی اساگیلہ کے معبد میں اپنے سارے مشیروں، پجاریوں، کاہنوں اور غیب دانی کا دعویٰ کرنے والوں کی مجلس طلب کی۔ اساگیلہ کے معبد میں بتوں کے سامنے بہترین نشستوں کا انتظام کیا گیا۔ جب سب لوگ اپنی نشستوں پر آ بیٹھے تو حمورابی معبد میں داخل ہوا۔ اس کے اندر آتے ہی سب لوگ اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ حمورابی نے انہیں بیٹھنے کا اشارہ کیا اور اس کے ساتھ ہی وہ خود بھی اپنی نشست پر بیٹھ گیا۔

حمورابی نے اساگیلہ کے معبد میں رکھے بتوں پر ایک نظر ڈالی۔ سب سے پہلے ایک بلند شہ نشین پر مردوک[1] دیوتا کا بت تھا جو بابلیوں کا سب سے بڑا دیوتا تھا اور ان کے ہاں اس کی حیثیت دیوتاؤں کے دیوتا کی سی تھی۔ مردوک کے بعد ننار دیوی کا بت تھا۔ جب بابل کے بجائے ار شہر دارالحکومت تھا اس وقت ننار ہی سب سے بڑی دیوی مانی جاتی تھی لیکن اب اس کی حیثیت ثانوی ہو گئی تھی۔ ننار کے بعد شماش دیوتا تھا جو پروں والے شیر پر سوار تھا اور اس کے منہ سے آگ کے شعلے نکلتے دکھائے گئے تھے۔ اس کے بعد حدد[2] دیوتا تھا۔ اسے بیل اور ریچھ کی شکل میں دکھایا گیا تھا۔ اس کے بعد ظلم کا دیوتا سین، پھر ابشنار جو مسلح تھا اور اس کے چہرے پر نقاب پڑا ہوا تھا اور اس کے بعد تین بڑی دیویوں عشتار، ان لل اور ننگل کے بت تھے جن کے بعد اور کئی دیوی دیوتاؤں کے بت تھے۔

۱۔ بابل شہر کی تباہی تک مردوک ہی بابل کا سب سے بڑا دیوتا رہا۔

۲۔ اسی حدد دیوتا کا نام زفانو یعنی رعد کا دیوتا بھی تھا۔ یہ بارشوں اور آندھیوں کا دیوتا تھا۔ بعد میں یہ مغربی ایشیا کے ایک عام دیوتا کی حیثیت اختیار کر گیا۔ تاریخ اور مذہب میں یہ بعل دیوتا کے نام سے مشہور ہوا اور اکثر اقوام نے اس کی اپنے اپنے زمانے میں پرستش کی۔

بنظرِ غائر سارے بتوں کا جائزہ لینے کے بعد حمورابی نے وہاں موجود سب لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

"شاید تم سب لوگ جانتے ہو گے کہ میں نے تم لوگوں کو یہاں کیوں جمع کیا ہے۔ سنو! میں قوم عیلام کے بادشاہ ریم سین کے خلاف لشکر کشی کا ارادہ کر چکا ہوں۔ اس نے ماضی میں ہمارے خلاف کامیاب یلغار کر کے نہ صرف شہرت حاصل کی بلکہ ہمارے کئی شہروں پر قبضہ بھی کر لیا۔ میرا پختہ عزم ہے کہ میں اس سے اپنے شہر واپس لینے کے علاوہ اس سے وہ شہرت بھی چھین لوں گا جو اسے ہمارے خلاف کامیابیاں حاصل کرنے پر ملی۔

تم سب کو اساگیلا کے اس معبد میں جمع کرنے کا مقصد یہ ہے کہ تم مجھے اپنی اپنی رائے سے مطلع کرو تا کہ تم سب کی رائے اور فیصلوں کو بنیاد بنا کر میں عیلام کے ریم سین کے خلاف اپنی ترکتاز کی ابتدا کر سکوں۔"

حمورابی کی اس گفتگو کے جواب میں اساگیلا کے اس معبد میں تھوڑی دیر کے لیے مکمل طور پر خاموشی طاری رہی۔ پھر کاہنوں، رمالوں اور غیب دانی کا دعویٰ کرنے والے پجاریوں نے متفقہ طور پر اپنا فیصلہ دیا کہ حمورابی کو کھل کر اور بے دھڑک عیلام کے بادشاہ ریم سین کے خلاف یلغار کرنی چاہیے۔ انہوں نے اپنے بادشاہ کو یہ نوید بھی سنائی کہ آئندہ ساری جنگوں میں اسے فتح نصیب ہو گی۔

اس کے بعد حمورابی کے سارے مصاحبوں اور مشیروں نے بھی اس کے اس فیصلے اور ارادے کی تائید کی۔

جب یہ سارے فیصلے ہو چکے تو بابل کے سب سے بڑے پجاری نے معبد کے سارے پجاریوں اور پجارنوں کو بادشاہ اور اپنے لشکر کی فتح و نصرت کے لیے بتوں کے سامنے دعائیہ گیت گانے کا حکم دیا۔ سارے پجاری اور پجارنیں وہاں جمع ہو گئے۔ پجارنیں چنگ و رباب اٹھائے ہوئے تھیں جبکہ پجاریوں کے ہاتھوں میں دفیں تھیں۔ پھر وہ سب مل کر چنگ و رباب اور دفوں کی لے پر گا رہے تھے:

جب مردوک اپنے جلال کے ساتھ مقدروں کا اعلان کرتا ہے
کوئی دیوتا بھی اس کی طرف دیکھنے کی جرأت نہیں کرتا
بادشاہ حمورابی نے بھی اپنے دیوتاؤں کو آگاہ کیا
اور ان کا مشورہ طلب کیا

کوئی شہر تعمیر نہ ہوتا
کسی بستی کی بنیاد نہ ڈالی جاتی
اصطبل تعمیر نہ کیے جاتے
باڑے نہ بنائے جاتے
کسی بادشاہ کا درجہ بلند نہ ہوتا
کسی دیوتا کا کوئی معبد نہ ہوتا
کوئی فاطوں کا نگران اور شگونوں کا محاسب نہ ہوتا
اگر مردوک کی مرضی اور رضامندی شامل نہ ہوتی
سمندر کی مچھلیاں گھاس میں انڈے نہ دیتیں
آسمان کے پرندے گھونسلے نہ بناتے
آسمان پر بارش سے لدے بادل اپنا منہ نہ کھولتے
کھیتوں اور چراگاہوں میں کثیر اناج نہ ہوتا
اگر مردوک کی مرضی اور رضامندی شامل نہ ہوتی
پس مردوک ہی ہمارے دشمنوں پہ ہماری ہیبت طاری کرے گا
دوسرے دیوتا اور دیویاں مردوک کے مددگار و معاون ہوں گے
اے بادشاہ، مقدس عشتار تیری فتح کی خاطر
پاکیزہ نشینوں پر تیرے پہلو میں ہو گی
مقدروں کا اعلان کرنے والے ہمارے دیوتا
ہماری فتح کو یقینی بنائیں گے
مردوک دیوتاؤں کا دیوتا
عشتار، اس کی محبوبہ
ننگل کائنات کی ملکہ
نادعظمت کا محور
ان لل ارفع ثنا والی
شماس روشنیوں والا

حد درآندھی و بارش والا
سین ظلم کا خزانہ
ایشتار قہر کی تیغ والا
اور دوسرے اٹل فیصلوں والے دیوتا
سب مل کر ہمارے بادشاہ کے مقدر کو سنوار دیں گے
طلوعِ آفتاب کے پہاڑ سے لے کر
غروبِ آفتاب کے پہاڑ تک
ہمارے عظیم بادشاہ کی خواب گاہیں ہوں گی
ہر قوت، ہر طاقت، جو ہمارے بادشاہ سے ٹکرائے
سارے دیوتا اسے بدبخت و نامراد کر دیں
سارے دیوتا ہمارے بادشاہ کو بلند بخت و بامراد کریں!

اس دعائیہ گیت کے بعد حمورابی اپنے مصاحبوں کے ساتھ معبد سے چلا گیا۔ چند روز تک وہ اپنی جنگی تیاریوں میں بری طرح مصروف رہا۔ اس دوران بابل کے ہر معبد میں اس کے لیے دعائیں مانگی جاتی رہیں۔ پھر حمورابی ایک جرار لشکر کے ساتھ بابل سے نکلا۔

سب سے پہلے اس نے اورک شہر کا رخ کیا۔ دوسری طرف قوم عیلام کے بادشاہ ریم سین کو بھی خبر ہو گئی تھی کہ حمورابی ایک بڑے لشکر کے ساتھ اس کے علاقوں پر حملہ آور ہونے کو نکلا ہے۔ لہٰذا وہ بھی اپنے مرکزی شہر شوش سے ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ نکلا تاکہ اپنے شہروں کی حفاظت کے ساتھ ساتھ حمورابی کی سرکوبی بھی کر سکے۔ اپنی اطلاعات کے مطابق اس نے بھی اورک شہر ہی کا رخ کیا۔

دونوں لشکر اورک سے باہر ایک دوسرے سے متصادم ہوئے۔ ریم سین ابھی تک اسی غلط فہمی میں مبتلا تھا کہ ماضی کی طرح وہ پھر بابلیوں کو اپنے سامنے زیر کر لے گا لیکن جنگ سے قبل ہی حمورابی نے اپنی عسکری قوت میں جو بے پناہ اضافہ کر لیا تھا ریم سین اس کا صحیح اندازہ لگانے میں کامیاب نہ ہوسکا اور جنگ کی ابتدا میں ہی حمورابی کا پلہ بھاری ہونے لگا۔
ریم سین نے بہتیری کوشش کی کہ کسی طرح بابلیوں کو ماضی کی طرح پسپا ہونے پر مجبور

کر دے لیکن حمورابی اس کے سامنے چٹانوں کی طرح مضبوط و مستحکم ہو کر جم گیا۔ چند ساعتوں کی جنگ کے بعد اس نے ریم سین کو بدترین شکست سے دوچار کر دیا۔
حمورابی کے ہاتھوں ذلت آمیز شکست اٹھانے کے بعد ندامت اور شرمندگی کے باعث ریم سین نے اپنے مرکزی شہر شوش کا رخ نہ کیا بلکہ ایک قریبی شہر لارسا میں جا کر محصور ہو گیا۔ لارسا سے اس نے قاصد بھیج کر شوش سے کمک طلب کر لی۔
دراصل ریم سین نے شکست کی ذلت کے ساتھ اپنے مرکزی شہر میں داخلے کو پسند نہ کیا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ خواہ ابتدا میں حمورابی سے چند ایک شکستوں ہی کا سامنا کیوں نہ کرنا پڑے لیکن انجام کار وہ حمورابی کو ایک بڑی شکست دینے کے بعد اپنے مرکزی شہر کا رخ کرے۔
دوسری طرف حمورابی نے بھی یہ ارادہ اور عہد کر رکھا تھا کہ وہ ریم سین کو پے در پے شکستیں دیکر اپنے مفتوحہ شہر ضرور واپس لے گا۔
اورک شہر پر قبضہ کرنے کے بعد حمورابی نے وہاں اپنا حاکم مقرر کرنے کے بعد اپنے دوسرے مفتوحہ شہر ایسین کا رخ کیا۔ یہ شہر چونکہ بنیادی طور پر بابلیوں کا تھا لہٰذا اس شہر نے کسی بھی قسم کی کوئی مدافعت نہ کی بلکہ ایسین کے اکابرین نے شہر سے باہر نکل کر حمورابی کا استقبال کیا اور شہر اس کے حوالے کر دیا۔
اتنی دیر میں ریم سین نے لارسا میں محصور رہ کر شوش سے کمک حاصل کر لی تھی اور اس نے حمورابی سے ایک آخری اور فیصلہ کن جنگ کرنے کی تیاریاں مکمل کر لی تھیں۔
حمورابی نے بھی ایسین پر قبضہ اور وہاں حاکم مقرر کرنے کے بعد لارسا کا رخ کیا۔ ریم سین کو جب یہ خبر ملی تو وہ بھی لارسا سے نکل کر ایک کھلے میدان میں اپنے لشکر کے ساتھ خیمہ زن ہو گیا۔ وہ لارسا میں محصور رہ کر حمورابی کے ہاتھوں اپنے لیے آلام و ابتلا پیدا نہ کرنا چاہتا تھا لہٰذا وہ لارسا سے باہر کھلے میدان میں پڑاؤ کر کے حمورابی کا انتظار کرنے لگا۔
حمورابی بھی ریم سین کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کر رہا تھا لہٰذا اس نے اسی میدان کا رخ کیا جس میں ریم سین نے پڑاؤ کر رکھا تھا۔ حمورابی اور اس کے لشکری گزشتہ کامیابیوں اور فتوحات کی بنا پر ایسے حوصلہ مند اور دلیر ہو گئے تھے کہ انہوں نے آتے ہی ریم سین کے لشکر پر حملہ کر دیا۔ گو ریم سین بھی تیار تھا لیکن وہاں آتے ہی اور بغیر کسی پڑاؤ اور تیاری کے حمورابی کے حملے نے ان پر بڑے برے اثرات مرتب کیے۔ ریم سین نے اپنی طرف سے پوری پوری کوشش کی کہ جنگ کا فیصلہ

اس کے حق میں ہو لیکن لگتا تھا کہ ریم سین نے اس کے سامنے پسپا نہ ہونے کی قسم کھا رکھی ہے۔ دوپہر سے لے کر سہ پہر تک ہولناک جنگ ہوتی رہی۔ ریم سین نے اپنے کھوئے ہوئے وقار کو بحال کرنے کی بھرپور کوشش کی لیکن ناکام رہا۔ اس جنگ میں اسے شکست ہوئی اور یہ اس کی پہلی ہزیمت سے زیادہ بدترین تھی۔

جب ریم سین نے دیکھا کہ حمورابی کے مقابلے میں اس کی جدوجہد کارگر اور کوئی کوشش سودمند ثابت نہیں ہوتی تو وہ اپنے لشکر کے ساتھ بھاگ کھڑا ہوا۔ حمورابی نے پوری قوت کے ساتھ طوفانی انداز میں اس کا تعاقب کیا۔ ریم سین کی عسکری قوت کو اس نے بری طرح کچل کر رکھ دیا۔ اپنے تینوں شہر واپس لینے کے ساتھ ساتھ اس نے ریم سین کے بہت سے علاقوں پر بھی قبضہ کر لیا۔ پھر اس پر مستزاد یہ کہ اس نے عیلامی علاقوں میں دور دور تک طوفانی یلغار کی اور سرحدوں کے قریبی علاقوں کو تہ و بالا کر کے رکھ دیا۔

اس طرح حمورابی نے ریم سین کو پے در پے شکستیں دے کر اس کے سارے وقار اور قوم عیلام کی برتری کو خاک میں ملا کر رکھ دیا اور اس کے مقابلے میں اس نے ان جنگوں میں اپنی اور بابلیوں کی قوت اور عظمت بحال کر دی۔

اس کے بعد حمورابی نے آشوریوں، کسدیوں، آرامیوں، حوریوں (شنافی) اور دیگر ہمسایہ اقوام کے ساتھ اپنی سرحدیں درست کیں اور اپنی رعایا کے ساتھ ساتھ دیگر اقوام میں بھی ہردلعزیز ہوا۔ اس نے سرحدوں پر امن قائم کرنے کے بعد ملک کے داخلی امن اور انتظام کی طرف دھیان دیا۔ اس نے اپنی رعایا کی بہتری کے لیے قانون، تجارت، مذہب، کشتی سازی، عورتوں اور غلاموں کے حقوق اور دیگر معاشرتی امور پر قوانین نافذ کیے۔ ایسے کل ۲۸۲ فرامین تھے جو اس نے ایک کتبے[۱] پر کندہ کرائے گویا حمورابی بابل کی سلطنت کو ناقابل تسخیر بنا کر مرا لیکن اس کے بعد اس کے جانشین اس جیسے ثابت نہ ہوئے۔ ہمسایہ اقوام جنہیں حمورابی نے دبا کر رکھا ہوا تھا، انہوں نے بابل کی سلطنت کو للچائی ہوئی نظروں

۱۔ یہ کتبہ ابتدا میں سپار شہر میں نصب تھا۔ حمورابی کے جانشین جب کمزور ہو گئے تو عیلام کے حکمرانوں نے یہ کتبہ ان سے چھین کر اپنے مرکزی شہر شوش میں لا رکھا۔ موجودہ دور میں یہ کتبہ شوش شہر کی کھدائی کے دوران ملا۔ اور آجکل پیرس میں لوور کے میوزیم میں ہے۔

سے دیکھنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ قوم عیلام کے علاوہ کسدیوں اور حتیوں نے بابلیوں کے خلاف حمورابی کے بعد چھیڑ چھاڑ شروع کر دی تھی۔

○

ایران کے اندر بھی انقلاب رونما ہو چکا تھا۔ مشہور پہلوان ذال کی مدد سے افراسیاب کو شکست دینے کے بعد زوبن طہماسپ ایک طویل عرصے تک ایران پہ حکومت کرتا رہا۔ افراسیاب کی وجہ سے ایران کی جو حالت ہو گئی تھی اس ابتر حالت کا ازالہ کیا۔ ہر طرح سے عوام کی دلجوئی کی۔ زوبن طہماسپ نے ایران میں قحط کے اثرات دور کرنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ چند ہی برسوں میں اس نے ایران کو ایسا آباد اور خوش حال کیا کہ ہر طرف فصلیں لہلہانے لگیں اور لوگوں میں خوش حالی کا دور دورہ ہو گیا۔

ایک طویل عرصے تک ایران کا بادشاہ رہنے کے بعد زوبن طہماسپ مر گیا تو اس کے بیٹوں میں سے کسی کو بھی امرا اور سپہ سالاروں نے حکومت سنبھالنے کا اہل نہ سمجھا لہٰذا ان کی نگاہ شاہی خاندان کے ایک فرد کیقباد پہ پڑی جو حکمرانی کے اکثر امور میں معیار پہ پورا اترتا تھا۔ چنانچہ پہلوان ذال کے علاوہ ایران کے دو اعلیٰ ترین سپہ سالار طوس اور گودرز اور با اختیار امیروں نے کیقباد کے سامنے سر تسلیم خم کیا اور اس کی تاجپوشی کر کے عنان حکومت اس کے ہاتھوں میں دے دی۔

کیقباد نے اپنے نام کی نسبت سے ایران میں ایک نئے عہد کی بنیاد رکھی اور یہ کیانی عہد کہلایا "کے" پہلوی زبان کا لفظ ہے جس سے مراد نیکی ہے۔ کیقباد اور اس کے بعد آنے والے اس کے جانشین نے نیکی کا راستہ اختیار کر کے اپنے آپ کو اس لقب کا اہل بنانے کی کوشش کی۔

ایران کا بادشاہ بننے کے بعد کیقباد نے پہلا کام یہ کیا کہ اس نے اگبتانہ کے بجائے دریائے جیحوں کے کنارے بلخ کو اپنا دارالسلطنت بنایا۔ یہ شہر ایران کی آخری حدود پہ واقع تھا۔ اس کے بعد اس نے ملک کے داخلی امور کی طرف دھیان دیا۔ اس نے آب پاشی کے لیے کاریزوں اور چشموں کے نظام کو بہتر بنایا۔ دیہات اور قصبوں کو خاص خاص ناموں سے موسوم کیا اور مختلف علاقوں کی حدود معین کیں۔ پیداوار کا دسواں حصہ لگان کے طور پر مقرر کیا جس کا بیشتر حصہ عسکری ضرورتوں پر صرف کیا جانے لگا۔

غرض ایران میں زو بن طہماسپ کے بعد کیقباد[1] ایک کامیاب بادشاہ کی حیثیت سے ملک پر حکمرانی کرنے لگا۔

○

ملوہان شہر سے نکل کر عارب، یافان، بیوسا اور بنیطر حوریوں کی میتانی سلطنت کے مرکزی شہر اشوکانی[2] میں نمودار ہوئے۔ انہوں نے دیکھا یہ شہر دجلہ و فرات کے دوآبہ میں تل الحلف اور حران شہروں کے درمیان دریائے خابور کے کنارے واقع تھا۔

وہ چاروں دریائے خابور کے کنارے جا کھڑے ہوئے۔ پھر ایک آہ بھر کر یافان نے کہا:

"اس دنیا میں کیسے کیسے انقلاب برپا ہوتے ہیں۔ ایسی ایسی تبدیلیاں رونما ہو جاتی ہیں جن کی امید بھی نہیں کی جا سکتی۔

میرے عزیزو! جہاں اِس وقت ہم کھڑے ہیں کبھی یہاں سوباری قوم آباد تھی لیکن آج حوریوں نے یہاں عظیم الشان میتانی[3] سلطنت قائم کر لی ہے۔"

یافان خاموش ہوا تو حسین بیوسا نے کہا: "اے بزرگ یافان! یہ انقلاب اور تبدیلی تو اس کائنات کے خمیر میں رچی بسی ہے۔ یہ دنیا تو ایک سرائے ہے۔ کوئی یہاں وارد ہوتا ہے تو کوئی برزخ کی طرف کوچ کر جاتا ہے۔ یہ سلسلہ تو لگا ہی رہے گا تاوقتیکہ مہلت تمام ہو۔ وہ بڑا دن آ جائے اور صور پھونک کر ہر چیز فنا کر دی جائے۔"

چند ثانیے خاموش رہ کر یافان نے ان تینوں کو مخاطب کر کے پوچھا: "اے میرے عزیزو! اب آگے مستقبل کے متعلق تمہارا کیا لائحہ عمل ہے۔ کدھر جاؤ گے۔ کس سمت کا رخ کرو گے اور کہاں جا کر رہو گے؟"

۱۔ بعض مورخین کا خیال ہے کیقباد نے سو برس تک حکومت کی۔

۲۔ اشوکانی کو آج کل فخاریہ کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

۳۔ مصری میتانی سلطنت کو نہارین کہتے تھے جبکہ تل العمارنہ سے ملنے والے کتبوں میں اسے سوباریوں کی سرزمین لکھا گیا ہے کیونکہ ابتدا میں سوباری قوم ہی یہاں رہتی تھی۔

یافان کے خاموش ہونے پر عارب بولا: "اے بزرگ یافان ابھی تک ہم تینوں نے مل کر کوئی فیصلہ تو نہیں کیا لیکن میرا ارادہ ہے کہ ہم یہاں سے کنعانیوں کے کسی شہر کا رخ کریں اور وہیں رہ کر عزازیل کی ہدایات کے مطابق اپنا کام شروع کریں۔ اب آپ کہیں اے بزرگ یافان! آپ کا کیا ارادہ ہے۔"

یافان نے ہلکی سی مگر معنی خیز مسکراہٹ کے ساتھ کہا: "اے میرے عزیزو! تم جانو میرا معاملہ بنیادی طور پر کچھ مختلف ہے۔ تم عزازیل کے پابند اور اس کے کارکن ہو۔ اس کی خاطر اور اس کی دی ہوئی ہدایات کے مطابق کام کرنا تم لوگ اپنا فرض سمجھتے ہو لیکن میں ایسی سب پابندیوں سے آزاد ہوں۔ میں نے تمہیں بتا رکھا ہے کہ گزشتہ دنوں میں دریائے نیل کے اندر ایک جزیرے کی صورت میں میرا اپنا ایک ٹھکانہ تھا اور میں نے اسے مضبوط اور قلعہ نما بنا رکھا تھا اور اس میں میں نے ایسے ایسے ہولناک طلسم ڈال رکھے تھے کہ دور دور تک اس جزیرے کی اور میرے اس مسکن کی دہشت تھی اور لوگ ادھر کا رخ نہ کرتے تھے یہاں تک کہ مصر کے حکمران بھی مجھ سے خوف زدہ رہتے تھے۔ ان میں سے کوئی بھی مجھ سے بگاڑنا نہ چاہتا تھا بلکہ زیادہ سے زیادہ وہ لوگ میرا تعاون حاصل کرنے کی کوشش کرتے تھے۔

اے میرے عزیزو! اب بھی میرا دل چاہتا ہے کہ مصر کا رخ کروں۔ وہاں اگر کوئی جزیرہ میسر نہ ہو تو وہاں بڑے بڑے تعمیر ہونے والے اہرام ہی میں سے کسی اہرام کو اپنا مرکز اور ٹھکانہ بناؤں جس کے اندر پہلے سے بھی طلسم ہو۔ تم جانو مصر کے اکثر اہرام میں طلسم کارفرما ہیں۔ میرا دل چاہتا ہے کہ ان اہرام کے اندر جا رہوں۔ وہاں پرانے طلسم پر بھی قابو پاؤں اور اپنی طرف سے کوئی نیا سحر بھی وہاں ڈال کر ان اہرام کو ایسا بھیانک اور خوف ناک بنا دوں کہ کوئی ادھر کا رخ نہ کرنے کی کوشش کرے لیکن میں ایسا نہیں کروں گا کیونکہ مصر کی طرف اکثر یوناف کا آنا جانا رہتا ہے۔ دریائے نیل میں میرا پہلا مسکن بھی اسی نے برباد کیا تھا۔ میں نہیں چاہتا کہ ان اہراموں کے اندر بھی وہ میری ساری محنت غارت کر کے رکھ دے۔

اور سنو! تم اور تمہارا عزازیل، یوناف کو اپنی گرفت میں رکھنے سے ناکام رہے ہو۔ اب وہ آزاد ہے بلکہ وہ کسی طرح ابلیکا کو بھی عزازیل کے عمل سے آزاد کرانے کی کوشش کرے گا۔ اے عارب! تم نے چونکہ اسے پنجرے میں قید رکھ کر اس پر مظالم کیے ہیں لہٰذا وہ تم سے ضرور انتقام لے گا۔ وہ اور ابلیکا مل کر لاانتہا قوتوں کے مالک بن جاتے ہیں۔ وہ ضرور تمہیں کرب اور مصیبت میں مبتلا کرنے

کی کوشش کریں گے۔ میرا مخلصانہ مشورہ ہے کہ ان سے بچ کر رہنا۔

عارب نے یافان کی گفتگو کو کوئی خاص اہمیت نہ دی اور کہا: "اے بزرگ یافان! میرا خیال ہے کہ یوناف ابلیکا سے متعلق نہ جان سکے گا کہ وہ کہاں ہے۔ ایسی صورت میں وہ اس کی رہائی اور آزادی کے لیے کچھ نہ کر سکے گا اور ہاں! وہ بھلا میرا کیا بگاڑ لے گا۔ وہ اکیلا ہے اور ہم تین اور بوقت ضرورت عزازیل اور اس کے ساتھی بھی ہر طرح سے ہماری مدد اور حمایت کرتے ہیں۔ ایسی صورت میں کیسے اور کیونکر یوناف مجھ پر غلبہ حاصل کر کے مجھے کسی اذیت میں مبتلا کر دے گا؟"

یافان نے اپنی بات میں زور پیدا کرنے کی خاطر کہا: "تمہارا کہنا درست ہے عارب! لیکن یہ بھی تو سوچو کہ یوناف کے ساتھ حقانیت اور صداقت ہے اور حق اور سچائی بہت بڑی طاقت ہے۔ بہرحال تم دفع کرو اس بحث کو۔ ہاں تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ میرا جی تو چاہتا ہے کہ مصر میں جا رہوں لیکن وہاں ہر وقت مجھے یوناف کا سامنا کرنا پڑے گا اور میں جانتا ہوں کہ میں اکیلا زیادہ دیر تک اس کا مقابلہ نہ کر سکوں گا۔ لہٰذا اے میرے عزیزو! میں نے فیصلہ کیا ہے کہ میں مغربی سمندر کا رخ کروں گا۔ اس بڑے سمندر میں ان گنت چھوٹے بڑے جزیرے ہیں جو ابھی تک ویران اور غیر آباد پڑے ہیں۔ انہی میں سے کسی خوبصورت جزیرے کو میں اپنا مسکن بناؤں گا۔"

"سنو میرے عزیزو! یہاں اشو کانی شہر میں دریائے فابور کے کنارے تم تینوں سے جدا ہو کر میں مغربی سمندر کے غیر آباد جزیروں کا رخ کروں گا۔ پہلے اپنی پسند کا کوئی جزیرہ تلاش کروں گا۔ پھر نیلی دھند کی قوتوں کو کام میں لاؤں گا اور یہ قوتیں میرے لیے دو کام کریں گی۔ اول یہ کہ اس جزیرے کو اور خوبصورت بنائیں گی اور دوم یہ کہ سمندر کے اندر سفر کرنے والے بحری جہازوں اور کشتیوں پر حملہ آور ہو کر ان کے مال کو جزیرے میں اتار لیا کریں گی اور جہازوں میں سوار لوگوں کو اس جزیرے میں آباد کر لیا جائے گا۔ جہازوں کے ملاحوں کو آزاد کر دیا جائے گا اور انہیں تاکید کی جائے گی کہ تجارت کی غرض سے وہ اس جزیرے کا رخ ضرور کریں اور اس پر مستزاد یہ کہ اس جزیرے کی طرف آنے والے ملاحوں کو ان گنت قیمتی تحائف اور انعامات سے نوازا جائے گا۔"

"اے رفیقانِ من! اس طریقے سے میں اپنے جزیرے کو خوب آباد کر لوں گا۔ دنیا کی حسین ترین لڑکیوں کو اپنی مصاحبت کے لیے وہاں جمع کروں گا۔ پھر اس جزیرے میں میری حیثیت ایک آمر، ایک بادشاہ اور ایک مطلق العنان فرمانروا کی سی ہوگی۔ بڑے بڑے ساحروں اور طلسم گروں کو میں اس جزیرے میں جمع کروں گا اور اس جزیرے میں صفوں کا ایسا جال بچھاؤں گا کہ یوناف اس میں

داخل ہو کر مجھے کوئی نقصان پہنچانے کی جرأت نہ کر سکے گا۔ میری نیلی دھند کی قوتیں ہر قوم کی حسین لڑکیوں کو وہاں جمع کریں گی اور وہ ایسی ہوں گی کہ جو ایک بار انہیں وہاں دیکھ لے گا وہ کبھی وہاں سے رخصت ہونا پسند نہ کرے گا۔

اور سنو! اس جزیرے میں میری رہائش کے لیے ایک عالی شان محل تعمیر ہوگا جس میں بہترین پتھر اور کیمیاؤں کا عمدہ ترین شیشہ استعمال کیا جائے گا۔ ان حسین لڑکیوں کی اکثریت اسی محل کی دیکھ بھال اور نگرانی پر مقرر ہوگی۔"

عارب نے للچائے ہوئے لہجے میں پوچھا: "اگر میں کبھی اس جزیرے کی شادابی و حسن سے لطف اندوز ہونے کا ارادہ کروں تو کیا مجھے اس جزیرے میں داخل ہونے کی اجازت ہوگی؟"

یافان مسکرا دیا: "کیوں نہیں۔ اس جزیرے میں تمہاری حیثیت تو ایک معزز مہمان کی سی ہوگی۔ تم جب چاہو وہاں آسکو گے۔"

"پر اے میرے عزیزو! اب آؤ اس دریائے فابور کے کنارے ایک دوسرے کو الوداع کہیں اور اپنی اپنی منزل کی طرف کوچ کریں۔"

اس کے ساتھ ہی یافان نے عارب سے مصافحہ کیا اور وہاں سے غائب ہو گیا۔ اس کی نیلی دھند بھی ساتھ ہی یوں غائب ہو گئی جیسے تیز آندھیوں میں دھواں تحلیل اور غائب ہو گیا ہو۔ اس کے بعد عارب، بیوسا اور بنیطہ بھی وہاں سے غائب ہو گئے۔

عارب، بیوسا اور نبیطہ سے جدا ہونے کے بعد یافان قبرص میں نمودار ہوا۔ یہاں سے وہ موجودہ ترکی کے جنوبی جزیرے روڈس میں ظاہر ہوا۔ اس کے بعد اس نے بحیرہ روم، بحیرہ کریٹ اور بحیرہ ایجین کے اندر موجود ان گنت جزیروں کا جائزہ لیا۔ یہاں تک کہ اس نے جزیرہ کریٹ، جزیرہ روڈس اور جزیرہ سائیکلیڈ کے درمیان ایک چھوٹے سے جزیرے کو پسند کیا۔ اس جزیرے کا موجودہ نام سرنا[1] ہے۔

یافان نے دیکھا جزیرہ سرنا ان گنت خوبیوں کا حامل تھا۔ اس میں پہاڑ اور گھنے جنگلات تھے۔ دریاؤں، چشموں اور آبشاروں کا بہتا ہوا شفاف، سفید اور شیریں پانی تھا۔ جنگلی بکریوں اور گھوڑوں کی بہتات تھی۔ سرنا کو اپنے مسکن کے لیے پسند کرنے کے بعد یافان نے اس جزیرے کا نام فردوس[2] رکھا۔ پھر وہ اپنی اس فردوس کے اندر ایک بلند چٹان کے اوپر نمودار ہوا اور اپنی نیلی دھند کی شیطانی

۱۔ روڈس اور کریٹ کے درمیان یہ ایک چھوٹا سا مگر خوبصورت جزیرہ ہے۔

۲۔ فردوس، جنت کے لیے معروف ترین لفظ ہے جو تقریباً ہر زبان میں استعمال ہوا ہے۔ سنسکرت میں پر دیشا، قدیم کلدانی میں پردیسا، قدیم ایرانی (ژند) میں پیری دائژ، عبرانی میں پردیسی، ارمنی میں پردیز، سریانی میں فردیسو، یونانی میں پارادائسوس، لاطینی میں پراڈائس اور عربی میں فردوس!

قوتوں کو طلب کیا۔

یافان کے اس حکم کے جواب میں اس چٹان پہ اس کے اردگرد دور دور تک گہری نیلی دھند جمع ہو گئی۔ پھر اس دھند کے اندر انتہائی بھیانک اور ہیبت ناک شکلوں والے ہیولے یوں دکھائی دینے لگے جیسے شفاف مگر متحرک پانی کے اندر کسی کا عکس نظر آتا ہے۔

ان ہیولوں کو مخاطب کر کے یافان نے کہا: "اے میرے مخلص و مضبوط رفیقانِ کار! میں نے اس جزیرے کا نام فردوس رکھا ہے سو تم اس جزیرے کو اس کے نام جیسا حسین اور پرکشش بنا دو۔ اسے میرے لیے ایسا ہی مسکن بنا دو جیسی اس کی تعریف میں نے عارب، بیوسا اور نبیطہ سے کی تھی۔ سب سے پہلے یہاں مختلف مقامات سے صناع، کاریگر اور کام کرنے والے مضبوط اور قوی ہیکل جوان جمع کرو اور ان کی مدد سے میرے لیے ایک خوبصورت ترین مسکن کے علاوہ یہاں پر ایک شہر آباد کرو اور جب یہ سارا کام مکمل ہو جائے تو پھر تم ایسے بحری جہازوں کا رخ کرو جن میں اناج اور کھانے پینے کی دیگر اشیاء لدی ہوئی ہوں۔

پس تم ان جہازوں کا رخ اس فردوس کی طرف موڑ دو اور دیکھو۔ جب یہاں ہر قسم کے اناج کا ذخیرہ ہو جائے تو سب سے پہلے زراعت پیشہ لوگوں کو یہاں لاؤ جو یہاں فصلیں اگائیں اور ہر طرح کے جانور پال کر یہاں دودھ، مکھن اور اس قبیل کی دوسری اشیاء کی فراوانی کر دیں۔ اس کے بعد تم ہر قوم کی حسین ترین لڑکیاں یہاں جمع کرو اور ان کو میرے ذاتی مسکن کی دیکھ بھال اور میری مصاحبت کے علاوہ اور کوئی کام نہ ہو گا۔ ان سب لڑکیوں کی رہائش بھی میرے ذاتی مسکن کے اندر ہی ہو گی اور ان کو دنیا کی ہر آسائش حاصل ہو گی۔

جب یہ سارا کام ہو چکے تو پھر ان بحری جہازوں پر حملہ آور ہونا جو مسافروں کو لے کر ایک سے دوسری جگہ اور ایک سے دوسرے شہر جاتے ہیں۔ ایسے تمام جہازوں کو اپنی اس فردوس کی طرف لاؤ۔ تاکہ ان مسافروں کو اس جزیرے میں آباد کیا جائے۔ ان ایسے جہازوں کے ملاحوں سے کوئی تعرض نہ کرنا۔ ان پہ بے جا اور ناجائز سختی نہ کرنا۔ بلکہ میں تو یہ کہوں گا کہ ایسے جہازوں کے ملاحوں کے ساتھ نرم رویہ رکھنا۔ جب تم ایسے جہازوں کو یہاں لایا کرو گے تو میں ان کے ملاحوں کو انعامات و تحائف سے خوب نوازا کروں گا۔ اس طرح پھر انہیں اس جزیرے کی طرف آنے کی ترغیب ہو گی۔ اس طرح ملاح اپنے جہازوں کو اس جزیرے کی طرف لایا کریں گے۔ تجارتی لین دین ہوتا رہے گا اور پھر آہستہ آہستہ اردگرد بلکہ دور کے شہروں تک ہماری اس فردوس کی خوبصورتی، شادابی اور فراوانی کی کہانیاں پھیل جائیں گی۔

اور ان کہانیوں کے ساتھ ساتھ اس جزیرے کے ایک مطلق العنان حکمران کی حیثیت سے میرا نام بھی دور دور تک پہنچ جائے گا اور جب ایسا ہو جائے گا تو پھر تم لوگ دیکھنا دور دور سے لوگ اس جزیرے کو دیکھنے اور میری ذات کا نظارا کرنے کے لیے ہماری اس فردوس کا رخ کریں گے اور جس دن ایسا ہو گیا وہ میرے لیے سب سے عزیز دن ہوگا کیونکہ ایسا ہونا میری اولین خواہشوں میں سے ایک ہے۔

اور سنو میرے رفیقو! یہ سارے انتظامات و انصرامات مکمل ہو جانے کے بعد میرے ذاتی مسکن کے قریب ایک ایسا تالاب بنایا جائے گا جس میں خونخوار اور آدم خور مگرمچھ رکھے جائیں گے ایک مضبوط دیوار کے ذریعے اس تالاب کا احاطہ کیا جائے گا تاکہ نہ کوئی اس میں داخل ہو نہ مگرمچھ اس میں سے باہر آ سکیں۔ اندر جانے کے لیے اس دیوار کے ساتھ سیڑھیاں ہوں گی اور اس تالاب کے اندر ان لوگوں کو ڈالا جائے گا جو میری مخالفت کریں گے۔ میرے احکامات کا انکار کریں گے اور میرے خلاف بغاوت و سرکشی کا ارتکاب کریں گے۔ اس کے علاوہ فردوس میں جمع کی جانے والی لڑکیوں میں سے جو بوڑھی ہو جائیں گی انہیں اس تالاب میں ڈالا جائے گا۔ یہ لڑکیاں صرف میری مصاحبت کے لیے ہوں گی اور انہیں شادی کرنے کی اجازت نہ ہوگی۔"

یافان کہتا رہا اور نیلی دھند کی وہ شیطانی تو تیب، ہیولوں کی صورت میں سر جھکائے غور سے یافان کے احکامات کو سنتی رہیں۔

آخر میں یافان نے فیصلہ کن لہجے میں کہا: "اب تم جاؤ اور ابھی سے فردوس کی تعمیر کا کام شروع کر دو۔ اس کام کے لیے میں تمہیں زیادہ سے زیادہ تین دن دوں گا اور تمہاری طرف سے اس کام کی تکمیل کے لیے بے چینی سے انتظار کروں گا۔"

یافان کے اس حکم کے جواب میں نیلی دھند بڑی تیزی کے ساتھ وہاں سے چھٹ کر غائب ہونے لگی۔

O

دریائے ناہور کے کنارے یافان سے علیحدہ ہونے کے بعد عارب، بیوسا اور نبیط ارضِ کنعان کے شہر جبلہ میں نمودار ہوئے۔ یہ کنعانیوں کی بہترین بندرگاہ تھی اور یہاں سے مصر کو نہ صرف لکڑی بلکہ مرغوب ترین شراب، زیتون کا تیل اور لکڑی کے سامان کے لیے روغن اور سفید گوند بھی بھیجا جاتا تھا۔ یہ گوند صنوبر کے تنوں اور شاخوں سے حاصل کیا جاتا تھا۔ یہ لاشوں کو محفوظ کرنے اور شاہی خاندان کے افراد کی لاشوں کو ممیوں کی صورت میں محفوظ کرنے کے کام آتا تھا۔ اس شہر سے جو دیودار کی لکڑی مصر جاتی تھی اس سے وہاں مقبروں اور معبدوں کی چھتیں تیار ہوتی تھیں اور لاشوں اور ممیوں کو رکھنے کے لیے تابوت بنائے جاتے تھے۔ ان اشیا کے بدلے میں یہ کنعانی (فونیقی) مصریوں سے سونا، مختلف دھاتوں کی بنی ہوئی اشیا، پیپرس[1] اور وادیٔ نیل میں پیدا ہونے والی دوسری اشیا حاصل کرتے تھے۔

عارب، بیوسا اور نبیط نے جبلہ کی بندرگاہ پہ دیکھا کہ یہ شہر عین سمندر کے کنارے واقع تھا۔ ان کے سامنے سمندر کے اندر بڑے بڑے جہاز اور کشتیاں تیار کی جا رہی تھیں اور کچھ بحری جہازوں کے اندر دیودار کی لکڑی اور دوسری اشیا لادی جا رہی تھیں۔ اتنے میں ان تینوں کے پاس سے ایک بوڑھا شخص گزرا۔

عارب اس بوڑھے کی طرف متوجہ ہوا اور اسے مخاطب کر کے اس نے پوچھا: "اے بزرگ! ہم تینوں بہن بھائی ہیں۔ میرا نام عارب اور ان کے نام بیوسا اور نبیط ہیں۔ ہم اس سرزمین میں اجنبی ہیں کیا آپ ہمارے لیے اس سرزمین، بود و باش، تجارت، مذہب اور دوسری اہم اشیا پر کچھ روشنی ڈالیں گے تاکہ ہم یہ فیصلہ کر سکیں کہ ہم اس سرزمین کے کس شہر میں آباد ہو کر پُرسکون اور آسائش بھری زندگی بسر کر سکتے ہیں۔"

وہ کنعانی بوڑھا یوں غور و حیرت سے ان تینوں کو دیکھنے لگا جیسے وہ اس کے لیے کوئی عجوبہ ہوں۔ عارب نے پھر اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا: "اگر آپ کسی اہم اور ضروری کام سے جا رہے ہیں اور آپ کو خدشہ ہے کہ ہمارے ساتھ ایسی گفتگو کی وجہ سے آپ کا وقت ضائع ہوگا تو ہم آپ کو اس کا بہترین اجر اور معاوضہ دیں گے اور یہ ایسی رقم پر مشتمل ہوگا جو تمہاری تالیفِ قلب کے لیے بہترین ہوگی۔"

بوڑھے نے پہلی بار زبان کھولی اور کہا:

"اے اجنبی! تم مجھے رقم کی تحریص اور لالچ نہ دو۔ اجنبی کی حیثیت سے تم مجھے کچھ بھی نہ دو تو

ا۔ دریائے نیل کے کنارے پیدا ہونے والے اس پودے سے کاغذ بنتا تھا۔

بھی میں تمہیں یہ تفصیل ضرور بتاؤں گا اس لیے کہ کسی اجنبی کی رہنمائی بہر حال ایک اہم انسانی اور اخلاقی فرض ہے۔

سنو اے نو وارد انسانو! یہ سرزمین کنعانیوں کی ہے اور شاید یہ بات تمہارے علم میں ہو کہ کنعانی بنیادی طور پر عرب ہیں۔ جس طرح آشوری، آرامی، اموری، احوری اور بعض دیگر اقوام عرب سے نقل مکانی کر کے مختلف علاقوں میں آباد ہو گئیں اسی طرح کنعانی بھی دشتِ عرب کی خانہ بدوش زندگی ترک کر کے یہاں سمندر کے کنارے آ کر آباد ہو گئے۔

سنو اجنبیو! سمندر کے کنارے ہم کنعانیوں کے پانچ بڑے شہر ہیں۔ پہلا شہر جبلہ[1]، دوسرا ارواد[2]، تیسرا سیدون[3]، چوتھا ٹائر[4] اور پانچواں اغاریت[5] ہے۔ جبلہ شہر تو یہ ہے جس میں تم اس وقت کھڑے ہو۔ باقی شہر اس کے جنوب میں ہیں۔ اس وقت ہمارا مرکزی شہر ٹائر ہے جو ایک بہترین اور بارونق اور خوبصورت شہر ہے۔ ویسے تو یہ پانچوں شہر اہم ہیں اور ارضِ کنعان کی آمدنی اور تجارت کے مرکز و محور ہیں لیکن ٹائر کی شان ہی کچھ اور ہے۔ ٹائر دیکھنے میں بہت حسین ہے اور یہاں کی بہترین جگہ بعل دیوتا کا مندر ہے۔ میں تمہیں دیوی دیوتاؤں کے متعلق کچھ نہ بتاؤں گا۔ اس لیے کہ جب تم ٹائر شہر جاؤ گے تو وہاں سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ لو گے۔

ٹائر شہر خشکی کے اس حصے پر واقع ہے جو سمندر کے اندر آگے تک بڑھا ہوا ہے۔ اس کی حفاظت کے لیے اس کے سامنے ایک میل لمبی اور تین چوتھائی میل چوڑی چٹان ہے۔ یہ چٹان امن کے دنوں میں جہازوں کے لیے اور جنگ کے دنوں میں لوگوں کے لیے حفاظت و سلامتی کا بڑا عمدہ ذریعہ ہے۔

اس شہر کی دو بندرگاہیں ہیں۔ ایک کا رخ شمالی جانب ہے اور اس کا نام علیدانی بندرگاہ ہے۔

۱۔ توریت میں اس شہر کو جبل لکھا گیا ہے۔ اس کا موجودہ نام جلیل ہے۔ قدیم یونانیوں نے اس شہر کو ببیلوس کہہ کر پکارا ہے۔

۲۔ اس کا موجودہ نام ارادوس ہے۔

۳۔ فلسطین کا موجودہ شہر صیدا ہی قدیم شہر سیدون تھا۔

۴۔ موجودہ شہر صور کا پرانا نام ٹائر تھا۔ یہ بیروت کے جنوب میں تھا۔

۵۔ یہ اس جگہ تھا جہاں آجکل راس الشمرہ آباد ہے۔ اغاریت جزیرہ قبرص کی سیدھ میں ساحلِ سمندر پر واقع تھا۔

دوسری کا رخ جنوب کی طرف ہے اور یہ مصری بندرگاہ کہلاتی ہے۔ میں تم لوگوں کو پہلے بھی بتا چکا ہوں کہ ٹائر شہر میں سب سے بہتر اور قابلِ دید جگہ بعل دیوتا کا معبد ہے۔ یہ پہلے ملکوت دیوتا کا معبد کہلاتا تھا۔ اب اس عمارت کو ملکوتی بھی کہتے ہیں اور بعل دیوتا کا معبد بھی۔ اس عمارت کی تفصیل تم کو ٹائر جا کر ہی معلوم ہو گی۔

رہی بات کنعانیوں کے پیشوں کی، تو یہاں کے لوگ زراعت، تجارت اور ماہی گیری پر گزر بسر کرتے ہیں۔ دست کاری اور دیگر فنون بھی آمدنی کا ذریعہ ہیں۔ ہمارے لوگ ظروف سازی میں بھی بے مثل ہیں اور ان ظروف کی مصر، کریٹ، مائی سینا، قبرص اور بحیرہ ایجین کے دوسرے جزیروں میں بڑی مانگ ہے۔ ہمارے لوگ سنگتراشی میں بھی جواب نہیں رکھتے اور آلات و اسلحہ، جواہرات تراشی اور علومِ ہیئت میں بھی ماہر ہیں۔

اب اور بولو تم ارضِ کنعان کے بارے میں کیا جاننا چاہو گے؟"

جواب میں عارب مسکراتے ہوئے آگے بڑھ گیا اور وہ بوڑھا کچھ لیے بغیر آگے بڑھ گیا۔ اس کے جانے کے بعد عارب چند ثانیوں تک خاموش رہا اور حسرت سے اس بوڑھے کو جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔ جب بوڑھا اس کی نگاہوں سے اوجھل ہو گیا تو اس نے ایک لمبا تاسف آمیز سانس لیا۔ پھر یوسا اور بنیطہ کی طرف دیکھ کر بولا: "کچھ لوگوں کو بدی کی طرف مائل کرنا کس قدر دشوار ہو جاتا ہے۔ اب اس بوڑھے کنعانی ہی کو دیکھو۔ اسے میں نے معاوضے کی تحریص اور رقم کا لالچ دیا لیکن یہ کتنا عظیم تھا کہ میری اس ترغیب میں نہیں آیا اور ہمارے منہ پر سچائی کا طمانچہ مار کر چلا گیا ہے۔ انسان اگر واقعی انسان بن کر رہے تو کتنا عظیم ہو جاتا ہے اور اس کا رویہ اگر صحیح انسانیت کا مجسمہ ہو کر سامنے آئے تو پھر انسان اپنی تخلیق کے لحاظ سے کس قدر باعظمت اور ذی وقار ہو جاتا ہے۔"

"آہ! کبھی کبھی میں اپنی اس راہ سے خود کو ہٹتا ہوا محسوس کرتا ہوں جو عزازیل نے ہمارے لیے متعین کر رکھی ہے۔ اے میری بہنو! کبھی کبھی میں اس تعلق کو بکھرتے ہوئے دیکھتا ہوں جو عزازیل کے ساتھ ہمیں ہے۔ شاید یہ اس روحانی عہد کی تاثیر ہے جسے عہدِ الست کا نام دیا گیا ہے یا یہ ان نیکی کے داعیوں کی پکار ہے جو خداوندِ بزرگ و برتر نے انسانی جسم کے اندر رکھ دیے ہیں۔"

پھر اچانک جیسے ابلیسی روح عارب پر غلبہ پا گئی۔ اس نے اپنے سر کو زور سے جھٹکا اور بولا۔ "اچھا لعنت بھیجو ایسے خیالات پر۔ ہاں تو اے میری عزیز بہنو! میں اب تم سے یہ کہنا چاہوں گا کہ آؤ ٹائر شہر کا رخ کریں اور وہاں اپنے لیے رہنے کی کوئی مناسب جگہ تلاش کریں۔ میں وہاں کم از کم ملکوت نام کا وہ

معبد دیکھنا ضرور پسند کروں گا اس لیے کہ اس کنعانی بوڑھے نے اس کی بہت تعریف کی ہے۔"

"اے میری عزیز بہنو! ہو سکتا ہے یہ ٹائر شہر ہی ہو جس میں رہنے کو ہمارے مقدر میں کوئی اچھا سا ٹھکانہ ہو۔ کیا تمہیں اس روانگی پر کوئی اعتراض ہے؟"

بیوسا نے جواب دیا: "میں صرف یہ کہوں گی کہ وہاں جا کر ہمیں اپنے لیے کوئی محفوظ ٹھکانہ بنانا چاہیے اس لیے کہ ہم یوناف کے ساتھ اپنی دشمنی میں اضافہ اور تندی پیدا کر چکے ہیں اور وہ کسی بھی لمحے ہماری گردن ناپنے کو پہنچ سکتا ہے۔ وہ اب کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دے گا جس سے فائدہ اٹھا کر وہ ہمیں اذیت اور کرب میں مبتلا کر سکے لہٰذا ٹائر شہر میں رہنے کا اگر ہم فیصلہ کرتے ہیں تو ایسی جگہ رہنا ہو گا جو محفوظ ہو اور جہاں یوناف سے نمٹنا آسان ہو اور اگر ہم نے اس احتیاط کو مدنظر نہ رکھا تو وہ ہمیں اس سے بڑھ کر برے سلوک سے نوازے گا جس کا اظہار ہم نے اسے پنجرے میں بند کر کے کیا تھا۔"

عارب نے ان خدشات کو نظر انداز کر دیا: "تم دونوں یوناف کی طرف سے اس قدر زیادہ بھی فکرمند نہ ہو۔ بہرحال حفاظت اور رہائش کا مسئلہ ٹائر جا کر ہی حل ہو گا۔ اب آؤ یہاں سے ابھی ابھی کوچ کر جائیں۔"

اس کے ساتھ ہی وہ تینوں جبلہ کی بندرگاہ سے غائب ہو گئے۔

○

عارب، بیوسا اور بنیطہ سیدون کے جنوب میں اور ملکا کے شمال میں واقع ٹائر شہر میں نمودار ہوئے۔ انہوں نے دیکھا خوبصورتی کے لحاظ سے یہ شہر اپنی مثال آپ تھا۔ مکانات پختہ اور خوبصورت پتھروں سے بنے ہوئے تھے۔ جگہ جگہ ظروف، آرائشی سامان، ہتھیار اور دوسری اشیا بنانے کے کارگاہیں تھیں۔ چاندی[1] اور سونے کی دست کاری عروج پر تھی۔

۱۔ کنعانیوں کی ظروف سازی اور سونے چاندی کے کام میں ان کی مہارت ہومر کی نظموں سے بھی واضح ہوتی ہے۔ ایک نظم میں وہ لکھتا ہے کہ چاندی کا ایک پیالہ کنعانیوں نے ایسی ہنرمندی سے بنایا تھا کہ وہ دنیا بھر کی چیزوں میں سب سے زیادہ خوبصورت تھا۔

عارب نے بیوسا اور بنیطہ کو مخاطب کیا: "میرا خیال ہے کہ پہلے ملکوت معبد دیکھیں۔ اس کے بعد اپنے رہنے کے لیے کوئی ٹھکانہ تلاش کرتے ہیں۔ اس بوڑھے کنعانی نے اس معبد کی وہ تعریف کی ہے کہ میرے دل میں اسے دیکھنے کا اشتیاق زیادہ کر دیا ہے۔"

پھر اس نے بازار میں جاتے ہوئے ایک آدمی سے معبد کا راستہ پوچھا اور وہ تینوں اس معبد کی طرف روانہ ہو گئے۔

تھوڑی دیر بعد وہ تینوں ملکوت معبد کی عظیم الشان عمارت میں داخل ہو رہے تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ بڑے بڑے اور قیمتی پتھروں پر مشتمل وہ عمارت حیرت انگیز طور پر بنائی گئی تھی۔ عمارت میں عارب نے ایک پجاری کو مخاطب کر کے کہا: "میرا نام عارب ہے۔ یہ دونوں میری بہنیں بیوسا اور بنیطہ ہیں۔ ہم دونوں یہاں اجنبی ہیں۔ کیا اس معبد کی سیر کرنے میں تم ہماری مدد کر سکتے ہو؟"

پجاری فوراً تیار ہو گیا اور خوش طبعی سے بولا:

"میرا نام تموز ہے اور یہ نام ہمارے ایک دیوتا کا بھی ہے۔ آؤ میں تم تینوں کی معبد دیکھنے میں مدد کرتا ہوں۔"

عارب، بیوسا اور بنیطہ اس کے ساتھ ہو لیے۔

پجاری انہیں لے کر صنم خانے میں داخل ہوا۔ وہاں دو ایسے ستون تھے جنہیں دیکھ کر وہ تینوں چونک پڑے۔ قبل اس کے کہ وہ تموز سے کچھ پوچھتے وہ ان ستونوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے خود ہی انکشاف کرتے ہوئے بولا:

"اے میرے اجنبی مہمانو! یہ دونوں ستون نہایت بیش قیمت اور اہم ہیں۔ ان میں سے ایک ستون سونے کا ہے اور دوسرا زمرد[1] کا۔ زمرد کا ستون نسبتاً بڑا ہے اور رات کی تاریکی میں خوب چمکتا ہے۔"

دونوں ستون دیکھ کر وہ صنم خانے کے اس حصے کی طرف بڑھے جہاں بت رکھے ہوئے تھے۔ ان سے متعلق تفصیل بتاتے ہوئے تموز نے کہا:

۱۔ مشہور یونانی مورخ ہیروڈوٹس ۵۰۰ سال قبل مسیح ٹائر شہر میں داخل ہوا اور اس نے ملکوت کے اس معبد کو دیکھا۔ وہ بھی سونے اور زمرد کے ان ستونوں کا ذکر کرتا ہے۔

"یہ سارے بتوں کے اوپر جو دو چھوٹے بت رکھے ہیں ان میں سے ایک ایل دیوتا کا ہے۔ اور دوسرا الیشرت دیوی کا بت ہے۔ ایل کو تمام دیوتاؤں کا باپ اور الیشرت کو اس کی بیوی سمجھا جاتا ہے۔ تم دیکھو ان دونوں کے بت ایسے بنائے گئے ہیں کہ ان کو بوڑھا دکھایا گیا ہے۔ اب ان دونوں کی اتنی اہمیت نہیں رہی۔ اب ان کے بت صرف برکت کے لیے رکھے جاتے ہیں ورنہ لوگ اب بعل دیوتا کی طرف مائل ہو گئے ہیں اور سب مرادیں اسی سے مانگتے ہیں۔"

پھر تموز نے ایک بڑے بت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا:

"یہ سب سے بڑا بت بعل دیوتا کا ہے۔ غور سے دیکھو یہ سونے سے بنا ہوا ہے اور اس کے اندر جا بجا زمرد لگائے گئے ہیں۔ جو رات کو چمک کر اسے روشن رکھتے ہیں۔ بعل دیوتا کی آنکھوں کے اندر بھی زمرد ہیں اور رات کے وقت یہ آنکھیں یوں چمکتی ہیں جیسے بعل دیوتا ہر چیز کو بذاتِ خود دیکھ رہا ہو۔

دوسری اقوام میں بعل دیوتا کی حدد اور علیان کے نام سے بھی پرستش کی جاتی ہے لیکن ہمارے ہاں اس کا نام بعل ہی شہرت رکھتا ہے۔ جس قدر ہم اس دیوتا کو اہمیت دیتے ہیں ایسی اہمیت اسے ابھی دوسری اقوام نے نہیں دی۔ شروع میں ہمارے ہاں بھی بعل دیوتا کی ایسی قدر نہ تھی اور لوگ اسے شہروں کا محافظ، بارشوں اور فصلوں کا مختارِ کار، ندیوں اور دریاؤں کا نگران خیال کرتے تھے لیکن اب ہمارے ہاں اس کی حیثیت مختلف ہے اور اسے سب سے بڑا دیوتا اور دوسرے دیوتاؤں کا نگران اور مالک تصور کیا جاتا ہے۔

بعل دیوتا کے مقابلے کی دیوی جسے اس کی بیوی سمجھا جاتا ہے، یہ دیوی ہمارے ہاں دو ناموں سے جانی پہچانی جاتی ہے۔ ایک بعلہ[1] اور دوسرا نام عشتارت ہے۔ بعل دیوتا کے ساتھ جو تم خوبصورت اور پرکشش مجسمہ دیکھ رہے ہو یہ بعلہ یا عشتارت دیوی ہی کا ہے۔ اسے ملکۂ آسمان سمجھا جاتا ہے اور یہ خاص طور پر فصلوں کی دیوی بھی ہے۔"

"بعلہ دیوی کے ساتھ جو بت ہے یہ عنت[2] دیوی کا ہے۔ یہ دیوی بیک وقت زندگی بخش بھی ہے

۱۔ آشوریوں اور بابلیوں نے اس کی عشتار کے نام سے پوجا کی۔ یہودیوں نے اسے اپنایا تو عشتارات کہہ کر پکارا۔ یونانیوں نے اسے پوجا تو الفرادُائٹ کا نام دیا۔

۲۔ قدیم مصریوں نے بھی کنعانیوں کی اس عنت دیوی کو اپنا لیا۔ اپنے ہاں (باقی اگلے صفحہ پر)

اور زندگی کش بھی۔ اس دیوی کو بڑا جنگجو سمجھا جاتا ہے۔ اس کے اوصاف میں محبت اور جنگ دونوں یکساں حیثیت رکھتے ہیں۔

اس سے آگے ملکارت دیوتا کا بت ہے اور اس کے بعد اشمون اور رشفہ کے بت ہیں۔ اشمون علاج و شفا اور رشفہ آگ اور روشنی کا دیوتا ہے۔

اس سے اگلا بت دجون کا ہے جو غلے کا دیوتا ہے۔ لیکن یہاں میں یہ بھی بتا دوں کہ ہماری ہمسایہ قوم فلسطینیوں میں بھی اس دیوتا کی پرستش کی جاتی ہے۔ وہ اسے مچھلیوں کا اور اپنا قومی دیوتا تسلیم کرتے ہیں۔"

تموز صنم خانے میں عارب، بیوسا اور بنیطہ کو بتوں کی تفصیل بتاتے بتاتے رک گیا۔ پھر اس نے رازداری سے سرگوشی میں ان کی طرف آنے والے ایک تیس پینتیس سالہ شخص کی طرف اشارہ کرتے ہوئے دھیرے سے کہا:

"وہ دیکھو۔ اس معبد کا نگران پجاری آ رہا ہے۔ اگر یہ مجھ سے کوئی باز پرس کرے تو تم اسے کہہ دینا کہ ہم دیوتاؤں کی تفصیل جان رہے تھے۔ اس کا نام یوساط ہے۔"

یوساط جب قریب آیا تو اس کے کچھ کہنے سے قبل ہی عارب نے آگے بڑھ کر اس سے مصافحہ کیا اور کہا: "میرا نام عارب ہے۔ میرے ساتھ میری دونوں بہنیں بیوسا اور بنیطہ ہیں۔ قوم کنعان میں ہم اجنبی ہیں لہٰذا اس معبد کے دیوتاؤں کی تفصیل جاننے کے لیے ہم نے تمہارے اس پجاری کو اپنے ساتھ لگا لیا تھا۔"

نگران پجاری یوساط نے ایک بار غصیلی نگاہوں سے اپنے پجاری تموز کی طرف دیکھا پھر عارب کی طرف رخ کر کے بولا:

"یہ ایک پجاری کی توہین ہے کہ تم جیسے عام لوگوں کی یوں رہنمائی کرتا پھرے۔ یہ عام لوگوں کا کام ہے۔ پجاری یہ کام صرف خاص اور اہمیت رکھنے والے لوگوں کے لیے ہی کر سکتے ہیں۔ میں اجنبی جان کر تم تینوں سے کوئی باز پرس نہیں کرتا لیکن تموز سے بہر حال اس فعل کی جواب طلبی ضرور ہو گی۔"

بقیہ حاشیہ گذشتہ:

مصریوں نے اس دیوی کی شکل و صورت ویسی ہی رہنے دی پر عنت کے بجائے انہوں نے اس کا نام انتا رکھ لیا۔

یوساط کی بات پر عارب طیش میں آگیا اور اس نے دائیں ہاتھ کا الٹا طمانچہ ایسا زوردار یوساط کے چہرے پر رسید کیا کہ وہ اچھل کر بعل دیوتا کے قریب جا گرا۔ ساتھ ہی عارب نے درندوں جیسی غراتی اور دھاڑتی ہوئی آواز میں یوساط کو مخاطب کر کے کہا: "تو تم ہمیں عام لوگ سمجھتے ہو۔ کیا ہم تمہیں عام لوگ دکھائی دیتے ہیں؟"

یوساط اٹھا۔ قہر آلود نظروں سے اس نے عارب کو دیکھا۔ پھر غضب ناک لہجے میں اس نے عارب سے کہا:

"تم تینوں اب یہاں سے اپنی جانیں سلامت لے کر نہیں جا سکتے۔ اسی معبد کے احاطے میں لوگ تم تینوں کو مصلوب ہوتا دیکھیں گے۔"

عارب نے یوساط سے بھی زیادہ غضب ناک لہجے میں جواب دیا: "اے یوساط! تیری یہ بھول ہے تو ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ دیکھ ہم تینوں ایسی فوق البشر قوتوں کے مالک ہیں کہ تو اپنے آپ کو ہمارے سامنے عاجز اور بے بس محسوس کرے گا۔ اے یوساط! تجھ میں اتنی ہمت نہیں کہ ہم پر گرفت کر سکے۔ تم میں اتنی قوت نہیں کہ ہم تینوں کو مصلوب کر سکے۔" پھر عارب نے آنکھوں ہی آنکھوں میں بیوسا اور بنیطہ کو اشارہ کیا۔

اس اشارے کے ساتھ ہی وہ تینوں وہاں سے غائب ہو گئے۔ یوساط اور تموز دونوں اپنی جگہ حیران و پریشان کھڑے تھے۔ وہ حیرت سے کبھی ایک دوسرے کو دیکھتے اور کبھی پریشانی سے اس طرف دیکھنے لگتے جہاں پر تھوڑی دیر قبل عارب، بیوسا اور بنیطہ کھڑے تھے۔

تھوڑی دیر بعد وہ تینوں پھر اپنی جگہ پر نمودار ہوئے اور ساتھ ہی عارب نے پھر یوساط کو مخاطب کر کے کہا: "تم نے ہماری فوق الفطرت قوتوں میں سے صرف ایک کا مظاہرہ دیکھا ہے۔ اے یوساط! کیا اب بھی تو اس گمان میں ہے کہ تو ہمیں مصلوب کر لے گا؟"

یوساط فوراً آگے بڑھا اور عارب کے قدموں پر گر پڑا۔ خوب گڑگڑاتے ہوئے اور منت کرنے کے انداز میں وہ عارب سے اپنے برے رویے اور ناروا سلوک کی معافی مانگنے لگا۔

عارب نے فوراً حالات سے فائدہ اٹھایا اور بولا: "میں تمہیں اس شرط پر معاف کر سکتا ہوں کہ اس معبد کے احاطے میں یا اس سے باہر تم ہم تینوں کے لیے عمدہ رہائش کا بندوبست کرو۔"

یوساط اٹھ کھڑا ہوا اور جلدی سے بولا:

"آپ تینوں میرے ساتھ آئیں۔ میں اس معبد کے احاطے میں آپ کے لیے بہترین اور محفوظ رہائش کا بندوبست کرتا ہوں۔"

عارب، بیوسا اور بنیطہ میں سے کسی نے کچھ نہ کہا اور تینوں خاموشی سے یوساط کے ساتھ ہو لیے۔ تموز بھی ان کے ساتھ چل دیا۔

معبد کے احاطے میں جہاں پجاریوں اور پجارنوں کے لیے رہائش گاہیں بنی ہوئی تھیں، ان کے قریب ہی قیمتی اور بڑے بڑے پتھروں کی ایک چھوٹی سی مگر نئی عمارت بنی ہوئی تھی۔ یوساط اس عمارت کے پاس آیا اور عارب سے بولا:

"یہ عمارت میری رہائش کے لیے بنی ہے لیکن میں اسے آپ کو سونپتا ہوں۔ میں اب اپنی پہلی رہائش گاہ میں ہی رہوں گا۔ اس عمارت کے اندر کافی کمرے ہیں۔ آپ اندر جا کر عمارت کا جائزہ لیں۔ میں تموز کے ساتھ جاتا ہوں اور تھوڑی دیر بعد آپ لوگوں کے لیے یہاں سب ضرورت کا سامان مہیا کرتا ہوں۔"

یوساط اور تموز وہاں سے چلے گئے۔ عارب، بیوسا اور بنیطہ اندر جا کر عمارت کا جائزہ لینے لگے۔ تھوڑی دیر بعد یوساط نے اس عمارت میں ان کے لیے ضرورت کی ہر شے مہیا کر دی اور ان تینوں نے وہاں سکونت اختیار کر لی۔

○

ملتان شہر سے رخصت ہونے کے بعد یوناف ارضِ فلسطین میں کنعانیوں کے جنوب مشرق میں آباد قوم فلسطین کے مرکزی شہر اشدود میں نمودار ہوا۔ باب البحر سے اشدود میں داخل ہو کر تھوڑا ہی آگے بڑھا تھا کہ اس نے دیکھا ایک تباہ حال انسان بوسیدہ کپڑے پہنے سر جھکائے ایک طرف جا رہا تھا۔

یوناف اس شخص کی حالت کو دیکھ کر بے حد متاثر ہوا۔ لپک کر وہ اس کے پاس آیا جو عمر میں ساٹھ سے اوپر ہی ہو گا۔ اسے مخاطب کر کے یوناف نے کہا:

"میرا نام یوناف ہے اور میں اس شہر میں اجنبی ہوں۔ کیا آپ مجھے کسی اچھی اور صاف ستھری سرائے کی نشاندہی کر سکیں گے جہاں کا ماحول اچھا ہو اور میں وہاں رہ سکوں۔"

اس شخص نے کہا:

"میرے ساتھ ہی آجاؤ۔ میں جس طرف جا رہا ہوں ادھر شہر کی سب سے بڑی اور سب سے عمدہ مگر مہنگی سرائے ہے۔ تم دیکھ لینا اگر وہ تمہارے حال کے مناسب ہو تو تم اس میں رہ لینا ورنہ اس کے قریب ہی کوئی دوسری سرائے دکھا دوں گا۔ اس شہر اشدود میں عیلامی، بابلی، کنعانی اور مصری سوداگر کافی تعداد میں آتے ہیں لہٰذا یہاں سراؤں کی کمی نہیں۔"

یوناف اس کے ساتھ ہو لیا۔ پس چند قدم آگے جا کر اس نے کہا:

"کیا آپ مجھے اپنا نام نہ بتائیں گے اور کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ آپ اس وقت کہاں اور کس غرض سے جا رہے ہیں؟"

اس شخص نے یوناف کی طرف دیکھے بغیر کہا:

"میرا نام زعور ہے۔"

اس کے بعد وہ خاموش ہو گیا۔ یوناف نے دوبارہ اس سے پوچھا:

"آپ صرف اپنا نام بتا کر خاموش کیوں ہو گئے۔ کیا آپ بتانا پسند کریں گے کہ آپ کہاں اور کس غرض سے جا رہے ہیں؟"

زعور نے پہلی بار غور سے یوناف کی طرف دیکھا۔ یوناف نے دیکھا اور محسوس کیا کہ اس بوڑھے کی آنکھوں میں مجبوری اور بے بسی سے نمی امڈ رہی تھی۔ پھر اس نے یوناف کے سوال کا دیتے ہوئے کہا:

"اے اجنبی! کہ تم مجھے اپنا نام یوناف بتا چکے ہو، سنو۔ میں غربت، تنگ دستی اور رعاکت کا ہوا ایک انسان ہوں۔ میری پانچ جوان بیٹیاں ہیں اور ایک بیٹا ہے جو سب سے چھوٹا ہے اور ابھی کوئی کام کرنے کے قابل نہیں ہے۔ میں اب لاغر ہوں۔ جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر بازار میں بیچتا ہوں پر اس سے میری گزر اوقات نہیں ہوتی۔ گھر میں اگر صبح کے وقت کھانے کو ہوتا ہے تو رات کے لیے کچھ نہیں ہوتا اور اگر رات کو ہوتا ہے تو صبح خالی گزرتی ہے۔ بڑی اذیت اور تکلیف میں ہوں۔

یہاں ایک آدمی ہے۔ عمر کے لحاظ سے ابھی جوان ہی ہے۔ اس کا نام مازن ہے۔ عام لوگوں کا خیال ہے کہ اس کے پاس اسم اعظم ہے۔ اس کی حویلی محل نما ہے۔ اس کے ہاں دولت کی ریل پیل ہے۔ گو اس کی تیر کمان بنانے کی ایک کارگاہ ہے پر لوگوں کا خیال ہے کہ اس کے پاس اسم اعظم ہے جس کی وجہ سے اس کے ہاں مال و دولت کے انبار ہیں۔

میں مازن کے پاس اکثر جاتا ہوں اور اس کی منت کرتا ہوں کہ مجھے بھی اسم اعظم سکھا دے لیکن وہ مانتا ہی نہیں۔ انکار کر دیتا ہے اور کہتا ہے کہ میرے پاس اسم اعظم ہے ہی نہیں۔ یہ دسویں بار اس کی طرف جا رہا ہوں۔ پچھلے تین ماہ میں نو بار میں اس کے پاس گیا ہوں۔ ہر بار یہ کہہ کر مجھے ٹال دیتا ہے کہ میری محنت ہی میرا اسم اعظم ہے۔ وہ مجھے بتاتا تو کچھ نہیں پر میری مدد کرنے پر ضرور آمادہ ہو جاتا ہے لیکن میں نے ہمیشہ اس کی طرف سے امداد کی پیشکش قبول کرنے سے انکار کیا ہے اور اسم اعظم پر ہی بضد رہا ہوں۔ اب میں پھر اس کی طرف جا رہا ہوں کیونکہ اس وقت وہ اپنے گھر پر ہوتا ہے۔ کارگاہ میں وہ بات نہیں سنتا پر اپنے گھر میں ضرور وقت دے دیتا ہے۔ اب دیکھو آج وہ کیا جواب دیتا ہے۔ میں نے بھی تہیہ کر رکھا ہے کہ اس سے اسم اعظم حاصل کر کے رہوں گا۔"

زعور خاموش ہوا تو یوناف نے پوچھا:

"اے بزرگ زعور! کیا میں بھی مازن کے پاس تمہارے ساتھ جا سکتا ہوں؟"

زعور نے خوشی کا اظہار کیا:

"ہاں ہاں۔ ضرور چلو۔ اس کے بعد میں تمہیں سرائے کی طرف لے جاؤں گا۔"

پھر دونوں خاموشی سے آگے بڑھنے لگے۔ زعور کے ساتھ آگے جاتے ہوئے یوناف نے دل ہی دل میں اور پھر کسی قدر بلند آواز سے ابلیکا کو پکارا لیکن اس کی پکار کا کوئی جواب نہ آیا۔ حالانکہ اس سے قبل وہ ابلیکا کو اس انداز میں پکارتا تو وہ فوراً اس کی گردن پر اپنا لمس دے کر اس کی پکار کا جواب دیتی تھی۔

یوناف کو بڑی مایوسی ہوئی اور اس کے چہرے پر پریشانی اور فکرمندی کے جذبے بکھر گئے پھر یوناف کو جلد ہی سنبھل جانا پڑا کیونکہ وہ ایک حویلی کے سامنے آ گئے تھے۔ زعور نے یوناف پہ ثاف کرتے ہوئے کہا:

"اے مہربان اجنبی! یہی مازن کی حویلی ہے۔"

پھر زعور آگے بڑھا اور اس نے حویلی کے دیوان خانے کے دروازے پر دستک دی تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا اور تیس پینتیس برس کا ایک شخص نمودار ہوا۔ اسے دیکھتے ہی زعور نے کہا:

"اے مازن! میں آج تیرے پاس پھر وہی درخواست لے کر آیا ہوں کہ مجھے اسم اعظم بتا دے تاکہ میں اپنی بدحالی کو خوشحالی سے بدل دوں۔"

مازن نے کہا:

"اے زعور! یہ سب تمہاری غلط فہمی ہے۔ میرے پاس کوئی اسمِ اعظم نہیں ہے۔ ہاں میری یہ محنت ہی میرا اسمِ اعظم ہے پر تم مانتے ہی نہیں۔ دیکھو تم اندر آجاؤ۔ آج میں تمہارے ساتھ ایک فیصلہ کن معاملہ کرتا ہوں۔"

زعور جب اندر جانے لگا تو مازن سارا دروازہ کھول کر ایک طرف ہٹ گیا۔ یوناف نے دروازے میں سے دیکھا اندر دیوان خانے میں نقدی کا ایک ڈھیر لگا ہے اور اس کے گھر والے اسے گن رہے ہیں اور تھیلوں میں ڈال رہے ہیں۔

یوناف نے کوئی فیصلہ کیا اور کہا:

"اے بزرگ زعور! آپ اندر جائیں۔ میں ایک کام نمٹا کر تھوڑی دیر بعد یہیں آکر آپ سے پھر ملتا ہوں۔"

زعور نے اس سے کچھ کہنا چاہا لیکن یوناف نے اسے موقع نہ دیا اور فوراً پیچھے ہٹ گیا۔ ناچار زعور آگے بڑھا اور مازن کے دیوان خانے میں داخل ہو گیا۔

یوناف فوراً اپنی سری قوتوں کو حرکت میں لایا۔ اپنے اطراف میں احتیاط سے دیکھا اور پھر وہاں سے غائب ہو گیا۔ اس کے بعد وہ مازن کی حویلی میں داخل ہوا۔ وہاں سے اس نے نقدی کی چند تھیلیاں اڑالیں۔ پھر وہ دیوان خانے میں زعور اور مازن کی گفتگو سننے کے لیے رک گیا۔

مازن نے زعور کو اندر لا کر ایک نشست پر بٹھایا اور کہا:

"دیکھو بزرگ زعور! میں تمہیں کئی بار کہہ چکا ہوں کہ میرے پاس کوئی اسمِ اعظم نہیں ہے پر تم مانتے ہی نہیں۔ نہ ہی تم میری طرف سے مالی امداد قبول کرتے ہو۔ دیکھو۔ دیوان خانے میں اس وقت کس قدر نقدی پڑی ہے اس میں سے تم اپنی ضرورت کے مطابق اٹھالو اور اپنے گھر جا کر اسے کام میں لاؤ۔"

زعور نے مایوسی سے کہا:

"نقدی لینی ہوتی تو میں پہلے ہی لے چکا ہوتا۔ میں تو اسمِ اعظم کے لیے آتا ہوں اور آتا رہوں گا۔ اس موقع پر اگر میں تمہاری طرف سے نقدی کی پیش کش قبول کرتا ہوں تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ میں نقدی کے لالچ میں یہاں آتا رہا ہوں جبکہ میں ایسا نہیں چاہتا۔ میں اپنے عزم پر قائم ہوں اور تم سے اسمِ اعظم ہی قبول کروں گا۔"

مازن چند ثانیوں تک گردن جھکائے سوچتا رہا۔ پھر اس نے زعور کو ایک نیا مشورہ دیتے دیتے کہا:

"اگر تم نقدی کے بجائے صرف اور صرف اسمِ اعظم ہی چاہتے ہو تو سنو۔ ابھی اٹھو اور شہر کے جنوبی دروازے پر جا کر بیٹھ جاؤ۔ تم شام تک وہاں رہو اور جو واقعہ تمہیں سب سے زیادہ متاثر کرے واپس آکر مجھ سے کہو۔ پھر میں تمہارے ساتھ اسمِ اعظم کا فیصلہ کر دوں گا۔"

زعور اٹھ کھڑا ہوا:

"اے مازن! میں تمہارے کہنے پر یہ کام بھی کر دیکھتا ہوں۔"

اسی وقت یوناف بھی باہر نکلا اور دیوان خانے کے باہر ایک طرف ہٹ کر ظاہر ہوا۔ زعور باہر آیا تو وہ اس کی طرف لپکا اور بولا:

"اے بزرگ زعور! کیا تمہارا کام ہو گیا۔"

زعور نے ذرا پُرامید لہجے میں کہا:

"آؤ چلتے ہیں۔"

یوناف اس کے ساتھ ہو لیا۔ زعور نے پھر کہا:

"اے یوناف! مازن کچھ مانا تو ہے۔ اس نے مجھے کہا ہے کہ میں شہر کے جنوبی دروازے پر جا بیٹھوں اور وہاں جو بھی واقعہ مجھے سب سے زیادہ متاثر کرے وہ آکر اس سے کہوں۔ پھر اس کے بعد اسمِ اعظم کا مسئلہ میرے ساتھ طے کرے گا۔"

تھوڑا سا آگے جا کر زعور چونک کر چلتے چلتے رک گیا۔ اس نے یوناف کی طرف دیکھا اور اپنے آپ کو ملامت کرتے ہوئے بولا:

"میں بھی کس قدر احمق ہوں۔ اپنے کام میں ایسا لالچی اور اندھا ہو گیا ہوں کہ تمہیں سرائے کی طرف لے جانا تو مجھے یاد ہی نہیں رہا۔ چلو میں تمہیں سرائے دکھا دوں پھر وہاں سے میں جنوبی دروازے کی طرف چلا جاؤں گا۔"

جواب میں یوناف مسکرا دیا اور نرم لہجے میں بولا:

"پہلے ہم دونوں جنوبی دروازے کی طرف چلتے ہیں۔ وہاں شام تک دیکھتے ہیں کیا غیر معمولی واقعہ پیش آتا ہے۔ اس کے بعد میں سرائے جاؤں گا۔"

زعور خوش ہو گیا اور بولا:

"اچھا تو آؤ پھر چلیں۔"

پھر وہ دونوں تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے آگے بڑھ گئے۔

○

یوناف اور زعور دونوں جا کر شہر کے جنوبی دروازے پر جا کر بیٹھ گئے۔ کافی دیر تک وہ وہاں بیٹھے رہے لیکن کوئی ایسا واقعہ پیش نہ آیا جو انہیں متاثر کر سکتا۔

شام سے تھوڑی دیر پہلے ایک بوڑھا جنگل کی طرف سے شہر کے جنوبی دروازے کی طرف آیا۔ وہ کوئی لکڑہارا لگتا تھا کیونکہ اس کے کندھے پہ کلہاڑا تھا اور اپنے آگے آگے وہ جو گدھا ہانک رہا تھا اس پہ ایندھن کے لیے استعمال ہونے والی لکڑیاں لدی ہوئی تھیں۔

بوڑھا دروازے پر آیا تو شہر پناہ کے محافظوں نے اس سے لکڑیاں شہر میں لے جا کر بیچنے کا محصول طلب کیا۔ بوڑھے نے ان کی منت کرتے ہوئے عاجزی سے کہا:

"اس وقت میرے پاس کچھ نہیں ہے حسبِ معمول لکڑیاں بیچ کر محصول ادا کر دوں گا۔"

ایک محافظ بری طرح چلایا:

"تمہاری عادت ہو گئی ہے اور تم روزانہ ایسا ہی کرتے ہو۔"

بوڑھے نے ہاتھ جوڑ دیے:

"اگر روزانہ وعدہ کرتا ہوں تو اپنے وعدے کا بھرم بھی رکھتا ہوں اور لکڑیاں بیچ کر تم لوگوں کو محصول ادا کر کے پھر اپنے گھر کا رخ کرتا ہوں۔ کیا تم میں سے کوئی مجھ پہ یہ الزام لگا سکتا ہے کہ میں محصول ادا کیے بغیر کبھی گھر چلا گیا تھا۔"

شہر پناہ کا وہ محافظ کچھ زیادہ ہی غصیلا اور غضب ناک لگتا تھا۔ وہ اٹھا اور بوڑھے کو دھکا دے کر ایک طرف گرا دیا اور اس کا گدھا جس پر لکڑیاں لدی ہوئی تھیں، ایک طرف باندھ دیا۔ پھر زور سے چلا کر بولا:

"یہ گدھا ادھر بندھا ہوا ہے۔ آج تم محصول پہلے ادا کرو گے تب ہی ہم تمہیں شہر میں داخل ہونے دیں گے۔"

قبل اس کے کہ وہ بوڑھا کوئی جواب دیتا، یوناف اپنی جگہ سے اٹھ کر بوڑھے کے پاس آیا اسے سہارا دے کر زمین سے اٹھایا اور پوچھا:

"اے میرے بزرگ! آپ اس عمر میں یہ مشقت کا کام کیوں کرتے ہیں۔"

بوڑھا اپنے کپڑے جھاڑتے ہوئے بولا:

"میں پچھلے چند روز سے ہی یہ کام کر رہا ہوں۔ اس سے پہلے میرا بیٹا یہ کام کرتا تھا۔ یہ کام ہی ہماری روزی کا واحد ذریعہ ہے۔ پر میرا بیٹا پچھلے کئی روز سے بخار میں مبتلا ہے۔ گھر میں کھانے اور اس کے علاج کے لیے کچھ نہیں ہے۔ میں بڑی مشکل سے تھوڑی سی لکڑیاں کاٹ کر بازار میں بیچ آتا ہوں۔ بڑی مشکل سے گزر بسر ہوتی ہے۔ پھر بھی اس اللہ کا شکر ہے جو وحدہٗ لاشریک ہے۔ وہ جس حال میں رکھے ہم خوش ہیں۔"

یوناف نے چونک کر پوچھا:

"کیا تم خدائے واحد کے ماننے والے مواحد ہو۔"

بوڑھے نے کہا:

"میں دینِ ابراہیمی کا ماننے والا ہوں۔ اور اس دین کے پیروکار اس شہر میں کچھ اور لوگ بھی ہیں۔"

یوناف نے بوڑھے پر انکشاف کرتے ہوئے شفقت سے کہا:

"اے میرے بزرگ! تمہاری طرح میں بھی خدائے واحد کو لاشریک و بے ہمتا مانتا ہوں اس کی ذات ہی عبادت کے قابل ہے اور صرف اسی کی ذات ہے جسے مدد کے لیے پکارا جا سکتا ہے اس لیے کہ وہی سب کا خالق اور کارساز ہے۔ اے میرے بزرگ! بس یہ بات اب میرے اور تیرے درمیان ظاہر ہو گئی ہے کہ ہم دونوں کے درمیان خدائے واحد کو لاشریک ماننے کا ایک رشتہ ہے اور یہ رشتہ میرے خیال میں زبان، نسل، علاقائیت کے سارے رشتوں سے اعلیٰ اور ارفع ہے۔ تو پھر اے میرے بزرگ! . . . . "

یوناف نے ذرا رک کر اپنے لباس کے اندر سے نقدی کی ایک تھیلی نکالی اور زبردستی اس بوڑھے کو تھما کر دوبارہ کہا:

"اے میرے بزرگ! یہ آپ میری طرف سے قبول کریں۔ اسے اپنے کام میں لائیں۔ اس میں سے ان لوگوں کو محصول ادا کریں اور اپنا گدھا لے کر گھر کو جائیں اور اس نقدی سے اپنی آئندہ زندگی کو خوشحالی و سکون سے گزارنے کی کوئی تدبیر کریں۔"

بوڑھا یوناف سے کچھ کہنا چاہتا تھا کہ یوناف پلٹ کر زعور کی طرف آیا اور اس کا بازو

تھامتے ہوئے بولا:

"اے زعور! ہمیں متاثر کرنے والا اس بوڑھے کا یہ حادثہ تو ہوگیا۔ آؤ اب مازن سے جا کر اس واقعے کا ذکر کریں۔"

زعور اٹھ کھڑا ہوا:

"ہاں۔ تم ٹھیک کہتے ہو۔ ہمیں اب مازن کے پاس جا کر اس واقعے کا ذکر کرنا چاہیے۔"

وہ دونوں وہاں سے چل دیے۔ بوڑھا چند لمحے تعجب اور ممنونیت کے ملے جلے جذبوں کے ساتھ وہاں سے جاتے یوناف کی طرف دیکھتا رہا۔ جب یوناف زعور کے ساتھ وہاں سے چلا گیا تو اس نے محافظوں کو محصول ادا کرنے کے لیے تھیلی میں سے ایک سکہ نکالا اور تھیلی اپنے لباس میں چھپا لی۔

پھر وہ محافظوں کے پاس آیا اور انہیں وہ سکہ دیتے ہوئے بولا:

"یہ سکہ یقیناً اس محصول سے زیادہ ہے جس کا تم مجھ سے مطالبہ کرتے ہو۔ بہرحال تم یہ سکہ رکھ لو۔ یہ مجھے وہ شخص دے گیا ہے جس نے مجھے زمین پر سے اٹھا کر تسلی دی اور وہ بے غرض انسان مجھے شکریے کا موقع دیے بغیر ہی یہاں سے چلا گیا۔"

شہر پناہ کے محافظوں نے وہ سکہ بوڑھے سے لے لیا۔ بوڑھے نے گدھے کو کھولا اور اسے ہانکتا ہوا شہر میں داخل ہوگیا۔

○

یوناف اور زعور ایک بار پھر مازن کی حویلی کی طرف آئے۔ اور مازن کے دیوان خانے کے دروازے پر دستک دی۔ جلد ہی مازن نے خود ہی دروازہ کھولا۔ زعور نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے اس پر انکشاف کیا:

"اے مازن! تمہارے کہنے کے مطابق میں شہر پناہ کے جنوبی دروازے پر جا کر بیٹھ رہا اور ایک ایسا واقعہ بھی میرے دیکھنے میں آیا جس نے مجھے بے حد متاثر کیا۔"

"اور ہاں مازن! یہ جوان جو میرے ساتھ ہے یہ شہر میں اجنبی ہے۔ اس کا نام یوناف ہے۔ اس نے مجھ سے شہر کی سب سے اچھی سرائے کا پتہ پوچھا۔ پر افسوس! میں ابھی تک اسے اپنے کام میں

ساتھ ساتھ لیے پھرتا ہوں۔ اب تمہارے ساتھ معاملہ طے کرنے کے بعد میں اسے دجون کی سرائے کی طرف لے جاؤں گا۔"

مازن نے خوش دلی سے پہلے آگے بڑھ کر یوناف سے مصافحہ کیا پھر اس نے فیصلہ کن انداز میں زعور سے کہا:

"اگر تم نے جنوبی دروازے پر کوئی حادثہ دیکھا ہے تو پھر آؤ ہم آپس میں مل کر اسم اعظم کا معاملہ طے کر لیتے ہیں۔"

مازن کی اس فراخدلانہ پیش کش پر یوناف اور زعور آگے بڑھ کر دیوان خانے کی خالی نشستوں پر بیٹھ گئے۔ مازن بھی ان دونوں کے سامنے ایک نشست پر بیٹھ گیا۔ پھر اس نے پوچھا:

"اے زعور! اب بتاؤ جنوبی دروازے پر تم نے کیا دیکھا جس نے تمہیں متاثر کیا؟"

زعور ذرا سنبھل کر بیٹھا اور کہنے لگا:

"اے مازن! ہم دونوں شہر پناہ کے جنوبی دروازے پر جا کر بیٹھ گئے۔ شام سے تھوڑی دیر قبل ایک بوڑھا وہاں آیا۔ وہ جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر لایا تھا اور بازار میں بیچ کر روزی کمانا چاہتا تھا۔ شہر پناہ کے محافظوں نے اس سے محصول طلب کیا لیکن بوڑھے کے پاس دینے کیلیے کچھ نہ تھا۔ اس نے محافظوں سے کہا کہ وہ یہ لکڑی فروخت کرکے ان کا محصول ادا کر دے گا کہ وہ پہلے بھی ایسا ہی کرتا رہا ہے لیکن ظالم محافظ نہ مانے۔ انہوں نے بوڑھے کو دھکا دے کر زمین پر گرا دیا اور اس کا گدھا جس پر لکڑیاں لدی تھیں، دروازے کے پاس باندھ دیا۔ پھر یوناف اس بوڑھے کی طرف بڑھا۔ اس نے بوڑھے کو نقدی کی ایک تھیلی دی تاکہ وہ اس میں سے محصول ادا کر کے شہر میں داخل ہو جائے اور باقی نقدی کو کام میں لا کر اپنی روزی کا کوئی اور سلسلہ پیدا کرے۔ اس کے بعد ہم دونوں تو ادھر آگئے جبکہ وہ بوڑھا محصول ادا کر کے شہر میں داخل ہوگیا۔

اے مازن! یہ ہے وہ واقعہ جو شہر کے جنوبی دروازے پر رونما ہوا اور جس نے مجھے بے حد متاثر کیا ہے۔ میرا دل بار بار پکارتا تھا کہ کاش شہر پناہ کے وہ ظالم محافظ محصول لیے بغیر ہی اس بوڑھے کو شہر میں لکڑیاں لے کر داخل ہونے کی اجازت دے دیتے۔ تو اے مازن! اب تم کہو۔ اسم اعظم کے متعلق تم کیا کہتے ہو؟"

مازن نے ہلکی ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا:

"اے زعور! میرا جواب یہ ہے کہ وہ بوڑھا ہی میرا استاد ہے جس کی تم مدد کر کے آئے ہو۔ اسی نے مجھے اسم اعظم سکھایا تھا۔ اپنی جوانی میں وہ بوڑھا لکڑہارا تھا اور خوشحال تھا۔ شہر کے اندر اس کی لکڑیوں کی بہت بڑی دکان تھی اور شہر کی اکثر سراؤں کو وہی لکڑیاں مہیا کرتا تھا پھر اس کا کام مندا ہونے لگا کیونکہ وہ خود بوڑھا ہو گیا اور اس کا بیٹا کام اور محنت سے جی چرانے لگا۔ جب وہ بوڑھا خوشحال تھا تو میں غربت و افلاس کا مارا ہوا تھا۔ پس میں نے اس بوڑھے کو دیکھتے ہوئے محنت کرنا شروع کی۔ پہلے بازاروں میں حمال کا کام شروع کیا۔ پونجی جمع کرتا رہا اور اپنی محنت میں اضافہ کرتا رہا اور ہر فضول کام پر میں نے محنت کو ترجیح دی۔

اور اے زعور! اس محنت کا نتیجہ ہے کہ آج میں نہ صرف شہر کے اندر تیر کمان کی ایک بڑی کارگاہ کا مالک ہوں بلکہ شہر کے امیر ترین لوگوں میں سے ہوں۔ سو اے زعور! تو ناحق اسم اعظم جاننے کے لیے میری حویلی کے چکر لگاتا رہا۔ محنت ہی اسم اعظم ہے۔ لگاتار محنت کرو۔ انجام کار تم دیکھو گے کہ محنت کا پھل میٹھا اور بابرکت ہوتا ہے۔"

یوناف اپنی جگہ سے اٹھا اور اس نے مازن سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا:

"آپ نے بزرگ زعور کو کیا عمدہ سبق دیا ہے۔"

پھر اس نے زعور کا ہاتھ پکڑ کر اٹھایا اور کہا:

"اے بزرگ زعور! اٹھو چلیں۔ مجھے اب سرائے کی طرف لے چلو۔ میں راستے میں اس ساری گفتگو کی حقیقت تم پر کھول دوں گا۔"

زعور نے ایک مایوس نگاہ مازن پر ڈالی۔ پھر احتجاجی انداز میں یوناف کی طرف دیکھا۔ اس کے بعد وہ اٹھ کھڑا ہوا اور دونوں خاموشی سے حویلی سے باہر نکل گئے۔

مازن دیوان خانے کے دروازے پر کھڑا ان دونوں کو دیکھتا رہا۔ جب وہ دونوں اس کی نگاہوں سے اوجھل ہو گئے تو اس نے دروازہ بند کر لیا۔

سرائے کی طرف جاتے ہوئے یوناف نے زعور کو مخاطب کر کے کہا:

"اے زعور! مازن نے تمہیں بوڑھے کی مثال دے کر یہ سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ اس کے

پاس اسم اعظم نہیں ہے بلکہ اس نے جو کچھ حاصل کیا ہے اپنی محنت سے کیا ہے لہٰذا اس کے لیے محنت ہی اسم اعظم ہے۔ سو اے زعور! اب میں تمہیں ایک راستہ بتاتا ہوں اور وہ راستہ یہ ہے کہ تم اس شہر اشدود کے بازار میں بقال کی دکان شروع کر لو۔ اس سے تمہیں خوب آمدن ہو گی اور تم اس قابل ہو جاؤ گے کہ اپنی بچیوں کی شادیاں کرنے کے علاوہ کچھ سرمایہ پس انداز بھی کر سکو۔ اس طرح تم اس شہر میں مازن جیسی ہی پرسکون اور خوشحال زندگی بسر کر سکو گے۔"

زعور نے مایوسی سے کہا:

"پر اے مہربان یوناف! اشدود کے بازار میں بقال کا کام شروع کرنے کے لیے ایک بڑی رقم کی ضرورت ہے اور میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔"

یوناف نے موقع دیکھ کر مازن کے ہاں سے لی ہوئی تھیلیوں میں سے ایک تھیلی اپنے لباس میں سے نکال کر زبردستی اور جلدی سے زعور کو تھمائی اور کہا:

"اے زعور! وہ نقدی اس تھیلی کے اندر ہے جس سے تم اس شہر میں بقال کا کام شروع کرو گے۔ اور دیکھو بزرگ زعور! اب میں آپ کی طرف سے اس نقدی کے متعلق کوئی بات نہ سنوں گا۔ آپ اسم اعظم کے پیچھے پڑے ہوئے تھے اب جبکہ اس کی کوئی امید نہیں رہی تو یہی سمجھ لو کہ اب تمہاری محنت ہی تمہارے لیے اسم اعظم ثابت ہو گی۔ لہٰذا اس رقم سے محنت اور دیانتداری کے ساتھ اپنا کام شروع کر دو۔"

نقدی کی تھیلی دینے کے بعد یوناف زعور کو بولنے کا موقع نہ دینا چاہتا تھا اور چونکہ چلتے چلتے اب وہ ایک ایسی جگہ آ گئے تھے جہاں اب سامنے ایک بہت بڑی عمارت دکھائی دے رہی تھی لہٰذا یوناف نے اس عمارت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا:

"اے زعور! یہ جو سامنے بہت بڑی عمارت ہے یہ کیا ہے؟"

"یہ دجون دیوتا کا معبد ہے" عمارت کی طرف دیکھتے ہوئے زعور نے کہا۔ "اور ہاں۔ اس معبد کے سامنے ہی وہ سرائے ہے جس کی طرف میں تمہیں لے جا رہا ہوں اور اس معبد کی نسبت سے اس سرائے کو بھی دجون کی سرائے کہتے ہیں۔"

یوناف نے تائید کی:

"ہاں ہم نے مازن کے ساتھ گفتگو کے دوران دجون کی سرائے کا ذکر کیا تھا۔ اور اے زعور! اس وقت تو میں اس سرائے میں قیام کروں گا۔ اس معبد میں نہ جا سکوں گا۔ تو کیا تم مجھے اس معبد اور

دجون دیوتا کے متعلق کچھ بتاؤ گے۔"

زعور کچھ دیر سوچتا رہا پھر بولا:

"اے یوناف! دجون ہمارا قومی دیوتا ہے۔ گو ہماری ہمسایہ کنعانی قوم اس کو غلے اور اناج کا دیوتا مانتی ہے لیکن ہمارے ہاں اس کی حیثیت مچھلیوں کے دیوتا کے ساتھ ساتھ ایک قومی اور سب سے بڑے دیوتا کی ہے جس طرح کنعانیوں کے ہاں سب سے بڑا دیوتا بعل کو تسلیم کیا جاتا ہے بالکل ویسے ہی ہمارے ہاں دجون کو سب سے بڑا دیوتا خیال کیا جاتا ہے۔ اپنی شکل اور اصل میں بھی یہ دوسرے دیوتاؤں سے مختلف اور عجیب ہے اس لیے کہ اس کا اوپر کا دھڑ انسان کا اور نیچے کا مچھلی کا ہے۔ دجون کے اس مندر کو بیتِ دجون بھی کہہ کر پکارا جاتا ہے تم کبھی اس معبد کے اندر ضرور جانا اس کا اندرونی حصہ قابلِ دید ہے۔"

دونوں چلتے چلتے اب اس جگہ آ گئے تھے جہاں دائیں طرف دجون مندر اور بائیں طرف دجون کی سرائے تھی۔ وہاں رک کر بائیں طرف سرائے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے زعور نے کہا:

"اے یوناف! یہ ہے دجون سرائے۔ یہ سب سے صاف ستھری ہے پر اس کے ساتھ ساتھ دوسری سراؤں سے کچھ مہنگی بھی ہے۔"

زعور نے مزید کہا:

"دوسری سرائیں ایک منزلہ ہیں جبکہ یہ دو منزلہ ہے۔ اب آؤ سرائے میں چل کر تمہارے قیام کا بندوبست کرتے ہیں۔"

یوناف خاموش رہا۔

دونوں سرائے میں آئے۔ سرائے کا مالک گھنی مگر چھوٹی چھوٹی داڑھی والا ایک بوڑھا تھا۔ یوناف نے اسے مخاطب کر کے کہا:

"کیا مجھے قیام کے لیے سرائے کی اوپری منزل میں کوئی کمرہ مل جائے گا؟"

۱۔ دجون دیوتا کی شکل و اصل قصص القرآن میں یوں ہی لکھی ہے کہ اس کا آدھا دھڑ انسانی اور باقی آدھا مچھلی کا تھا۔

۲۔ موجودہ زمانے میں فلسطین کے شہر رملہ کے قریب ایک بستی بیتِ دجون نام کی موجود ہے۔ کبھی یہیں دجون کا معبد اور اشدود شہر تھا۔

پھر سرائے کے مالک کے جواب دینے سے قبل ہی یوناف نے مٹھی بھر سکے اس کے سامنے ڈال دیے اور کہا:

"فی الحال یہ رقم رکھ لو اور مجھے بتا دینا کہ ان سکوں کے عوض میں کب تک اس سرائے میں قیام کر سکوں گا۔ اگر میں پہلے چلا گیا تو یہ سارے سکے تمہارے اور اگر میرا قیام طویل ہوا تو میں اور رقم ادا کر دوں گا۔"

سرائے کے مالک نے وہ رقم سمیٹ لی اور یوناف کو ایک چابی تھما کر کہا:

"اوپری منزل پر شاہراہ کی طرف دجون دیوتا کے معبد کے بالکل سامنے تیسرا کمرہ آپ کا ہوگا یہ کمرے بہت اچھے ہیں کیونکہ ان کے اندر سے معبد کا سارا منظر واضح دکھائی دیتا ہے۔"

یوناف نے چابی لی۔ پھر زعور کا ہاتھ تھام کر وہ کمرے سے باہر آیا اور بولا:

"اے بزرگ زعور! اب تم اپنے گھر جاؤ اور جس طرح میں نے کہا ہے اس طرح عمل کرو میرا اللہ تمہارے کام میں برکت دے گا اور بہت جلد تم اپنی مشکلات اور مصائب پر قابو پانے میں کامیاب ہو جاؤ گے۔"

زعور نے ممنونیت سے کہا:

"میں تمہارا انتہائی احسانمند ہوں کہ تم نے میرے لیے ایک راستے کا تعین کیا ہے اور مجھے امید ہے کہ میں اس پر کامیاب رہوں گا۔ کیا ایسا ممکن نہیں کہ تم میرے ساتھ میرے گھر چلو کہ میں اپنے اہلِ خانہ سے تمہارا تعارف کراؤں۔ وہ سب تم سے مل کر یقیناً خوش ہوں گے۔"

یوناف نے زعور کا شانہ تھپ تھپایا:

"اس وقت تو تم اکیلے ہی جاؤ۔ پھر کبھی میں تمہارے ساتھ چلوں گا۔"

اس کے ساتھ ہی اس نے مصافحے کے لیے ہاتھ آگے بڑھا دیا۔ زعور نے اس سے ہاتھ ملایا اور رخصت ہو گیا۔ یوناف مڑا اور سرائے میں داخل ہو گیا۔

○

ہکسوس کو مصر سے نکالنے کے بعد احموس اول مصر کا مطلق العنان بادشاہ بن گیا۔ اس نے کئی ایک اہم کام سرانجام دیے۔ سب سے پہلا کام تو اس نے یہ کیا کہ مصر کا دارالحکومت ممفس

کے بجائے تھیبس شہر کو قرار دیا۔ اس طرح تھیبس کی اہمیت میں اضافہ ہونے لگا۔

دوسرا اہم کام اس نے یہ کیا کہ اس کے دور تک مصر کا سب سے بڑا دیوتا رع تھا لیکن احموس اول نے رع کے بجائے آمون دیوتا کو ترجیح دی۔ حالانکہ آمون اس سے قبل تھیبس کے علاقائی اور چھوٹے دیوتاؤں میں شمار ہوتا تھا لیکن احموس نے آمون کو سب سے بڑا اور مصر میں سب دیوتاؤں کا دیوتا قرار دے دیا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ کل تک رع دیوتا اور اس کے پجاریوں کے سامنے آمون دیوتا اور اس کے پجاریوں کو پوچھا نہ جاتا تھا اور اب حالت یہ ہو گئی تھی کہ آمون کے معبدوں اور پجاریوں کی ہر طرف عزت افزائی شروع ہو گئی اور رع اور اس کے پجاریوں کی ناقدری ہونے لگی۔

تیسرا اہم کام احموس نے یہ کیا کہ ہکسوس تو اپنے دور میں جاگیرداری نظام کا خاتمہ کر چکا تھا لیکن اس نے اپنے ان دوستوں اور رشتہ داروں کو خوب نوازا جنہوں نے ہکسوس کے خلاف جنگ میں اس کی مدد کی تھی۔ اس طرح احموس نے ایک طرح سے پھر جاگیردارانہ نظام کی ابتدا کر دی۔

ہکسوس (عمالقہ) کو مصر سے نکالنے کے بعد احموس کو جو سب سے بڑا مسئلہ درپیش تھا وہ یہ تھا کہ اس کی نوزائیدہ مملکت پر جنوب کے وحشی نوبیان قبائل نے حملے شروع کر دیے تھے لہٰذا اس نے اپنے مختصر دورِ حکومت میں جو تھا بڑا کام یہ کیا کہ ان وحشی اور سرکش نوبیان قبائل پر تابڑ توڑ حملے کیے اور بار بار انہیں شکست دی اور انہیں مصر کی سرحدوں سے بھاگ جانے پر مجبور کر دیا۔

احموس اول کے بعد اس کا بیٹا آمون ہوتپ مصر کے تخت پر بیٹھا لیکن اس نے اپنے دورِ حکومت میں کوئی خاص کارنامہ سرانجام نہ دیا۔ اس کے بعد احموس اول کا داماد تھوتمس اول تخت نشین ہوا۔ اس نے مصر کی بہتری کے لیے کارہائے نمایاں سرانجام دیے۔

تھوتمس نے تخت نشین ہونے کے بعد تین بڑے اہم کام کیے جن کی بنا پر نہ صرف مصر کی سلطنت میں وسعت ہوئی بلکہ اس کی دولت اور قوت میں بھی اضافہ ہوا۔ اس نے جو پہلا کام کیا وہ یہ تھا کہ اس نے جنوب کے وحشی نوبیان قبائل کے خلاف خوفناک یلغار شروع کر دی۔ اس نے ان قبائل کو مغلوب کر لیا۔ نوبیان کی سرزمین کو اس نے ایک صوبے کی حیثیت سے مصر میں شامل کر لیا اور وہاں اس نے اپنا مصری حاکم مقرر کیا۔

۱۔ اس کے ان تینوں اہم کاموں کا ذکر تاریخ "قدیم دنیا" میں تفصیل سے ملتا ہے۔

مصر کی بہتری کے لیے تھوتمس نے دوسرا کام یہ کیا کہ اس نے مغرب میں لیبیائی قبائل کو زیر کیا جو آئے دن مصر کے سرحدی علاقوں پر حملہ آور ہو کر شورش اور فساد برپا کرتے تھے۔ اس نے مکمل طور پر ان کی سرکوبی کر دی۔

تھوتمس کا تیسرا قابلِ ذکر کارنامہ اور یادگار کام یہ ہے کہ اس نے مغربی اور جنوب کی سرحدوں کو محفوظ اور مضبوط کرنے کے بعد ایک جرار لشکر کے ساتھ صحرائے سینا کے اس پار شامی علاقے پر یلغار کی۔ وسیع علاقوں کو روندتا ہوا دریائے فرات تک آگے نکل گیا۔ اس نے کسی علاقے پر قبضہ نہ کیا لیکن اس کا اصل مقصد ان علاقوں پر لشکر کشی کر کے مال و دولت حاصل کرنا تھا جس میں وہ پوری طرح کامیاب رہا۔

اس حملے میں تھوتمس کے ہاتھ ڈھیروں دولت لگی۔ اس دولت سے اس نے آمون دیوتا کے معبد تعمیر کرائے اور آمون کے پجاریوں کو خوب نوازا۔ بڑی بڑی عمارتیں تعمیر کیں۔ اپنے لشکر کی افرادی اور حرب و ضرب کی قوت میں اضافہ کیا۔ رعایا کی حالت کو درست کیا اور ایک طرح سے مصر کی تعمیرِ نو کی۔ جس سے مصر میں فارغ البالی اور خوشحالی کا دور دورہ ہو گیا۔

تھوتمس اول کے بعد اس کا بیٹا تھوتمس دوم کے نام سے مصر کا بادشاہ بنا۔ اس کی دو بیویاں تھیں ایک بیوی سے اس کا ایک ہی بیٹا تھا جس کا نام تھوتمس سوئم دکھا گیا۔ اس کی دوسری بیوی جو اس کی بہن بھی تھی، کا نام ہتشپسوت تھا۔ یہ عورت انتہائی خوبصورت، ہوشیار، دانشمند اور پرلے درجے کی عیار بھی تھی۔ اپنے شوہر سے جو مصر کا بادشاہ اور اس کا بھائی بھی تھا اس کی صرف دو لڑکیاں تھیں۔ تھوتمس دوم کی پہلی بیوی فوت ہو گئی تو اس کا بیٹا تھوتمس سوئم جو ابھی چھوٹا ہی تھا اسے آمون دیوتا کے معبد میں پجاری بنا دیا گیا۔ اس لڑکے کا حکمران طبقے کی طرف کوئی دھیان نہ تھا۔ وہ بس ایک پجاری کی حیثیت سے آمون دیوتا کے معبد میں گوشہ گیری کی زندگی بسر کرنے لگا۔

احموس اول سے پہلے مصر کا سب سے بڑا دیوتا رع تھا اور احموس اول نے رع کے بجائے آمون دیوتا کو مصر کا سب سے بڑا اور قومی دیوتا قرار دے دیا تھا لہٰذا اس کے اس فیصلے سے رع دیوتا کے پجاریوں کی دل شکنی اور آمون کے پجاریوں کی حوصلہ افزائی ہوئی تھی۔ اس طرح مصر کے اندر

۱۔ "قدیم دنیا" کے مصنف و مورخ چارلس فشر نے اس کا یہی نام لکھا ہے اور اس نے بھی ہتشپسوت کو تھوتمس دوم کی بہن اور بیوی لکھا ہے۔

پجاریوں کے دو گروہ بن گئے تھے۔ ایک رع کو ماننے والا اور دوسرا آمون کو ماننے والا۔

تھوتمس دوئم مصر کا برائے نام بادشاہ تھا۔ اصل طاقت اور قوت اس کی خوبصورت بیوی اور بہن حتشپ سوت کے ہاتھ میں تھی۔ کوئی بھی حکم سوت کی اجازت کے بغیر جاری نہ کیا جاتا تھا۔ سوت کی شادی کمسنی ہی میں تھوتمس سے ہو گئی تھی لہٰذا وہ ابھی جوان ہی تھی کہ اس کی دونوں بیٹیاں نفرور اور سیبل بھی جوان ہو گئیں۔ چونکہ پجاری دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے تھے اس لیے رع دیوتا کے بڑے پجاری اتریکا اور آمون دیوتا کے بڑے پجاری سبارا کے درمیان بھی عداوت اور چپقلش چل نکلی تھی۔

اتریکا کا سوت کے پاس اکثر آنا جانا رہتا تھا اور سبارا کو خدشہ تھا کہ کہیں اتریکا سوت کے ساتھ مل کر پھر آمون کے بجائے رع کو بڑا اور قومی دیوتا قرار نہ دلوا دے لہٰذا اس نے سوت اور اتریکا دونوں کے خلاف سازشوں کا جال پھیلانا شروع کر دیا۔

○

سبارا نے اپنی سازشوں کی ابتدا یوں کی کہ اس نے آمون دیوتا کے معبد میں تھوتمس دوئم کا چھوٹا بیٹا تھوتمس سوئم پجاری بن گیا تھا[1] اسے اپنے کمرے میں طلب کیا جب یہ تھوتمس سبارا کے کمرے میں آیا تو سبارا نے اس کے ساتھ تعلق اور شفقت کا اظہار کیا۔ پھر بڑی نرمی سے کہا:

"اے تھوتمس! کیا تجھے خبر ہے کہ میں نے تجھے کیوں اپنے کمرے میں بلایا ہے۔"

تھوتمس نے اپنی لاعلمی کا اظہار کیا:

"میں کیا جانوں آپ نے مجھے کیوں طلب کیا ہے۔ اگر آپ نے مجھ سے کوئی خدمت لینی ہے تو کہیں۔"

سبارا نے سوالیہ انداز میں پوچھا:

"اصل موضوع کی طرف آنے سے پہلے تم مجھے یہ بتاؤ کہ تمہارے دل میں آمون دیوتا کے لیے کس قدر

1۔ مشہور مورخ جوزف وارڈ بھی اس امر کا انکشاف کرتا ہے کہ تھوتمس سوئم کو اس کے بچپن ہی سے آمون دیوتا کے معبد میں پجاری بنا دیا گیا تھا۔

محبت اور عقیدت ہے۔"

تھوتمس نے بڑی جاں نثاری سے دعویٰ کیا:

"آمون دیوتا کے لیے تو میں اپنی جان تک قربان کر سکتا ہوں۔ اگر کوئی معاملہ آمون دیوتا کی عزت اور وقار کا ہے تو آپ بے دریغ کہیں۔ آپ دیکھیں گے میں آمون دیوتا کے لیے قربانی دینے والوں میں سب سے آگے ہوں گا۔"

سبارا نے اطمینان اور خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا:

"اے تھوتمس! ہم آمون دیوتا کے لیے تم سے کسی قربانی کا مطالبہ نہیں کرتے۔ ہم تو بس دیوتا کی خوشنودی کے لیے تمہیں تمہارے باپ کے بعد مصر کا بادشاہ دیکھنا چاہتے ہیں۔"

تھوتمس نے حیرانی سے سبارا کی طرف دیکھا اور پوچھا:

"لیکن میرے بادشاہ بن جانے سے آمون کی ذات پر کیا بہتر اثر پڑے گا بلکہ اے بزرگ سبارا! آپ جانتے ہیں کہ مجھے بادشاہت اور حکمرانی سے کوئی دلچسپی نہیں اور ایک پجاری کی حیثیت سے میں اپنے آپ کو آمون کے اس معبد کی خدمت کے لیے وقف کر چکا ہوں۔"

سبارا نے ماہرانہ انداز میں گرہ لگائی:

"اے تھوتمس! میں تمہارے اس جذبے کی قدر کرتا ہوں لیکن اگر آمون دیوتا کا وقار ہی خطرے میں ہو تو تمہارے اس اپنے آپ کو وقف کر دینے کے عمل سے دیوتا اور اس کے ماننے والوں کو کیا حاصل ہو گا۔"

اس بار سبارا نے جو بات کہی اس پر تھوتمس نے کسی قدر فکرمندی سے اور بکھرے لہجے میں کہا:

"اے بزرگ سبارا! کس کی طرف سے آمون کے وقار کو خطرہ ہے۔"

سبارا نے اب سازش اور معاملے کو واضح کر کے کھولتے ہوئے پیش کر دیا:

"اے تھوتمس! آمون دیوتا کو سب سے بڑا خطرہ تمہاری ماں حتشپ سوت کی طرف سے ہے۔ تم میری باتوں کا برا نہ ماننا لیکن میں تم پر یہ بات واضح کر دوں کہ تمہاری سوتیلی ماں حتشپ سوت کے پاس رع دیوتا کے بڑے پجاری اتریکا کا کافی آنا جانا ہے اور گزشتہ چند دنوں سے یہ آنا جانا کچھ زیادہ ہی ہو گیا ہے۔ میرا اپنا خیال یہ ہے کہ اتریکا ضرور حتشپ سوت کو استعمال کر کے مصر میں رع کو پھر سے قومی دیوتا کی حیثیت دلوانے کی کوشش کرے گا۔ ہم پہلے ہی بڑی مشکل

اور ان گنت مصائب سے گزرنے کے بعد آمون دیوتا کی عظمت بحال کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ اب اگر اتریکا نے حتشپ سوت کے ساتھ مل کر پھر رع کا بول بالا کر دیا تو یاد رکھو یہ رع کے کٹڑ پجاری ہم سب کی گردنیں کاٹ کر رکھ دیں گے اور آمون کی حیثیت ایک بار پھر ثانوی بلکہ گمنام دیوتا کی سی ہو جائے گی"۔

تھوتمس نے عاجزی، خوف اور اندیشے کے ملے جلے جذبات کے تحت پوچھا:

"اے سبارا! تو کیا آپ مجھے میری سوتیلی ماں حتشپ سوت کے مقابلے میں لانا چاہتے ہیں یاد رکھیے وہ انتہائی عقلمند اور زیرک خاتون ہے۔ اگر اسے ذرا سا بھی شک ہو گیا کہ میں اس کے راستے میں رکاوٹ بن رہا ہوں تو وہ مجھے یوں اپنی راہ سے ہٹا دے گی کہ کسی کو کانوں کان خبر بھی نہ ہو گی۔ بہتر یہی ہے کہ آپ مجھے اس کے مقابلے پر نہ لائیں۔ آپ جانتے ہیں کہ میرا باپ تو نام کا بادشاہ ہے۔ اصل اقتدار تو اس عورت کے ہاتھ میں ہے اور حکومت کا کوئی فیصلہ بھی اس کی اجازت کے بغیر نہیں ہوتا۔ اگر آپ حتشپ سوت اور اتریکا کے خلاف کوئی کارروائی کرنا ہی چاہتے ہیں تو مجھے اس میں ملوث نہ کریں"۔

سبارا نے اسے تسلی دی:

"تم میری باتوں کا غلط مطلب لے رہے ہو تھوتمس! سنو۔ ہم تو صرف یہ چاہتے ہیں کہ اپنے باپ کے بعد تم مصر کے بادشاہ بنو تاکہ تمہاری وجہ سے پورے مصر میں آمون دیوتا کا بول بالا ہو۔ ہم یہ بھی چاہتے ہیں کہ تمہارا باپ اپنی زندگی میں ہی تمہیں اپنا ولی عہد مقرر کر دے اور تمہاری سوتیلی ماں کی بیٹی اور تمہاری بہن نفرور[1] سے تمہارا بیاہ کر دے۔ اس طرح باپ کی موت کے بعد تم مصر کے بادشاہ بن جاؤ گے اور چونکہ حتشپ سوت کی اپنی بیٹی تمہاری بیوی ہو گی لہٰذا وہ تمہارے خلاف کسی قسم کی انتقامی کارروائی نہ کرے گی۔ اور اے تھوتمس! تم جانتے ہو کہ نفرور مصر کی حسین ترین لڑکیوں میں سرفہرست ہے۔ اگر وہ تمہاری بیوی بنتی ہے تو یہ تمہاری خوش قسمتی ہو گی جبکہ شاہی خاندان میں ہر کوئی نفرور کو اپنانے کی کوشش میں ہے"۔

دبی دبی مسکراہٹ کے ساتھ تھوتمس نے کہا:

"اے بزرگ سبارا! آپ کی ساری باتیں، سارے انکشافات درست اور محکم ہیں پر مجھے کیونکر اپنے باپ ہی کی زندگی میں ولی عہد قرار دیا جائے گا اور کیسے حسین نفرور کے ساتھ میری

1- حتشپ سوت کی اس حسین بیٹی کا نام جوزف وارڈ سوین نے بھی نفرور ہی لکھا ہے۔

شادی ہو جائے گی"۔

اس پر سبارا نے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھ کر اپنے قریب کیا۔ پھر بڑی رازداری کے لہجے میں کہا:

"اے تھوتمس! چند دنوں تک آمون دیوتا کا میلہ ہے۔ اس میلے کے دوران جب ملک کے کونے کونے سے لوگ یہاں تھیبس شہر میں آمون دیوتا کے اس معبد میں جمع ہوں گے تو ہم تمہارے باپ، سوتیلی ماں اور بہنوں کی موجودگی میں ایک خرق عادت اور فوق البشری مظاہرہ کریں گے۔ وہ اس طرح کہ میلے والے دن جب سب لوگوں کی موجودگی میں تم جتنی مرتبہ آمون دیوتا کے مجسمے کے سامنے سے گزرو گے تو دیوتا تمہاری عزت اور تعظیم کے لیے جھک جائیں گے اور جب ایسا ہو گا تو پھر دیکھنا کہ لوگ تمہیں کتنا وقار اور عزت دیتے ہیں۔ اس دن تم بار بار آمون کے سامنے سے گزرنا تاکہ دیوتا بار بار تمہیں تعظیم دے اور سب لوگ غور سے اسے دیکھ سکیں بلکہ میں تو یہ کہوں گا کہ پہلی مرتبہ تم اپنے باپ، سوتیلی ماں اور بہنوں کے ساتھ ہی آمون دیوتا کے سامنے سے گزرنا تاکہ وہ دیوتا کو تمہارے سامنے جھکتا ہوا دیکھیں اور تمہاری عظمت کے قائل ہو جائیں"۔

تھوتمس نے دلچسپی سے سبارا کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا:

"اے بزرگ سبارا! آپ کا کہنا درست کہ جب آمون دیوتا میرے سامنے سب لوگوں کے سامنے بار بار جھکے گا تو سب لوگ مجھے عزت دیں گے پر آمون دیوتا مجھ گنہ گار کے سامنے کیونکر جھکے گا"۔

سبارا نے اس بار تحکمانہ انداز اختیار کیا:

"آمون کو تمہارے سامنے جھکنا ہو گا اور بار بار جھکنا ہو گا اور اس کو بار بار جھکانے کا بندوبست بھی میں نے کر لیا ہے۔ آمون کے جھکنے کے بعد تم بھی دیکھنا کہ میں تمہیں مملکت کا ولی عہد کیسے بناتا ہوں اور کس طرح نفرور سے تمہاری شادی کا انتظام کرتا ہوں"۔

اس کے ساتھ ہی سبارا نے زور سے تالی بجائی۔ ایک پجاری فوراً ہی اندر آیا۔ سبارا نے اس سے کہا:

"سیواک کو میرے پاس بھیجو"۔

پجاری باہر نکل گیا۔ اس کے جانے کے تھوڑی دیر بعد ایک معمر شخص جس کی داڑھی مونچھیں سب سفید چاندی ہو رہی تھیں، سبارا کے کمرے میں داخل ہوا۔

سبارا نے اٹھ کر اس معمر شخص سے مصافحہ کیا اور ساتھ ہی اس نے تھوتمس کو مخاطب کرتے ہوئے جلدی سے کہا:

"اے تھوتمس! ان سے ملو۔ یہ عبیدوز شہر کے سب سے بڑے ساحر سیواک ہیں۔ یہ آمون کے بت کو تمہارے سامنے میلے کے دن بار بار سرنگوں کریں گے۔ میں نے صرف اسی مقصد کیلیے ان کو عبیدوز سے بلوایا ہے۔ یہ آج ہی یہاں پہنچے ہیں۔

سنو تھوتمس! عبیدوز میں لوگوں کو سحر و طلسم سکھانے کا جو سب سے بڑا ادارہ ہے یہ اس ادارے کے سب سے محترم اور آزمودہ کار ساحر ہیں۔"

تھوتمس نے آگے بڑھ کر سیواک سے مصافحہ کیا جبکہ سبارا مسلسل اپنی بات کو جاری رکھتے ہوئے کہہ رہا تھا:

"اے تھوتمس! اس معاملے کو راز ہی رہنا چاہیے کہ ہم نے سیواک ساحر کی خدمات حاصل کر کے آمون کو تمہارے سامنے سرنگوں کیا تھا۔ اس لیے کہ اس میں صرف ہماری ہی بہتری نہیں کہ اس طرح ہم ہمیشہ کے لیے آمون کا بول بالا کرنے کی ایک راہ نکال لیں گے اور رع دیوتا کا بڑا پجاری اتریکا حتشپ سوت کی حمایت حاصل کرنے کے باوجود اپنا مقصد حاصل کرنے میں کامیاب نہ ہوگا بلکہ اے تھوتمس! اس میں تمہاری ذات کے لیے بھی بے حد منفعت ہے اور وہ اس طرح کہ تم سلطنت کے ولی عہد قرار دیے جاؤ گے اور مصر کی حسین ترین شہزادی نفرور تمہاری بیوی بن جائے گی۔"

تھوتمس نے سر کو جھکاتے ہوئے کہا:

"اے بزرگ سبارا! جب اس کام میں میری ذات کے لیے فوائد زیادہ ہیں تو کیونکر میں اس راز کو فاش کروں گا۔"

اس پر سیواک ساحر نے بھی لبوں کو جنبش دی اور کہا:

"اے سبارا! تھوتمس کو یہ بھی بتا دو کہ اس راز کو فاش کرنے کا انجام کیا ہوگا تاکہ اسے عبرت ہو

ا۔ آمون دیوتا کو مافوق البشری انداز میں اپنے سامنے جھکا کر تھوتمس کو ولی عہد اور حسین نفرور کا شوہر بنانے کے سارے حالات کو تاریخ "قدیم دنیا" میں بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے۔

اور اس راز کو یہ فاش کرنے کی کوشش نہ کرے۔"

سبارا نے ساحر کے کہنے پر تھوتمس کی طرف دیکھا اور تنبیہ کرنے کے انداز میں کہا:

"اے تھوتمس! آمون دیوتا کو تمہارے سامنے سرنگوں کرنے کا راز اگر تم نے کسی پر کھول دیا تو تمہارا انجام ایسا ہی ہوگا جیسا کہ اس وقت تمہارے سامنے ایک پجاری کی مثالی حالت پیش کی جا رہی ہے۔"

اس کے ساتھ ہی سبارا نے ایک بار پھر تالی بجائی اور جواب میں پھر وہی پجاری کمرے میں داخل ہوا جو سیواک کو بلا کر لایا تھا۔

سبارا نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں اسے مخاطب کیا:

"اے آمون دیوتا کے پجاری! کمرے کی مشرقی دیوار کے ساتھ لگ کر کھڑے ہو جاؤ تاکہ تمہیں مثل بنا کر سیواک تھوتمس کو یہ دکھائے کہ اس کے اور ہمارے درمیان جو رازدارانہ معاہدہ ہو رہا ہے اگر اس راز کو اس نے افشا کیا تو اس کا کیا انجام ہوگا۔"

پجاری نے کوئی اعتراض نہ کیا نہ کوئی استفسار کیا۔ بس خاموشی سے سبارا کے حکم پر اس نے کمرے کی مشرقی دیوار کے ساتھ کمر ٹکا دی اور کھڑا ہو گیا۔ اسی لمحے سیواک نے ایک ہڈی اس پجاری کی طرف زور سے لہرائی۔

ہڈی میں سے ایک سفید رنگ کا بالکل ایسے جیسا سفوف نکل کر دھوئیں کی مانند پجاری کے پیچھے پھیل گیا۔ پھر وہ گاڑھے دھوئیں کی شکل اختیار کر گیا۔ اس کے اندر عجیب و غریب خوفناک اور پرہیبت قسم کی شبیہیں دکھائی دینے لگیں۔ پھر یہ شبیہیں بڑی اور واضح ہوتی چلی گئیں۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے ان شبیہوں نے دھوئیں اور آگ کا طوفان اگل دیا ہو۔ پھر ان شبیہوں نے ہولناک انداز میں پجاری کے جسم میں تبدیلی کی ابتدا کر دی۔ اسی لمحے پجاری کی ہولناک اور نہایت بھیانک چیخیں بلند ہونے لگیں۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس کا گوشت جسم سے اترنا شروع ہو گیا اور ساتھ ہی ساتھ یہ گوشت جل کر ختم ہونے لگا۔ یہاں تک کہ وہاں صرف پجاری کی ہڈیوں کا ڈھانچہ ہی رہ گیا۔ دھواں اور اس کے اندر رقص کرتی صورتیں غائب ہو گئیں۔

یہ صورت حال دیکھ کر تھوتمس چلّا اٹھا:

"نہیں نہیں بزرگ سبارا! میں یہ راز ہرگز ہرگز افشا نہ کروں گا۔"

پھر میں انگلیاں دے کر وہ بھاگتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔

جس روز بڑے پجاری سبارا نے ساحر سیواک کے ہاتھوں ایک پجاری پر سحر کر کے تھوتمس کو راز افشا نہ کرنے کا عبرت خیز درس دیا، اس سے چند روز بعد ہی آمون دیوتا کا میلہ ہوا۔ میلے والے دن سبارا اور سیواک نے مل کر بہترین انتظامات کیے اور اس روز مصر کے کونے کونے سے لوگ وہاں آکر جمع ہو گئے۔ یہ لوگ اپنے نذرانے چڑھاتے اور منتیں مانتے ہوئے آمون کے بت کے سامنے سے گزر رہے تھے۔

جس وقت مصر کا بادشاہ تھوتمس دوئم اپنی بیوی حتشپ سوت، اپنی دونوں بیٹیوں نفرورا اور سیبل اور اپنے بیٹے تھوتمس سوئم کہ جو آمون دیوتا کے معبد میں پجاری تھا، وہاں سے گزرنے لگا تو بڑا پجاری سبارا اور ساحر سیواک اس موقع پر مستعد اور چوکنے ہو گئے۔ پھر عین اس وقت جبکہ تھوتمس سوئم آمون دیوتا کے بت کے سامنے سے گزرنے لگا تو سیواک نے اپنے سحر کے زور سے آمون دیوتا کے بت کو تھوتمس سوئم کے سامنے یوں جھکایا جیسے کوئی زندہ انسان کسی کے سامنے تعظیم کی خاطر جھکتا ہے۔

اس محیر العقول اور فوق الفطرت انکشاف کو دیکھ کر تھوتمس دوئم، اس کی بیوی، بیٹیاں اور وہاں موجود ان گنت لوگ متعجب و متحیر ہو گئے۔ پھر انہوں نے یہ بھی دیکھا کہ جب تھوتمس سوئم وہاں سے گزر گیا تو آمون دیوتا کا بت پھر پہلے کی طرح سیدھا ہو گیا۔

تھوتمس دوئم نے یہ منظر دیکھا تو اپنی بیوی اور بیٹیوں کے ساتھ وہاں رک گیا۔ پھر اپنے بیٹے

تھوتمس سوئم کو حکم دیا کہ وہ دوبارہ آمون دیوتا کے سامنے سے گزرے۔

واپس جاتے ہوئے بھی جب بادشاہ کا پجاری بیٹا آمون دیوتا کے بت کے سامنے سے گزرا اور جب وہ دوبارہ ان کی طرف آتے ہوئے دیوتا کے سامنے آیا تب بھی آمون دیوتا کا بت اس کے سامنے پھر سرنگوں ہو گیا۔ اس دوران بڑا پجاری سبارا، سیواک کے پاس سے ہٹ کر بادشاہ کے پاس آکھڑا ہوا۔

بادشاہ نے اپنے اعتماد اور پختگی کی خاطر اپنے پجاری بیٹے تھوتمس کو کئی بار آمون کے بت کے سامنے سے گزارا۔ اور ہر بار آمون دیوتا کا بت اس کے سامنے تعظیم کے لیے جھکا۔

پھر بادشاہ نے اپنے پجاری بیٹے کو بلا کر گلے لگا لیا۔ اور اپنے قریب کھڑے پجاری سبارا کو مخاطب کر کے پوچھا:

"اے بزرگ سبارا! تو نے دیکھا کہ جب بھی میرا بیٹا آمون کے سامنے سے گزرتا ہے تو وہ اس کے سامنے جھک جاتا ہے۔ تم اس بارے میں کیا کہتے ہو؟"

سبارا نے اس موقع کو اپنے لیے غنیمت اور سود مند خیال کیا اور فوراً ہی اس نے اپنے خیالات کا اظہار کر دیا:

"اے بادشاہ! آمون دیوتا کا کسی کے سامنے یوں تعظیم کے لیے جھک جانا کوئی عام اور معمولی بات نہیں ہے۔ آمون دیوتا کا یوں تھوتمس سوئم کے سامنے جھکنا اس فیصلے کی دلیل ہے کہ دیوتا کی خوشنودی آپ کے بیٹے کے ساتھ ہے لہٰذا اس موقع پر ان حالات کو دیکھتے ہوئے آپ کی اور ملک کی بہتری کے لیے میں آپ کو یہی مشورہ دوں گا کہ آپ اپنے بیٹے کو اپنا ولی عہد* اور وارث مقرر کر دیں۔ اس طرح آپ کا یہ فیصلہ مصر کی خوشحالی اور سلامتی کا باعث ہوگا۔"

تھوتمس دوئم کو سبارا کا یہ مشورہ ایسا پسند آیا کہ اس نے سبارا کو آگے بڑھ کر گلے سے لگا لیا۔ سبارا نے اس کیفیت سے مزید فائدہ اٹھاتے ہوئے فوراً ہی بادشاہ کو دوسرا مشورہ بھی دے ڈالا:

"اے بادشاہ! اب جبکہ آپ کے بیٹے کے حق میں آمون دیوتا کی طرف سے یہ معجزہ ظاہر ہو چکا

---

* آمون دیوتا کو یوں مافوق الفطرت انداز میں جھکا کر تھوتمس سوئم کو وارث بنانے اور نفرورا سے شادی کے واقعات "تاریخ قدیم دنیا" میں تفصیلاً لکھے گئے ہیں۔

ہے کہ دیوتاؤں کے دیوتا کی رضامندی اور خوشنودی آپ کے پجاری بیٹے کے ساتھ ہے تو میں یہ کہوں گا کہ آپ اپنی بیٹی نفرور کی شادی تھوتمس سوئم سے کر دیں۔ آپ کے ایسا کرنے سے آپکے بعد سلطنت میں کوئی خرابی، خلل، اغدر و فتنہ اور ہنگامہ و بلوہ کھڑا نہ ہو گا۔ اور ہکسوس کو اس سرزمین سے نکالنے کے بعد آپ کے جدِ امجد دہان نے جس سلطنت کی بنیاد رکھی ہے وہ اور زیادہ مضبوط اٹل اور مستحکم و پائدار ہو کر رہ جائے گی اور لوگ آپ کے اس یادگار فیصلے پر آپ کی تعریف بھی کریں گے۔"

مصر کے بادشاہ تھوتمس دوئم کو پجاری سبارا کی یہ گفتگو ایسی بھلی لگی کہ آمون دیوتا کے معبد سے واپس جانے کے بعد اس نے تھوتمس سوئم کے اپنے وارث ہونے کا اعلان کر دیا اور ساتھ ہی اس نے اپنی حسین ترین بیٹی نفرور کی شادی بھی اس کے ساتھ ہی کر دی۔ اس کے کچھ ہی عرصہ بعد تھوتمس دوئم مر گیا اور تھوتمس سوئم مصر کا بادشاہ بنا۔

مصر میں چونکہ رواج تھا کہ باپ کے مرنے کے بعد ماں از خود اصولی طور پر بڑے بیٹے کی زوجیت میں آ جاتی تھی پس تھوتمس دوئم کے بعد حتشپ سوت بھی تھوتمس سوئم کی بیوی بن گئی۔ یوں وہ اور اس کی بیٹی نفرور بیک وقت تھوتمس سوئم کی بیوی بن گئیں۔

حتشپ سوت کی پہلی شادی چونکہ کمسنی میں ہی ہو گئی تھی اس لیے گو اس کی دونوں بیٹیاں جوان تھیں پر ابھی تو وہ خود بھی جوان ہی لگتی تھی اور اپنے چہرے اور جسمانی کشش کو برقرار رکھے ہوئے تھی۔ اپنے پہلے شوہر کی طرح اس نے تھوتمس سوئم کو بھی اپنی گرفت میں کر لیا اور سارے احکامات اسی کی مرضی سے ہونے لگے۔ تھوتمس سوئم اس لیے بھی حتشپ سوت کا مطیع و فرمانبردار بن گیا کہ لوگ سوت کو پسند کرتے تھے۔

حتشپ سوت کی مقبولیت کی بڑی وجہ یہ تھی کہ اس کی ماں ہکسوس کو مصر سے نکالنے اور مصر کی نئی سلطنت کے بانی دہان کی اولاد میں سے تھی لیکن جب پجاریوں نے دیکھا کہ تھوتمس سوئم بھی حتشپ سوت کے سامنے دب گیا ہے اور سارے احکامات پہلے کی طرح حتشپ سوت کے حکم سے

۱۔ قدیم مصری تاریخ میں اسے پجاری ہی بتایا گیا ہے۔

۲۔ یہ دنیا کی پہلی خاتون ہے جس نے اپنے نام کے ساتھ بادشاہ کا لفظ استعمال کیا ہے اور مصر کی وسیع سلطنت پر حکومت کی۔

ہی چل رہے ہیں تو انہوں نے دو کام کرنا شروع کیے۔

پہلا کام یہ کہ انہوں نے تھوتمس سوئم کو اکسانا شروع کیا کہ وہ حتشپ سوت کو اپنے اوپر حاوی نہ ہونے دے اور ایک بیوی کی حیثیت سے اسے اپنا فرمانبردار بنا کر رکھے۔

دوسرا بڑا کام انہوں نے یہ کیا کہ سیدا نے پورے ملک کے کونے کونے میں آمون دیوتا کے پجاریوں کو حکم دے دیا کہ وہ عام لوگوں میں آمون دیوتا کے تھوتمس کے آگے جھکنے کے واقعے کی خوب تشہیر کریں تاکہ لوگوں کی نظروں میں تھوتمس کو حتشپ سوت پر فضیلت مل سکے اور یہ کہ حتشپ سوت کی مقبولیت کم ہو سکے اور تھوتمس اسے اپنی گرفت میں رکھنے پر کامیاب ہو جائے۔

دراصل پجاریوں کے حتشپ سوت کے خلاف ہونے کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ وہ یہ چاہتے تھے کہ حتشپ ہمسایہ ملکوں کے خلاف اعلانِ جنگ کر کے مصر کے اندر مال و دولت کے انبار جمع کرتی رہے جس طرح اس کے آباؤاجداد نے کیا تھا۔ لہٰذا پجاری چاہتے تھے کہ دوسری اقوام کے خلاف حملوں کا سلسلہ جاری رکھا جائے تاکہ انہیں بھی کچھ ہاتھ لگے اور ان کی ذاتی دولت میں اضافہ ہو لیکن حتشپ اس کے الٹ کام کر رہی تھی۔ اس کے آباء نے چونکہ ہکسوس کو مصر سے نکالا تھا اور پھر دریائے فرات تک یلغار کر کے انہوں نے کافی دولت جمع کر لی تھی لہٰذا حتشپ اپنے آباء کی ان فتوحات اور دولت پر ہی تکیہ کرنا چاہتی تھی۔

اسی لیے وہ اپنے ہمسایہ ملکوں پر حملے کر کے دولت سمیٹنے کے خلاف تھی اور اس نے اپنی ساری توجہ اور توانائی ہمسایہ ممالک کے ساتھ تجارت اور مال کے لین دین پر صرف کی لیکن پجاری اس کی یہ پالیسی پسند نہ کرتے تھے۔

تھوتمس سوئم بھی اپنے ساتھی پجاریوں کا ہم خیال تھا اور وہ ہمسایہ ملکوں کے خلاف جنگوں کا سلسلہ شروع کرنا چاہتا تھا لیکن لوگوں کے اندر حتشپ کی مقبولیت کے باعث وہ مجبور تھا۔ اور کوئی بھی کام اس کی خواہش اور رضامندی کے خلاف نہ کرتا تھا۔

آمون دیوتا کے پجاریوں نے اندر ہی اندر حتشپ سوت کے خلاف اور تھوتمس کے حق میں جو عوامی تحریک شروع کی تھی اس کے اثرات نمایاں ہوتے دکھائی دینے لگے اور کچھ علاقوں کے لوگ یہ مطالبہ کرنے لگے کہ چونکہ آمون کی رضامندی اور خوشنودی تھوتمس کے ساتھ ہے لہٰذا سلطنت کا سارا کاروبار اور تمام فیصلے تھوتمس کی رضامندی اور حکم سے ہونے چاہییں نہ کہ حتشپ

سوت کی طرف سے۔

پجاریوں کی دیکھا دیکھی کچھ لوگ یہ مطالبہ بھی کرنے لگے کہ ہمسایہ ملکوں کے خلاف حملے شروع کیے جائیں تاکہ مصر کی دولت میں اضافہ ہو اور لوگ خوشحال ہو جائیں۔

ان حالات میں جبکہ تھوتمس کی عزت لوگوں کے اندر روز بروز بڑھ رہی تھی اور حتشپ کا وقار گرنے کے اندیشے پیدا ہو رہے تھے، حتشپ محتاط ہو گئی۔ وہ جان گئی کہ اس کا جوان شوہر اسے مکمل طور پر اپنی گرفت میں کرنے کے لیے پجاریوں کے ساتھ مل کر اس کے خلاف مہم چلا رہا ہے۔ لہٰذا اس نے بھی اپنی ذات کو سنبھالا دینے کے لیے ایک روز رع دیوتا کے بڑے پجاری اتریکا کو طلب کیا تاکہ اس سے مشورہ کرنے کے بعد تھوتمس اور آمون دیوتا کے پجاریوں کے خلاف کوئی قدم اٹھا سکے۔

اتریکا کو اپنے پاس بلاتے ہوئے حتشپ سوت نے بڑی احتیاط سے کام لیا اور اسے اس وقت بلایا جب تھوتمس وہاں موجود نہ تھا۔

حتشپ سوت نے پہلے سارے حالات اتریکا کو سنائے۔ اتریکا نے سارے حالات کو خاموشی سے سنا اور جب حتشپ خاموش ہوئی تب اتریکا بولا:

"اے مقدس ملکہ! گو آپ کے سارے حالات میں نے بڑے صبر و سکون سے سن لیے ہیں لیکن اگر آپ نہ بھی بتاتیں تب بھی یہ سب کچھ میرے علم میں تھا اور میں اس راز سے بخوبی آگاہ ہوں جس طرح آمون دیوتا کو تھوتمس کے سامنے تعظیم کے لیے جھکانے کے لیے ایک خرقِ عادت کام کیا گیا۔ اور یہ کہ اس کام کے ذریعے نہ صرف اسے مصر کا بادشاہ بنا دیا گیا بلکہ لوگوں کی نگاہوں میں اسے پسندیدہ اور ہر دلعزیز بنانے کے لیے دیوتاؤں کا پسندیدہ قرار دیا گیا۔ اے مقدس خاتون! یہ سب باتیں مجھ سے چھپی ہوئی نہیں ہیں۔ ایسے کام عموماً پجاری لوگ کرتے رہتے ہیں۔ سو آمون دیوتا کے پجاریوں نے بھی اپنے ساتھی پجاری تھوتمس اور آپ کے موجودہ شوہر کو بادشاہ بنانے کے لیے اور اس کے ذریعے اپنے فوائد کے حصول کے لیے یہ غیر معمولی کام دکھا کر عام لوگوں کو بے وقوف بنایا اور اپنا کام نکال لیا۔"

حتشپ سوت نے چونک کر اور انتہائی تعجب و حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا:

"تو کیا اے محترم اتریکا! تمہارا خیال ہے کہ آمون کے تھوتمس کے سامنے جھکنے میں سچائی اور حقیقت نہیں ہے؟"

اتریکا غصے اور خفگی کا اظہار کرتے ہوئے بولا:

"ہرگز نہیں۔ آمون دیوتا کے تھوتمس کے سامنے جھکنے میں کوئی سچائی اور حقیقت نہیں ہے بلکہ یہ کام آمون دیوتا کے بڑے پجاری سبارا نے عبیدوز کے ساحر سیواک کے ساتھ مل کر کیا تھا۔ سیواک کے ایک ساتھی ساحر کا نام عریاس ہے جو سیواک کے ساتھ ہی عبیدوز کے اس ادارے میں کام کرتا ہے جہاں سحر اور طلسم کی تعلیم دی جاتی ہے۔ عریاس بھی سحر و طلسم میں ایسی ہی مہارت رکھتا ہے جیسی سیواک کو حاصل ہے۔ سیواک نے میلے کے روز اپنے سحر سے بار بار آمون کے بت کو تھوتمس کے سامنے سب لوگوں کی موجودگی میں جھکا دیا تھا ورنہ تھوتمس جو آمون کا ایک عام اور تیسرے درجے کا پجاری رہا ہے وہ ایسا نیک اور مقدس کہاں ہے کہ دیوتا اس کے سامنے جھک کر اپنی خوشنودی کا اظہار کرتا۔

اے محترم ملکہ! اگر آپ پسند کریں تو میں ایسا ہی ایک فوق البشری واقعہ آپ کی ذات سے بھی منسوب کر سکتا ہوں اور آپ کے حق میں ایسا واقعہ رونما کیا جائے گا کہ لوگوں میں آپ کا وقار اور عزت تھوتمس سے بڑھ کر ہو جائے گی۔ اس واقعے سے آپ کی حیثیت انتہائی اعلیٰ و ارفع ہو جائے گی اور آپ پہلے کی طرح تھوتمس کو اپنی گرفت میں رکھ کر سلطنت کے سارے احکامات اپنی مرضی سے جاری کرتی رہیں گی۔ اس صورت میں تھوتمس کی حالت آپ کے ہاتھوں میں ایک مہرے سے زیادہ نہ ہوگی۔ مصر کی حکمران آپ ہوں گی اور سب احکامات آپ ہی کی رضامندی اور منظوری کے بعد جاری ہو سکیں گے۔"

اتریکا جب اپنی گفتگو تمام کر کے خاموش ہوا تو حتشپ سوت نے بڑی بے چینی کا اظہار کرتے ہوئے اس سے پوچھا:

"لیکن اے محترم اتریکا! میرے حق میں یہ واقعہ کس قسم کا ہوگا اور کون اس کے ظہور کا باعث بنے گا؟"

اتریکا نے ہلکی ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ کہا:

"اے مقدس خاتون! جس طرح عبیدوز کے ساحر سیواک نے تھوتمس کی خاطر آمون دیوتا کے بت کو جھکا دیا تھا اور اس کے بدلے میں سبارا سے بھاری معاوضہ وصول کر لیا تھا اسی طرح ہم عبیدوز کے دوسرے ساحر اور سیواک کے دوست عریاس کی خدمات حاصل کریں گے اور اس کی مدد سے آمون دیوتا کے معبد میں ایک ایسے واقعے کا ظہور کر بن گے جو تھوتمس کے واقعے سے بڑا ہوگا۔ پھر آپ دیکھیے

گا کہ جو کام ہم دکھائیں گے اس کے آپ کے حق میں کیسے مثبت اثرات ظاہر ہوتے ہیں۔"

حتشپ سوت نے پھر بے صبری سے پوچھا:

"لیکن یہ تو آپ نے بتایا ہی نہیں کہ آمون دیوتا کے معبد میں میرے حق میں کیسا اور کس قسم کا واقعہ ہوگا۔ اور ہاں! چند دنوں تک پھر آمون دیوتا کا سالانہ میلہ آرہا ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ میرے لیے آپ جو کام کرنا چاہتے ہیں وہ اسی میلے والے دن ہو تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ اسے دیکھ سکیں اس طرح میرے حق میں زیادہ اور جلد تشہیر ہو سکے گی۔"

اتریکا نے حامی بھرتے ہوئے کہا:

"ہاں۔ یہ کام آمون کے میلے والے دن ہی ہوگا اور ساحر عریاس کے ذریعے آپ کی برتری کی خاطر جو کام ہم کریں گے وہ یہ ہوگا کہ میلے والے دن آمون دیوتا کا رخ الٹ کر دیوار کی طرف کر دیا جائے گا۔ اس کے ہاتھ میں ایک بہت بڑا قلم دکھا دیا جائے گا۔ دیوتا کے قریب ہی معبد کے ایک پجاری کی لاش پڑی ہوگی اور دیوتا کے سامنے دیوار پر یہ لکھ دیا جائے گا کہ "حتشپ سوت کی ماں جو احموس بادشاہ کی بیٹی اور شہزادی تھی وہ اصل میں آمون دیوتا کی بیوی تھی اور آمون دیوتا نے تھوتمس اول کے روپ میں اس شہزادی سے شادی کی تھی۔ پس حتشپ سوت آمون دیوتا ہی کی بیٹی ہے۔"

آمون دیوتا کے ہاتھ میں بڑا سا قلم دے کر اور اس کے پاس کسی پجاری کی خون میں لت پت لاش رکھ کر یہ تاثر دینے کی کوشش کی جائے گی کہ معبد کی دیوار پر وہ تحریر خود آمون دیوتا نے اپنے ہاتھ میں پکڑے قلم کو اس پجاری کے خون میں ڈبو کر لکھی ہے۔ اور اے مقدس ملکہ! جب لوگ اس تحریر کو پڑھیں گے تو آپ کو آمون دیوتا کی بیٹی جان کر وہ آپ کے ہر فیصلے پر اپنا سر خم کر دیا کریں گے۔ لہٰذا آپ تھوتمس کو اپنی گرفت میں رکھ کر مصر پر بادشاہت کر سکیں گی اور ہاں۔ عریاس کو اس کام کے لیے ہمیں بھاری معاوضہ دینا پڑے گا۔"

اتریکا کی گفتگو سن کر حتشپ سوت کے چہرے پر خوشی اور سکون پھیل گیا۔ اس نے اتریکا کی بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ اپنی جگہ سے اٹھ کر وہ فوراً ساتھ والے کمرے میں گئی۔ تھوڑی دیر بعد جب وہ لوٹی تو اس کے ہاتھوں میں نقدی کی دو بڑی بڑی تھیلیاں تھیں۔

دونوں تھیلیاں اس نے اتریکا کے سامنے رکھ دیں اور کہا:

"یہ لے جاؤ اور اپنے منصوبے کو تکمیل تک پہنچاؤ۔ ایک تھیلی عریاس کو دے دو اور ایک

خود رکھ لو۔ اتنی رقم سبواک کو بھی اس کے کام کے بدلے نہ ملی ہوگی۔"

اتریکا مسکراتے ہوئے اور مطمئن انداز میں بولا:

"یہ کام تو اب آپ ہوا ہی سمجھیں لیکن آپ ایک احتیاط ضرور کریں۔ اگر اس حادثے کے بعد تھوتمس آپ سے اس موضوع پر گفتگو کرے اور آپ سے یہ کہے کہ آپ نے یہ کام اپنی برتری کے لیے کسی ساحر کا سہارا لے کر کیا ہے اور اس راز کو فاش کرنے کی دھمکی دے کر آپ کو دبانے کی کوشش کرے تو آپ ہرگز اس کے سامنے نہ جھکیں بلکہ اسے صاف صاف یہ بتا دیں کہ میں جانتی ہوں آمون کے گزشتہ میلے میں اسے تمہارے سامنے جو جھکا یا گیا تھا وہ سب دھوکا اور فریب تھا۔ جس کی تکمیل سبارا نے سبواک کے ساتھ مل کر کی تھی۔"

حتشپ سوت نے بڑی جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا:

"تم تھوتمس کی فکر ہی نہ کرو۔ اس کی جو کمزوری اب مجھے تم نے بتادی ہے اسے استعمال کر کے تو میں اسے اور زیادہ سختی سے اپنی گرفت میں رکھوں گی۔"

اتریکا نے یہ سن کر نقدی کی دونوں تھیلیاں سنبھالیں اور اٹھ کھڑا ہوا:

"میں اب چلتا ہوں آپ خاموش اور مطمئن رہیں۔ آمون کے میلے والے دن سب لوگوں کی موجودگی میں آپ کے حق میں اس تحریر کا فوق البشری کام ساحر عریاس کی مدد سے انجام دے دیا جائے گا۔"

حتشپ سوت نے مسکراتے ہوئے سر ہلا دیا اور اتریکا باہر نکل گیا۔

O

جس روز آمون دیوتا کا میلہ تھا اس روز حتشپ سوت اور اتریکا کے درمیان طے شدہ لائحہ عمل کے مطابق ساحر عریاس نے اپنا کام دکھایا۔

اس روز سب لوگوں نے دیکھا کہ آمون دیوتا کے بت کے قریب ایک پجاری کی لاش خون میں لت پت پڑی تھی اور آمون کا رخ عام لوگوں کی بجائے دیوار کی طرف تھا۔ آمون کے ہاتھ میں ایک بہت بڑا قلم تھا جو خون میں ڈوبا ہوا تھا اور آمون کے سامنے دیوار پر وہی تحریر لکھی تھی جس کا ذکر اتریکا نے

ا۔ یہ تحریر اور اس سارے واقعے کا ذکر مسٹر سوبن کی مصری تاریخ سے اخذ کیے گئے ہیں۔

حتشپ سوت سے کیا تھا۔

یہ سب کچھ دیکھ کر لوگوں نے یقین کر لیا کہ حتشپ سوت آمون دیوتا ہی کی بیٹی ہے۔ تھوتمس بھی اس وقت آمون دیوتا کے معبد میں تھا۔ اس نے بھی یہ سب کچھ دیکھا لہٰذا وہ رشک و حسد کی آگ میں جل کر رہ گیا۔ شاید وہ اسی سلسلے میں حتشپ سے بات کرنا چاہتا تھا اسی لیے وہ معبد سے نکل کر شاہی محل کی طرف آ گیا۔

خفگی، بیزاری اور غضب کی حالت میں تھوتمس بڑی تیزی کے ساتھ حتشپ سوت کے کمرے میں داخل ہوا۔ حتشپ نے اسے آتے دیکھ لیا مگر خاموش رہی۔ قریب آ کر تھوتمس نے تیز غصیلے اور کسی قدر سخت لہجے میں کہا:

"یہ تم نے آمون کے معبد میں کیا چکر چلایا ہے۔ کیوں تم نے ایک پجاری کی جان لی اور پھر آمون کے ہاتھ میں قلم تھما کر تحریر دیوار پر لکھوانے کی کیا ضرورت تھی جس کی رو سے تم نے اپنے آپ کو آمون کی بیٹی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ میں سمجھتا ہوں یہ سارا کام کسی ساحر کا سہارا لے کر رع دیوتا کے بڑے پجاری اتریکا نے کرایا ہو گا کیونکہ اسی کا تمہارے پاس خوب آنا جانا ہے۔ وہ ایسے حربے استعمال کر کے یقیناً لوگوں کی نگاہوں میں تمہیں مجھ سے افضل ثابت کرنے کے چکر میں ہے لیکن کسی ساحر کے ایسا کر دینے کے بعد تم مجھ پر برتری حاصل نہ کر سکو گی۔ پھر یہ بھی یاد رکھو کہ لوگ اس فریب میں نہ آئیں گے اور وہ کسی بھی صورت میں تمہیں آمون کی بیٹی تسلیم نہ کریں گے۔ اگر لوگ اس سحر سے متاثر ہوئے تو میں ان پر یہ راز کھول دوں گا کہ یہ سب کچھ ساحر کے ذریعے سے کرایا گیا ہے اور اس میں آمون کی کوئی خوشنودی نہیں ہے۔"

حتشپ سوت غصے میں اپنی جگہ پر کھڑی ہو گئی اور کڑک کر اس نے کہا:

"اگر تم نے میرا یہ راز فاش کر دیا تو پھر تمہاری بدبختی بھی شروع ہو جائے گی اس لیے کہ میں اس راز سے پردہ اٹھا دوں گی جس طرح آمون کو تمہارے سامنے جھکایا گیا تھا۔"

تھوتمس نے فوراً اپنی صورت حال واضح کرنے کی کوشش کی:

"آمون دیوتا کو میرے سامنے جھکایا نہ گیا تھا بلکہ وہ خود جھکا تھا اور لوگ کبھی یہ تسلیم نہ کریں گے کہ اسے کسی اور نے جھکایا تھا۔"

حتشپ زہریلے لہجے میں بولی:

"جب میں خود لوگوں کو بتاؤں گی کہ تمہارے سامنے آمون کے بت کو عبیدورز کے ساحر سیواک

نے جھکایا تھا، تو پھر جان رکھو لوگ تم سے نفرت کرنے لگیں گے اور ثبوت کے لیے میں سیواک کو یہاں لا کھڑا کر دوں گی۔ اب بولو۔ بات کھلنے پر لوگ تم سے نفرت کریں گے مجھ سے؟"

تھوتمس نے بوکھلا کر گھبراہٹ میں پوچھا:

"لیکن تمہیں سیواک کے اس راز کی کیسے خبر ہوئی اور تمہیں سیواک کے ملوث ہونے کی خبر کس نے دی؟"

حتشپ نے اپنی بڑائی کا اظہار کرتے ہوئے یونہی کہہ دیا:

"سنو تھوتمس! تمہارا کوئی راز مجھ سے چھپا ہوا نہیں ہے۔ میں ہر حقیقت اور راز سے آگاہ ہوں۔"

اس پر تھوتمس خوفزدہ لہجے میں بولا:

"اے حتشپ سوت! اس راز کو راز ہی رہنے دینا ورنہ سیواک اور سبارا دونوں مل کر میری حالت مُردوں سے بھی بدتر کر دیں گے۔ مصر کی اصل حکمران تم ہی ہو۔ جو چاہو کرتی رہو۔ میں کبھی کوئی اعتراض نہ کروں گا۔"

گردن جھکا کر تھوتمس مڑا اور وہاں سے چلا گیا۔ حتشپ سوت کے چہرے پر کامیابی اور فتح مندی کی گہری مسکراہٹ بکھر گئی۔

حتشپ سوت اب تھوتمس کے دب جانے اور نرم پڑ جانے کے بعد مصر کی پوری طرح حکمران ہو گئی تھی اور اس نے خود کو مصر کا بادشاہ کہلوانا شروع کر دیا تھا۔ لیکن جلد ہی وہ مر گئی اور تھوتمس سوئم مصر کے خود مختار بادشاہ کی حیثیت سے سامنے آیا۔

تھوتمس نے سارے اختیارات مل جانے کے بعد اپنے ساتھی پجاریوں اور خود اپنی خواہشوں کا اتباع کرتے ہوئے ہمسایہ ممالک کے خلاف جنگوں کا سلسلہ شروع کرنے کے لیے اپنے لشکر کی قوت میں اضافہ شروع کر دیا۔

○

اپنی جنگی تیاریاں مکمل کرنے کے بعد تھوتمس سوئم ایک جرار لشکر کے ساتھ مصر سے نکلا۔ اس کے ہمراہ اس کا جنگی بحری بیڑا بھی تھا۔ اپنے لشکر کے ساتھ وہ خود بھی ساحل سمندر کے ساتھ ساتھ شمال کی طرف بڑھا۔ سب سے پہلے وہ فلسطین میں داخل ہوا۔

کوہستانِ کارمل کو عبور کرتے ہوئے وہ فلسطینیوں کے شہر مگیدو[1] کی طرف بڑھا اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ یہ شہر فلسطینیوں کی بہت بڑی بندرگاہ تھی۔ انہوں نے اس کی حفاظت کے لیے پوری قوت صرف کر دی۔ مگیدو شہر سے باہر کھلے میدانوں میں ایک ہولناک جنگ ہوئی جس میں مصریوں کو فتح ہوئی اور فلسطینی شکست کھانے کے بعد میدان چھوڑ بھاگے۔

تھوتمس نے آگے بڑھ کر شہر پر قبضہ کر لیا۔ مگیدو سے تھوتمس کو اس قدر مال و اسباب ہاتھ لگا جس کا کوئی اندازہ و شمار نہ تھا۔

مگیدو کی فتح نے تھوتمس کے حوصلوں کو اور بھی بلند کر دیا اور اس نے ساحلِ سمندر کے ساتھ ساتھ دجون کے علاوہ فلسطینیوں کے مزید اہم شہروں پر بھی قبضہ کر کے لوٹ کے مال کے انبار لگا دیے۔ جب جاڑے کا موسم آیا اور شمالی علاقے سردیوں کی زد میں آ گئے تو لوٹ مار کا سارا مال سمیٹ کر وہ تھیبس شہر کی طرف لوٹ گیا۔

اگلی گرمیوں میں وہ پھر حملہ آور ہوا۔ اس بار فلسطین سے گزر کر اس نے کنعانیوں کو اپنا ہدف بنایا اور ان کے معروف ترین اور مرکزی تجارتی شہر اغاریت[3] پر قبضہ کر لیا۔ اب ایک طرح سے اس نے اپنی یہ عادت بنا لی کہ گرمیوں میں وہ دوسرے ملکوں پر حملہ آور ہوتا اور سردیوں میں اپنے مرکزی شہر تھیبس لوٹ جاتا اور اپنی سلطنت کا کاروبار چلاتا۔

اس طرح فلسطینیوں اور کنعانیوں کے علاوہ تھوتمس نے شام کے آرامیوں اور اموریوں کو بھی اپنا نشانہ بنایا یہاں تک کہ اس نے ارضِ شام کے اہم شہر کادیش[4] کو بھی فتح کر کے اس پر قبضہ کر لیا۔ ان اقوام پر تھوتمس نے پندرہ بار یلغار کی[5] اور جو مال و اموال اسے لوٹ سے ملا اس سے اس نے مصر کے اندر ان گنت کام کیے۔

لوٹ کے اس مال سے آمون دیوتا کے پجاریوں کو بھی بہت کچھ ملا۔ اس کے علاوہ کارنک کے

۱۔ مصری تاریخ کے مطابق تھوتمس نے کوہستانِ کارمل کا ہی راستہ اختیار کیا تھا۔

۲۔ مسٹر سوہن نے اس کا یہی نام لکھا ہے۔

۳۔ کنعانیوں کا قدیم شہر۔

۴۔ شام کی سرزمین میں یہ شہر آخری حد پہ تھا جس پر تھوتمس نے قبضہ کیا۔ (تاریخ مصر)

۵۔ تاریخ مصر

مقام پر آمون دیوتا کا ایک بہت بڑا معبد تعمیر کیا گیا۔ اس مال و دولت کا کچھ حصہ تجارت اور تھیبس شہر پر بھی خرچ کیا گیا۔ یوں تجارت میں ترقی ہوئی اور دوسری طرف تھیبس شہر نئی عمارتیں بننے سے بڑا اور خوبصورت تر شہر بن گیا۔

تھوتمس نے جو جو علاقے فتح کیے انہیں ان کے اصل حکمرانوں کے تحت ہی رہنے دیا تاہم اس نے سارے مفتوحہ علاقوں پر خراج کی رقم مقرر کر دی اور یہ رقم ہر سال باقاعدگی سے اُسے مل جاتی تھی۔ خراج کی اس رقم اور مفتوحہ علاقوں کو اپنی گرفت میں رکھنے کے لیے اس نے دو اہم کام اور کیے۔

ایک یہ کہ ان علاقوں کے اندر اس نے اپنی فوجی چھاؤنیاں بنائیں۔ ان چھاؤنیوں میں اس کے جو لشکری رہتے تھے وہ اسے خراج وصول کر کے بھیجتے تھے۔

دوسرا اہم کام اس نے یہ کیا کہ فلسطینی، کنعانی اور شامی بادشاہوں کے بیٹے وہ اپنے ساتھ مصر لے گیا اور وہاں تھیبس میں اس نے ان کی تربیت شروع کر دی۔ انہیں سب سے بڑی ترغیب مصری حکومت کا مطیع و فرمانبردار رہنے کی دی جاتی تھی اور سرکشی و بغاوت کرنے کی ممانعت کی جاتی تھی۔ پھر جب ان مفتوحہ علاقوں میں سے کسی علاقے کا بادشاہ مر جاتا تو مصر میں تربیت پانے والے اس کے بیٹے کی شادی کسی بے حد حسین مصری لڑکی سے کر کے اسے اس کے علاقے کا بادشاہ بنا دیا جاتا۔

اس طرح ایک تو مصر میں حاصل شدہ تربیت اور دوسرے اپنی مصری بیوی کی وجہ سے یہ نئے بادشاہ مصر کے خلاف بغاوت نہ کرتے اور مصریوں کو خراج کی رقم باقاعدگی سے ملتی رہتی۔

تھوتمس چند برسوں کے بعد انتقال کر گیا لیکن مفتوحہ علاقوں میں مصریوں کی فوجی چھاؤنیوں، اور ان علاقوں کے شہزادوں کی طرف سے مصریوں کو ان علاقوں سے برابر خراج وصول ہوتا رہا۔ اس کے بعد آمون ہوتپ سوئم مصر کا بادشاہ بنا۔ اس نے تھوتمس جیسی فتوحات تو حاصل نہ کیں تاہم اس نے حکومت کا کاروبار بڑی کامیابی سے چلایا۔ اس کی اس کامیابی میں اس کی بیوی طیبہ[3] کا بڑا عمل دخل

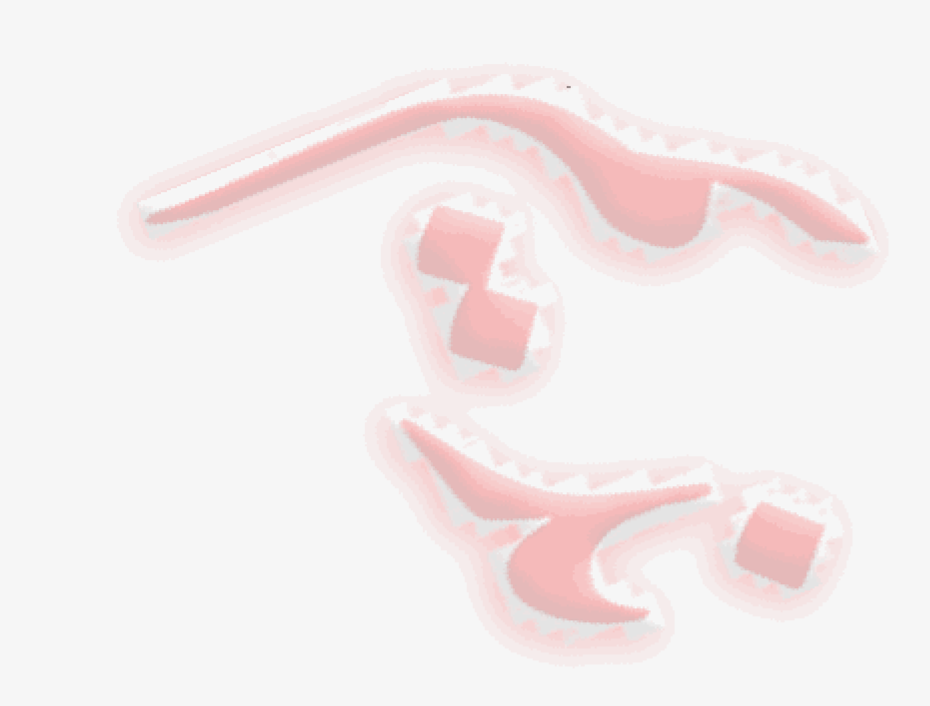
۱۔ مسٹر سوہن نے ان واقعات کو یونہی تحریر کیا ہے: مصر کی قدیم تاریخ

۲۔ ماخوذ از: THE ANCIENT WORLD

۳۔ برلن کے عجائب گھر میں طیبہ کا مجسمہ محفوظ ہے۔

تھارطیبہ ایک بجاری کی بیٹی تھی لیکن انتہائی ذہین تھی۔ اس نے اپنے شوہر آمون ہوتپ سوئم کو جنگوں کے بجائے دوسرے ملکوں کے ساتھ تجارتی تعلقات بڑھانے کی طرف راغب کیا اور انہی تعلقات کے نتیجے میں بابلی ¹ اور متانی سلطنت کی شہزادیوں کے ساتھ بھی اس نے شادیاں کیں۔ اپنی بیوی کی مدد سے مصر میں کامیابی کے ساتھ حکومت کرنے کے بعد آمون ہوتپ سوئم جب مرگیا تو اس کا بیٹا آمون ہوتپ چہارم مصر کا بادشاہ بنا۔

○



۱۔ تاریخ مصر

یوناف نے اپنی رہائش فلسطینیوں کے مرکزی شہر دجون کی سرائے ہی میں رکھی ہوئی تھی۔ وہ دنیا کے بکھیڑوں سے الگ تھلگ گوشہ گیری کی پرسکون زندگی بسر کررہا تھا تاہم وہ نیکی کا ہر وہ کام کرگزرنے کی کوشش کرتا جو اس کے بس میں ہوتا اس لیے کہ نیکی کا پھیلاؤ اور بدی کے خلاف جہاد ہی اس کی زندگی کا مقصد تھا۔

کچھ عرصہ تک گوشہ گیر اور گمنام رہنے کے بعد آخر یوناف نے دجون شہر میں ایک انقلابی قدم اٹھایا۔

دجون دیوتا کے معبد سے ملحق جس سرائے میں وہ رہتا تھا اس کے سامنے اس نے ایک عمارت خریدی۔ اس عمارت کے اندر اس نے طرح طرح کی اجناس اور خوراک کے طور پر استعمال ہونے والی اشیا جمع کیں۔ اس کے بعد اس نے دجون کے چند مفلس مگر شریف نوجوانوں کو اس عمارت میں جمع کیا اور ان کے اور ان کے اہل خانہ کے سارے اخراجات اپنے ذمے لے لیے۔

ان جوانوں کو ہر روز عمارت میں جمع کرکے وہ انہیں بتوں کے خلاف اور خدا کی وحدانیت کے متعلق تبلیغ کرتا۔ اس طرح چند ہی ماہ میں اس نے دجون شہر میں نوجوانوں کا ایک ایسا گروہ تیار کرلیا جو دل سے متنفر ہوکر دین ابراہیمی کے مطابق ایک خدا کی بندگی اور عبادت کرنے لگا۔

اس کے بعد یوناف نے شہر سے باہر ایک وسیع قطعہ اراضی خرید کر ان جوانوں کے نام کر دیا اور انہیں کے ذمے یہ کام لگا دیا کہ اس زمین پر کاشت کرکے فصل اگائیں۔ فصل میں سے اپنی

ضرورت کے مطابق رکھ لیں اور فالتو اس عمارت میں جمع کر دیا کریں۔

جب یہ کام چل نکلا تو یوناف نے سرائے چھوڑ کر اس عمارت میں ہی رہائش اختیار کر لی۔

اب یوناف کے کہنے پر ان جوانوں نے جو اراضی پر محنت کر کے اس عمارت میں اناج جمع کرتے تھے، یہ اعلان کر دیا کہ دجون کا ہر مفلس اور غریب شخص وہاں آ کر مفت غلہ اپنی ضرورت کے مطابق حاصل کرے۔ اور یہ کہ جو کم حیثیت اور نادار لوگ دجون کی طرف آئیں اور مسافر ہوں وہ اس عمارت میں مفت رہائش اختیار کریں۔

یوناف صدیوں سے اکیلا رہتا چلا آ رہا تھا اور اس اکیلے پن کی زندگی سے وہ بیزاری سی محسوس کرنے لگا تھا لہٰذا وہ یہ خواہش کرنے لگا تھا کہ وہ بھی ایسی زندگی بسر کرے جیسی دوسرے لوگ اپنے عزیز و اقارب کے ساتھ بسر کرتے ہیں۔ یہ کام کر کے ایک حد تک اس کی یہ خواہش پوری ہو گئی تھی کیونکہ جب مسافر اور غریب الوطن لوگ اس عمارت میں آ کر رہتے تھے اور ضرورت مند لوگ اپنی ضرورت کا غلہ حاصل کرنے آتے تھے تو ان کے باعث عمارت میں چہل پہل اور رونق ہو جاتی تھی اور یوناف سکون سا محسوس کرنے لگتا تھا۔ اس طرح وہ دجون شہر کے اندر ایک مصروف اور خوشگوار زندگی بسر کرنے لگا۔

○

عارب، بیوسا اور رنبیطہ کنعانیوں کے مرکزی شہر تارژ میں بعل دیوتا کے معبد میں پُرسکون زندگی بسر کر رہے تھے۔ بعل دیوتا کے بڑے پجاری یوساطہ نے معبد کے احاطے میں اپنے لیے بننے والی نئی عمارت ان تینوں کے حوالے کر دی تھی۔ اس عمارت میں انہیں ہر آسائش حاصل تھی اور وہ تینوں خوش اور مطمئن تھے۔

جاڑے کی ایک سرد رات کو عارب، بیوسا اور رنبیطہ شام کے بعد آتشدان کے پاس بیٹھے تھے کہ عزازیل نمودار ہوا۔ وہ تینوں اس کی تعظیم کو اٹھ کھڑے ہوئے۔

عزازیل نے بڑی شفقت سے ان تینوں کی طرف دیکھا اور کہا: "اے رفیقانِ من! بیٹھو۔ میں ایک اہم کام کے سلسلے میں تم تینوں سے گفتگو کرنے آیا ہوں اور ہاں میرے عزیزو! اصل بات کرنے سے پہلے میں تم تینوں پر تمہارے پرانے رفیق یافان اور قدیم رقیب، یوناف کے متعلق بھی ذرا انکشاف کر دوں۔

سنو میرے دائمی رفیقو! یوناف ان دنوں فلسطینی قوم کے مرکزی شہر دجون میں رہ رہا ہے۔ وہاں اس نے نیکی کی تشہیر کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے۔ وہ یوں کہ اس نے دجون دیوتا کے معبد کے قریب ایک عمارت خرید رکھی ہے۔ وہاں وہ مفلس اور نادار ضرورتمندوں کے لیے مفت اناج اور دیگر ضروریات کا بندوبست کرتا ہے۔ اس کے علاوہ اس نے اس عمارت میں غریب الوطن اور مسافر لوگوں کے لیے رہنے اور رات بسر کرنے کا مفت انتظام کر رکھا ہے اور ساتھ ہی ساتھ وہ اس عمارت کے اندر ٹھہرنے والوں کو وحدانیت کی تبلیغ بھی کرتا ہے اور لوگوں کو دینِ ابراہیمی پر عمل کرنے کی تلقین کرتا ہے لیکن یوناف کا یہ نیکی پھیلانے کا یہ سلسلہ میں زیادہ دیر تک چلنے نہیں دوں گا کیونکہ میں نے اپنے ایک ساتھی تبر کو دجون کے اندر یوناف کے خلاف سرگرم کر رکھا ہے۔ میرا یہ ساتھی وہاں دو اہم کام کرے گا۔ اول یہ کہ وہ دجون دیوتا کے پجاریوں کو یوناف کے خلاف بھڑکائے گا کہ یوناف وحدانیت کا درس دے کر لوگوں کو دجون دیوتا سے منحرف کر رہا ہے۔

دوسرا کام وہ یہ کرے گا کہ دجون شہر میں جس قدر سرائیں ہیں وہ انہیں یہ کہہ کر یوناف کی طرف سے بدگمان کرنے کی کوشش کرے گا کہ جب مسافر اور غریب الوطن لوگ یوناف کی خریدی ہوئی عمارت کے اندر مفت رہیں گے تو ان کی آمدنی میں فرق پڑے گا اور پھر ایک روز ایسا آئے گا کہ دجون شہر میں کوئی بھی مسافر کسی سرائے میں قیام نہ کرے گا۔ اس طرح پجاریوں اور سرائے کے مالکوں کو بھڑکا کر فلسطینیوں کے ذہن میں یوناف کے خلاف نفرت پیدا کرنے کی کوشش کی جائے گی اور تم تینوں دیکھنا کہ ایک روز دجون کا بادشاہ یوناف کو شہر چھوڑنے کا حکم دے گا اور جب ایسا ہو گا تو پھر یوناف نیکی کی تشہیر نہ کر سکے گا اور اے میرے عزیزو! نیکی کی سرکوبی اور بدی و گناہ کا پھیلاؤ ہمارا مدعا اور بنیادی نکتہ ہے۔"

عزازیل خاموش ہوا تو عارب نے اسے مخاطب کرتے ہوئے پوچھا: "اے آقا! یوناف وہاں رہ کر ہمارے خلاف حرکت میں آنے کی کوشش تو نہیں کر رہا اور یہاں تارژ شہر میں رہتے ہوئے ہمیں اس سے کوئی خطرہ تو نہیں۔"

عزازیل نے ذرا سے تفکر کے بعد جواب دیا: "ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ یوناف کے ارادے کیا ہیں، بہرحال یہ بات طے ہے کہ ایک نہ ایک روز یوناف اپنا انتقام لینے کی خاطر تم لوگوں کا تعاقب ضرور کرے گا کیونکہ آہنی پنجرے میں بند کر کے تم نے اسے جو اذیت دی تھی وہ بہر طور اس کا کوئی نہ کوئی

ردِعمل تو ظاہر کرے گا لیکن تمہیں اس کے انتقام سے فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں تم سب کے ساتھ ہوں اور اس کے خلاف تمہاری پوری پوری مدد کرتا رہوں گا۔ مجھے قوی امید ہے کہ میری موجودگی میں وہ تم تینوں میں سے کسی کو بھی اذیت اور کرب کا شکار نہ کر سکے گا۔"

اس بار بیوسا نے فکرمندی سے پوچھا: "اور اے آقا! اس برتن کا کیا ہوا جس کے اندر آپ نے ابلیکا کو محصور کیا تھا اور جو ہم نے ہندوستان کے شہر بھارت میں اوشا دیوی کے مندر سے باہر پیپل کے ایک درخت تلے دفن کیا تھا۔"

عزازیل نے ایک ہولناک اور مکروہ قہقہہ لگایا۔ پھر اس نے خوش کن انداز میں بیوسا کی طرف دیکھا اور بولا: "اے بیوسا، میری عزیزہ! یوناف ابلیکا کا پتہ نہیں چلا سکا کہ وہ کہاں ہے۔ لہٰذا وہ اسے ہمارے حصار سے نکال کر آزاد نہیں کر سکا۔ اس لیے ابلیکا ابھی تک اوشا دیوی کے مندر کے باہر پیپل تلے دفن ہے۔"

اس بار بنیطہ بولی: "اے آقا! یہ انکشاف اور حقیقت ہمارے حق میں بہتر اور سودمند ہے کہ ابلیکا آپ ہی کے حصار میں اسیر ہے اور اگر وہ ان حالات میں یوناف کے ساتھ ہوتی تو ضرور یوناف کے ساتھ مل کر ہمارے لیے کوئی طوفانی مصیبت کھڑی کرتی۔ اس لیے ابلیکا کا محصور اور اسیر رہنا ہی ہمارے لیے سودمند ہے۔"

عزازیل نے پھر کہا: "یہ حال تو یوناف کا ہے۔ اب تم تینوں یافان کی سنو۔ اس نے سمرنا نام کے ایک غیر آباد، سنسان مگر انتہائی خوبصورت اور دلکش جزیرے کو آباد کرنا شروع کر دیا ہے۔ اپنی نیلی دھند کی قوتوں سے کام لے کر اس نے سب سے پہلے اس جزیرے میں ایک بہترین محل تیار کیا ہے۔ پھر اس میں بہترین اور دنیا کی حسین ترین لڑکیوں کو جمع کیا جو اس محل کی دیکھ بھال کے علاوہ اس کی مصاحبت میں رہتی ہیں۔ پھر اس جزیرے میں کاشت کاروں کو جمع کیا گیا جو وہاں زمین کاشت کر کے فصلیں اگا رہے ہیں۔ ان کاشت کاروں کے رہنے کا بھی عمدہ انتظام کیا گیا ہے اور یہ کاشتکار اپنے اہلِ خانہ کے ساتھ وہاں رہتے ہیں۔ اس کے علاوہ وہاں یافان نے ایک خوبصورت شہر تعمیر کرایا ہے۔ اب وہ اپنی نیلی دھند کی قوتوں کو کام میں لا کر لوگوں کو وہاں جمع کرے گا اور اپنے اس نو تعمیر شدہ شہر کو آباد کرے گا۔"

عارب نے عزازیل کی بات ختم ہونے پر پوچھا: "آپ نے یہاں آتے ہی کہا تھا کہ آپ ایک اہم کام کے سلسلے میں ہماری طرف آئے ہیں تو وہ کام کیا ہے؟"

جواب میں عزازیل مسکرایا اور بولا: "جس طرح یوناف نے دجون میں نیکیوں کی ابتدا کی ہے ایسے ہی تم تینوں ٹائر شہر میں گناہوں اور بدی کی ابتدا کر دو۔"

عارب نے مشورہ لینے کے انداز میں پوچھا: "اے آقا! ہم اس شہر میں بدی اور گناہ پھیلانے کے لیے کیسی اور کس قسم کی ابتدا کریں۔ کیا آپ اس سلسلے میں ہماری راہنمائی نہ کریں گے۔"

عزازیل عارب کی اس گفتگو پر خوش ہوا۔ پھر اس نے ان تینوں کو مشورہ دیا: "دیکھو میرے عزیزو! یہاں ٹائر شہر میں رہتے ہوئے اگر تم ایک کام کر لو تو سمجھ لو کہ اس شہر میں تم لوگوں نے بدی، گناہ، شرک و معصیت کے ڈھیر لگا دیے۔ اگر تم اس کام میں کامیاب ہو گئے تو اس کے گھناؤنے اور شرک آلودہ اثرات صدیوں پر محیط ہو کر رہ جائیں گے اور میں سمجھوں گا کہ یہاں رہ کر تم تینوں نے میری عمدہ اور بہترین خدمت کی ہے۔"

بیوسا نے چونک کر پوچھا: "اے آقا! وہ کون سا کام ہے؟"

عزازیل نے تبلیغ کرنے کے انداز میں عارب، بیوسا اور بنیطہ کو مخاطب کر کے کہا: "اے میرے عزیزو! سنو۔ تم جانتے ہو کہ کنعانی بعل دیوتا کو اپنا سب سے بڑا دیوتا مانتے ہیں اور اس سے انہوں نے کئی مافوق الفطرت رسمیں وابستہ کر رکھی ہیں۔ تم تینوں کوشش کر کے ان کی مذہبی رسومات میں ایک اور کا اضافہ کر دو۔ وہ اس طرح کہ جس دن یہ بعل دیوتا کا میلہ کرتے ہیں خوب شراب پیتے اور خوشی مناتے ہیں۔ اس روز اگر یہ بعل دیوتا کی خوشی کے لیے انسانی بچے کی قربانی دینا شروع کر دیں تو سمجھو تم نے میری بہترین خدمت کی ہے۔ ایک بار اگر بچے کی قربانی کی یہ رسم چل نکلی تو پھر یہ مستقل ہو جائے گی۔ یوں یہ لوگ مزید ہولناک قسم کے شرک میں مبتلا ہو جائیں گے اور یہی میری زندگی اور اس مہلت کا مقصد ہے جو اللہ نے قیامت تک کے لیے مجھے دے رکھی ہے۔"

عزازیل رکا پھر اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے اس نے کہا: "میں اب جاتا ہوں۔ چند ہفتوں تک کنعانی بعل دیوتا کے دن کی خوشی میں دور دور سے آ کر اس معبد میں جمع ہوں گے۔ یہ ان کی عید کا دن ہوتا ہے۔ اس روز بعل کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے طرح طرح کے نذرانے پیش کیے جاتے ہیں اور منتیں مانگی جاتی ہیں۔ اگر تم تینوں اپنی پوری جانفشانی کے ساتھ حرکت میں آ جاؤ تو ان لوگوں میں انسانی بچے کی قربانی کی رسم جاری کر سکتے ہو۔"

وہ تینوں بھی اپنی جگہ پر کھڑے ہو گئے۔ پھر عارب نے عزازیل کی تسلی و اطمینان کی خاطر جواب دیا: "اے مہربان آقا! آپ بے فکر ہو کر جائیے۔ میں آج ہی سے اپنا کام شروع کر دوں گا اور آپ دیکھیں گے

کہ بعل دیوتا اس آنے والے دن ہی کو یہ قوم انسانی بچے کو بعل دیوتا کے لیے قربان کرنے کی رسم میں مبتلا ہو جائے گی۔ پھر آپ کی خواہش و آرزو کے مطابق یہ رسم اس قوم کے اندر صدیوں تک جاری رہے گی۔"

عزازیل وہاں سے غائب ہو گیا۔

عارب کمرے سے باہر آیا اور زور زور سے پکارنے لگا: "تموز! تموز! تم کہاں ہو۔"

ایک بار پھر اس نے تموز کو بلند آواز سے پکارا۔ جواب میں پجاریوں کے کمروں کی طرف سے تموز بھاگتا ہوا آیا اور عارب کے سامنے آ کر رکتے ہوئے بولا:

"کیا آپ نے مجھے بلایا ہے۔"

بغیر کسی تمہید کے تحکمانہ انداز میں عارب نے کہا: "بھاگ کر جاؤ اور اپنے بڑے پجاری یوساط کو بلا کر لاؤ۔ مجھے اس سے بے حد ضروری بات کرنی ہے۔"

تموز نے جواب میں کچھ نہ کہا اور تیزی سے بھاگتا ہوا یوساط کی رہائش گاہ کی طرف چلا گیا۔ عارب وہیں رک کر یوساط کا انتظار کرنے لگا۔

تھوڑی دیر بعد یوساط تموز کے ساتھ وہاں آ گیا۔ عارب نے بڑی اپنائیت سے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا: "اے یوساط! مجھے آج تم سے ایک ایسی بات کہنی ہے جس میں تیری بھلائی زیادہ اور میرا فائدہ کم ہے۔ میں جو کچھ تم سے کہنا چاہتا ہوں اس میں کنعانی قوم کا بھی فائدہ ہے۔"

یوساط نے مؤدب ہو کر کہا:

"آپ کہیں۔ کیا کہنا چاہتے ہیں۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ آپ جو کہیں گے میں کروں گا کیونکہ میں یہ جانتا ہوں کہ آپ فوق البشری قوتوں کے مالک ہیں اور میں آپ کی کسی خواہش کا ارتداد نہیں کر سکتا۔"

عارب نے تموز سے کہا: "تموز! تم اپنے کمرے میں جاؤ۔ تمہارا کام ختم ہوا۔"

تموز جب چاپ وہاں سے چلا گیا تو عارب یوساط کا ہاتھ پکڑ کر اندر لایا اور اسے بیوسا اور بنیطہ کے ساتھ آتشدان کے قریب لا بٹھایا۔

اس کے بعد عارب نے یوساط کی کرخت تنہائی اور بھرپور ہمدردی کے لہجے میں اس سے کہا:

"اے یوساط! میں نے تمہیں یہ کہنے کے لیے بلایا ہے کہ تم بعل دیوتا کے لیے انسانی بچوں کی قربانی شروع کر دو۔ یہ قربانی بعل دیوتا کے اب آنے والے دن سے شروع ہو جانی چاہیے۔"

یوساط چند لمحوں تک گردن کو جھکائے گہرے تفکرات میں ڈوبا رہا۔ پھر گہری نگاہوں سے اس نے عارب کی طرف دیکھا اور اپنا اندازِ تخاطب بدلتے ہوئے کسی قدر اپنائیت سے پوچھا: "اے عارب! تم جانو یہ ایک انتہائی مشکل اور دشوار کام ہے۔ میں کیسے اور کیونکر قومِ کنعان کو بعل دیوتا کے لیے انسانی بچوں کی قربانی دینے پہ آمادہ و مجبور کر سکوں گا۔"

جواب میں عارب مسکرایا اور یوساط کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے اس نے اسے تسلی اور ڈھارس دی: "لوگوں کو بعل دیوتا کے لیے انسانی بچوں کی قربانی پہ مائل اور آمادہ کرنے کا طریقہ تمہیں میں سمجھا دوں گا۔"

یوساط خوش ہو گیا:

"اگر ایسا ہے تو اے عارب! میں تمہاری مرضی اور خواہش کے مطابق یہ کام کر گزروں گا۔ بس تم مجھے یہ سمجھا دو کہ اس کام کی تکمیل کے لیے مجھے کیا طریقہ کار اپنانا ہو گا۔ اس کے بعد سارے کام میں خود ہی کروں گا۔"

یوساط کے خاموش ہونے پر عارب نے پوچھا: "پہلے یہ کہو کہ بعل دیوتا کا جو بت اس معبد میں پڑا ہے اس کا وزن کس قدر ہو گا۔ کتنے آدمی مل کر اسے حرکت میں لا سکتے ہیں یا اس کا رخ بدل سکتے ہیں؟"

یوساط بلا توقف بولا:

"اے عارب! بعل کا یہ بت ایک بہت بڑی سرخ چٹان کو تراش کر بنایا گیا ہے۔ پر میرا اپنا اندازہ یہ ہے کہ اسے حرکت میں لانے یا اس کا رخ بدلنے کے لیے کم از کم پچاس تنومند نوجوان درکار ہوں گے۔"

اپنی نشست پر پہلو بدلتے ہوئے عارب بولا: "تو سنو یوساط! ایسا ہے کہ میں اپنی مخفی قوتوں کو استعمال میں لا کر بعل کا رخ الٹی سمت میں یعنی دیوار کی طرف کر دوں گا جیسے وہ لوگوں سے ناراض اور خفا ہو۔ اس دوران تم لوگوں سے یہ کہنا شروع کر دینا کہ میں نے ایک بھیانک خواب دیکھا ہے جس میں مجھے حکم دیا گیا ہے کہ بعل دیوتا قومِ کنعان سے ناراض ہے اور وہ ہر سال قوم سے بچوں کی قربانی مانگتا ہے۔

پھر اے یوساط! تم دیکھنا کیسے تمہاری قوم اس قربانی پہ آمادہ ہو جاتی ہے اور جب لوگ بعل کا بت سیدھا کرنے آئیں گے تو میں اس کا رخ پھر بدل دوں گا۔ یہ دیکھ کر وہ فی الفور قربانی دینے پر آمادہ ہو جائیں گے۔"

یوساط، عارب کا طریقہ کار سن کر خوش ہو گیا:

"اے عارب! یہ طریقہ واقعی معتبر اور آمادہ کرنے والا ہے۔ اس پر عمل کر کے ہم یقیناً بعل کے لیے انسانی بچوں کی قربانی پر لوگوں کو مائل کر سکتے ہیں۔"

عارب اس بار فیصلہ کن لہجے میں بولا: "اے یوساط اگر ایسا ہے تو پھر اب تم جاؤ اور کل صبح سے اپنے اس خواب کی تشہیر کرنا شروع کر دو اور آنے والی رات کے پچھلے پہر میں بعل کے بت کا رخ بدل دوں گا۔ کل کا دن میں تمہارے ساتھ ہی معبد میں رہوں گا اور جو بھی حالات وہاں پیش آئیں گے ان سے میں نمٹتا رہوں گا۔"

یوساط وہاں سے رخصت ہو گیا۔

عارب کے چہرے پر اپنی فتح، کامیابی اور آثار نمایاں تھے جبکہ بیوسا اور بنیطہ بھی اپنی جگہ مطمئن اور خوش تھیں۔

○

دوسرے روز صبح سویرے سے ہی یوساط نے اپنے خواب کی تشہیر شروع کر دی جبکہ رات کے پچھلے پہر میں عارب نے بعل دیوتا کا رخ بھی بدل کر دیوار کی طرف کر دیا۔ دوسرے دن جب معبد میں آنے والوں نے دیکھا کہ بعل دیوتا ناراضگی کے انداز میں ان کی طرف پیٹھ کیے کھڑا ہے تو انہیں یوساط کے خواب میں حقیقت محسوس ہونے لگی۔

یہ معاملہ دیکھ کر شہر کے حکام اور قوم کنعان کا بادشاہ بھی معبد میں جمع ہوئے۔ انہوں نے یوساط کا خواب سنا اور بعل دیوتا کا بدلا ہوا رخ بھی دیکھا۔ عارب، بیوسا اور بنیطہ بھی وہیں موجود تھے کوئی فیصلہ کرنے سے قبل بہت سے جوانوں نے مل کر بعل کے بت کو سیدھا کیا لیکن جونہی وہ ایسا کر کے پیچھے ہٹے عارب[1] نے اپنی سری قوتوں کو کام میں لا کر پھر اس کا رخ تبدیل کر دیا۔

1۔ اس دیوتا کی کنعانیوں، موآبیوں اور دریانیوں میں زور و شور سے پرستش کی جاتی تھی۔ بعد میں اسرائیلی بھی اس کی پرستش کرنے لگے۔ موجودہ شہر بعلبک اسی بعل دیوتا کے نام پر ہے۔

قوم کنعان[1] کے بادشاہ، حکام اور لوگوں نے جب اپنی آنکھوں سے بعل کو اپنا رخ تبدیل کرتے دیکھا تو وہ بے حد متاثر ہوئے۔ بادشاہ کے حکم پر پھر بت کو سیدھا کیا گیا لیکن عارب نے پھر حرکت کی اور سب لوگوں کی موجودگی میں بعل کا بت پھر اپنا رخ دیوار کی طرف پھیرنے لگا۔ لوگ اس بار بار کی تبدیلی پر حیران و پریشان ہو رہے تھے۔ اپنے یقین کو پکا اور پختہ کرنے کی خاطر کنعانیوں کے بادشاہ نے کئی بار بعل دیوتا کے بت کو سیدھا کرایا اور ہر بار عارب اس کا رخ تبدیل کرتا رہا۔

یہ دیکھ کر بادشاہ اور حاکموں کو یقین آ گیا کہ بڑے پجاری یوساط کا خواب سچا اور حقیقت پر مبنی ہے۔

ان حالات کے تحت بادشاہ نے اعلان کر دیا کہ بعل دیوتا کی خوشی اور رضامندی حاصل کرنے کے لیے ہر سال بعل کے میلے والے دن انسانی بچے[1] کی قربانی دی جایا کرے گی۔ اس اعلان پر ہر کوئی خوشی کا اظہار کر رہا تھا۔

یہ فیصلہ ہونے کے بعد جب سب لوگ اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے تو یوساط کے پیچھے پیچھے عارب، بیوسا اور بنیطہ بھی معبد سے باہر نکلے۔ تھوڑا سا آگے جا کر عارب نے یوساط کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور بڑی رازداری کے ساتھ اس نے یوساط سے پوچھا: "اے یوساط! یہ سارا معاملہ کیسا رہا؟"

یوساط خوش تھا:

"اے عارب! تم نے تو میری ساری مشکل ہی آسان کر دی۔ تم نے تو لوگوں کے سامنے ایک عجوبہ کر دکھایا جسے دیکھ کر ہمارے بادشاہ نے بغیر کسی جھجکاہٹ کے بعل دیوتا کے لیے انسانی قربانی کا اعلان کر دیا۔ اے عارب! میں تیرا ممنون ہوں کیونکہ میں نے سوچ لیا ہے کہ اب بعل دیوتا کے لیے اس قربانی کے باعث ارضِ کنعان میں بعل دیوتا کے پجاریوں کی عزت و اہمیت میں بے حد اضافہ ہو جائے گا۔"

یوساط کی بات کاٹتے ہوئے اور اس کی معلومات میں اضافے کی خاطر عارب بولا: "اے یوساط! ایسا بھی ہو گا کہ بڑے بڑے گھرانوں کے لوگ اب اپنے بچوں کی قربانی سے بچنے کے لیے تمہاری طرف

1۔ بعل دیوتا کے لیے اس انسانی قربانی اور اس سے ملتی جلتی دیگر رسومات کے خلاف الیاسؑ نے جہاد کیا تھا۔

رجوع کیا کریں گے۔ ہر کوئی اس سے بچنے کے لیے تیری منت کرنے پر مجبور ہوگا تو اے یوناط! کیا اس طرح میں نے تیری قدر و منزلت میں اضافہ نہیں کر دیا۔"

یوساط نے خوشی سے اس کا ہاتھ دباتے ہوئے کہا:

"یقیناً تم نے ہمارے لیے بہت اہم کام کیا ہے اور اس کے لیے میں تمہارا تہہِ دل سے شکر گزار ہوں۔"

چونکہ پیچھے سے کچھ اور پجاری بھی تیزی سے چلتے ہوئے ان کے قریب آ گئے تھے لہٰذا عارب اور یوساط نے ذو معنی نگاہوں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا پھر یوساط دائیں طرف مڑ گیا جبکہ عارب، بیوسا اور بنیطرا اپنی رہائش گاہ کی طرف چل دیے۔

○

جزیرہ سرنا کے اندر یافان نے اپنے لیے بہترین محل تعمیر کر لیا تھا جس میں لبنان کی دیودار، ارض کنعان کا شیشہ اور انتہائی قیمتی اور خوبصورت پتھر استعمال کیا گیا تھا۔ اس کے علاوہ جزیرے کے اندر کھیتی باڑی بھی ہونے لگی تھی اور ایک خوبصورت شہر بھی تعمیر کر لیا گیا تھا اور جزیرے کے نام کی نسبت سے اس شہر کا نام بھی سرنا رکھا گیا۔

اب یافان کے سامنے اس شہر کو آباد کرنے کا مرحلہ کھڑا تھا۔

ایک روز یافان اپنے محل سے باہر سمندر کے کنارے ایک بلند چٹان کے اوپر کھڑا تھا۔ اس کے اردگرد ان گنت حسین و خوبصورت لڑکیاں کھڑی تھیں۔ یہ وہ لڑکیاں تھیں جنہیں اس کی مصاحبت اور اس کے محل کی دیکھ بھال کے لیے مختلف اقوام سے لا کر وہاں جمع کیا گیا تھا۔ یافان کے سامنے سمندر تک یافان کی نیلی دھند پھیلی ہوئی تھی۔ جبکہ اس کے پیچھے وہ لوگ کھڑے تھے جو کسان و صناع کی حیثیت سے سرنا میں آباد ہو چکے تھے۔

اچانک یافان نے دیکھا سمندر میں چند بڑے بڑے جہاز ان کے پاس سے گزرتے ہوئے شمال مشرق کی طرف جا رہے تھے۔ ان کے رخ سے پتہ چلتا تھا کہ وہ جزیرہ کریٹ سے جزیرہ روڈس کی طرف جا رہے تھے۔ ان جہازوں کو دیکھ کر یافان کے چہرے پہ ایک مکروہ اور عیارانہ مسکراہٹ بکھر گئی۔ پھر اس نے نیلی دھند کو مخاطب کر کے کہا: "اے میرے آتشی معمولو! اے میری شیطانی قوتو!! سمندر میں وہ سامنے جانے والے بحری جہازوں کی طرف جاؤ اور ان جہازوں کے ملاحوں کو مجبور کر دو کہ وہ اپنے جہازوں کو ہمارے جزیرے کی طرف لے آئیں لیکن صرف اس صورت میں کہ اگر ان کے اندر مسافر موجود ہوں تاکہ انہیں ہم اپنے اس شہر میں آباد کریں اور اگر یہ جہاز صرف سامان لے جا رہے ہوں تو ان سے کوئی تعرض نہ کرنا اور انہیں نکل جانے دینا، تاکہ وہ ملاح اپنے سامان کو منزل پر پہنچا دیں۔"

یافان کا یہ حکم سننے کے بعد دور دور تک پھیلی ہوئی نیلی دھند کچھ سمٹی۔ پھر نیلے سمندر کے اوپر بڑی تیزی سے حرکت کرتی ہوئی ان بحری جہازوں کی طرف بڑھی جو کریٹ سے روڈس کی طرف جا رہے تھے۔

ان جہازوں کے ملاح اور ان میں سوار لوگ مطمئن اور پُرسکون تھے اور انہیں خبر تک نہ تھی کہ تھوڑی دیر بعد ہی وہ ایک بہت بڑے حادثے سے دوچار ہونے والے ہیں۔ ان جہازوں کے قریب جا کر یافان کی وہ نیلی دھند کئی حصوں میں بٹ گئی اور پھر نیلی دھند کے وہ حصے مختلف جہازوں کی طرف بڑھنے لگے۔

دھند کا سب سے آگے والا حصہ بڑی تیزی سے اس بحری جہاز کی طرف بڑھا جو دوسرے جہازوں کی راہنمائی کرتا ہوا سب سے آگے جا رہا تھا۔ وہ نیلی دھند سیدھی جہاز کے ملاحوں کی طرف گئی۔ جونہی وہ دھند جہاز کے اندر پھیلی تو ملاح خوف و ہراس کے باعث چیخیں مارتے ہوئے ادھر ادھر چھپ کر اپنی جانیں بچانے کی کوشش کرنے لگے کیونکہ انہوں نے دیکھا کہ اس نیلی دھند کے اندر کریہہ اور ہولناک صورتوں والے ہیولے یوں لہرا رہے تھے جیسے کوئی مافوق الفطرت قوتیں رکھنے والا انسان خلاؤں کے اندر معلق ہو کر رہ گیا ہو۔

پھر ان ہیولوں میں سے ایک نے ملاحوں کو مخاطب کر کے چنگھاڑتی ہوئی آواز میں جہاز کے ملاحوں کو حکم دیا: "اپنے جہاز کا رخ جزیرہ سرنا کی طرف موڑ دو۔ اور یہ وہ جزیرہ ہے جو تمہارے دائیں ہاتھ تھوڑے فاصلے پر دکھائی دے رہا ہے۔"

ایک ملاح جو کچھ زیادہ جاتنمند اور غیر معمولی قوتِ برداشت رکھتا تھا، اس نے خوفزدہ لہجے میں پوچھ ہی لیا:

"تم لوگ کون ہو اور ہمیں کیوں جزیرہ سرنا کی طرف لے جانا چاہتے ہو؟"

دھند کے ہیولے نے جواباً کہا: "تمہیں اس سے کوئی غرض نہیں ہونی چاہیے۔ پھر بھی سن لو کہ

..... ہم لوگ اس جزیرے میں تم لوگوں کو آباد کریں گے۔"

ملاح بھر ہمت کر کے بولا:

"سب لوگ جانتے ہیں کہ وہ جزیرہ غیر آباد ہے۔ پھر وہاں تم لوگ کیسے اور کیونکر ہمیں آباد کرو گے۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ تم لوگ بد روحیں یا کوئی شیطانی قوت یا دھتکاری ہوئی آسیبی طاقتیں ہو اور ہمیں اس جزیرے میں لے جا کر ہم سے اپنی خونی پیاس بجھانا چاہتے ہو۔"

ہیولے نے اس بار قدرے نرمی سے کہا: "سرنا جزیرہ اب غیر آباد نہیں۔ اب اس جزیرے کا ایک حکمران ہے جس کا نام یافان ہے۔ ہم لوگ ماورائی قوتیں ہیں اور یافان کی مرضی اور خواہش کے مطابق ہم کام کرتے ہیں۔ جزیرے میں یافان کا بہترین محل تیار ہو چکا ہے جس میں ہر قوم کی حسین لڑکیاں کام کرتی ہیں۔ کسان اور صناع بھی اس جزیرے میں آباد ہو چکے ہیں اور اپنے پیشے کے مطابق مصروفِ کار ہیں۔ اب اس جزیرے میں سرنا نام کا شہر آباد ہے جس میں انسانوں کو آباد کرنا باقی رہ گیا ہے۔ سن رکھو! اس شہر کو ایسے ہی لوگوں سے آباد کیا جائے گا جو تمہاری طرح ان بحری جہازوں میں ایک سے دوسری جگہ جاتے ہیں۔ کیا تم لوگ ان مختلف جہازوں پر مختلف گروہ ہو یا تمہارا تعلق کسی ایک ہی گروہ سے ہے اور کیا تم لوگ کسی مسافرت پر ہو یا تمہیں کوئی مہم در پیش ہے؟"

اس ملاح نے کہا:

"یہ بحری جہاز سب ہمارے اپنے ہیں۔ ہم مچھیرے ہیں اور ہم سب کا تعلق ایک ہی قبیلے سے ہے۔ ہم لوگ دراصل ٹرائے شہر کے رہنے والے ہیں اور جزیرہ کریٹ میں آباد ہونے کے لیے گئے تھے مگر چونکہ ہم وہاں کامیاب نہیں رہے اس لیے وہاں سے اب روڈس کے راستے واپس ٹرائے کی طرف جا رہے ہیں۔"

نیلی دھند کے ہیولے نے ایک وحشت ناک قہقہہ لگایا اور فیصلہ کن انداز میں کہا: "اگر یہ بات ہے تو پھر تم لوگ ہی ہمارے حاکم یافان کے شہر سرنا میں آباد کیے جانے کے قابل ہو۔ دوسرے لفظوں میں سرنا شہر کو آباد کرنے کے لیے تم لوگ بے حد مناسب اور موزوں ہو کیونکہ تم لوگ کسی اچھی جگہ آباد ہونے کی کوشش میں ہو جبکہ ہم سرنا شہر کے خوش گوار ماحول میں کسی کو آباد کرنے کے متلاشی ہیں گویا تم بھی ضرورت مند ہو اور ہم بھی۔ لہٰذا اب جہازوں کا رخ سرنا کی طرف موڑ دو کہ تمہاری منزل اب ٹرائے نہیں، سرنا ہے۔"

اس جوان اور باہمت ملاح نے ایک بار پھر بے خوفی کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا:

"اگر ہم اپنے جہازوں کا رخ سرنا کی طرف نہ کریں، تب؟"

ہیولے نے کہا: "تب ہم تمہارے سارے جہازوں کے اندر جتنے بھی افراد ہیں سب کا خون کر کے واپس چلے جائیں گے۔"

اس ملاح نے کچھ سوچا پھر اس نے اپنے جہاز کا رخ جزیرہ سرنا کی طرف موڑ دیا۔ وہ دوسرے جہازوں کو بھی آواز دے کر ان کا رخ سرنا کی طرف موڑنا چاہتا تھا لیکن اس نے دیکھا ان جہازوں کے ملاحوں نے پہلے ہی جزیرہ سرنا کا رخ کر لیا تھا۔ شاید وہ نیلی دھند جو ان کے جہازوں کی طرف گئی تھی، اس دھند کے ہیولوں نے انہیں ایسا کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد سارے جہاز سمندر کے کنارے اس جگہ آ رکے جہاں یافان، لڑکیاں اور صناع و کسان کھڑے تھے۔

نیلی دھند کے ہیولوں کے مجبور کرنے پر جہازوں کے تمام لوگ اتر کر چٹان کے سامنے جمع ہو گئے۔ ان لوگوں میں عورتیں، مرد، لڑکیاں، بچے، بوڑھے، جوان سبھی شامل تھے۔ جب سب لوگ وہاں جمع ہو گئے تو یافان نے انہیں مخاطب کر کے کہا: "اے زندہ دل نو واردو! میرا نام یافان ہے اور میں اس جزیرے کا حاکم ہوں۔ اپنے کارکنوں اور ساتھیوں کے ساتھ مل کر ہم نے اس جزیرے کو خوب آباد کیا ہے۔ یہاں ضرورت کی ہر شے پیدا کی جا رہی ہے۔ تمہیں یہاں اس لیے لایا گیا ہے کہ تم اس نئے تعمیر شدہ شہر کو خوب آباد کرو۔ یہاں تم لوگوں کو ضرورت کی ہر شے اور آسائش میسر ہوگی۔ یہاں کوئی کسی پہ ظلم اور زیادتی نہ کرے گا۔ ہر ایک کے ساتھ انصاف ہوگا۔ یہاں کوئی بھی ضرورت کی کسی شے سے محروم نہ رہے گا۔ مجموعی طور پر یہ ایک ایسا مثالی جزیرہ ہوگا جس میں رہنے والے ہر لحاظ سے مطمئن اور پرسکون ہوں گے تاکہ اردگرد کی اقوام میں اس جزیرے کے انصاف و خوشحالی کی داستانیں بیان کی جائیں اور ہر کوئی اس جزیرے کے رہنے والوں اور اس کے حاکم کی تعریف و توصیف کرے۔"

"اے میرے نو وارد مہمانو! یہ تمہارے سامنے جو لوگ کھڑے ہیں یہ لوگ صناع اور کسان ہیں اور اپنے اپنے اہلِ خانہ کے ساتھ یہاں آباد ہو چکے ہیں۔ یہ لوگ ابھی تم کو وہ سامنے نئے تعمیر ہونے والے شہر سرنا کی طرف لے جائیں گے اور وہاں تم لوگوں کو آباد کریں گے۔ سنو۔ ہر خاندان کو ایک گھر مہیا کیا جائے گا۔ شروع میں ہر خاندان کو چھ ماہ کے لیے ضرورت کی ہر شے مہیا کی جائے گی۔ اس کے بعد لوگوں میں ان کے پیشے تقسیم کر کے انہیں اس کی تربیت بھی دی جائے گی۔ اس کے بعد لوگوں کو اپنے اپنے پیشے کے مطابق کام کر کے خود اپنی روزی کا سامان کرنا ہوگا۔"

یافان خاموش ہوا تو ایک بوڑھے نے پوچھا:

جو شرائط ہمیں بتائی گئی ہیں ان کے مطابق ہم یہاں آباد ہونے کو تیار ہیں لیکن اے مخاطب! گر تو اس جزیرے کا حاکم ہونے کا دعویٰ کرتا ہے پر تو نے اپنا چہرہ بلکہ سارا جسم یوں ڈھانپ رکھا ہے جیسے کسی اور کے لیے تیرا چہرہ، جسم یا تیری جھلک دیکھ لینا گناہ ہے۔"

"جب تم یوں ہی اپنے آپ کو یوں ڈھانک اور چھپا کر رکھو گے تو ہم کیسے یہ جانیں گے کہ تم کون ہو اور کیا پہچان ہوگی ہمارے پاس کہ کون ہمارا حاکم ہے۔"

بوڑھے کے اعتراض کے جواب میں یافان نے خاصی بلند آواز میں کہا: "اے میرے نووارد مہمانو! تم لوگوں کے لیے اسی قدر جاننا کافی ہے کہ میں یافان تم لوگوں کا صرف حاکم ہی نہیں محافظ بھی ہوں۔ ہر آفت مصیبت اور حملہ آور سے میں تمہاری حفاظت کروں گا۔ سنو! میرا اپنے آپ کو چھپا کر رکھنا ہی تم لوگوں کے لیے میرے حاکم ہونے کی نشانی ہے۔ میں تم لوگوں پر یہ انکشاف بھی کر دوں کہ بنیادی طور پر میں ایک ساحر ہوں۔ یہ نیلی دھند کے ہولناک ہیولے جو تم لوگوں کو بیچ سمندر سے یہاں لائے ہیں، سب میرے مطیع و فرمانبردار ہیں۔

سنو اے نووارد و! میرا چہرہ نہ دیکھنا ہی تم لوگوں کے لیے بہتری اور بھلائی ہے اور جو کوئی میرا چہرہ اور جسم دیکھنے کی جستجو میں پڑے گا وہ سخت نقصان میں رہے گا۔

سنو! مجھے غور سے سنو اور یہ بات اپنے ذہن میں بٹھا رکھو کہ میں نہ صرف ایک فوق البشر انسان ہوں بلکہ بے پناہ اور ہولناک قسم کی سری قوتوں کا مالک ہوں۔ یہ بھی سن رکھو کہ میں کھانے پینے اور دوسری انسانی ضروریات سے ماوراء ہوں۔ جو کوئی اس سے زیادہ میری جستجو میں پڑے گا وہ یقیناً اپنے آپ کو ہلاک کروائے گا۔ اب تم جاؤ اور اپنے اپنے گھر میں جا کر آباد ہو جاؤ۔"

وہاں کھڑے سب لوگ یافان کی اس گفتگو پر سہم سے گئے تھے۔ جواب میں کسی نے کچھ کہنے کی ہمت نہ کی۔ پھر وہاں کھڑے کسان اور صناع ان کو لے کر نو تعمیر شدہ شہر کی طرف چل پڑے۔

اس طرح یافان نے سرنا جزیرے کو آباد کرنا شروع کر دیا۔ اس کے پاس بحری جہازوں کی تعداد بھی بڑھتی گئی۔ لوگوں کو مختلف پیشوں پر لگا کر اس نے جزیرے کی خوش حالی میں خوب اضافہ کر دیا تھا۔ پھر اس نے کچھ حفاظتی دستے بھی مقرر کر دیے جن کے ذمے جزیرے کی دیکھ بھال اور وہاں کے لوگوں کی حفاظت تھی۔ اسی طرح سرنا آس پاس کے آباد جزیروں اور ملاحوں کے اندر آہستہ آہستہ شہرت حاصل کرنے لگا۔

○

آمون ہوتپ سوئم کے بعد اس کا بیٹا آمون ہوتپ چہارم مصر کا بادشاہ بنا۔ آمون ہوتپ سوئم کی بیوی اور آمون ہوتپ چہارم کی ماں طیبہ چونکہ رع دیوتا کے بڑے پجاری اتریکا کی بیٹی تھی اور کبھی خود بھی رع دیوتا کے معبد میں ایک پجارن رہی تھی[1] اور اس کا بڑا بھائی بھی رع کے معبد میں پجاری تھا لہٰذا طیبہ شروع ہی سے آمون کے بجائے رع دیوتا کی طرف مائل تھی اور اس کی ساری ہمدردیاں رع دیوتا کے لیے تھیں۔

طیبہ کی شادی کے کچھ ہی عرصہ بعد اس کا باپ مر گیا لہٰذا رع دیوتا کے معبد کا بڑا پجاری اتریکا کے بیٹے اور طیبہ کے بڑے بھائی کو بنایا گیا۔ طیبہ رع دیوتا سے ایسی رغبت اور محبت رکھتی تھی کہ جب اس کے ہاں اس کا بیٹا آمون ہوتپ چہارم پیدا ہوا تو اس نے اسے رع دیوتا کے معبد میں اپنے بھائی کے پاس بھیج دیا تاکہ اس کی پرورش[3] رع دیوتا کے پجاریوں کی نگرانی میں ہو اور آنے والے دور میں وہ آمون کے بجائے رع دیوتا کا معتقد بن کر رہے۔

لیکن جلد ہی طیبہ کا بڑا بھائی اور رع دیوتا کے معبد کا بڑا پجاری مر گیا اور اس کی جگہ آئی نام[4] کے ایک پجاری کو رع دیوتا کا بڑا پجاری بنایا گیا۔ لہٰذا طیبہ نے آمون ہوتپ چہارم کو آئی کے سپرد کر دیا۔

آمون ہوتپ چہارم اکثر آئی کے ہاں ہی رہتا تھا۔ آئی کی ایک بیٹی تھی نوفریتیتی[5]۔ اکٹھے رہنے کی وجہ سے یہ دونوں ایک دوسرے کو پسند کرنے لگے لہٰذا کمسنی ہی میں ان دونوں کی شادی کر دی گئی۔ آمون ہوتپ سوئم مر گیا اور اس کی جگہ آمون ہوتپ چہارم مصر کا بادشاہ بنا تو ایک بادشاہ کی حیثیت سے

۱۔ مشہور مورخ جوزف وارڈ تسلیم کرتا ہے کہ طیبہ شروع میں پجارن تھی۔
۲۔ ماخوذ از: THE ANCIENT WORLD
۳۔ مصری تاریخ سے ثابت ہے کہ آمون ہوتپ چہارم نے رع کے معبد میں پرورش پائی تھی۔
۴۔ تاریخِ مصر میں اس کا نام آئی ہی لکھا گیا ہے۔
۵۔ تاریخِ مصر

وہ مکمل طور پہ اپنی ماں کی نگرانی میں کام کرنے لگا۔

آمون ہوتپ چہارم کے بادشاہ بننے کے چند ہی روز بعد طیہ نے شاہی محل میں اسے اور اس کی بیوی نوفرتیت[1] یعنی مصر کی ملکہ کو اپنے کمرے میں بلایا۔

جب وہ دونوں طیہ کے کمرے میں آئے تو اس نے ان دونوں کو اپنے سامنے بٹھایا اور دونوں کو مخاطب کر کے کہا:

"اے نوفرتیت! تو جانتی ہے کہ آمون ہوتپ میرا اکلوتا بیٹا ہے اور ہم دونوں ماں بیٹا دیوانگی کی حد تک ایک دوسرے کو چاہتے ہیں۔ میں نے اپنے بیٹے کی خواہش پر اس کی شادی تم سے کر دی ہے۔ اب جبکہ تم مصر کی ملکہ اور میرے بیٹے کی بیوی ہو تو میری بھی بیٹی ہو اس لیے جو کچھ میں کہنے جا رہی ہوں اسے غور سے سننا۔

اے نوفرتیت! تو اچھی طرح جانتی ہے کہ میں اور میرا بیٹا دونوں ہی آمون کے بجائے رع دیوتا کے ماننے والے ہیں اور اب جبکہ میرا بیٹا مصر کا بادشاہ ہے اور میں اس کی واحد سرپرست ہوں تو میں چاہوں گی کہ مصر میں آمون کے بجائے رع کا بول بالا ہو اور یہ کہ اس کے بجائے رع ہمارا قومی دیوتا بنے۔"

طیہ رکے بغیر کہتی چلی گئی:

"اے نوفرتیت! میں جانتی ہوں کہ تم اور تمہارا باپ رع دیوتا کے معاملے میں میری اور آمون ہوتپ کی طرح کٹر نہیں ہو۔[2] اور یہ کہ تم دونوں باپ بیٹی رع کے ماننے والے تو ضرور ہو لیکن تم دونوں ہماری طرح آمون کی مخالفت کرنے والے بھی نہیں ہو لہٰذا آمون کے خلاف اور رع کے حق میں میرا بیٹا اور میں جو فیصلے کریں گے مجھے امید ہے تم ان پر کوئی اعتراض کرو گی نہ ان کے خلاف آواز بلند کرو گی۔ کیا میں تمہاری طرف سے ایسے رویے کی امید رکھوں؟"

1۔ نوفرتیت کا مجسمہ جرمنی برلن کے عجائب گھر میں محفوظ ہے۔ حال ہی میں قدیم آبادی شہر کی کھدائی کے دوران بھی اس کا ایک مجسمہ ملا ہے اور یہ دنیا کا حسین ترین مجسمہ مانا گیا ہے۔

2۔ مسٹر سوین بھی تسلیم کرتا ہے کہ نوفرتیت کا جھکاؤ رع کے علاوہ آمون دیوتا کی طرف بھی تھا۔ اس لیے زندگی کے آخری دور میں اسی جھکاؤ کی بنا پہ اس کے اخناتون کے ساتھ کچھ اختلافات بھی ہو گئے تھے۔

حسین نوفرتیت نے گہری مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا:

"اب جبکہ آپ میری ماں ہیں تو میں کیونکر آپ کی مخالفت کروں گی۔ آپ مطمئن رہیں میں ہر صورت حال میں آپ کا اتباع کروں گی۔"

طیہ نے آگے بڑھ کر نوفرتیت کو اپنے ساتھ لپٹا لیا اور اس کا منہ چوم لیا۔

"اے نوفرتیت! میری بیٹی!! مجھے تم سے ایسے ہی جواب کی توقع تھی۔"

اس موقع پہ آمون ہوتپ ان کی اس گفتگو پہ کھل کر مسکرا رہا تھا۔

تھوڑی دیر کی خاموشی کے بعد طیہ پھر بولی:

"اے آمون ہوتپ! اب جبکہ میں اپنی بیٹی نوفرتیت سے معاملہ طے کر چکی ہوں تو مصر کے بادشاہ کی حیثیت سے تم فوری طور پر تین انقلابی اور بڑے کام کرو گے:

پہلا کام تم یہ کرو گے کہ تم اپنا نام تبدیل کرو گے۔ تمہارا یہ نام ہم نے تمہارے باپ کی خواہش پر رکھا تھا کیونکہ اس کی ہمدردیاں آمون دیوتا کے ساتھ تھیں لہٰذا اس کی خاطر میں نے تمہارا یہ نام قبول کر لیا تھا لیکن تمہارے اس نام سے آمون دیوتا کی بو آتی ہے اس لیے کہ آمون ہوتپ کے معنی ہیں "آمون خوش ہوا"[1] یا "آمون کی تسکین ہوئی"۔ جبکہ ہم آمون کی خوشی چاہتے ہیں نہ تسکین۔ ہمارا اس دیوتا سے کوئی تعلق ہی نہیں۔ ہمارا سب کچھ تو رع دیوتا ہے۔"

"اے میرے بیٹے! رع دیوتا کا پرانا نام آتون[2] ہے جس کے معنی ہیں "سورج"۔ قدیم دور میں رع کی پرستش آتون کے نام سے ہی کی جاتی تھی۔ اب لوگ رع کے اس پرانے نام کو بھولتے جا رہے ہیں لیکن میں اس کے اس پرانے نام کو دوبارہ شہرت دے کر زندہ کروں گی لہٰذا اے میرے بیٹے! آج سے تمہارا نام آمون ہوتپ نہیں بلکہ اخناتون ہو گا میں اور نوفرتیت ابھی سے تمہیں اسی نام سے مخاطب کرنا شروع کر دیں گی جبکہ آج ہی سارے مصر کے اندر یہ اعلان کرا دیا جائے گا کہ مصر کے بادشاہ کا نام آمون ہوتپ نہیں اخناتون ہے۔ اے میرے بیٹے! اخناتون کے معنی ہیں "آتون دیوتا کی روح"[3]۔"

1۔ آمون ہوتپ کے یہ معنی مصر کی قدیم تاریخ سے حاصل کیے گئے ہیں۔

2۔ رع کا قدیم نام آتون ہی تھا: قدیم مصری تاریخ۔

3۔ مصر کی قدیم تاریخ میں اخناتون کے یہی معنی لکھے گئے ہیں۔

"اے اخناتون! میرے بیٹے: تمہارا دوسرا کام یہ ہوگا کہ تھبیس شہر میں آمون دیوتا کا جو بڑا معبد ہے اسے چھوڑ کر شہر میں جو اَن گنت آمون کے معبد ہیں، انہیں بند کر دیا جائے۔ تم جانتے ہو ان معبدوں میں اس قدر دولت ہے جس کا اندازہ ہی نہیں ہو سکتا۔ ان تمام معبدوں کو بند کرنے کے نتیجے میں تمہیں اس قدر دولت ہاتھ لگے گی کہ مصر کا خالی خزانہ بھر جائے گا بلکہ اس دولت کو رکھنے کے لیے نئی جگہ کا بندوبست کرنا پڑے گا۔ آمون دیوتا کے ان معبدوں کو بند کرنے کے بعد تھبیس شہر میں رع دیوتا کا ایک، ایسا عالی شان معبد تعمیر کرو کہ آمون دیوتا کی ساری شان و شوکت اس کے سامنے دب کر رہ جائے۔ اس طرح مصر کے لوگوں کے ذہنوں میں آمون کے مقابلے میں رع کی عظمت عیاں ہو جائے گی۔"

ذرا خاموش رہ کر طیبہ پھر بولی:

"اور اے میرے بیٹے اخناتون! تیرا تیسرا کام یہ ہوگا کہ تو مصر کے مرکزی شہر تھبیس کی مرکزیت کو ختم کر دے اور مصر کے لیے ایک نیا شہر تعمیر کر۔ اس نئے شہر کا نام آفارنہ ہوگا اور یہ نیا مرکزی شہر مصر کے قدیم مرکزی شہر ممفس اور تھبیس کے درمیان ہونا چاہیے۔ آفارنہ کے اندر اے میرے بیٹے! رع کے لیے ایک ایسا بڑا اور عظیم معبد تعمیر کرنا کہ مصر کے اندر پہلے کبھی ایسی شان کا معبد نہ بنا ہو۔ اس معبد کا نام اخناتون رکھنا۔ اخناتون کے معنی ہوں گے آتون کی مشفق۔

اور اے میرے بیٹے! جب تو یہ کام کر گزرے گا تو پھر تیرا نام مصر کے نامور بادشاہوں میں شامل ہو جائے گا اور آنے والی نسلیں تیری عظمت کی معترف ہوں گی۔ اب تم دونوں میاں بیوی جاؤ۔ میں نے جو کہنا تھا کہہ چکی۔ اب میں انتظار کروں گی کہ میں نے جو تین کام تجھ سے کہے ہیں تم کس قدر جلد ان کی تکمیل کرتے ہو۔"

اخناتون جواب تک خاموشی سے اپنی ماں کی گفتگو سن رہا تھا، اس نے اپنی گردن کو خم کیا اور انکساری سے بولا:

"اے ماں! آپ دیکھیں گی کہ میں کس قدر جلد آپ کے احکامات کی تعمیل کرتا ہوں۔" پھر وہ اپنی بیوی کے ہمراہ کمرے سے باہر نکل گیا۔

اپنی ماں کی ہدایات کے مطابق اخناتون بڑی تیزی سے حرکت میں آیا۔ سب سے پہلے اس نے

۱۔ ماخوذ از قدیم مصری تاریخ۔

امون کے بجائے آتون یعنی رع دیوتا کو مصر کا قومی دیوتا قرار دیا۔ پھر تھبیس شہر میں آمون دیوتا کے بڑے معبد کو چھوڑ کر باقی سب معبد بند کر دیے۔ اور ان سے حاصل ہونے والی بے شمار دولت قبضے میں لے لی۔

اس کے بعد تھبیس شہر میں اس نے رع دیوتا کا ایک عالی شان معبد تعمیر کروایا۔

ان کاموں سے فارغ ہونے کے بعد اس نے مصر کے قدیم مرکزی شہر ممفس اور موجودہ مرکزی شہر تھبیس کے درمیان دریائے نیل کے کنارے آفارنہ نام کا نیا شہر تعمیر کیا۔ اور اس شہر میں رع دیوتا کے لیے افارنہ کے نام کا معبد بھی تعمیر کر دیا۔ بعد میں یہ آمارنا شہر اسی اخناتون معبد کی نسبت سے اخناتون ہی مشہور ہو گیا اور لوگ اس شہر کو آمارنہ کے بجائے اخناتون ہی کہہ کر پکارنے لگے۔ جب اس شہر کی تعمیر مکمل ہو گئی اور اس کے اندر رع کا معبد بھی مکمل ہو گیا تو اخناتون نے مصر کا دارالحکومت تھبیس کے بجائے اس نئے شہر کو قرار دے دیا۔ اس طرح تھبیس شہر کی اہمیت پہلے سے کمتر ہو گئی۔

مصر کے بادشاہ تھوتمس نے اپنے دور میں شمالی ممالک پر لگاتار پندرہ بار یلغار کر کے فلسطینیوں کنعانیوں اور دمشق کے آموریوں کو اپنا مطیع و فرمانبردار بنا لیا تھا اور آموریوں کا شہر کادیش فتح کر کے وہاں تھوتمس نے اپنی فوجی چوکیاں بھی قائم کی تھیں اور ان مفتوحہ ممالک سے مصر کے لیے نقدی اور جنس کی صورت میں سالانہ خراج بھی ملتا تھا جو خاصی بڑی مالیت پر مبنی تھا اور جس کی مدد سے مصر میں تعمیرات کے کام کرنے کے علاوہ اس خراج سے آمون دیوتا کے معبدوں پر بھی بہت کچھ خرچ کیا جاتا تھا۔ تھوتمس کے دور میں متانی سلطنت کے عربوں کے ساتھ بھی مصریوں کا ایک معاہدہ بھی ہو گیا تھا جس کے تحت دونوں سلطنتوں نے یہ عہد کیا تھا کہ بیرونی حملے کی صورت میں وہ ایک دوسرے

۱۔ بعض مورخین کا خیال ہے کہ اخناتون نے جو نیا مرکزی شہر تعمیر کیا اس کا نام شروع میں اخناتون رکھا گیا تھا جبکہ آجکل یہ جگہ آکارنہ کے نام سے مشہور ہے۔ . . .
واللہ اعلم!

کی مدد کیا کریں گے۔ اور یہ کہ مصری یا متانی جب اپنی توسیع پسندی کی خاطر کسی طرف حملہ آور ہوا کریں گے تو دونوں اس سلسلے میں ایک دوسرے سے تعاون کیا کریں گے۔ لیکن اخناتون نے ان معاہدوں کی طرف کوئی دھیان نہ دیا نہ اس نے اپنی ان فوجی چوکیوں کی مضبوطی اور دیکھ بھال پر کوئی توجہ دی جو مفتوحہ اقوام سے خراج وصول کرنے کیلئے قائم کی تھیں۔

اخناتون[1] کی اس بے توجہی کا اثر یہ ہوا کہ ان اقوام سے مصر کو خراج ملنا بند ہو گیا۔ تاہم اس سے مصر کی معیشت پر کوئی اثر نہ پڑا کیونکہ اخناتون نے ان ہی مفتوحہ اقوام کے ساتھ تجارت بڑھا کر مصری معیشت کو مضبوط و مستحکم بنا دیا تھا۔ مفتوحہ علاقوں کی طرف اخناتون کی اس بے توجہی کا دوسرا بڑا اثر یہ ہوا کہ وہاں مصری فوجی چوکیاں ختم ہو گئیں اور ان اقوام نے ایک دوسرے کو ہدف بنانا شروع کر دیا۔ مثلاً دمشق کے آموریوں نے کنعانیوں کے شہر جبلہ اور اغاریت[2] پر حملے شروع کر دیے۔ دراصل آموری چاہتے تھے کہ کنعانیوں کی بندرگاہ پر قبضہ کر کے وہ کنعانیوں کی طرح تجارت میں نام پیدا کر کے ان کی مانند خوب دولت حاصل کریں۔

کنعانیوں کے بادشاہ نے آموری عربوں سے اپنے شہر اور بندرگاہ جبلہ اور اغاریت کی حفاظت کرنے کے ساتھ ساتھ مصر کے بادشاہ اخناتون سے بھی مدد کی درخواست کی لیکن اخناتون نے نہ اس خط کا کوئی جواب دیا نہ ہی کنعانیوں کے بادشاہ کی اس درخواست کو کوئی اہمیت دی۔

آموریوں کو بھی چونکہ احساس تھا کہ کنعانیوں کی طرح وہ بھی مصریوں کی مفتوحہ قوم کی حیثیت رکھتے ہیں لہٰذا آموریوں کے بادشاہ کو جب خبر ہوئی کہ کنعانیوں کے بادشاہ نے آموریوں کے خلاف مصر کے بادشاہ کو خطوط لکھے ہیں تو اپنی صفائی کی خاطر آموریوں کے بادشاہ نے بھی اخناتون کو خط لکھے اور ان خطوط میں اس نے کنعانیوں کے بادشاہ کی کھل کر مذمت کی تھی اور صاف صاف لکھا تھا کہ کنعانی صرف اپنی مطلب براری کے لیے مجھ پر الزام تراشی کر رہے ہیں کہ میں ان پر حملہ آور ہو رہا ہوں اور یہ کہ میں ان کی بندرگاہ پر قبضہ کرنا چاہتا ہوں۔

آموریوں کے بادشاہ کو جو خطوط لکھے گئے وہ موجودہ دور میں کھدائی کے دوران دستیاب

1۔ موجودہ صدی کے شروع میں کھدائی کے دوران اخناتون کی ممی ملی تھی اس کا مجسمہ (LOUVRE) کے عجائب گھر میں محفوظ ہے۔

2۔ جبلہ اور اغاریت اس دور میں چونکہ سب سے بڑی تجارتی بندرگاہیں تھیں لہٰذا آموری ان پر قابض ہونا چاہتے تھے۔

ہوئے ہیں ان میں آموریوں کے بادشاہ نے اپنے آپ کو مصر کے بادشاہ کا غلام اور انکساری میں خود کو اس کے گھوڑوں کا کتا[1] تک تحریر کیا ہے۔

تاہم یہ حقیقت اپنی جگہ اٹل تھی کہ آموریوں کا بادشاہ اور اس کا بیٹا[2] بڑے زور و شور کے ساتھ کنعانیوں کے شہر جبلہ پر حملہ آور ہو رہے تھے تاکہ کسی بھی طرح وہ یہ بندرگاہ کنعانیوں سے چھین لیں۔ اس لیے کہ موجودہ کھدائی کے دوران پچاس[3] سے زائد ایسے خطوط ملے ہیں جو کنعانیوں کے بادشاہ نے اخناتون کو لکھے تھے جن میں اس نے آموریوں کے خلاف اپنے شہر جبلہ کی حفاظت کے لیے اس سے مدد طلب کی تھی لیکن اخناتون نے اس معاملے میں بے حسی کا ثبوت دیا اور آموریوں کے خلاف کنعانیوں کی کوئی مدد نہ کی۔

گو آموری اور کنعانی دونوں ہی عرب تھے اس کے باوجود آموری کنعانیوں کے درپے ہو گئے تھے اس طرح آموریوں کا بادشاہ اور اس کا بیٹا دونوں آموریوں کو ارضِ شام کی سب سے بڑی قوت بنانے میں مصروف رہے۔ دوسری طرف کنعانی بھی اپنے وسائل کے مطابق اپنے شہروں اور بندرگاہوں کی حفاظت کرتے رہے۔

اخناتون کی اس بے توجہی کا اثر متانی سلطنت پر بھی ہوا۔ گو ان کے اور مصریوں کے درمیان دفاعی معاہدہ[4] تھا لیکن جب آموریوں کے مقابلے میں مصریوں نے کنعانیوں کی کوئی مدد نہ کی تو حتی قوم نے متانی سلطنت کو اپنا نشانہ بنانے کا فیصلہ کر لیا۔

گو متانی سلطنت کے عربوں کی عسکری قوت بڑی مضبوط تھی اور اس نے شامی سرزمین میں آشوری عربوں پر غلبہ پاکر اپنی عسکری قوت میں کافی اضافہ کر لیا تھا لیکن اس کے باوجود حتی ان سے زیادہ طاقتور تھے اس لیے کہ ان کے لشکر کی تعداد بھی متانیوں سے زیادہ تھی۔ اس کے علاوہ حتی ان اقوام میں

1۔ بادشاہ کا غلام اور گھوڑوں کا کتا ہونے کے الفاظ اس خط سے لیے گئے ہیں جو کہ تاریخوں میں درج ہے۔

2۔ مصر کی قدیم تاریخ میں بادشاہ اور اس کے بیٹے دونوں کا ذکر ہے۔

3۔ مسٹر سوبن ایسے ۵۰ خطوں کی تصدیق کرتا ہے اور اپنی تاریخ میں انہیں تفصیل سے لکھتا ہے۔

4۔ مصر کی قدیم تاریخ میں اس معاہدے کا باقاعدہ ذکر ہے۔

سرِفہرست تھے جنہوں نے لوہے کے استعمال کا فن سب سے پہلے سیکھا تھا۔ اس لیے حتی اپنے جنگی ہتھیاروں کی وجہ سے بھی متانیوں پر فوقیت رکھتے تھے لہٰذا انہوں نے متانی سلطنت پر حملے شروع کر دیے تھے۔ حتیوں کا ارادہ تھا کہ مصری چونکہ خاموش ہیں لہٰذا وہ متانیوں پہ حملے جاری رکھ کر ان کے علاقوں پر آہستہ آہستہ قابض ہوتے جائیں اور اگر مصر کبھی بیدار ہوا اور اس نے اس سلسلے میں باز پرس کی تو وہ اپنے علاقوں میں سمٹ جائیں گے۔

متانیوں پر حملہ آور ہوتے ہوئے حتی آموری عربوں کی طرف سے بھی فکرمند تھے۔ اس لیے کہ آموری ارضِ شام میں سب سے بڑی قوت بن کر ابھر رہے تھے اور پھر بابل کے اندر بھی ایسے لوگوں کی ہی حکومت تھی جو آموری نسل سے ہی تعلق رکھتے تھے لہٰذا حتیوں کو خطرہ تھا کہ اگر عرب قوم کی حیثیت سے متانیوں نے آموریوں کو پکار لیا اور آموریوں نے بھی ان کی مدد کرنے کا فیصلہ کر لیا تو پھر خود حتیوں کا وجود خطرے میں پڑ کر رہ جائے گا اور یہ کہ حتیوں کی سلطنت تباہ و برباد ہو جائے گی۔ اس لیے حتیوں نے متانیوں پہ حملہ آور ہونے کے ساتھ ساتھ آرامیوں کو بھی جبلہ اور اغاریت پر قبضہ کرنے کے لیے مدد فراہم کرنا شروع کر دی تھی۔

اس طرح حتی اپنی چال میں کامیاب رہے کہ انہوں نے آموری اور کنعانی دو عرب اقوام کو آپس میں لڑا کر ان کی توجہ اپنی طرف سے یکسر ہٹا دی جبکہ خود بھی متانی سلطنت کے خلاف حرکت میں آ گئے۔
دوسری طرف ان سارے حالات کی خبر رکھتے ہوئے بھی اخناتون نے اس طرف کوئی توجہ نہ دی اور اگر اس موقع پہ مصر مداخلت کرتا تو آج حتیوں اور متانیوں کی تاریخ مختلف ہوتی۔

حتیوں نے گو متانیوں کو اپنا نشانہ[1] بنانا شروع کر دیا تھا لیکن متانی سلطنت بھی کوئی ایسا تر نوالہ نہ تھی کہ حتی فوراً اس پر حملہ آور ہو کر اسے ہڑپ کر جاتے۔ اس لیے کہ متانیوں کی عسکری حیثیت بھی کافی مضبوط تھی لہٰذا انہوں نے ہر محاذ پر ڈٹ کر حتیوں کا مقابلہ کیا۔ اس طرح حتیوں اور متانیوں کی جنگیں طول پکڑ گئیں اور دونوں اقوام کے درمیان دائمی اور مستقل عداوت و دشمنی پیدا ہو گئی۔

دوسری طرف شاید خدا کو یہ منظور نہ تھا کہ آموری اپنی اندھی قوت کے بل بوتے پہ کنعانیوں پر غالب آ کر ان کے شہر جبلہ اور اغاریت پہ مستقل قبضہ کر لیں اس لیے کہ جن دنوں کنعانیوں اور آموریوں کے مابین جارحیت اور دفاع کی یہ ہولناک اور خون ریز جنگ جاری تھی ان علاقوں میں

۱۔ قدیم مصری تاریخ میں حتیوں اور متانیوں کی ان جنگوں کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

ایک ہولناک زلزلہ[1] آیا اور اس زلزلے نے جبلہ و اغاریت دونوں ہی شہروں کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا۔

گو اس زلزلے کی ہولناک تباہ کاریوں کے بعد ان شہروں کو پھر سے آباد کر لیا گیا مگر اغاریت اور جبلہ کو پھر وہ شہرت اور چہل پہل نصیب نہ ہو سکی جو ان دونوں شہروں کو پہلے حاصل تھی۔ اس بنا پر آموریوں نے اب ان شہروں میں دلچسپی لینی چھوڑ دی۔ اس طرح آموریوں اور کنعانیوں کے درمیان جنگوں کا سلسلہ رک گیا۔ تاہم حتیوں اور متانیوں کے درمیان چپقلش ابھی جاری تھی اور یہ دونوں ایک دوسرے کے خلاف جنگوں میں مصروف تھے جن کا کوئی نتیجہ واضح اور عیاں ہو کر سامنے نہ آیا تھا۔

ایران میں کیقباد کی حکومت چل رہی تھی۔ اس نے ایران میں ایک نئے یعنی کیانی عہد کی بنیاد ڈالی تھی۔ اس کے علاوہ اپنے مرکز کو اگباتانا سے بلخ لے گیا تھا اور اب ایران کی آخری سرحد پر دریائے جیحوں کے کنارے واقع شہر بلخ ہی ایران کا مرکزی شہر تھا۔

کیقباد کا عہد عدل و انصاف کی وجہ سے مشہور تھا۔ اس نے اپنے صد سالہ دورِ حکومت میں ملک کو خوش حال بنانے کی پوری پوری کوشش کی۔ زراعت کو ترقی دی۔ آبپاشی کے لیے چشموں اور کاریزوں کے نظام کو بہتر بنایا۔ دیہات اور قصبوں کو خاص خاص ناموں سے موسوم کیا۔ مختلف علاقوں کی حدود کا تعین کیا۔ لوگوں پہ پیداوار کا دسواں حصہ لگان مقرر کیا جس کا بیشتر حصہ فوجی ضرورتوں پر خرچ کیا جاتا تھا۔

کیقباد کے یوں رفاہِ عامہ کے کاموں پر توجہ دینے کی وجہ سے ملک خوش حال ہو گیا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ ملک کی آبادی اور خوشحالی میں شاہی خزانے کو بڑا دخل ہوتا ہے اس لیے اس نے ریگِ بیابان[2]

۱۔ اس زلزلے کا ذکر اکثر مؤرخین نے کیا ہے۔
۲۔ ثعالبی نے اپنے شاہ نامے میں کیقباد کے خزانے کا ذکر "ریگِ بیابان" کے الفاظ سے ہی کیا ہے۔

کی مانند مال و دولت جمع کی اور شاہی خزانے کو بیش بہا جواہرات سے بھر دیا۔ یوں ایران کی حالت پہلے سے اب بہت بہتر ہو گئی تھی۔ کیقباد نے اس کی عسکری قوت میں بھی بے حد اضافہ کر دیا تھا۔

ماضی میں چونکہ ذو بن طہماسپ کے دور میں ترکوں کو ایرانیوں کے ہاتھوں ہزیمت اٹھانا پڑی تھی لہٰذا انہوں نے ایرانیوں سے انتقام لینے کا فیصلہ کر لیا۔

ترکوں کے بادشاہ افراسیاب نے ایرانیوں سے انتقام لینے کی خاطر اپنے لشکر کی تعداد بڑھانے کے علاوہ زور و شور سے جنگ کی تیاریاں بھی شروع کر دیں۔

دوسری طرف کیقباد بھی غافل نہ تھا۔ وہ جانتا تھا کہ ماضی کی طرح ترک ایران کو پھر اپنا ہدف بنانے کی کوشش کریں گے لہٰذا وہ ان کی طرف سے محتاط تھا۔ اس نے ترکوں کے علاقے کی طرف اپنے جاسوس پھیلا رکھے تھے جو اسے حالات سے آگاہ رکھتے تھے۔

ایک روز کیقباد بلخ میں دریائے جیحوں کے کنارے اپنے شاہی محل میں اس بڑے کمرے میں بیٹھا تھا جہاں بیٹھ کر وہ لوگوں کے ساتھ انصاف کرتا تھا کہ اس کا ایک جاسوس وہاں آیا اور اس نے ایرانیوں کے خلاف افراسیاب کی جنگی تیاریوں کی اسے اطلاع دی۔ کیقباد چند ثانیوں تک اپنی گردن جھکائے کچھ سوچتا رہا۔ پھر اس نے جاسوس سے کہا:

"تم جاؤ اور دوبارہ دشمن پر نگاہ رکھنے کے کام میں لگ جاؤ۔ اور ہاں سنو۔ جاتے ہوئے میرے بیٹے کیکاؤس اور شاہی قاصد آرومہ کو میرے پاس بھیجتے جاؤ۔"

جاسوس چلا گیا اور کیقباد پھر پہلے کی طرح گہری اور فکر مند سوچوں میں کھو گیا۔

تھوڑی دیر کے بعد کمرے میں کیقباد کا بیٹا کیکاؤس[1] داخل ہوا۔ اسے کیقباد نے اپنا ولی عہد بھی مقرر کر رکھا تھا۔ کیکاؤس نے اپنا بیٹا اور کیقباد کا پوتا سیاؤش[2] اپنی گود میں اٹھا رکھا تھا۔ کیکاؤس جب قریب آیا تو کیقباد نے ہاتھ بڑھا کر سیاؤش کو اس سے لے لیا اور اسے اپنی گود میں بٹھاتے ہوئے کیکاؤس کو ساتھ والی نشست پر بیٹھنے کا حکم دیا۔

۱۔ کیکاؤس نے آگے چل کر یمن پر حملہ کیا اور اپنی زندگی کے بدترین دور سے گزرا۔ اگلے صفحات میں اس کے حالات تفصیل سے آئیں گے۔

۲۔ اس نے آنے والے دور میں اپنے باپ کے خلاف بغاوت کی۔

جب کیکاؤس اپنی نشست پر بیٹھ گیا تو کیقباد نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا:

"اے فرزند دلبند! جو جاسوس تمہیں بلانے گیا تھا وہ یہ خبر لے کر آیا ہے کہ افراسیاب اپنی جنگی تیاریوں میں بری طرح مصروف ہے اور یہ کہ وہ اپنی گزشتہ ہزیمت کا بدلہ لینے کی خاطر عنقریب ہم پر حملہ آور ہونے کے لیے ہماری سرزمینوں کا رخ کرے گا۔ میں نے اسی سلسلے میں مشورے کے لیے تمہیں بلایا ہے۔"

کیکاؤس نے بڑی سعادتمندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا:

"آپ کا ہر فیصلہ ہمارے لیے حکم کا درجہ رکھتا ہے۔ آپ جو فیصلہ کریں گے ہم اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں گے۔"

کیقباد نے چند لمحوں تک کچھ سوچا۔ پھر بولا:

"اے کیکاؤس، میرے بیٹے! تم جانتے ہو کہ ماضی میں ہمارے پاس تین بہترین جرنیل رہے ہیں۔ ایک پہلوان زال۔ دوسرا طوس اور تیسرا گودرز۔ ان تینوں نے ہر دشمن کے خلاف خلوص نیت کے ساتھ اپنی قوم کی خدمت کی ہے۔ طوس اور گودرز مر چکے ہیں تاہم زال ابھی زندہ ہے جبکہ گودرز کا بیٹا بھی اب جوان ہو چکا ہے۔ میں اسے دیکھ چکا ہوں اور وہ مجھ سے متعارف ہو چکا ہے۔ اس کا نام گیو بن گودرز[1] ہے۔

اے بیٹے! میں نے فیصلہ کیا ہے کہ سب سے پہلے زال کو اس کے آبائی شہر سیستان سے بلایا جائے۔ جب وہ آ جائے تو گیو بن کو اس کے ساتھ کر کے ایک جرار لشکر ان کے حوالے کیا جائے۔ مجھے امید ہے کہ زال اور گیو بن لشکر کی بہترین راہنمائی کریں گے اور افراسیاب کو بدترین شکست سے دوچار کر کے اسے میدان جنگ سے بھاگنے پر مجبور کر دیں گے۔"

کیکاؤس نے اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے جواب دیا:

"آپ کا فیصلہ بہترین اور عمدہ ہے۔ زال کی شجاعت اور جرأتمندی تو کسی تعریف کی محتاج نہیں ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ میں گیو بن گودرز کو بھی اچھی طرح جانتا ہوں۔ یقیناً وہ ان جوانوں میں سے ہے جن پر ضرورت کے وقت اعتماد اور بھروسہ کیا جا سکتا ہے۔"

کیکاؤس کی بات پر کیقباد مسکرایا اور بولا:

۱۔ پروفیسر مقبول بیگ بدخشانی نے اس کا یہی نام لکھا ہے۔

"اے فرزند! تمہاری بات نے میرا دل خوش کر دیا ہے۔ میں نے قاصد آرومہ کو بھی بلایا ہے میں چاہتا ہوں کہ اسے ابھی سیستان کی طرف روانہ کروں کہ وہ زال کو بلا لائے تاکہ افراسیاب کے خلاف جنگی تیاریاں مکمل کر لی جائیں اور پھر اے کیکاؤس! ـــــ"

کیقباد کہتے کہتے خاموش ہو گیا کیونکہ شاہی قاصد آرومہ کمرے میں داخل ہو رہا تھا۔ کیقباد نے اسے اپنے پاس بٹھایا پھر اسے مخاطب کر کے بولا:

"اے آرومہ! ابھی تھوڑی دیر قبل ایک مخبر یہ اطلاع لے کر آیا ہے کہ افراسیاب ہمارے خلاف جنگ کی تیاریوں میں مصروف ہے اور عنقریب وہ ہم پر حملہ آور ہو گا لہٰذا تو ابھی اور آج ہی سیستان کی طرف روانہ ہو جا اور وہاں سے زال کو بلا کر لا۔ تاکہ اس کے ساتھ مل کر افراسیاب کے مقابلے کے لیے اپنی سرزمینوں کی حفاظت اور دفاع کے انتظامات کو آخری شکل دی جا سکے۔ اے آرومہ! یہ کام جس قدر کم مدت میں ہو جائے بہتر ہے کیونکہ افراسیاب کے مقابلے کے لیے زال کا ہمارے لشکر میں ہونا ضروری ہے۔ تمہیں جو شے درکار ہے شاہی خزانے سے حاصل کر لو اور تھوڑی دیر بعد ہی روانہ ہو جاؤ۔ اب تم جا سکتے ہو۔"

آرومہ اٹھ کر باہر نکل گیا جبکہ کیقباد اور کیکاؤس دونوں پھر پہلے کی طرح ملکی دفاع پر گفتگو کرنے لگے تھے۔

O

آرومہ ایک روز سیستان[1] میں زال کے دروازے پر پہنچا اور دستک دی۔ دروازہ کھلا تو آرومہ نے دیکھا ایک کوہ پیکر اور دیو قامت نوجوان دروازے میں کھڑا تھا۔ آرومہ اسے دیکھ کر دنگ رہ گیا کیونکہ اس کی شکل زال پہلوان سے ملتی تھی۔

پھر اس نے اپنے آپ کو سنبھالا اور اس جوان سے کہا:

میرا نام آرومہ ہے۔ میں شاہی قاصد ہوں اور بلخ سے آیا ہوں۔ میرے پاس اپنے شہنشاہ کی طرف سے زال پہلوان کے نام ایک انتہائی اہم پیغام ہے۔ کیا میں فی الفور زال پہلوان سے

۱۔ زال کا یہ آبائی شہر تھا جس کا وہ حاکم بھی تھا۔

مل سکوں گا اور اے نوجوان! کہ تیری شکل زال پہلوان سے کافی حد تک ملتی ہے۔ کیا میں جان سکتا ہوں کہ تو کون ہے۔ تیرا کیا نام ہے اور زال سے تیرا کیا رشتہ ہے؟"

وہ نوجوان مسکرایا۔ پھر ہاتھ بڑھا کر اس نے آرومہ سے پرجوش انداز میں مصافحہ کیا۔

اس کے بعد بولا:

"میرا نام رستم[1] ہے اور میں زال پہلوان کا بیٹا ہوں۔"

آرومہ نے آگے بڑھ کر اسے گلے لگا لیا اور اس کی پیشانی چوم کر بولا:

"واہ! تو کیسا خوبصورت اور کوہ قامت جوان ہے۔ یقیناً زال کے بیٹے کو ایسا ہی ہونا چاہیے تھا۔"

رستم نے آرومہ سے اس کے گھوڑے کی باگ پکڑ لی۔ دونوں کو اندر لایا۔ پہلے اس نے آرومہ کو دیوان خانے میں بٹھایا۔ پھر گھوڑے کو اصطبل کی طرف لے جاتے ہوئے بولا:

"میں ابھی اپنے باپ زال کو بلا کر لاتا ہوں۔"

آرومہ وہاں بیٹھ کر انتظار کرنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد رستم زال کے ہمراہ کمرے میں داخل ہوا۔ زال اور آرومہ ایک دوسرے کے پرانے جاننے والے تھے کیونکہ ایک دوسرے کو دیکھ کر انہوں نے بے پناہ خوشی کا اظہار کیا۔ پھر پرجوش انداز میں بغل گیر ہوئے۔ زال آرومہ کے سامنے بیٹھ گیا۔ جبکہ رستم اس کے پہلو میں بائیں طرف بیٹھا تھا۔

زال نے آرومہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

"اے آرومہ! تو نے کس اہم کام کے لیے بلخ سے سیستان آنے کی زحمت کی ہے۔ یہ میرا بیٹا رستم ہے جو تم سے متعارف ہو چکا ہے۔ اس نے مجھے اسی قدر بتایا ہے کہ تم بادشاہ کا کوئی خاص پیغام لے کر آئے ہو۔"

آرومہ بولا:

"اے بزرگ زال! افراسیاب کی طرف سے حملے کا خطرہ ہے لہٰذا بادشاہ نے آپ کو بلایا ہے تاکہ آپ کی کمانداری میں لشکر ترتیب دے کر افراسیاب کا مقابلہ کیا جا سکے۔ بس آپ یہ سمجھیں کہ میں آپ کو لینے آیا ہوں۔ بادشاہ کا یہ حکم بھی ہے کہ یہ کام وقت ضائع کیے بغیر کم از کم مدت

۱۔ ایران کے اس نامور پہلوان کے حالات آئندہ صفحات میں آئیں گے۔

میں کرنا ہے۔ اس لیے میں آپ سے یہ جاننا چاہوں گا کہ آپ کب تک بلخ کے لیے میرے ساتھ روانہ ہو سکتے ہیں۔"

زال چند ثانیوں تک اپنی گردن جھکائے سوچتا رہا۔ تھوڑی دیر کے لیے اس کے چہرے پر الجھن سی نمودار ہوئی۔ پر جلد ہی اس نے اپنے آپ کو سنبھالا اور گردن سیدھی کرتے ہوئے جواب میں بولا:

"اے آرومہ! مجھے انکار کرتے ہوئے شرم آرہی ہے۔ پر میں دو وجوہات کی بنا پر تیرے ساتھ بلخ نہ جا سکوں گا۔ اول یہ کہ میں اب بوڑھا ہو چکا ہوں اور لشکروں کی کمانداری اب میرے بس کی بات نہیں رہی۔ دوم یہ کہ میں گنٹھیا کا مریض ہوں اور چلنے پھرنے سے قاصر ہوں اور نہ ہی اب میں گھوڑے کی سواری کر سکتا ہوں۔

ہاں! یہ میرا بیٹا رستم حاضر ہے۔ جس قدر میں جوانی میں شجاع اور طاقتور تھا یہ اس سے کئی گنا زیادہ ہے۔ پھر میں نے اسے فنونِ سپہ گری کی بہترین تربیت دی ہے۔ میرے بجائے اسے ساتھ لے جاؤ اور کیقباد کے سامنے پیش کرو۔ میں تم لوگوں کو یقین دلاتا ہوں کہ رستم میری نسبت ایران کے لیے کئی گنا زیادہ کارآمد اور نامور ثابت ہوگا۔"

آرومہ نے غور سے رستم کی طرف دیکھا اور کہا:

"یہ تو رستم کی شخصیت سے ہی ظاہر ہے کہ وہ یقیناً بہترین کماندار ثابت ہوگا۔ آپ کی خواہش پر میں اسے ہی اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔ پر آپ مجھے یہ بتائیں کہ میں کب تک یہاں سے بلخ کی طرف کوچ کر سکوں گا۔"

زال نے کہا:

"تمہارے آنے سے قبل ہم لوگ گھر میں کھانا کھانے کی تیاری کر رہے تھے۔ اب کھانا تیار ہے پہلے کھانا کھاؤ۔ پھر آج کا دن آرام کرو۔ اگر تم جلدی ہی جانا چاہتے ہو تو پھر کل یہاں سے کوچ کر جانا۔"

آرومہ نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا:

"میں مکمل طور پر آپ سے اتفاق کرتا ہوں۔"

اس دوران رستم اٹھا اور کھانے کے برتن اٹھا لایا۔ پھر وہ تینوں اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھا رہے تھے۔

دوسرے روز رستم اور آرومہ سیستان سے بلخ کی طرف کوچ کر گئے۔

○

چند روز بعد ایک دن جبکہ کیقباد اپنا دربار لگائے بیٹھا تھا اور اس کا ولی عہد بیٹا کیکاؤس اور دیگر اراکینِ سلطنت اپنے اپنے مراتب کے مطابق اپنی اپنی نشستوں پر بیٹھے تھے کہ آرومہ رستم کو لے کر کیقباد کے سامنے حاضر ہوا۔

کیقباد نے حیرت و استعجاب کے عالم میں آرومہ کی طرف دیکھا اور پوچھا:

"اے آرومہ! تیرے ساتھ یہ کون جوان ہے اور تم اپنے ساتھ سیستان سے زال کو کیوں لے کر نہیں آئے؟"

آرومہ نے کہا:

"اے بادشاہ! میرے ساتھ یہ جوان رستم ہے جو زال پہلوان کا بیٹا ہے۔ اے بادشاہ! دو وجوہات کی بنا پر زال پہلوان نے آنے سے معذوری ظاہر کی ہے۔ ایک یہ کہ وہ اب کافی بوڑھا ہو چکا ہے اور لشکروں کی کمانداری کے قابل نہیں رہا۔ دوسرے یہ کہ گنٹھیا کا مریض ہے چلنے کی وجہ سے وہ زیادہ طویل سفر نہیں کر سکتا۔ ان وجوہات کی بنا پر وہ خود تو نہیں آیا البتہ اس نے اپنے بیٹے رستم کو بھیج دیا ہے اور ساتھ ہی اس نے یہ بھی کہا ہے کہ اس کا بیٹا رستم اس کی نسبت زیادہ بہتر اور کامیاب کماندار ثابت ہوگا۔"

کیقباد اپنی جگہ سے اٹھا اور آگے بڑھ کر رستم سے گلے ملا۔ اس کے بعد دوسرے لوگ بھی اٹھ کر رستم سے باری باری ملے۔ اس کے بعد کیقباد نے باقاعدہ طور پر رستم کو اپنے لشکر کا کماندار بنانے کا اعلان کیا۔

اس طرح رستم بلخ میں اپنے ماتحت جرنیلوں کے ساتھ مل کر افراسیاب کے خلاف جنگی تیاریوں میں مصروف ہو گیا۔

○

یہاں ایران اور اس کے نواح میں تو کیقباد اور افراسیاب ایک دوسرے کے خلاف

جنگی تیاریوں میں معروف تھے ادھر بابل اور اس کی سلطنت کے اندر بھی ایک بہت بڑا انقلاب رونما ہوا۔ گو حمورابی نے بابل میں ایک مضبوط اور ناقابلِ تسخیر عسکری قوت پیدا کی تھی لیکن اس کے بعد اس کے جانشین نااہل ثابت ہوئے اور اس معیار کو قائم نہ رکھ سکے جو حمورابی نے ان کے لیے قائم کیا تھا۔ اس طرح بابل کی عسکری حیثیت میں کمزوری اور ضعف پیدا ہوتا چلا گیا اور اب نوبت یہاں تک پہنچ چکی تھی کہ ہمسایہ اقوام بابل کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگی تھیں۔

اس دوران ایک غیر متوقع واقعہ ہوا اور یہ کوہستانِ زاگروس کے اندر کاسو[1] نامی ایک قوم کی نمودار ی تھی۔ اس قوم نے بابل پر حملہ کر دیا۔ کاسو قوم کا یہ حملہ ایسا زور دار تھا کہ بابل کا لشکر اس کا مقابلہ نہ کر سکا۔

اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ کاسو قوم نے بابل پر قبضہ کر کے وہاں سے اپنی حکومت[2] قائم کر لی۔

لارسا شہر جو کبھی بابلیوں سے عیلامیوں نے چھینا تھا اور جسے ایک سخت معرکے کے بعد حمورابی نے واپس لے لیا تھا۔ اس شہر کے گرد و نواح میں زیادہ تر سومیری آباد تھے۔ بابلی سلطنت کے حالات ابتر ہوئے تو لارسا اور اس کے گرد و نواح میں سومیریوں نے بغاوت کر دی اور بابل سے علیحدہ ہو کر اپنی ایک آزاد اور خود مختار حکومت[3] قائم کر لی لیکن ان کی بد قسمتی کہ جلد ہی دشتِ حجاز کی طرف سے کچھ خانہ بدوش نمودار ہوئے۔ ان کے سردار کا نام ایلیا ایلوم تھا۔ یہ خانہ بدوش دراصل چرواہے تھے اور اچھی اچھی چراگاہوں کی تلاش میں ایک جگہ سے دوسری جگہ سرگرداں رہتے تھے۔

ایلیا ایلوم[4] جب اپنے ان گنت خانہ بدوشوں کے ساتھ بابل کے ویران علاقوں کی چراگاہوں میں داخل ہوئے اور مقامی لوگوں سے اسے یہ خبریں ملیں کہ کوہستانِ زاگروس سے ایک وحشی قوم نے نکل کر بابل پر قبضہ کر کے اپنی حکومت قائم کر لی ہے اور یہ کہ لارسا کے باغی بھی اپنی علیحدہ سومیری سلطنت بنا چکے ہیں تو وہ ان خبروں سے بے حد متاثر ہوا اور اس نے بھی ان علاقوں میں قسمت

۱۔ اس کاسو قوم کے افراد وحشی کرد کہلاتے ہیں۔
۲۔ کاسو قوم کی حکومت سے متعلق پروفیسر مقبول بیگ نے تفصیل سے لکھا ہے۔
۳۔ تاریخِ ایران
۴۔ تاریخِ ایران

آزمانے کا فیصلہ کر لیا۔ اس نے ارادہ کیا کہ وہ سومیریوں کو حملہ آور ہو کر لارسا شہر ان سے چھین لے گا اور اپنے خانہ بدوشوں کو وہاں آباد کر کے وہاں اپنی حکومت قائم کرے گا۔

ایلیا ایلوم ایک باہمت اور جفاکش جوان تھا۔ اس نے اپنے خانہ بدوشوں کا ایک لشکر ترتیب دیا اور اپنے ارادوں کی تکمیل کے لیے اس نے لارسا پر حملہ کر دیا۔ سومیریوں نے ایلیا سے اپنا دفاع کرنے کی بڑی کوشش کی لیکن اپنی ساری جنگی حکمتِ عملی کے باوجود ناکام رہے۔ اس لیے کہ ایلیا تو ایک ہولناک طوفان اور تباہ کن آندھی کی طرح ان پر حملہ آور ہوا تھا۔ سومیریوں کو ایلیا نے مکمل طور پر مغلوب کر لیا۔ پھر اس نے اپنے خانہ بدوشوں کو لارسا اور اس کے گرد و نواح میں آباد کیا اور وہاں اپنی حکومت قائم کر لی[1]۔

۱۔ ایلیا ایلوم کی حکومت بابل میں کاسو قوم کی حکومت کے بین بین چلتی رہی۔

یافان نے سرنا جزیرے میں جو سرنا نام کا شہر تعمیر کرایا تھا وہ اب خوب آباد ہو گیا تھا شہر کے اندر بازار، کوچے، محلے سب آباد تھے، یوں اس نے سرنا کو فردوس بنا لیا تھا۔

ایک روز یافان اپنے محل سے نکل کر بازار کی طرف جانے لگا تو اس کے محل کی دیکھ بھال اور اس کی مصاحبت پر مامور لڑکیوں میں سے ایک اس کے قریب آئی۔ اس کے ساتھ ایک بوڑھا مرد بھی تھا۔

لڑکی نے یافان کو مخاطب کر کے کہا:

"اے آقا! میں بازار سے گزر رہی تھی کہ یہ بوڑھا اپنے ایک جاننے والے کے ساتھ ایسی گفتگو کر رہا تھا جس نے مجھے بے حد متاثر کیا۔ میں اسے اس غرض سے اپنے ساتھ لائی ہوں کہ شاید اس کی گفتگو سننے کے بعد آپ نئے انکشافات جان کر اپنے لیے کوئی فائدہ حاصل کر سکیں اے آقا! یہ بزرگ دراصل بازار میں اپنے دوست کو یونان کے ایک ایسے شخص کے واقعات سنا رہا تھا جو فوق البشری قوتوں کا مالک ہے۔ میں اسے ساتھ لے آئی ہوں کہ وہی حالات آپ بھی سنیں۔ ہو سکتا ہے وہ آپ کے لیے مفید ہوں۔"

یافان نے بوڑھے سے پوچھا: "تم بازار میں اپنے دوست کو یونان کے جس شخص کے حالات سنا رہے تھے وہ تفصیل سے مجھ سے بھی کہو۔"

بوڑھا سکون کا ایک لمبا سانس لے کر بولا:

"میں تو ڈر رہا تھا کہ یہ لڑکی مجھے آپ کی طرف کیوں کھینچ لائی ہے۔ ہاں تو آقا! میں اپنے اس دوست کو ایک ایسے شخص کے حالات سنا رہا تھا جو بے پناہ قوتوں کا مالک ہے اور میں سمجھتا ہوں اس جیسا کوئی اور نہ ہوگا جو افلاک کی ترکیب، کواکب کے اجتماع، حکمت و نجوم، علم و حساب اور ستاروں کے کشش و رموز میں اس جیسی مہارت و بصیرت رکھتا ہو۔ اے آقا! اس کا نام افضان ہے اور وہ سپارٹا[1] شہر میں رہتا ہے۔ اس شہر پر ایکاین[2] قوم کی حکومت ہے اور دنیا میں ایکاین پہلی قوم ہے جس نے یونان میں چھوٹی چھوٹی حکومتوں کا اور سرداریوں کا خاتمہ کر کے ایک مضبوط اور مرکزی حکومت کی بنیاد رکھی ہے۔ اے آقا! یہ قوم انتہائی جفاکش اور دلیر ہے۔ اور یونان میں آباد سارے لوگوں کو متحد کرنے کے بعد اس قوم نے اپنا ایک جرار لشکر بھی تیار کیا ہے۔

ہاں تو آقا! میں آپ سے یہ کہہ رہا تھا کہ افضان نام کا وہ شخص ان علوم میں ایسی بصیرت اور مہارت رکھتا ہے کہ اس نے ایک پانی سے لبریز برتن رکھا ہوا ہے اور جس آدمی کے متعلق وہ چاہے اس کی تصویر اور عکس اس پانی میں ظاہر کر کے بتا سکتا ہے کہ وہ آدمی کہاں ہے اور کیا کر رہا ہے لیکن اس میں ایک خامی ہے کہ وہ بڑا بد دماغ ہے۔ کسی کا کہا نہیں مانتا۔ بس اپنی مرضی کا مالک ہے۔ بڑے بڑے رؤسا اس کے پاس حاضر ہوتے ہیں لیکن وہ جب چاہتا ہے ان کو کتے کی طرح دھتکار کر نکال دیتا ہے۔

اور اے آقا! افضان نے ایک طلسمی دیوار بھی بنا رکھی ہے۔ اس دیوار پر جب وہ کسی کی تصویر یا شبیہ بناتا ہے تو پھر اپنے طلسم کے زور پر جو بھی اذیت وہ دیوار پر بنی شبیہ کو دیتا ہے وہی اذیت اور تکلیف حقیقت میں اس فرد کو ہوتی ہے جس کی شبیہ وہ اپنی طلسمی دیوار پر بناتا ہے۔"

یہ سب سن کر یافان غراہٹ آمیز انداز میں ہنسنے لگا۔ اس کے اس طرح ہنسنے پر وہ بوڑھا

1۔ ہیلن آف ٹرائے اسی شہر کی رہنے والی تھی۔ مشہور یونانی ہیرو ہرکولیس بھی اسی سرزمین کا باشندہ تھا۔

2۔ یہ وہی قوم تھی جس نے اپنی بیٹی ہیلن کے لیے ٹرائے شہر میں تاریخی جنگ لڑی تھی۔

زبردستی اپنے ساتھ لے جاسکوں"۔

اس کے ساتھ ہی یافان نے نیلی دھند کو افضان کا احاطہ کرنے کا حکم دیا اور ساتھ ہی اس نے اپنا نقاب بھی ہٹا دیا۔

افضان نے جب یافان کی اصلیت دیکھی تو دہل کر رہ گیا۔ وہ یافان کو ہڈیوں کے پنجر کی صورت میں دیکھ کر پسینہ پسینہ ہو گیا۔ پھر یافان کے پنجر کے اندر آنکھوں کے گڑھوں میں کھولتی ہوئی آگ دیکھ کر وہ اپنا آپ چھوڑ گیا۔ اس کے بعد جب اس نے دیکھا کہ یافان کی نیلی دھند اس کے گرد جمع ہو رہی ہے اور اس نیلی دھند کے اندر جب اس نے شیطانی ہیولے دیکھے تو فوراً چلاتے ہوئے بولا:

"یافان! تم جہاں بھی مجھے لے جانا چاہتے ہو میں تمہارے ساتھ جانے کو تیار ہوں"۔

یافان نے بھیڑیوں جیسی غراہٹ کے ساتھ کہا: "مجھے تم سے ایسے ہی مثبت جواب کی امید تھی۔ اب جبکہ تم میرے ساتھ جانے پر رضامند ہو ہی گئے ہو تو یہ بتاؤ یہ علوم جو تمہارے پاس ہیں تم نے کہاں سے حاصل کیے"۔

افضان نے کہا:

"اے یافان: یہاں یونان کی سرزمین پر میرے علاوہ بھی بہت سے لوگ یہ علوم جانتے ہیں۔ لیکن میں ان علوم کا اوروں کی نسبت زیادہ مہارت رکھتا ہوں اور اے یافان! یہ سارے علوم مشہور زمانہ حکیم استقلیبوسؑ نے قدیم ہیکلوں اور غاروں میں کندہ کرائے تھے۔ بس وہیں سے یہ علوم ان سرزمینوں میں رواج پا گئے۔ یہاں اس سرزمین میں میری طرح اور بھی بہت لوگ ہیں جو اس فن اور علوم میں یکتا ہیں پر اے یافان تم میری طرف ہی کیوں متوجہ ہوئے"۔

س مصر کے مرکزی شہر تھیبس روانہ کر دیا جائے تاکہ میں اس سے شادی کر لوں اور اس کے مشورے کے مطابق مصر پر حکومت کروں۔

اریشس نے جو حتی شہزادوں میں سے کسی ایک کے ساتھ شادی کرنے کا فیصلہ کیا تھا وہ س نے پوری طرح راز میں رکھا۔ یہاں تک کہ اس نے اس کا اظہار اپنے نانا آئی پر بھی نہ کیا۔ وہ یہ چاہتی تھی کہ جب کوئی حتی شہزادہ یہاں آجائے تو اس سے شادی کرنے کے بعد ہی وہ اپنے نانا

۱۔ حتیوں کے بادشاہ کا یہ نام مسٹر سوین نے مصری تاریخ سے حاصل کیا۔

خوفزدہ ہو کر خاموش ہو گیا۔

اتنے میں یافان کی کھولتی ہوئی آواز سنائی دی: "تم اب جاؤ، عنقریب دیکھ لو گے کہ وہ بوڑھا میرے اس محل میں ہوگا"۔

وہ بوڑھا پلٹا اور چلا گیا۔ جو لڑکی اسے لائی تھی وہ بھی تعظیماً یافان کے سامنے جھکی اور محل کے اندر چلی گئی۔

یافان شہر کے بازار کی طرف جا رہا تھا اور اس کے پیچھے پھیلی اور بکھری ہوئی نیلی دھند اسے ہولناک اور بھیانک بنائے ہوئے تھی۔

یافان ایک روز سپارٹا شہر میں افضان کے گھر میں داخل ہوا۔ اس نے دیکھا وہ شخص چالیس برس کے قریب ہوگا اور اس وقت وہ ایک پانی سے بھرے ہوئے برتن کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔

یافان نے اس کے قریب جا کر پوچھا: "تمہارا نام ہی افضان ہے؟"

بوڑھے نے جواب تو نہ دیا البتہ اپنی گردن اثبات میں ہلا دی۔

اس کے سامنے رکھے برتن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے یافان نے کہا: "کیا یہی تمہارا طلسمی برتن ہے جس کے ذریعے تم دوسروں کے احوال کی عکاسی کرتے ہو"۔

افضان نے اس بار غور سے یافان کی طرف دیکھا اور خفگی سے پوچھا:

"تم کون ہو اور کس لیے مجھ سے ایسی گفتگو کر رہے ہو"۔

بھاری آواز میں یافان نے جواب دیا: "میں بحیرہ ایجین کے ایک جزیرے کا حکمران ہوں میرا نام یافان ہے اور میں تمہیں لینے آیا ہوں تاکہ تم میرے پاس وہاں چل کر رہو اور جو علوم تمہارے پاس ہیں وہ مجھے سکھانے کے علاوہ ان علوم کو وہاں میری بہتری کے لیے استعمال کرو"۔

افضان نے اس بار تضحیک و تحقیر آمیز انداز میں کہا:

"اگر میں وہاں نہ جانا چاہوں تو پھر.....؟"

یافان نے بری طرح غراتے ہوئے کہا: "تو پھر مجھ میں اتنی ہمت و قوت ہے کہ میں تمہیں

یافان نے اس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ اس نے نیلی دھند کو اشارہ کیا جس کے جواب میں وہ دھند انصان پر چھا گئی۔ پھر تھوڑی ہی دیر کے بعد وہاں نہ یافان تھا نہ انصان اور نہ ہی نیلی دھند۔ ہر چیز غائب ہو چکی تھی۔

○

مصر کے بادشاہ اخناتون نے اپنی بڑی بیٹی کی شادی ایک ایسے نوجوان سے کر دی تھی جس کا نام سیمینخار[1] تھا۔ یہ اخناتون کی زندگی ہی میں مر گیا تھا۔

اخناتون نے اپنی دوسری اور چھوٹی بیٹی کی شادی توتنخ آمون[2] کے ساتھ کی اور اس شادی کے بعد جلد ہی اخناتون مر گیا۔ اس کا چونکہ کوئی بیٹا نہ تھا اس لیے اس کی موت کے بعد یہی توتنخ ہی مصر کا بادشاہ بنا اور سلطنت کا کام چلانے میں اس کی بیوی (اخناتون کی بیٹی) اور نوفریتیت (اخناتون کی بیوی) مدد کرنے لگیں۔ نوفریتیت کا باپ آئی بھی حکمرانی کے کام میں ان کی پوری پوری اعانت کر رہا تھا لیکن جلد ہی نوفریتیت مر گئی اور اس کے چند ہی ماہ بعد مصر کے بادشاہ توتنخ آمون نے اپنی بیوی اور اخناتون کی بیٹی اریشس کی رضامندی سے ایک انقلابی کام کیا۔

گو اخناتون رع دیوتا کا ماننے والا تھا اور وہ اپنے دارالحکومت کو تھیبس سے نئے تعمیر ہونے والے شہر اخناتون میں لے آیا تھا اور رع دیوتا کو مصر کا قومی دیوتا قرار دے دیا گیا تھا لیکن اخناتون کے خلاف توتنخ آمون آمون دیوتا کا ماننے والا تھا لہٰذا اس نے رع کے بجائے آمون کو مصر کا قومی دیوتا قرار دے دیا اور مصر کے دارالحکومت کو وہ پھر نئے شہر لنشاتون سے تھیبس[3] کی طرف لے گیا۔ اور نیا آباد ہونے والا شہر اخناتون اور اس کے اندر رع دیوتا کا معبد مالکل اجڑ کر رہ گئے اور

"تم کون ہو اور کس لیے مجھ سے ایسی گفتگو کر رہے ہو۔"

بھاری آواز میں یافان نے جواب دیا: "میں بحیرہ ایجین کے ایک جزیرے کا حکمران ہوں۔ میرا نام یافان ہے اور میں تمہیں لینے آیا ہوں تاکہ تم میرے پاس وہاں چل کر رہو اور جو علوم تمہارے پاس ہیں وہ مجھے سکھانے کے علاوہ ان علوم کو وہاں میری بہتری کے لیے استعمال کرو۔"

انصان نے اس بار تضحیک و تحقیر آمیز انداز میں کہا:

"اگر میں وہاں نہ جانا چاہوں تو پھر۔ ۔ ۔ ۔ ۔؟"

یافان نے بری طرح غراتے ہوئے کہا: "تو پھر مجھ میں اتنی ہمت و قوت ہے کہ میں تمہیں

ہونے لگی تھی۔ لیکن یہ کام کرنے کے بعد جلد ہی توتنخ آمون مر گیا۔

اخناتون کے خاندان میں سے اب صرف اس کی بیٹی آریشس ہی بچی تھی لہٰذا اب وہ ملکہ کی حیثیت سے مصر پر حکومت کرنے لگی۔ اس کا نانا آئی ابھی زندہ تھا اور ہر کام میں اس کی راہنمائی کر رہا تھا۔

لیکن اپنے نانا کی موجودگی کے باوجود اریشس اپنے آپ کو تنہا اور امور حکومت کے معاملے میں کمزور خیال کرتی تھی اس لیے اس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ کسی ایسے جوان سے شادی کرے گی جس کا تعلق شاہی خاندان سے ہو پر اس کے لیے اس نے کسی مصری جوان کا انتخاب نہ کیا۔

ان دنوں حتی قوم نے اپنی عسکری قوت بڑھا کر اپنی اہمیت میں بہت اضافہ کر لیا تھا اور حتیوں کا بادشاہ بپلیو لیماشش[1] ہمسایہ منافی سلطنت کے ساتھ برسرپیکار تھا۔ اریشس کو یہ بھی خبر ہو گئی تھی کہ بپلیو لیماش کے کئی بیٹے ہیں لہٰذا اس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ حتیوں کے بادشاہ بپلیو کے کسی بیٹے سے شادی کرے گی اس طرح مصر اور حتی قریب آ جائیں گے۔ اس کا یہ بھی خیال تھا کہ اگر وہ کسی حتی شہزادے سے شادی کر لیتی ہے تو مصر کے اندر ایک حکمران ملکہ کی حیثیت سے بھی وہ ایک مضبوط و مستحکم حالت اختیار کر لے گی۔ کیونکہ اگر مصر میں اس کے خلاف کسی بھی قسم کی بغاوت ہوتی ہے تو وہ اپنے شوہر کی وساطت سے حتیوں سے مدد حاصل کر کے ایسی بغاوتوں کو آسانی فرو کر سکے گی۔

یہ فیصلہ کرنے کے بعد اریشس نے حتیوں کے بادشاہ بپلیو لیماش کے نام ایک خط لکھا۔ جس میں اس نے بپلیو کے بیٹوں میں سے کسی ایک کے ساتھ شادی کرنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ اور ساتھ ہی اس نے یہ بھی لکھا کہ جس شہزادے کا اس کے لیے انتخاب کیا جائے اسے اس کے پاس مصر کے مرکزی شہر تھیبس روانہ کر دیا جائے تاکہ میں اس سے شادی کر لوں اور اس کے مشورں کے مطابق مصر پر حکومت کروں۔

اریشس نے جو حتی شہزادوں میں سے کسی ایک کے ساتھ شادی کرنے کا فیصلہ کیا تھا وہ اس نے پوری طرح راز میں رکھا۔ یہاں تک کہ اس نے اس کا اظہار اپنے نانا آئی پر بھی نہ کیا۔ وہ یہ چاہتی تھی کہ جب کوئی حتی شہزادہ یہاں آ جائے تو اس سے شادی کرنے کے بعد ہی وہ اپنے نانا

1۔ حتیوں کے بادشاہ کا یہ نام مسٹر سوین نے مصری تاریخ سے حاصل کیا۔

آئی اور عام لوگوں سے اس کا اظہار کرے گی تاکہ اس کی شادی کی وجہ سے اگر کوئی اس کے خلاف بغاوت و سرکشی کرے تو حتیوں کی مدد سے وہ اسے دبا سکے۔

پیلیو لیماش کے نام پیغام[1] لکھنے کے بعد اس نے اس کپڑے کو تہ کیا۔ پھر اس نے اپنی حرم سرا کے سب سے قابلِ بھروسہ محافظ بانوس کو طلب کیا۔

جب بانوس اس کے سامنے آیا تو اریشس نے مٹھاس اور شہد بھرے لہجے میں اسے مخاطب کر کے کہا:

"اے بانوس! میں نے آج تک تمہیں کوئی ایسا کام نہیں سونپا جس میں رازداری کی ضرورت ہو۔ آج میں اگر ایسا کوئی کام تمہارے سپرد کروں تو کیا میں امید رکھوں کہ میرا یہ پیغام مکمل رازداری کے ساتھ تم پہنچا دو گے لیکن اس شرط کے ساتھ کہ اس پیغام کو کسی پر بھی تم ظاہر نہ کرو گے۔ اس شرط میں میرا نانا آئی بھی شامل ہے کہ اسے بھی اس پیغام کا علم نہیں ہونا چاہیے۔"

بانوس نے اپنے سر کو خم کرتے ہوئے گہری عقیدت سے کہا:

"اے مقدس ملکہ! آپ مجھے وہ پیغام سونپ کر تو دیکھیں۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اس پیغام کی رازداری کو برقرار رکھنے کے لیے میں اپنی جان کی بازی لگا دوں گا۔"

حسین اریشس کے پرکشش چہرے پر دلفریب اور جان لیوا مسکراہٹ بکھر گئی۔ اپنی گود میں تہ کر کے رکھا ہوا کپڑا جس پر اس نے پیلیو لیماش کے نام پیغام لکھا تھا، اس نے بانوس کو تھماتے ہوئے کہا:

"اے بانوس! میرا یہ پیغام حتی قوم کے بادشاہ پیلیو لیماش کے نام ہے۔ میں چاہتی ہوں تم ابھی اور اسی وقت میرا یہ پیغام لے کر حتی قوم کے مرکزی شہر ختوشاش کی طرف روانہ ہو جاؤ اور وہاں میرا یہ پیغام ان کے بادشاہ کو پیش کرو۔ اور سنو! یہ پیغام کسی کی وساطت سے نہیں بلکہ خود بادشاہ کو براہِ راست پیش کرنا اور واپس آ کر صرف مجھے بتانا کہ پیلیو لیماش نے میرے پیغام کا کیا جواب دیا۔ پھر میں یہ بھی چاہوں گی کہ جس قدر جلد ممکن ہو واپس آ کر میرے سامنے سارے احوال بیان کرو۔ بہتر ہے تم ابھی اور اسی وقت یہاں سے کوچ کر جاؤ۔"

بانوس نے پیغام آلودہ کپڑے کو سنبھالا۔ پھر اریشس نے اپنے پہلو میں رکھی ہوئی نقدی

۱۔ یہ پیغام ہو بہو ویسا ہی یہاں نقل کیا گیا ہے جیسا قدیم مصری تاریخ میں درج ہے۔

کی ایک تھیلی اٹھائی اور بانوس کو تھما کر کہا:

"اے بانوس! اس تھیلی میں جو رقم ہے اس کا صرف چوتھائی تمہارے آنے جانے پر خرچ ہو سکتا ہے۔ رقم کے باقی تین حصے تمہارے رازداری برتنے کا انعام ہوں گے۔ اب تم جا سکتے ہو۔"

نقدی کی تھیلی لے کر بانوس وہاں سے نکل گیا اور اسی روز وہ تھیبس سے حتیوں کے مرکزی شہر ختوشاش کی طرف روانہ ہو گیا۔

○

بانوس ایک روز ختوشاش میں حتیوں کے بادشاہ پیلیو لیماش کے دربار میں اریشس کا پیغام اس کے حوالے کرنے کے بعد خاموش کھڑا تھا اور بادشاہ کے تاثرات کا جائزہ لے رہا تھا۔

کمرے میں اس وقت پیلیو کے علاوہ اس کے دائیں بائیں اس کے بیٹے بھی براجمان تھے کمرے میں گہرا سکوت طاری تھا۔ پیلیو حسین اریشس کے حریری کپڑے پر لکھے پیغام کو پڑھ رہا تھا اور جواب کا منتظر بانوس اس کے سامنے ستون کی طرح ایستادہ تھا۔

اریشس کا پیغام پڑھ چکنے کے بعد پیلیو لیماش نے ایک بار غور سے بانوس کی طرف دیکھا اور پھر پوچھا:

"اے بانوس! تم کب تک ہمارے پاس قیام کرنا پسند کرو گے؟"

بانوس نے تعظیماً جھکتے ہوئے کہا:

"اے بادشاہ! میری خواہش ہے کہ میں صرف اپنی تکان مٹانے کی خاطر دو یوم یہاں قیام کروں اور واپس لوٹ جاؤں۔ کیونکہ آپ کے نام یہ پیغام دیتے وقت مصر کی مقدس ملکہ نے مجھے جلد از جلد واپس آنے کو کہا تھا۔"

پیلیو نے یہ سن کر فیصلہ کن لہجے میں کہا:

"اگر ایسا ہے تو اے بانوس! تم دو دن بعد یہاں سے اپنے مرکزی شہر تھیبس کو لوٹ جاؤ۔ تمہارے پیچھے ہی میرا بھی ایک آدمی مصر کی طرف جائے گا اور اس کے ذریعے تمہاری ملکہ اریشس

کو اس کے پیغام کا جواب مل جائے گا۔"

بانوس کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اسی لمحہ پیلیو نے اپنے ایک محافظ کو آواز دی۔ جب محافظ اندر آیا تو اس نے تحکمانہ انداز میں اس سے کہا:

"ہمارے اس معزز مہمان کو مہمان خانے میں لے جاؤ۔ وہاں اس کی خوراک اور رہائش کا بہترین انتظام کرو۔"

محافظ نے تعظیماً سر جھکایا اور بانوس کچھ کہنے کی آرزو رکھتے ہوئے بھی کچھ نہ کہہ سکا اور اس محافظ کے ساتھ کمرے سے باہر نکل گیا۔

بانوس کے جانے کے بعد پیلیو لیماش نے وہ خط وہاں بیٹھے اپنے بیٹوں میں سے ایک کو تھمایا اور بولا:

"تم پہلے مصری ملکہ اریشس کا خط پڑھو۔ پھر مجھے مشورہ دو کہ ملکہ کے اس پیغام کے جواب میں ہمیں کیا کرنا چاہیے۔"

پیلیو لیماش کے بیٹے اس کے دائیں طرف اکٹھے ہو کر خط پڑھنے لگے۔ جب وہ خط پڑھ چکے تو پیلیو نے پوچھا:

"اب بولو۔ مصری ملکہ کی اس خواہش کے جواب میں تم کیا مشورہ دیتے ہو۔"

پیلیو کے بڑے بیٹے نے کہا:

"اے ہمارے باپ! ہم میں سے کوئی بھی اس پیغام کے بارے میں کوئی مشورہ نہ دے گا کیونکہ ہم سب اس میں ملوث ہیں۔ اگر یہ معاملہ ہم پر چھوڑ دیا گیا تو ہم میں سے ہر کوئی یہی خواہش کرے گا کہ اسے اریشس کی طرف روانہ کیا جائے تا کہ وہ اس سے جا کر شادی کر لے اور مصر جیسی قدیم اور وسیع و عریض سلطنت کا بادشاہ کہلائے۔ لہٰذا ہم نہیں چاہتے کہ ہم بھائی مصری ملکہ کے حصول کی خاطر عداوت و نا اتفاقی کا شکار ہو جائیں لہٰذا ہم سب کی آپ سے درخواست ہے کہ اس پیغام کے جواب میں آپ اپنی طرف سے کوئی فیصلہ جاری کر دیں اور وہ فیصلہ ہم سب کے لیے قابلِ قبول ہو گا۔"

پیلیو لیماش نے اطمینان اور خوشی کا اظہار کیا اور کہا:

"اے میرے بچو! تمہارے اس فیصلے نے مجھے خوش کر دیا ہے کہ تم سب نے اپنے آپ کو ایجذات کے لیے ہوس میں نہیں ڈالا اب جبکہ تم نے باہمی اتفاق سے یہ معاملہ مجھ پر ڈالا ہے تو

پھر میں نے جو اپنے دل میں ٹھان رکھی ہے وہ بھی سنو۔

میں چاہتا ہوں کہ اریشس کے اس قاصد کی روانگی کے بعد ہم اپنے شاہی سنگتراش کو تھبیس کی طرف روانہ کریں۔ وہ وہاں جا کر کچھ روز قیام کرے اور اریشس کا جائزہ لے کہ وہ اپنی عمر، جسمانی ساخت اور خوبصورتی میں کیسی ہے کیونکہ ان جمالیاتی چیزوں کا جائزہ ایک سنگتراش بہتر طور پر لے سکتا ہے جو دن رات لوگوں کی خواہشوں کے مطابق ان کے مجسمے بناتا ہے اور بڑے بڑے دیوتاؤں کے پرکشش بت تراشتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ سنگتراش وہاں رہ کر اس بات کا بھی جائزہ لے گا کہ اریشس واقعی کسی شہزادے کی ضرورت مند ہے یا ہمارے ساتھ فریب اور دھوکہ کر رہی ہے۔ اس کے علاوہ یہ سنگتراش وہاں یہ بھی دیکھے گا کہ وہاں مصر کے شاہی خاندانوں کا کوئی ایسا جوان تو نہیں جو وہاں اریشس کا خواہشمند ہو۔

اگر ایسا ہوا تو میرے بیٹو! جو بھی تم میں سے وہاں جائے گا نقصان اٹھائے گا۔ ایسی صورت میں ہم خاموشی اختیار کریں گے اور اس پیغام کا کوئی جواب نہ دیں گے اور اگر ہمارے سنگتراش نے آ کر یہ اطلاع دی کہ اریشس جوان اور حسین ہے اور یہ کہ واقعی وہ میرے بیٹوں میں سے کسی کی خواہشمند ہے اور یہ بھی کہ تھبیس میں کسی کے رقیب بن جانے کا بھی اسے کوئی خطرہ نہیں ہے تو پھر اے میرے بیٹو! میں تم سب کے نام قرعہ ڈالوں گا اور جس کا بھی نام نکلا اسے میں مصر کی طرف روانہ کر دوں گا۔"

سب بھائیوں نے اپنے باپ کے اس فیصلے کو سراہا اور اس کے بعد وہ سب اٹھ کر اس کمرے سے باہر نکل گئے۔

دو یوم بعد اریشس کا قاصد بانوس جب وہاں سے روانہ ہو گیا تو اس کی روانگی کے صرف ایک دن بعد پیلیو لیماش نے اپنے شاہی سنگتراش کو تھبیس کی طرف روانہ کر دیا تا کہ وہ مصری ملکہ اریشس سے متعلق ساری معلومات حاصل کرے۔

○

حتیوں کے بادشاہ پیلیو لیماش کے شاہی سنگتراش نے تھبیس شہر پہنچ کر ایک سرائے میں قیام کیا اور مصری ملکہ اریشس سے متعلق معلومات جمع کرتا رہا۔ چند بار اس نے اریشس کو اپنے

آنکھوں سے بھی دیکھ لیا۔ پھر اس نے اریشس کے رشتہ داروں اور ملکہ کی حرم سرا سے متعلق بھی معلومات حاصل کیں۔ یہ سنگتراش ہر طرح سے اطمینان کر چکا تو پھر وہ اپنے شہر خنوشاش کی طرف واپس لوٹ آیا۔

جب یہ سنگتراش لوٹ کر آیا تو بیلیو لیماشس نے پھر اپنے کمرے میں اپنے سب بیٹوں کو جمع کیا اور پھر اس سنگتراش کو بلا کر پوچھا:

"اے پتھروں کے صورت گر! بتا تو نے اریشس سے متعلق کیا خبریں جمع کی ہیں۔"

سنگتراش نے جواب میں کہا:

"اے بادشاہ! گو میں سنگتراش ہوں۔ پر میں اریشس کی خوبیاں شاعرانہ تخیل کے ساتھ پیش کر سکتا ہوں۔ اے بادشاہ! اریشس ایسی حسین ہے جیسے برف زاروں کی پگھلی چاندنی پانیوں میں ڈھل جائے۔ جیسے ان گنت حسیناؤں کا انمول شباب شاخ در شاخ ہو کر کونپلوں میں بدل جائے۔ اے بادشاہ! اریشس خیالات کی لو اور لطافتوں کی دھنک جیسی پر کشش ہے۔ اس کا جسم ابھار تو کا سرور اور اس کی آواز سماعتوں کی شیرینی ہے۔ اس کی آنکھیں ایسی روشن ہیں جیسے نیلگوں فضاؤں میں چاندنی۔ اے بادشاہ! اریشس ایسا حسن رکھتی ہے جو سوچوں میں خوشبو، سانسوں میں مہک، دھڑکنوں میں دعا اور روح میں حلاوت بن کر چھا جائے۔

ان دنوں وہ اکیلی ہے۔ اس کے خاندان میں اس کے نانا کے علاوہ اور کوئی نہیں رہا۔ وہ آپ کے بیٹوں میں سے کسی ایک کو بلانے میں مخلص ہے اور اے بادشاہ! تھیبس میں اریشس کے تعلق سے کوئی رقیب بھی نہ ہو گا۔"

بادشاہ سنگتراش کی گفتگو سن کر خوش ہوا۔ پھر اس نے اپنے بیٹوں کے نام قرعہ ڈالا اور جس بیٹے کا نام نکلا اسے اس نے چند محافظوں کے ساتھ تھیبس روانہ کر دیا۔

○

۱۔ مصر کی ملکہ اریشس سے متعلق اپنے آدمی کے ذریعے پوری معلومات حاصل کر کے اپنے بیٹے کو جس طرح بیلیو لیماشس نے مصر روانہ کیا یہ سب حالات مفصل طور پر مصری تاریخ میں درج ہیں لیکن اس کے اس بیٹے کا انجام بہت دردناک ہوا جس کے حالات آئندہ صفحات میں آئیں گے۔

ابلیس کے ساتھی شبر نے دجون شہر میں سرائے کے مالکوں اور دجون دیوتا کے پجاریوں کو شب و روز کی محنت کے بعد یوناف کے خلاف برانگیختہ اور متنفر کیا کہ یہ سب لوگ ایک روز اپنے بادشاہ کے پاس گئے اور اجتماعی طور پر انہوں نے یوناف کے خلاف ایسی تحریک چلائی کہ بادشاہ کو انہوں نے یوناف کے خلاف طیش دلا کر رکھ دیا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ بادشاہ نے حکم دے دیا کہ یوناف کو گرفتار کر کے اس کے سامنے پیش کیا جائے۔

اپنی گرفتاری کے حکم سے بے خبر یوناف اس روز ساحل کی طرف نکل گیا۔ وہ ایسی جگہ جا نکلا جہاں دیس دیس سے آنے والے ملاح اپنے بحری جہاز کھڑے کیا کرتے تھے اور ساحل پہ ایک کھلی جگہ دجون شہر کے لوگ جمع ہو کر ان ملاحوں سے ملک ملک اور شہر شہر کی کہانیاں قصے اور حکایتیں سنا کرتے تھے۔

ان دنوں جاڑا عروج پر تھا اور سردی بھی اس روز انتہا پر تھی کیونکہ شمالی برفستانوں کی طرف سے چلنے والی زمستانی ہواؤں نے ہر شے کو ٹھٹھرا کر رکھ دیا تھا۔ ملاحوں نے ساحل پہ آگ روشن کر رکھی تھی۔ لوگ ان سے کچھ سننے کے لیے کافی تعداد میں وہاں جمع تھے۔ یوناف بھی ان میں جا شامل ہوا۔

تب ایک ملاح نے وہاں جمع لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

"اے دجون شہر کے لوگو! آج میں تمہیں ایک ایسا واقعہ سناتا ہوں جسے تم لوگ خرق عادت اور فوق البشری خیال کرو گے یا یہ تخمینے لگاؤ گے کہ یہ واقعہ کسی شاعر اور افسانہ تراش کے تخیل کی پرواز ہے لیکن جو کچھ میں تم لوگوں سے بیان کرنے جا رہا ہوں وہ سچائی اور حقیقت پر مبنی ہے تو اے لوگو! سنو۔ غور سے سنو!

ایسا ہے کہ کریٹ اور روڈس کے درمیان سرنا نام کا ایک جزیرہ ہے۔ کبھی یہ جزیرہ ویران اور اجاڑ ہوا کرتا تھا۔ پھر یافان نام کے ایک ساحر نے اسے اپنا مسکن بنا لیا۔"

یافان کا نام سن کر یوناف چونکا اور اس ملاح کی گفتگو غور سے سننے کے لیے وہ ممکنہ حد تک اس سے قریب ہو کر جا بیٹھا۔

ملاح کہہ رہا تھا:

"ہاں تو اس ساحر نے کہ جس کا نام یافان ہے اس جزیرے پر قبضہ کر لیا۔ پہلے اس جزیرے میں اس نے کسان اور صناع جمع کیے۔ جزیرے میں کھیتی باڑی شروع ہوئی اور جزیرے

کے اندر یافان کے لیے ایک عالی شان محل تعمیر ہوا۔ اس محل کی دیکھ بھال کے لیے ان گنت اقوام کی حسین ترین لڑکیوں کو وہاں جمع کیا گیا۔ پھر یافان نے اس جزیرے میں سرنا نام کا ایک شہر تعمیر کیا۔

اے لوگو! میں اور میرے کچھ ساتھیوں نے یافان نام کے اس ساحر کو خود دیکھا ہے۔ وہ اپنے جسم کو اور چہرے کو ایک لمبی سیاہ رنگ کی قبا اور سیاہ نقاب سے ڈھانکے رکھتا ہے کسی کو خبر نہیں کہ وہ ایسا کیوں کرتا ہے۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ نہ وہ انسان ہے اور نہ ہی اس دنیا کا باشندہ بلکہ کوئی اور ہی مخلوق ہے۔ کچھ لوگوں کا اندازہ ہے کہ وہ بے حد بدشکل اور بدصورت ہے جو یوں اپنے آپ کو لوگوں سے چھپائے رکھتا ہے لیکن اس کے راز کو آج تک کوئی نہیں جان سکا۔ پھر وہ کچھ کھاتا پیتا بھی نہیں ہے۔"

اور اے دجون شہر کے لوگو! یافان نام کے اس ساحر کے ساتھ ساتھ ہر وقت ایک نیلے رنگ کی دھند رہتی ہے اور وہاں کے لوگوں کا خیال ہے کہ اس دھند کے اندر کچھ شیطانی قوتیں ہیں جو یافان کے احکامات کا اتباع کرتی ہیں۔ یافان کی اس نیلی دھند کی قوتیں بحری جہازوں پر حملہ آور ہو کر ان کو جزیرے کی طرف لے جاتی رہی ہیں اور یوں انہوں نے جزیرے میں نئے تعمیر ہونے والے اس شہر کو خوب آباد کر لیا ہے۔

سرنا نام کے اس شہر میں افصان نام کا ایک یونانی بھی رہتا ہے۔ یافان کی طرح اسے بھی اس جزیرے کا عجوبہ بھی کہا جا سکتا ہے۔ اس کے متعلق لوگ کہتے ہیں کہ یافان یونان کے شہر سپارٹا سے اسے زبردستی اٹھا لایا تھا۔ افصان بھی یافان کی طرح ان گنت سری قوتوں کا مالک ہے۔ اس سے متعلق اس جزیرے میں مشہور ہے کہ وہ . . . . "

وہ ملاح کہتے کہتے خاموش ہو گیا۔

اردگرد کھڑے لوگ بھی کچھ پریشان سے دکھائی دینے لگے اور اکثر لوگ خوف و پریشانی میں ادھر ادھر ہٹنے لگے۔

یہ صورت حال دیکھتے ہوئے یوناف بھی اپنی جگہ پر کھڑا ہو گیا تب اس نے دیکھا کہ چند مسلح جوان اس کی طرف ہی آ رہے تھے۔ ان مسلح جوانوں کے ساتھ دجون دیوتا کے پجاری بھی تھے۔ قریب آ کر ایک پجاری نے ہاتھ سے یوناف کی طرف اشارہ کیا اور ان مسلح جوانوں سے مخاطب ہوتے ہوئے بولا:

"یہ ہے وہ جوان جسے گرفتار کر کے بادشاہ نے اپنے سامنے پیش کرنے کا حکم دیا ہے اس کا نام یوناف ہے اور یہی اس شہر کے لوگوں کو ہمارے دیوتا دجون سے برگشتہ کرنے کی مذموم کوششوں میں مصروف ہے۔"

ان مسلح جوانوں نے آگے بڑھ کر یوناف کو رسیوں میں جکڑ لیا۔ پھر وہ اسے اپنے بادشاہ کے سامنے پیش کرنے کے لیے لے کر چل پڑے۔

○

ان مسلح جوانوں کے ساتھ تھوڑی دور تک آگے جانے کے بعد یوناف رک گیا اور فیصلہ کن لہجے میں ان جوانوں سے بولا:

"جن رسیوں میں تم نے مجھے جکڑ رکھا ہے یہ رسیاں کھول دو۔ مجھ میں اتنی ہمت ہے کہ میں وہاں تمہیں اپنے اوپر حاوی نہ ہونے دیتا۔ پر وہاں میں نے اس لیے ایسا نہیں کیا کہ مجھے تم لوگوں کی عزت مقصود تھی۔ اگر وہاں ملاحوں اور عام لوگوں کی موجودگی میں تم لوگوں سے الجھ کر میں غالب رہتا تو تم ان کی نگاہوں میں گر جاتے لیکن میں نے ایسا نہیں ہونے دیا۔ اب جبکہ وہ ہمارے سامنے نہیں ہیں تو تم لوگ میری رسیاں کھول دو۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ بھاگوں گا نہیں بلکہ خود تمہارے بادشاہ کے سامنے جا پیش ہوں گا۔"

ان مسلح جوانوں میں سے ایک نے یوناف کو اپنے گھٹنے کی ضرب لگاتے ہوئے کہا:

"تم اس انداز میں ہم سے گفتگو کرتے ہو جیسے ہمارے محتسب ہو۔ سیدھی طرح خاموشی سے ہمارے ساتھ چلتے رہو۔"

اس جوان کی اس حرکت پر یوناف کی آنکھوں میں غصے اور قہرمانیت کا طوفان رقص کرنے لگا ایک جھٹکے کے ساتھ اس نے ساری رسیاں توڑ دیں اور جس جوان نے اسے گھٹنے سے ضرب لگائی تھی اس کا ہاتھ پکڑ کر اس نے ایسے زور سے دبایا کہ اس کے ہاتھ کی انگلیاں پھٹ گئیں اور اس کا خون بہ نکلا۔ ساتھ ہی وہ آہ و زاری کرنے لگا۔ دوسرے مسلح جوان اس واقعے سے بے حد ہراساں ہوئے۔ یوناف

کی منت کر کے انہوں نے اپنے ساتھی کی جان چھڑائی اور اب کوئی مزاحمت یا زیادتی کیے بغیر اس کے ہمراہ آگے بڑھنے لگے۔

○

یوناف کو دجون شہر میں جب فلسطینیوں کے بادشاہ کے سامنے پیش کیا گیا تو بادشاہ نے اس سے پوچھا:

"اے جوان! تمہارا نام مجھے یوناف بتایا گیا ہے۔ مجھ پر یہ انکشاف کیا گیا ہے کہ تم بڑی قوتوں کے مالک ہو۔ بہرحال تم پر دو الزام ہیں۔ اول یہ کہ تم نے دجون دیوتا کے معبد سے متصل ایک عمارت خرید رکھی ہے جس میں تم مسافروں اور غریب الوطن لوگوں کو ٹھہراتے ہو اور ان سے کوئی خرچہ نہیں لیتے جس سے سرائے کے مالکوں کو نقصان ہو رہا ہے اور انہوں نے اس بارے میں تمہاری شکایات کی ہیں۔

تم پر دوسرا الزام دجون دیوتا کے پجاریوں نے عاید کیا ہے اور وہ یہ کہ تم لوگوں میں دجون دیوتا کے خلاف تبلیغ کرتے ہو اور ایک رب العٰلمین کی طرف بلاتے ہو۔ یہ رب العٰلمین کون ہے جس کی عبادت کرنے کی تم دعوت دیتے ہو۔"

بادشاہ کے اس سوال پر یوناف نے کہا:

"اے بادشاہ! میں لوگوں کو اس رب العٰلمین کی طرف بلاتا ہوں جو انسان کو پیدا کرتا ہے۔ اس کی راہنمائی کرتا ہے۔ اسے کھلاتا پلاتا ہے۔ جب وہ بیمار ہوتا ہے تو اسے صحت دیتا ہے۔ وہ اسے مارتا ہے پھر دوبارہ زندہ کرے گا اور اس کے اعمال کا احتساب کرے گا۔"

بادشاہ نے ہلکی ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ پوچھا:

"اگر تمہارا وہ رب ایسی ہی قوتوں کا مالک ہے تو پھر وہ اپنے پسندیدہ دین کو لوگوں میں خود ہی زبردستی جاری کیوں نہیں کر دیتا۔"

یوناف نے دوبارہ ایک ماہر مبلغ کی طرح مؤثر انداز میں بادشاہ سے کہا:

"میرے اللہ کے لیے اپنا دین زبردستی جاری کرنا مشکل اور ناممکن نہیں ہے لیکن وہ ایسا نہیں کرتا اس لیے کہ اسے کسی کا جبری ایمان قبول نہیں ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ لوگ عقل و خرد سے کام لیکر

ان آیات کی مدد سے حق کو پہچانیں جو زمین و آسمان، آفاق اور خود انسان کی اپنی ہستی کے اندر پائی جاتی ہیں۔ اللہ نے انسان کو ارادے اور اختیار کی آزادی دی ہے۔ اسی جا بجا اس نے انسان کو یہ قدرت دی ہے کہ صحیح اور غلط جس راہ پر بھی چلنا چاہے، چل سکے۔ انسان کے اندر اس نے خیر و شر دونوں کے رجحانات رکھ دیے ہیں۔ فجور و تقویٰ کی دونوں راہیں اس کے آگے کھول دی ہیں۔

جہاں ابلیس کو اسے بہکانے کی آزادی دی وہاں اس کے لیے نبوت و وحی اور دعوتِ خیر کا سلسلہ بھی جاری کیا اور انسان کو انتخابِ راہ کے لیے ساری مناسبِ حال صلاحیتیں دے کر اس امتحان کے مقام پر کھڑا کر دیا ہے کہ وہ کفر و فسق کا راستہ اختیار کرتا ہے یا ایمان و اطاعت کا۔ یہ دنیا انسان کے لیے ایک امتحان گاہ ہے۔ اگر میرا رب انسان کو ایمان و اطاعت پر مجبور کر دے تو پھر اس امتحان کا سارا مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے۔ میرا اللہ چاہتا ہے کہ انسان خود اپنے ارادے اور اختیار کی قوتوں کو استعمال کر کے حق کو حق جان کر قبول کرے اور باطل کو باطل جان کر ترک کر دے۔

اگر اللہ کو نشانیاں نازل کر کے یا زبردستی ہی انسان کو اپنے دین پر جاری کرنا تھا تو پھر اس کی ضرورت ہی کیا تھی۔ خدا تو انسان کو اس فطرت و ساخت پر ہی پیدا کر سکتا تھا جس میں کفر و نافرمانی اور بدی و گناہ کا امکان ہی نہ ہوتا اور جس طرح اللہ کے فرشتے ازلی فرمانبردار ہیں انسان بھی ہو جاتا۔ بس یہی حقیقت ہے جس کی بنا پر رسولوں کے ذریعے اللہ نے انسان کو نیکی اور ہدایت اور راستی کی ہدایات جاری رکھی ہیں اور اے بادشاہ! میرا اللہ، میرا رب تو ایسا ہے کہ . . . . .''

بادشاہ نے بیچ میں بولتے ہوئے کہا:

''میں یہ تو تسلیم کر لیتا ہوں کہ جس اللہ اور رب کی تم تعریف کر رہے ہو، وہ ہر شے کو پیدا کرنے والا ہے کیونکہ طے شدہ امر ہے کہ تخلیق کا یہ عمل لکڑی اور پتھر کے بتوں میں نہیں ہے۔ کہ لکڑی سن نہیں سکتی اور پتھر اٹھ کر کسی کا کام نہیں کر سکتے لیکن تمہارے اس دعوے کو میں کیسے اور کیونکر قبول کر لوں کہ پیدا کرنے والا اللہ پیدا کرنے کے بعد ہدایت بھی دیتا ہے، کھلاتا پلاتا بھی ہے اور بیماری میں شفا بھی دیتا ہے۔''

ماہر مبلغ کی طرح یوناف نے پھر جواب دیا:

''اے بادشاہ! میرا اللہ تو انسان کی پیدائش کے وقت سے ہی انسان کی راہنمائی، کھلانے

پلانے اور شفا کی ہدایات و سہولتیں فراہم کر دیتا ہے۔

اے بادشاہ! بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو ماں کی چھاتیوں میں دودھ کون اتارتا ہے۔ کیا کوئی انسان ایسا کر سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ یہ انسان کے بس کی بات نہیں۔ میرا اللہ پہلے دن سے ہی انسان کے کھانے پینے کا انتظام کر دیتا ہے۔

اور پھر اے بادشاہ! پیدا ہونے والے بچے کو کون سکھاتا ہے کہ وہ اپنی زبان اور مسوڑھوں کے دباؤ سے اپنی ماں کی چھاتیوں سے دودھ کی صورت میں اپنی خوراک حاصل کرے۔ اور یہ کون بچے کو سکھاتا ہے کہ دودھ کو حلق سے نیچے کیسے اتارا جاتا ہے اور یہ کہ جب وہ بھوک محسوس کرے تو بھوک کی یہ شدت ماں کے دودھ سے ہی مٹائی جا سکتی ہے۔''

''اے بادشاہ! میرے اللہ نے انسان کو پیدا کر کے چھوڑ نہیں دیا کہ وہ بتوں اور ایسے ہی دوسرے عناصر کا سہارا لیتا پھرے۔ زندگی کے ہر مرحلے میں اپنے وجود، نشو و نما اور بقا و ارتقا کے لیے جس سر و سامان کی حاجت انسان کو پیش آتی ہے اللہ نے اس زمین، فضا اور آسمانوں میں وہ سب کچھ اس کے لیے پیدا کیا۔ اور پھر اس سر و سامان سے فائدہ اٹھانے کے لیے اور اسے کام میں لانے کے لیے جن جن طاقتوں اور قوتوں کی ضرورت ہوتی ہے وہ بھی میرا اللہ ہی انسان کو فراہم کرتا ہے۔ پھر یہ کہ انسانی وجود کی حفاظت کے لیے اور اسے آفات، بیماریوں، مہلک جراثیم اور زہریلے اثرات سے بچانے کے لیے خود انسانی جسم کے اندر ناقابلِ یقین انتظامات کر دیے ہیں۔''

''سنو بادشاہ: انسان کا معاملہ اپنے رب کے ساتھ اس دنیا اور اس کی زندگی تک ہی محدود نہیں ہے اور ایسا نہیں ہے کہ ادھر موت کی ہچکی آئی اور ادھر یہ تعلق ختم ہو گیا۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ اس کے بعد انسان کا انجام بھی اللہ کے ہاتھ میں آتا ہے۔

اے بادشاہ! اگر میں آپ سے سوال کروں کہ کیا دنیا میں کوئی ایسا حکیم، ایسا دانا اور طبیب ہے جو انسانی موت کو ٹال دے۔''

بادشاہ نے اقرار کرتے ہوئے کہا:

''نہیں۔ ہرگز نہیں۔ کوئی بھی ایسا نہیں جو انسان کی موت کو ٹال دے۔''

یوناف نے فیصلہ کن انداز میں کہا:

''اے بادشاہ! اگر ایسا ہے تو پھر کیا انسان کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ صرف اپنے خالق کی ہی

بندگی اور عبادت کرے اور غیر خالق قوتوں کا اتباع نہ کرے۔"

بادشاہ نے چند ثانیوں تک گردن جھکائے رکھی اور کہا:

"اے یوناف! میں جان گیا ہوں کہ تمہاری باتوں میں وزن ہے لیکن ہم لوگ دجون دیوتا کی پرستش ترک نہیں کر سکتے۔ اس لیے کہ سالہا سال اور پشت ہا پشت سے ہمارے آبا و اجداد ایسا کرتے آئے ہیں۔ میں جانتا ہوں لکڑی اور پتھر کے یہ بت نہ ہماری پکار کو سنتے ہیں نہ ہمارے نفع و نقصان پر قادر ہیں۔ اس کے باوجود ہم اپنے آبا کی روش ترک نہیں کر سکتے۔ دجون دیوتا کے پجاریوں نے تو تمہارے لیے انتہائی سخت سزا تجویز کی تھی لیکن میں اس میں نرمی کر رہا ہوں میں تمہیں ملک بدر کرتا ہوں۔ تم آج ہی یہاں سے نکل کر کسی اور سرزمین کی طرف چلے جاؤ۔ دیکھو باہر اب شام ہو گئی ہے۔ تاریکی ہی میں روپوش ہو کر کہیں چلے جاؤ اور دجون دیوتا کے پجاریوں کے سامنے نہ آنا ورنہ یہ لوگ میرے خلاف ایک ہنگامہ کھڑا کر دیں گے۔ اب تم جا سکتے ہو۔"

یوناف کچھ کہے بغیر مڑا اور وہاں سے نکل گیا۔

○

مصری ملکہ دیشس کا نانا آئی ایک روز بانوس کے گھر پر آیا۔ اس نے دروازے پر دستک دی اور پھر ایک طرف ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد جب بانوس نے دروازہ کھولا اور ملکہ کے نانا آئی کو دروازے پر کھڑے دیکھا تو بڑی عقیدت مندی سے کہا:

"آپ باہر کیوں کھڑے ہیں۔ آپ دستک دیے بغیر اندر آ گئے ہوتے۔"

آئی نے بڑی عیاری سے بانوس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا:

"میں جس کام کے لیے آیا ہوں اس کے لیے تمہارے گھر میں بیٹھ کر بات نہیں کی جا سکتی۔ تم تھوڑی دیر کے لیے میرے ساتھ آؤ۔ میں ایک نہایت اہم موضوع پر تم سے علیحدگی میں گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔"

بانوس نے جواب میں کچھ نہ کہا اور خاموشی سے آئی کے ساتھ ہو لیا۔

آئی اسے تھیبس شہر سے باہر دریائے نیل کے کنارے لے گیا اور ایک پتھر پر بیٹھتے ہوئے دوسرے پتھر کی طرف اشارہ کر کے بولا:

"تم بھی بیٹھ جاؤ بانوس!"

بانوس بے چارے کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ آئی اسے کیا کہنا چاہتا ہے۔ تاہم وہ اس کے سامنے خاموشی سے بیٹھ گیا۔

اتنے میں آئی نے قریب پڑا ہوا ایک وزنی پتھر اٹھا کر دریا میں پھینکا اور پھر بانوس سے یوں مخاطب ہوا:

"اے بانوس! دیکھ میں جانتا ہوں کہ تو حتیوں کے بادشاہ ہیلیو لماش کے پاس اریشس کا کیا پیغام لے کر گیا تھا۔"

بانوس چونک پڑا اور بدک جانے کے انداز میں بولا:

"آپ کو اس پیغام کی نوعیت کی کیسے خبر ہو گئی؟"

آئی نے گہری مکارانہ مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا:

"اے بانوس! دیکھ۔ حرم سرا کے اندر اریشس کی مشاطہ میرے اعتماد اور بھروسے کی عورت ہے۔ تمہاری حتیوں کی طرف روانگی کے بعد اس نے تمہاری بیوی کو کرید کرید کر یہ سارے حالات معلوم کر لیے۔ ہاں اگر تم نے ان باتوں کا ذکر اپنی بیوی سے نہ کیا ہوتا تو پھر اس کے متعلق میرا کچھ جاننا مشکل تھا۔"

بانوس نے آگے بڑھ کر آئی کے پاؤں پکڑ لیے:

"آپ کو آمون کی قسم! ان حالات کا ذکر ملکہ سے نہ کیجیے گا ورنہ وہ میری کھال اتروا کر رکھ دے گی!"

آئی نے سودے بازی کے انداز میں کہا:

"اے بانوس! میں ایک شرط پر ایسا کر سکتا ہوں۔"

"وہ کیا؟"

آئی نے مکاری سے کہا:

"وہ یہ کہ تم آج ہی جا کر اریشس کو جا کر مشورہ دو کہ وہ مجھ سے شادی کر لے۔ اے بانوس! دراصل میں نہیں چاہتا کہ اریشس کسی حتی شہزادے کے ساتھ شادی کرے۔ اگر ایسا ہوا تو مصر کا اقتدار مصریوں کے ہاتھوں سے نکل کر حتیوں کے پاس چلا جائے گا اور میں ایسا ہرگز نہیں ہونے دوں گا۔"

بانوس نے سہمے سہمے انداز میں کہا:

"کہیں ملکہ میرے اس مشورے پر ناراض نہ ہو جائے"۔

آئی نے اس کی ڈھارس بندھائی:

"نہیں۔ وہ ہرگز تم سے ناراض نہ ہوگی۔ دیکھو بانوس! اریشس کے کانوں میں یہ بات میں پہلے دو مرتبہ اس کی مشاطہ کے ذریعے ڈلوا چکا ہوں کہ وہ مجھ سے شادی کر لے اور اریشس نے اس مشورے پر مشاطہ سے صرف یہ کہا تھا کہ فی الحال اس کی نگاہ میں ایک جوان ہے اگر وہ میرے معیار پہ پورا اترا تو میں ضرور آئی سے شادی کر لوں گی گویا اسے میرے ساتھ شادی کرنے سے انکار نہیں ہے"۔

اور بانوس! میں جانتا ہوں وہ جوان صرف حتی شہزادہ ہی ہے جس کا وہ انتظار کر رہی ہے یہ انتظار اب کافی طویل ہو گیا ہے اور اریشس یقیناً اب اس انتظار سے تنگ آ کر مایوس اور بیزار ہو گئی ہو گی لہٰذا اسے اس موقع پر اگر تم میرے ساتھ شادی کرنے کا مشورہ دو گے تو وہ ہرگز برا نہ مانے گی اور مجھ سے شادی کرنے پر رضامند ہو جائے گی۔ اے بانوس! میری اریشس سے شادی میں مصر کی بہتری ہے اور اگر اس نے کسی حتی شہزادے سے شادی کر لی تو حتی یقیناً مصر کو لوٹ کھائیں گے اور یہ میں ہرگز نہ ہونے دوں گا لہٰذا تم اریشس سے بات کر کے دیکھو اور پھر حالات سے مجھے آگاہ کرو"۔

بانوس نے ہار مانتے ہوئے کہا:

"اگر آپ چاہتے ہیں تو میں ضرور اریشس سے اس موضوع پر گفتگو کروں گا"۔

آئی فوراً اٹھ کھڑا ہوا:

"چلو پھر چلیں۔ یہاں سے واپسی پر تم سیدھے اریشس کے پاس جاؤ اور اس سے اس موضوع پر بات کرو"۔

بانوس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ پھر وہ دونوں دریائے نیل کے کنارے سے واپس شہر کی طرف چل پڑے۔

آئی سے علیحدہ ہو کر بانوس سیدھا اریشس کے پاس پہنچا۔ وہ اس وقت اپنی خواب گاہ میں اکیلی تھی اور انتہائی خوش گوار کیفیت میں تھی۔

بانوس کو دیکھ کر وہ خوش ہوئی اور ایک نشست کی طرف اشارہ کر کے اس نے بانوس کو بیٹھنے کو کہا۔ اریشس کے اس سلوک سے بانوس کی حوصلہ افزائی ہوئی۔

بانوس وہاں بیٹھ گیا اور بولا:

"اے مقدس ملکہ! آج میں ایک ایسی بات کہنے آیا ہوں جو آپ کی ذات سے تعلق رکھتی ہے اگر آپ اجازت دیں اور برا نہ مانیں تو کہوں؟"

اریشس نے فراخدلی سے کہا:

"اے بانوس! تم نے جو کہنا ہے بلا جھجک کہو۔ میں جانتی ہوں تم جو کہو گے اس میں میری بہتری ہی ہوگی"۔

بانوس نے بغیر کسی تمہید کے جھٹ کہہ دیا:

"اگر ایسا ہے تو آپ اپنے نانا آئی سے شادی کر لیں۔ اس میں آپ کی ہی بہتری ہے حتیوں کے بادشاہ نے اپنے بیٹوں میں سے اگر کسی کو یہاں بھیجنا ہوتا تو اب تک بھیج چکا ہوتا۔ میں سمجھتا ہوں اس نے ہمیں ٹال دیا ہے اور مصر کی بہتری میں کوئی دلچسپی نہیں رکھتا"۔

اریشس چند لمحے سر جھکائے کچھ سوچتی رہی۔ پھر اپنا فیصلہ سنا دیا:

"تم ٹھیک ہی کہتے ہو۔ ہیلیو لیاشس نے اگر اپنے کسی بیٹے کو بھیجنا ہوتا تو اب تک ضرور ایسا کر چکا ہوتا۔ میں بھی اس سے مایوس ہو چکی ہوں۔ اور اے بانوس! تم نے جو مجھے اپنے نانا سے شادی کرنے کا مشورہ دیا ہے یہ پچھلے کئی روز سے میرے زیر غور ہے اس لیے کہ کئی ہفتے پہلے میری مشاطہ بھی کئی بار آئی سے شادی کر لینے کا مشورہ دے چکی ہے۔

اے بانوس! میں تمہارے اس مشورے کی شکر گزار ہوں تاہم اگر تم یہ مشورہ نہ بھی دیتے تو میں پہلے ہی آئی سے شادی کرنے کا فیصلہ کر چکی ہوں۔ اس لیے کہ جب میری مشاطہ نے مجھے کئی بار آئی سے شادی کر لینے کا مشورہ کر دیا تو میں نے فیصلہ کیا کہ ہیلیو لیاشس تو اپنے کسی بیٹے کو بھیجے گا نہیں اس لیے آئی سے شادی کر لینا ہی میرے لیے سود مند ہے کیونکہ وہ میرے ساتھ مخلص تو رہے گا۔ اے بانوس! اب تم جاؤ اور آئی کو میرے اس فیصلے سے آگاہ کر دو کہ میں جلد ہی اس سے شادی کر لینا چاہتی ہوں"۔

بانوس کا اریشس کے اس فیصلے نے حوصلہ بڑھا دیا تھا لہٰذا وہ بولا:

"اگر میں آئی سے مل کر دو ایک دن تک اس شادی کا بندوبست کرا دوں تو آپ کو کوئی اعتراض تو نہ ہوگا۔"

جواب میں اریشس مسکرا دی اور بولی:

"مجھے کوئی اعتراض نہیں بانوس! تم کل چھوڑ بے شک آج ہی یہ بندوبست کر دو میں تب بھی رضامند ہوں۔"

بانوس وہاں سے خوش اور مطمئن باہر نکل آیا۔ اس کے صرف دو روز بعد آئی اور اریشس کی شادی ہو گئی یوں نانا اور نواسی نے آپس میں شادی کر لی۔ اس طرح آئی ایک بار پھر اپنی نواسی اور بیوی اریشس کے ساتھ مل کر مصر پہ حکومت کرنے لگا۔[1]

○

---

[1] قدیم مصری تاریخ میں ان دونوں نانا نواسی کی شادی اور دونوں کے مل کر مصر پر حکومت کرنے کے واقعات تفصیل سے تحریر ہیں۔

حتیوں کا بادشاہ پبلیولیاش تو دل سے چاہتا تھا کہ اس کا کوئی بیٹا اریشس کا شوہر بنے اور اس طرح مصری حکومت اور حتی ایک قوت بن جائیں لیکن اس سے حماقت یہ ہوئی کہ اس نے پہلے اپنے سنگتراش کو اس معاملے کی چھان بین کرنے میں کافی وقت ضائع کر دیا اور بہت تاخیر کے بعد اس نے اپنے ایک بیٹے کو اریشس کی طرف تھیبس روانہ کیا لیکن اس دوران میں اریشس نے اس کی طرف سے مایوس ہو کر اپنے نانا آئی سے شادی کر لی تھی۔ اس طرح مصر میں ایک حکمران کی حیثیت سے اریشس نے اپنی ذات کو مستحکم کرنے کا یہ دوسرا راستہ اختیار کر لیا تھا۔

آئی اور اریشس کی شادی کے بعد ایک روز جب آئی آمون دیوتا کے معبد سے نکل رہا تھا تو ایک مخبر آیا اور اس نے رازداری سے آئی سے کہا:

"اے آقا! میں آپ کے لیے ایک خبر لے کر آیا ہوں۔ اگر اس کا تدارک نہ کیا گیا تو یہ آپ کے لیے نقصان دہ ہو گی۔"

آئی نے پریشانی سے پوچھا:

"کیسی خبر لائے ہو تم میرے لیے۔ اور مجھے اس کا کیا تدارک کرنا ہوگا۔ تم کھل کر کہو معاملہ کیا ہے۔"

مخبر نے رازداری سے انکشاف کیا:

"اے آقا! حتیوں کے بادشاہ پبلیولیاش کا ایک بیٹا مقدس ملکہ مصر اور آپ کی بیوی اریشس

سے شادی کرنے کے لیے آنے والی صبح کو کسی بھی وقت شہر میں داخل ہوگا۔"

آتی نے چونک کر پوچھا:

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟"

مخبر نے اپنی بات پر زور دیتے ہوئے آتی کو سمجھانے کے انداز میں کہا:

"اے آقا! میں ٹھیک کہہ رہا ہوں۔ حتیوں کے بادشاہ سپلیولیماشش کا بیٹا مصر کی سرزمین میں داخل ہو چکا ہے اور مذکورہ مقصد کے لیے اس کا یہاں آنا خالی از خطر نہیں۔"

معاملے کی سنگینی اور سنجیدگی کا اندازہ کرتے ہوئے آتی نے پوچھا:

"یہ شہزادہ اس وقت کہاں ہے؟"

مخبر نے اندیشہ بھری آواز میں کہا:

"وہ گزشتہ صبح ممفس شہر میں داخل ہوا تھا۔ اس کے ساتھ اس کے چھ محافظ ہیں۔ انہوں نے ممفس کی ایک سرائے میں قیام کر رکھا ہے۔ ان کا ارادہ ہے کہ وہ دن بھر اس سرائے میں آرام کریں گے۔ پھر وہاں سے کوچ کر کے آنے والی صبح کو تھیبس شہر میں داخل ہو جائیں گے۔ اگر وہ ایسا کرنے میں کامیاب ہو گئے تو اے آقا! آپ کے لیے مشکلات کھڑی ہو جائیں گی۔ ویسے اس حتی شہزادے یا اس کے محافظوں نے کسی پر ممفس شہر یا اس سرائے والوں پر اپنا آپ ظاہر نہیں کیا۔ وہ سب نووارد تاجروں کے بھیس میں سفر کر رہے ہیں۔ میں بڑی مشکل سے ان کا پتہ لگانے اور ان کی اصلیت جاننے میں کامیاب ہوا ہوں۔ اور اے آقا! اس حتی شہزادے کے پاس اپنے باپ سپلیولیماشش کی طرف سے اریشش کے نام ایک خط بھی ہے۔ اب آپ بتائیں ہمیں کیا کرنا ہے؟"

آتی نے مخبر کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اسے اپنے ساتھ ساتھ چلاتے ہوئے کہا:

"اے میرے عزیز! تم نے مجھے یہ خبر دے کر میری بھلائی کا اہم ترین کام کیا ہے۔ اب تم میرے ساتھ آؤ۔ اریشش اس وقت معبد ہی میں ہے۔ وہاں شہر کی کافی عورتیں جمع ہیں جن کے اندر وہ گھری ہوئی ہے اور تمہیں پورا معاملہ سمجھانے کے لیے میرے پاس بہترین موقع ہے۔"

آتی اس مخبر کو اپنے ذاتی کمرے میں لایا۔ پہلے انعام کے طور پر اسے نقدی کی ایک تھیلی دی۔ پھر اسے سمجھایا اور کہا:

"اے میرے عزیز محسن! اب تم میرے ساتھ مستقر کی طرف چلو۔ وہاں سے میں تمہارے ساتھ پندرہ سواروں کا ایک دستہ کر دوں گا جس کی مدد سے تم اس حتی شہزادے اور اس کے ساتھیوں کا ممفس کی سرائے ہی میں کام تمام کر دینا۔ اس طرح نہ اس شہزادے کو اریشش کی خاطر اس شہر میں داخل ہونا نصیب ہوگا نہ وہ میرے لیے خطرہ اور مشکل بن سکے گا۔"

آتی مخبر کو اپنے ساتھ فوجی مستقر میں لے گیا۔ وہاں سے اس نے اپنے اعتبار اور بھروسے کے پندرہ جوان اس کے ساتھ کر دیے۔

ان مسلح پندرہ جوانوں کے ساتھ وہ مخبر برق رفتاری کے ساتھ تھیبس سے ممفس کی طرف بڑھا اور وہاں اس نے سرائے میں مقیم حتی شہزادے اور اس کے محافظوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس طرح ہوشیار و عیار آتی نے حتی شہزادے کا خاتمہ کر کے اپنی حیثیت کو مصر میں مزید مستحکم اور مضبوط کر لیا تھا۔

لیکن اریشش اور آتی کی حکومت زیادہ عرصہ نہ چل سکی کیونکہ جلد ہی اریشش اپنی طبعی موت مر گئی اور اس کے کچھ عرصہ بعد آتی بھی مر گیا۔

اس کے بعد مصری حکومت میں فوجی انقلاب آ گیا۔ آمون ہوتپ سوئم نے اپنے دور میں جب فلسطینیوں، کنعانیوں اور آموریوں پر غلبہ پایا تھا تو ان اقوام کے اندر اس نے خراج وصول کرنے کی خاطر فوجی چوکیاں قائم کی تھیں۔ ایسی ہی ایک فوجی چوکی فلسطینی قوم میں بھی تھی۔ جب یہ فوجی چوکی ختم ہو گئی تو اس چوکی کے لشکری اور ان کا جرنیل مصر میں واپس آ گئے۔ اریشش اور آتی کی موت کے بعد اسی جرنیل نے مصر میں فوجی انقلاب برپا کر دیا اور وہ ایک آمر کی حیثیت سے مصر پر حکومت کرنے لگا۔ اس جرنیل نے اپنے دورِ حکومت میں مصر کی فوجی قوت کو ناقابلِ تسخیر حد تک مضبوط و مستحکم کر دیا۔ معاشی حالات بھی اس نے کافی بہتر کیے اور مصر اس کے دور میں پہلے سے کہیں زیادہ خوش حال اور مضبوط ہو گیا تھا۔

یہ فوجی جرنیل آمون دیوتا کا کٹر پیروکار تھا لہٰذا اس کے دور میں آمون اور اس کے پجاریوں کے لیے بہت کام کیا گیا۔ اخناتون کے عہد میں رع دیوتا کے لیے جو بھی کام ہوا تھا اسے برباد کر دیا گیا اور اس جرنیل نے اخناتون کو مجرم اخناتون کہہ کر پکارنا شروع کر دیا۔

۱۔ موجودہ دور کی کھدائی کے دوران حتیوں کے مرکزی شہر سے کچھ لوحیں ملی ہیں جن پر اس حتی شہزادے کی آمد اور قتل کے حالات درج ہیں۔

۲۔ ماخوذ از: THE ANCIENT WORLD

اس فوجی جرنیل کے بعد ایک شخص رعمیس اوّل مصر کا بادشاہ بنا۔ اس نے مصر میں پھر مذہبی انقلاب برپا کر دیا۔ اس نے آمون کو مسترد قرار دے کر پھر رع دیوتا کو مصر کا قومی دیوتا قرار دیدیا۔ دیوتاؤں کی ان تبدیلیوں اور نئے نئے دارالحکومتوں کے قیام میں سب سے زیادہ بدتر حالت بنی اسرائیل کی ہوتی تھی اس لیے کہ ایسے موقعوں پر اسرائیلیوں سے غلاموں سے بڑھ کر بدترین کام لیا جاتا تھا۔ نئی عمارتوں کی تعمیرات انہی سے کرائی جاتی تھیں۔ یہ کام ان سے زبردستی لیا جاتا تھا اور اس کا انہیں کوئی معاوضہ نہ دیا جاتا تھا۔ اس پر مستزاد یہ کہ مصر کے مقامی لوگ یعنی قبطی اسرائیلیوں کو اپنا پیدائشی غلام سمجھتے تھے اور ان سے بغیر کسی اجرت اور معاوضے کے ہر قسم کا کام اور بیگار لینا اپنا ذاتی حق تصور کرتے تھے۔

اس کے علاوہ جب بھی مصر پہ کوئی نیا بادشاہ تخت نشین ہوتا تو وہ اپنے ارد گرد سلطنت کے کاہنوں، جادوگروں اور درباری نجومیوں کو جمع کر کے اپنے لیے آیندہ احوال جاننے کی کوشش کرتا اور نجومیوں کی بتائی ہوئی ان تفصیلات کے نتیجے میں بھی اکثر بنی اسرائیل پہ مظالم ہی ہوتے تھے۔ اسرائیل چونکہ یعقوبؑ کا دوسرا نام تھا اس لیے ان کی اولاد بنی اسرائیل کہلائی۔ شروع میں یوسفؑ سمیت یعقوبؑ کے بارہ بیٹے اس سرزمین میں آباد ہوئے تھے لیکن ان بارہ بیٹوں کی اولاد جو اسرائیلی کہلاتی تھی، اب لاکھوں کی تعداد میں پہنچ چکی تھی۔ بہرحال ہر کام کے لیے اسرائیلیوں کو ذلت و رسوائی میں ڈالا جاتا تھا اور مصر میں ان کا جینا دوبھر ہو چکا تھا۔
رعمیس اوّل صرف ایک سال حکومت کر کے مر گیا۔
اس کے بعد اس کا بیٹا رعمیس دوم چونکہ ابھی چھوٹا اور نابالغ تھا اور اس قابل نہ تھا کہ اسے مصر کا بادشاہ بنایا جاتا لہٰذا اس کا چھوٹا بھائی سیتی مصر کا بادشاہ بنا اور سیتی نے اپنے بھائی رعمیس اول کے بیٹے اور اپنے بھتیجے رعمیس دوم کی پرورش اور تربیت بھی شروع کر دی۔

○

اُدھر حتیوں نے اب متانیوں کے ساتھ کاسوقوم اور ایلیا ایلوم کو بھی اپنا ہدف بنانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

ہوا یوں کہ آتی نے جب حتیوں کے شہزادے اور پیلیو لیاکش کے بیٹے کو قتل کرا دیا اور پیلیو کو اپنے بیٹے کے قتل کی خبر ہوئی تو وہ اس غم کو برداشت نہ کر سکا اور کچھ عرصہ بیمار رہ کر وہ مر گیا اس کے بعد اس کا بیٹا شپ پیلیو لیاکش حتیوں کا بادشاہ بنا۔
شپ انتہائی ظالم و جابر اور جاہ پسند آدمی تھا اور ایک بہترین جرنیل ہونے کے ساتھ ساتھ عسکری بصیرت بھی رکھتا تھا۔ شپ کو بھی اپنے بھائی کے مارے جانے کا بڑا غم و غصہ تھا لہٰذا تخت نشین ہونے کے بعد اس نے مصر کے خلاف تو کوئی عملی قدم نہ اٹھایا لیکن متانیوں اور بابلیوں کے خلاف اپنا لائحہ عمل ضرور مرتّب و تیار کر لیا۔ اس کا ارادہ تھا کہ اپنی عسکری حیثیت کو اس حد تک بڑھا لے کہ مصریوں کو خبر تک نہ ہو اور وہ اچانک متانیوں اور بابلیوں پہ حملہ کر کے ان کے سارے علاقوں کو اپنی سلطنت میں داخل کر لے اور اس کے لیے اس نے دن رات محنت کر کے اپنے لشکر کی تعداد بڑھانے کے علاوہ سامانِ رسد کے ڈھیر لگانے شروع کر دیے جبکہ متانی اور بابلی شپ کی ان جنگی تیاریوں سے بالکل بے خبر تھے۔

○

فلسطینیوں کے بادشاہ نے چونکہ یوناف کو ملک بدر کر دیا تھا لہٰذا دجون شہر سے نکلنے کے بعد وہ یافان کے جزیرے سرنا میں نمودار ہوا۔
اپنی سری قوتوں کو استعمال کرتا ہوا وہ محل کے اس حصے میں نمودار ہوا جس میں افضان نام کا یونانی طلسم گر و ستارہ شناس رہتا تھا۔
جس وقت یوناف اس کے کمرے میں داخل ہوا اس وقت وہ آتشدان کے پاس بیٹھا گہری سوچوں میں ڈوبا ہوا تھا۔ یوناف کو اپنے کمرے میں دیکھ کر افضان بدک سا گیا اور اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ پھر حیرت و پریشانی کے ملے جلے جذبات کے تحت اس نے پوچھا:
اے اجنبی حسین اور دیو پیکر جوان!! تو میرے اس کمرے میں کیسے اور کیونکر داخل ہونے میں کامیاب ہوا جبکہ یافان کی اجازت کے بغیر تو کوئی پرندہ بھی یہاں پر نہیں مار سکتا۔ پھر تو کیسے یہاں پہنچ گیا۔ اگر تمہیں کسی نے نہیں دیکھا اور تم کسی طرح یہاں آنے میں کامیاب ہو ہی گیا ہے تو اب بھی وقت ہے جن راہوں سے تو یہاں آیا ہے انہی راہوں سے واپس جا کر جہنم کدے جیسی اس جگہ سے جان بچا لو۔ ورنہ یاد رکھو تم یافان کے عذاب سے نہ بچ سکو گے اس لیے کہ یافان ایسی ہولناک

قوتوں کا مالک ہے جن پر قابو نہیں پایا جا سکتا۔ گو میں نے آج تک اسے پوری جسامت میں نہیں دیکھا لیکن میرا اندازہ ہے کہ وہ کوئی بدروح یا شیطانی قوت ہے"۔

یوناف نے افصان کو ڈھارس اور تسلی دی:

"اے افصان! میں تمہاری نسبت یافان کو بہتر جانتا ہوں۔ وہ شیطانی قوت ہے یا بدروح، میں اس بھید سے بھی خوب آگاہ ہوں۔ اے افصان! میرا اور یافان کا ساتھ اور اس کے ساتھ میری عداوت و چپقلش صدیوں پر محیط ہے۔ میں اس کی اور وہ میری قوتوں سے آگاہ ہے لیکن اس وقت میرا مقصد تمہیں یافان کے بارے میں تفصیل بتانا نہیں ہے بلکہ میں تمہیں اس کے چنگل سے نکالنے آیا ہوں لیکن اس سے قبل کہ میں اس طلسمی جزیرے سے تمہیں نکالوں، تم مجھے یہ بتاؤ کہ کیا تم یونان کے رہنے والے ہو؟ اور ہاں۔ میرے سوالوں کا جواب دینے سے پہلے تم یافان کے خوف سے بے خطر ہو کر بیٹھ جاؤ۔ سن رکھو کہ میری موجودگی میں وہ بھیڑیا شیطان تمہیں کوئی نقصان نہ پہنچا سکے گا"۔

یوناف کا ہمدردی بھرا لہجہ اور رویہ دیکھ کر افصان کو حوصلہ ہوا اور وہ دوبارہ اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔ پھر اس نے کہا:

"اے دیو پیکر اجنبی! میں نہیں جانتا تو کون ہے اور کیوں شیطانی قوتیں رکھنے والے یافان کے مقابلے میں میری مدد کرنا چاہتا ہے۔ بہرحال میں تمہیں بتاتا ہوں کہ میں یونان کے شہر سپارٹا کا باسی ہوں۔ اپنی ذات میں خود میں بھی بے پناہ قوتوں کا مالک تھا لیکن اس شیطان یافان نے مجھے زیر کر کے رکھ دیا ہے۔ کاش! میں کسی طرح اس سے اپنی جان چھڑا سکتا۔ اب تو اس نے مجھ سے وہ سارے علوم بھی سیکھ لیے ہیں جو میں جانتا تھا"۔

پھر افصان نے یوناف سے وہ ساری تفصیل کہہ دی جو کچھ اس نے یافان کو سکھایا تھا۔ اس کے بعد اس نے یوناف سے ازراہِ ہمدردی کہا:

"اے اجنبی جوان! میں اب بوڑھا ہو چکا ہوں۔ زندگی کے نشیب و فراز دیکھ چکا ہوں اور ہر طرح سے زندگی کا لطف اٹھا چکا ہوں لیکن تو ابھی جوان ہے تیری تو ابھی شادی بھی نہ ہوئی ہوگی اور تیرے آگے زندگی کی امیدیں اور خواہشات جنگل کی مانند ہیں جن سے تم نے لطف اٹھانا ہے۔ یافان اگر میرا خاتمہ کر دے تو کوئی بات نہیں کہ میں تو زندگی کی ہر رعنائی دیکھ چکا ہوں لیکن تجھے ابھی بہت کچھ دیکھنا ہے اور تمہیں یہاں دیکھ کر اگر یافان نے تیرا خاتمہ کر دیا تو مجھے بے حد صدمہ ہوگا۔ اس بنا پر

میں بڑے خلوص سے تمہیں مشورہ دوں گا کہ یہاں سے چلے جاؤ۔ میں حیران ہوں کہ تم یہاں تک آنے میں کامیاب کیسے ہو گئے جبکہ اس محل کی دیکھ بھال ان گنت لڑکیاں کرتی ہیں جو کسی کو اندر آنے ہی نہیں دیتیں۔ میں دعا کرتا ہوں کہ جس طرح تو یہاں آنے میں کامیاب ہوا ہے ایسے ہی سلامتی کے ساتھ یہاں سے نکل جانے میں کامیاب ہو جائے"۔

افصان کے خاموش ہونے پر یوناف بولا:

"اے بزرگ افصان! میرا نام یوناف ہے۔ تم فکر مند نہ ہو۔ یافان کی طرح میں بھی سری قوتوں سے بھرپور ایک فوق البشر انسان ہوں۔ رہی تمہاری یہ بات کہ میں ابھی تک زندگی سے لطف اندوز نہیں ہوا تو سن رکھو کہ میں برسوں پہ نہیں صدیوں پہ محیط زندگی دیکھ چکا ہوں۔

بہرحال میرا دوسرا سوال تم سے یہ ہے کہ کیا تم سپارٹا شہر میں اکیلے ہی رہتے تھے یا تمہارے اہلِ خانہ بھی ساتھ تھے"۔

افصان اس سوال پر اداس سا ہو گیا۔ پھر اس نے گہرے دکھ سے کہا:

"آہ! یافان نے تو مجھے جنت سے نکال کر جہنم میں لا ڈالا ہے۔ میں اپنے گھر میں اپنے بیوی بچوں کے ساتھ رہتا تھا پر اس ظالم نے تو مجھے ان سے بھی جدا کر دیا۔ کاش! کوئی میری بیوی اور بیٹے کو ہی یہ خبر دیتا کہ میں ان دنوں کہاں اور کس مصیبت میں پھنسا ہوں تاکہ وہ میری رہائی کے لیے یافان کی منت ہی کریں۔ کاش! دنیا میں کوئی ایسا قاہر و جابر انسان ہوتا جو یافان کو میرے سامنے زیر کرتا۔ اگر ایسا نہیں تو پھر میں اپنے گھر والوں کے سامنے مر ہی گیا ہوتا کہ وہ مجھ پر رو دھو چکے ہوتے"۔

یوناف مسکرایا اور بولا:

"اے بزرگ افصان! یافان کے لیے جس جابر و قاہر انسان کی دعا مانگتے ہو وہ تو میں ہی ہوں۔ جس طرح یافان فوق الفطرت انداز میں تمہارے شہر سپارٹا سے تمہیں یہاں اٹھا لایا تھا ایسے ہی میں تمہیں واپس تمہارے گھر پہنچا دوں گا اور تم دوبارہ اپنے بیوی بچوں کے ساتھ پُرسکون زندگی بسر کر سکو گے"۔

افصان نے اسے شک و شبہ کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے کہا:

"یہ کیسے اور کیونکر ممکن ہے"۔

یوناف کھل کر ہنسا۔

"بالکل ایسے ہی جیسے شیطان یافان تمہیں سپارٹا سے یہاں لایا تھا"۔

پھر یوناف اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے اپنی عبا کا ایک کونہ اس طرح پھیلایا جس طرح کوئی بہت بڑا پرندہ اپنے پروں کو پھیلاتا ہے۔ ساتھ ہی وہ بولا:

"اے بزرگ افصان! تم میری اس عبا کے اندر کھڑے ہو جاؤ۔ پھر دیکھو میں تمہیں کیسے سلامتی سے تمہارے گھر پہنچاتا ہوں۔"

عجب وحشت بھرے انداز میں مشکوک نگاہوں سے یوناف کو دیکھتے ہوئے افصان اپنی جگہ سے اٹھا اور یوناف کی پھیلی عبا کے اندر یوں گھس گیا جیسے مرغی کا کوئی چوزہ اس کے پروں کے اندر چھپ جاتا ہے۔

اسی لمحے یوناف نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور افصان کی بغل تلے جما دیا۔ اسی وقت افصان کو یوں لگا جیسے زمین اس کے قدموں تلے سے نکل گئی ہو اور وہ فضاؤں میں معلق ہو گیا ہو۔

تھوڑی دیر کے بعد افصان کے پاؤں پھر زمین سے لگے۔ اس ساری کارروائی کے دوران اس نے یہی محسوس کیا تھا جیسے کسی نے بچے کو اٹھا کر ایک سے دوسری جگہ کھڑا کر دیا ہو۔ اس کے ساتھ ہی افصان کے کانوں میں یوناف کی ہمدردانہ آواز پڑی:

"اے بزرگ افصان! ذرا اپنی آنکھیں کھولو۔ میری عبا سے باہر آؤ اور دیکھو کہ تم اس وقت کہاں پر ہو؟"

افصان نے یوناف کی عبا سے نکل کر اپنے اطراف کا جائزہ لیا اور خوشی اور بے پناہ مسرت کا اظہار کرتے ہوئے چلا اٹھا:

"آہا! یہ تو میرا اپنا شہر سپارٹا ہے۔ وہ سامنے دیکھو میرا گھر دکھائی دے رہا ہے۔ آؤ چلو میرے ساتھ میرے گھر۔"

یوناف نے اس پر انکشاف کرتے ہوئے کہا:

"اے بزرگ افصان! میں اس وقت تمہارے ساتھ تمہارے گھر نہ جاؤں گا اس لیے کہ تم یافان کو وہ علم سکھا چکے ہو جسے استعمال کر کے وہ پانی کے برتن میں دیکھ سکتا ہے کہ تم اس وقت کہاں پر موجود ہو۔"

افصان نے یوناف کی بات کاٹتے ہوئے کہا:

"تم میرے ساتھ گھر تو چلو۔ میں تمہیں بھی یہ علوم سکھا دوں گا۔"

یوناف مسکرا دیا:

"اے افصان! میں تم سے یہ علوم ضرور سیکھوں گا لیکن تم پہلے میری ایک بات غور سے سنو جو میں تم سے کہنا چاہتا ہوں۔"

افصان نے تائید کرتے ہوئے کہا:

"اچھا کہو۔ کیا کہنا چاہتے ہو تم۔"

افصان کو سمجھانے کے انداز میں یوناف نے کہنا شروع کیا:

"اے افصان! میں تم سے یہ کہنا چاہ رہا تھا کہ یافان کو تم نے وہ علوم سکھا دیے ہیں جنہیں استعمال کر کے وہ جان لے گا کہ تم کہاں ہو اور جب وہ تمہیں اپنے جزیرے کے محل میں نہ پائے گا تو وہ ضرور یہی طریقہ اپنائے گا۔ وہ پانی سے بھرے برتن پر تمہارے ہی سکھائے ہوئے علم کو استعمال کرے گا اور دیکھ لے گا کہ تم سپارٹا شہر میں اپنے گھر پہنچ گئے ہو لہٰذا وہ یہاں آئے گا اور تمہیں بدترین سزا دے گا لیکن اگر میں ابھی تمہارے ساتھ تمہارے گھر جاتا ہوں تو پھر مجھے بھی وہ دیکھ لے گا اور چونکہ وہ میری قوتوں سے آگاہ ہے لہٰذا وہ ادھر کا رخ نہ کرے گا۔ پہ وہ اس انتظار میں ضرور رہے گا کہ کب میں تم سے علیحدہ ہوتا ہوں کیونکہ میں ہر وقت تو تمہارے ساتھ نہیں رہ سکتا اس لیے میرے تم سے علیحدہ ہوتے ہی وہ یہاں آئے گا اور تمہیں ساتھ لے جا کر کسی عذاب میں مبتلا کر دے گا۔

لہٰذا اے افصان! میرا تمہیں مخلصانہ مشورہ یہ ہے کہ تم اکیلے ہی اپنے گھر چلے جاؤ۔ میں بھی یہیں آس پاس ہی رہوں گا اور جب یافان تمہیں اکیلا دیکھ کر ادھر آئے گا تو میں یافان سے خود نبٹ لوں گا۔"

افصان نے کمال ممنونیت سے پوچھا:

"پر تم اس وقت جاؤ گے کہاں۔"

افصان کی بات پر یوناف مسکرانے لگا:

"تم میری فکر نہ کرو۔ میں تمہیں پہلے بھی بتا چکا ہوں کہ میں یافان سے بھی زیادہ سری اور فوق البشری قوتوں کا مالک ہوں۔ میں تمہیں بتائے بغیر کہیں نہ جاؤں گا اور یہ بھی اطمینان رکھو کہ جب تک تمہارے سلسلے میں یافان کے ساتھ میں گفتگو نہیں کر لیتا میں بے بسی کی حالت میں چھوڑ کر تمہیں نہ جاؤں گا۔ بس مختصر اً تمہارے لیے اسی قدر جان لینا کافی ہے کہ میں اپنی سری قوتوں کے ذریعے اس حالت میں تمہارے گھر کے آس پاس رہوں گا کہ یافان اپنے عمل کے ذریعے مجھے

یہاں نہ دیکھ سکے۔ اب تم جاؤ۔ ایسا نہ ہو یافان کو سرنا سے تمہارے غائب ہو جانے کی اطلاع ہو گئی ہو اور وہ اپنے عمل کو حرکت میں لے آئے۔"

افصان کچھ کہے بغیر وہاں سے اپنے گھر کی طرف چلا گیا!

سرنا جزیرے میں یافان اپنے معمول کے مطابق جب افصان سے ملنے کے لیے اس کے کمرے میں داخل ہوا تو اس نے دیکھا کمرہ خالی تھا اور افصان وہاں نہ تھا۔

اس نے محل کی محافظ لڑکیوں سے افصان کے متعلق پوچھا لیکن ہر ایک نے اس سے لاعلمی کا اظہار کیا۔ یافان فکرمند ہو گیا۔ اور غصے اور غضب کی حالت میں اپنے خاص کمرے میں آیا۔ اس کی نیلی دھند اس کے ساتھ تھی۔ وہاں پانی سے بھرے برتن پر یافان نے وہی عمل کیا جو اس نے افصان سے سیکھا تھا۔

تھوڑی دیر تک وہ پانی پر اپنا عمل کرتا رہا۔ پھر چند ثانیوں کے بعد پانی کے اندر چند ہیولے نمودار ہوئے۔ پھر وہ ہیولے صاف ہو کر واضح عکس کی صورت میں دکھائی دینے لگے۔ ان میں نمایاں عکس افصان کا تھا جو اپنے گھر والوں کے ساتھ نظر آ رہا تھا۔ افصان کو اس حالت میں دیکھ کر یافان کا غصہ اور غضب انتہا کو پہنچ گیا۔

افصان کو اس کے گھر والوں کے ساتھ دیکھ لینے کی اس کامیابی پر یافان نے ایک ہولناک اور وحشت خیز قہقہہ بلند کیا۔ پھر کمرے میں اس کی آواز یوں بلند ہوئی جیسے کمرے کا سارا ماحول گونجنے لگا ہو: "اے افصان! میں تیرے سکھائے ہوئے علوم کو تیرے ہی خلاف استعمال کروں گا۔ اب تو مجھ سے بچ کر کہیں نہیں جا سکتا۔ میں تیری موت تک تیرا پیچھا کروں گا اور تیرا جینا عذاب بنا دوں گا۔ اے افصان! تو نے میری اجازت کے بغیر اس محل کو چھوڑا۔ یقیناً یہ ایک ایسا جرم ہے جس کی میں تجھے کڑی سزا دوں گا۔"

اس کے ساتھ ہی طوفانی انداز میں یافان اپنے کمرے سے باہر آیا اور اپنی نیلی دھند سمیت وہاں سے غائب ہو گیا۔

افصان اپنے گھر والوں اور عزیزوں سے مل کر ابھی بمشکل فارغ ہوا ہی تھا کہ اپنی نیلی دھند کے ساتھ

وہاں نمودار ہوا۔

اسے دیکھتے ہی افصان کا رنگ پیلا پڑ گیا۔ اس کے گھر والے انتہائی تعجب سے کبھی افصان کو کبھی یافان کی لمبی سیاہ عبا اور نقاب میں چھپے بدن کو اور کبھی پھیلتی سکڑتی نیلی دھند کو حرکت کرتا دیکھ رہے تھے۔

یافان کو دیکھتے ہی افصان بوکھلا کر اٹھ کھڑا ہوا اور قبل اس کے کہ وہ یافان کو مخاطب کر کے اپنی صفائی میں کچھ کہتا، یافان نے ہولناک انداز میں پوچھا: "اے افصان! تو نے میری اجازت کے بغیر کیوں سرنا شہر کو چھوڑا۔ کیا تو میری سری اور فوق البشری قوتوں کو فراموش کر گیا تھا جو تو وہاں سے نکل بھاگا۔ کیا تو سمجھتا ہے کہ اس طرح تو میری گرفت سے بچ جائے گا۔ ہرگز نہیں۔ یہ کسی صورت ممکن ہی نہیں ہے۔ اے افصان! تو نے میرے خلاف بغاوت اور سرکشی کی ہے اور میں تمہیں اس کی ایسی سزا دوں گا کہ جسے تو اپنی موت تک فراموش نہ کر سکے گا۔ اے افصان! قبل اس کے کہ میں تمہیں ایک عذاب اور اذیت کا نشانہ بناؤں کیا تم مجھے بتاؤ گے کہ یوں لمحوں میں تم سرنا سے یہاں پہنچنے میں کامیاب کیسے ہوئے؟ دیکھ افصان! اگر تو نے میرے اس سوال کا حقیقت پسندی سے جواب نہ دیا تو پھر یاد رکھنا کہ میں صرف تمہیں ہی عذاب میں نہ ڈالوں گا بلکہ تیرے ساتھ تیرے گھر والے بھی اس اذیت میں مبتلا ہو جائیں گے۔

اور اے افصان! آج میں تمہیں اپنا اصل روپ بھی دکھاتا ہوں تاکہ تو جان سکے کہ میں کون ہوں۔ اور میری حقیقت کیا ہے۔"

اس کے ساتھ ہی یافان کی سیاہ عبا کے اندر حرکت ہوئی۔

افصان اور اس کے اہل خانہ نے یافان کی عبا کے اندر سے یافان کا ہڈیوں پر مشتمل ڈھانچہ نمودار ہوا تو وہ خوف سے لرز اٹھے۔ اور جب اپنے استخوانی ہاتھ کو حرکت دے کر اس نے اپنے چہرے سے نقاب ہٹایا تو افصان کے گھر والے چیخیں مارتے ہوئے دوسرے کمروں میں بھاگ نکلے جبکہ افصان خود یافان کے سامنے بے بسی کی تصویر بنا کھڑا کانپ رہا تھا۔ اس کی زبان اس کا ساتھ نہ دے رہی تھی اس کی حالت خوف و دہشت سے اس مسافر کی سی ہو گئی تھی جو برف باری اور سردی کے طوفان میں پھنس گیا ہو۔

پھر یافان کی مکروہ آواز اس کمرے میں بلند ہوئی: "اے افصان! یہ ہے میرا اصل روپ۔ اب تم مجھے یہ بتاؤ کہ تم نے یوں لمحوں کے اندر سرنا سے یہاں آنے کے لیے کون سا طریقہ اپنایا؟"

اچانک یوناف وہاں نمودار ہوا۔

اس کے دائیں ہاتھ میں برہنہ تلوار تھی۔ بائیں ہاتھ سے اس نے یافان کی گردن پکڑتے ہوئے غراتی اور کھولتی ہوئی آواز میں کہا:

"اے ابلیس کے گماشتے! یہ بے چارہ تیرے سوالوں کا کیا جواب دے گا۔ میں بتاتا ہوں کہ تمہارے شہر مصر نابین تمہاری قید سے نکل کر یہ یہاں پہنچنے میں کامیاب کیسے ہوا۔ اے یافان! اسے میں یہاں لایا ہوں۔ میں تیرے محل میں داخل ہوا اور تجھے خبر تک نہ ہوئی۔ کیا تو میری اس گرفت سے آزاد ہونے کی قوت رکھتا ہے؟"

یافان نے بہتیری اپنی گردن ادھر ادھر ہلائی لیکن وہ اپنے آپ کو یوناف کی گرفت سے آزاد کرانے میں بری طرح ناکام رہا۔

یوناف پھر خوف ناک لہجے میں بولا:

"اے یافان! تو اپنی جو چاہے سری اور فوق البشر قوت استعمال کرے اور جو چاہے اپنا سیاہ علم آزمالے لیکن میں نے تیری ساری سری قوتوں اور سارے طلسم مسدود کر کے تیری گردن پر ہاتھ ڈالا ہے۔ اب جب تک میں نہ چاہوں اس وقت تو اس گرفت سے نہیں نکل سکتا۔"

یافان نے فوراً اپنے دفاع کا بندوبست یوں کیا کہ اس کی آنکھوں کے گڑھوں کے اندر جو آگ کے شعلے لہرا رہے تھے ان شعلوں کے اشارے سے اس نے نیلی دھند کو یوناف پر حملہ آور ہونے کا حکم دے دیا۔

پر یوناف بھی غافل نہ تھا۔ وہ یافان کے ہر اشارے پر نگاہ رکھے ہوئے تھا اور اس نے پہلے ہی نیلی دھند کا بندوبست کر رکھا تھا۔ کیونکہ جونہی یافان کے اشارے پر نیلی دھند کی قوتیں یوناف کی طرف لپکیں اس نے تلوار کی نوک ان کی طرف اٹھا دی۔ ایسا کرتے ہی وہاں ایک کہرام بپا ہو گیا۔ نیلی دھند کی قوتیں بری طرح چیخنے چلانے لگی تھیں۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ تلوار کی نوک ان کی طرف کر کے یوناف نے انہیں کسی عذاب اور تکلیف میں ڈال دیا ہے۔

نیلی دھند کے اندر کرب آمیز شور بلند ہوتا رہا۔ یوناف نے تلوار کا رخ ان کی طرف ہی رکھا۔ تھوڑی دیر تک چیخنے چلانے کے بعد نیلی دھند بڑی تیزی سے سمٹتی ہوئی کمرے سے باہر نکل گئی۔

یہ صورت حال دیکھ کر افضان کے گھر والے دوسرے کمرے سے واپس آ کر پھر افضان کے قریب کھڑے ہو گئے اور اب کسی قدر دل جمعی سے یوناف اور یافان کو دیکھ رہے تھے۔

نیلی دھند کے بھاگ جانے پر یافان کی آنکھوں میں لپکتے ہوئے شعلے اب مدھم پڑ گئے تھے ایسا لگتا تھا جیسے دھند کے وہاں سے ہٹ جانے کی وجہ سے یافان کو سخت دکھ اور صدمہ ہوا ہو۔ اسی وقت یوناف کی آواز پھر بلند ہوئی:

"اے یافان! تو جانتا ہے میں تیرا صدیوں پرانا رقیب، رازدان اور دشمن ہوں۔ میں تیری ساری قوتوں کے احوال سے بھی آگاہ ہوں۔ میں تیرے شیطانی اعمال اور گھناؤنی خواہشوں کی بھی خوب خبر رکھتا ہوں۔

اے یافان! صدیوں کی اس عداوت بھری رفاقت کے میدان میں تیرے صرف ایک کام سے میں خوش ہوا ہوں اور وہ یہ کہ تو نے سرناجزیرے کو صرور نمندوں سے آباد کیا ہے۔ شاید تو نے زندگی میں پہلا اچھا کام کیا ہے۔ گو تیرے اس اچھے کام میں بھی جذبے پر حکمرانی کی ہوس پنہاں تھی لیکن بہرحال تیرے سیاہ اعمال کو دیکھتے ہوئے اسے اچھا کام کہا جا سکتا ہے۔ گو تیرا یہ عمل بھی تیرے کسی کام نہ آئے گا کیونکہ کسی انسان کی نیکی بھی خدائے بزرگ کے حضور صرف اسی وقت فائدہ دے سکتی ہے جب وہ مومن اور صاحبِ ایمان ہو۔ پھر بھی اے یافان: تیری طرف سے ایسا کام قابلِ تعریف اور قابلِ تحیّر ہے۔"

یوناف جب خاموش ہوا تو یافان جھٹ بول پڑا: "اے یوناف! اگر یہ بات ہے تو پھر تجھ سے میری التجا ہے کہ اسی عمل کے طفیل تم مجھے معاف کر دو۔ اور یہاں سے جانے دو۔"

یوناف مسکرا دیا:

"میں تمہیں جانے تو دوں گا مگر دو شرائط پر۔"

"وہ کیا؟"

یوناف نے جواب میں کہا:

"پہلی یہ کہ آئندہ تم افضان کو تنگ نہیں کرو گے ورنہ میں تمہارے اس ہڈیوں کے پنجر کو توڑ پھوڑ دوں گا اور تیری نیلی دھند کی قوتوں کو پھر تمہارے پنجر کو جوڑنے کی زحمت کرنا پڑے گی۔ دوسری شرط یہ ہے کہ آئندہ تم عارب، بیوسا اور بنیطہ کا ساتھ دیتے ہوئے میرے خلاف حرکت میں نہ آؤ گے۔ اگر تم نے ایسا کیا تو میں تمہیں کسی نت نئے کرب میں مبتلا کرنے کی کوشش کروں گا، یہ یاد رکھنا۔"

یافان نے ہکلاتی ہوئی آواز میں کہا: "اے یوناف! میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ میں آئندہ کبھی نہ تو

افصان کو تنگ کروں گا اور نہ ہی عارب، بیوسا اور بنیطہ کی حمایت میں تمہارے خلاف حرکت میں آؤں گا۔"

یوناف نے اس کی گردن پر گرفت کچھ ڈھیلی کی اور بولا:

"اے یافان! ان دو شرائط کے ساتھ ساتھ میں تمہیں دو چیزوں سے بچنے کی بھی نصیحت کرتا ہوں حالانکہ میں جانتا ہوں کہ میری ان نصیحتوں کا تم پر کوئی اثر نہ ہوگا۔ بہر حال میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ حسد اور حرص سے بچ کر رہنا۔"

"دیکھ! عزازیل نے آدم کے خلاف حسد کیا۔ اپنے آپ کو آگ کہہ کر اپنی رفعت اور آدم کو مٹی کہہ کر اس کی پستی کا اظہار کیا۔ اسی حسد میں اس نے اپنے رب کی حکم عدولی کی اور آدم کو سجدہ نہ کیا بس اسی حسد نے ابلیس کو مردود اور راندہ درگاہ بنا دیا۔ اب چونکہ وہ خود دھتکارا ہوا ہے لہٰذا وہ لوگوں میں بدی اور گناہ خوب چمکا کر اور پرکشش بنا کر پیش کرتا ہے تاکہ لوگ گناہ اور بدی کی طرف مائل ہو کر اس کے حامیوں میں اضافہ کریں۔"

"اس کے بعد تم حرص سے بچنا۔ کیونکہ آدم نے حرص سے کام لیا اور جنت سے محروم کر دیا گیا۔ سو اے یافان! میں تمہیں حسد و حرص سے بچنے کی تلقین کرتا ہوں۔"

اس کے ساتھ ہی یوناف نے اس کی گردن سے ہاتھ ہٹا لیا اور پیچھے ہٹ کر کھڑے ہوتے ہوئے اس نے کہا:

"اے یافان! اب تم جا سکتے ہو۔ میں نے تم سے نیکی کی توقع رکھتے ہوئے تمہارے ساتھ نیکی کر دی ہے۔ امید ہے تم نیکی کا جواب بدی سے نہ دو گے۔ اس کے باوجود میں تمہیں جانے دے رہا ہوں۔"

یافان نے متاثر ہوتی ہوئی آواز میں جواب دیا:

"اے یوناف! تو نے اپنے اخلاق سے مجھے متاثر کیا ہے۔ قسم اس رب کی جس نے جنات کو آگ اور انسان کو مٹی سے پیدا کیا، میں تمہیں آج تک غلط ہی سمجھتا رہا۔ چونکہ میری اور تمہاری آج تک عداوت اور چپقلش ہی رہی اور باہم مل کر کبھی گفتگو نہ ہوئی لہٰذا میں تمہیں ایک انتہائی ہولناک انسان سمجھتا رہا لیکن اے یوناف! آدمیوں کے اس جنگل میں تم عمدہ تر انسان ہو۔"

"اے یوناف! ماضی میں تم نے دریائے نیل کے اندر میرے مسکن کو تباہ و برباد کر کے میری بیٹی اربیشا کو قتل کر دیا تھا لیکن اب میں ان حادثات پہ صبر کر چکا ہوں اور کبھی کبھی سوچتا ہوں کہ

ن

یافان کے غائب ہونے کے بعد افصان مسکراتا ہوا آگے بڑھا اور یوناف کو اپنے ساتھ لپٹاتے ہوئے اس نے کہا:

"اے یوناف! واقعی میں یافان کے لیے جس جابر و قاہر انسان کا منتظر تھا وہ تم ہی ہو۔ اے میرے عزیز! تو نے کیا خوب ابلیس جیسے ہولناک یافان کو مجبور و بے بس کر کے رکھ دیا تھا۔ جب تم نے اس کی گردن پکڑ رکھی تھی تو میں ایسا ہی محسوس کر رہا تھا جیسے کسی ماہر سپیرے نے کسی زہریلے ناگ کا پھن پکڑ رکھا ہو۔

اے یوناف! اب تم مجھے اپنے متعلق تفصیل سے بتاؤ کہ تمہارا خاندان، تمہارے ماں باپ اور بھائی بہن کہاں ہیں۔"

افصان کی بات پر یوناف مسکرا دیا اور بولا:

"اے افصان! میں تمہیں پہلے بھی بتا چکا ہوں کہ میں ایک فوق البشر انسان ہوں۔ میں صدیوں سے ہوں اور نہ جانے کب تک ایسے ہی جوان رہوں گا۔ اس دنیا میں میرے ماں باپ اور کوئی بہن بھائی زندہ نہیں ہیں۔ میں اکیلا ہی اس دنیا کے اندر خانہ بدوشانہ زندگی بسر کر رہا ہوں۔ بس میری ذات ہی میرا کل سرمایہ ہے۔"

اپنے حالات بتاتے ہوئے یوناف کچھ افسردہ سا ہو گیا۔ افصان نے آگے بڑھ کر اس کی پیشانی

افضان کو تنگ کروں گا اور نہ ہی عارب، ابیوسا اور بنیطہ کی حمایت میں تمہارے خلاف حرکت میں آؤں گا۔"

یوناف نے اس کی گردن پر گرفت کچھ ڈھیلی کی اور بولا:

"اے یافان! ان دو شرائط کے ساتھ ساتھ میں تمہیں دو چیزوں سے بچنے کی بھی نصیحت کرتا ہوں حالانکہ میں جانتا ہوں کہ میری ان نصیحتوں کا تم پر کوئی اثر نہ ہوگا۔ بہرحال میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ حسد اور حرص سے بچ کر رہنا۔"

"دیکھو! عزازیل نے آدمؑ کے خلاف حسد کیا۔ اپنے آپ کو آگ کہہ کر اپنی رفعت اور آدمؑ کو مٹی کہہ کر اس کی پستی کا اظہار کیا۔ اسی حسد میں اس نے اپنے رب کی حکم عدولی کی اور آدمؑ کو سجدہ نہ کیا پس اسی حسد نے ابلیس کو مردود اور راندہ درگاہ بنا دیا۔ اب چونکہ وہ خود دھتکارا ہوا ہے ... گمر[illegible]"

افضان نے یوناف کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا:

"اے یوناف! میں یقیناً وہ سب علوم تمہیں سکھا دوں گا جو میں جانتا ہوں اور تمہیں وہ سارے مقامات بھی دکھا دوں گا جہاں اسقلیبوس کی پراسرار اور قیمتی تحریریں ثبت ہیں۔ یہ تمہارا اپنا گھر ہے تمہاری مرضی ہے جب تک چاہو یہاں رہو۔ جب تم جانا چاہو گے تو کوئی تمہاری راہ میں رکاوٹ نہ بنے گا۔

اب آؤ۔ کھانا کھائیں۔"

یوناف کا ہاتھ تھامے ہوئے افضان اسے اپنے کمرے کی طرف لے چلا۔ اس طرح یوناف عارضی طور پر سپارٹا شہر میں افضان کے ہاں رہنے لگا۔

○

سیتی کے بعد اس کا بھتیجا رعمسیس دوئم مصر کا بادشاہ بنا۔

جب یہ شخص تھیبس شہر میں مصری تخت پر بیٹھا تو اس نے ممفس، عبیدوز، تکسرا، ومباس اور دیگر بڑے بڑے مصری شہروں سے جادوگروں، کاہنوں، نجوم اور فلکیاتی علوم کے ماہروں کو اپنے دربار میں طلب کیا۔

جب ایک مقررہ دن اور وقت پر یہ سب لوگ رعمسیس دوئم کے دربار میں جمع ہو گئے تو رعمسیس نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہا: "اے مصر کی سرزمین کے دانشمندو! میں نے اپنے آباؤ اجداد، ہمنشینوں اور ان کے علاوہ رع و آمون دیوتا کے پجاریوں سے سن رکھا ہے بلکہ میں نے شاہی محل میں کام کرنے والے بعض اسرائیلیوں سے بھی سنا ہے کہ بقول اسرائیلیوں کے ان کے بڑے پیغمبر ابراہیمؑ سے ان کے رب نے وعدہ کیا تھا کہ ان کی نسل و ذریت میں انبیاء اور بادشاہ پیدا کیے جائیں گے اور یہ کہ اس دور میں اسرائیلی بہت قوت پکڑ جائیں گے۔ ان کے اپنے بادشاہ ہوں گے جن کی مدد سے وہ بہت سی اقوام کو زیر کر لیں گے۔

اے میری سرزمین کے دانا و بینا لوگو! میں اسرائیلیوں کی ان روایاتؓ سے متعلق تم لوگوں سے

1۔ یہی رعمسیس دوئم موسیٰؑ کا فرعون تھا۔
2۔ معارف القرآن

تفصیل جاننا چاہتا ہوں اور تم لوگوں کو یہاں جمع کرنے کا مقصد بھی یہی ہے کہ ان روایات کے متعلق تم لوگوں سے مزید مشورہ کروں۔"

دربار میں بیٹھا ایک بوڑھا کاہن اٹھ کر بولا: "اے بادشاہ! بنی اسرائیل نواس کے منتظر ہیں اور اس میں انہیں ذرا شک نہیں کہ ان کے اندر کوئی نبی اور رسول پیدا ہوگا۔ پہلے بنی اسرائیل کا خیال تھا کہ وہ نبی یوسفؑ اور یعقوبؑ ہیں لیکن جب ان کی وفات ہوگئی تو اسرائیلی کہنے لگے کہ یوسفؑ اس کے مصداق نہیں جو ابراہیمؑ سے وعدہ کیا گیا تھا۔ اب ان کا خیال ہے کہ ان کے اندر کوئی اور نبی پیدا ہوگا جو انہیں مصر کی سرزمین سے نکال کر لے جائے گا۔ اس طرح اسرائیلی مصر کی غلامی سے آزاد ہو کر اپنی علیحدہ مملکت قائم کریں گے!

اس کاہن کے انکشافات سننے کے بعد چند لمحوں تک رعمسیس سر جھکائے سوچتا رہا۔ پھر اس نے وہاں جمع لوگوں کو مخاطب کر کے کہا: "اگر بنی اسرائیل میں کہ جنہیں ہم نے اپنا غلام بنا رکھا ہے کوئی نبی اور رسول پیدا ہوگیا اور وہ ان کو مصر سے نکال لے گیا اور یہ آزاد ہو کر یہاں سے چلے گئے تو مصری شہروں کے اندر غلامانہ کام اور محنت مشقت کون کرے گا۔

پس اے مصر کی سرزمین کے دانشمندو! مجھے مشورہ دو کہ میں کونسا طریقہ اختیار کروں کہ اسرائیلی یہاں مصر کی سرزمین سے نکلنے میں کامیاب نہ ہوسکیں اور ان کا کوئی نبی یا رسول ان کے اندر عروج حاصل نہ کرسکے۔"

ایک دوسرا کاہن اٹھا اور بولا: "اے بادشاہ! میں آپ کو مشورہ یہ دوں گا کہ بنی اسرائیل میں جو بھی لڑکا پیدا ہو اسے قتل کر دیا جائے۔ کچھ ایسے سپاہی مقرر کیے جائیں جن کے ہاتھوں میں تیز چھریاں ہوں اور اسرائیلیوں میں سے جس کے ہاں بچہ پیدا ہو یہ سپاہی موقعے پر ہی اس بچے کو ختم کر دیں۔ اس طرح بنی اسرائیل کے اندر کوئی نبی اور رسول پیدا نہ ہونے پائے گا اور ساتھ ہی ان کی افرادی قوت بھی کم ہوتی چلی جائے گی۔"

رعمسیس کو کاہن کا یہ مشورہ پسند آیا۔ دربار اس نے برخاست کر دیا اور سپاہیوں کے چند دستے اس نے ایسے مقرر کر دیے جو اسرائیلی بستیوں کے اندر گھومتے پھرتے رہتے تھے اور ہر نومولود بچے کو ذبح کر دیتے تھے۔

کچھ عرصہ تک بنی اسرائیل کے بچوں کا یہ قتلِ عام جاری رہا لیکن پھر رعمسیس کو ہوش آیا اور وہ خدشہ محسوس کرنے لگا کہ ہم سب خدمتیں اور محنت و مشقت کے کام تو بنی اسرائیل سے لیتے ہیں اگر ان کے نومولود بچوں کا یہ قتلِ عام جاری رہا تو ان کے بوڑھے ہو جانے والے مرد تو مر جائیں گے اور بچے بھی ذبح ہوتے رہے تو آئندہ بنی اسرائیل میں کوئی مرد نہ رہے گا جس سے خدمت و مشقت لی جا سکے اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ محنت اور غلامی کے سارے کام انہیں خود کرنا پڑیں گے لہٰذا ایک بار پھر رعمسیس نے اپنے کاہنوں اور دیگر مشیروں کو جمع کر کے ان کے سامنے یہ صورتِ حال پیش کی۔ آخر سب سے مشورہ کرنے کے بعد رعمسیس نے فیصلہ کیا کہ ایک سال میں پیدا ہونے والے بچوں کو چھوڑ دیا جائے اور دوسرے سال میں پیدا ہونے والے بچوں کو ذبح کر دیا جائے۔ اس طرح بنی اسرائیل میں کچھ جوان باقی رہیں گے جو اپنے بوڑھوں کی جگہ لے سکیں گے اور ان کی تعداد بھی اتنی زیادہ نہ ہونے پائے گی جس سے مصری حکومت کے لیے کوئی خطرہ پیدا ہو۔

اب مصر میں یہ قانون نافذ کر دیا گیا کہ بنی اسرائیل کے لیے ہونے والے بچوں کو ایک سال چھوڑ دیا جائے اور دوسرے سال ان کا قتلِ عام کیا جائے۔ اس طرح بنی اسرائیل ظلم و عذاب کی چکی میں پسنے لگے تھے۔

بنی اسرائیل کے بچوں کے اس قتلِ عام کے دور میں مصر کی ہمسایہ قوم بنی مدین[1] میں ایک اہم واقعہ پیش آیا کہ اس قوم میں شعیبؑ کو نبوت عطا ہوئی۔

جو مدین ابراہیمؑ کے بیٹے مدین کی نسل سے تھے اور مدین ابراہیمؑ کی بیوی قطورا سے تھا۔ اس قبیلے کے جو لوگ شہروں اور متمدن قصبوں میں رہتے تھے انہیں مدین کہا گیا اور جو لوگ دیہاتی اور بدوی تھے انہیں اصحاب ایکہ[2] کہا گیا۔

شعیبؑ کو دونوں ہی کی طرف پیغمبر[3] بنا کر بھیجا گیا تھا۔

اہلِ مدین میں طرح طرح کی خرابیاں پیدا ہو چکی تھیں مثلاً بت پرستی اور دیگر مشرکانہ رسومات تمام

۱۔ یہ لوگ حضرت ابراہیمؑ کے بیٹے مدین کی اولاد سے تھے۔

۲۔ یہ حضرت ابراہیمؑ کے بیٹے ددان کی نسل سے تھے: سورۃ الشعراء

۳۔ تفسیر سورۃ الشعراء

معاملات میں کھوٹ اور ڈاکہ زنی، خرید و فروخت میں بددیانتی، یعنی یہ لوگ لیتے وقت تو پورا لیتے اور دیتے وقت حق سے کم دیتے۔ دوسری اقوام سے تجارت اور لین دین کرنے کے لیے انہوں نے دو طرح کے باٹ رکھے ہوئے تھے۔ دوسری اقوام سے مال لیتے وقت بھاری باٹ استعمال کرتے اور ان کو دیتے وقت کم وزن کے باٹ استعمال کرتے تھے۔ اس کے علاوہ قافلوں کو لوٹ لینا بھی ان کا محبوب مشغلہ تھا۔

دراصل اہلِ مدین کی رفاہیت، خوش عیشی، دولت و ثروت کی فراوانی، زمین اور باغوں کی زرخیزی اور شادابی نے انہیں اس قدر مغرور بنا دیا تھا کہ وہ ان تمام امور کو اپنی ذاتی میراث اور اپنا خاندانی ہنر سمجھ بیٹھے تھے اور ایک ساعت کے لیے بھی ان کے دل میں یہ خطرہ نہ گزرتا تھا کہ یہ سب کچھ جس خدا کی عطا و بخشش ہے وہ اسے چھین بھی سکتا ہے۔

اس قوم کی ان ہی برائیوں کی وجہ سے بالآخر شعیبؑ کو مبعوث کیا گیا۔ شعیبؑ بڑے فصیح و بلیغ مقرر تھے۔ شیریں کلامی، حسنِ خطابت، طرزِ بیان اور طلاقتِ لسانی میں بہت نمایاں امتیاز رکھتے تھے اسی لیے انہیں خطیبؑ الانبیاء کا لقب دیا گیا۔

نبوت سے سرفراز ہونے کے بعد حضرت شعیبؑ نے پہلی مرتبہ اپنی قوم سے مخاطب ہوتے ہوئے ان سے فرمایا:

اُے میری قومؑ!

صرف ایک خدا کی عبادت کرو۔ اس کے علاوہ کوئی بھی پرستش اور مدد کے لیے بلائے جانے کے قابل نہیں ہے۔ خرید و فروخت اور ناپ تول میں انصاف کرو۔ لوگوں کے معاملات میں کھوٹ نہ کرو۔ کل تک ہوسکتا ہے تم لوگوں کو اپنی ان برائیوں اور بداخلاقیوں کا حال معلوم نہ ہوا ہو لیکن اب میں تمہاری طرف نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں لہٰذا تمہاری طرف خدا کی حجت، نشانی اور برہان آ چکی ہے۔ اب کوئی بھی جہل و نادانی، عفو و درگزر کے قابل نہیں ہے۔ حق کو قبول کرو اور باطل سے باز رہو کہ یہی فلاح و کامرانی کی راہ ہے اور سنو! خدا کی زمین میں فتنہ و فساد برپا نہ کرو جبکہ خدائے بزرگ نے اس کی صلاح و خیر کے تمام سامان مہیا کر دیے ہیں۔ اگر تم میں ایمان و یقین کی صداقت پیدا ہوتی ہے تو یہی تمہارے لیے فلاح و بخشش کا سامان بنے گی اور دیکھو! دعوتِ حق کو روکنے اور لوگوں کو لوٹنے کے لیے راہوں پہ نہ جا بیٹھو۔ جو خدا پہ ایمان لائے اسے دھمکیاں نہ دینا اور اس کے خلاف کجروی اختیار نہ کرنا۔

اے میری قوم کے فرزندو!

اس وقت کو یاد کرو جب ہم بہت تھوڑے سے تھے۔ پھر خدا نے تم لوگوں کو امن و عافیت دیکر تمہاری تعداد کو ان گنت کر دیا۔

اے میری قوم!

ذرا اس پہ بھی غور کرو کہ جن لوگوں نے خدا کی زمین پہ فساد پھیلانے کا شیوہ اختیار کیا ان کا انجام کس قدر عبرت ناک ہوا۔ اگر تم میں سے ایک جماعت مجھ پہ ایمان لے آئی اور ایک نہ لائی تو اسی پہ میری نبوت کا معاملہ موقوف نہ ہو جائے گا بلکہ تم لوگوں کو اس وقت تک انتظار کرنا ہوگا کہ میرا رب ہمارے درمیان اپنا آخری فیصلہ جاری کر دے اور وہی بہترین فیصلہ ہوگا۔

اے میری قوم!

میں تم ہی سے ہوں۔ میں جانتا ہوں تم لوگ دوسروں کی راہ مارتے ہو۔ تجارت اور لین دین میں بے ایمانی اور فریب کرتے ہو۔ موقع مل جائے تو مسافروں کو لوٹ لیتے ہو۔ اللہ کے ساتھ دوسروں کو بھی شریک ٹھہراتے ہو۔

اے میری قوم!

میں تم لوگوں کو نرم گرم ہر طریقے سے سمجھاؤں گا۔ یاد رکھو! جو لوگ تم میں سے میرا کہا مانیں گے وہ فلاح پائیں گے اور جو روگردانی کر کے بغاوت و سرکشی کا اظہار کریں گے میں انہیں اللہ کے عذاب سے ڈراتا ہوں۔"

یوں شعیبؑ نے زور و شور سے قوم مدین کے اندر تبلیغ کا سلسلہ شروع کر دیا۔

○

حتیوں کا بادشاہ تپ ہیلو لیاشش شاہی محل کے اپنے کمرے میں بیٹھا تھا کہ اس کے دونوں بیٹے لوماریس اور رکاوک اور ان کے پیچھے ان کی بہن یعنی تپ ہیلو لیاشش کی بیٹی دلوکنز بھی کمرے میں داخل ہوئی۔

تپ کے دونوں بیٹے لوماریس اور کاوک اس جیسے ہی تنومند اور قد آور تھے جبکہ دلوکنز حسن میں اپنا جواب نہ رکھتی تھی۔ وہ کھنچی ہوئی کمان کی طرح چست و چالاک، انگیوں جیسی تر و تازہ اور

خوابِ وصل جیسی نشہ انگیز تھی۔ اس کے چہرے پر طلسماتِ جہاں کا سا صیقل پن اور جلا تھی۔ اس کی آنکھوں میں شمعِ شبستاں اور اسرارِ رخشاں جیسی رعنائی اور کشش تھی۔ اس کے آنے سے یوں لگا جیسے اس کمرے میں حسن کا سیلاب، روح کی شادمانی اور صولت و سطوت داخل ہو گئی ہو۔ لومارس اور کاوک اپنے باپ کے دائیں بائیں اور وہ مہکتے برگِ گل جیسی حسینہ آرزو خیز انداز میں اپنے تن روبینہ کو سمیٹتی ہوئی باپ کے سامنے بائیں طرف ہو کر بیٹھ گئی۔

کمرے میں ان کے علاوہ کوئی نہ تھا۔ لگتا تھا شپ نے انہیں کسی انتہائی اہم کام کے سلسلے میں وہاں بلایا ہے۔

اپنی نشست پر بیٹھنے کے بعد دلوکز نے شپ کو مخاطب کر کے پوچھا:

"اے میرے باپ! آپ نے تو اپنے سب مشیروں کو متانیوں کے خلاف جنگ شروع کرنے کے سلسلے میں مشورہ کرنے کے لیے بلایا تھا۔ وہ سب مشیر کب یہاں سے گئے اور ان کے ساتھ مل کر آپ نے کیا فیصلہ کیا؟"

شپ نے ہلکی ہلکی مسکراہٹ سے دلوکز کو جواب دیا:

"اے میری بیٹی! سارے مشیر ابھی تھوڑی ہی دیر ہوئی یہاں سے اٹھ کر گئے ہیں۔ ان کے ساتھ جو جو فیصلے ہوئے ہیں انہی سے متعلق گفتگو کرنے کے لیے میں نے تم تینوں کو بلایا ہے۔ اے میری بیٹی! اس موقع پر شاید میرا یہ انکشاف تمہارے لیے خوشی کا باعث ہو کہ آج تک میں نے جو تمہاری جنگی اور عسکری تربیت کا انتظام کیا ہے اب اس کے آزمانے کا وقت آ گیا ہے اور آنے والی جنگوں میں تم میرے ساتھ ہو گی۔"

"تو میرے بچو! مشیروں کے ساتھ جو فیصلے ہوئے ہیں ان کے مطابق ہمارا لشکر چند دنوں تک یہاں سے کوچ کرے گا۔ ہمارا پہلا ہدف متانی ہوں گے۔ متانیوں کو زیر کرنے کے بعد ہمارا رخ بابل کی طرف ہو گا۔ بابل پر اس وقت کاسو حکمران ہیں۔ بابل اور اس کے گردونواح پر قبضہ کرنے کے بعد ہمارا رخ لارسا کی طرف ہو گا کیونکہ لارسا اور اس کے اطراف میں وسیع تر علاقوں پر ایک خانہ بدوش ایلیا ایلوم کی حکومت ہے۔ ایلیا کو زیر کرنے کے بعد ہمارا سب سے اہم کام یہ ہو گا کہ ان شہروں سے حاصل ہونے والی ساری دولت اور دیگر اموال سمیٹ کر اپنے مرکز کی طرف روانہ کر دیں۔ اس کے بعد ان اقوام کے اندر عسکری چوکیاں قائم کریں گے تاکہ ان اقوام پر ہماری گرفت مضبوط اور پائیدار رہے بلکہ ایسے ہی جیسے ماضی میں مصریوں نے فلسطینیوں، کنعانیوں اور اموریوں

کے خلاف کامیاب جنگیں کرنے کے بعد وہاں اپنی گرفت مضبوط رکھنے کے لیے جگہ جگہ فوجی چوکیاں قائم کر لی تھیں۔"

شپ بلیو لیباشس جب خاموش ہوا تو حسین دلوکز نے اپنے خدشات کا اظہار کیا:

"اے میرے باپ! اس موقع پر اگر مصر نے مداخلت کی اور متانی، بابلی اور ایلیا ایلوم کی مدد کی غرض سے اگر مصری ہمارے خلاف صف آرا ہو گئے تو پھر؟"

بیٹی کے اس سوال پر شپ خوش ہوا اور بولا:

"اے میری بیٹی! یہ سوال کچھ مشیروں نے بھی اٹھایا تھا اور اس پر ہم نے فیصلہ یہ کیا ہے کہ اول تو مصر ان اقوام کی خاطر ہمارے خلاف حرکت میں آئے گا ہی نہیں اور اگر اس نے ایسا کوئی قدم اٹھایا بھی تو اس کے ساتھ جنگ شروع ہونے تک ہم بابلی، متانی اور ایلیا ایلوم پر فتح حاصل کر کے وہاں اپنی حیثیت عسکری طور پر مضبوط کر چکے ہوں گے۔ اس کے بعد اکیلے مصر سے جنگ کرنا ہمارے لیے آسان اور سہل ہو گا۔ اور اس جنگ میں ہم مصر کو بھی نیچا دکھانے میں کامیاب ہو گئے تو پھر دنیا میں کوئی بھی قوم حتیوں کا مقابلہ کرنے کے قابل نہ رہے گی اور اگر ایسا ہو گیا تو یہ حتی قوم کے انتہائی عروج کا زمانہ ہو گا۔"

دلوکز نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا:

"اے میرے باپ! مجھے امید ہے کہ ہم مصر کو بھی نیچا دکھانے میں کامیاب ہو جائیں گے اس لیے کہ مصری لشکر اپنے مرکز سے دور ہو گا اور اسے رسد و کمک کی ترسیل میں دشواری ہو گی جبکہ ہم ضرورت کی ہر چیز اپنے مفتوحہ علاقوں سے بھی حاصل کر سکیں گے۔"

دلوکز کے خاموش ہونے پر شپ نے کہا:

"تم تینوں کے متعلق میں نے فیصلہ کیا ہے کہ لومارس اور کاوک تو یہیں رہیں گے اور میری غیر موجودگی میں سلطنت کا کام سنبھالیں گے جبکہ دلوکز، اے میری بیٹی! میں اور تم دونوں لشکر میں شامل ہوں گے۔ لشکر میں اور بھی ان گنت عورتیں اور لڑکیاں شامل ہوں گی اس لیے لشکر میں شمولیت تمہارے لیے کسی دشواری کا باعث نہ ہو گی۔ اس کے علاوہ عددی لحاظ سے بھی ہمارا لشکر اس قدر ہو گا کہ اگر متانی، بابلی اور ایلیا تینوں متحد ہو کر بھی ہمارے سامنے آ جائیں تب بھی ہماری تعداد ان سے زیادہ ہو گی۔"

ذرا رک کر شپ نے پھر فخریہ انداز میں کہا:

"اے دلوکز! میری بیٹی! اگر مصریوں کے خلاف بھی ہمیں کامیابی ہوئی تو میں اپنی وسیع و عریض سلطنت کی تقسیم یوں کروں گا کہ بابل کی حکمرانی میں تمہیں بنا دوں گا۔ متانی علاقوں کا بادشاہ لوہارس کو بنا دیا جائے گا اور رکاوک حتیوں کا بادشاہ بن کر رہے گا۔"

لوہارس اور رکاوک کے چہروں پر اس انکشاف سے ان گنت خوشیاں بکھر گئیں جبکہ دلوکز نے نعرہ مارنے کے انداز میں کہا:

"ایسا ہو کر رہے گا۔ متانی، بابلی اور مصری ہمارے ماتحت ہو کر رہیں گے۔"

شب نے اس بار فیصلہ کن انداز میں کہا:

"اب تم تینوں بہن بھائی جا کر آرام کرو۔ اور اے دلوکز! تم اپنی تیاری مکمل کر لو کیونکہ صرف تین دن بعد ہمارا لشکر یہاں سے متانیوں کی طرف کوچ کرے گا۔"

تینوں بہن بھائیوں نے جواب میں کچھ نہ کہا اور خاموشی کے ساتھ وہاں سے اٹھ کر محل کے دوسرے حصے کی طرف چل پڑے۔

مصر میں بنی اسرائیل کے بچوں کے قتل کیے جانے والے سالوں میں حیرت خیز اور تاریخِ عالم کے دو بڑے حادثات اور واقعات رونما ہوئے۔

پہلا واقعہ یا حادثہ یہ ہوا کہ وہ سال جو بنی اسرائیل کے بچوں کے قتل کا سال تھا، اس سال میں بنی اسرائیل کے ایک شخص ظفر[1] کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام موسیٰ رکھا گیا۔ اس بچے کی پیدائش پر اس کی والدہ کو خطرہ محسوس ہوا کہ ضرور اس بچے کو فرعونی سپاہی قتل کر دیں گے لہٰذا اس نے یہ فیصلہ کر دیا کہ اپنے بچے کو اپنے سامنے قتل ہوتا دیکھنے سے بہتر ہے کہ وہ بچے کو کسی جنگل یا غار میں ڈال کر قدرت کے حوالے کر دے۔ اس طرح اسے یہ بھروسہ اور یقین تو رہے گا کہ اس کا بچہ شاید زندہ رہے۔

یہ فیصلہ کرنے کے بعد وہ عورت خاموش ہو رہی اور کسی کو کانوں کان خبر نہ ہونے دی کہ اس کے

۱۔ معارف القرآن: تفسیر سورۂ طٰہٰ

پر موجود تھی۔

عزازیل نے یوحانذ کو مخاطب کر کے کہا: "اے یوحانذ! میں تھبیس شہر کا ایک کاہن ہوں۔ تو نے یہ کیا کیا کہ اپنے عزیز بیٹے موسیٰؑ کو صندوق میں ڈال کر دریا کی سرکش لہروں کے حوالے کر دیا۔"

عزازیل کے ساتھ گفتگو کے دوران یوحانذ کے ذہن سے خداوند کریم کی وحی کے وہ الفاظ جاتے رہے جن میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ کی حفاظت اور یوحانذ سے جلد ہی دوبارہ ملاقات کا وعدہ فرمایا تھا۔ عزازیل نے اپنا سلسلۂ گفتگو جاری رکھا اور یوحانذ کے دل میں وسوسے ڈالنے کی خاطر اس نے کہا: "اے یوحانذ! اگر تیرا بچہ تیرے سامنے ذبح کر دیا جاتا تو اسے اپنے ہاتھوں سے کفن دفن دے کر تجھے کچھ تسلی تو ہوتی نا! اب تجھے کیا معلوم کہ اس وقت تیرا بیٹا کہاں ہے۔ پانی میں ڈوب گیا ہے یا دریائی جانوروں نے اسے کھا لیا ہے۔ کاش! تو بچے کو صندوق میں ڈال کر دریا بُرد نہ کرتی اور اسے اپنے پاس ہی رکھ کر مناسب وقت کا انتظار کرتی۔ ہو سکتا ہے ایسے حالات پیدا ہو جاتے کہ وہ بچہ تیرے پاس رہ کر بچ ہی جاتا۔"

یوحانذ عزازیل کے پھسلانے اور بہکانے میں آ گئیں اور وہ غمزدہ اور پریشان سی ہو کر تفکرات میں ڈوب گئیں۔ تب انہوں نے اپنی بیٹی کو مخاطب کر کے کہا:

"اے میری بیٹی۔ تُو ذرا جا تو۔ اپنے بھائی کو تلاش کر اور دریا کنارے سے سن گن لے اور لوگوں سے دریافت کر کہ تابوت اور بچے کا کیا انجام ہوا۔ وہ اب تک زندہ بھی ہے یا اسے دریائی جانور ہڑپ کر چکے ہیں۔"

اپنی والدہ کے کہنے پر موسیٰؑ کی بہن دریائے نیل کے کنارے کنارے اپنے بھائی کی تلاش میں نکل کھڑی ہوئیں۔

ادھر آسیہ موسیٰؑ کو فرعون سے اپنے لیے حاصل کرنے کے بعد انہیں دودھ پلانے کی کوشش کر رہی تھیں لیکن آپ کسی کا دودھ پیتے ہی نہ تھے۔ ناچار آسیہ نے شاہی محل کی دونوں دائیوں معفرہ

۱۔ معارف القرآن: تفسیر سورۂ طٰہٰ

اور قوعہ کو طلب کیا۔

دونوں دائیاں حاضر ہوئیں اور دونوں نے پہلے جھک کر ملکہ آسیہ کو تعظیم دی۔ پھر سفرہ نے ادب سے پوچھا:

"اے مقدس ملکہ! آپ نے ہمیں کیوں طلب کیا ہے؟"

آسیہ نے کہا:

"دیکھو! میں نے ایک بچے کو اپنا لیا ہے۔"

پھر انہوں نے اپنی گود میں لیٹے موسیٰؑ کی طرف اشارہ کر کے کہا:

"یہ اب میرا بیٹا ہے۔ میرے محل کی باندیاں دریا میں بہتے ہوئے ایک صندوق کو پکڑ لائی تھیں اور یہ بچہ اسی صندوق میں تھا۔ میں نے فرعون رعمسیس سے اس کے لیے بات کر لی ہے۔ میں نہیں جانتی کہ یہ بچہ کون ہے۔ تاہم میرا گمانِ اغلب ہے کہ یہ بچہ اسرائیلی ہے۔ بہرحال یہ کوئی بھی ہو اب میرا شوہر رعمسیس اسے میرے حوالے کر چکا ہے اور اب یہ میرا بیٹا ہے۔ میں نے اسے پروان چڑھانے اور پرورش کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔"

"پر اے دائیو! میں اس بچے کی طرف سے بڑی پریشان اور فکرمند ہوں۔ یہ کسی کا دودھ ہی نہیں پیتا۔ میں نے تم دونوں کو اس لیے بلایا ہے کہ اس کے دودھ پینے کا بندوبست کیا جائے۔ میں نے شہر کے کچھ منادوں کو بھی بلا رکھا ہے کہ اگر ضرورت پڑی تو شہر میں منادی کرا دی جائے گی کہ جو عورت اس بچے کو دودھ پلانے میں کامیاب ہو جائے گی اسے مناسب معاوضہ دیا جائے گا اور ہر طرح سے اس کی امداد بھی کی جائے گی۔ لیکن اس سے پہلے میں چاہتی ہوں کہ تم دونوں بھی اسے دودھ پلانے کی کوشش کرو۔ ہو سکتا ہے یہ تم دونوں میں سے کسی کا دودھ پی لے۔"

اس کے ساتھ ہی آسیہ نے موسیٰؑ کو گود سے اٹھا کر سفرہ کو تھما دیا۔ پہلے سفرہ نے موسیٰؑ کو دودھ پلانے کی کوشش کی پھر فوعہ نے۔ لیکن موسیٰؑ نے کسی کا بھی دودھ نہ پیا۔ جب یہ دونوں بھی ناکام ہو گئیں تو آسیہ نے بڑی پریشان سی آواز میں ان دونوں سے کہا:

"اے شاہی محل کی دائیو! میں سوچ رہی ہوں کہ یہ بچہ دودھ ہی نہ پیے گا تو زندہ کیسے رہے گا۔"

اس کے ساتھ ہی آسیہ نے تالی بجائی جس پر ایک باندی بھاگتی ہوئی آئی اور آسیہ کے سامنے گردن جھکا کر کھڑی ہو گئی۔

آسیہ نے اس باندی کو حکم دیا:

"فی الفور ان منادوں کو بلا کر لاؤ جنہیں ہم نے طلب کیا تھا اور جو ہم سے ملنے کے منتظر بیٹھے ہیں۔"

باندی مڑی اور تیزی کے ساتھ کمرے سے باہر نکل گئی۔

تھوڑی دیر بعد چار مناد وہاں حاضر ہوئے اور آسیہ کے سامنے دست بستہ کھڑے ہو گئے۔ ان میں سے تین نے اپنے گلے میں بڑی بڑی دفلیں لٹکا رکھی تھیں جبکہ چوتھا مناد خالی ہاتھ تھا۔

آسیہ ان منادوں کو مخاطب کرتے ہوئے فکرگیر اور بکھری ہوئی آواز میں بولیں:

"اے منادو! یہ بچہ جو ان دائیوں نے اٹھا رکھا ہے اسے میں نے گود لے لیا ہے۔ لگتا ہے یہ کسی اسرائیلی عورت کا بچہ ہے۔ میں نے بڑے جتن کیے پر یہ کسی کا دودھ نہیں پیتا۔ اور اگر یہ دودھ نہ پیے گا تو زندہ کیسے رہے گا۔ سو اے منادو! تم ابھی اور اسی وقت شہر کی طرف نکل جاؤ اور شہر کے گلی کوچوں میں منادی کرو کہ جو عورت اس بچے کو دودھ پلانے میں کامیاب ہو گئی اور جس عورت کا دودھ یہ بچہ برضا و رغبت پی لے گا اسے نہ صرف انعام دیا جائے گا بلکہ اسے دودھ پلانے کی معقول اجرت بھی ادا کی جائے گی۔ بس اب تم جاؤ اور منادی کرو اور ہاں یہ دونوں دائیاں بھی بچے کو اٹھائے تمہارے ساتھ جائیں گی۔"

منادوں کا سرکردہ جو خالی ہاتھ تھا، زمین کی طرف جھکا اور انتہائی عقیدت و احترام کا اظہار کرتے ہوئے بولا:

"اے مقدس ملکہ! آپ اطمینان رکھیے۔ ایسی عورت کی تلاش میں ہم شہر کی گلی گلی چھان ماریں گے جو اس بچے کو دودھ پلا سکے اور ہمیں امید ہے کہ ہم ایسی کوئی نہ کوئی عورت تلاش کرنے میں ضرور کامیاب ہو جائیں گے۔"

آسیہ مناد کی بات پر خوش ہوئیں۔ چند سنہری سکے اس نے اسے انعام میں دیے اور دعائیہ انداز میں بولیں:

"جس کام کے لیے تم نکلنے والے ہو رع دیوتا تم لوگوں کو اس میں کامیاب کرے اور تم لوگ کسی ایسی عورت کو تلاش کرنے میں کامیاب ہو جاؤ جس کا دودھ یہ بچہ اپنی خوشی اور رضامندی سے پی لے۔ اگر ایسی عورت مل گئی تو میں سمجھوں گی میری ساری امیدیں بر آئی ہیں۔ اب تم چاروں ان دونوں دائیوں اور بچے کو ساتھ لے جاؤ اور شہر کی گلی گلی میں منادی کرا دو۔"

چاروں منادا اور دونوں دائیاں موسیٰؑ کو لے کر آسیہ کے شاہی محل سے نکل گئے اور شہر میں گھوم پھر کر ایسی عورت کے لیے منادی کرنے لگے جو موسےٰؑ کو دودھ پلا سکے۔

قدرت کے عناصر بھی اپنے پورے ساز و سامان کے ساتھ حرکت میں تھے۔

موسیٰؑ کی بہن انہیں تلاش کرتی ہوئی اس طرف نکل آئی جس طرف وہ چاروں مناد، دائیوں اور موسیٰؑ کے ساتھ منادی کر رہے تھے۔ جب انہوں نے سنا کہ یہ منادا اعلان کر رہے ہیں کہ ایک نوزائیدہ بچہ کسی کا دودھ نہیں پیتا اور جس عورت کا یہ دودھ پیے گا اسے انعام و اکرام اور دودھ پلانے کی اجرت دی جائے گی۔

پس موسیٰؑ کی بہن بھاگ کر لوگوں کے ہجوم میں گھس گئی۔ پہلے وہ یہ دیکھنا چاہتی تھی کہ وہ بچہ کون ہے جس کے لیے شاہی محل کی طرف سے منادوں کے ذریعے یہ اعلان کیا جا رہا ہے۔ جب اس نے اس بچے کو دیکھا تو اس کے چہرے پر خوشیاں بکھر گئیں اور آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں۔ خوشی اور مسرت کے ان آنسوؤں کی کوئی قیمت اور کوئی مول نہیں لگایا جا سکتا تھا اس لیے کہ وہ پہچان گئی تھی کہ وہ بچہ اس کا اپنا بھائی ہے۔

یہ معاملہ دیکھ کر موسیٰؑ کی بہن نے منادوں کے سربراہ سے کہا:

"کیا میں تمہیں ایک ایسے گھر کا پتہ نہ دوں جہاں مجھے امید ہے کہ یہ بچہ اس گھر کی ایک عورت کا دودھ پی لے گا اور وہ لوگ اس بچے کو خیرخواہی، محبت اور شفقت سے پالیں گے اور اس کی بہترین اور عمدہ حفاظت و کفالت کا بندوبست کریں گے۔"

یہ سن کر دائی فرعہ نے بڑے مناد کو مخاطب کر کے اپنے شک کا اظہار کیا اور کہا:

"اے مناد! اس لڑکی کا تعلق ضرور اس بچے سے ہے۔ اگر نہیں تو پھر یہ ضرور جانتی ہوگی کہ یہ بچہ کس خاندان سے تعلق رکھتا ہے ورنہ یہ لڑکی اتنے وثوق سے یہ بات نہ کہہ سکتی۔ میری مانو تو اس لڑکی کو گرفتار کر کے ملکہ کے سامنے پیش کر دو اور جو کچھ اس نے کہا ہے وہ بھی ملکہ سے جا کر کہہ دیتے ہیں پھر دیکھیں گے کہ ملکہ اس کے متعلق کیا فیصلہ کرتی ہے۔"

بڑے مناد نے فرعہ کی بات پر رضامندی کا اظہار کیا اور کہا:

"اے فرعہ! تو ٹھیک کہتی ہے۔ اس لڑکی کو ضرور ملکہ کے روبرو پیش کرنا چاہیے۔ آگے اس کی قسمت کہ ملکہ اس کے لیے کیا فیصلہ کرتی ہے"۔

دوسری دائی سفرہ نے نرمی کا اظہار کرتے ہوئے کہا:

"یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ اس لڑکی کے ذریعے ہمیں کوئی ایسی عورت مل جائے جس کا دودھ یہ بچہ پی لے اور ہم سب ملکہ کی طرف سے کسی بڑے انعام کے حقدار ہو جائیں"۔

بڑے مناد نے سفرہ کی بات کے جواب میں کہا:

"اے سفرہ! تو بھی ٹھیک کہتی ہے۔ پہ ہمیں پہلے اس لڑکی کو ملکہ کے سامنے پیش کر کے اصل حالات کہہ دینے چاہییں۔ ایسا نہ ہو کہ اس معاملے کی تہ میں کوئی راز ہو اور بعد میں جب رعمسیس کو اس کی خبر ہو تو کہیں ہماری گردنیں ہی نہ کاٹ دی جائیں"۔

مناد نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے آخر میں کہا:

"لہٰذا اے سفرہ! تو اگر اپنی اور ہم سب کی گردنیں محفوظ و مامون دیکھنا چاہتی ہے تو پھر اس لڑکی کو گرفتار کر کے ملکہ کے سامنے پیش کرنا ہی بہتر ہے۔ رہا سوال انعام کا تو اس لڑکی کی وجہ سے ملکہ کے سامنے اس بچے کے متعلق کوئی نیا انکشاف ہو گیا تب بھی یقین جانو ملکہ ہمیں انعام و اکرام سے مالا مال کر دے گی"۔

دائی سفرہ نے بھی بڑے مناد کے خیالات کی تائید کی لہٰذا انہوں نے موسیٰؑ کی بہن کو گرفتار کر لیا اور اسے ملکہ کے سامنے پیش کرنے کے لیے لے کر چل پڑے۔

جب منادا اور دائیاں موسیٰؑ اور ان کی بہن کے ساتھ ملکۂ مصر آسیہ کے سامنے آئے تو اس نے ایک تعجب خیز نگاہ منادوں اور دائیوں پر ڈالی۔ پھر حیرت و پریشانی کے عالم میں موسیٰؑ کی بہن کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا:

"یہ لڑکی کون ہے؟ اور کیا تم بچے کو دودھ پلانے والی کسی عورت کو تلاش کر کے اپنے ساتھ نہیں لائے؟"

بڑے مناد نے ملکہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

"اے مقدس ملکہ! ہم بچے کے لیے منادی کر رہے تھے کہ بازار میں یہ لڑکی میرے پاس آئی اور مجھے مخاطب کر کے اس نے کہا کیا میں تجھے ایک ایسے گھر کا پتہ نہ دوں جہاں مجھے امید ہے کہ یہ بچہ اس گھر کی ایک عورت کا دودھ پی لے گا اور وہ لوگ اس بچے کو خیر خواہی، محبت اور شفقت سے پالیں گے اور اس کی بہترین حفاظت اور عمدہ کفالت کا بندوبست کریں گے۔"

"اے مقدس ملکہ! اس لڑکی کی گفتگو نے ہمیں شک و شبہ میں ڈال دیا ہے اور ہمیں شک ہے کہ یہ لڑکی اس بچے کے متعلق جانتی ہے کہ یہ کون ہے اور اس کا تعلق کس خاندان سے ہے۔ آپ اس سے پوچھیں اور سختی کریں۔ ہو سکتا ہے یہ اس بچے سے متعلق کوئی اہم راز اگل دے۔"

آسیہ نے غور سے موسیٰؑ کی بہن کی طرف دیکھا اور کہا:

"یہ مناد جو کچھ کہتا ہے کیا اس میں کچھ سچائی ہے۔"

موقع کی نزاکت اور اپنے آپ کو مشکل میں دیکھتے ہوئے موسیٰؑ کی بہن نے فوراً بات بنائی اور جواب میں کہا:

"اے مقدس ملکہ! یہ مناد اور دائیاں دراصل میری بات کا مطلب ہی غلط سمجھے ہیں۔ میں ان سے یہ کہنا چاہتی ہوں کہ میں ایک غریب اسرائیلی خاندان سے تعلق رکھتی ہوں۔ میرے باپ کا نام عمران اور ماں کا نام یوحانذ ہے۔ میں چاہتی تھی کہ اس بچے کو میری ماں کے پاس لے جایا جائے۔ میرا ایک چھوٹا بھائی ہے جو ابھی ماں کا دودھ پیتا ہے۔ مجھے امید ہے کہ میرے بھائی کے ساتھ یہ بچہ بھی میری ماں کا دودھ پی لے گا۔ اگر ایسا ہو گیا تو نہ صرف آپ تک ہماری رسائی ہو جائے گی بلکہ انعام و اکرام مل جانے سے ہمارے گھر کی حالت سدھر جائے گی۔ بس میں یہی بات ان منادوں کو سمجھانا چاہتی تھی لیکن انہوں نے میری کسی بات پر دھیان ہی نہ دیا اور مجھے کھینچ کر آپ کے پاس لے آئے۔"

آسیہ نے موسیٰؑ کی بہن سے ہمدردی کا اظہار کیا اور منادوں کو حکم دیا کہ بچے کو اس کی ماں کے پاس لے جایا جائے۔ ہو سکتا ہے یہ لڑکی کی ماں کا دودھ پی ہی لے۔

چنانچہ ملکہ آسیہ کے حکم کے مطابق مناد اور دائیاں موسیٰؑ کو لے کر موسیٰؑ کی والدہ کے گھر جانے کے لیے موسیٰؑ کی بہن کے ساتھ ہو لیے۔

موسیٰؑ کی بہن نے اپنی ماں یوحانذ کو الگ لے جا کر سب سمجھا دیا کہ جو بچہ آپ کی طرف لایا گیا ہے وہ میرا بھائی موسیٰؑ ہی ہے۔ پس جب یوحانذ دائیوں اور منادوں کے سامنے آئیں اور دائیوں نے بچہ ان کی گود میں رکھا تو بچہ فوراً ماں کی چھاتیوں سے لگ کر دودھ پینے لگا۔ یہاں تک کہ اس کا پیٹ بھر گیا اور وہ رک گیا۔

یہ معاملہ دیکھ کر مناد اور دائیاں فی الفور ملکہ آسیہ کے پاس گئے اور بچے کے دودھ پینے کا واقعہ سنایا۔ یہ سن کر ملکہ آسیہ کی خوشی اور اطمینان کی کوئی حد نہ رہی۔ انہوں نے ان کو حکم دیا:

"جاؤ اور اس عورت کو بچے سمیت یہاں میرے پاس لے کر آؤ تاکہ اس عورت کو یہاں دودھ پلانے پر ملازم رکھا جا سکے۔ اور سنو۔ اس عورت اور اس کی بیٹی کے ساتھ اخلاق اور نرمی سے پیش آنا ان پر کوئی سختی نہ کرنا۔"

مناد اور دائیاں وہاں سے روانہ ہو گئے۔ اور فوراً ہی پھر موسیٰؑ کی والدہ یوحانذ کے پاس آئے۔ انہوں نے دیکھا کہ بچہ دودھ پینے کے بعد انتہائی پرسکون انداز میں ان کی گود میں پڑا تھا۔ دائی سفرہ نے یوحانذ کو مخاطب کر کے کہا:

"اے خاتون! تو خوش قسمت ہے کہ تیرا دودھ اس بچے نے اپنی خواہش اور رغبت سے پی لیا ہے۔ یوں تیری خوش بختی میں ہم بھی حصے دار ہو جائیں گے اس لیے کہ تجھے تو اس کام کا انعام و اجرت ملے گا ہی، ساتھ ہم بھی انعام و اکرام سے نوازے جائیں گے۔ اے خاتون! ہم نے اس واقعہ کی اطلاع ملکہ مقدس کو کر دی ہے۔ اب تو ہمارے ساتھ شاہی محل تک چل کیونکہ ملکہ نے تجھے بلایا ہے۔"

یوحانذ نے جواب میں کچھ نہ کہا۔ انہوں نے بچے کو سنبھالا اور منادوں اور دائیوں کے ہمراہ اٹھ کر محل کو چل دیں۔

جب یہ لوگ یوحانذ کو ملکہ آسیہ کے سامنے لائے تو وہ بڑی خوش ہوئیں کیونکہ بچہ ان کے پاس پرسکون تھا۔

ملکہ آسیہ نے یوحانذ کی عزت افزائی کی اور انہیں اپنے قریب ہی ایک خالی نشست پر بٹھایا اور پھر پوچھا:

"اے خاتون! تیرا نام کیا ہے اور بنی اسرائیل کے کس قبیلے سے تیرا تعلق ہے۔"

یوحانذ نے جواب دیا:

"اے ملکہ! میرا نام یوحانذ ہے اور میں اول اول یہاں اپنے بیٹوں کے ساتھ آباد ہونے والے یعقوبؑ کے بیٹے لاوی کی نسل سے ہوں۔ میرے شوہر کا نام عمران ہے وہ بھی بنو لاوی سے ہیں۔"

ملکہ آسیہ نے پوچھا:

"کیا تیرا شوہر تیرے ساتھ نہیں آیا؟"

یوحانذ بولیں :

"جس وقت یہ منادا ور دائیاں میری بیٹی کے ساتھ میرے گھر آئے اس وقت میرا شوہر گھر پر نہ تھا اس لیے میں اکیلی ہی ادھر آئی ہوں"۔

ملکہ آسیہ نے پھر پوچھا :

"اور تمہاری وہ بیٹی بھی تمہارے ساتھ نہیں آئی جس کی وجہ سے تم یہیں ملی ہو"۔

یوحانذ نے موسیٰؑ کو گود میں سنبھالتے ہوئے کہا:

"اسے میں گھر پر چھوڑ آئی ہوں کیونکہ میرا بیٹا بھی ایک دودھ پیتا بچہ ہے۔ اس کا نام ہارونؑ ہے میری بیٹی اس کی دیکھ بھال کرے گی"۔

ملکہ آسیہ نے اب اپنے مطلب پر آتے ہوئے کہا:

"اے یوحانذ! چونکہ اس بچے نے تیرا دودھ پی لیا ہے جسے میں اپنا بیٹا بنا چکی ہوں لہٰذا تجھے یہاں اس لیے بلایا گیا ہے کہ تو یہیں شاہی محل میں رہ کر اسے دودھ پلاتی رہے"۔

یوحانذ نے محسوس کر لیا تھا کہ ملکہ آسیہ ان کی ضرورت محسوس کر رہی ہے سو انہوں نے خودداری سے کام لیا اور کہا :

"اے ملکہ! میں اپنے بچے کو گھر پر چھوڑ کر یہاں نہیں رہ سکتی کیونکہ وہ بھی شیر خوار ہے۔ ہاں اگر آپ راضی ہوں تو آپ یہ بچہ میرے سپرد کر دیں۔ میں اسے اپنے گھر پر رکھ کر دودھ پلاؤں گی اور وعدہ کرتی ہوں کہ میں اس بچے کی حفاظت و خبر گیری میں ذرا کوتاہی نہ کروں گی"۔

یوحانذ نے ملکہ آسیہ سے یہ بات اس لیے کہی تھی کہ انہیں خدائے بزرگ و برتر کا وہ وعدہ یاد آ گیا تھا جس میں انہیں بشارت دی گئی تھی کہ چند روزہ جدائی کے بعد ہم بچے کو تمہارے پاس واپس لے آئیں گے۔ یہ خیال آنے پر یوحانذ اپنی بات پر جم گئیں۔

ملکہ آسیہ نے مجبور ہو کر یوحانذ کی بات مان لی اور مناددوں اور دائیوں کو انعام دینے کے علاوہ یوحانذ کو بھی انعام و اکرام اور موسیٰؑ کی پرورش کے لیے رقم فراہم کی۔ اس طرح موسیٰؑ اپنی والدہ کے پاس پرورش پانے لگے۔

جب موسیٰؑ کچھ بڑے ہوئے اور اپنے ہاتھ پاؤں ہلانے کے قابل ہو گئے تو آسیہ نے اپنے چند درباریوں کو حکم دیا کہ بچے کو ان کے پاس لے کر آئیں۔ ساتھ ہی انہوں نے منادوں کے ذریعے شہر میں یہ اعلان کرا دیا کہ :

"میرا بچہ آج میرے گھر آ رہا ہے لہٰذا شہر میں کوئی ایسا نہ رہے جو اپنے گھر سے باہر نکل کر اس کا احترام و اکرام نہ کرے۔ میں خود اس کی نگرانی کروں گی اور دیکھوں گی کہ اہلِ شہر اس معاملے میں کیا کرتے ہیں"۔

اس اعلان کا یہ اثر ہوا کہ جب یوحانذ موسیٰؑ کو لے کر اپنے گھر سے نکلیں تو لوگوں نے ان دونوں پر تحائف و ہدایا کی بارش شروع کر دی۔ یہاں تک کہ یوحانذ بچے کو لے کر ملکہ آسیہ کے پاس پہنچ گئیں۔ جس قدر تحائف ملے تھے ملکہ آسیہ نے یوحانذ کے حوالے کر دیے۔ بچے کو ان سے لیا اور اسے صحت مند اور چاک و چوبند دیکھ کر بڑی خوش ہوئیں۔ اسی خوشی میں انہوں نے اعلان کر دیا کہ :

"میں ابھی اپنے بچے کو لے کر رعمسیس کے دربار میں جاتی ہوں اور دیکھتی ہوں کہ وہ میرے بیٹے کو کیا انعام دیتا ہے"۔

پس موسیٰؑ کو گود میں لیے ملکہ آسیہ بھرے دربار میں داخل ہوئیں اور موسیٰؑ کو رعمسیس کی گود میں ڈالتے ہوئے کہا :

"میں نے آج اپنے بیٹے کو اپنے پاس منگوا لیا ہے۔ سب لوگوں نے اسے تحائف پیش کیے ہیں اب میں اسے آپ کے پاس لے کر آئی ہوں کہ دیکھوں آپ اسے کیا تحفہ دیتے ہیں"۔

رعمسیس نے موسیٰؑ کو گود میں لے لیا۔ درباری بچے کو اس کی گود میں دیکھ کر خوش ہو رہے تھے رعمسیس آسیہ سے کچھ کہنے ہی والا تھا کہ اسی لمحے موسیٰؑ نے رعمسیس کی داڑھی پکڑی اور اسے کھینچ کر زمین کی طرف جھکانا شروع کر دیا۔ ملکہ آسیہ یہ دیکھ کر پریشان ہو گئیں اور ہنستے خوشی کا اظہار کرتے درباریوں پر خاموشی اور سنجیدگی طاری ہو گئی۔

اس موقع پر دربار کا ایک بوڑھا کاہن اٹھا اور رعمسیس سے بولا: "اے بادشاہ! بنو اسرائیل کا وہ وعدہ ہم بھرے دربار میں پورا ہوتا دیکھ رہے ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ ان کے اللہ نے ان کے بڑے نبی ابراہیمؑ سے وعدہ کیا تھا کہ بنی اسرائیل میں ایک ایسا نبی پیدا ہوگا جو آپ پر غالب آئے گا اور آپ کو پچھاڑ دے گا۔ پس اے بادشاہ! یہ وہی لڑکا ہے جو آنے والے دور میں آپ کے لیے آلام کا باعث بنے گا۔ آپ نے دیکھا نہیں کہ اس نے آپ کی داڑھی پکڑ کر زمین کی طرف آپ کو جھکا دیا تھا۔

گویا یہ آپ کو پچھاڑنا چاہتا ہے۔"

یہ سن کر رعمسیس پریشان ہو گیا۔ اس کی دوسری بیوی میک سے اس کا جوان بیٹا منفتاح بھی کاہن کی گفتگو پر حیران اور پریشان ہو گیا تھا۔

پھر کوئی فیصلہ کرنے کے بعد رعمسیس بلند آواز میں بولا: "ان سپاہیوں کو بلاؤ جو بنی اسرائیل کے بچوں کو قتل کرنے پر مامور ہیں تاکہ سب لوگوں کے سامنے اس بچے کو ذبح کر دیا جائے کہ آنے والے دور میں یہ ہمارے لیے کسی دکھ اور مصیبت کا باعث نہ بن سکے۔"

ملکہ آسیہ فوراً بولیں:

"اے رعمسیس! یہ بچہ تم مجھے دے چکے ہو۔ پھر تم اس کے ساتھ یہ معاملہ کیوں کر رہے ہو!"

رعمسیس غضب ناک ہو کر بولا: "یہ بچہ ایسی ہی سزا کا حقدار ہے۔ کیا تو نے دیکھا نہیں کہ میری داڑھی کھینچتے ہوئے گویا یہ دعویٰ کر رہا تھا کہ یہ مجھے زمین پر پچھاڑ دے گا اور مجھ پر غالب آئے گا لہٰذا اس کا قتل کرنا ضروری ہے۔"

ملکہ آسیہ نے معاملے کو بگڑتے اور بچے کو خطرے میں دیکھا تو بڑی فکر مند ہوئیں۔ فوراً ہی انہوں نے کچھ سوچا اور رعمسیس سے کہا:

"اس معاملے کو نمٹانے کے لیے میں ایک تجویز پیش کرتی ہوں جس سے فیصلہ ہو جائے گا کہ آپ کی داڑھی پکڑ کر زمین کی طرف کھینچنے کا معاملہ بچے نے اپنے بچپنے کی بے خبری اور لاشعوری جذبے کے تحت کیا ہے یا یہ کوئی دانستہ شوخی ہے۔ میری تجویز سے سارا معاملہ کھل کر سامنے آ جائے گا لیکن میری شرط یہ ہے کہ جب تک یہ معاملہ نمٹ نہ جائے اس وقت تک آپ بچوں کو ذبح کرنے والے سپاہیوں کو نہ بلائیں گے۔"

فرعون نے ملکہ سے وعدہ کیا: "کہو، تم اپنی تجویز کہو۔ میرا تم سے وعدہ ہے کہ جب تک اس پر عمل نہ کر لیا جائے گا سپاہیوں کو نہیں بلاؤں گا۔"

ملکہ آسیہ نے فیصلہ کن لہجے میں کہا:

"تو پھر ایسا کیجیے کہ دو طشتریاں منگوائیے۔ ایک طشتری میں آگ کے دہکتے ہوئے انگارے اور دوسری طشتری میں دو چمکدار اور انتہائی جاذب نظر اور پرکشش موتی ہوں۔ بس ان دونوں طشتریوں کو بچے کے سامنے رکھ دیا جائے۔ اگر بچہ ہاتھ بڑھا کر موتی اٹھا لے اور انگاروں کو چھوڑ دے تو سمجھ لیا جائے کہ اس نے آپ کی داڑھی پکڑ کر کھینچنے کا عمل اپنے عقل و شعور سے اور دانستہ طور پر کیا ہے

ایسی صورت میں آپ کو حق ہو گا کہ آپ ان سپاہیوں کو بلائیں اور انہیں حکم دے کر اس بچے کو قتل کرا دیں۔ میں کوئی اعتراض نہ کروں گی۔ میں یہ سمجھ کر خاموش ہو جاؤں گی کہ میں نے کسی بچے کو اپنایا ہی نہ تھا۔"

"لیکن اے رعمسیس! اگر بچہ ہاتھ بڑھا کر انگاروں کو اٹھا لے اور موتیوں کو ترک کر دے تو پھر یہ سمجھا جائے گا کہ یہ کام اس نے عقل و شعور سے نہیں کیا بلکہ بچپن کی معصومیت اور بھولپن میں اس سے سرزد ہوا ہے۔ اس صورت میں مجھے یہ حق ہو گا کہ میں بچے کو یہاں سے لے جاؤں۔"

آسیہ کی اس تجویز پر رعمسیس کا غصہ فرو ہو گیا اور کسی قدر مسکراتے ہوئے اس نے اس تجویز کی تائید کی: "اے آسیہ! تم جانتی ہو میری سب بیویوں میں تم چھوٹی ہو اور میں تمہیں سب سے عزیز رکھتا ہوں۔ لہٰذا تمہاری خوشی کی خاطر میں اس تجویز کو منظور کرتا ہوں۔ میں اسے رد نہیں کر سکتا کیونکہ ایسا کرنے سے تم ناخوش ہو جاؤ گی اور اے آسیہ! تمہاری ناراضگی میری تکلیف کا باعث ہو گی لہٰذا یہاں سب لوگوں کے سامنے تمہاری تجویز پر عمل ہو گا۔"

رعمسیس نے اپنے پہلو میں بیٹھے اپنے بیٹے کو مخاطب کر کے کہا: "اے منفتاح! میرے بیٹے! تم خود جاؤ اور دو ایسی طشتریاں لاؤ کہ ایک میں موتی اور دوسری میں انگارے ہوں۔" منفتاح اٹھ کر فوراً باہر نکل گیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ واپس آیا۔ اس کے ساتھ شاہی محل کا ایک محافظ تھا جس نے دو طشتریاں اٹھا رکھی تھیں۔ ایک میں نہایت چمکدار اور پرکشش موتی تھے اور دوسری طشتری میں آگ کے انگارے تھے۔

رعمسیس اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور محافظ کو حکم دیا: "دونوں طشتریاں فرش پر رکھ دو۔" محافظ نے طشتریاں فرش پر رکھ دیں تو رعمسیس نے کہا: "اے آسیہ! اب تم بچے کو دونوں طشتریوں کے پاس بٹھا دو۔"

آسیہ نے فوراً بچے کو دونوں طشتریوں کے پاس بٹھا دیا۔ پس بچے نے موتیوں کو چھوڑ دیا اور انگاروں کو اٹھا لیا

رعمسیس نے یہ دیکھا تو فوراً آگے بڑھ کر بچے سے انگارے چھین لیے کہ کہیں اس کا ہاتھ نہ جل

۱۔ معارف القرآن: تفسیر سورۂ طٰہٰ

جائے۔ اس طرح بھرے دربار میں ملکہ آسیہ کی بات رہ گئی۔

رعمسیس نے بچے کو اٹھا کر آسیہ کو دیا اور پُر سکون انداز میں اس نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا: "اے آسیہ! تم نے اپنی تجویز سے ثابت کر دیا ہے کہ اس بچے نے میری داڑھی پکڑ کر زمین کی طرف کھینچنے کا عمل یقیناً بچپن کی بے خبری اور معصومیت میں کیا ہے۔ اس نے انگاروں کو تھام کر ثابت کیا ہے کہ اس نے یہ کام اپنے عقل و شعور کے تحت دیدہ و دانستہ نہیں کیا لہٰذا اے آسیہ! تم بچے کو اپنے پاس رکھنے اور اس کی پرورش کرنے کا حق رکھتی ہو۔"

یہ معاملہ دیکھ کر درباریوں میں سے بھی کوئی نہ بولا اور سب خاموش رہے۔ آسیہ موسیٰؑ کو لے کر وہاں سے چلی گئیں۔

جب آسیہ اپنے کمرے میں واپس آئیں تو موسیٰؑ کی ماں یوحانذ کمرے میں بڑی بے چینی سے ان کا انتظار کر رہی تھیں۔ آسیہ نے بچے کو لا کر ان کی گود میں رکھتے ہوئے کہا:

"اے یوحانذ! آج تو میں اس بچے سے محروم ہو چلی تھی۔ میرا شوہر رعمسیس اس کا خاتمہ کرنے کے لیے سپاہیوں کو طلب کرنے ہی والا تھا کہ میری ایک تجویز نے وہاں کام کیا اور یہ بچہ مجھے زندہ واپس مل گیا۔"

آسیہ کی بات پر یوحانذ فکرمند اور پریشان ہو کر پوچھنے لگیں:

"اے مقدس ملکہ! یہ معاملہ کیوں کر اور کیسے ہوا؟ کیا آپ مجھے اس کی تفصیل نہ بتائیں گی کیونکہ میں بھی اس بچے کی پرورش میں اب ملوث ہوں۔"

آسیہ نے جو کچھ اس بچے اور اپنے شوہر رعمسیس کے دربار میں پیش آیا تھا انہیں سنا دیا۔ جب وہ خاموش ہوئیں تو یوحانذ نے فکرمندی سے کہا:

"اے مقدس ملکہ! یہ معاملہ اور حادثہ تو اس بچے کے لیے سود مند نہیں۔ اگر پھر کبھی ایسا ہوا تو بچے کی جان تو جاتی رہے گی جبکہ مجھے اب اس سے ایسی انسیت ہو گئی ہے جیسے یہ اب میرا اپنا ہی بیٹا ہو۔ اے مقدس ملکہ! کیا یہ ممکن نہیں کہ بچہ یہاں شاہی محل میں کم سے کم آئے۔ ایسا نہ ہو کہ یہ پھر کبھی ایسی ہی یا اس سے بڑی ابتلا میں پڑ جائے۔ اس لیے اے مقدس ملکہ! اس کے بارے میں آپ احتیاط کریں اور پھر اس پر مستزاد یہ کہ میرے بچے اس کے ساتھ ایسے مانوس ہو چکے ہیں کہ وہ پل بھر کو اپنے آپ سے اسے علیحدہ ہوتا نہیں دیکھ سکتے۔ ان حالات میں اے ملکہ! میں امید کرتی ہوں کہ آپ کوئی بہتر فیصلہ کریں گی۔ ایسا فیصلہ جس میں اس بچے کی بہتری اور عافیت شامل ہو۔"

یوحانذ کی باتوں سے متاثر ہو کر آسیہ نے فکرمندی آواز میں اپنی رائے اور فیصلے کا اظہار کرتے ہوئے کہا:

"اے یوحانذ! تو نے جن خدشات کا اور خطرات کا اس بچے کے متعلق اظہار کیا ہے میں ان سے مکمل اتفاق کرتی ہوں۔

سنو یوحانذ! میرا یہ فیصلہ ہے کہ یہ بچہ مکمل شاہی اخراجات پر تمہارے ہاں تمہاری نگہداری میں ہی پرورش پائے گا۔ آج جو حادثہ ہونے جا رہا تھا اگر دوبارہ ایسا ہی کوئی حادثہ رعمسیس کی موجودگی میں ہو گیا تو پھر اس بچے کی خیر نہیں۔ پھر اے یوحانذ! مزید یہ کہ مصر کے بڑے بڑے کاہن اور ستارہ شناس نہ جانے کیوں اس بچے کے مخالف ہو کر پنجے جھاڑ کر اس کے پیچھے پڑ گئے ہیں۔ ان کا دعویٰ ہے کہ یہ بچہ وہی ہے جو بڑا ہو کر مصر کے حکمرانوں کی تباہی اور بنی اسرائیل کی نجات، آزادی، فلاح اور عزت کا باعث بنے گا۔ لہٰذا اے یوحانذ! یہ بچہ اب زیادہ تر تیرے پاس ہی رہے گا۔ میں جب اسے ملنے کے لیے شاہی محل میں بلا یا کروں گی تو اپنی طرف سے پوری کوشش کیا کروں گی کہ یہ رعمسیس کے نزدیک اور سامنے نہ جانے پائے۔"

"اور سنو یوحانذ! یہ بچہ مجھے دوسرے بچوں کی نسبت علیحدہ اور مختلف لگتا ہے۔ جس وقت میرا شوہر اس بچے کے قتل کے درپے ہو گیا تھا تو میں نے یونہی آگ کے انگاروں اور موتیوں کی تجویز پیش کر دی تھی۔ میں تو صرف اسے قتل ہونے سے بچانا چاہتی تھی لیکن اے یوحانذ! اس وقت میں حیران اور دنگ رہ گئی جب میری خواہش کے عین مطابق بچے نے موتیوں کو چھوڑ کر انگاروں کو تھام لیا۔ اس لیے میں نے یہ اندازہ لگایا ہے کہ یہ بچہ عام دوسرے بچوں کی نسبت منفرد ہے۔ اس کے علاوہ میں نے یہ بھی فیصلہ کیا ہے کہ اگر کسی موقعے پر میں اس بچے کی طرف سے زیادہ پریشان بھی ہوئی تو میں خود تمہارے گھر آ کر اس سے مل لیا کروں گی۔"

یوحانذ تو خود یہی چاہتی تھیں کہ بچہ ہمہ وقت ان کے پاس ہی رہے اور وہ خود اس کی پرورش اور نگرانی کریں لہٰذا وہ آسیہ کی گفتگو سے خوش اور مطمئن ہو گئی تھیں۔ اس کے بعد انہوں نے بچے کو سنبھالتے ہوئے اجازت طلب لہجے میں پوچھا:

"اے مقدس ملکہ! کیا اب میں بچے کو لے جاؤں؟"

آسیہ نے کچھ سوچا۔ پھر بولیں:

"ہاں یوحانذ! اب تم جاؤ۔ اور سنو۔ اس کی دیکھ بھال خوب عمدگی سے کرنا۔"

ساتھ ہی آسیہ نے نقدی کی ایک تھیلی نکال کر یوحانذ کو تھمائی اور بولیں:

"اے یوحانذ! اب تم جاؤ۔ سعزہ اور فوعہ گاہے بگاہے تمہیں بچے کی پرورش کے لیے معقول نقدی اور معاوضہ پہنچاتی رہیں گی۔"

یوحانذ مطمئن اور خوش، بچے کو لے کر شاہی محل سے چلی گئیں۔

اب موسیٰ بن ظفر (سامری) ایک منہ بند غار میں جبرائیلؑ امین کے ہاتھوں پرورش پانے لگا اور موسیٰؑ بن عمران اپنے ہی گھر میں اپنی والدہ کے پاس شاہی اخراجات پر پلنے لگے۔

○

ایران میں کیقباد، کیکاؤس، رستم اور گیو بن گودرز جنگی تیاریوں میں مصروف تھے اور انہوں نے اپنے آپ کو بدترین حالات کے لیے تیار کر لیا تھا۔ وہ اس انتظار میں تھے کہ ان کے بدا ئتنی دشمن افراسیاب کی طرف سے ان کے خلاف کس قسم کے عمل کا اظہار ہوتا ہے۔

دوسری طرف خراسان کے بادشاہ افراسیاب نے بھی اپنی جنگی تیاریاں مکمل کر لی تھیں اور جب اس نے اندازہ لگا لیا کہ اب وہ اس قابل ہے کہ ایران کے خلاف جنگ کر کے اپنی شکست کا بدلہ لے سکے، جو ذو بن طہماسپ کے دور میں رستم کے باپ زال کے ہاتھوں اسے ہوئی تھی تو ایک جرار لشکر کے ساتھ وہ خراسان سے نکلا اور ایرانی علاقوں کا رخ کیا۔

کیقباد کے جاسوس بھی اسے افراسیاب کی ان ساری تیاریوں اور نقل و حرکت سے متعلق اطلاعات فراہم کر رہے تھے لہٰذا افراسیاب کو سبق سکھانے کے لیے وہ بھی حرکت میں آیا۔ اس نے پہلوان رستم بن زال کو اپنے لشکر کا سپہ سالار بنایا اور اس کے ماتحت گیو بن گودرز کو نائب سالار بنا کر افراسیاب کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا۔ اس طرح ایران و خراسان کے افق پہ ایک نئی جنگ کے رنگ رونما ہونے لگے۔

رستم اور گیو بن جب برق رفتاری سے پیش قدمی کرتے ہوئے دریائے جیحوں کے کنارے آئے تو انہوں نے دیکھا افراسیاب اپنے جرار لشکر کے ساتھ دریا کے دوسرے کنارے پر خیمہ زن ہو چکا تھا لہٰذا رستم نے بھی دریائے جیحوں کے اس طرف اپنے لشکر کو خیمہ زن ہونے کا حکم دیا۔

جب لشکر خیمہ زن ہو گیا تو اپنے نائب سپہ سالار گیو بن سے مشورہ کرنے کے بعد رستم نے افراسیاب کو پیغام بھجوا دیا کہ اگر دونوں لشکر دریا کے مخالف طرف خیمہ زن ہو کر پڑے رہے تو اس کا کوئی نتیجہ نہ نکلے گا

لہٰذا اگر تم کوئی فیصلہ چاہتے ہو تو اپنے لشکر کے ساتھ دریا پار کر کے اس طرف آؤ۔ اگر تم اس پر رضامند ہوتے ہو تو ہم اپنے لشکر کو پیچھے ہٹا لیتے ہیں تا کہ ہماری طرف سے فی الوقت تمہیں کوئی خطرہ نہ ہو اور تم بغیر کسی اندیشے اور خطرے کے دریا پار کر کے اس طرف آسکو۔

اور اگر تم دریا کے اس پار نہ آنا چاہو تو اپنے لشکر کو چند میل پیچھے لے جاؤ تا کہ ہم دریا کو عبور کر کے تمہارا مقابلہ کریں۔

افراسیاب نے رستم کی اس پیش کش کا مثبت جواب دیا اور جوانمردوں والا فیصلہ کیا۔ اس نے رستم کو کہلا بھیجا کہ میں اپنے لشکر کے ساتھ دریائے جیحوں کو پار کر کے تمہاری طرف آتا ہوں لہٰذا تم اپنے لشکر کو دریا کے کنارے سے دور ہٹا لو۔

رستم نے اس کے جواب میں اپنے لشکر کو دریا کے کنارے سے ہٹا لیا لہٰذا افراسیاب نے اپنے لشکر کے ساتھ دریا کو عبور کیا اور ایرانی لشکر کے سامنے خیمہ زن ہوا۔ پھر دونوں لشکر مقابلے کے لیے اپنی اپنی صفیں درست کرنے لگے۔

دریائے جیحوں کے کنارے دونوں عساکر میں ہولناک جنگ ہوئی۔ افراسیاب نے بہتری کوشش کی کہ رستم اور گیو کو پسپا ہونے پر مجبور کر دے پر وہ ایسا کرنے میں ناکام رہا۔ رستم نے بلخ شہر میں قیام کے دوران اپنے لشکر کی ایسی شاندار تربیت کی تھی کہ افراسیاب کا ہر حملہ اور حربہ ان پہ ناکام ثابت ہوا۔

شام تک خوفناک جنگ ہوتی رہی۔ افراسیاب کی ہر کوشش ناکام رہی۔ آخر رستم نے اپنے لشکر کو دشمن پر ایک زوردار حملہ کرنے کا حکم دیا۔ ایرانیوں کا یہ حملہ خراسانیوں پر آخری ضرب ثابت ہوا۔ اس جنگ میں بھی افراسیاب کو بدترین شکست ہوئی اور بچے کھچے لشکر کے ساتھ وہ دریا پار کر کے فرار ہو گیا۔ رستم نے اس کا تعاقب نہ کیا اور ایک فاتح کی حیثیت سے اپنے لشکر کے ساتھ اپنے مرکزی شہر بلخ روانہ ہو گیا۔

○

ایران کے بادشاہ کیقباد اور اس کے بیٹے اور ایران کے ولی عہد کیکاؤس نے بلخ سے باہر آکر رستم، گیو اور اس کے لشکر کا استقبال کیا۔ انہیں دیکھتے ہی رستم اور گیو گھوڑوں سے اتر گئے جبکہ کیقباد اور کیکاؤس دونوں آگے بڑھے اور رستم اور گیو سے گلے ملے اور انہیں فتح کی مبارک دی۔ پھر کیقباد، کیکاؤس،

رستم اور گیو اور دوسرے اکابرینِ سلطنت آگے آگے چلنے لگے اور لشکران کے پیچھے پیچھے شہر کی طرف آرہا تھا۔

اس موقع پر کیقباد نے رستم سے پوچھا:

"اے رستم! اب جبکہ تم نے افراسیاب کو ذلت آمیز شکست دے دی ہے تو میں چاہتا ہوں کہ تم اپنی رہائش مستقل طور پر بلخ میں ہی رکھو۔ یوں تم میرے نزدیک اور قربت میں رہو گے"۔

رستم نے کیقباد کی پیش کش کے جواب میں وضاحت کرتے ہوئے کہا:

"اے بادشاہ! میں اس پیش کش پر آپ کا ممنون ہوں۔ پر میں واپس اپنے گھر سیستان لوٹ جانا چاہتا ہوں۔ ضرورت پڑنے پر جب بھی آپ مجھے طلب کریں گے میں آپ اور وطن کی خدمت کرنے کے لیے حاضر ہو جایا کروں گا۔ بالکل ایسے ہی جیسے ذو بن طہماسپ کے دورِ حکومت میں میرا باپ زال سیستان سے آگیا آنا جایا آتا تھا۔ پر میں اپنی مستقل رہائش سیستان میں ہی رکھوں گا اس لیے کہ میرا باپ ابھی زندہ ہے اور گٹھیا کا مریض ہے۔ چلنے پھرنے میں دقت اور تکلیف محسوس کرتا ہے لہٰذا میرا اس کے پاس وہاں رہنا بے حد ضروری ہے۔ پھر ان دنوں آپ کو کسی طرف سے کوئی خطرہ بھی نہیں ہے لہٰذا میں چند دن یہاں بلخ میں قیام کرنے کے بعد سیستان روانہ ہو جاؤں گا۔ میرا باپ زال ہر روز سیستان سے باہر نکل کر میری واپسی کا انتظار کرتا ہوگا"۔

کیقباد نے بات کا رخ بدلتے ہوئے کہا:

"اے رستم! اگر تمہارا یہی فیصلہ ہے تو میں تمہیں ایسا کرنے سے روک نہیں سکتا۔ اصل میں تمہیں بلخ میں مستقل سکونت اختیار کرنے کا جو میں نے تمہیں مشورہ دیا ہے اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ میرا پوتا اور میرے بیٹے کیکاؤس کا بیٹا سیاؤش اب سیانا ہو گیا ہے اور عمر کے اس حصے میں ہے کہ جب اس کی جنگی تربیت شروع ہو جانی چاہیے۔ تمہیں یہاں روکنے کا یہ مقصد بھی تھا کہ سیاؤش کی جنگی تربیت تمہیں سونپی جائے تاکہ وہ آنے والے دنوں میں ایران کا بہترین دفاع کر سکے لہٰذا اس کی بہترین جنگی تربیت ہونی چاہیے تاکہ اپنے دورِ حکومت میں وہ اس قابل ہو کہ خود لشکروں کی سپہ سالاری کر کے دشمنوں پر قابو پا سکے اور اے رستم! میں دیکھتا ہوں کہ سیاؤش کے لیے تم سے بڑھ کر کوئی اچھا استاد مجھے نہیں مل سکتا"۔

کیقباد کی گفتگو سن کر رستم کی گردن جھک گئی اور وہ گہری سوچوں اور تفکرات میں ڈوب گیا۔ کیقباد یہ دیکھ کر اسے مخاطب کرتے ہوئے بولا:

"اے رستم! اس معاملے میں تم اس قدر فکرمند اور پریشان نہ ہو۔ میری اس خواہش کا ایک متبادل حل بھی ہے بشرطیکہ تم اسے پسند کرو اور میری اس متبادل پیش کش سے میری اور تمہاری دونوں ہی کی خواہشیں پوری ہو سکتی ہیں۔ یعنی تم سیستان میں بھی رہ سکتے ہو اور تمہاری زیرِ نگرانی سیاؤش کی جنگی تربیت بھی ہو سکتی ہے"۔

رستم نے چونک کر کیقباد کی طرف دیکھا اور امید افزا لہجے میں پوچھا:

"اگر اس پیش کش سے آپ کی مراد یہ ہے کہ میں آپ کے پوتے سیاؤش کو اپنے ہمراہ سیستان لے جاؤں اور وہاں اپنے ساتھ رکھ کر اس کی جنگی تربیت کروں تو اے بادشاہ! یہ اس مسئلے کا بہترین حل ہے اور میں اسے قبول کرتا ہوں"۔

کیقباد اپنی خوشی کا اظہار کرتے ہوئے بولا:

"تم صحیح سمجھے ہو رستم! میں یہی چاہتا ہوں۔ میں یہ بھی چاہتا ہوں کہ سیاؤش تمہارے پاس ہی پل کر جوان ہو اور بالکل تم جیسا توانا و طاقتور بنے اور یہ کہ تم اسے اس وقت میرے سامنے لاؤ جب یہ تمہارے زیرِ سایہ جنگی تربیت حاصل کرنے کے بعد ایک تنومند اور خوبصورت جوان بن چکا ہو۔ میں چاہتا ہوں کہ سیاؤش اپنے باپ کیکاؤس کی طرح میرا اور اپنے باپ کا طاقتور ترین بازو بن کر میرے سامنے آئے۔ تاکہ میں اپنے بیٹے کی طرف سے مطمئن اور پُرسکون ہو سکوں کہ میرے بعد یہ دونوں باپ بیٹا حکمرانوں کی حیثیت سے کامیاب اور کامران ثابت ہوں گے"۔

رستم نے بھی جواب میں مسرت آمیز لہجے میں کہا:

"اے بادشاہ! میں بطیبِ خاطر آپ کی اس پیش کش کو قبول کرتا ہوں۔ میں چند دن یہاں قیام کرنے کے بعد جب سیستان کی طرف روانہ ہوں گا تو سیاؤش کو ساتھ لے جاؤں گا۔ آپ مطمئن اور بے فکر رہیں۔ میں سیاؤش کو ایسا جوان اور جنگجو بنا کر آپ کے سامنے لاؤں گا کہ آپ اس پر رشک کرنے لگیں"۔

کیقباد نے رستم سے کہا:

"اے رستم! اس فتح کی خوشی میں تمہیں جو انعام ملے گا وہ تو ایک گراں قدر رقم پر مشتمل ہوگا ہی۔ یہ اس کے علاوہ تمہیں اس قدر نقدی فراہم کی جائے گی جو چار جوانوں کی عمر بھر کی جنگی تربیت کے لیے بھی کافی ہو"۔

رستم نے کوئی جواب نہ دیا محض مسکرا کر رہ گیا۔ پھر وہ سب خاموش ہی رہے کیونکہ اب وہ شہر میں داخل ہونے کو تھے۔

رستم نے اس فتح کے بعد چند یوم تک بلخ میں قیام کیا۔ اس کے بعد وہ کیقباد کے پوتے

سیاؤش کو ساتھ لے کر سیستان کی طرف کوچ کر گیا!

○

ایک روز سپارٹا شہر میں یوناف افصان کے گھر میں داخل ہوا۔ افصان اپنے ذاتی کمرے میں اکیلا ہی بیٹھا تھا۔

یوناف اندر آیا اور افصان سے اس نے کہا:

"اے میرے بزرگ! میں آج یہاں سے رخصت ہو رہا ہوں۔"

افصان نے غور سے اس کی طرف دیکھا اور دکھ سے پوچھا:

"کیا یہاں تمہیں کسی نے دکھ دیا ہے جو تم یہاں سے رخصت ہو رہے ہو؟"

یوناف نے کہا:

"اے میرے بزرگ! میں آپ سے پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ میں ایک خانہ بدوش کی سی زندگی بسر کر رہا ہوں اور میری زندگی کو کہیں قرار نہیں ہے۔ آپ نے جو علوم مجھے سکھائے ان کے لیے میں آپ کا بے حد ممنون ہوں۔ اس کے علاوہ میں نے یہاں کی غاروں اور چٹانوں کی تحریروں سے بھی بہت کچھ حاصل کیا ہے جو ادریسؑ کے شاگرد استیلبوس نے کندہ کرائی تھیں۔ یہاں رہ کر میں نے اپنے علم میں بہت اضافہ کیا ہے اور اب پہلے کی نسبتاً اپنے آپ کو میں اپنے دشمنوں کے مقابلے میں زیادہ مضبوط اور زیادہ بہتر حالت میں پاتا ہوں۔"

افصان نے پھر بے یقینی سے پوچھا:

"اے یوناف! کیا واقعی آج تم جا رہے ہو؟"

یوناف سنجیدگی سے بولا:

"آج نہیں بلکہ ابھی میں آپ سے مل کر یہاں سے کوچ کر رہا ہوں۔"

افصان نے بے چینی سے پوچھا:

"کہاں جاؤ گے؟"

ا۔ تاریخ ایران، جلد اوّل صفحہ ۔ سیاؤش بیس برس تک رستم کے زیرِ تربیت رہا۔

لاپروائی سے یوناف نے جواب دیا:

"اللہ کی زمین بڑی وسیع ہے۔ کہیں بھی جا رہوں گا۔"

افصان نے اپنی تسلی کی خاطر پھر پوچھا:

"یہاں سے نکلنے کے بعد تم کدھر کا رخ کرو گے؟"

ہلکی ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ یوناف نے جواب دیا:

"یہاں سے نکلنے کے بعد میں جزیرہ مسرنا کا رخ کروں گا۔ وہاں یافان سے ملوں گا اور اس سے مل کر اندازہ لگاؤں گا کہ میں نے اسے جو نصیحت کی تھی اس کے ساتھ جو نیکی کی تھی اس کا اس پہ کیا اثر ہوا ہے؟"

افصان فکر مند ہو کر بولا:

"کہیں ایسا نہ ہو اپنے جزیرے میں تمہیں اکیلا دیکھ کر یافان تم سے انتقام لینے کا ارادہ کرے۔"

یوناف نے حسبِ سابقہ لاپروائی سے جواب دیا:

"اگر اس نے ایسا کیا تو پھر اسے اپنی توڑ پھوڑ کے سوا کچھ حاصل نہیں ہو گا۔"

پُر امید لہجے میں افصان نے پوچھا:

"اے یوناف! کیا میں امید کروں کہ میری تمہاری پھر ملاقات ہو گی؟"

یوناف نے اسے ڈھارس اور تسلی دیتے ہوئے کہا:

"اے بزرگ یا افصان! گو انسانی زندگی امیدوں ہی سے بھری ہوتی ہے۔ پھر بھی میں آپ کو غلط تاثر نہ دوں گا۔ اس لیے کہ جب میں ایک بار کسی سے بچھڑتا ہوں تو بہت کم اسے دوبارہ ملتا ہوں بہرحال آپ کو پُر امید رہنا چاہیے۔ شاید ہمارا رب پھر کبھی ہمیں ملا دے۔"

اس کے ساتھ ہی اس نے ہاتھ مصافحے کے لیے آگے بڑھا دیا:

"مجھے اب اجازت دیں۔ میں رخصت ہوتا ہوں۔"

مصافحہ کرنے کے بجائے افصان اس سے گلے ملا۔ پھر یوناف اس کے گھر سے نکل گیا۔

○

یافان سرناشہر سے باہر اپنے محل میں اکیلا بیٹھا تھا کہ اس کے کمرے میں عزازیل اور اس کے ساتھیوں کے ہمراہ عارب، ہیوسا اور بنیطہ داخل ہوئے۔

یافان نے اپنی جگہ سے اٹھ کر ان کا استقبال کیا۔ ان سب کو اپنے سامنے بٹھایا۔ عزازیل وغیرہ کے آنے سے یافان کی نیلی دھند سمٹ کر یافان کی پشت پر چلی گئی تھی۔

یافان نے عزازیل کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا: "اے محترم عزازیل! آپ اپنے ساتھیوں کے ساتھ کس طرف سے آئے ہیں؟"

عزازیل نے کہا: "عارب، ہیوسا اور بنیطہ تو کنعانیوں کے شہر طارہ میں مقیم تھے جبکہ میں مصر میں تھا وہاں ان دنوں میں ایک انتہائی اہم اور دور رس کام سر انجام دے رہا ہوں۔ بس تمہیں اور تمہارے اس جزیرے نما شہر کو دیکھنے کو جی چاہ رہا تھا سو میں ان کو لے کر ادھر چلا آیا۔"

یافان نے خوش طبعی سے کہا: "میں آپ کو اپنے شہر میں خوش آمدید کہتا ہوں۔ پر اے عزازیل! آپ نے مصر میں کیا مصروفیت اختیار کر لی ہے؟"

عزازیل نے انکشاف کرنے کے انداز میں کہا: "سنو میرے عزیز! مصر کے شہر ممفس میں اس وقت دو بچے پرورش پا رہے ہیں۔ ایک موسیٰؑ بن عمران جو آگے چل کر رسول بننے والا اور بنی اسرائیل کو اس غلامی سے نجات دلانے والا ہوگا۔ اس کی پرورش مصر کا فرعون کر رہا ہے۔ دوسرا بچہ موسیٰ بن ظفر ہے جس کی تربیت جبرائیل کر رہا ہے اور یہ بچہ ایک غار میں بند ہے۔ اس کی ماں نے اسے قتل ہونے سے بچانے کے لیے وہاں بند کر رکھا ہے کیونکہ خود فرعون رعمسیس نے بنی اسرائیل کے بچوں کا قتلِ عام شروع کر رکھا ہے۔ اس غار میں جبرائیل کے جانے کے بعد میں داخل ہوتا ہوں اور موسیٰ بن ظفر کی پرورش اور تربیت کرتا ہوں۔ ایک روز اسی موسیٰ بن ظفر کو استعمال کر کے میں بنی اسرائیل میں پھوٹ اور شرک کی وبا پیدا کر دوں گا۔"

یافان نے موضوع بدلتے ہوئے بات چھیڑی: "کیا آپ کی ملاقات کبھی اپنے پرانے رفیق اور رقیب یوناف سے نہیں ہوئی؟"

عزازیل فخریہ انداز میں بولا: "وہ کچھ عرصہ پہلے تو دجون شہر میں تھا وہاں اس نے ایک عمارت خرید لی تھی جہاں وہ لوگوں کو وحدانیت کی تبلیغ کرنے کے علاوہ مسافروں اور غریب الوطن لوگوں کو مفت رہائش مہیا کرتا تھا۔ پر میں نے اپنے ساتھی بتر کو اس کے پیچھے لگا دیا۔ بتر نے وہاں کے باسیوں اور سرائے کے مالکوں کو اس کے خلاف کر دیا اور انہوں نے اپنے بادشاہ سے اس کی شکایت کر دی لہٰذا بادشاہ نے اسے

دجون شہر سے نکال دیا۔ اب وہ نہ جانے کہاں ہے۔"

یافان نے مسکراتے ہوئے انکشاف کیا: "میری یوناف سے ملاقات ہوئی تھی۔"

عزازیل نے چونک کر پوچھا: "کب، کہاں اور کیسے؟"

جواب میں یافان نے افصان کے گھر میں یوناف سے اپنی ملاقات کی ساری تفصیل کہہ دی۔ یافان کی گفتگو سن کر عارب بھڑک اٹھا اور جواب طلبی کے انداز میں اس نے یافان سے پوچھا: "کیا تم نے واقعی یوناف سے وعدہ کر لیا ہے کہ آئندہ تم اس کے خلاف ہماری حمایت نہ کرو گے؟"

یافان نے لاپرواہی سے کہا:

"ہاں۔ میں نے اس سے وعدہ کر لیا ہے۔"

غصے میں عارب اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور غراتے ہوئے اس نے کہا: "تو پھر اے یافان! سن رکھو کہ یوناف کے ساتھ ساتھ ہم تمہارے خلاف بھی حرکت میں آ جائیں گے اور تمہیں ایک ایسے روگ میں ڈال دیں گے جس سے چھٹکارا تمہارے لیے مشکل ہوگا۔"

عارب کے اس گستاخانہ لہجے پر یافان زخمی سانپ کی طرح بل کھا کر اٹھ کھڑا ہوا۔ پھر اس نے اپنے چہرے سے نقاب ہٹا دیا۔ اس کی آنکھوں میں شعلے یوں بھڑکنے لگے جیسے ابھی عارب کی طرف لپک پڑیں گے۔ اس کے ساتھ ہی نیلی دھند کی قوتیں بھیڑیوں کی صورت اختیار کرتے ہوئے عارب کی طرف دیکھ کر بری طرح غرانے لگیں۔

ماحول میں وحشت اور بھیانک پن پیدا ہو گیا تھا۔ دو بپھرے ہوئے سانڈوں کی طرح یافان اور عارب ایک دوسرے کے سامنے کھڑے تھے۔ یافان کی آنکھوں میں شعلے بھڑک رہے تھے۔ اس کی نیلی دھند کی قوتیں غرانے لگی تھیں۔

دوسری طرف عارب بھی غضبناک حالت میں کھڑا تھا اور اس کی مدد کو ہیوسا اور بنیطہ بھی تیار تھیں۔ پھر یافان کی کھولتی ہوئی آواز بلند ہوئی:

"اے عارب! اپنی زبان کو اپنے حلقوم میں رکھ۔ میں تیرا دیل نہیں جو تو میرے ساتھ ایسی گفتگو کرے۔ رہی تیری یہ دھمکی کہ تو مجھے کسی روگ میں ڈال دے گا تو سن رکھ! میں پہلے ہی زندگی کے ایک روگ میں مبتلا ہوں اور تو دیکھتا ہے کہ میں ہڈیوں کے ڈھانچے کی صورت میں پہلے ہی ایک فوق البشر کی زندگی بسر کر رہا ہوں۔ میرے لیے اس سے بڑھ کر اور کیا روگ ہوگا۔"

"پر اے عارب! یہ بھی سن رکھ! جب میں تجھ پر وارد ہوں گا تو تیری حالت بھی قابلِ رحم بنا کر

رکھ دوں گا۔ میں تجھے آخری بار تنبیہ کرتا ہوں کہ میرے منہ لگنے کی کوشش نہ کرنا ورنہ میرے ہاتھوں تو ایسی زک اٹھائے گا کہ اپنی زندگی کو بوجھ تصور کرنے لگے گا۔"

عارب جواب میں کچھ کہنا چاہتا تھا کہ عزازیل حرکت میں آیا اور نہایت نرم اور ٹھنڈے لہجے میں اس نے یافان کو مخاطب کر کے کہا: "اے یافان! تم ہمارے بھائی ہو اور ہم آپس میں لڑتے اچھے نہیں لگتے۔ تم نے درست کہا ہے کہ تم عارب کے دبیل نہیں ہو۔ ہم تم سے یہ نہیں کہتے کہ تم یوناف کے خلاف ہمارا ساتھ دو۔ اگر تم اپنے وعدے کے پابند رہنا چاہتے ہو تو ہمیں تمہاری غیر جانبداری پر کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ لیکن اے یافان! میں ایک بات ضرور کہوں گا کہ کیا میں امید رکھوں کہ تم عارب کے خلاف یوناف کا ساتھ بھی نہ دو گے۔ میں چاہتا ہوں تم ہمارے اور یوناف کے جھگڑے سے دور رہو اور ہمارے تعلقات تمہارے ساتھ خوش گوار رہیں۔ اس وقت چونکہ باہم تلخی ہو چکی ہے لہٰذا ہم یہاں رکیں گے نہیں۔ جب دلوں کی کدورتیں دور ہو جائیں گی تو ہم سب ضرور تمہارے پاس آ کر قیام کریں گے۔"

اس کے ساتھ ہی عزازیل وہاں سے عارب، بیوسا، بنیط اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ باہر نکل گیا۔

تھوڑی ہی دیر بعد اس کمرے میں یوناف داخل ہوا۔ یافان بڑے تپاک سے اسے اٹھ کر ملا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر پاس بٹھاتے ہوئے اس نے پوچھا:

"آج تم راستہ بھول کر کیسے میری طرف آ نکلے۔"

یوناف مسکرا دیا:

"میں سپارٹا سے مصر جا رہا تھا۔ سوچا راستے میں تم سے بھی ملتا چلوں اور دیکھوں کہ میری باتوں کا تم پر کوئی اثر ہوا ہے یا نہیں۔"

یافان انکشاف کرنے کے انداز میں بولا:

"اگر تھوڑی دیر قبل یہاں آ جاتے تو عزازیل، عارب، بیوسا اور بنیطہ سے بھی تمہاری ملاقات ہو جاتی وہ ابھی ابھی یہاں سے گئے ہیں۔"

اس کے بعد یافان نے عارب اور عزازیل سے ہونے والی ساری گفتگو یوناف سے کہہ دی۔ یہ سب سنتے ہی یوناف اٹھ کھڑا ہوا اور بولا:

"جو کچھ جاننے کے لیے میں سپارٹا سے آیا ہوں وہ میں جان گیا ہوں۔ اے یافان! تمہارا غیر جانبدار رہنا ہی بہتر ہے۔ اب تم مجھے اپنا دوست پاؤ گے دشمن نہیں۔"

یافان کچھ کہنا چاہتا تھا کہ یوناف وہاں سے چلا گیا۔

یافان کے جزیرے سے نکل کر یوناف مصر میں نمودار ہوا۔ وہاں اس نے دریائے نیل کے کنارے اپنی مر جانے والی بیوی شوطار کا محل خرید لیا اور وہاں پر رہائش اختیار کر لی۔

موسیٰ بن عمران اپنے بھائی ہارونؑ کے ساتھ اپنی والدہ یوحانذ اور بہن مریم بنت عمران کی نگرانی میں شاہی اخراجات پر پرورش پاتے ہوئے اب کافی بڑے ہو گئے تھے۔

دوسری طرف موسیٰ بن ظفر بھی غار کے اندر جبرائیل کے ہاتھوں پرورش پا تا رہا۔ اور اس کے ساتھ ہی ساتھ عزازیل بھی اس کی تربیت میں مصروف رہا۔ اسی دوران موسیٰ بن ظفر کے ماں باپ فوت ہو گئے۔

ایک روز عزازیل غار میں آیا اور اس نے موسیٰ بن ظفر سے پوچھا: "اے ابنِ ظفر! کیا تو جانتا ہے کہ میں کون ہوں اور تیرا میرا کیا رشتہ ہے"۔

ابنِ ظفر نے بڑی انکساری سے جواب دیا: "اے عزازیل! آپ میری پرورش کرتے رہے ہیں۔ آپ میری خبرگیری اور نگہبانی کرنے والے ہیں۔ لہٰذا میرا اور آپ کا رشتہ ایسا ہی ہے جیسا ایک مربّی و احسان شناس اور ایک محسن و ممنون کا۔ اس لحاظ سے آپ میرے آقا و مالک ہیں"۔

عزازیل نے پوچھا: "اگر میں تم سے تمہارے بھلے کی بات کہوں تو کیا تم مانو گے"۔

ابنِ ظفر نے قدر شناسوں کے سے انداز میں کہا: "اگر اس میں میرا بھلا نہ بھی ہوا تو میں اسے ضرور مانوں گا"۔

عزازیل نے اپنا دایاں ہاتھ بلند کیا اور غار کے منہ پر بنی ہوئی بڑے بڑے پتھروں کی دیوار ہٹ کر گر گئی۔ اس کے ساتھ ہی اس کی آواز بلند ہوئی: "اے ابنِ ظفر! میرے ساتھ غار سے باہر چلو"۔

ابنِ ظفر خاموشی سے اس کے ساتھ ہو لیا۔ دونوں غار سے باہر آ گئے۔ ایک جگہ رک کر عزازیل بولا:

"اے ابنِ ظفر! یہ دنیا بڑی حسین ہے۔ اب تم اس کی رنگینیوں سے لطف اندوز ہو۔ غار سے تمہارا تعلق ختم ہوا۔ دیکھو۔ میں نے تھبیس شہر کے ایک سحر و طلسم کی تعلیم دینے والے ساحر سے بات کی ہے۔ اس نے میری التجا کو قبول کرتے ہوئے تمہیں اپنی درس گاہ میں رکھ کر سحر و طلسم سکھانے کی حامی بھر لی ہے۔ کیا تم اس کام کے لیے تیار ہو"۔

ایک جستجو اور اطمینان کے انداز میں ابنِ ظفر نے عزازیل کی طرف دیکھتے ہوئے کہا: "اے میرے محسن! میں اس کام کے لیے تیار ہوں"۔

تب عزازیل فیصلہ کن لہجے میں بولا: "اے موسیٰ بن ظفر! اگر تم اس کے لیے تیار ہو تو سنو۔ آج بلکہ ابھی سے تم اپنا نام موسیٰ بن ظفر نہیں صرف سامری بتایا کرو گے۔ تھبیس کے اس ساحر کو بھی میں نے تمہارا نام سامری ہی بتایا ہے"۔

اس کے ساتھ ہی عزازیل نے نقدی کی ایک تھیلی نکالی اور سامری کو تھماتے ہوئے اسے سمجھانے لگا:

"اے سامری! نقدی کی یہ تھیلی اپنے پاس رکھ لو۔ یہ دورانِ تعلیم تمہارے کام آئے گی اور سنو! تھبیس کی اس سحر و طلسم کی درس گاہ سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد عبیدوز، ممفس اور دیگر شہروں کا رخ کرنا اور وہاں سے بھی علومِ سحری حاصل کر کے اپنے آپ کو ایک بے مثل ساحر بنا لو۔ اگر تم ایسا کرنے میں کامیاب ہو گئے تو اس میں تمہاری ہی بہتری ہے۔ میری اپنی ذات کے لیے اس میں کوئی فائدہ نہیں"۔

سامری جواب میں کچھ کہنا چاہتا تھا کہ عزازیل نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور شفقت بھرے انداز میں اس سے مخاطب ہوا: "آؤ میرے ساتھ"۔

سامری اس کے احسانات تلے ایسا دبا ہوا تھا کہ کچھ کہے بغیر وہ اس کے ساتھ ہو لیا۔

عزازیل، سامری کو لے کر تھبیس کی ایک بہت بڑی اور قدیم عمارت میں داخل ہوا۔ ابھی وہ چند ہی قدم آگے بڑھے تھے کہ اندر کی طرف سے ایک ادھیڑ عمر کا بوڑھا اس طرف آیا۔ اسے دیکھتے ہی عزازیل نے مسکرا کر اسے مخاطب کیا: "اے میرے بزرگ! یہ ہے سامری جسے میں آپ کے اس مکتب میں سحر کی تعلیم کے لیے آپ کے پاس چھوڑنا چاہتا ہوں۔ یہ یہیں رہے گا۔ اس کی رہائش کے لیے میں مناسب رقم پہلے ہی آپ کو ادا کر چکا ہوں"۔

بوڑھے نے سامری کا ہاتھ تھام لیا اور کہا: "اب تم مطمئن ہو کر جاؤ۔ ایک روز تم دیکھنا اس جوان کو ہم سحر و فسوں میں تمہاری خواہش کے مطابق بے مثل بنا دیں گے"۔

عزازیل اس کا شکریہ ادا کر کے وہاں سے چلا گیا جبکہ وہ بوڑھا سامری کو لے کر عمارت کے اندرونی

حصے کی طرف چل پڑا۔ اس طرح تھیبس شہر میں ایک ساحر کی حیثیت سے، سامری کی تربیت اس درس گاہ میں شروع ہو گئی۔

○

موسیٰ بن عمران ایک روز شہر کے نواح میں چلے جا رہے تھے کہ انہوں نے دو آدمیوں کو آپس میں لڑتے ہوئے دیکھا۔ قریب گئے تو انہوں نے جانا کہ ان دونوں میں سے ایک مصر کا قدیم باشندہ یعنی قبطی تھا اور دوسرے کا تعلق بنی اسرائیل سے تھا۔

اسرائیلی نے جب موسیٰؑ کو دیکھا تو انہیں مدد کے لیے پکارا۔ اس کی پکار پر موسیٰؑ قریب گئے اور ان دونوں سے لڑائی کی وجہ پوچھی۔ اسرائیلی جھٹ بول پڑا: "اے موسیٰؑ! میں اپنے کام سے جا رہا تھا کہ اس نے مجھے پکڑ لیا اور اب یہ مجھے بیگار کے لیے گھسیٹ لے جانا چاہتا ہے۔ اے موسیٰؑ! آپ جانتے ہیں کہ یہ قبطی ہم اسرائیلیوں سے زبردستی کام لیتے ہیں اور کوئی معاوضہ بھی ادا نہیں کرتے۔"

اس قبطی کو سمجھانے کے انداز میں موسیٰؑ نے نرمی سے کہا:

"اس اسرائیلی کو جانے دو کہ یہ اپنے بیوی بچوں کی روزی کا سامان کرے۔"

قبطی نے موسیٰؑ کا کہنا نہ مانا اور گھسیٹ کر اسے اپنے ساتھ لے جانا چاہا۔ اس پر موسیٰؑ کو طیش آ گیا۔ انہوں نے ایک زوردار گھونسہ اس قبطی کو رسید کر دیا۔ قبطی اس ضرب کو برداشت نہ کر سکا اور وہیں گر کر مر گیا۔ اس کے مرتے ہی اسرائیلی وہاں سے بھاگ گیا۔

موسیٰؑ نے جب یہ معاملہ دیکھا تو انہیں بے حد افسوس ہوا کیونکہ ان کا ارادہ ہرگز قتل کرنے کا نہ تھا آپ نے ندامت و شرمندگی سے اپنے آپ سے کہا:

"بلاشبہ یہ کارِ ابلیس ہے۔ وہی انسان کو ایسی غلط راہ پر ڈالتا ہے"۔

پھر آپ خدا کے حضور اس نادانستگی میں سرزد ہونے والے واقعے پر مغفرت کے خواستگار ہوئے اللہ تعالیٰ نے ان کی غلطی کو معاف فرمایا اور مغفرت کی بشارت سے نوازا۔ بہرحال آپ وہاں سے ہٹ گئے۔ ادھر تھوڑی دیر بعد جب کچھ قبطیوں کا وہاں سے گزر ہوا تو انہوں نے ایک قبطی کو وہاں مرا ہوا پایا۔ اس پر وہ لوگ بڑے برافروختہ ہوئے اور ایک وفد کی صورت میں فرعون رعمسیس کے پاس آئے۔

فرعون اس وقت اپنے بیٹے منفتاح اور اپنے وزیر ہامان کے ساتھ بیٹھا محوِ گفتگو تھا۔ اس

قبطی وفد نے رعمسیس سے مطالبہ کیا کہ یہ قتل ضرور اسرائیلیوں میں سے کسی نے کیا ہے لہٰذا اسرائیلیوں سے اس کا انتقام لیا جائے۔ انہوں نے یہ بھی مطالبہ کیا کہ اس معاملے میں اسرائیلیوں کو قطعاً کوئی ڈھیل نہ دی جائے۔

رعمسیس نے اس معاملے کو احسن طریقے سے نمٹانے کی خاطر لوگوں کو سمجھایا کہ مرنے والے کے قاتل کو مع شہادت کے پیش کرو کیونکہ میں اگرچہ بادشاہ تمہارا ہی ہوں مگر اس میں کسی طور مناسب نہیں کہ بغیر ثبوت اور شہادت کے کسی سے انتقام لیا جائے۔ تم لوگ اس کے قاتل کو تلاش کرو اور ثبوت مہیا کرو میں ضرور اس سے تمہارا انتقام لوں گا۔

فرعون کا جواب سن کر قبطیوں کا وفد وہاں سے چلا گیا اور اس کے ارکان نے قاتل کا سراغ لگانے کی خاطر تھیبس شہر کے گلی کوچوں میں اپنے آدمیوں کو مقرر کر دیا تاکہ وہ گھوم پھر کر قاتل کا سراغ لگائیں۔ مگر وہ رات گئے تک قاتل کا سراغ لگانے میں کامیاب نہ ہوئے۔

اتفاق سے اگلے روز جب موسیٰؑ اپنے گھر سے نکلے تو انہوں نے پھر اس اسرائیلی کو دیکھا کہ وہ ایک دوسرے قبطی سے جھگڑ رہا تھا۔ موسیٰؑ کو دیکھتے ہی پھر اس اسرائیلی نے انہیں مدد کے لیے پکارا۔ موسیٰؑ نے دیکھا کہ قبطی غالب تھا اور اسرائیلی مغلوب۔

یہ دیکھ کر موسیٰؑ نے دوہری ناگواری محسوس کی۔ ایک طرف قبطی کا ظلم تھا اور دوسری طرف اسرائیلی کا شور و غوغا۔ گزشتہ دن کے تلخ واقعہ کی یاد کی جھنجھلاہٹ میں انہوں نے ایک ہاتھ قبطی کو باز رکھنے کے لیے بڑھایا اور دوسرے سے اسرائیلی کو پکڑ کر جھڑکتے ہوئے کہا:

"بلاشبہ تو کھلا گمراہ ہے اور خواہ مخواہ جھگڑا مول لے کر فریاد کرتا رہتا ہے۔ تو جھگڑالو آدمی ہے۔ تو نے کل بھی جھگڑا کیا اور آج بھی کر رہا ہے۔ یقیناً تو ہی ظالم ہے"۔

اس اسرائیلی نے موسیٰؑ کو جب اپنے متعلق تلخ و ناگوار الفاظ کہتے سنا تو سمجھا کہ شاید موسیٰؑ اسے مارنے کے لیے ہاتھ اٹھانے والے ہیں لہٰذا شرارت آمیز انداز میں چلا چلا کر کہنے لگا: "کیا تو چاہتا ہے کہ جس طرح تو نے کل ایک قبطی کو مار ڈالا ایسے ہی آج مجھے بھی مار ڈالے؟"

یہ گفتگو ہونے کے بعد وہ قبطی وہاں سے بھاگ گیا۔ اسرائیلی بھی فرار ہو گیا۔ موسیٰؑ بھی وہاں سے ہٹ گئے۔ اس قبطی نے یہ خبر جا کر اس وفد کو دی جو گزشتہ روز فرعون کے پاس گیا تھا کہ قتل ہونے والے قبطی کے قاتل موسیٰؑ ہیں۔

قبطیوں کا وفد فوراً فرعون کے پاس آیا اور ساری حقیقت اس کو بتا دی۔ فرعون نے اپنے جلاد کو

طلب کیا۔ پھر اس کے ساتھ کچھ محافظ بھی کر دیے اور انہیں حکم دیا کہ وہ موسیٰؑ کو گرفتار کر کے اس کے سامنے پیش کریں۔

یہ خبر ملکہ آسیہ کو بھی ہو گئی لہٰذا انہوں نے فوراً اپنا ایک قاصد موسیٰؑ کی طرف روانہ کیا اور انہیں کہلوا بھیجا کہ فوراً مصری سرزمین سے نکل کر کسی اور طرف چلے جائیں ورنہ فرعون انہیں قتل کرا دے گا۔

موسیٰؑ جب گھر واپس آئے تو اسرائیلی کے قتل کا انکشاف کر دینے والی حرکت کی وجہ سے کچھ ملول اور پریشان تھے۔ اس وقت گھر میں ان کے والدین، بہن مریم، بھائی ہارونؑ اور آپ کے بہترین اور قابلِ اعتماد دوست یوشع بھی موجود تھے۔

یوشع نے موسیٰؑ سے پوچھا:

"میں دیکھتا ہوں آپ کچھ پریشان ہیں۔ کیا وجہ ہے؟"

یوشع بن نون گو عمر میں موسیٰؑ سے کافی چھوٹے تھے پر نہایت دانشمند اور موسیٰؑ سے بے حد محبت کرنے والے تھے۔ یوشع کے سوال کے جواب میں موسیٰؑ نے قبطی کے اپنے ہاتھوں قتل ہونے کا واقعہ تفصیل سے سنا ڈالا۔

موسیٰؑ سے یہ واقعہ سن کر تمام گھر والے پریشان ہو گئے۔ ابھی وہ موسیٰؑ کو اس کے لیے کوئی مشورہ دینے کے بارے میں سوچ ہی رہے تھے کہ ملکہ آسیہ کا قاصد آ پہنچا۔ سامنے آتے ہی اس نے بغیر تمہید کے موسیٰؑ کو مخاطب کر کے کہا:

"اے موسیٰؑ! آپ فوراً یہاں سے نکل کر کسی اور سرزمین کی طرف چلے جائیں۔ گزشتہ روز جس قبطی کا قتل ہوا تھا، اس سے متعلق فرعون کو خبر دی گئی ہے کہ وہ آپ کے ہاتھوں ہوا تھا لہٰذا اس نے جلاد کو چند محافظوں کے ساتھ آپ کی طرف روانہ کیا ہے کہ آپ کو گرفتار کر کے اس کے سامنے پیش کیا جائے۔ اگر ایسا ہو گیا تو یقیناً فرعون آپ کو زندہ نہ چھوڑے گا اس لیے کہ اس کے دربار میں بہت سے لوگ ہیں جو ہمہ وقت اسے آپ کے خلاف بھڑکاتے رہتے ہیں لہٰذا ملکہ نے پیغام بھیجا ہے کہ آپ یہاں سے کسی اور سرزمین کی طرف نکل جائیں۔ اسی میں آپ کی بہتری اور عافیت ہے۔"

سب گھر والوں نے بھی موسیٰؑ کو یہی مشورہ دیا کہ وہ وہاں سے بھاگ جائیں ورنہ ان کے مارے جانے کا اندیشہ ہے۔ اس پر موسیٰؑ اسی وقت گھر سے نکل کھڑے ہوئے اور مصر سے نکل کر آپ نے مدین کی طرف جانے کا ارادہ کر لیا۔

مدین جانے کا فیصلہ آپ نے اس لیے کیا تھا کہ اہلِ مدین سے آپ کی قرابت داری تھی اور وہ اس طرح

کہ موسیٰؑ، اسحٰقؑ بن ابراہیمؑ کی اولاد سے تھے جبکہ مدین والے اسحٰقؑ کے بھائی مدین بن ابراہیمؑ کی اولاد تھے۔ موسیٰؑ کے ساتھ کوئی رفیق و راہنما تھا نہ ہی کوئی زادِ راہ ہمراہ تھا۔ جلدی میں گھر سے برہنہ پا ہی نکل پڑے تھے۔ مصر سے مدین کی طرف سفر کے دوران آپ درختوں کے پتے کھا کر گزارہ کرتے رہے۔ پھر سفر کی طوالت کے علاوہ برہنہ پا ہونے کی وجہ سے تلووں کی کھال تک اتر گئی تھی۔

بہرحال اس کسمپرسی کی حالت میں جب آپ ارضِ مدین میں داخل ہوئے اور اس قوم کے مرکزی شہر مدین کے نواح میں آئے تو دیکھا کہ وہاں ایک کنواں تھا اور کنوئیں کے قریب پانی کا حوض بنا ہوا تھا اور اس پر چرواہوں اور گڈریوں کی خوب بھیڑ لگی ہوئی تھی۔ کئی چرواہے مل کر کنوئیں کے اندر سے پانی سے بھرے بہت بڑے اور وزنی ڈول کو کھینچ کر حوض میں پانی ڈالتے ہوئے اپنے اپنے ریوڑ کے جانوروں کو پلا رہے تھے۔ ان چرواہوں سے ذرا ہٹ کر دو لڑکیاں کھڑی تھیں اور اپنی بھیڑ بکریوں کو پانی کی طرف جانے سے روک رہی تھیں۔

موسیٰؑ سمجھ گئے کہ یہاں بھی وہی کچھ ہو رہا ہے جو دنیا کی ظالم قوتوں نے مظلوموں اور کمزوروں کے ساتھ طریقہ اختیار کر رکھا ہے۔ آپ کو اندازہ ہو گیا کہ دونوں لڑکیاں کمزور اور ضعیف گھرانے سے تعلق رکھتی ہیں جب ہی وہ اس انتظار میں کھڑی ہیں کہ قوی اور سرکش جب اپنے جانوروں کو سیراب کر چکیں تو وہ حوض کے اندر کا بچا کھچا پانی اپنے جانوروں کو پلا سکیں۔

ہر دور میں خواہ وہ قدیم ہو یا جدید، ہر قوی اور طاقتور نے ضعیف اور بے بس کے لیے یہی قانون وضع کر رکھا ہے کہ ہر فائدے میں وہ مقدم ہے اور کمزور مؤخر۔

موسیٰؑ اس حالت کو برداشت نہ کر سکے لہٰذا آپ ان دونوں لڑکیوں کے پاس آئے اور انہیں مخاطب کر کے آپ نے پوچھا:

1۔ ایک قدیم عرب شاعر عمرو بن کلثوم کا شعر بھی اس ظالم دستور کی نشاندہی کرتا ہے ؎

ونشرب ان وردنا الماء صفواً
ویشرب غیرنا کدراً وطیناً

ترجمہ:

"اور جب ہم کسی پانی پر آتے ہیں تو عمدہ اور صاف پانی ہمارے حصے میں آتا ہے جبکہ غیروں کے حصے میں گدلا پانی اور مٹی آتی ہے"۔

"تم دونوں نے اپنے ریوڑ کو یوں ایک طرف کیوں روک رکھا ہے اور اپنے جانوروں کو حوض کی طرف کیوں بڑھنے نہیں دیتیں کہ وہ پانی پئیں۔"

ان میں سے ایک لڑکی نے کہا:

"میرا نام صفورہ ہے اور یہ میری بہن ہے۔ ہمارے باپ کا نام شعیبؑ ہے اور وہ اللہ کے نبی ہیں۔ یہ ہماری قوم کے لوگ ان کے خلاف ہیں اس لیے کہ ہمارے والد اہل مدین کو بتوں کے بجائے صرف ایک اللہ اور حقیقی مالک و رازق، جو سب کا رب ہے، کی عبادت اور بندگی کی تلقین کرتے ہیں۔ ہمارا کوئی بھائی نہیں ہے۔ والد بوڑھے ہیں اس لیے ہم دونوں بہنیں اپنے ریوڑ کو چراتی اور اس کی نگہبانی کرتی ہیں۔

اے اجنبی! ہم نہیں جانتیں کہ تو کون ہے۔ پر میں دیکھتی ہوں کہ تیری باتوں میں ہمدردی اور تیری نگاہوں میں تقدس ہے۔ ہم دونوں بہنیں یوں ایک طرف ہٹ کر کھڑی ہونے اور جانوروں کو آگے بڑھنے سے روکنے پر مجبور ہیں اس لیے کہ جب ہمارے جانور پانی پینے کے لیے آگے جائیں گے تو یہ طاقتور چرواہے انہیں مار کر پیچھے ہٹا دیں گے۔ ہمارے بوڑھے والد میں اتنی طاقت اور سکت نہیں کہ کسی کی مزاحمت کر سکیں۔ اس بنا پر ہم دونوں بہنیں یہاں دور ہٹ کر کھڑی ہیں کہ جب سارے چرواہے اپنے ریوڑوں کو پانی پلا کر چلے جائیں گے تب حوض کے اندر بچا ہوا پانی ہم اپنے ریوڑ کو پلا کر گھر کی طرف لوٹ جائیں گی۔ یہ تو ہمارا روز کا دستور ہے۔"

ان کو تسلی دینے اور ان کا حوصلہ بڑھانے کو موسیٰؑ بولے:

"پر آج میری موجودگی میں یہ ظلم پر مبنی قدیم دستور نہ چلے گا۔ دیکھو میں حوض کے ایک حصے سے ان چرواہوں کے جانوروں کو پیچھے ہٹاتا ہوں۔ تم دونوں اپنے ریوڑ کو وہاں لاؤ اور کنویں سے ڈول کھینچ کر میں ان کو پانی پلاتا ہوں۔"

صفورہ کچھ کہنا چاہتی تھی کہ موسیٰؑ تیزی سے وہاں سے ہٹ گئے۔ پھر ان دونوں کے دیکھتے ہی دیکھتے موسیٰؑ آگے بڑھے۔ کچھ جانوروں کو پیچھے ہٹا کر انہوں نے حوض کا ایک حصہ خالی کر لیا۔ پھر آپ کنویں پر چڑھ گئے ان چرواہوں پر نہ جانے آپ کا کیا خوف اور دہشت طاری ہوئی کہ وہ ان کے سامنے بول نہ سکے اور نہ ہی اپنے جانور ہٹانے پر ان میں سے کوئی اعتراض کر سکا۔

موسیٰؑ نے آگے بڑھ کر ان چرواہوں سے ڈول لیا اور تیزی سے کنویں سے پانی نکال کر حوض میں ڈالنے لگے صفورہ اور ان کی بہن نے جب یہ معاملہ دیکھا تو وہ اپنے ریوڑ کو آگے لائیں اور حوض سے اپنے جانوروں کو

پانی پلانے لگیں۔

جب ان کا پورا ریوڑ پانی پی کر پیچھے ہٹ گیا تو موسیٰؑ نے ڈول ان چرواہوں کو تھما دیا جن سے انہوں نے لیا تھا۔

گو یہ سارا عمل ان چرواہوں کو ناگوار گزرا تھا پر موسیٰؑ کی پُر جلال صورت اور جسمانی طاقت سے وہ بری طرح مرعوب ہو گئے تھے اور کچھ نہ کہہ سکے تھے۔ کیونکہ انہوں نے دیکھ لیا تھا کہ پانی کا جو ڈول کئی کئی جوان مل کر نکال رہے تھے وہ موسیٰؑ نے اکیلے اور ان کی نسبت زیادہ تیزی اور آسانی سے نکال لیا تھا۔ یوں وہ چرواہے ان کی اس قوت سے ہار مان گئے جس کے بل بوتے پہ وہ کمزوروں اور ناتوانوں کو پیچھے ہٹا دیا کرتے تھے۔

جب موسیٰؑ کنویں سے اترے اور ایک طرف ہٹ کر کھڑے ہو گئے تو صفورہ ان کے پاس آئی اور انتہائی ممنونیت سے کہا:

"اے اجنبی! ہم دونوں بہنیں نہیں جانتیں کہ تیرا تعلق کس سرزمین سے ہے پر ہم تیری شکر گزار ہیں کہ تو نے طاقتوروں کے مقابلے میں، ہماری حمایت و اعانت کی ہے۔ کاش ہر کوئی تیرے جیسا ہی ہو جائے ہمارا رب جو واحد و لاشریک ہے تجھے اس نیکی کا بدلہ اور احسان کا عوض دے گا۔"

موسیٰؑ اپنے سر کو جھکاتے ہوئے بولے:

"میرا نام موسیٰؑ ہے۔ میں مصر کی سرزمین سے آیا ہوں اور یہاں اجنبی اور مسافر ہوں۔"

یہ سن کر صفورہ پیچھے ہٹ گئی۔ پھر دونوں بہنیں اپنے ریوڑ کو ہانکتی ہوئی مدین کی طرف چلی گئیں۔

ان کے جانے کے بعد موسیٰؑ کنویں کے قریب ہی ایک درخت تلے سستانے کے لیے بیٹھ گئے۔ دیارِ غیر میں ہونے، مسافرت اور بھوک پیاس سے ان کی حالت بری ہو رہی تھی۔ اس وقت آپ نے اپنے رب کے حضور دعا کی:

"اے میرے اللہ! اس وقت جو بھی بہتری کا سامان تو اپنی قدرت سے نازل کرے میں اس کا محتاج ہوں۔"

ادھر دونوں بہنیں جب اپنے ریوڑ کو ہانکتی ہوئی اپنے گھر میں داخل ہوئیں تو ان کے والد محترم

شعیبؑ نے پوچھا:

"اے میری بیٹیو! کیا وجہ ہے آج تم دونوں جلدی لوٹ آئی ہو"۔

صفورہ نے جواب میں انہیں موسیٰؑ کے مدد کرنے اور ریوڑ کو پانی پلانے کا واقعہ تفصیل سے سنا ڈالا۔

سارا واقعہ سن کر شعیبؑ بے چین سے ہو گئے اور صفورہ سے انہوں نے انتہائی شفقت اور ملائمت بھرے لہجے میں کہا:

"اے بیٹی! تو جلدی جا اور اس اجنبی کو میرے پاس لے آ۔ ابھی وہ وہیں کنویں کے پاس ہی ہوگا"۔

شعیبؑ اور ان کی دوسری بیٹی جانوروں کو گھر کے اندر بنے باڑے میں بند کرنے لگے جبکہ صفورہ تیزی سے باہر نکل گئی۔

صفورہ جب کنویں پر آئی تو اس نے دیکھا کہ موسیٰؑ ایک درخت تلے بیٹھے ہیں۔ وہ ان کے قریب آئی اور نیچی نگاہ کیے ان کو مخاطب کر کے کہا:

"آپ کو میرے والدِ محترم بلاتے ہیں۔ وہ آپ کے اس احسان کا بدلہ دیں گے جو آپ نے آج ہم پر کیا ہے"۔

موسیٰؑ نے مدھم سی آواز میں فرمایا:

"میں تمہاری دعوت اس لیے رد نہیں کرتا کہ شاید اس میں میری بہتری کی کوئی صورت نکل آئے۔ سو میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔ شاید میرے رب نے میری دعا سن لی ہو"۔

پھر موسیٰؑ اٹھ کھڑے ہوئے اور نظریں نیچی رکھے ہوئے ہی انہوں نے فرمایا:

"تو میرے پیچھے رہ کر میری راہنمائی کر"۔

صفورہ نے ایسا ہی کیا اور ان کو شعیبؑ کے پاس لے آئی۔

شعیبؑ بڑی نرمی اور شفقت سے موسیٰؑ سے ملے۔ ان کی حالت سے شعیبؑ نے اندازہ لگا لیا کہ موسیٰؑ بھوک محسوس کر رہے ہیں اس لیے سب سے پہلے ان کو کھانا پیش کیا گیا۔ خود شعیبؑ اپنی بیٹیوں کو لیکر گھر کے دوسری طرف چلے گئے تاکہ ان کی غیر موجودگی میں موسیٰؑ بلا کسی ہچکچاہٹ کے پیٹ بھر کر کھانا کھائیں۔

دوسرے کمرے میں جا کر صفورہ نے شعیبؑ کو مشورہ دیا:

"اے میرے باپ! اس مہمان کو اپنے ہاں ریوڑ چرانے پر اجیر رکھ لیجیے۔ اس لیے کہ یہ طاقتور بھی ہے اور امانت دار بھی"۔

"اور اے میرے باپ! اجیر وہی اچھا ہوتا ہے جو طاقتور بھی ہو اور امانت دار بھی"۔

شعیبؑ نے اپنی بیٹی صفورہ کی یہ گفتگو سننے کے بعد حیرت اور تعجب سے دریافت کیا:

"اے میری بیٹی! اس مہمان کی قوت اور امانت کا حال تجھے کیسے معلوم ہوا جبکہ تو اس سے پہلے اسے جانتی تک نہیں تھی"۔

صفورہ نے بلا تامل کہا:

"اے میرے باپ! اس مہمان کی قوت کا اندازہ تو میں نے اس بات سے لگا لیا کہ کنویں کا چرس (بڑا ڈول) اس نے اکیلے اور تیزی سے نکال لیا جبکہ آپ جانتے ہیں کہ وہ چرس کئی کئی جوان مل کر بمشکل کنویں سے نکالتے ہیں"۔

"اور اے میرے باپ! اس کے امانت دار ہونے کا اندازہ میں نے اس طرح لگایا کہ جب آپ کے حکم کے مطابق میں اسے بلانے گئی تو مجھے دیکھ کر اس نے اپنی نگاہیں نیچی کر لیں اور گفتگو کے دوران ایک مرتبہ بھی اس نے نگاہ اٹھا کر میری طرف نہ دیکھا اور جب وہ میرے ساتھ آنے لگا تو مجھے آگے کے بجائے پیچھے چلنے کو کہا اور خود آگے آگے چلے۔ اور اشاروں سے ان کی راہنمائی کرتی رہی۔ تو اے میرے باپ! کیا یہ دونوں باتیں اس کے قوی اور امانت دار ہونے کے لیے کافی نہیں ہیں"۔

اپنی بیٹی صفورہ کی باتیں سن کر شعیبؑ بے حد خوش ہوئے اور کہا:

"اے میری بیٹی! تو نے اس کا خوب اندازہ لگایا ہے۔ یقیناً یہ جوان طاقتور اور امین ہے اور اس قابل ہے کہ اسے اجیر رکھ لیا جائے۔ آؤ اس کے پاس چلتے ہیں اب وہ کھانا کھا چکا ہوگا"۔

شعیبؑ جب دوبارہ اپنی دونوں بیٹیوں کے ساتھ اس کمرے میں آئے جہاں موسیٰؑ کھانا کھا رہے تھے تو دیکھا کہ وہ کھانے سے فارغ ہو چکے تھے۔

شعیبؑ ان کے سامنے بیٹھ گئے جبکہ ان کی دونوں بیٹیاں ایک طرف ہو کر بیٹھ گئیں۔ پھر موسیٰؑ کو مخاطب کر کے شعیبؑ نے استفسار کیا:

"اے اجنبی مہمان! مجھے بتایا گیا ہے کہ تیرا نام موسیٰؑ ہے اور یہ کہ تیرا تعلق مصر کی سرزمین سے ہے۔ کیا تو مجھے بتائے گا کہ تجھ پر کیا بیتی جو تو اپنا گھر چھوڑ کر غریب الوطنی پر مجبور ہوا"۔

شعیبؑ کے اس استفسار پر موسیٰؑ نے من و عن اپنی ولادت، فرعون کے بنی اسرائیل پر مظالم، پھر اپنے ہاتھوں ایک قبطی کے مارے جانے اور اس بنا پر مدین کی طرف بھاگ آنے کے حالات ان سے کہہ دیے۔ شعیبؑ نے موسیٰؑ کو تسلی دی اور فرمایا:

"اب تم مطمئن رہو اور اللہ کا شکر ادا کرو کہ تمہیں فرعون کے مظالم اور زبردستوں کے پنجۂ ستم سے نجات مل گئی ہے۔ یہاں اس سرزمین میں تمہارے لیے خوف کی کوئی بات نہیں ہے۔"

موسیٰؑ نے جواب میں کہا:

"اللہ کا صد شکر اور احسان کہ اس نے مجھے مصری حکمرانوں سے نجات دی۔ میں آپ کا بھی ممنون ہوں کہ آپ نے مجھے اپنے گھر بلا کر میری ضیافت کی۔"

شعیبؑ نے اس بار غور سے موسیٰؑ کی طرف دیکھا پھر فیصلہ کن انداز میں فرمایا:

"اے موسیٰؑ! اگر تم آٹھ برس تک میرے پاس رہو اور میری بکریاں چراؤ تو میں اپنی بیٹی صفورہ کو تم سے بیاہ دینے کو تیار ہوں اور اگر تم اس مدت کو دو سال اور بڑھا کر اسے دس سال کر دو تو اور بھی بہتر ہے کہ یہی میری بیٹی کا مہر ہوگا۔"

موسیٰؑ نے یہ شرط قبول کر لی اور جواب میں فرمایا:

"آپ یہ میری خوشی اور رضامندی پر چھوڑ دیں کہ ان دونوں مدتوں میں سے میں جسے چاہوں پورا کر دوں۔ آپ کی طرف سے مجھ پر اس بارے میں کوئی جبر اور پابندی نہ ہوگی۔"

موسیٰؑ کی اس قبولیت اور طرفین کی رضامندی کے بعد شعیبؑ نے اس مدت کو حق مہر قرار دے کر موسیٰؑ سے صفورہ کی شادی کر دی اور یوں موسیٰؑ مدین میں شعیبؑ کے پاس پُرسکون زندگی بسر کرنے لگے۔

حتیوں کا بادشاہ شب پیلیو لیماش ایک عظیم اور جرار لشکر کے ساتھ اپنے مرکزی شہر ختوشاش سے نکلا۔ اس کا مقصد متانیوں کی سلطنت، بابل میں کاسوقوم کی حکومت اور لارسا کے علاوہ اس کے گرد و نواح کے وسیع علاقوں پر ایلیا ایلوم کو اپنا نشانہ بنانا تھا۔

اس نے اپنے بیٹے کاوک کو اپنے مرکزی شہر ختوشاش میں ہی چھوڑ دیا تا کہ اس کی غیر حاضری میں وہ سلطنت کے نظم و نسق پر حاکم رہے جبکہ اپنے دوسرے بیٹے لوبازن اور اپنی حسین اور نوجوان بیٹی دلوکز کو اپنے ساتھ لشکر میں رکھا۔

شپ نے اپنے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ ایک حصہ اس کے اپنے پاس تھا۔ دوسرا حصہ اس کے بیٹے لوبازن کی کمانداری میں اور تیسرا اس کی بیٹی دلوکز کے ماتحت تھا۔

اپنے اس جرار لشکر کے ساتھ شپ طوفانی انداز میں متانی سلطنت کی طرف بڑھا۔ اس کا ارادہ تھا کہ پہلے متانیوں کو زیر کرے پھر بابل کو فتح کرے اور آخر میں ایلیا ایلوم پر کاری ضرب لگا کر اس کے علاقوں پر قبضہ کرے۔

متانیوں کے بادشاہ کو بھی حتیوں کے اس لشکر کے متعلق اطلاعات مل چکی تھیں لہٰذا اس نے اپنی سرحدوں پر شپ اور اس کے لشکر کا مقابلہ کیا لیکن متانیوں کی بدقسمتی کہ انہیں شکست ہوئی۔ پھر ان کے قدم کہیں بھی نہ جمنے پائے۔ یہاں تک کہ حتیوں نے ان کو پے در پے شکستیں دے کر ان کے مرکزی شہر اشوکانی پر قبضہ کر لیا۔ اس طرح حتیوں نے متانیوں پر پوری طرح غلبہ پانے کے بعد ان کے علاقوں کو اپنے قبضے میں لے لیا۔

متانیوں کو اپنا مطیع و فرمانبردار بنانے کے بعد شپ نے اپنے ایک سردار کی کمانداری میں اپنے لشکر میں سے چند دستے متانیوں کے مرکزی شہر میں چھوڑ دیے تا کہ وہ وہاں کا نظم و نسق سنبھال سکیں اور خود شپ اپنے لشکر کے ساتھ بابل کی طرف کوچ کر گیا۔

بابلیوں کو بھی حتیوں کی اس پیش قدمی کی خبر تھی لہٰذا انہوں نے اپنے سالارِ اعلیٰ ہزال کو حتیوں کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا۔ ہزال بابلی فوج کا سپہ سالار ہونے کے علاوہ بابل کی حکمران کاسوقوم کے سرکردہ سرداروں میں سے بھی تھا۔ ذاتی طور پر انتہائی شجاع اور بہترین جنگجو تھا۔ اس نے حتیوں کو بابل شہر سے بہت دور ہی روک دینے کا فیصلہ کر لیا۔ اس مقصد کے لیے اس نے ایک جرار لشکر ہمراہ لیا اور بابل شہر سے نکل کر حتیوں کی سرکوبی کے لیے آگے بڑھا۔

یہاں شپ نے اپنی روایتی عیاری سے کام لیا۔ ہزال ابھی دور ہی تھا کہ اس نے اپنے لشکر کو فوراً تین کے بجائے دو حصوں میں تقسیم کر لیا۔ ایک حصہ اس نے اپنے بیٹے لوبازن کی کمانداری میں دیا اور اسے ہدایت کی کہ وہ ہزال کا مقابلہ کرے اور خود اپنی حسین بیٹی دلوکز کے ساتھ ایک دوسرا راستہ اختیار کرتے ہوئے بابل کی طرف بڑھا۔

لوبازن نے بھی یہاں بہترین جنگی بصیرت کا مظاہرہ کیا۔ جب اس کا باپ اور بہن آدھے لشکر کے ساتھ اس سے علیحدہ ہو گئے تو اس نے اپنے حصے کے آدھے لشکر کو ایک جگہ روک دیا اور وہاں اپنا پڑاؤ مضبوط کر لیا۔ اس نے اپنے تیر اندازوں کے لیے زمین کے اندر گڑھے کھدوا لیے تا کہ ان کے اندر تیر انداز محفوظ رہ کر ہزال کے لشکریوں پر تیر اندازی کر سکیں۔

جب ہزال کا لشکر لوبازن کے سامنے آیا تو لوبازن نے جنگ کرنے میں پہل نہ کی۔ دراصل

لوزمان اس جنگ کو طول نہ دینا چاہتا تھا تاکہ اس کے باپ اور بہن کو بابل پر قبضہ کرنے کا موقع مل جائے اور اس کے بعد دونوں باپ بیٹی اس کی مدد کے لیے بھی آسکتے تھے۔

ہزال نے جب دیکھا کہ حتی فی الفور اس کے ساتھ جنگ شروع کرنے کا ارادہ نہیں رکھتے تو اس نے اسے غنیمت جانا۔ لوزمان کے سامنے اس نے پڑاؤ کیا۔ دو دن اپنے لشکر کو آرام اور جنگی تیاری کے لیے دیے اور تیسرے دن اس نے جنگ کی ابتدا کر دی۔

لوزمان اپنے فاعدے کلیے کے مطابق کام کر رہا تھا۔ جنگ کی رفتار دھیمی رکھ کر وہ جنگ کو طول دے رہا تھا۔ اس طرح یہ جنگ کئی روز ہوتی رہی مگر کوئی فیصلہ نہ ہو سکا۔

اس دوران پیلیو لیباش کا بیٹا شپ اور اس کی پوتی دلوکز نے بابل شہر پر جا حملہ کیا۔ ہزال اور اس کے لشکر کے جانے کے بعد وہاں مختصر سی حفاظتی فوج رہ گئی تھی۔ رات کے وقت حتی فوجی سیڑھیاں پھینک کر شہر کی فصیل پر چڑھ گئے اور پھر ایک مختصر سی جنگ کے بعد حتیوں نے بابل کی حفاظتی فوج کو تہ تیغ کر دیا۔ شہر پر شپ کا قبضہ ہو گیا۔

بابل فتح کرنے کے بعد شپ تیزی سے حرکت میں آیا۔ اس نے دلوکز کو بابل کا حاکم مقرر کیا اور اپنے لشکر کے دو حصے کر کے ایک حصہ ہمراہ لے کر لوزمان کی مدد کے لیے روانہ ہو گیا جو ہزال کے ساتھ مصروفِ جنگ تھا اور دوسرا حصہ دلوکز کی کمان میں چھوڑ دیا۔

لوزمان اور ہزال آپس میں برسرِ پیکار تھے کہ شپ نے پشت سے ہزال پر حملہ کر دیا۔ لوزمان کو جب خبر ہوئی کہ اس کے باپ نے دشمن پر عقب سے حملہ کر دیا ہے تو اس نے بھی اپنے لشکر کو پوری قوت کے ساتھ حملہ کرنے کا حکم دے دیا۔ اب بابلی لشکر سامنے اور پیچھے دونوں سمتوں سے تیز اور جان لیوا حملوں کے دباؤ کا شکار ہو گیا۔ ہزال نے بہتیری کوشش کی کہ اپنے لشکر کو مناسب طور پر منظم کر کے دشمن کو پسپا کر دے لیکن اسے ناکامی ہوئی۔ تھوڑی ہی دیر بعد ہزال اپنے تباہ شدہ لشکر کے ساتھ بابل کی طرف بھاگ نکلا جبکہ شپ اور لوزمان اس کے تعاقب میں تھے۔

ہزال اپنے لشکر کے ساتھ بھاگتا ہوا بابل شہر کے قریب آیا تو اسے اطلاع ہوئی کہ اس کی غیر موجودگی میں شپ اسے فتح کر چکا ہے اور اب وہاں دلوکز حکمران ہے۔ اس تکلیف دہ انکشاف پر ہزال فکرمند تو ہوا پر

اس نے حوصلہ نہ ہارا۔ اپنے لشکر کے ساتھ وہ راستہ بدل گیا۔ شپ اور لوزمان نے اس کا تعاقب ترک کر دیا لہٰذا وہ اپنے لشکر کے ساتھ کوہستانِ زاگروس میں جا گھسا۔

چونکہ کاسو قوم کا اصل مسکن کوہستانِ زاگروس کا یہی سلسلہ تھا لہٰذا یہاں آ کر ہزال کاسو قوم کے افراد کو اپنے لشکر میں شامل کرنے لگا۔ دن رات کی محنت اور جانفشانی سے وہ اپنی فوج کی نفری میں تیزی سے اضافہ کرتا جا رہا تھا۔

دوسری طرف شپ نے دلوکز کو بابل شہر میں رہنے دیا تاکہ وہ وہاں کا نظم و نسق درست کرے اور خود وہ لوزمان کے ساتھ بابل کے نواحی علاقوں کو مطیع و فرمانبردار بنانے کی مہم پر نکل پڑا۔ اس کے بعد دونوں باپ بیٹے نے اپنے متحدہ لشکر کے ساتھ لارسا میں موجود ایلیا ایلوم کا رخ کیا۔

ایلیا ایلوم نے لارسا سے باہر نکل کر حتیوں کا مقابلہ کیا لیکن اس کے اور شپ کے لشکر کی نسبت ایک اور بیس تھی لہٰذا وہ حتیوں کے سامنے زیادہ دیر نہ جم سکا اور بالآخر اسی جنگ میں حتیوں کے ہاتھوں مارا گیا۔

حتیوں نے ایلیا ایلوم کے لشکر کو تہس نہس کر کے رکھ دیا اور لارسا شہر کے نواحی علاقوں پر بھی قبضہ کر لیا۔

شپ نے چند ہفتے بابل میں قیام کیا۔ اس کے بعد وہ اپنی بیٹی دلوکز کو بابل اور لارسا کی ساری مفتوحہ سرزمینوں کا حاکم بنانے کے بعد متانیوں کے شہر اشوکانی میں داخل ہوا۔ یہاں بھی اس نے چند ہفتے قیام کیا اور وہاں کے نظم و نسق کو اپنی پسند کے مطابق ڈھالا۔ پھر اپنے بیٹے لوزمان کو وہاں کا حکمران بنا کر اپنے مرکزی شہر ختوشاش کی طرف کوچ کر گیا۔

اس طرح حتی قوم اناطولیہ کے میدانوں سے نکل کر ارضِ شام کے علاوہ دجلہ و فرات کے دوآبہ پر بھی چھا گئی۔ اب متانی، آشوری، کاسو، بابلی، آموری وغیرہ ان کے مطیع و فرمانبردار تھے۔ اس طرح حتیوں نے اپنی تاریخ کا بہترین عروج حاصل کر لیا تھا۔ اور بڑی بڑی اقوام کو اپنا مطیع بنا کر اقوامِ عالم میں اپنے لیے ایک بہتر مقام حاصل کر لیا تھا۔

مصر کے بادشاہ رعمسیس دوئم کو جب حتیوں کی ان فتوحات کی اطلاع ہوئی تو وہ بڑا پیچ و تاب کھایا۔ اس نے حتیوں کے خلاف جنگ کر کے انہیں ان کے علاقوں کی طرف سمیٹ دینے کا فیصلہ کر لیا اور اس مقصد کے لیے اس نے بڑی تیزی سے جنگی تیاریاں شروع کر دیں۔

دوسری طرف بابل کی کاسو قوم کا سپہ سالار ہزال بھی حتیوں سے شکست کھانے کے بعد بیکار نہ بیٹھا تھا۔ اس نے کوہستانِ زاگروس کے اندر بسنے والے وحشی اور خانہ بدوش کاسو باشندوں کو اپنے لشکر میں شامل کر کے ان کی باقاعدہ جنگی تربیت شروع کر دی۔ جب اسے یہ خبر ہوئی کہ شپ اپنی حسین اور جنگجو بیٹی دلوکز کو بابل کا حکمران بنا کر اپنے مرکزی شہر ختوشاش کی طرف لوٹ گیا ہے تو اس سے بھی اس کے اور اس کے لشکر کے حوصلے بلند ہو گئے۔

جب ہزال نے اندازہ کر لیا کہ حتیوں کا مقابلہ کرنے کے لیے وہ عسکری قوت کے لحاظ سے ٹھیک ہے تو اپنے لشکر کے ساتھ وہ کوہستانِ زاگروس سے نکلا اور برق رفتاری سے بابل کی طرف بڑھا۔ اس نے بھی حتیوں کے خلاف ویسا ہی عیارانہ طریقہ کار استعمال کیا جو حتیوں نے اس کے خلاف کیا تھا۔

بابل کے نزدیک جا کر ہزال نے اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر لیا۔ ایک حصہ اس نے اپنے پاس رکھا اور دوسرا اپنے ایک ماتحت سالار کی کمانداری میں دے کر اسے سمجھا دیا کہ رات کی تاریکی میں وہ بابل کے جنوب کی طرف سے حملہ آور ہو کر شہر کی فصیل پر قبضہ کرنے کی کوشش کرے جبکہ خود اس نے آگے بڑھ کر شہر کی شمالی سمت سے حملہ کر دیا۔

بابل کی حکمران حتیوں کی شہزادی دلوکز بھی ہزال کے اس چکمہ میں آ گئی۔ ہزال نے چونکہ دن کی روشنی میں حملہ کیا تھا اس لیے وہ اس کی عیاری کو نہ سمجھ سکی لیکن جب رات ہوئی تو ہزال کے نائب نے بابل کے جنوب کی طرف سے شب خون مارا۔ رات کی تاریکی میں خونخوار کرد (کاسو) بابل شہر کی فصیل پر چڑھ گئے اور وہاں متعین دلوکز کے مختصر سے لشکر کو تہ تیغ کر دیا۔ دلوکز نے اپنے لشکر کی اصل قوت شمالی حصے کی طرف لگا رکھی تھی اس لیے جنوبی حصے کی طرف لشکریوں کی تعداد نسبتاً کم تھی اس لیے کردوں نے فصیل پر آتے ہی انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا۔ پھر وہ شہر کے اندر اترے اور انہوں نے شہر کی آبادی میں گھس کر جنگ شروع کر دی۔

دلوکز نے جب دیکھا کہ جنوب کی طرف سے کردوں نے شہر پر شب خون مارا ہے تو اس نے شمالی حصے سے اپنے لشکر کا ایک حصہ جنوبی حصے کی طرف روانہ کیا تاکہ جنوب کی طرف سے کسی طرح کردوں کی اس پیش قدمی کو روکا جا سکے لیکن اس وقت تک کرد بہت آگے بڑھ چکے تھے۔ شہر میں اتر کر انہوں نے حتیوں کا قتلِ عام شروع کر دیا۔ اسی افراتفری سے فائدہ اٹھا کر انہوں نے بابل شہر کا غربی دروازہ بھی کھول دیا۔ اسی وقت ہزال اپنے لشکر کے ساتھ غربی دروازے سے شہر میں داخل ہو گیا اور اب شہر میں ہر طرف حتیوں کا خون بہنے لگا۔ وہ کردوں کے آگے آگے بھاگ کر اپنی جانیں بچانے کی کوشش کر رہے تھے۔

دلوکز نے جب یہ سب دیکھا تو اپنے محافظوں کے ساتھ شہر کے شرقی دروازے سے بھاگ نکلی۔ یوں ہزال نے بابل کی سلطنت پر مکمل طور پر قبضہ کر لیا جبکہ دلوکز فرار ہو کر اپنے باپ شپ کے پاس چلی گئی۔

کردوں کے جرنیل ہزال کے ہاتھوں شکست کھا کر جب دلوکز اپنے باپ شپ کے پاس اس کے مرکزی شہر ختوشاش میں آئی تو وہ بڑا برافروختہ ہوا۔ اور اس نے ہزال سے بدلہ لینے کی ٹھان لی۔ اس مقصد کے لیے اس نے ایک بہت بڑا لشکر تیار کیا اور بابل کی طرف کوچ کر گیا۔ لشکر میں اس کے ساتھ اس کی بیٹی دلوکز بھی تھی۔

لیکن ان کی بدقسمتی کہ بابل کی طرف جانے کے لیے ابھی وہ اپنے مرکزی شہر سے نزدیک ہی تھے کہ انہیں اطلاع ملی کہ مصر کا بادشاہ رعمسیس اپنے جرار لشکر کے ساتھ حتیوں سے متانیوں اور بابلیوں کی شکست کا بدلہ لینے کی خاطر ان کی طرف بڑھ رہا ہے۔

اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے دونوں باپ بیٹی نے بابل کے بجائے شام کے مشہور شہر کادیش کا رخ کیا اور وہاں پڑاؤ کر کے رعمسیس کا انتظار کرنے لگے۔ ساتھ ہی شپ نے اپنی مدد کے لیے اپنے بیٹے لوزمان کو بھی اس کے لشکر سمیت بلا لیا تھا۔

رعمسیس کو بھی خبر ہو گئی تھی کہ حتیوں کا بادشاہ شپ پلیم لیاش اپنے لشکر کے ساتھ کادیش میں اس کا منتظر ہے لہٰذا رعمسیس اپنی خونخواری کے ساتھ اس میدان جنگ کی طرف آیا کہ آتے ہی اس نے حتیوں پر حملہ کر دیا اور تھوڑی دیر کی جنگ کے بعد اس نے حتیوں کو شکست دے دی۔ اس کے بعد رعمسیس اور شپ میں ایک معاہدہ طے پایا جس کے مطابق نہ صرف شپ نے دلوکز کو رعمسیس سے بیاہ دیا بلکہ تمام مفتوحہ علاقے بھی خالی کر دیے۔ اس طرح رعمسیس اپنا مقصد حاصل کرنے کے بعد مصر کی طرف

واپس چلا گیا اور حتیوں نے جو کچھ حاصل کیا تھا رعمسیس کی وجہ سے کھو دیا۔

○

حتیوں کی اس مہم سے فارغ ہونے کے بعد رعمسیس یہ سمجھا کہ اب اس کے اطراف میں امن اور سلامتی کا دور دورہ ہو گیا ہے لیکن ایسا نہ ہوا۔ اور حتیوں کی اس مہم کے بعد وہ ایک بہت بڑے عذاب سے دوچار ہو گیا۔

ہوا یوں کہ مصر کے جنوبی اور شمالی علاقوں میں جنگلوں اور بیابانوں کے اندر اسبوبیہ نامی وحشی اور جنگجو قبائل آباد تھے۔ انہوں نے مصر کے خلاف بغاوت کر دی۔ یہ اپنے سرداروں کی سرکردگی میں حشرات الارض کی طرح مصر میں داخل ہوتے اور لوٹ مار کا بازار گرم کر دیتے۔ یہ قبائل مصری سرحد کے قریب آ کر خیمہ زن ہو گئے تھے اور وہاں سے وہ اندرونِ مصر ترکتاز کرنے لگے تھے۔

ان وحشی قبائل کی یلغار سے رعمسیس کو ایک خطرہ یہ بھی پیدا ہوا کہ کہیں ان کے حملوں کے ساتھ ساتھ اندرونِ مصر بنی اسرائیل بھی بغاوت نہ کر دیں۔

مصر میں چونکہ بنی اسرائیل پر طرح طرح کے مظالم کیے جاتے تھے اس لیے رعمسیس بنی اسرائیل کی طرف سے کسی بغاوت اور سرکشی کے متعلق سوچنے میں حق بجانب تھا گو رعمسیس کی اسبوبیہ قبائل سے جھڑپیں ہو رہی تھیں لیکن وہ بنی اسرائیل کی بغاوت کے خوف سے کھل کر ان کے خلاف حرکت میں نہیں آ رہا تھا۔ اس بات کا ان اسبوبیہ قبائل کے حملہ آوروں نے خوب فائدہ اٹھایا۔ یہ لوگ کھل کر اندرونِ مصر حملہ آور ہونے لگے اور مصر کے اندر اس لوٹ مار کے دوران انہوں نے اپنے پاس سونے چاندی، غلے اور دوسری قیمتی اشیاء کے ڈھیر جمع کر لیے تھے۔

ان قبائل سے فیصلہ کن انداز میں نمٹنے کے لیے رعمسیس نے پہلے بنی اسرائیل کا بندوبست کیا۔ اور وہ اس طرح کہ اس نے اپنی بحری سرگرمیوں کے لیے فیتوم اور رعمسیس نام کے دو نئے شہر اور بندرگاہیں تعمیر کرانی شروع کر دیں۔ ان کی تعمیر پر اس نے بنی اسرائیل کے جوانوں کو لگا دیا تاکہ ان کی طرف سے بغاوت کا کوئی خطرہ نہ رہے۔

ان دونوں شہروں کی تعمیر کے لیے اسرائیلی جوانوں کو دور دور سے پتھر لانا پڑتے تھے۔ پھر ان شہروں میں مکانوں کے علاوہ غلہ رکھنے کے بڑے بڑے گودام بھی تعمیر کیے جا رہے تھے اور بنی اسرائیل کے جوان دن رات ان شہروں کی تعمیر کے لیے زبردستی مصروف رکھے جاتے تھے۔ بنی اسرائیل کی طرف سے مطمئن ہو جانے کے بعد رعمسیس نے اپنی ساری عسکری قوت کو اسبوبیہ قبائل کی سرکوبی کے لیے لگا دیا۔ کئی ماہ تک ان وحشی قبائل سے اس کی ہولناک جنگیں ہوتی رہیں۔ یہاں تک کہ رعمسیس انہیں دبانے اور شکست دینے میں کامیاب ہو گیا۔

جب یہ وحشی قبائل رعمسیس کے ہاتھوں شکست کھانے کے بعد جنوبی صحراؤں اور بیابانوں کی طرف بھاگے تو اپنے ساتھ وہ سارے خزانے، جواہرات اور سونے چاندی کے انبار بھی لیتے گئے جو انہوں نے مصر میں لوٹ مار سے حاصل کیے تھے۔ لیکن ان قبائل کی بدقسمتی کہ شکست کھانے کے بعد جب یہ مغرب کی طرف جانے کے لیے بحیرہ روم کے ساتھ ساتھ صحرا میں سفر کر رہے تھے تو ایک عذاب ناک اور ہولناک طوفان آ گیا۔ یہ ایسا بھیانک اور تیز و تند طوفان تھا کہ اس نے ریت کے ٹیلوں کو اڑا کر صحرا کی شکل و ہیئت بدل کر رکھ دی۔ اس طرح اسبوبیہ قبائل کے یہ جنگجو اس طوفان کی نذر ہو گئے اور ریت تلے دب کر ہلاک ہو گئے۔ مصر سے یہ لوگ اپنے ساتھ جو مال و دولت لائے تھے وہ بھی صحرا میں دفن ہو گیا۔

جب آس پاس کی دیگر وحشی قبائلی بستیوں کے لوگوں کو ان کے تباہ ہونے کی اطلاع ملی تو وہ اپنی بستیوں سے نکل کر صحرا میں اس جگہ آئے جہاں یہ سب دفن ہو گئے تھے۔ ان قبائل نے وہاں خیمے نصب کر لیے اور ریت میں دب جانے والے خزانوں کو تلاش کرنے لگے۔

دوسری طرف رعمسیس بھی ان حتیوں کے ساتھ جنگ میں زخمی ہو گیا تھا۔ ان زخموں سے وہ جانبر نہ ہو سکا اور مر گیا۔ اس کے ساتھ ہی اس کا بیٹا منفتاح مصر کا بادشاہ بنا۔

○

سامری (موسیٰ بن ظفر) مصر کے بڑے بڑے شہروں میں رہ کر طلسم و سحر کی تعلیم مکمل کر چکا تھا اور اب اس کا شمار مصر کے بہترین ساحروں میں ہونے لگا تھا۔ تھیبیس، جیبیدوز، امباس، تکسر، ناسہ، بداری اور مصر کے دیگر بڑے بڑے شہروں میں سحر اور اس سے متعلقہ علوم میں دسترس حاصل کرنے کے بعد اب وہ ممفس میں مصر کے سب سے بڑے ساحر شمعون کے پاس ٹھہرا ہوا تھا۔ شمعون نابینا تھا اور اس کا قیام ممفس میں رع کے مندر میں تھا۔

شمعون اس مندر کا بڑا پجاری بھی تھا۔

ممفس شہر کے رع دیوتا کے مندر میں ایک روز شمعون، سامری اور ممفس کے دیگر ساحر جو شمعون کے شاگرد تھے اور اس کے ساتھ مندر میں کام بھی کرتے تھے، سب اکٹھے بیٹھے اسیوریہ قبائل کی مناسب سرکوبی کرنے پر رعمسیس کے بارے میں توصیفی گفتگو کر رہے تھے کہ عزازیل اپنے ساتھیوں کے ساتھ وہاں نمودار ہوا۔

اسے دیکھتے ہی سامری اٹھ کھڑا ہوا اور آگے بڑھ کر اس نے عزازیل اور اس کے ساتھیوں کا استقبال کیا۔ پھر ان سب کو اپنے قریب لا بٹھایا۔

اس موقع پر اندھے ساحر شمعون نے پوچھا:

"کون آیا ہے؟"

سامری جواب میں بولا: "اے شمعون محترم! میرے ایک عزیز اپنے ساتھیوں کے ساتھ آئے ہیں۔ یہ میرے محسن بھی ہیں اس لیے کہ میری تربیت انہوں نے کی۔ اس کے علاوہ آج تک میں نے جو سحر کی تعلیم حاصل کی ہے وہ بھی انہی کی وجہ سے ہے کیونکہ اس سلسلے میں انہوں نے نہ صرف میرے اخراجات برداشت کیے بلکہ میری مناسب راہنمائی بھی کی۔"

شمعون جواب میں کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اس سے پہلے ہی وہاں بیٹھے ساحروں میں سے ایک بول پڑا اور اس نے کہا:

"اے ساحرو! آج میں ایک انوکھی اور نئی بات کہنا چاہتا تھا لیکن رعمسیس کی توصیفی گفتگو کا سلسلہ ایسا شروع ہو گیا کہ میں کچھ نہ کہہ سکا۔ اب جبکہ یہ موضوع بند ہو گیا ہے تم لوگوں کی رضامندی ہو تو میں ایک انوکھی بات کہوں۔"

شمعون نے اسکی حوصلہ افزائی کی:

"ہاں ہاں، ضرور کہو۔ ہم سن رہے ہیں۔"

وہ ساحر بولا:

"اے ساحرو! ممفس کے شمالی حصے میں دریائے نیل کے کنارے جو قدیم فرعونی محل ہے پچھلے کئی ماہ سے اس محل کے اندر ایک ایسا جوان رہ رہا ہے جس کے متعلق مختلف اور ان گنت قصے کہانیاں جنم لے چکی ہیں۔ کچھ لوگ کہتے ہیں وہ انسان نہیں کوئی روح ہے جس کی بنا پہ لوگ اس کا قرب حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔"

"کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ وہ روح نہیں کوئی عام انسان ہے پر اس کے پاس کچھ ایسی پُر اثر اور

مافوق الفطرت قوتیں ہیں جن کے بل بوتے پر اس نے اپنی زندگی کی رفتار کو اپنے قابو میں کر رکھا ہے۔ اسی لیے صدیوں پر محیط زندگی گزار چکنے کے باوجود بھی جوان ہی ہے اور پھر کچھ لوگوں کا یہ بھی خیال ہے کہ وہ جوان، خوبصورت اور پُر از قوت ہمیشہ ہی رہے گا اس لیے کہ اس نے زندگی کے تنزل، تخفیف، فنا اور نیستی پہ قابو پا لیا ہوا ہے۔"

پجاری کی گفتگو میں گہری دلچسپی لیتے ہوئے شمعون نے کہا:

"بات کو طول دے کر نہ کہو۔ کھل کر کہو جو کہنا چاہتے ہو اور تفصیل سے کہو کہ یہ جوان جس کا تم ذکر کر رہے ہو کہاں سے آیا ہے اور اس کی اصلیت کیا ہے۔"

وہ پجاری ذرا رکا۔ اپنے ہونٹوں پر اس نے زبان پھیری۔ پھر دوبارہ بولا:

"اے محترم شمعون! جس طرح کہ میں نے یہاں کے لوگوں سے سن رکھا ہے اس کے مطابق اس جوان کا نام یوناف ہے۔ چند برس قبل یوناف اس شہر میں داخل ہوا اور دریائے نیل کے کنارے جو فرعونی محل ہے وہ اس نے خرید لیا اور وہاں رہنے لگا۔ اب اس محل کے ارد گرد رہنے والے لوگوں کے اندر طرح طرح کے قصے مشہور ہو گئے ہیں۔ لوگ اسے مافوق البشر سمجھتے ہیں۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ وہ کوئی روح ہے جس نے اس محل میں سکونت اختیار کر لی ہے۔

شروع شروع میں جب وہ اس محل کے اندر آباد ہوا تو ارد گرد کے کچھ جوانوں نے اسے قتل کر کے لوٹ لینے کا عزم کیا تھا۔ جو جوان اسے لوٹنے گئے تھے ان کی تعداد دس تھی۔ جب وہ اسے قتل کرنے کے لیے محل میں گئے تو اے بزرگ شمعون! پتہ ہے کیا ہوا۔ چاندنی رات میں یوناف اپنے محل کے چبوترے پر کھڑا تھا اس نے صرف اپنا ایک ہاتھ ان دس جوانوں کی طرف لہرا دیا جس کے جواب میں یہ دس کے دس جوان محل سے باہر نیل کے کنارے پٹخ دیے گئے۔ ایسے جیسے کسی پُر اسرار قوت نے انہیں اٹھا کر باہر پھینک دیا ہو۔ اس کے بعد پھر کبھی کسی جوان نے ڈکیتی کی غرض سے اس محل کا رخ نہ کیا اور یوناف اب بھی اس محل میں اکیلا رہتا ہے اور جب کبھی وہ اپنے کسی کام سے باہر جاتا ہے تو لوگ خوفزدہ ہو جاتے ہیں تاہم کچھ لوگوں کو اس سے عقیدت اور محبت بھی ہے اور ایسے لوگ جو اس سے ملنے جاتے ہیں ان میں ہمارے کچھ ساحر اور پجاری بھی شامل ہیں اور ان کا دعویٰ ہے کہ وہ جوان انتہائی نیک، شفیق اور رحم دل انسان ہے اور اے بزرگ شمعون! اس کے علاوہ ......"

پجاری خاموش ہو گیا کیونکہ عزازیل نے دخل اندازی کی تھی اور درمیان میں بولتے ہوئے کہا تھا۔

"اے یوناف اور اس کی ذات پر بحث کرنے والے شمعون اور اس کے شاگردو! میں یوناف کو تم سب سے

نہیں بلکہ دنیا کے اندر اس وقت جتنے لوگ ہیں ان سب سے بہتر طور پر میں یوناف کو جانتا ہوں اسلیے کہ میری اور اس کی دشمنی صدیوں پر محیط ہے اور نہ جانے ابھی یہ کب تک رہے گی۔ میں اسے تب سے جانتا ہوں جب دنیا کا اول ترین انسان آدمؑ بھی زندہ تھا۔"

مصری ساحر شمعون نے تعجب سے پوچھا:

"اے مخاطب تو کون ہے؟ تیری اصلیت کیا ہے تو آدمؑ تک سے یوناف کو کیسے جانتا ہے! اور تیری اس سے کیا دشمنی ہے جو صدیوں پر محیط ہے؟"

عزازیل، شمعون کے سوالوں کے جواب میں بولا: "اے شمعون! میرا نام عزازیل ہے۔ وہی عزازیل جسے تم لوگ ابلیس اور شیطان کہہ کر پکارتے ہو۔ وہی ابلیس جس نے آدمؑ کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ وہی شیطان جس نے اپنے رب سے اس کے بندوں کو گمراہی کی طرف مائل کرنے کے لیے قیامت تک کی مہلت مانگی تھی۔"

عزازیل کے اس تعارف پر سب لوگ چونک پڑے اور جب انہیں احساس ہوا کہ ان کے درمیان ابلیس اور شیطان بیٹھا ہوا ہے تو ان سب پر خوف اور لرزہ طاری ہو گیا۔

اپنی موجودگی پر، سامری کے علاوہ وہاں موجود سب لوگوں پر جو دہشت طاری ہوئی تھی اس پر عزازیل تھوڑی دیر کے لیے خوش ہوا لیکن جلد ہی اس نے اپنی اس کیفیت کو بدل دیا اور بولا: "اے میرے عزیز سامری کے مصاحبو! میرے ساتھ یہ میرے پانچ شاگرد اور ساتھی ہیں تم لوگ میری اس موجودگی سے خوفزدہ نہ ہو۔ میں تو تمہارا دوست اور حلیف ہوں۔ یہ جو تمہارے درمیان سامری ہے یہ مجھے بہتر طور پر جانتا ہے کہ میں اس کی تربیت کر رہا ہوں۔ میں تو سامری کو ایک فائدے کی بات بتانے آیا تھا۔ اچھا ہوا تم سب سے ملاقات ہو گئی۔ میں تو سامری سے یہ کہنے آیا تھا کہ اگر یہ تھوڑی سی کوشش اور ہمت کرے تو یہ بہت سے خزانوں کا مالک بن سکتا ہے۔"

شمعون نے چونک کر پوچھا:

"اے محترم عزازیل! میرا شاگرد سامری کیسے خزانوں کا مالک بن سکتا ہے؟"

عزازیل انکشاف کرنے کے انداز میں بولا: "اے میرے عزیزو! سنو۔ تم لوگوں کے علم میں ہوگا کہ گزشتہ دنوں مغربی ویرانوں کے وحشی اسیوبیہ قبائل نے مصر پر یلغار کر دی تھی۔ انہوں نے اپنے حملوں کے دوران مصر کے اندر سے بے پناہ دولت حاصل کی تھی لیکن جب مصر کے بادشاہ رعمسیس نے ان قبائل کو شکست دی تو یہ لوگ مغرب کی طرف بھاگ گئے لیکن اس فرار کے دوران وہ مغربی صحراؤں میں ہولناک طوفان سے

دوچار ہو گئے اور اس دولت سمیت صحرا میں دفن ہو کر رہ گئے۔ اب مغربی صحراؤں میں رہنے والے مختلف افریقی وحشی قبائل اس علاقے کا رخ کر رہے ہیں۔ وہ صحرا میں کھدائی کر کے ریت میں دفن ہو جانے والے خزانوں کو حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ افریقہ کے یہ وحشی اور غیر تہذیب یافتہ قبائل اپنے ساتھ کاہنوں اور اپنے جادوگروں کو بھی لے کر آ رہے ہیں تاکہ یہ لوگ ان خزانوں کی تلاش میں ان کی مدد کریں۔

اے سامری! میں چاہتا ہوں اپنے کچھ ساتھیوں کے ساتھ تو بھی ادھر کا رخ کرے۔ اس طرح تو بھی وہاں سے بہت کچھ حاصل کر سکتا ہے۔ تو اگر ریت میں دفن کوئی خزانہ حاصل نہ کر سکے گا تو وہاں ایسے بہت سے قبائل ہوں گے جو ایک اچھے ساحر کی حیثیت سے تمہیں اپنے ساتھ رکھنے پر آمادہ ہو جائیں گے اور اس کے لیے تمہیں معقول معاوضہ دیں گے۔"

شمعون خوشی کا اظہار کرتے ہوئے بولا: "اے سامری! میں تمہیں مشورہ دوں گا کہ تو اپنے ساتھیوں کو لے کر وہاں ضرور جا۔ اب تو سحری علوم میں یکتا و بے مثل ہے اور سارے مروجہ سحری علوم میں بھی دسترس حاصل کر کے ناقابلِ شکست ہو چکا ہے اور ان علوم میں اگر ان صحراؤں کے اندر تیرا کسی ساحر سے مقابلہ بھی ہو جائے تو مجھے امید ہے کہ تو ضرور کامیاب و کامران رہے گا۔ اگر میں اندھا نہ ہوتا تو میں بھی تیرا ساتھ دیتا۔ دوسرے میں مصر کے سب سے بڑے ساحر ہونے کی حیثیت سے بادشاہ اور درباریوں کی نگاہ میں ہوں اس لیے بھی میرا اس کام کے لیے نکلنا معیوب ہوگا۔"

اس موقع پر سامری نے کہا: "اے بزرگ شمعون! میں اپنے کچھ ساتھیوں کے ساتھ ان مغربی صحراؤں کا ضرور رخ کروں گا پر اس سے پہلے اے محترم عزازیل! میں یوناف سے متعلق تفصیل سے جاننا چاہتا ہوں۔"

مسکراتے ہوئے خوش طبعی سے عزازیل نے پوچھا: "اے سامری! تو یوناف سے متعلق کیسی تفصیل جاننا چاہتا ہے؟"

سامری نے پوچھا: "اے آقا! جیسا کہ آپ کہہ چکے ہیں آپ اور یوناف کی دشمنی صدیوں پر محیط ہے تو میں یہ جاننا چاہوں گا کہ کیا یوناف اس قابل ہے کہ آپ کے ساتھ دشمنی نبھا سکے اور کیا آپ اس قابل نہیں ہیں کہ اپنے اس دشمن پر قابو پا سکیں اور کیا وجہ ہے کہ آپ کی یہ دشمنی صدیوں پر محیط ہو گئی جبکہ میرا خیال ہے کہ اگر آپ چاہیں تو خود ہی اس پر قابو پا لیں۔ اے آقا! آپ کے اس انکشاف نے مجھے ایک اضطراب و انتشار، حیرانگی و پراگندگی میں مبتلا کر دیا ہے کہ کوئی انسان اس قابل بھی ہو سکتا ہے کہ آپ کے ساتھ دشمنی نبھا سکے۔"

عزازیل سامری کو ڈھارس دینے کے انداز میں بولا: "اے سامری! میرے عزیز! تو اس انکشاف پر تفکر و تردد کا شکار نہ ہو۔ یوناف کوئی عام انسان نہیں ہے۔ وہ ایک مافوق البشر انسان ہے۔ وہ تب سے ہے جب آدمؑ بھی زندہ تھا۔ وہ آدمؑ کے بیٹے شیثؑ کی اولاد سے ہے۔ تمہارے لیے اسی قدر جان لینا کافی ہے کہ یوناف ایسی قوتوں کا مالک ہے کہ وہ میرے ساتھ دشمنی و کینہ اور بغض و دشمنی جاری رکھ سکتا ہے بلکہ وہ اس قابل بھی ہے کہ مجھے کسی کرب اور ابتلا میں ڈال دے۔ مصر آنے سے قبل یوناف فلسطینیوں کے شہر دجون میں رہتا تھا پر میں نے اپنے ساتھی شبر کی مدد سے اسے وہاں سے ملک بدر کرا دیا تھا۔ پر تم ان باتوں کو چھوڑو سامری! یہ کہو تم کب تک صحرا کے اندر رخنہ انے تلاش کرنے والے وحشی قبائل کی طرف روانہ ہو جاؤ گے"۔

سامری نے کہا: "اے آقا! میں چند یوم تک اپنی اس مہم کی طرف کوچ کر جاؤں گا"۔

عزازیل اٹھ کھڑا ہوا اور بولا: "اے سامری! میں اب جاتا ہوں لیکن میں اپنے ساتھی شبر کو تمہارے پاس چھوڑے جا رہا ہوں جو مغربی صحراؤں کے اندر وحشی قبائل میں تمہارا بہترین مددگار اور معاون و حمایتی ثابت ہوگا"۔

اس کے ساتھ ہی عزازیل شبر کو وہاں چھوڑ کر اپنے دوسرے ساتھیوں کے ساتھ وہاں سے چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد سامری نے دانت کچکچاتے ہوئے کہا: "اے آقا! مغربی صحراؤں کی اس مہم سے فارغ ہونے کے بعد میں ایک بار ضرور یوناف کو نیچا دکھاؤں گا"۔ اس کے بعد سامری، شبر کے ساتھ شمعون کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔

شام سے تھوڑی دیر قبل جبکہ یوناف اپنے محل کے باہر چبوترے پر بیٹھا تھا اور دریائے نیل کے بہتے پانی کو غور سے دیکھ رہا تھا کہ ایک پجاری، جس کا اس کے ہاں آنا جانا تھا، نمودار ہوا اور یوناف کے پاس ہی چبوترے پر بیٹھتے ہوئے اس نے رازداری سے کہا:

"اے آقا! میں آپ سے ایک اہم بات کہنے آیا ہوں۔ شاید اس میں آپ کی بہتری کا کوئی پہلو نکل آئے اس لیے کہ رع دیوتا کے معبد میں آج جو گفتگو ہوئی ہے اس کا موضوع آپ تھے اور اس بحث میں حصہ لینے والے رع کے پجاریوں کے علاوہ مصر کے دو بڑے ساحر شمعون اور سامری بھی تھے اور اے آقا!

مزید یہ کہ اس گفتگو میں ابلیس اور اس کے ساتھی بھی شامل تھے۔ وہ سامری سے ملنے آئے تھے اور میں نے اپنی زندگی میں پہلی مرتبہ انہیں انسانی روپ میں دیکھا ہے"۔

یوناف نے گہری دلچسپی اور شوق ظاہر کرتے ہوئے کہا:

"مجھے وہ سارے حالات اور گفتگو سناؤ"۔

جواب میں اس پجاری نے وہاں ہونے والی ساری بات چیت یوناف سے کہہ دی۔ اس کے بعد اس نے امید و آس اور آرزو و توقع بھری آواز میں پوچھا:

"اے آقا! یہ ساری گفتگو جو میں نے آپ سے کہی ہے کیا اس میں آپ کی بہتری کا کوئی پہلو موجود ہے"۔

یوناف یک سر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے بولا:

"اے پجاری! میں تمہارا ممنون ہوں کہ تم نے یہ باتیں مجھ سے آ کہیں۔ اس میں میری بہتری اور دلچسپی کے ایک سے زائد پہلو ہیں"۔

"اے پجاری! اول تو یہ کہ مجھے اب یہ خبر ہوئی کہ دجون سے مجھے نکال لینے میں عزازیل اور اس کے ساتھی شبر کا ہاتھ ہے۔ دوئم یہ کہ جیسا کہ تم نے مجھے بتایا ہے کہ سامری عزازیل کے ساتھی شبر کے ساتھ مغربی صحراؤں کے اندر ان قبائل کی طرف جائے گا جو صحراؤں کے اندر رخنہ انے تلاش کرنے میں لگے ہوئے ہیں تو چند یوم میں میں بھی ادھر کا رخ کروں گا اور شبر سے انتقام لوں گا"۔

"تیسرا فائدہ مجھے یہ ہوا ہے کہ مجھے پتہ چل گیا ہے کہ عزازیل اور اس کے ساتھیوں کا سامری کے پاس آنا جانا ہے اور یہ کہ عزازیل سامری کو عزیز رکھتا ہے لہٰذا آج کے بعد میں بھی سامری کو اپنی نگاہ میں رکھوں گا تاکہ جب کبھی وہ ٹیڑھا ہونے کی کوشش کرے تو میں اس کے سارے کس بل نکال کر اسے سیدھا کر دوں"۔

پجاری اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے بولا:

"اے آقا! جو میں کہنے آیا تھا کہہ چکا۔ اب میں جاتا ہوں۔ شام کے بعد پھر آؤں گا"۔

یوناف نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پجاری وہاں سے چلا گیا۔

موسیٰؑ کی شادی شعیبؑ کی صاحبزادی صفورا سے ہو چکی تھی اور آپ مدین میں شعیبؑ کے پاس ہی رہتے اور ان کے ریوڑ چراتے تھے۔

اس دوران آپ کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام آپ نے جیرسومؑ رکھا۔ دس برس تک آپ مدین میں ریوڑ چراتے رہے۔

ایک روز شام کے وقت آپ ریوڑ چرا کر واپس آئے تو شعیبؑ سے کہا:

"اے میرے محترم! میرے اور آپ کے درمیان آٹھ سال کی مدت طے ہوئی تھی جو میں نے پوری کر دی۔ دو سال کی اختیاری مدت بھی میں نے پوری کر دی۔ اب آپ مجھے اجازت دیں کہ میں اپنے بیوی بچوں کو لے کر مصر میں اپنے گھر کی طرف جاؤں۔ اب تو سنا ہے رعمسیس مر چکا ہے اور مصر پر اس کا بیٹا منفتاح حکمران ہے۔ ہو سکتا ہے اب حالات بدل چکے ہوں اور ان کا جو آدمی میرے ہاتھوں مارا گیا تھا اسے وہ فراموش کر چکے ہوں۔ ایسی صورت میں اپنے ماں باپ کے پاس اپنے گھر میں پُرسکون اور گوشہ گیری و گمنامی کی زندگی بسر کر سکوں گا۔"

شعیبؑ خوش طبعی سے بولے:

"اے موسیٰؑ! میں جانتا ہوں تم دس سال کی مدت پوری کر چکے ہو اور مجھے یہ بھی امید تھی کہ انہی چند

۱۔ توریت : باب خروج ۔ رکوع ۲ آیت ۲۲

دنوں کے اندر تم ضرور مجھ سے واپس جانے کی گفتگو کرو گے۔ سو میرے عزیز! اس موضوع پر میں پہلے ہی صفورا سے بات کر چکا ہوں۔ تم جب چاہو اپنی بیوی اور بیٹے کے ساتھ مصر جا سکتے ہو۔ میں نے اپنے ریوڑ میں سے کچھ بکریاں بھی علیحدہ کر کے صفورا کو نشاندہی کر دی ہے جو میری طرف سے تمہارے لیے تحفہ ہوں گی۔ وہ بکریاں بھی تم ساتھ لے جانا۔"

بے پناہ خوشی کے اظہار کے ساتھ موسیٰؑ نے پوچھا:

"کیا میں کل ہی یہاں سے روانہ ہو سکتا ہوں؟"

شعیبؑ، موسیٰؑ کی اس بے تابی پر مسکرا دیے:

"ہاں۔ یہ تمہاری مرضی پر منحصر ہے۔ تم چاہتے ہو تو کل ہی یہاں سے کوچ کر جاؤ۔ میری طرف سے تمہیں اجازت ہے۔"

مطمئن ہو کر موسیٰؑ شعیبؑ کے پاس سے ہٹ گئے اور دوسرے روز وہ اپنی زوجہ صفورا اور بیٹے جیرسومؑ اور بکریوں کے ایک چھوٹے سے ریوڑ کے ساتھ مدین سے تھیبس کی طرف روانہ ہو گئے۔

○

جب آپ سفر کرتے ہوئے کوہستانِ سینا کے پاس آئے تو رات ہو گئی۔ کوہستانِ سینا اپنی تمام تر ہیبت و صولت کے ساتھ ان کے سامنے کھڑا تھا۔ جہاں آپ رکے تھے یہ جبلِ سینا کا شرقی گوشہ تھا اور یہ مدین سے ایک روز کے فاصلے پر بحیرۂ قلزم کے دو شاخے کے درمیان مصر کو جاتے ہوئے واقع تھا۔

جاڑے کا موسم تھا۔ رات تاریک اور سرد تھی۔ ٹھنڈ کے باعث آپ نے مناسب نہ سمجھا کہ مزید سفر جاری رکھا جائے اور آگ کا الاؤ روشن کر کے رات جبلِ سینا کے دامن میں ہی گزار لی جائے۔ آپ نے ایک جگہ رک کر اپنے ریوڑ کو ٹھہرایا اور بیوی بچے کو وہاں بٹھا دیا۔ پھر گھاس پھونس جمع کی تاکہ آگ کا الاؤ روشن کریں۔ اس کے بعد آپ نے چاہا کہ پتھروں کو رگڑ کر آگ پیدا کریں مگر بہتیری کوشش کے بعد بھی آگ نہ جل سکی۔ حالانکہ اس سے قبل آپ پتھروں کو رگڑ کر ہی آگ حاصل کرتے تھے لیکن اس روز رات کی تاریکی اور سردی میں آپ ان پتھروں کو رگڑ کر آگ حاصل نہ کر سکے۔

ابھی آپ آگ روشن کرنے کی جدوجہد جاری رکھے ہوئے تھے کہ جبلِ سینا کی وادی ایمن میں آپ کو آگ دکھائی دی جو چمکتے ہوئے شعلے کی مانند تھی۔

اس موقع پر آپ نے خوشی کا اظہار کیا اور اپنی بیوی کو مخاطب کر کے بولے:

'صفورا! صفورا! وہ دیکھو دائیں جانب کی وادی میں آگ دکھائی دے رہی ہے۔ تم لوگ یہیں بیٹھو۔ میں وہاں جاتا ہوں اور آگ لے کر آتا ہوں۔ ساتھ ہی جن لوگوں نے یہ آگ روشن کر رکھی ہے ان سے یہ بھی معلوم کر آؤں گا کہ مصر کو جانے والا نزدیک ترین راستہ کون سا ہے۔'

اس کے بعد آپ اس آگ کی طرف چل پڑے۔

جب آپ اس آگ کے پاس پہنچے تو آپ نے ایک خلافِ عقل، عجیب اور حیرت انگیز منظر دیکھا۔ آپ نے دیکھا کہ ایک بہت بڑی آگ روشن ہے جو ایک ہرے بھرے درخت[1] کے اوپر شعلے مار رہی ہے مگر حیران کن بات یہ تھی کہ اس درخت کی کوئی شاخ یا پتہ جلتا نہیں تھا بلکہ اس آگ نے درخت کی تروتازگی، رونق وطراوت اور سرسبزی وجدت میں اضافہ کر دیا تھا۔

موسیٰؑ اس حیرت انگیز اور خلافِ عقل منظر کو تھوڑی دیر تک اس انتظار میں دیکھتے رہے کہ شاید ابھی اس آگ کی کوئی چنگاری زمین پر گرے تو اسے اٹھا کر واپس اپنے اہلِ خانہ کے پاس جائیں۔ مگر جب دیر تک کوئی چنگاری نہ گری تو موسیٰؑ نے اپنے اطراف میں سے کچھ خشک گھاس جمع کی اور اس کو اس آگ کے قریب کیا کہ اگر اس گھاس کو آگ لگ گئی تو بھی ان کا کام ہو جائے گا لیکن ان کی حیرت میں اور اضافہ ہوا جب انہوں نے دیکھا کہ جب وہ گھاس کو آگ کے پاس لے گئے تو آگ پیچھے ہٹ گئی اور جب گھاس کو آپ نے پیچھے ہٹایا تو آگ پھر آگے بڑھ آئی۔

یہ منظر دیکھ کر آپ کچھ پیچھے ہٹ گئے بہرحال آپ کا آگ حاصل کرنے کا مقصد پورا نہ ہو سکا اس عجیب وغریب آگ کی وجہ سے آپ وہاں وادیِ ایمن میں حیرت وتعجب کی حالت میں کھڑے تھے اور عصا مضبوطی سے تھام رکھا تھا کہ خطرے کی صورت میں اس سے کام لے سکیں۔

ابھی آپ اسی تردد وکشمکش میں تھے کہ اس آگ کے اندر سے ایک آواز آئی:

'اے موسیٰؑ! میں تمہارا رب ہوں۔ اپنے جوتے اتار دو[2] کہ اس وقت تم طویٰ کی مقدس وادی میں کھڑے ہو

1۔ مفسرین کا خیال ہے کہ یہ درخت کوہِ طور کے دامن میں سینٹ کیتھرائن کی خانقاہ میں موجود ہے جو صدیوں سے ہرا بھرا ہے۔ لوگ اس کی زیارت کو جاتے ہیں۔

2۔ مفسرین کا خیال ہے کہ جوتے اتارنے کو اس لیے کہا گیا کہ موسیٰؑ کے وہ جوتے مردہ گدھے کی کھال کے تھے۔

اور میں نے تمہیں پسند کیا ہے۔ سو تو سن تارہ جو حکم ہو۔ سو میں اللہ ہوں۔ میرے سوا کسی کی بندگی نہ کر اور نماز قائم کر۔ بے شک قیامت آنے والی ہے اور میں اسے مخفی رکھنا چاہتا ہوں تاکہ ہر کسی کو بدلہ ملے جو کچھ اس نے دنیا میں کمایا سو تجھے کہیں روک نہ دے اس سے وہ شخص جو یقین نہیں رکھتا اور پیچھے پڑا رہا ہو اپنے مزوں کے اور پھر تو بھٹک نہ جائے۔'

موسیٰؑ نے یہ آواز اس طرح سنی کہ ہر جانب سے یکساں آ رہی تھی۔ اس کی کوئی سمت کوئی جہت متعین نہ تھی اور اس آواز کا سننا بھی ایک عجب انداز سے ہوا کہ اس آواز کو صرف کانوں نے ہی نہیں بلکہ سارے اعضائے بدن نے سنا جو ایک معجزے کی صورت ہے۔

آواز کا حاصل یہ تھا کہ جس چیز کو آپ آگ سمجھ رہے ہیں وہ اللہ کی ایک تجلی ہے اور اس میں فرمایا کہ میں ہی آپ کا رب ہوں اور درخت کا آگ نہ پکڑنا' آواز کا ہر سمت وجہت سے آنا اور موسیٰؑ کا تمام اعضائے بدن سے اس آواز کو سننا اس وجہ سے تھا کہ موسیٰؑ کو یقین ہو جائے کہ یہ آواز ان کے رب ہی کی ہے۔

جب موسیٰؑ کو یقین ہو گیا کہ یہ آواز ان کے رب ہی کی ہے تو تاریک رات کے سرد ویرانوں میں وہ آواز پھر سنائی دی:

'اے موسیٰؑ! تیرے ہاتھ میں کیا ہے؟'

گو رب العزت کو معلوم تھا کہ موسیٰؑ کے ہاتھ میں ان کا عصا ہے لیکن اس کے باوجود یہ بات اس لیے پوچھی گئی کہ حیرت انگیز مناظر دیکھنے اور کلامِ ربانی سننے سے جو ہیبت اور دہشت موسیٰؑ پر طاری ہو گئی تھی وہ اس لطف وکرم اور خاص مہربانی سے بھرپور اندازِ تخاطب سے جاتی رہے۔ اس سوال میں یہ حکمت بھی ہے کہ اس عصا کو اپنی ہیئت بدلنا تھی اس لیے پہلے ہی موسیٰؑ کو متنبہ کر دیا گیا کہ دیکھ لو، تمہارے ہاتھ میں کیا چیز ہے۔ اور جب موسیٰؑ نے اچھی طرح سے دیکھ لیا کہ ان کے ہاتھ میں لاٹھی ہے تب اسے اژدہا بنانے کا معجزہ ظاہر کیا گیا ورنہ موسیٰؑ کو یہ احتمال ہو سکتا تھا کہ شاید وہ رات کے اندھیرے میں لاٹھی کی جگہ سانپ ہی پکڑ لائے ہیں۔

اس سوال کے جواب میں موسیٰؑ نے اپنی بات کو طول دیا اور فرمایا:

'اے میرے رب! یہ میرا عصا ہے۔ میں اس سے بہت سے کام لیتا ہوں۔ ایک یہ کہ اس پر میں ٹیک لگاتا ہوں۔ دوسرے یہ کہ اس سے اپنی بکریوں کے لیے درختوں سے پتے جھاڑتا ہوں۔'

اس تفصیلی اور طویل جواب میں عشق ومحبت اور اس کے ساتھ رعایتِ ادب کی جامعیت کا کمال ظاہر

ہوتا ہے۔

عشق و محبت کا تقاضہ ہے کہ جب محبوب مہربان ہو کر متوجہ ہو تو گفتگو کو دراز کیا جائے تاکہ بات کرنے کا زیادہ سے زیادہ موقع ملے اسی لیے موسیٰؑ نے رب تعالیٰ کے سوال کے جواب میں اس قدر تفصیل بیان کی۔

پھر موسیٰؑ کو حکم دیا گیا:

"اے موسیٰؑ! اس عصا کو زمین پر ڈال دو۔"

جب موسیٰؑ نے عصا کو زمین پر ڈال دیا تو دیکھا کہ وہ عصا ایک بہت بڑے اژدھے کی صورت اختیار کر گیا اور اس قدر جسیم ہونے کے باوجود وہ چھوٹے سے سانپ کی سی تیزی سے حرکت کرتا تھا یہ اژدہا ایسی تیزی سے حرکت کرتا تھا کہ اس کے پہلوؤں سے ٹکرا کر بڑی بڑی چٹانیں اکھڑ کر پیچھے لڑھک گئیں۔

موسیٰؑ یہ خوفناک منظر دیکھ کر دہشت زدہ ہو گئے تب خداوند تعالیٰ نے پھر ان کو پکارا:

"اے موسیٰؑ! آگے آؤ اور ڈرو مت۔ تم ہر طرح سے امن میں ہو۔ یہ تمہارا معجزہ ہے۔ ہاتھ بڑھاؤ اور اسے پکڑ لو۔"

پس موسیٰؑ نے ہاتھ اس اژدہا پر ڈالا اور وہ پہلے کی طرح پھر عصا بن گیا۔

پھر ارشاد ہوا:

"اب تمہیں دوسرا معجزہ دیا جاتا ہے۔ اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈالو۔"

بحکم ربی جب موسیٰؑ نے اپنا ہاتھ گریبان میں ڈال کر باہر نکالا تو آپ کا ہاتھ چمکتا ہوا اور روشن ہو گیا۔

اس کے بعد موسیٰؑ کو حکم ہوا:

"اے موسیٰؑ! یہ ہماری نشانیاں ہیں۔ انہیں لے کر فرعون کے پاس جاؤ اس لیے کہ اس نے سرکشی اختیار کر رکھی ہے۔"

جب موسیٰؑ کو احساس ہوا کہ انہیں پیغمبر بنا کر فرعون کی فہمائش کے لیے بھیجا جا رہا ہے تو آپ نے اس عظیم منصب کی آسانی کے لیے درخواست کی اور عرض کیا:

"اے میرے رب! میرا حوصلہ اور فراخ کر دے کہ میں تبلیغ میں تکذیب و مخالفت کے موقع پر اپنے دل میں تنگی محسوس نہ کروں۔ میرا یہ تبلیغ کا کام آسان کر دے اور میری زبان پر سے بستگی اور لکنت دور کر دے تاکہ لوگ میری بات کو سمجھ سکیں اور میرے واسطے میرے کنبے میں سے میرے بھائی ہارون کو میرا معاون مقرر کر دے اور اس کے ذریعے میری قوت کو مستحکم کر دے اور میرے اس تبلیغ کے کام میں اسے شریک کر دے۔"

اس موقع پر موسیٰؑ نے یہ التجا بھی کی کہ:

"اے میرے رب! میرے ہاتھوں سے مصر میں ایک قتل بھی ہو چکا ہے اس لیے مجھے خوف ہے کہ وہ کہیں مجھے قتل ہی نہ کر دیں۔ اس کے علاوہ وہ مجھے جھٹلائیں گے اور میری تکذیب کریں گے۔"

اس موقع پر پھر خداوندِ قدوس کی آواز سنائی دی:

"اے موسیٰؑ! اگر تم فرعون کے سامنے کسی قسم کا خوف اور ڈر محسوس کرو تو اپنے بازو کو فوراً اپنے بدن کے ساتھ ملا لیا کرنا۔ اس سے تمہارا خوف اور ڈر جاتا رہے گا۔"

اس کے علاوہ خداوند تعالیٰ نے موسیٰؑ کی زبان کھول دی اور ہارونؑ کو نبی بنانے کی بشارت دی۔

پھر حکم ہوا کہ فرعون کے پاس جا کر اسے وحدانیت کا پیغام دو کہ وہ اللہ پر ایمان لائے۔ کسی کو اس کا ساجھی و سہیم نہ بنائے اور دوسرے یہ کہ ظلم سے باز رہے۔ بنی اسرائیل پر مظالم کا سلسلہ بند کر دے اور انہیں آزاد کر دے۔

پس اپنے رب کی طرف سے یہ احکامات ملنے کے بعد موسیٰؑ واپس اپنے اہلِ خانہ کے پاس آ گئے وہاں پیش آنے والے واقعات انہیں سنائے پھر وہاں سے رات کی تاریکی ہی میں مصر شہر کی طرف کوچ کر گئے۔

دوسری طرف خداوندِ بزرگ و برتر نے ہارونؑ کو بھی وحی کے ذریعے نبی بنائے جانے کی بشارت دی اور انہیں حکم دیا کہ:

"شہر سے باہر آ کر موسیٰؑ کا استقبال کرو۔"

پس رات کے وقت جب موسیٰؑ اپنے شہر پہنچے تو ہارونؑ نے ان کا استقبال کیا اور اپنے ساتھ گھر لے گئے۔

اس طرح دس سال بعد آپ اپنے ماں باپ اور بہن بھائی سے ملے۔ پھر دونوں بھائی فرعون کے سامنے جا کر اسے اللہ کا پیغام پہنچانے کی تیاری کرنے لگے۔

عزازیل اپنے شاگردوں کے ساتھ ایک بدرنگ صورت انسان کی شکل میں بنی اسرائیل کی بستی میں داخل ہوا۔

اس موقع پر اس کے شاگرد اور ساتھی داسم نے پوچھا: "اے آقا! آپ کس نیت اور کام سے بنی اسرائیل کی بستی میں داخل ہو رہے ہیں۔"

کچھ سے تفکر کے بعد عزازیل نے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا اور بولا: "اے میرے عزیزو! مصر اور خصوصاً بنی اسرائیل میں ایک انقلاب رونما ہونے والا ہے۔ سنو میرے عزیزو! بنی اسرائیل کے ایک جوان کو جو یعقوبؑ کے بیٹے لاوی کی نسل سے ہے اور جس کا نام موسیٰؑ بن عمران بن قاہث ہے، نبوت عطا ہو گئی ہے اور اسے بنی اسرائیل کی طرف مبعوث کیا گیا ہے۔"

زکنبور نے درمیان میں بولتے ہوئے استفہامیہ انداز میں پوچھا: "اے آقا! کیا یہ وہی موسیٰؑ بن عمران ہے جس کی پرورش شاہی محل میں ہوئی تھی جسے فرعون کی بیوی آسیہ نے اپنا بیٹا بنا لیا تھا اور جو ایک قبطی کو قتل کر کے بھاگ گیا تھا۔"

عزازیل نے کہا: "ہاں میرے عزیز! تمہارا اندازہ درست ہے۔ یہ وہی موسیٰؑ بن عمران ہے۔ یہ یہاں سے مدین چلا گیا تھا وہاں اس نے شادی کر لی تھی۔ اس کا ایک بیٹا بھی ہے جس کا نام جیرسوم ہے۔ دس سال مدین میں گزارنے کے بعد موسیٰؑ واپس آ رہا تھا کہ جبل سینا کی وادی ایمن میں خداوند تعالیٰ اس سے ہمکلام ہوا اور اسے نبوت عطا فرمائی۔ چونکہ اس کی زبان میں گانٹھ اور لکنت تھی لہٰذا اس نے خدا سے التجا کی کہ اس کے بھائی کو بھی نبوت کے کام میں اس کا مددگار و وزیر بنایا جائے لہٰذا خداوند تعالیٰ نے اس کے بڑے بھائی ہارونؑ کو بھی نبوت عطا کر دی ہے۔ سنو میرے عزیزو! میں انہیں کے خلاف تیاریاں کر رہا ہوں تاکہ آنے والے دور میں نہ صرف ان لوگوں کے لیے دشواریاں کھڑی کر سکوں بلکہ جو نیکی یہ پھیلائیں گے اس کے مقابلے میں بدی کا فروغ کر سکوں۔ اسی مقصد کے لیے میں آج ان کی بستی کی طرف آیا ہوں۔"

"سنو میرے عزیزو! سامری یعنی موسیٰ بن ظفر کو بھی میں نے اسی مقصد کے لیے چنا تھا اور اس کی تربیت کی تھی کہ بدی کے پھیلاؤ اور انتشار میں وہ ہمارا مددگار و معاون ثابت ہو گا۔ اب میں اسے موسیٰؑ اور ہارونؑ کے خلاف استعمال کروں گا۔"

اس بار ابلیس کا ساتھی اعور بولا: "اے آقا! سامری تو ان دنوں مغربی صحراؤں کے اندر مصروف ہو گا۔"

عزازیل عیارانہ مسکراہٹ کے ساتھ بولا: "تمہارا کہنا درست ہے اعور! وہاں مغربی صحراؤں میں بھی بہت سے وحشی قبائل آ بسے ہیں۔ یہ قبائل کے خزانوں کی تلاش میں جمع ہو گئے ہیں۔ شبر اور سامری ان قبائل میں فساد اور بدی کے پھیلاؤ کا باعث بنیں گے اور یہی ہمارا نصب العین ہے۔ سامری اب ہمارے خاص کارندوں میں سے ہے۔ وہ سحر و طلسم کے علوم سے پوری طرح مسلح ہو چکا ہے لہٰذا اسے بھی ہم کسی مناسب موقع پر موسیٰؑ و ہارونؑ کے خلاف استعمال کریں گے۔"

ذرا رک کر اور کچھ سوچتے ہوئے عزازیل پھر بولا: "اے میرے ساتھیو! دوسرا آدمی جسے میں موسیٰؑ و ہارونؑ کے خلاف استعمال کرنا چاہتا ہوں وہ قارون بن یصحب ہے۔ اے میرے عزیزو! یہ قارون موسیٰؑ و ہارونؑ کا چچازاد بھائی ہے۔ قارون یصحب بن قاہث کا بیٹا ہے اور موسیٰؑ و ہارونؑ عمران بن قاہث کے بیٹے ہیں۔ اس طرح موسیٰؑ و ہارونؑ کا باپ عمران اور قارون کا باپ یصحب دونوں سگے بھائی ہیں۔ قارون بنی اسرائیل میں سب سے مالدار شخص ہے۔ اس کے تعلقات مصر کے پہلے فرعون رعمسیس دوئم سے اچھے تھے اور اب موجودہ فرعون اور رعمسیس کے بیٹے منفتاح سے بھی اچھے ہیں۔ قارون کا منفتاح کے ہاں خوب آنا جانا ہے اور یہ اسے خوش کرنے کے لیے اکثر تحائف و ہدایا پیش کرتا رہتا ہے سوائے میرے عزیزو! میں قارون کو موسیٰؑ و ہارونؑ کے خلاف استعمال کروں گا۔ مجھے امید ہے کہ میں اپنے مقصد میں کامیاب رہوں گا۔ بس تم دیکھتے جاؤ کہ میں اس کے لیے کیا طریق کار استعمال کرتا ہوں۔"

بنی اسرائیل کی بستی میں عزازیل ایک حویلی کے سامنے رک گیا۔ پھر اس نے حویلی کے دروازے پر دستک دی اور ساتھ ہی اپنے ساتھیوں سے بولا: "یہ قارون کی حویلی ہے جس کا میں نے تم سے ذکر کیا ہے۔"

تھوڑی دیر کے بعد ایک شخص نے دروازہ کھولا جس کی عمر کوئی چالیس برس کے لگ بھگ ہو گی۔ اسے مخاطب کر کے عزازیل بڑی شفقت و نرمی سے بولا: "اگر میں غلطی پہ نہیں ہوں تو تم ہی قارون ہو۔"

دروازہ کھولنے والے نے جواب دیا: "ہاں۔ میں ہی قارون ہوں۔ پر تم کون ہو اور کیا چاہتے ہو۔"

عزازیل کمال ہمدردی سے بولا: "میرا نام عزازیل ہے۔ میں مصر کے بہترین ساحروں میں سے ہوں۔ یہ چاروں میرے ساتھی ہیں اور فسوں ساز بھی ہیں۔ اے قارون! ہم ایک ایسے اہم کام کے

کے سلسلے میں آئے ہیں جس میں تمہاری ہی بہتری ہے۔"

قارون نے کچھ سوچا۔ پھر خوشی سے بولا: "اگر تم لوگ میری بہتری کی ہی کوئی بات کرنا چاہتے ہو تو پھر اندر آجاؤ کہ وہ بات رازداری سے کر سکیں۔"

ساتھ ہی قارون انہیں اپنے دیوان خانے میں لے گیا۔ انہیں وہاں بٹھا کر وہ خود ان کے سامنے بیٹھ گیا اور عزازیل سے مخاطب ہوا: "اے عزازیل! اب کہو تم میری بہتری کے لیے کون سی بات کہنا چاہتے ہو۔"

عزازیل ایک شفیق ناصح کی طرح بولا: "اے قارون! ایک نہیں کئی باتیں ایسی ہیں جو میں کہنا چاہتا ہوں اور جن میں یقیناً تمہاری بہتری ہے۔"

"سنو قارون! پہلا انکشاف میں تم پر یہ کروں کہ تمہارا چچازاد بھائی موسیٰؑ بن عمران جو مدین سے واپس آیا ہے اسے راستے میں جبلِ سینا پر خداوند تعالیٰ سے نبوت عطا ہو چکی ہے اور اس کی التجا پر اس کے بھائی ہارونؑ کو بھی یہ رتبہ مل چکا ہے لہٰذا اوّل تو یہ کہ تم موسیٰؑ بن عمران کے پاس جا کر یہ اعتراض اور دعویٰ کر سکتے ہو کہ آخر تم بھی اس کے چچازاد بھائی ہو اس لیے تم بھی نبوت کا حق رکھتے ہو اور موسیٰؑ سے یہ کہہ سکتے ہو کہ ہارونؑ کی طرح میرے لیے بھی ایسا ہی بلند مقام حاصل کیا ہوتا۔ پر اے قارون میں جانتا ہوں کہ موسیٰؑ تمہارے اس سوال کا کیا جواب دے گا۔ وہ ضرور یہی کہے گا کہ عطائے نبوت اللہ کی طرف سے ہوتی ہے اور کسی بندے کی مرضی سے نہیں ہو سکتی۔ ایسی صورت میں تمہیں موسیٰؑ کے سامنے جھکنا ہوگا۔ پر میں چاہتا ہوں کہ تمہیں ایسا طاقتور بنا دوں کہ تم بنی اسرائیل کے اندر رہ کر ضرورت کے وقت موسیٰؑ اور ہارونؑ پر اپنے مفاد کی خاطر ضرب لگا سکو۔"

قارون نے انتہائی دلچسپی اور شوق سے عزازیل کی طرف دیکھا اور دریافت کیا: "موسیٰؑ اور ہارونؑ کے خلاف تم میری کیا مدد کر سکتے ہو اور اس میں تمہارا کیا مفاد ہے۔"

عزازیل نے مسکراتے ہوئے کہا: "میرا اپنا اس میں یہ مفاد ہے کہ موسیٰؑ جس جوان کو یہاں سے قتل کر کے بھاگا تھا وہ میرا عزیز تھا لہٰذا اب میں موسیٰؑ سے انتقام لینا چاہتا ہوں۔ میں اسے قدم قدم پر بدنام کرنے اور ناکام بنانے کی کوشش کروں گا۔" اور تمہاری مدد میں یوں کر سکتا ہوں کہ سقارہ کے میدانوں کے پاس فرعون سنیفرو نے جو اہرام تعمیر کیے تھے وہاں تم لوگوں کے جدِ امجد یعقوبؑ کے بیٹے یوسفؑ کے زمانے کا ایک بہت بڑا خزانہ دفن ہے۔ میرے علاوہ اس خزانے کے محلِ وقوع اور اس کی اصلیت سے کوئی واقف نہیں ہے۔ پس اگر تم موسیٰؑ و ہارونؑ کے خلاف میرا ساتھ دینے کے لیے آمادہ ہو جاؤ تو

میں وہ خزانہ[1] تمہارے حوالے کر دوں گا۔"

"اور سنو قارون! وہ خزانہ اتنا بڑا ہے کہ مصر کے فرعون منفتاح کے پاس بھی نہ ہوگا۔ پس اگر تم مجھ سے اتفاق کرتے ہو تو اس میں تمہاری اپنی ہی بہتری ہے اور اگر تم اس سلسلے میں مجھ سے تعاون نہیں کرنا چاہتے تو میں بنی اسرائیل میں سے کسی کو اس کام کے لیے ساتھ ملاؤں گا۔"

قارون بے چین اور مضطرب سا ہو کر بولا: "نہیں نہیں۔ میں اس معاملے میں تمہارا پورا پورا ساتھ دوں گا پر میں یہ کیسے یقین کروں کہ تم وہ خزانہ مجھے دے دو گے اور یہ کہ اس سلسلے میں میرے ساتھ دھوکا نہیں کیا جائے گا۔"

عزازیل نے غور سے قارون کی طرف دیکھا اور پوچھا: "اے قارون! اگر میں اپنے ان ساتھیوں کے ساتھ یہاں بیٹھا بیٹھا تمہاری نگاہوں سے غائب ہو جاؤں تو کیا تم مان جاؤ گے کہ میں تمہارا ہر کام سیدھا کرنے کے علاوہ تمہاری ہر طرح سے مدد بھی کر سکتا ہوں اور یہ کہ اگر تم میرے ساتھ دشمنی رکھو گے تو میں تمہیں ہر طرح سے نقصان بھی پہنچا سکتا ہوں۔"

قارون نے چونک کر اور خوفزدہ انداز میں عزازیل کی طرف دیکھا اور بولا: "اگر تم ایسا کر دکھاؤ تو میں زندگی بھر تم سے تعاون کرتا رہوں گا۔"

عزازیل اس بار ذرا بھیانک آواز میں بولا: "تو لو پھر تیار ہو جاؤ۔"

اور اس کے ساتھ ہی قارون نے دیکھا کہ عزازیل اپنے ساتھیوں سمیت وہاں سے غائب ہو چکا تھا اور اب دیوان خانے میں کچھ بھی نہ تھا۔

وہ حیران و پریشان اور سراسیمگی کی حالت میں کمرے میں کھڑا تھا کہ چند ساعتوں کے بعد عزازیل اپنے ساتھیوں کے ہمراہ دیوان خانے میں بیٹھا دکھائی دیا۔

اس موقع پر عزازیل مسکرایا اور قارون کی طرف دیکھ کر بولا: "اے قارون! اب کیا خیال ہے۔ کیا تم ہم پر بھروسہ کرتے ہو۔"

قارون نے خوشی کا اظہار کیا اور کہا: "اب تو تم پر میں آنکھیں بند کر کے اعتماد کر سکتا ہوں۔"

عزازیل نے اپنی شخصیت کو اور زیادہ وزنی کر کے قارون کے سامنے پیش کیا: "اے قارون!

1۔ معارف القرآن میں ہے کہ قارون کو یوسفؑ کا خزانہ ہاتھ لگ گیا تھا:
(بسلسلہ تفسیر سورۃ القصص)

اگر تم ہمارے ساتھ چلو گے تو ہم تمہارے اندر ایسے اوصاف، ایسی قوتیں اور تمہارے لیے ایسے مراتب و منصب دیں گے کہ لوگ تمہاری زندگی پر رشک کریں گے۔"

قارون انکساری اور عاجزی سے بولا: "اے عزازیل! تم مجھے بتاؤ کہ اب کیا کرنا ہے اور یہ کہ جس خزانے کا تم نے ذکر کیا ہے وہ مجھے کیسے، کس طرح اور کب مل سکتا ہے۔"

عزازیل اس بار قارون سے قریب ہوا اور رازداری سے اسے سمجھانے کے انداز میں بولا: "اے قارون! پہلے تم دو چیزیں تیار کرو۔ اول ایسے جوان جو تمہارے اعتماد کے ہوں اور تمہارے راز کو راز رکھ سکیں۔ دوسرے اونٹ جس قدر بھی تم مہیا کر سکو تاکہ ان جوانوں اور اونٹوں کی مدد سے تم اس خزانے کو اپنی حویلی میں منتقل کر سکو۔ اے قارون! وہ خزانہ اس قدر بڑا ہے کہ تمہیں اپنی حویلی میں مزید کمروں کا اضافہ کرنا پڑے گا۔ گو تمہاری حویلی فرعون کے محل کے بعد سب سے بڑی ہے لیکن پھر بھی اس قلعہ نما حویلی کے اندر وہ خزانے نہ سما سکیں گے جو میں تمہیں دینے والا ہوں۔"

قارون نے بے پناہ خوشی کا اظہار کیا: "اے عزازیل! میں حویلی کی تعمیر میں اضافہ بھی کر سکتا ہوں اور ضرورت کے مطابق اونٹ اور جوان بھی مہیا کر سکتا ہوں۔"

عزازیل نے استفہامیہ انداز میں پوچھا: "لیکن کب تک؟"

قارون عقیدت سے عزازیل کے ہاتھ تھامتے ہوئے بولا: "میں جوانوں اور اونٹوں کا بندوبست تو کل ہی کر سکتا ہوں تاہم میری اس قلعہ نما حویلی کے اندر نئی تعمیر خزانہ دیکھنے کے بعد ساتھ ساتھ ہوتی رہے گی۔"

عزازیل اس بار فیصلہ کن انداز میں بولا: "اے قارون! اگر ایسا ہے تو پھر تم کل آدھی رات کے قریب فرعون سنیفرو کے احرام پر آ جانا۔ میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ تمہیں وہیں ملوں گا اور تمہیں اس خزانے کی نشاندہی کروں گا۔ ہاں اپنے ساتھ مشعلیں بھی لے آنا۔"

خوفزدہ انداز میں قارون نے عزازیل کی طرف دیکھا اور وحشت بھرے انداز میں بولا: "اے عزازیل! میں فرعون سنیفرو کے احرام کے پاس کیسے اور کیونکر اونٹوں اور جوانوں کے ساتھ آ سکوں گا جبکہ تم جانتے ہو کہ ان احراموں کے اندر ایسا طلسم ڈالا گیا ہے کہ کوئی آدمی رات کے وقت ان کے قریب سے گزر بھی نہیں سکتا۔"

عزازیل نے اسے تسلی دی: "اے قارون! یہ طلسم سارے احرام میں نہیں ہیں بلکہ صرف چند احرام ایسے ہیں جن کے اندر خطرناک طلسم ہیں اور ان ہی کی بنا پر یہ مشہور ہو چکا ہے کہ یہ طلسم سارے

احرام کے اندر ہے جبکہ ایسا نہیں ہے اور پھر یہ بھی یاد رکھو قارون! اگر ان اہرام کے اندر طلسم ہوا بھی تو وہ تمہارے اونٹوں، جوانوں اور خود تمہارے لیے کیونکر خطرناک ثابت ہوگا اس لیے کہ میں خود بھی تو اپنے ساتھیوں کے ساتھ وہاں موجود ہوں گا اور اگر ان اہرام کے اندر طلسم ہوا تو میں اسے زائل کر دوں گا۔ سن رکھو طلسم کی پابندیاں میرے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔"

عزازیل کے اس جواب پر قارون خجل اور شرمندہ ہو کر بولا: "ہاں! میں تو بھول ہی گیا تھا کہ تم خود بھی اپنے ساتھیوں کے ہمراہ وہاں موجود ہو گے اور پھر تمہاری موجودگی میں مجھے کیا دکھ اور گزند پہنچ سکتا ہے بہر حال کل آدھی رات کے قریب میں اپنے قابلِ اعتماد جوانوں اور اونٹوں کے ساتھ وہاں ضرور پہنچ جاؤں گا۔"

عزازیل نے اٹھ کر قارون سے مصافحہ کیا: "اور کہا میں وہاں تمہارا انتظار کروں گا۔" اس کے ساتھ ہی عزازیل اپنے ساتھیوں کے ساتھ وہاں سے چلا گیا۔

اس کے جانے کے بعد قارون اپنے دیوان خانے میں تھوڑی دیر بیٹھا کچھ سوچتا رہا۔ پھر اپنے گھر سے نکل کر وہ تیزی سے ایک سمت بڑھنے لگا۔

○

تھوڑی ہی دیر بعد قارون حضرت موسیٰؑ کے گھر میں داخل ہوا۔ اس وقت موسیٰؑ، ہارونؑ، مریم بنت عمران اور آپ کے ماں باپ یوحانذ اور عمران اکٹھے بیٹھے تھے:

قارون کو دیکھتے ہی مریم بنت عمران اپنی جگہ سے اٹھ گئی اور اسے مخاطب کر کے بولی:

"اے ابنِ عم! آؤ بیٹھو۔"

قارون موسیٰؑ کے سامنے آ کھڑا ہوا اور بولا: "اے میری بہن! میں بیٹھوں گا نہیں۔ میں جلدی میں ہوں۔ بس موسیٰؑ سے ایک بات کرنے آیا ہوں۔"

پھر اس نے موسیٰؑ سے کہا: "اے موسیٰؑ! مجھے میرے ایک ساحر دوست نے کہ نام جس کا عزازیل ہے یہ خبر دی ہے کہ جب تم مصر کی طرف آ رہے تھے تو جبلِ سینا کی وادی میں خداوند نے تم سے ہمکلام ہوا اور تمہیں نبوت سے سرفراز فرمایا۔ پھر تمہاری التجا پر خداوند قدوس نے ہارونؑ کو بھی نبی بنا دیا۔ اے موسیٰؑ! میں بھی تمہارا بھائی تھا۔ بے شک عم زاد ہی سہی پر سگوں جیسا ہوں۔ تم نے خدا سے

میرے نبی بنائے جانے کا کیوں التماس نہ کیا۔ آخر میں بھی بنی اسرائیل کی اولاد میں سے ہوں اور لاوی کی نسل سے بھی ہوں"۔

موسیٰؑ نے قارون کو سمجھایا:

"اے قارون! تو غلطی پر ہے۔ خدا جس طرح اپنے تخلیقی اور تکوینی کام میں لاشریک اور واحد ہے ایسے ہی کسی کو مراتب و مناصب عطا کرنے میں بھی خود مختار ہے۔ کسی کے کہنے یا چاہنے پر وہ کسی کو نبوت عطا نہیں کرتا۔ مدین سے مصر کی طرف آتے ہوئے میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ راستے میں مجھے نبوت اور معجزات عطا کر دیے جائیں گے۔ سو اے قارون! میرا رب اپنے کاموں میں خود مختارِ مطلق ہے وہ جسے چاہے عزت و ہدایت دے اور جسے چاہے ذلت و ضلالت دے۔ وہ اپنے جس بندے پر چاہے روح الامین اور وحی نازل کرے۔ کائنات میں اس کے سوا کوئی ادنیٰ سا تصرف بھی نہیں کر سکتا۔ یاد رکھ اے قارون! کسی کو نبوت عطا کیے جانے کے عمل میں کسی انسان کو ایک کھجور کی گٹھلی کی جھلی کے برابر بھی اختیار حاصل نہیں ہے۔ یہ میرے رب کی دین ہے وہ جسے چاہے عطا کرے"۔

موسیٰؑ کے اس جواب پر قارون برافروختہ ہو کر باہر نکل گیا اور حسد نے اس کے دل و دماغ کو جکڑ لیا۔

○

دوسرے روز آدھی رات کے قریب جب قارون اپنے جوان اور اونٹ لے کر سیدوم کے مقام پر فرعون سنیفرو کے اہرام کے قریب پہنچا تو عزازیل اپنے ساتھیوں کے ساتھ پہلے سے وہاں موجود تھا۔ قارون انہیں وعدے کے مطابق وہاں پا کر خوش ہوا۔

جب وہ ان کے قریب آیا تو عزازیل نے رازداری سے کہا: "اپنے اونٹوں اور جوانوں کو یہیں اہرام کے باہر چھوڑ دو پہلے تم میرے ساتھ اندر چلو"۔

قارون کچھ کہے بغیر خاموشی سے اس کے ساتھ ہو لیا۔ اہرام اندر سے بے حد خوبصورت تھا اور وہاں سنیفرو اور اس کے اہلِ خانہ کی ممیاں اور تابوت تھے۔

پھر عزازیل ایک بہت بڑے چٹان نما پتھر کو حرکت میں لایا جب پتھر اٹھا تو عزازیل کے ساتھیوں میں سے ایک نے جو مشعل اٹھا رکھی تھی، اس کی روشنی میں قارون نے دیکھا چوڑی سیڑھیوں کا ایک سلسلہ نیچے کو جا رہا تھا۔

عزازیل اپنے ساتھیوں اور قارون کو لے کر ان سیڑھیوں سے نیچے اترا تو قارون دنگ رہ گیا۔ وسیع اہرام کا وہ تہہ خانہ جو کئی ذیلی تہہ خانوں پر مشتمل تھا سارے کا سارا قیمتی زر و جواہر سے بھرا ہوا تھا۔

پھر اس تہہ خانے میں عزازیل کی آواز گونجی: "اے قارون! یہ سب خزانے تمہارے ہیں۔ یاد رکھو۔ اس قدر خزانے فرعون منفتاح کے پاس بھی نہ ہوں گے اور اے قارون! اس سارے خزانے کو منتقل کرنے میں تمہارے کئی دن لگ جائیں گے۔ سنو! میں تو ابھی یہاں سے رخصت ہو جاؤں گا۔ لیکن میرے ساتھی یہیں رہیں گے اور ہر طرح سے تمہاری حفاظت و امداد کریں گے۔ ان کی موجودگی میں کوئی تمہیں نقصان نہ پہنچا سکے گا اور سنو! جب تک تم اس سارے خزانے کو اپنی حویلی میں منتقل نہیں کر لیتے تب تک ہر رات کو اسی وقت میرے یہ ساتھی تمہیں اس اہرام میں ملا کریں گے اور ان کی حفاظت میں تمہارے جوان کام کرتے رہیں گے اور اے قارون! کیا تم اپنے ساتھ مشعلیں لائے ہو"۔

قارون خوشی سے بے قابو ہوتے ہوئے بولا: "اے عزازیل! تمہارے کہنے کے مطابق میں اپنے ساتھ کئی مشعلیں لایا ہوں"۔

عزازیل نے کہا: "تو پھر ان مشعلوں کو روشن کرو اور اپنے کام کی ابتدا کر دو۔ صبح تک تم لوگوں کو کم از کم چار چکر ضرور لگانے چاہییں اور اگر کوئی پوچھے کہ یہ کیا ہے تو بتا دینا کہ تمہارا تجارتی مال آ رہا ہے اور سنو! کسی مناسب موقعے پر ان خزانوں میں سے کوئی عمدہ سی چیز فرعون منفتاح کو بھی پیش کرنا اور گاہے گاہے یہ سلسلہ جاری رکھنا۔ گو کہ فرعون تمہارا دوست ہے لیکن تمہاری طرف سے تحائف جانے پر تم اس کی نگاہوں میں اور زیادہ عزیز ہو جاؤ گے اور وہ ہر طرح سے تم پر اعتماد کرنے لگے گا"۔

اس کے ساتھ ہی عزازیل وہاں سے چلا گیا تاہم اس کے ساتھی وہیں رہے۔

قارون نے پہلے مشعلیں روشن کیں۔ پھر اس نے اپنے جوانوں کو حکم دیا اور خزانے اونٹوں پر لادنے شروع کر دیے۔

اس رات قارون نے اپنے اونٹوں پہ پانچ چکر لگائے۔ اس طرح کئی دن کی لگاتار اور انتھک کوشش کے بعد قارون نے یوسفؑ کے محفوظ کردہ ان خزانوں کو اپنی حویلی میں منتقل کر لیا۔ پھر اس نے اپنے لیے نئے کارکن اور ملازم رکھے اور ان کے ذریعے اس نے اپنی تجارت کا سلسلہ دور دور کے ملکوں تک پھیلا دیا۔ اس طرح دن بدن اس نے اپنی دولت میں اضافہ کرنا شروع کر دیا یہاں تک کہ وہ اس

وقت میں دنیا کا امیر ترین آدمی بن گیا۔

○

یوناف ایک روز شام سے تھوڑی دیر قبل مصر کے جنوب میں ان صحراؤں میں داخل ہوا جہاں اسیوبیہ قبائل کا لشکر رعمسیس دوئم کے ہاتھوں شکست کھانے کے بعد مغرب کی طرف بھاگتے ہوئے اپنے خزانوں سمیت ہولناک طوفان کے باعث ریت میں دفن ہو گیا تھا۔

اس نے دیکھا سمندر کے کنارے سے لے کر صحرا کے اندر دور دور تک خیمے ہی خیمے نصب تھے اور کئی جگہوں پر لوگوں نے صحرا کو کھود کھود کر ریت کے اونچے اونچے ڈھیر لگا رکھے تھے۔

اتنے میں ایک جوان اس کی طرف بھاگتا ہوا آیا۔ یوناف اسے پہچان گیا۔ وہ ربع دیوتا کا وہی پجاری تھا جس نے عزازیل، اندھے ساحر شمعون اور سامری کی گفتگو یوناف کے محل میں آ کر اسے سنائی تھی۔ وہ پجاری جب قریب آیا تو یوناف اسے مخاطب کر کے بولا:

"اے الحان! تو کب یہاں پہنچا اور کیا تیرے ساتھ ساحر شمعون، سامری اور عزازیل کا ساتھی شبر بھی ہیں؟"

الحان نے خوش ہوتے ہوئے کہا:

"اے یوناف! یہاں تو صرف سامری اور شبر ہی ہیں اور ان کے ساتھ کچھ چھوٹے ساحر بھی ہیں شمعون ادھر نہیں آیا۔ کیونکہ ایک تو وہ مصری عوام ہی نہیں مصری حکومت کی نگاہوں میں بھی سب سے بڑا ساحر مانا جاتا ہے اس لیے ایسے کاموں میں حصہ لینا وہ مناسب خیال نہیں کرتا۔ دوئم یہ کہ وہ اندھا ہے بھلا وہ کہاں ان صحراؤں میں آ کر دھکے کھاتا پھرتا"

ذرا رک کر الحان نے مزید کہا:

"اے یوناف! کیا میں یہاں خزانے [illegible] آنے والے قبائل کے کسی سردار سے آپ کے لیے بات کروں کیونکہ یہاں خیمہ زن قبائل کے لوگ [illegible] خاطر بہتر سے بہتر ساحر کی خدمات حاصل کرنے کو بے تاب ہیں کیونکہ ان کا خیال ہے کہ یہ خزانہ [illegible] کے لیے کوئی ساحر ہی ان کی مدد کر سکتا ہے"

یوناف نے پوچھا:

"اے الحان! پہلے تم یہ بتاؤ کہ یہاں کون کون سے قبائل جمع ہیں۔ اس کے بعد اس موضوع پر تم سے گفتگو ہوگی"

الحان نے کچھ سوچا پھر بولا:

"اے یوناف! نوحؑ[1] کے بیٹے حام کے چار فرزند تھے مصرائمؑ[2]، کنعان، کوش اور قوط۔ مصرائم کے سات لڑکے تھے جو لودی[3]، عنامی، لہابی، نفتوحی، فترومی، کسلوحی اور کفتوری تھے۔ ان میں سے تین بھائیوں یعنی لودی، لہابی اور نفتوحی کی اولاد نہ جانے کدھر جا کر آباد ہو گئی۔ باقی چار بھائی یعنی عنامی فترومی، کسلوحی اور کفتوری کی اولاد ان صحراؤں میں آباد ہو گئی اور خوب پھیلی بڑھی اور ان صحراؤں اور آس پاس کے علاقوں میں رہنے والے لوگ ان چار بھائیوں کی نسبت سے چار ہی قبائل میں منقسم ہیں۔ گو یہ چاروں قبیلے اب کافی حصوں میں بٹ چکے ہیں اور ان کے اندر ان گنت سردار بھی ہیں پھر بھی یہ اپنے جدِ امجد کے نام سے ہی پکارے جاتے ہیں۔

اے یوناف! یہ چاروں قبائل اپنے اپنے سرداروں کے ساتھ یہاں جمع ہو گئے ہیں اور ریت میں غرق خزانوں کی تلاش میں سرگرداں ہیں۔

اب ان قبائل نے دو گروہ بنا لیے ہیں۔ ایک طرف عنامیوں اور فترومیوں نے اتحاد کر لیا ہے اور دوسری طرف کسلوحی اور کفتوری قبائل نے متحد ہو کر دوسرا گروہ بنا لیا ہے۔ اب ہر گروہ کی کوشش یہ ہے کہ خزانہ اسے ملے۔ عنامی اور فترومی چونکہ طاقت اور انفرادی قوت میں زیادہ ہیں لہٰذا سامری اور شبر ان کے ساتھ مل گئے ہیں اور خزانہ تلاش کرنے میں ان کی مدد کر رہے ہیں۔ دو تین بار ان دونوں گروہوں میں تصادم بھی ہو چکا ہے جن میں ہر بار عنامی اور فترومی ہی غالب رہے ہیں اور میرا خیال ہے کہ اگر دو ایک بار اور اسی طرح تصادم اور جھگڑا ہوا تو کسلوحی اور کفتوری یہاں سے بھاگ جائیں گے لیکن سامری نہیں

۱۔ ماخوذ از توریت۔ باب پیدائش۔ رکوع ۱۰، آیت ۶ اور تاریخ ابنِ خلدون۔ حصہ اول بسلسلہ حام کی اولاد۔

۲۔ مصرائم کو توریت میں مصر کے نام سے لکھا گیا ہے۔ ملک مصر کا نام بھی اسی کے نام کی نسبت سے پڑا۔

۳۔ توریت میں ان کے نام یہی ہیں۔ بقول ابنِ خلدون ان میں سے تین کے حالات دستیاب نہیں جبکہ باقی چار بھائیوں کے قبائل اسکندریہ کے اطراف میں آباد ہو گئے تھے۔

چاہتا کہ یہ دونوں قبیلے یہاں سے بھاگ جائیں کیونکہ کفتوری سردار کی ایک بیٹی ہے جس کا نام حریلطہ ہے یہ لڑکی انتہائی خوبصورت ہے اور سامری اسے پسند کرنے لگا ہے۔ میرا خیال ہے سامری شبر اور چند وحشی قبائلیوں کی مدد سے اس لڑکی کو اٹھا لے جائے گا۔

ایک بات اور۔ عناصی اور فرزوسی قبائل دونوں مل کر عناصی قبائل کے سردار بجیلہ کے تحت کام کر رہے ہیں جبکہ کسلوحی اور کفتوری قبائل متحدہ طور پر کفتوری سردار طوج کے تحت کام کر رہے ہیں۔"

"یہ علاقہ جس کے اندر خزانوں کی تلاش جاری ہے کس کا ہے؟" الحان کے خاموش ہونے پر یوناف نے پوچھا۔

"اور ہاں۔ یہ بھی بتاؤ کہ سامری اور عزازیل کے ساتھی شبر کا قیام کہاں اور کس طرف ہے۔"

الحان جواب میں بولا:

"اے یوناف! یہ علاقہ کفتوری قبائل کی ملکیت ہے لیکن چونکہ یہ کمزور ہیں اس لیے عناصی اور فرزوسی زبردستی یہاں گھس آئے ہیں اور کفتوری کسلوحی قبائل کے ساتھ مل کر بھی انہیں زبردستی یہاں خزانہ تلاش کرنے سے روک نہیں سکتے۔

اس کے علاوہ ان دونوں گروہوں کے تھوڑی ہی دور مغرب میں ایک نخلستان ہے جہاں میٹھے پانی کا ایک کنواں ہے گو یہ بھی کفتوری قبائل کی ملکیت ہے لیکن عناصی اور فرزوسی زبردستی اپنی پانی کی ضروریات کے لیے اس کنویں کو استعمال کرتے ہیں اور کوئی انہیں روکنے اور منع کرنے والا نہیں ہے۔"

الحان کی ساری گفتگو سننے کے بعد یوناف نے کہا:

"اے الحان! گو اس طرف آنے کا میرا اصل مقصد شبر سے اپنا ذاتی انتقام لینا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ چونکہ مجھے یہاں رہنا ہوگا اور یہاں کے ماحول میں کفتوری قبائل مظلوم ہیں لہٰذا ظالم کے مقابلے میں مظلوم کی مدد میں ضرور کروں گا لہٰذا اے الحان! تم مجھے یہ بتاؤ کہ کفتوری قبائل کا پڑاؤ کس طرف ہے اور سنو! تم مجھے ضرورت کے وقت اور موقع ملنے پر عناصی اور فرزوسی قبائل کی خبریں پہنچاتے رہنا۔"

الحان نے کچھ سوچا اور بولا:

"اے یوناف! تمہیں کفتوری قبائل کے سردار طوج کی طرف جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس لیے کہ آج چاروں قبائل کے سردار اور سرکردہ لوگ ایک جگہ جمع ہو رہے ہیں جہاں سب مل کر یہ فیصلہ کریں گے کہ کس طرح اس علاقے کو چار حصوں میں تقسیم کیا جائے کہ چاروں قبائل امن و سکون سے یہاں رہ کر خزانوں کی تلاش جاری رکھ سکیں۔

لوگو یا کفتوریوں کی سرزمین میں یہ لوگ مل کر فیصلہ کریں گے کہ کس سمت اور کہاں کہاں کس کس قبیلے کو خزانے کی تلاش کرنا ہوگی۔" یوناف نے الحان سے پوچھا۔ "اور ہاں الحان! کیا یہ کفتوریوں کے ساتھ زیادتی نہیں ہے۔"

"زیادتی تو ہے۔" الحان اپنی آواز میں زور پیدا کرتے ہوئے بولا: "پر یہ کفتوری سردار طوج نہ صرف ادھیڑ عمر ہے بلکہ انفرادی قوت میں بھی کمتر ہے جبکہ عناصی سردار بجیلہ جوان اور زور آور ہے بلکہ اس کے ساتھ طاقتور سیاہ فاموں کا ایک پورا لشکر ہے۔ اس کے کچھ اپنے ذاتی محافظ بھی ہیں جو قوت طاقت، جسامت اور قامت میں دیوہیکل اور کوہ پیکر ہیں۔ اسی بنا پر کفتوری سردار طوج ان سے ایسی گفتگو پر رضامند ہو گیا ہے۔"

"اے الحان! اب تم مجھے یہ بتاؤ کہ قبائلی سرداروں اور اکابر کا یہ اجتماع کہاں اور کس جگہ ہوگا۔" یوناف نے الحان کے کندھے پر اپنا پیٹھ سے ہاتھ رکھتے ہوئے پوچھا۔ پھر اس نے اس کے کندھے کو تھپ تھپاتے ہوئے اپنی بات جاری رکھی:

"بس تم مجھے اس جگہ کی نشاندہی کر دو اور جاؤ۔"

الحان نے اپنے سامنے خیموں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے انکشاف کیا:

"یہ جو خیمے دائیں طرف والے ہیں اور سمندر کے کنارے تک پھیلے ہوئے ہیں یہ عناصی اور فرزوسی قبائل کے ہیں اور ان لوگوں کو سمندر کے راستے کشتیوں کے ذریعے بھی اپنی بستیوں سے رسد اور کمک ملتی رہتی ہے اور یہ جو خیمے بائیں طرف صحرا کے اندر تک پھیلے ہوئے ہیں یہ کسلوحی اور کفتوری قبائل کے ہیں اور ان دونوں قبائل کے درمیان جو خالی جگہ ان دونوں گروہوں کو جدا کرتی ہے یہیں پر آج اجتماع ہوگا۔"

الحان کے خاموش ہونے پر یوناف پھر بولا:

"اے الحان! جانے سے پہلے مجھے یہ بھی بتاتے جاؤ کہ ان قبائل کا مذہبی رجحان اور رنگ ڈھنگ کیسا اور کس طرف ہے۔"

الحان نے بلا تکلف جواب دیا:

"اے یوناف! یہ سارے ہی قبائل آتش پرست ہیں۔"

یوناف نے فیصلہ کن انداز میں کہا:

"اے الحان اب تم جاؤ۔ میں اسی جگہ انتظار کرتا ہوں۔"

الحان نے جاتے جاتے کہا:

"اس اجتماع میں سامری اور شبر بھی آئے گا اس لیے میں بھی ان کے ساتھ ہوں گا۔"

اس کے ساتھ ہی الحان وہاں سے چلا گیا اور یوناف اس جگہ جا بیٹھا جہاں سرداروں اور اکابر کا اجتماع ہونا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد قبائلی سردار اور ان کے ساتھ بہت سے مرد اور عورتیں وہاں جمع ہوئے پہلے انہوں نے یہ طے کیا کہ کس قبیلے کو کس علاقے میں خزانہ تلاش کرنے کے حقوق حاصل ہونگے اس کے بعد وہاں جمع سب لوگوں نے شراب پی کر شور و غل کرنا شروع کر دیا۔ وہ اس طرح اپنی خوشی اور مسرت کا اظہار کر رہے تھے۔

قبائل کے کچھ لوگ اپنے ہاتھوں میں مشعلیں اٹھائے ہوئے تھے۔ سورج غروب ہو چکا تھا اور صحرا میں ہر سو تاریکیاں بکھر چکی تھیں لیکن صحرا کا یہ حصہ ان مشعلوں کی وجہ سے خوب روشن بلکہ چکا چوند ہو رہا تھا۔

اسی لمحے ایک طرف سے الحان تیزی سے آیا اور یوناف کو مخاطب کر کے بولا:

"یوناف! یوناف! تمہارے سامنے وہ جو مشعلوں کے درمیان سے گزر کر دو جوان جا رہے ہیں وہ سامری اور شبر ہیں۔ وہ دونوں کفتوری سردار طوج کی طرف جا رہے ہیں۔ میرے خیال میں وہ اس کی بیٹی حریلظہ سے متعلق اس سے گفتگو کریں گے۔"

الحان یہ کہہ کر فوراً ایک طرف ہٹا اور ہجوم میں روپوش ہو گیا۔ یوناف نے جلدی سے اپنا خنجر نکال کر اس پر کوئی عمل کیا پھر تیزی سے سامری اور شبر کے تعاقب میں لپکا۔

ایک ایسی جگہ جا کر سامری اور شبر رک گئے جہاں کچھ لوگوں کے درمیان ڈھلتی ہوئی عمر کا ایک آدمی اور ایک نو عمر مگر انتہائی حسین اور پرکشش لڑکی کھڑی تھی۔ یوناف نے اندازہ لگا لیا کہ وہ سردار طوج اور حریلظہ تھے۔

ان کے قریب جا کر وہ دونوں رک گئے۔ پھر سامری نے طوج کو مخاطب کر کے کہا: "اے کفتوری قبیلے کے سردار طوج! میرا نام سامری ہے۔ میں مصر کا اول نمبر کا نہیں تو دو نمبر کا ساحر ضرور ہوں۔ میرا قیام ان دنوں عنامی سردار بکیلہ کے ہاں ہے اور ہم جب چاہیں تمہیں اور تمہارے قبیلے کو اجتماعی یا انفرادی طور پر نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ اور اے سردار! کیا یہ ممکن نہیں کہ اس نقصان سے بچنے کے لیے تم اپنی بیٹی کو مجھ سے بیاہ دو کہ میں اسے پسند بھی کرتا ہوں۔"

سامری جب خاموش ہوا تو شبر نے اس کی تائید کرتے ہوئے اور اس کی دھمکی اور تنبیہ کو اور موثر اور کارگر بنانے کی خاطر گفتگو میں حصہ لیتے ہوئے کہا: "اور اے طوج! ہم ساحر ہونے کے علاوہ بھی ان گنت قوتوں کے مالک ہیں لہٰذا اپنی بیٹی کو سامری سے بیاہ دینے میں ہی تمہاری سلامتی اور خیریت ہے۔"

قبل اس کے کہ سردار طوج ان دونوں کی دھمکی آمیز باتوں کا کوئی جواب دیتا، یوناف آگے بڑھا اور جونہی اپنے خنجر کی نوک اس نے شبر کی گردن سے مس کی وہاں شبر کی ایک ہولناک چیخ بلند ہوئی اور ساتھ ہی شبر وہاں سے غائب ہو گیا۔ فوراً ہی خنجر کی نوک بھی روشن اور چمکدار ہو گئی۔ اور اندھیرے میں روشنی دینے لگی۔

شبر کی چیخ اور غائب ہونے پر وہاں کھڑے سبھی لوگ پریشان اور دم بخود ہو گئے سامری نے بھی جب چونک کر اپنے پہلو میں دیکھا شبر کو وہاں نہ پایا تو وہ پریشان سا ہو گیا۔

یوناف نے غور سے سامری کی طرف دیکھا اور بھرپور طنز سے بولا:

"اے سامری! تم فکرمند نہ ہو۔ تمہارا دوست اور عزازیل کا ساتھی شبر اب میرے خنجر کی نوک میں اسیر ہے۔ خنجر کی یہ نوک شبر کے آتشی وجود کے باعث ہی چمک رہی ہے۔ اے سامری! یاد رکھو اگر تم مصر کے بہترین ساحروں میں سے ہو تو میں تم جیسے ساحروں کا بھی باپ ہوں۔ میرا نام یوناف ہے اور یہ نام یقیناً تمہارے لیے اجنبی اور نیا نہ ہوگا۔"

سامری فوراً حرکت میں آیا۔ اس نے اپنے سحر سے کام لیا۔ ہاتھ میں پکڑی ہوئی چھڑی پر اس نے اپنا عمل کیا اور یوناف پر پھینک دی۔ سامری کے اس عمل سے وہ چھڑی فضا کے اندر سانپ کی صورت اختیار کر گئی۔ اس سانپ کے منہ سے آگ کے شعلے نکل رہے تھے۔ اپنے آگ برساتے منہ سمیت سانپ فضا سے نیچے کی طرف آتے ہوئے یوناف پر لپکا۔

یوناف پر اس سانپ کا کوئی اثر نہ ہوا۔ وہ اپنی جگہ پر مطمئن اور پرسکون کھڑا تھا۔ جب سانپ اس کے قریب آیا تو یوناف نے ہاتھ بڑھا کر اسے پکڑ لیا۔ سانپ کے ہاتھ میں آتے ہی سامری کا طلسم ختم ہو گیا۔ اور سانپ اب اس کے ہاتھ میں چھڑی کی اصل صورت اختیار کر گیا تھا۔

سامری اب اس ناکامی پر خجل سا ہوا لیکن اس نے ہمت نہ ہاری اور اس نے یوناف پر دوسرا وار کر دیا۔ اس بار اس نے منہ بھر کر یوناف پر تھوک دیا۔ اس کا وہ تھوک ان گنت انگاروں کی صورت میں یوناف کی طرف لپکا۔

اس بار یوناف نے اپنے ردِعمل کا مظاہرہ کیا۔ وہ اپنی سری قوتوں کو حرکت میں لایا اور جونہی اپنا دایاں ہاتھ چہرے کے سامنے لایا اس کا ہاتھ، لوہے کے اس ٹکڑے جیسا ہو گیا جسے آگ میں تپا کر سرخ کر دیا گیا ہو۔

کستوری سردار طوج، اس کی حسین بیٹی حریلہ اور وہاں موجود سب لوگ حیرت و تعجب سے یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے۔ یہ منظر ان کے لیے اور زیادہ ہولناک تھا کہ یوناف کے تپے ہوئے سرخ لوہے سے ہاتھ سے دھواں بھی نکل رہا تھا۔

جب سامری کی طرف سے آنے والے وہ انگارے یوناف کے قریب آئے تو یوناف نے اپنا وہ ہاتھ فضا میں بلند کر دیا۔ اسی لمحے سامری کے وہ انگارے دوبارہ تھوک کی صورت اختیار کر گئے اور تھوک یوناف سے ذرا فاصلے پہ زمین پہ گر گیا۔

اس کے ساتھ ہی یوناف نے اپنا وہ گرم سرخ ہاتھ سامری کے شانے پر دے مارا۔ سامری نے درد و کرب میں ڈوبی ہوئی ایک بھیانک چیخ بلند کی اور یوناف کے ہاتھ کی ضرب سے فضا میں اچھلتا ہوا دور جا گرا۔ اس کے شانے پہ سے جہاں یوناف کا ہاتھ پڑا تھا، لباس جھلس گیا تھا اور زمین پہ گرنے کے بعد وہ تیزی سے اٹھا اور بھاگ نکلا۔

اس موقع پہ سردار طوج قریب آیا اور یوناف سے بولا:

اُے میرے عزیز! میں نہیں جانتا تو کون ہے۔ کہاں سے آیا ہے اور کس سرزمین سے تیرا تعلق ہے میں کستوری قبیلے کا سردار طوج ہوں اور یہ میری بیٹی حریلہ ہے۔ اے میرے عزیز! تو میرے ساتھ میرے خیمے میں چل۔ میں وہاں تیری مہمان نوازی کروں گا۔ تیرے حالات تفصیل سے سنوں گا۔ تیری حیثیت میرے قبیلے والوں کے لیے بھی ایک معزز مہمان کی سی ہو گی۔ مجھے امید ہے کہ تو انکار نہ کرے گا اس لیے کہ صحرا کے اس تکلیف دہ ماحول میں یقیناً میں تم جیسے جوان ہی کی ضرورت محسوس کرتا ہوں۔"

"میں ضرور تمہارے ساتھ چلوں گا۔" یوناف نے کہا۔ "اور اے سردار! میں اس ماحول میں تیری پوری پوری مدد بھی کروں گا۔"

طوج نے یوناف کا ہاتھ تھام لیا اور اسے لے کر خیمے کی طرف چل پڑا۔

ہندوستان کے شہر بھارت میں ایک روز تیز طوفانی اور موسلا دھار بارش ہوئی اور اس بارش کے ساتھ ہولناک طوفان بھی آیا جس نے بڑے بڑے درختوں کو جڑ سے اکھاڑ دیا۔ اوشا دیوی کے مندر کے باہر پیپل کا وہ پرانا درخت بھی جڑ سے اکھڑ کر زمین پہ آ رہا جس کی جڑوں کے پاس وہ برتن دفن تھا جس میں عزازیل نے اپنے عمل کے ذریعے ابلیکا کو بند کر رکھا تھا۔ درخت کے جڑ سے اکھڑنے اور زمین پہ گرنے کی وجہ سے ابلیکا والا وہ برتن بھی زمین سے باہر آ گیا۔

بارش کے دوسرے روز بھارت شہر کے دو لکڑہارے اس درخت کو کاٹنے کے لیے آئے اور ابھی وہ درخت کو کاٹنے کا عمل شروع کرنے ہی والے تھے کہ اس برتن کے اندر سے انہیں ابلیکا کی ہلکی سی آواز سنائی دی:

اُے مہربان رحم دل لکڑہارو! میرا نام ابلیکا ہے۔ ابلیس نے ایک ہولناک عمل کے ذریعے مجھے اس برتن میں بند کر دیا تھا جو اس وقت درخت کی ان جڑوں کے پاس پڑا ہے۔ تم اس برتن کو اٹھا کر اس قدر زور سے زمین پہ مارو کہ یہ ٹوٹ جائے اور اس کے اندر کی مٹی بکھر جائے۔ تمہارے ایسا کرنے سے میں آزاد ہو جاؤں گی۔ اور سنو! میں ایک بے ضرر روح ہوں۔ اگر تم نے مجھے آزادی دلا دی تو میں اوشا دیوی کے اس مندر کے اندر سے تمہیں اسقدر نقدی لا کر دوں گی کہ تم دونوں کی زندگی آرام و سکون اور فراغت اور خوشحالی سے گزر جائے گی"۔

دونوں لکڑہارے یہ آواز سن کر خوفزدہ ہو گئے اور پیچھے ہٹ گئے۔ ابلیکا نے پھر ان لکڑہاروں کی منت سماجت کی اور کہا:

اُے نیکدل لکڑہارو! خوفزدہ نہ ہو۔ میں ایک روح ضرور ہوں۔ پر تمہیں کوئی نقصان نہ پہنچاؤں گی تم آگے بڑھ کر جڑوں کے پاس پڑے برتن کو اٹھاؤ اور زور سے زمین پہ پٹخ دو"۔

دونوں لکڑہاروں نے اس بار ہمت کی۔ ایک دوسرے کی طرف غور سے دیکھا۔ آنکھوں ہی آنکھوں میں کوئی فیصلہ کیا اور پھر قدرے جھجک کر آگے بڑھے۔ ان میں سے ایک نے برتن کو اٹھا کر اپنے دونوں ہاتھوں پہ فضا میں بلند کیا اور پورے زور سے درخت کے تنے پہ پٹخ دیا۔

لکڑہارے کے اس عمل سے برتن ٹوٹ گیا۔ اور اس کے اندر بھری ہوئی مٹی بکھر گئی۔

اس کے ساتھ ہی فضا کے اندر ایک ہولناک چنگھاڑ سنائی دی جیسے بادل زور سے گرجے ہوں۔ یا صحرا میں تیز آندھیوں نے ریت کے ٹیلوں کو اکھاڑ پھینکنا شروع کر دیا ہو۔

دونوں لکڑہاروں نے کانوں میں انگلیاں ٹھونس کر آنکھیں بند کر لیں۔ پھر فضا میں خاموشی اور سکوت

طاری ہو گیا۔

دونوں لکڑہارے کچھ سنبھل کر پیچھے ہٹے اور پھر اپنے کلہاڑے سنبھال کر درخت کو کاٹنے کا عمل شروع کرنے ہی والے تھے کہ ان دونوں کے پیروں کے پاس نقدی سے بھری ہوئی چمڑے کی ایک ایک تھیلی آ گری۔

اس کے ساتھ ہی ابلیکا کی آواز ان کی سماعت سے ٹکرائی:

'اے میرے عزیز، مہربان اور نیک دل لکڑہارو! نقدی کی یہ تھیلیاں تم دونوں کا انعام ہے جس کا میں نے تم دونوں سے وعدہ کیا تھا۔ اے میرے مہربانو! تمہاری کوششوں سے میں آزاد ہوئی ہوں میں تم دونوں کی ممنون ہوں۔ اب تم یہ نقدی کی تھیلیاں اٹھاؤ اور اپنے گھروں کو جاؤ۔ ان میں اس قدر نقدی ہے کہ تم دونوں اپنے اہلِ خانہ کے ساتھ بے فکری اور معاش کی کشمکش سے آزاد ہو کر پُرسکون زندگی بسر کر سکتے ہو۔ پر اے میرے محسنو! اس حادثے اور نقدی کی ان تھیلیوں کا کسی سے ذکر نہ کرنا۔ ورنہ لوگ تم سے یہ نقدی چھین لیں گے۔ اب تم جاؤ اور اپنے اپنے حصے کی نقدی کو رازداری کے ساتھ اپنے استعمال میں لاؤ۔'

دونوں لکڑہاروں نے نقدی کی تھیلیاں اٹھا لیں۔ پھر کلہاڑوں کو کندھوں پر رکھے وہ واپس گھروں کو چل دیے۔

○

کفتوری سردار طوج اور اس کی حسین بیٹی حرنیطہ یوناف کو اپنے خیمے میں لائے۔ یوناف نے دیکھا سردار کے خیمے کے باہر آگ کا الاؤ روشن تھا۔ پاس ہی لکڑیوں کے ڈھیر لگے تھے اور کچھ لوگ الاؤ کو روشن رکھے ہوئے تھے۔

یوناف جان گیا کہ وہ آگ کا مقدس الاؤ تھا جس کی وہ لوگ پرستش کرتے تھے۔ خیمے کے اندر داخل ہو کر یوناف نے یہ بھی جائزہ لیا کہ خیمہ اونٹوں کی کھال سے بنا ہوا تھا اور بہت بڑا تھا جسے ریشمی پردوں کی دیواریں کھڑی کر کے کئی کمروں میں تقسیم کر دیا گیا تھا۔

جس کمرے میں وہ تینوں اس وقت موجود تھے وہ شاید دیوان خانے کے طور پر استعمال ہوتا تھا کیونکہ اس کمرے کے وسط میں ایک گڑھے کے اندر آگ جل رہی تھی اور سخت سردی میں بھی کمرہ خوب گرم ہو رہا تھا۔ آگ کے اردگرد بیٹھنے کے لیے پورے کمرے میں دباغت کیا ہوا چمڑا بچھایا گیا تھا۔

طوج اور حرنیطہ دونوں باپ بیٹی گڑھے میں جلتی اس آگ کے پاس چمڑے کی چٹائی پر بیٹھ گئے طوج نے یوناف کا ہاتھ پکڑ کر اپنے پاس بٹھا لیا۔ پھر اس نے پوچھا:

'اے اجنبی! اب بتا تو کون ہے۔ کس سرزمین سے آیا ہے اور ان صحراؤں کے اندر تیری کیا غرض و غایت ہے۔ میرا کوئی بیٹا نہیں ہے۔ میری بیوی مر چکی ہے اور میں اب بوڑھا ہو چکا ہوں۔ اگر تم پسند کرو تو میں تمہیں ان صحرائی قبائل کے یہاں جمع ہونے کی وجہ بتا دوں۔'

یوناف نے مسکراتے ہوئے کہا:

'اس کی ضرورت نہیں ہے اس لیے کہ میں جانتا ہوں یہ سب صحرائی قبائل ان خزانوں کی تلاش میں یہاں آئے ہیں جو اسبوبیہ کے لشکر کے ساتھ اس صحرا میں دفن ہیں۔'

یوناف کے جواب پر طوج مسکرا دیا اور بولا:

'اگر تمہیں ان سارے حالات کی پہلے سے خبر ہے تو پھر اپنے بارے میں تفصیل سے کہو کیونکہ مجھے اور میری بیٹی کو اطمینان ہو۔'

'میرا نام یوناف ہے۔'

یوناف اپنے بارے میں بتاتے ہوئے بولا:

"میرا تعلق مصر کے شہر ممفس سے ہے۔ میں ایک ساحر ہوں۔ اس کے علاوہ میرے پاس اور بھی سری قوتیں ہیں جن کی وجہ سے میں لوگوں کے اندر فوق البشر صورت اختیار کر لیتا ہوں۔ میرے ایک ساحر دوست نے مجھے اطلاع دی تھی کہ اس صحرا میں مختلف قبائل اسبوبیہ کے خزانوں کی تلاش میں جمع ہو گئے۔ میرے ادھر آنے کا مقصد ان خزانوں کی تلاش نہیں ہے بلکہ میں اپنے ایک دشمن کی تلاش میں آیا ہوں۔ یہ دشمن ابلیس کا ایک ساتھی شبر ہے۔ اس نے ایک موقع پر فلسطینیوں کے شہر وجون سے مجھے جلاوطن کرا دیا تھا سو اس سے انتقام لینے کی خاطر میں نے ان صحراؤں کا رخ کیا۔

اور اے سردار طوج! تم جانتے ہو ابلیس کا یہ ساتھی اور میرا دشمن شبر کون ہے۔ یہ وہی ہے جو تمہارے دشمن قبیلے عناص کے ساحر عامری کے ساتھ آیا تھا۔ اب میں نے اسے اپنے ایک سری عمل کے ذریعے ابلیس کے ساتھی شبر کو اپنے خنجر کی نوک میں اسیر کر لیا ہے۔ اب میں اسے ایک ایسی اذیت میں مبتلا کروں گا کہ یہ نہ جیے گا نہ مرے گا۔

یہ تم لوگ جو میرے خنجر کی نوک میں ابھرتی چنگاریوں کو دیکھ رہے ہو یہ شبر کی یہاں اسیری کے

باعث ہیں۔"

یوناف ذرا رکا پھر کہنے لگا:

"اے سردار طوج! ان صحراؤں میں داخل ہونے کے بعد سامری کے ایک ساتھی ساحر نے کہ جس کا نام اثمان ہے اور جو میرے عقید تمندوں میں سے ہے، مجھے تفصیل سے بتایا کہ صحرا کا یہ حصہ کفتوری قبیلے کی ملکیت ہے اور دوسرے قبائل زبردستی یہاں آ گھسے ہیں لہٰذا اے سردار! میں ان ظالموں کے مقابلے میں تمہاری پوری پوری مدد کروں گا۔"

"آہ یوناف! جس بات کے لیے میں تم سے التماس کرنا چاہتا تھا وہ بات تم نے خود ہی کہہ دی۔"

طوج نے یوناف کے کندھے پر شفقت اور پیار سے ہاتھ رکھتے ہوئے کہا:

"اور اے یوناف! میں تمہارا ممنون ہوں کہ تم میری اور میرے قبیلے کی مدد پر آمادہ ہو گئے ہو۔ اور سنو میں نے کسلوحی قبیلے کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا ہے۔ ایک تو میری بیوی اور حریلطہ کی ماں اس قبیلے سے تھی اور دوسرے کسلوحی میرے ساتھ مخلص اور ہمدرد بھی ہیں۔ اے یوناف! یہ جو تم ہماری مدد اور اعانت پر رضامند ہوئے ہو تو اس کے لیے میں تمہاری یہ خدمت کروں گا کہ ان صحراؤں سے حاصل ہونے والے خزانوں میں سے ایک بہت بڑا حصہ تمہاری نذر کروں گا۔"

یوناف نے اس کا کندھا تھپتھپایا اور بولا:

"اے سردار! میں کسی خزانے کی حرص یا لالچ کے تحت تمہاری مدد پر آمادہ نہیں ہوا۔ میں بغیر کسی معاوضے اور اجر کی توقع کے تمہاری مدد کروں گا۔ صحرا کے اس حصے کے تم مالک ہو لہٰذا یہاں دفن خزانوں سے استفادہ کرنے کے بھی تم ہی حقدار ہو اور میں اس سلسلے میں تمہارے دشمنوں کے خلاف تمہارا بھرپور ساتھ دوں گا۔"

طوج سرخوشی کے عالم میں اٹھا اور یوناف سے کہا:

"اے یوناف! میرے محسن!! تم تھوڑی دیر یہاں بیٹھو۔ میں اور حریلطہ کفتوری اور کسلوحی قبائل کو یہ خوشخبری سنا کر آتے ہیں کہ عنامی اور فترومی قبائل کی طرح تمہاری صورت میں ہمارے پاس بھی ایک زبردست سحری قوت ہے۔ اگر ہمارے دشمنوں کے پاس سامری اور اس کے ساتھی ہیں تو تم ان سب پہ بھاری ہو۔"

"اور اے یوناف! گزشتہ جنگوں میں جو کہ ہمارے دشمن قبائل کے ساتھ ہوئیں، ان میں چونکہ ہم زیردست رہے ہیں اس لیے ہمارے قبائل کے عورتیں کیا اور مرد کیا، ایک طرح سے سب ہی

ان حالات میں پریشان ہیں لیکن جب ہم انہیں تمہارے متعلق بتائیں گے تو ان کے حوصلے بلند ہو جائیں گے اور وہ دشمنوں کے خلاف پھر کمربستہ ہو جائیں گے۔

اے یوناف! میں سمجھتا ہوں کہ تمہارے آنے سے ہمارے قبائل میں ہمت و قوت کی ایک نئی روح دوڑ جائے گی۔"

طوج خاموش ہوا تو حسین و پرکشش حریلطہ نے پہلی بار یوناف کو مخاطب کر کے گہری مسکراہٹ اور دلآویزی سے کہا:

"کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم دونوں باپ بیٹی اپنے لوگوں کو خوشخبری سنا کر واپس آئیں تو تم مافوق البشر انداز میں یہاں سے غائب ہو چکے ہو۔ اگر ایسا ہوا تو ہمیں سخت ندامت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ کیا میں امید رکھوں کہ تم یہاں سے غائب نہ ہو گے؟"

یوناف نے ایک زوردار قہقہہ لگایا پھر کہا:

"اے بنت طوج! کیا تم مجھے ایسا ہی غیر ذمہ دار اور متلون مزاج خیال کرتی ہو۔ مطمئن ہو کر جاؤ۔ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ جب تم واپس لوٹو گی تو میں تمہیں یہیں ملوں گا۔ ضرورت کے ان لمحات میں میں اس قدر جلدی بھاگنے والا نہیں ہوں تاوقتیکہ تم خود ہی مجھے یہاں سے جانے کو نہ کہہ دو۔"

حریلطہ کے سرخ لبوں پر قاتل مسکراہٹ بکھر گئی:

"میں تو کبھی بھی تمہیں یہاں سے جانے کو نہ کہوں۔ بلکہ میری تو یہ خواہش ہے۔ میں تم سے التماس و التجا کروں گی کہ تم ہمیشہ کے لیے یہیں رہ جاؤ۔"

یوناف بولا:

"تمہاری یہ خواہش غور طلب ہے۔ بہرحال ابھی تو تم دونوں جاؤ۔ پھر اس موضوع پہ بعد میں گفتگو کریں گے۔"

طوج اور حریلطہ دونوں باپ بیٹی خیمے سے باہر نکل گئے۔

○

طوج اور حریلطہ ابھی اپنے خیمے سے نکلے ہی تھے کہ یوناف نے اپنی گردن پہ ابلیکا کا لمس محسوس کیا۔ وہی حریری اور ریشمی لمس جو یوناف کی نس نس اور روم روم میں ایک دل پسند لذت اور

اور روحانی اطمینان و قلبی سکون طاری کر دیتا تھا۔

ابلیکا کے اس حریری لمس پر یوناف یوں چونکا جیسے اس کی امید و توقع کے خلاف کوئی بہت بڑی خوشی حاصل ہو گئی ہو۔

اس کے ساتھ ہی یوناف پکار اٹھا:

"ابلیکا! ابلیکا! تم کیسی ہو۔ کہاں رہی ہو میری حبیبہ! ان گنت بار تمہیں یاد کیا۔ آوازیں دے دے کر پکارا لیکن کوئی ردِ عمل نہ ہوا۔ کیا تم میرے ساتھ ناراض ہو گئی تھیں۔"

ابلیکا نے جب کوئی جواب نہ دیا تو یوناف نے اپنی گردن کو جھنجھوڑ ڈالا اور پوچھا:

"تم بولتی کیوں نہیں ہو؟"

اس بار ابلیکا کی کرب و درد اور شکووں سے بھرپور آواز ابھری:

"یوناف! یوناف! میرے حبیب! تم انتہائی بے مروت ہو۔ ویسے تو تم مجھے اپنی محبوبہ، اپنی جان اور اپنی روحانی بیوی کہہ کر پکارا کرتے تھے لیکن اتنا عرصہ میری خبر تک نہ لی کہ میں کس کرب اور کس عذاب میں گرفتار رہوں۔"

اس کے بعد ابلیکا نے عزازیل کے جال میں پھنسنے اور پھر لکڑہاروں کے ذریعے رہائی پانے تک کے سارے حالات کہہ دیے۔

ابلیکا کے حالات سن کر یوناف اداس ہو گیا اور اس کی گردن جھک گئی۔ ابلیکا نے اس کی یہ حالت دیکھتے ہوئے نرمی اور محبت سے کہا:

"اب تم بولتے کیوں نہیں۔ گردن کیوں جھک گئی ہے۔"

یوناف نے گردن اٹھائی اور کہا:

"اے ابلیکا! پہلے میرے حالات بھی غور سے سنو۔ پھر فیصلہ کرنا کہ اس معاملے میں میرا کوئی قصور ہے یا نہیں۔"

ابلیکا کی محبتوں اور چاہتوں میں ڈوبی ہوئی آواز سنائی دی:

"اچھا کہو۔ کیا کہتے ہو۔"

جواب میں یوناف نے ابلیس اور عارب کے ہاتھوں لوہے کے پنجرے میں قید کیے جانے سے لے کر اب تک کے سارے حالات تفصیل سے سنا ڈالے۔ پھر پوچھا:

"ابلیکا ابلیکا! اب بتاؤ کیا اس میں میرا کوئی جرم اور قصور ہے؟"

یوناف کی اس داستان کے جواب میں ابلیکا نے مسکراتی اور کھلکھلاتی ہوئی آواز میں کہا:

"یوناف۔ میرے حبیب! قصور تمہارا ہے نہ میرا۔ ہم دونوں ہی اپنی اپنی جگہوں پر بے بس اور مجبور تھے۔"

چند ثانیوں تک یوناف خاموش رہ کر کچھ سوچتا رہا پھر ابلیکا کو مخاطب کر کے بولا:

"اے ابلیکا! میری حبیبہ! شروع شروع میں جب میری تمہاری راہ و رسم ہوئی تھی اور تم میرے ساتھ وابستہ ہوئی تھیں تو میں نے تم سے دو سوال کیے تھے۔ ایک یہ کہ تمہاری اصلیت کیا ہے اور اس کائنات کے اندر بندوں میں سے تمہارا کس جسم کے ساتھ تعلق رہا ہے اور دوسرا یہ کہ کیا ایسا ممکن نہیں کہ جب تم میرے پاس آتی ہو اور میرے لیے مختلف انواع کے کام سرانجام دیتی ہو اس وقت میں تمہارے سراپا کو دیکھ سکوں؟ آج میں ایک بار پھر تم سے یہی دو سوال کرتا ہوں۔"

خیمے کے اندر چند لمحوں تک سکوت رہا پھر ابلیکا کی آواز یوناف کی سماعت سے ٹکرائی:

"یوناف! میرے حبیب! اپنے پہلے سوال کے لیے کسی مناسب وقت کا انتظار کرو۔ رہا تمہارا دوسرا سوال تو اسے میں آج حل کر دوں گی۔

اے میرے حبیب! میں تم سے ایک بات یہ بھی کہنا چاہتی تھی کہ میرے اور تمہارے درمیان ایسا تعلق ہونا چاہیے کہ اگر میں کسی کرب میں ہوں تو تم بھی میری مدد کر سکو اور یہ جان سکو کہ میں کہاں اور کس حال میں ہوں۔ اس طرح ہم دونوں کو علیحدہ کرنا ناممکن نہیں تو بے حد مشکل ضرور ہو جائے گا۔"

ابلیکا نے ایک بار پھر یوناف کی گردن پر اپنا لمس دینے کے بعد اپنا سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے رازداری سے کہا:

"اے میرے حبیب! ذرا اپنی گود کی طرف نگاہ کرو۔"

یوناف نے فوراً اپنی گود کی طرف دیکھا تو وہاں ایک درخت کا پتہ پڑا تھا۔ یوناف نے اسے اٹھا لیا۔ ساتھ ہی ابلیکا کی آواز پھر ابھری:

"اے یوناف! اس پتے پر دو طرح کی تحریریں ہیں۔ اگر تم اوپر والی تحریر پڑھا کرو گے تو میں تمہیں ہیولے کی صورت میں دکھائی دیا کروں گی لیکن ایک بات یاد رکھنا کہ میں جس وقت آ کر تمہاری گردن پر اپنا لمس دیتی ہوں اس وقت میرا روپ کچھ اور ہوتا ہے اسی طرح جب مختلف مواقع پر میں تمہاری مدد کو آتی ہوں اس وقت ضرورت اور موقع محل کے اعتبار سے میرا روپ کچھ اور ہوتا ہے۔ میرے ان گنت روپوں میں سے میرے کچھ روپ بھیانک اور وحشت ناک ہوں گے لہٰذا تم سے التماس ہے کہ ایسے روپوں سے مجھ سے متنفر

اور بیزار نہ ہو جانا۔

اور یہ جو نیچے والی تحریر ہے یہ تم اس وقت استعمال کرنا جب ہم دونوں میں کوئی ایسی جدائی اور علیحدگی ہو جائے جیسی گزشتہ دنوں میں ہو گئی تھی۔ اس تحریر کی وجہ سے میں جہاں کہیں بھی ہوں گی، تمہیں دکھائی دوں گی۔ تمہاری آواز کو سنوں گی اور تمہیں جواب بھی دوں گی۔ ان حالات میں تم بھی مجھے دکھائی دو گے۔"

اس موقع پر یوناف نے اشتیاق سے پوچھا:

"کیا میں تمہیں تمہارے اصل نسوانی روپ میں بھی دیکھ سکوں گا، اگر یہ ممکن ہے تو اپنے اس نسوانی روپ میں مجھے عمر کے کس حصے میں دکھائی دو گی۔"

جواب میں ابلیکا کی مسکراتی ہوئی آواز بلند ہوئی:

"اب تم اکثر مجھے میرے نسوانی روپ میں ایک ہیولے کی مانند دیکھو گے اور میرا یہ نسوانی روپ ایک سولہ سترہ برس کی نوجوان لڑکی کا ہو گا کیونکہ اسی عمر میں میں اپنے جسم سے جدا ہوئی تھی۔"

یوناف بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے بولا:

"اے ابلیکا! میں نے وہ چمڑے والی تحریر بھی زبانی یاد کر لی تھی۔ اب ان دونوں تحریروں کو بھی ازبر کر لیتا ہوں۔"

یوناف وہ دونوں تحریریں یاد کرنے لگا جبکہ ابلیکا اسے پھر مخاطب کر کے بولی:

"اے یوناف! میرے حبیب! میں اس وقت یہاں آئی تھی جب تم سامری سے الجھے تھے اور بشر کو تم نے اپنے خنجر کی نوک میں اسیر کر لیا تھا۔ لیکن میں نے اس وقت تمہاری گردن پر اپنا لمس نہ دیا کیونکہ میں تمہارے پاس تنہائی میں آ کر کھل کر شکوہ شکایت کرنا چاہتی تھی۔ یہاں آ کر میں جان گئی ہوں کہ یہ قبائل کس غرض سے یہاں جمع ہیں۔ . . . . ."

اسی وقت یوناف نے خوشی سے نعرہ مارنے کے انداز میں کہا:

"او رلے ابلیکا! میں نے ان تحریروں کو زبانی یاد بھی کر لیا ہے۔ اب میں اس تحریر کو استعمال کر کے تمہیں اپنے سامنے دیکھوں گا اور یہ کہوں گا کہ پہلی بار اس وقت تم میرے سامنے اپنے اصل یعنی نسوانی روپ میں آنا کیونکہ . . . . ."

یوناف کہتے کہتے خاموش ہو گیا کیونکہ اس موقع پر ابلیکا کی فکرمندی آواز آئی اور اس نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا:

"یوناف! یوناف! اٹھو اور اس خیمے سے باہر نکلو۔ سامری کے ذریعے عزازیل کو خبر ہو گئی ہے کہ تم نے بشر کو اسیر کر لیا ہے اس لیے وہ اسے چھڑانے آ رہا ہے۔ اپنے ساتھیوں کے ساتھ وہ انتہائی غضب ناک حالت میں ہے۔ اور وہ تمہیں نقصان پہنچا کر بشر کو اپنے ساتھ لے جانے کا پکا عزم کیے ہوئے ہے۔"

یوناف بھاگ کر خیمے سے باہر نکلا۔ اس کے اس طرح گھبرا کر باہر آنے پر آگ کو روشن رکھے ہوئے جوان بھی گھبرا کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ یوناف نے تحریروں والا پتہ آگ میں ڈال دیا کیونکہ ان کو وہ زبانی یاد کر چکا تھا۔ اس موقع پر سردار طوج اور حریطہ بھی واپس آ گئے۔

حریطہ نے فکرمندی سے یوناف سے پوچھا:

"آپ اس قدر جلدی میں کہاں جا رہے ہیں؟"

یوناف نے تیز تیز لہجے میں کہا:

"تم دونوں باپ بیٹی ایک طرف ہٹ کر کھڑے ہو جاؤ۔ سامری ابلیس اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ اسی طرف آ رہا ہے۔ ابلیس اپنے ساتھی کو مجھ سے چھڑا کر لے جانا چاہتا ہے۔ میں خیمے سے باہر ہی ابلیس اور اس کے ساتھیوں کا سامنا کروں گا۔"

طوج اور حریطہ گھبرا کر ایک طرف ہٹ گئے اور آگ کے پاس بیٹھے جوانوں کے علاوہ قبیلے کے اور بہت سے لوگ بھی وہاں آ جمع ہوئے۔

اس دوران ابلیکا کی آواز یوناف کی سماعت میں رس گھول گئی:

"اے یوناف! ایک بار اس تحریر کا عمل کرنے کے بعد تم مجھے اس وقت تک دیکھ سکو گے جب تک تم پلکیں نہ جھپکو۔ اگر تم نے پلک جھپکی تو یہ عمل دوبارہ کرنا پڑے گا۔"

یوناف نے اثبات میں گردن ہلا دی۔

اس کے بعد پھر ابلیکا کی آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی:

"یوناف! میرے حبیب! دائیں طرف کھلی جگہ پر جا کر کھڑے ہو جاؤ۔ ابلیس اپنے ساتھیوں کے ساتھ اب قریب آ گیا ہے۔ سامری بھی ان کے ساتھ ہے۔ میں اب اپنا روپ بدلنے لگی ہوں۔ تمہارے قریب ہی بائیں طرف رہوں گی۔ تم فکرمند نہ ہونا۔"

اس کے ساتھ ہی ابلیکا یوناف کی گردن پر اپنا حریری لمس دیتی ہوئی علیحدہ ہو گئی۔

اسی لمحے عزازیل اپنے ساتھیوں کے ساتھ یوناف کے سامنے نمودار ہوا۔ سامری بھی ان سب کے

ساتھ تھا۔

یوناف نے فوراً اپنی تلوار کھینچ کر اس پر عمل کر لیا۔ اب اس کے ایک ہاتھ میں تلوار اور دوسرے میں خنجر تھا جس کی نوک میں تیزابیر تھا۔

اس موقع پر یوناف نے وہ تجربہ دہرائی جس کی وجہ سے وہ ابلیکا کو دیکھ سکتا تھا۔ تجربہ دہرانے کے بعد جب اس نے اپنے بائیں طرف دیکھا تو دنگ رہ گیا۔ صحرا کے اندر ابلیکا ایک بہت بڑے اژدہا کی صورت میں کھڑی تھی۔ اژدہے کا پھن جو کسی چٹان کی طرح تھا کئی گز تک زمین سے اوپر اٹھا ہوا تھا۔ اس نے یہ بھی دیکھا کہ اژدہے کی آنکھیں مسلسل عزازیل پر جمی ہوئی تھیں۔

قریب آ کر عزازیل نے جب یوناف پر اپنا وار کرنا چاہا تو اسی لمحہ اژدہے نے اپنا بہت بڑا اور بھیانک منہ کھولا۔ اور پھر اس کے منہ سے تیز طوفان کی صورت میں اس زور سے آگ نکلی کہ اس آگ نے آندھی کی طرح صحرا کی ریت کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا۔

اس آگ کی آندھی کے باعث جو ریت کے ذرے فضا میں اڑے وہ بھی تپ کر انگاروں کی طرح سرخ ہو گئے تھے۔ پھر یہ آتشیں آندھی ابلیس کی طرف لپکی اور اس زوردار انداز سے پُر قوت طریقے سے لپکی کہ ابلیس انتہائی بے بسی کے عالم میں پتنگ کی طرح فضا میں بلند ہو گیا تھا۔

صحرا میں ابلیس کے اس طرح بے بسی سے فضاؤں کے اندر پتنگ کی طرح بلند ہونے اور ابلیکا کی طرف سے آگ کا طوفان نمودار ہونے کے حیرت انگیز اور خرق عادت انکشافات دیکھ کر کسلوحی اور کفتوری قبائل کے لوگوں میں خوف و ہراس اور وحشت و ویرانی طاری ہو گئی تھی۔ ایسے محرکات پہلے کبھی ان کے دیکھنے میں نہیں آئے تھے لہٰذا وہ ایک دوسرے سے حیرت و تعجب اور پریشانی و خدشات کا اظہار کر رہے تھے۔ جبکہ سردار طوج اور جرنیطہ یوناف کو اپنا ہمدرد اور مخلص دکھاتی بتا کر لوگوں کو پُر سکون اور مطمئن رکھنے کی کوشش کر رہے تھے۔

عزازیل نے ابلیکا کی طرف سے نکلنے والی طوفانی آگ کی وجہ سے فضا میں بلند ہونے کے بعد ابلیکا کے خلاف جوابی کارروائی کی ابتدا کی اور فضا میں ہی شہاب ثاقب کی طرح آگ کے ایک گولے کی صورت اختیار کر گیا۔ اس کے ساتھ ہی اس کے چاروں ساتھی بھی اس کی مدد کرنے کے لیے اسی جیسے شراروں کی صورت اختیار کر کے فضا میں اس سے جا ملے تھے۔

اب ساری صحرا میں اکیلا کھڑا یہ بھیانک منظر دیکھ رہا تھا۔ یوناف بھی اپنی آنکھوں کو ساکت رکھے یہ ہولناک منظر دیکھ رہا تھا۔

اچانک یوناف پر حیرانی طاری ہونے لگی کیونکہ اس نے دیکھا کہ ابلیکا نے اپنی ہیئت بدل لی تھی۔ اب اس نے اس اژدہے سے کمتر درجے کے اژدہے کی صورت اختیار کر لی۔ پھر وہ تیزی سے یوناف کی طرف آئی اور اپنے آپ کو اس کے جسم کے گرد بل دینے لگی۔ یوں اس نے بغلوں تک یوناف کو اپنے بلوں میں چھپا لیا۔

پھر ابلیکا یوناف کے کندھے کے اوپر سے اپنا پھن بالکل اس کے منہ کے پاس لے آئی۔ یوناف نے پھن کو چوم لیا۔ پھر وہ پھن کے بعد اس کے نچلے حصے کو بھی چومنے لگا۔ یہ دیکھ کر ابلیکا نے مسکراتی ہوئی آواز میں اسے کہا:

"گدگدی نہ کرو یوناف! دیکھو عزازیل ہم پر حملہ آور ہونے والا ہے۔ میں نے تمہیں اپنے بلوں میں اس لیے چھپا لیا ہے کہ ان کے سامنے ہم دونوں ایک ہی ہدف کی صورت میں ہوں تاکہ ان سب کو یک لخت حملہ آور ہونے میں دشواری محسوس ہو۔ اگر ہم دونوں الگ الگ ہوتے تو وہ دو حصوں میں بٹ کر اور کھل کر کارروائی کر سکتے تھے۔ اب وہ پانچوں اگر یک وقت ہماری طرف آئیں گے بھی تو احتیاط سے کیونکہ ان کے آپس میں بھی ٹکرانے کا اندیشہ ہے۔ پھر ہم دونوں ایک ہو کر اپنی قوتوں کو یکجا اور مربوط کر کے زیادہ محفوظ رہ سکتے ہیں۔ اب جبکہ وہ ہم پر حملہ آور ہونے والے ہیں تو تم ان کے خلاف اپنی یہ سحر زدہ تلوار اور اپنی سری قوتوں کو کھل کر استعمال کرنا۔ ابلیس اور اس کے ساتھیوں کو اس پر بھی حیرت ہو رہی ہے کہ میں زمین کے اندر دفن برتن سے نکل کر تمہارے پاس کیسے آ گئی ہوں۔ بہرحال ہم دونوں مل کر انہیں نقصان سے دوچار کریں گے اور یوں ان پر ثابت ہو جائے گا کہ ہم دونوں پر ہاتھ ڈالنا اب اس قدر آسان اور سہل نہیں ہے۔"

اس لمحے یوناف نے اپنا تلوار والا ہاتھ ابلیکا کے پھن پر پیار و محبت کے ساتھ پھیرتے ہوئے اک لذت و سرخوشی سے کہا:

"اے ابلیکا! میری حبیبہ جی چاہتا ہے کہ تم یونہی ہمیشہ کے لیے مجھ سے لپٹی رہو اور میں یونہی ایک ستون کی طرح خاموش کھڑا تمہارے اس حریری لمس سے لطف اندوز ہوتا رہوں۔"

ابلیکا مسکراتی ہوئی تلذذ آمیز آواز میں بولی:

"زیادہ جذباتی ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ ادھر دیکھو عزازیل اپنے ساتھیوں کے ساتھ جلتے ہوئے شعلوں کی مانند ہم دونوں پر جھپٹنے کو ہے۔ اپنی تلوار بلند کر لو اور اپنا خنجر بچا رکھو جس کی نوک میں تم نے شر کو اسیر کر رکھا ہے۔"

گو رات ہو جانے کے باعث صحرا میں چاروں طرف تاریکیاں پھیل گئی تھیں لیکن اس کے باوجود اس مقدس آگ کے بڑے الاؤ کے علاوہ وہاں جلتی ان گنت مشعلوں کی روشنی میں قبائلی لوگ اس مقابلے کو پریشانی، فکرمندی اور تجسس کے ملے جلے جذبوں سے دیکھ رہے تھے۔

اچانک عزازیل اپنے ساتھیوں سمیت آسمان سے ٹوٹنے والے ستاروں کی طرح ابلیکا اور یوناف کی

طرف جھپٹا۔

یوناف نے اپنی سحری ہوئی تلوار اٹھا اور ابلیکا کے اوپر یوں گھمانی شروع کر دی جیسے کوئی انسان کوؤں سے بچنے کے لیے اپنے کسی کپڑے کو گول چکر میں اپنے سر کے اردگرد گھماتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی ابلیکا کے منہ سے بھی آگ کا ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ یہ دیکھ کر ابلیس اپنے ساتھیوں سمیت فضا ہی میں رک گیا۔ پھر وہ سب انسانی صورت میں زمین پر آتے اور سامری کو اپنے ساتھ لے کر وہاں سے غائب ہو گئے۔

اب ابلیکا نے یوناف کے بدن کے گرد سے اپنے بل کھول دیئے۔ پھر اس نے یوناف کی گردن پر اپنا لمس دیا اور ساتھ ہی اس کی قند بھری آواز ابھری:

"اے میرے حبیب! تم کب تک اپنی آنکھوں کو یوں ہی ساکت رکھے کھڑے رہو گے۔ بزدل عزازیل اپنے ساتھیوں اور سامری کے ساتھ بھاگ گیا ہے۔ تم مجھے دیکھنے کی خاطر کب تک اپنی آنکھیں جھپکے بغیر خود کو اس اذیت میں مبتلا رکھو گے۔ میں تمہیں چھوڑ کر بھاگ تو نہیں رہی جو تم یوں مسلسل مجھ پر نظریں جمائے ہوئے ہو۔"

یوناف نے دیکھا اس وقت ابلیکا ایک انتہائی خوبصورت اور گلابی رنگ کے باریک سانپ کی صورت میں اس کی گردن کے گرد بل کھا رہی تھی اور اپنا منہ اس نے یوناف کے کان کے ساتھ لگا رکھا تھا۔ ابلیکا کی بات پر یوناف مسکرایا۔ اس نے اپنی پلکیں جھپکائیں اور بولا:

"اے ابلیکا! میری حبیبہ! تمہارا یہ گلابی اور باریک ریشمی سانپ کا روپ بھی مجھے بے حد پیارا لگا ہے۔ تمہاری ہر صورت اور ہر روپ میرے لیے پرکشش، جذباتی اور دلربا ہے۔ اے ابلیکا! میں اپنی ذات کو مکمل طور پر تمہاری ذات سے وابستہ کر چکا ہوں۔"

چند ثانیے خاموش رہ کر یوناف ابلیکا سے کسی ردعمل اور جواب کی توقع کرتا رہا مگر ابلیکا نے کوئی جواب نہ دیا تب یوناف نے پوچھا:

"اے ابلیکا! تم بولتی کیوں نہیں ہو۔ کیا تم میری باتوں کا برا مان گئی ہو۔"

جواب میں ابلیکا کی خوش گوار آواز سنائی دی:

"اے یوناف! میرے حبیب! ایسی کوئی بات نہیں۔ تم نے جن جذبات کا اظہار کیا ہے میں ان کی قدر کرتی ہوں اور ایسے ہی جذبات میں بھی تمہارے لیے رکھتی ہوں۔

اور سنو یوناف! اب جبکہ عزازیل ہم دونوں کو مربوط و متحد دیکھ کر بھاگ گیا ہے اب تم واپس خیمے

کی طرف چلو۔ وہ دیکھو۔ سردار طوج اور حریقہ تمہارے منتظر کھڑے ہیں۔ اس کے علاوہ اے میرے حبیب! ہمیں اب عزازیل اور اس کے چیلوں کی طرف سے زیادہ ہوشیار اور چوکس رہنا پڑے گا۔ وہ ضرور شر کو چھیڑانے کے لیے آئیں گے۔ اس کے ساتھ ہی دو کام بھی کرنا ہوں گے۔

اوّل یہ کہ ہمیں حسین حریقہ پر نگاہ رکھنی ہوگی۔ ہو سکتا ہے سامری کے کہنے پر عزازیل یا اس کے ساتھی اسے نقصان پہنچانے کی کوشش کریں یا اسے اٹھا لے جائیں لہٰذا ہم دونوں کو اس کی حفاظت کرنا ہوگی۔ اس لیے کہ اب ہم کسلوحی اور کفتوری قبائل کی مدد کا وعدہ کر چکے ہو۔

دوسرا کام یہ ہے کہ ہمیں اس صحرا میں دفن شدہ خزانوں کی نشاندہی بھی سردار طوج کو کرنا ہوگی تا کہ وہ تدریجی انداز میں ان خزانوں کو نکال کر وہ اپنے قبائل کی حالت سنوارنے اور دشمن کے مقابلے میں انہیں مضبوط اور مربوط کرتا رہے۔

تیسرا کام ہمارے ذمے یہ ہوگا کہ ہمیں دشمن قبائل کو یہاں سے بھگانا ہوگا اس کے دو فوائد ہوں گے اوّل یہ کہ عزازیل، سامری اور ان کے ساتھی ناکام و نامراد رہیں گے اور دوم یہ کہ کفتوری اور کسلوحی قبائل اپنے علاقے میں پُرامن زندگی بسر کر سکیں گے۔"

یوناف اب آہستہ آہستہ طوج کے خیمے کی طرف چل دیا۔

ابلیکا نے مزید کہا:

"اور اے یوناف! شاید تم نے ابھی تک اس خزانے کے محلِ وقوع کے متعلق سوچا بھی نہ ہوگا لیکن میں معلوم کر چکی ہوں کہ وہ خزانے کہاں پر دفن ہیں۔ ان خزانوں کے متعلق سامری بھی اپنے کئی سحری عمل کر چکا ہے لیکن ابھی تک اسے کامیابی نہیں ہوئی۔

عزازیل گو ان خزانوں کے متعلق جانتا ہے مگر وہ کسی کو بتائے گا نہیں اس لیے کہ اس نیکی کی تخفیف اور بدی کا پھیلاؤ اور تشہیر ہے اس لیے کہ جب تک خزانے نہیں ملتے یہ سب قبائل برسرِ پیکار رہیں گے اور بدی کے پھیلاؤ کا ذریعہ بنتے رہیں گے۔ عزازیل جانتا ہے کہ خزانے مل جانے پر قبائل کمزوروں پر غلبہ پا لیں گے اور ساتھ ہی یہ معاملہ ختم ہو جائے گا اور اس صحرا میں بدی کے پھیلاؤ کا کوئی ذریعہ نہ رہے گا۔"

"اور اے میرے عزیز! جس جگہ اس وقت کسلوحی اور کفتوری قبائل خیمہ زن ہیں اس سے تقریباً دو سو گز دور جنوب مغرب میں ان خزانوں کی ابتدا ہوتی ہے۔ چونکہ اسیویہ قبائل مشرق سے مغرب کی طرف جاتے ہوئے ریت تلے دفن ہو گئے تھے۔ یہ خزانے میری نشان دہی کردہ جگہ پر مغرب میں دور دور تک پھیلے ہوئے ہیں۔

اور یہ خزانے ریت کے اندر زیادہ گہرائی میں بھی نہیں ہیں۔ اگر کسلوحی اور کفتوری قبائل اپنے موجودہ پڑاؤ کو ختم کر کے دو سو گز جنوب میں جا خیمہ زن ہوں تو تقریباً سارے خزانے ان کے پڑاؤ کے نیچے آ جائیں گے۔ پھر یہ لوگ بڑی آسانی اور رازداری کے ساتھ اپنے پڑاؤ کو کھود کھود کر یہ خزانے حاصل کر سکیں گے۔"

یوناف چونکہ اب طوج کے قریب آ گیا تھا اس لیے اس نے ابلیکا سے کہا:

"اے ابلیکا! تم اپنی بات جاری رکھو۔"

اس دوران طوج نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور اسے لے کر خیمے کی طرف چل پڑا جبکہ ابلیکا اپنی بات کو جاری رکھتے ہوئے کہہ رہی تھی:

"یوناف! میرے حبیب! عنامی اور فتروسی قبائل کے لوگوں کو سمندر کے راستے کشتیوں کے ذریعے بھی امداد اور کمک پہنچ رہی ہے۔ ایسی ایک کمک مزید چند دنوں تک یہاں پہنچنے والی ہے۔ اگر ہم ان قبائل کے اس کمک کے ذریعے کو کاٹ دیں تب بھی ہم ان قبائل کو صحرا کے اس حصے سے پڑاؤ اٹھا کر بھاگنے پر مجبور کر سکتے ہیں۔"

ابلیکا پھر خاموش ہو گئی کیونکہ خیمے کے اندر جلتی آگ کے پاس وہ باعث کیے ہوئے چمڑے پر یوناف طوج اور حریقہ بیٹھ گئے تھے۔ پھر حریقہ نے اپنی شہد بھری آواز میں پوچھا:

"اے یوناف! یہ رات کی تاریکی میں فضاؤں کے اندر سے ٹوٹنے والے ستاروں کی طرح آپ پر حملہ آور ہونے والے کون تھے۔ اور آپ کے بائیں پہلو سے جو آگ کی ایک آندھی اٹھی تھی وہ کیسی تھی؟"

حریقہ کے سوالات پر یوناف مسکرایا اور بولا:

"یہ جو ٹوٹنے والے ستاروں کی مانند حملہ آور ہو رہے تھے وہ تو ابلیس اور اس کے ساتھی تھے جو ان صحراؤں میں سامری کی مدد کو آ گئے تھے اور آتشی آندھی ایک ایسی قوت کی طرف سے تھی جو ہر وقت میری مدد کے لیے میرے ساتھ رہتی ہے اور آج بھی اسی کی وجہ سے ابلیس اپنے ساتھیوں کے ساتھ ناکام و نامراد ہو کر بھاگا ہے۔"

حریقہ نے اس پر خوشی کا اظہار کیا اور ساتھ ہی اس کی رسیلی آواز بلند ہوئی:

"یہ باتیں میں اپنے قبائل کو بہتر طور پر سمجھا سکوں گی۔ اس طرح ان پر سوار دہشت اور خوف جاتا رہے گا۔"

یوناف نے رازداری سے طوج کو مخاطب کیا اور کہا:

"اے سردار! جو باتیں میں اب تم سے کہنے والا ہوں انہیں غور سے سنو کہ ان میں تمہارے لیے ہی فوائد ہیں"۔

طوج اور حریبظہ ہمہ تن گوش ہو گئے۔ یوناف نے کہا:

"پہلی بات تو یہ کہ اپنے پڑاؤ کو ابھی اور اسی وقت اٹھا کر دو سو گز جنوب کی طرف لے جاؤ اور پھر اپنے پڑاؤ کو خوب مغرب کی طرف پھیلا دو۔ جس جگہ تمہارا پڑاؤ ہو گا وہیں ریت کے اندر وہ خزانے دفن ہیں جن کی تمہیں تلاش ہے لہٰذا تم آسانی اور رازداری کے ساتھ اپنے پڑاؤ کے اندر ہی ریت میں دفن خزانے نکال سکو گے۔ یہ خزانے زیادہ گہرائی میں بھی نہیں ہیں"۔

"دوسری بات یہ کہ اب حریبظہ کو سامری یا ابلیس اور اس کے ساتھیوں کی طرف سے خطرہ لاحق ہے۔ وہ اسے اٹھا لے جانے کی کوشش کریں گے۔ بہرحال میں اور میری ساتھی فوق البشر قوت، دونوں مل کر حریبظہ کی حفاظت کریں گے"۔

"تیسری بات یہ کہ اپنے بہترین جنگجو سواروں پر مشتمل چند شتر سوار دستے تیار کرو۔ یہ دستے میرے ساتھ سمندر کے کنارے مغرب کی طرف جائیں گے اور ہم ان کشتیوں کو روکیں گے جو عمانی اور فترومی قبائل کے لیے رسد و کمک لاتی ہیں۔ ہم اس سامان پر قبضہ کر کے اونٹوں پر لاد کر یہاں لے آئیں گے۔ ان کے آدمیوں کو قتل کر دیں گے اور ان کی کشتیوں کو آگ لگا دیں گے۔ اس طرح وہ چیزیں ہمارے پاس پہنچ جائیں گی جن سے ہماری حالت رسد اور بہتر ہو جائے گی جبکہ دشمن قبائل دشواریوں کا شکار ہو جائیں گے اور اگر ہم ان کے ساتھ یہ سلسلہ جاری رکھیں تو وہ بھوکوں مرنے کے بجائے یہاں سے اپنی بستیوں کی طرف کوچ کر جائیں گے۔ ان قبائل کے جانے کے بعد اے سردار طوج! ان خزانوں پر مکمل طور پہ تمہارا تصرف ہو گا"۔

سردار طوج نے تعجب اور حیرت کے ملے جلے جذبات کے تحت پوچھا:

"لیکن اے یوناف! یہ مہم کب شروع کی جائے گی"۔

اسی لمحہ ابلیکا نے یوناف کے کان میں سرگوشی کی:

"اس سے کہو یہ مہم دو دن بعد رات کے پچھلے حصے میں شروع کی جائے گی۔ میں کمک لے کر آنے والوں کا جائزہ لے آئی ہوں اور ان کا سارا لائحہ عمل جان چکی ہوں۔ وہ یہاں سے چند میل دور مغرب میں سمندر کے کنارے پڑاؤ کریں گے۔ وہاں وہ رات کا کھانا کھائیں گے۔ کچھ دیر سستائیں گے اور پھر رات کے پچھلے پہر وہ وہاں سے روانہ ہو کر یہاں پہنچیں گے اور یوں ہم انہیں ان کے پڑاؤ پر ہی جا لیں گے۔ اس طرح

ان کی رسد کا سلسلہ کٹ جائے گا اور یہ قبائل کئی دشواریوں اور مسائل کا شکار ہو جائیں گے"۔

اسی لمحے طوج نے پریشانی اور حیرت سے پوچھا:

"یوناف! یوناف! تم کن تفکرات میں پڑ گئے ہو اور کیا سننے کی کوشش کر رہے ہو"۔

"میں اپنی اس روحانی قوت کی گفتگو سننے میں محو ہوں جو میرے ساتھ ہے اور میری صحیح اور بہترین راہنمائی کرتی ہے"۔

یوناف نے ہلکی ہلکی مسکراہٹ سے کہا:

"اور ہاں سردار! میری اس روحانی قوت کو اپنی بات ختم کرنے دو پھر میں تم سے بات کرتا ہوں"۔

ابلیکا نے مزید کہا:

"یہ لوگ شاید تھوڑی دیر تک کھانا کھائیں گے لیکن انہیں کہو کہ اپنا پڑاؤ نئی جگہ لگانے کے بعد کھانا کھائیں"۔

ابلیکا کے خاموش ہونے پر یوناف نے طوج کو سمجھانے کے انداز میں کہا:

"اے سردار طوج! یہ مہم دو دن بعد شروع کی جائے گی"۔

اسی لمحے حسین حریبظہ نے یوناف سے کہا:

"اس مہم میں میں بھی آپ کے ساتھ جاؤں گی۔ آپ خود ہی کہہ چکے ہیں کہ مجھے سامری کی طرف سے خطرہ ہے اور یہ کہ آپ اس سے میری حفاظت کریں گے اس لیے میں آپ کے ساتھ ہی جاؤں گی بلکہ میں یہ بھی بتا دوں کہ چونکہ میرا کوئی بھائی نہیں ہے اور میں اپنے باپ کا بیٹا اور بیٹی بن کر ہی رہی ہوں۔ میں نے بہترین جنگی تربیت حاصل کر رکھی ہے اور اس مہم میں دوسرے جنگجو جوانوں کی طرح میں بھی سودمند ثابت ہوں گی"۔

طوج نے بھی اپنی بیٹی کی تائید کی:

"اے یوناف! حریبظہ ٹھیک کہتی ہے۔ اسے بھی اس مہم میں اپنے ساتھ رکھو۔ اس طرح یہ سامری اور ابلیس کے شر سے بھی محفوظ رہے گی اور میری طرف سے اس مہم میں شامل ہونے کا حق بھی ادا کر دے گی"۔

"مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ اگر حریبظہ اس مہم میں شامل ہوتی ہے"۔

یوناف نے فیصلہ کن انداز میں کہا:

"بلکہ یہ اچھا ہے۔ اس طرح میں سامری اور ابلیس کے شر سے اس کی حفاظت بھی کر سکوں گا"۔

یوناف سے اپنے حق میں فیصلہ سننے کے بعد حریبظہ خوشی میں جھومتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی اور یوناف

سے اس نے کہا:

"میں آپ کے لیے کھانا لاتی ہوں"۔

یوناف نے اسے منع کر دیا:

"نہیں حریطہ۔ ابھی نہیں۔ پہلے یہ پڑاؤ تبدیل ہوگا۔ اس کے بعد کھانا۔"

اس کے ساتھ ہی یوناف، طوج اور حریطہ اٹھے اور خیمے سے باہر نکل آئے۔ سردار طوج نے اپنے قبائل کو فوراً تبدیلیِ جگہ کا حکم دیا۔ اس کی ہدایات پر کسوجی اور کفتوری قبائل کے جوان طوفان کی طرح حرکت میں آئے اور پڑاؤ تبدیل کر کے نئی جگہ لگا دیا گیا۔ مقدس آگ کو وہاں بھی سردار طوج کے خیمے کے باہر منتقل کر دیا گیا۔

جب پڑاؤ اور مقدس آگ منتقل ہو چکے تو یوناف نے ابلیکا سے مشورہ طلب کرنے کے انداز میں آہستہ سے کہا:

"اے ابلیکا! میں چاہتا ہوں کہ دو دن کے لیے ابلیس کے ساتھی شبر کو کسلوحی اور کفتوری قبائل کی مقدس آگ میں اسیر کر دوں۔ پھر دو دن بعد اپنی مہم کی طرف روانہ ہونے سے قبل ہم اسے رہا کر دیں گے۔ اس کے لیے مجھے دجون شہر سے نکلوانے کی اتنی ہی سزا کافی ہے۔ اس طرح اسے، اس کے ساتھیوں اور عزازیل کو یہ احساس ضرور ہوگا کہ ہم جب اور جہاں چاہیں ان سے ٹکر لے سکتے ہیں۔"

ابلیکا ہلکی ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ بولی:

"ہاں یوناف! جو کچھ تم نے ٹھانا ہے درست ہے۔"

اس کے ساتھ ہی یوناف نے اپنے خنجر کی نوک پر جس میں اس نے شبر کو اسیر کر رکھا تھا، کوئی عمل کیا اور خنجر کو مقدس آگ میں پھینک دیا۔ پھر وہ خیمے میں داخل ہوا اور سردار طوج اور حریطہ کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھانے لگا۔

○

مصر کا بادشاہ فرعون منفتاح دربار لگائے ہوئے تھا۔ اس کے تمام امرا اور اکابر و سردار دربار میں موجود تھے جن میں قارون بھی تھا۔

جب دربار کی کارروائی ختم ہو گئی تو قارون اپنی جگہ سے اٹھا اور منفتاح کی خدمت میں ایک ہیرا پیش

کیا۔ ایک تو وہ ہیرا اپنی جسامت میں بہت بڑا تھا۔ پھر اس کی چمک دمک بھی عام ہیروں سے مختلف اور زیادہ تھی۔

منفتاح نے ہیرے کو قبول کیا اور توصیفی انداز میں بولا: "اے قارون! یہ نایاب ہیرا تم نے کہاں سے حاصل کیا۔ ایسا ہیرا نہ صرف یہ کہ ہمارے خزانے میں موجود نہیں بلکہ ایسا بے مثل اور قیمتی ہیرا ہم نے پہلے دیکھا بھی نہیں۔"

قارون اس تعریف پر خوش ہوا اور بولا: "اے آقا! میں عدن کی طرف تجارت کی غرض سے گیا تھا۔ اور یہ ہیرا میں نے ایک یمنی تاجر سے صرف آپ کو پیش کرنے کی خاطر ایک بھاری رقم دے کر خریدا تھا۔ میں نے آج تک خود بھی ایسا ہیرا نہیں دیکھا تھا۔"

منفتاح اس موقعے پر کچھ اور بھی قارون کی تعریف میں کہنا چاہتا تھا کہ اس کا دربان اندر آیا اور اپنے سر کو زمین کی طرف خم کرتے ہوئے اس نے بڑی عاجزی سے کہا: "اے آقا! بنی اسرائیل کے موسیٰؑ و ہارونؑ کسی اہم سلسلے میں آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔"

منفتاح نے ہیرا سنبھال لیا۔ قارون بھی واپس اپنی جگہ پر جا بیٹھا۔ اس کے بعد منفتاح نے تحکمانہ انداز میں دربان سے کہا: "ان دونوں بھائیوں کو اندر بھیج دو۔"

دربان واپس چلا گیا۔

تھوڑی دیر کے بعد موسیٰؑ و ہارونؑ اندر داخل ہوئے تو منفتاح نے پوچھا: "اے موسیٰؑ و ہارون! میرے دربان نے بتایا ہے کہ کسی اہم کام کے سلسلے میں تم دونوں مجھ سے ملنا چاہتے تھے۔ بتاؤ کیا کام ہے؟"

جواب میں موسیٰؑ نے فرمایا:

"اے فرعون! ہمیں ہمارے رب نے اپنا پیغمبر اور رسول بنا کر تمہاری طرف بھیجا ہے اور ہم تم سے دو اہم باتوں کا مطالبہ کرتے ہیں۔

اول یہ کہ تم ایک خدا پر ایمان لے آؤ، کسی کو اس کا ساجھی، شریک اور سہیم نہ بناؤ۔

دوسری بات یہ کہ تم ظلم سے باز آ جاؤ اور بنی اسرائیل کو غلامی سے نجات دے دو تا کہ ہم بنی اسرائیل کو مصر سے نکال کر اس سرزمین کی طرف لے جائیں جس کا خدا نے ان سے وعدہ فرما رکھا ہے۔

اور اے فرعون! ہم جو کہہ رہے ہیں یہ بناوٹ ہے نہ تصنع اور نہ ہی ہمیں ایسی جرأت و جسارت ہو سکتی ہے کہ خدائے برتر کے ذمہ غلط بات لگائیں۔ ہماری صداقت کے لیے جس طرح یہ تعلیم خود شاہد

ہے اسی طرح خداوند تعالیٰ نے ہمیں اپنی دو زبردست نشانیاں اور معجزے بھی عطا کیے ہیں۔ لہٰذا تیرے لیے مناسب یہی ہے کہ صداقت و حق کے اس پیغام کو قبول کر اور اپنی غلامی سے بنی اسرائیل کو آزادی دے کر انہیں ہمارے ساتھ مصر سے نکل جانے کی اجازت دیدے تاکہ ہم ان کو پیغمبروں کی اس سرزمین کی طرف لے جائیں جہاں بجز اپنے ربؑ کی ذاتِ واحد کے یہ لوگ کسی اور کی عبادت و پرستش نہ کریں کہ یہی راہِ حق ہے اور یہی ان کے آباؤ اجداد کا ابدی شعار رہا ہے۔"

فرعون نے جب موسیٰؑ کی یہ گفتگو سنی تو بڑا سیخ پا ہوا اور خفگی سے بولا! اس کے تن بدن میں آگ لگ گئی تھی! اے موسیٰؑ! آج تو تو پیغمبر بن کر میرے سامنے بنی اسرائیل کی رہائی کا مطالبہ کرتا ہے کیا تو وہ دن بھول گیا جب تو نے میرے ہی گھر میں پرورش پائی اور وہاں بچپن گزارا۔ اور اے موسیٰؑ! کیا تو یہ بھی فراموش کر بیٹھا ہے کہ تو نے ہمارے ایک مصری کو قتل کیا اور یہاں سے بھاگ گیا۔"

موسیٰؑ نے جواب میں فرمایا:

"اے فرعون! صحیح اور درست ہے کہ میں نے تیرے گھر میں پرورش پائی اور ایک عرصے تک تیرے محل میں رہا اور مجھے یہ بھی اعتراف ہے کہ غلطی سے نادانستہ طور پر ایک شخص میرے ہاتھوں مارا گیا تھا اور اسی خوف کے باعث میں یہاں سے چلا گیا تھا لیکن یہ میرے رب کی رحمت کا کرشمہ ہے کہ اس نے تمام بیکسانہ مجبوریوں کی حالت میں تیرے ہی گھر میں میری پرورش کا سامان کیا۔ اور یہ تم ہی لوگوں کی غلطی کے باعث ہوا کہ نہ تم بنی اسرائیل پر ظلم کرتے نہ ان کے بچوں کا قتلِ عام کرتے اور نہ میں تمہارے ہاں پرورش پاتا۔ اور پھر یہ مجھ پر میرے ربؑ کا بڑا احسان ہے کہ اس نے مجھے دنیا کی سب سے بڑی نعمت نبوت سے سرفراز فرمایا۔"

موسیٰؑ کو خدا کی طرف سے تلقین کر دی گئی تھی کہ فرعون کو سمجھانے میں نرمی اور لطف و مہربانی کو پیشِ نظر رکھیں لہٰذا الٰہی ہدایات کے مطابق آپ نے فرعون کے طعن و تشنیع کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔

فرعون نے پھر موسیٰؑ سے کہا: "ہم مصریوں کے عقیدہ میں تو تربیتِ کائنات کا معاملہ ہمارے رع دیوتا کے سپرد ہے اور دنیا میں رع دیوتا کا صحیح مظہر مصر کا بادشاہ یعنی فرعون ہوتا ہے کیونکہ رع سے فرع اور فرع سے فرعون بنا۔ اس لیے رع دیوتا کے اوتار کی حیثیت سے میں ہی یعنی فرعون رب ہوں لہٰذا تو یہ کیا نئی بات کرتا ہے کہ میرے علاوہ بھی کوئی رب ہے جس نے تجھے میری طرف پیغمبر بنا کر بھیجا ہے اور اگر میرے علاوہ بھی کوئی رب ہے تو اس کی حقیقت بیان کر۔"

موسیٰؑ نے فرمایا:

"اے فرعون! اگر تجھ میں ایمانِ صحیح کی گنجائش ہے تو تجھے سمجھ لینا چاہیے کہ میں جس ہستی کو رب العلمین کہتا ہوں وہ ذاتِ اقدس ہے جس کے قبضۂ قدرت میں آسمان و زمین اور ان دونوں کے درمیان کی کل مخلوقات کی ربوبیت ہے۔ اے فرعون! کیا تو دعویٰ کر سکتا ہے کہ ان آسمانوں، زمین اور ان کے درمیان تمام مخلوقات کو تو نے پیدا کیا ہے یا ان کی ربوبیت کا کارخانہ تیرے یدِ قدرت میں ہے۔ اگر نہیں اور بلاشبہ نہیں تو اے فرعون! پھر میرے رب کی ربوبیت سے انکار کیوں؟"

فرعون کے پاس چونکہ موسیٰؑ کی ان باتوں کا کوئی جواب نہ تھا اس لیے اس نے اپنے درباریوں کی طرف حیرت و تعجب سے دیکھتے ہوئے کہا: "کیا تم سنتے ہو۔ یہ موسیٰؑ بن عمران کیسی عجیب باتیں کہہ رہا ہے۔"

فرعون کی ان باتوں کی پرواہ کیے بغیر موسیٰؑ نے اپنا سلسلۂ کلام جاری رکھا اور فرمایا:

"اے فرعون! میرا رب تو وہ ہستی ہے جس کی ربوبیت کے اثر سے تیرا اور تیرے باپ کا وجود بھی خالی نہیں ہے۔ یعنی جب تو عالمِ وجود میں نہ آیا تھا تجھے پیدا کیا اور تیری تربیت کی اور اسی طرح تجھ سے پہلے تیرے آباؤ اجداد کو وجود میں لایا اور انہیں اپنی ربوبیت سے نوازا۔"

فرعون سے موسیٰؑ کی اس زبردست دلیل کا جواب نہ بن پڑا سوائے اس کے کہ اس نے اپنے درباریوں کو مخاطب کر کے کہا: "مجھے لگتا ہے کہ یہ موسیٰؑ بن عمران جو خود کو تمہارا پیغمبر اور رسول کہتا ہے مجنون اور پاگل ہے۔"

اس موقع پر موسیٰؑ نے مزید نرم اور دلنشین پیرایۂ بیان میں خدا کی ربوبیت کو واضح کیا اور اس سے فرمایا:

"اے فرعون! یہ جو مشرق و مغرب کی ساری درمیانی کائنات نظر آتی ہے اس کی ربوبیت جس کے دستِ قدرت میں ہے میں اسی کو رب العالمین کہہ کر پکارتا ہوں۔"

غرض موسیٰؑ نے اپنے رب کے حکم کے مطابق کمالِ شیریں کلامی اور نرم گفتاری سے فرعون اور اس کے درباریوں کو راہِ حق دکھانے کا فرض ادا کیا۔ فرعون کی تحقیر و توہین اور مجنون جیسے سخت الفاظ خاموشی کے ساتھ برداشت کیے اور اس کی رشد و ہدایت کے لیے بہترین جوابات دیے۔ آپ نے فرعون کو شرک سے باز رہنے اور خدائے واحد کی بندگی کرنے کی پوری پوری تلقین کی۔

فرعون کے پاس چونکہ موسیٰؑ کے ان باتوں کا کوئی جواب نہ تھا لہٰذا اس نے بات کا رخ ہی بدل دیا۔ اور موسیٰؑ سے پوچھا: "اے موسیٰؑ! جو کچھ تو کہہ رہا ہے اگر اسے صحیح تسلیم کر لیا جائے تو پھر ہم سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں کا کیا حال ہوا کیونکہ ہم سے پہلے کے لوگ اور ہمارے باپ دادا جن کا عقیدہ تیری اس تبلیغ کے

مطابق نہ تھا۔ کیا وہ سب عذاب میں گرفتار اور جھوٹے ہیں؟"

موسیٰؑ جان گئے کہ فرعون کج بحثی پر اتر آیا ہے اور ان کے اصل مقصد کو الجھانا چاہتا ہے اس لیے آپ نے فوراً جواب دیا:

"اے منفتاح! ان پر کیا گزری اور ان کے ساتھ خدا کا کیا معاملہ رہا۔ اس کی ذمہ داری نہ مجھ پر ہے نہ تم پر۔ اس کا علم میرے رب کے پاس محفوظ ہے۔ ہاں میں یہ بتا دوں کہ میرا رب بھول چوک اور خطا و نسیان سے پاک ہے جس نے جو کچھ کیا ہے اس کے معاملے میں کوئی ظلم نہ ہوگا۔"

جب موسیٰؑ کی گفتگو نے فرعون کو مکمل طور پر شرمسار کر دیا تو اس نے اپنے درباریوں سے کہا:

"اے میرے درباریو! میں نہیں جانتا کہ میرے علاوہ بھی تمہارا اور کوئی رب ہے۔"

اس کے بعد فرعون نے اپنے وزیر ہامان کو مخاطب کر کے کہا: "اے ہامان! اینٹیں آگ میں پکاؤ۔ پھر ان اینٹوں سے ایک بہت بلند عمارت بنواؤ۔ شاید اس عمارت پر چڑھ کر میں موسیٰؑ کے رب کا پتہ لگا سکوں۔ اور میں تو بلاشبہ اس موسیٰؑ بن عمران کو جھوٹا خیال کرتا ہوں۔"

ہامان کو یہ حکم دینے کے بعد فرعون نے جھنجھلا کر انداز میں کہا: "اے موسیٰؑ! اگر تو نے میرے سوا کسی اور کو معبود قرار دیا تو میں تجھے قید میں ڈال دوں گا۔"

موسیٰؑ نے پھر بڑا معقول جواب دیا:

"اے فرعون! اگر میں تیرے سامنے اپنے خدائے واحد کی جانب سے واضح نشانی پیش کردوں تب بھی کیا تو میرے ساتھ ایسا ہی کرے گا؟"

فرعون نے اس بار کچھ مرعوب ہو کر کہا: "اگر تو اس بارے میں واقعی سچا ہے تو پھر تو مجھے کوئی نشانی دکھا!"

فرعون کے اس مطالبے پر موسیٰؑ نے فرعون کے سامنے اپنا عصا زمین پر ڈال دیا۔ عصا نے اسی وقت ایک اژدہے کی صورت اختیار کر لی اور سب نے دیکھا کہ وہ حقیقت تھی کوئی نظر کا دھوکا نہ تھا۔

اس کے ساتھ ہی موسیٰؑ اپنے دائیں ہاتھ کو گریبان میں لے گئے۔ جب آپ نے ہاتھ باہر نکالا تو سب نے دیکھا کہ ان کا وہ ہاتھ روشن ستارے کی طرح چمکتا ہوا نظر آ رہا تھا۔

فرعون یہ سب دیکھ کر لرز اٹھا۔

اس کے درباریوں نے جب ایک اسرائیلی کے ہاتھوں اپنے بادشاہ اور اپنی قوم کی شکست دیکھی تو وہ تلملا اٹھے اور کہنے لگے: "بلاشبہ یہ بہت بڑا جادوگر ہے اور یہ ڈھونگ اس نے اسی لیے رچایا ہے کہ ہم پر

غالب آ کر ہمیں ہی تمہاری سرزمین سے نکال باہر کرے۔ لہٰذا ہمیں اب یہ سوچنا ہے کہ اس بارے میں کیا ہونا چاہیے؟"

تب منفتاح اور اس کے درباریوں نے باہم مشورہ کیا اور یہ طے پایا کہ فی الحال موسیٰؑ و ہارونؑ کو مہلت دی جائے۔

اس دوران میں تمام سلطنت سے ماہر جادوگروں کو اپنے مرکزی شہر میں جمع کیا جائے۔ پھر ان ساحروں کے ساتھ موسیٰؑ کا مقابلہ کرایا جائے اور جب ان جادوگروں سے مقابلے میں موسیٰؑ شکست کھا جائیں تب ان کے سارے ارادے خاک میں مل جائیں گے۔

اپنے درباریوں کے ساتھ یہ معاملہ طے کرنے کے بعد منفتاح نے موسیٰؑ سے کہا: "اے موسیٰؑ! ہم خوب سمجھ گئے ہیں کہ تو اس حیلے سے ہمیں مصر سے بے دخل کرنا چاہتا ہے لہٰذا اب تیرا علاج اس کے سوا کچھ نہیں کہ مصر کے بڑے بڑے جادوگروں کو جمع کر کے تجھے شکست دی جائے۔ اب تیرے اور ہمارے درمیان مقابلے کے دن کا معاہدہ ہونا چاہیے اور جو معاہدہ ہوگا نہ ہم اس سے ہٹیں گے اور نہ تم اس کی خلاف ورزی کرنا۔

اے موسیٰؑ! اب بولو تم کیا کہتے ہو اور جو ساحر تمہارے مقابلے کے لیے ہم جمع کریں گے تم ان سے کب اور کس روز مقابلہ کرنے کے لیے رضامندی کا اظہار کرتے ہو۔ ہم مقابلے کا دن بھی تمہاری مرضی سے طے کرتے ہیں۔ تاکہ جب تم ہار جاؤ تو تمہیں یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ ہم نے اپنی سہولت اور بہتری کا کوئی دن مقرر کر لیا تھا۔"

فرعون کی اس متکبرانہ گفتگو کے جواب میں موسیٰؑ نے فرمایا:

"اے فرعون! چند ہفتوں تک تمہارے سالانہ جشن اور میلے[1] کا دن آ رہا ہے۔ اس کام کے لیے یہی جشن کا دن بہتر ہے۔ اس دن سورج بلند ہونے پر ہم سب کو مقابلے کے لیے اس میدان میں ہونا چاہیے تمہارے اس میلے کا دن اس لحاظ سے بھی بہتر ہے کہ اس میلے میں دور دراز کے علاقوں سے بھی مصری لوگ یہاں جمع ہوتے ہیں اور میں چاہتا ہوں کہ سب لوگ اپنی آنکھوں سے دیکھیں کہ حق کیا ہے اور باطل کیا ہے۔ معجزہ کیا ہے اور سحر کیا ہے؟"

1۔ قرآن مقدس میں قدیم مصریوں کے اس میلے اور جشن والے دن کو "یوم الزینۃ" کہہ کر پکارا گیا ہے۔ یہ ایک طرح سے ان کے تہوار عید کا دن تھا۔

بہرحال فرعون منفتاح کے ساتھ مقابلے کا دن مقرر کر کے موسیٰؑ و ہارونؑ دونوں بھائی اس کے دربار سے رخصت ہو گئے!

○

ممفس شہر میں رع دیوتا کے بڑے معبد کے صدر دروازے سے ایک روز دو گھڑ سوار داخل ہوئے ایک پجاری کے پاس آ کر ان دونوں سواروں نے اپنے گھوڑوں کو روکا۔ پھر ان میں سے ایک نے اس پجاری سے پوچھا:

"اے مقدس پجاری! ہم تھیبس شہر سے آئے ہیں۔ ہمارے پاس فرعون منفتاح کی طرف سے تمہارے بڑے پجاری شمعون کے نام ایک پیغام ہے۔ کیا تم ہماری راہنمائی کرو گے کہ ہم اس معبد میں شمعون سے کہاں مل سکتے ہیں۔"

پجاری نے بڑی نرمی اور شائستگی سے جواب دیا:

"تم دونوں میرے ساتھ آؤ۔"

وہ دونوں سوار اپنے گھوڑوں سے اتر پڑے۔ پھر گھوڑوں کی باگ تھامے خاموشی سے اس پجاری کے ساتھ ہو لیے۔

تھوڑی دیر بعد پجاری ان دونوں سواروں کو لے کر معبد کے وسطی حصے میں ایک خوبصورت سکونتی عمارت کے سامنے آ رکا۔ وہاں کھڑے پجاری کے کان میں اس نے کچھ کہا پھر پیچھے ہٹتے ہوئے ان دونوں سواروں سے کہا:

"تم دونوں اپنے گھوڑوں کو یہیں باندھ دو۔ میں نے اپنے ساتھی پجاری سے کہہ دیا ہے۔ تم اس کے ساتھ اندر چلے جاؤ۔ یہ تمہیں بزرگ شمعون سے ملا دے گا۔"

دونوں سواروں نے اپنے گھوڑے عمارت کے باہر باندھ دیے اور دوسرے پجاری کی راہنمائی میں عمارت میں داخل ہو گئے۔ پجاری ان کو لے کر ایک کمرے میں داخل ہوا جس میں مصر کا سب سے بڑا ساحر اور رع دیوتا کا بڑا پجاری شمعون اپنے اور بہت سے ساتھی پجاریوں کے ساتھ آتش دان کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔

جاڑے کا موسم عروج پہ ہونے کی وجہ سے گو باہر سردی تھی لیکن کمرے میں جلتے آتش دان کی وجہ سے وہاں خوب گرمی اور سکون تھا۔

پجاری نے شمعون کو مخاطب کر کے کہا:

"اے آقا! تھیبس شہر سے فرعون منفتاح کے دو قاصد آئے ہیں اور آپ کے نام بادشاہ کا کوئی پیغام لائے ہیں۔"

اندھے شمعون نے ہاتھ سامنے کو لہراتے ہوئے کہا: "ان دونوں کو میرے سامنے بٹھاؤ کہ میں ان سے گفتگو کر سکوں۔"

پجاری نے دونوں قاصدوں کو شمعون کے سامنے لا بٹھایا۔ پھر وہ خود بھی ایک طرف ہو کر بیٹھ گیا۔ پھر اندھا شمعون بولا: "اے شاہی قاصدو! تم دونوں میرے نام کیا پیغام لائے ہو؟"

دونوں میں سے ایک قاصد شمعون کو مخاطب کر کے بولا:

"اے بزرگ شمعون! بنی اسرائیل کا ایک جوان کہ نام جس کا موسیٰؑ ہے، اس نے فرعون منفتاح اور اس کے سارے درباریوں کے سامنے دعویٰ کیا ہے کہ وہ رب العالمین کی طرف سے اس کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا گیا ہے۔ اس نے فرعون سے دو مطالبات کیے ہیں:

اول یہ کہ سارے دیوتاؤں کے اتباع کو ترک کر دیا جائے اور صرف اس خدائے واحد کی عبادت کی جائے جو سب کا خالق و مالک ہے اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرایا جائے۔

اس کا دوسرا مطالبہ یہ ہے کہ بنی اسرائیل کو غلامی سے نجات دے کر آزاد کر دیا جائے تاکہ وہ انہیں اس سرزمین کی طرف لے جائے جس کا وعدہ ان کے رب نے ان سے کیا ہے۔

اے بزرگ شمعون! فرعون منفتاح نے موسیٰؑ بن عمران سے پیغمبر ہونے کی نشانی طلب کی تو اے بزرگ شمعون! جانتے ہو کیا ہوا؟"

اندھے شمعون نے بے تاب ہو کر پوچھا: "کیا ہوا؟"

"اے بزرگ شمعون! دیکھ ایسا ہوا کہ" قاصد ذرا رک کر پھر کہتا چلا گیا۔

موسیٰؑ بن عمران نے اپنے ہاتھ میں جو عصا پکڑ رکھا تھا وہ اس نے بھرے دربار میں فرعون کے سامنے ڈال دیا۔ عصا فوراً ہی ایک بہت بڑا اژدہا بن گیا۔ ایسا بڑا اور بھیانک کہ فرعون اور سارے درباری خوفزدہ ہو گئے اور اے شمعون! معاملہ یہیں پر ختم نہ ہوا۔ بلکہ اسی وقت موسیٰؑ نے اپنا دایاں ہاتھ گریبان کے اندر ڈال کر باہر نکالا تو وہ چمکتے ہوئے ستارے کی مانند روشن اور منور ہو گیا۔

ان دونوں خرق عادت چیزوں نے فرعون اور سارے درباریوں کو فکرمند کر دیا اور وہ یہ خیال کرنے لگے کہ موسیٰؑ اور اس کا بھائی ہارونؑ جو اس سارے معاملے میں اس کا ساتھی تھا، دونوں مل کر انہیں حکومت سے محروم کر کے مصر کی زمین سے نکال باہر کرنا چاہتے ہیں۔

اے شمعون! فرعون منفتاح نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اپنے ماہر جادوگروں سے موسیٰؑ بن عمران کے اس جادو کا مقابلہ کرایا جائے اور اسے اس مقابلے میں نیچا دکھا کر اس کے سحری اثر کو زائل کر دیا جائے۔ اس لیے کہ اس نے عصا سے جو اژدہا بنایا اور اپنے ہاتھ کو جو ستارے کی طرح چمکتا ہوا کر دیا تو ان دو واقعات کا درباریوں سے نکل کر اب عام لوگوں پر بھی اثر ہو رہا ہے اور لوگ موسیٰؑ سے متاثر اور خوفزدہ دکھائی دیتے ہیں۔ پس اسی خوف کو زائل کرنے کے لیے موسیٰؑ کے ساتھ اپنے ماہر ساحروں کا مقابلہ رکھا گیا ہے اور یہ مقابلہ یوم الزینۃ کے روز سورج تھوڑا سا چڑھ آنے پر ہو گا۔ پس اے بزرگ شمعون! تمہارے نام فرعون منفتاح کا پیغام یہ ہے کہ یوم الزینۃ کے موقع پر اپنے ماہر ساحروں کے ساتھ تھیبس پہنچ کر موسیٰؑ کا مقابلہ کریں۔"

قاصد ذرا رک کر پھر دوبارہ بولا:

"اور اے بزرگ شمعون! گو فرعون نے اپنی طرف سے تمام شہروں کو ہرکارے بھجوا دیے ہیں تاکہ وہ وہاں کے ماہر جادوگروں کو مقررہ دن وہاں آنے کی دعوت دیں لیکن فرعون نے کہا ہے کہ آپ چونکہ مصر کے سب سے بڑے اور ماہر جادوگر تسلیم کیے جاتے ہیں اور سب ساحر آپ کا احترام کرتے ہیں لہٰذا آپ اپنی طرف سے بھی مختلف شہروں کے ساحروں کو پیغام بھجوائیں کہ وہ مقررہ دن کو جمع ہو کر موسیٰؑ کا مقابلہ ضرور کریں۔"

بوڑھا شمعون گہرے تفکرات اور سوچوں سے نکلتے ہوئے بولا:

"میں سارے ساحروں کو یہ پیغام تو بھجوا دوں گا۔ پر اے فرعون منفتاح کے قاصدو! میں تو اب تک یہی سوچ رہا ہوں کہ اس اسرائیلی جوان موسیٰؑ بن عمران نے ایسے خرق عادت کائنات کا مظاہرہ کیسے کیا؟ اگر وہ کوئی ماہر جادوگر ہے تو اس نے یہ سحری تعلیم کہاں سے حاصل کی۔ کاش اس وقت سامری میرے پاس ہوتا

تو میں نہ صرف اسے اس مقابلے میں شامل کرتا بلکہ اس سے یہ معلومات بھی حاصل کرتا کہ موسیٰؑ نے جادو کی یہ تعلیم کہاں سے لی۔"

قاصد نے جھٹ جواب دیا:

"اے بزرگ شمعون! یہ بات تو میں بھی آپ کو بتا سکتا ہوں۔ سامری کی یہاں کیا ضرورت ہے اور پھر سامری سحر میں آپ سے بڑھ کر تو نہیں۔"

شمعون بے تاب سا ہو کر بولا: "تو پھر بتاؤ نا! خاموش کیوں ہو۔ جادو اور سحر کی یہ تعلیم موسیٰؑ نے کہاں سے حاصل کی۔"

قاصد نے پہلے اپنا گلا صاف کیا پھر بولا:

"اے بزرگ شمعون! تمہیں یاد ہو گا کہ موسیٰؑ بن عمران نے فرعون رعمسیس کے دور میں شاہی محل میں پرورش پائی تھی۔ پھر اس سے ایک قبطی قتل ہو گیا اور یہ مصر سے مدین چلا گیا۔ یہ بارہ سال وہاں رہا۔ وہیں اس نے شادی کی اور اس کا ایک بیٹا بھی ہوا۔

اے شمعون! یہ صرف میرا نہیں بلکہ مصر کے عام لوگوں کا بھی خیال ہے کہ اس نے مدین میں قیام کے دوران ہی سحر کی تعلیم حاصل کی اور اب وہ ایک بہترین ساحر ہے۔"

قاصد کی بات سن کر شمعون نے کہا: "اے قاصد! تم میری طرف سے فرعون کو جا کر یقین دلا دو کہ مقابلے کے روز ہم ضرور تھیبس شہر پہنچ جائیں گے اور اس مقابلے میں موسیٰؑ کو نیچا دکھا کر ضرور مصری عوام کا خوف دور کر دیں گے اس لیے کہ اس مقابلے میں بہر حال غالب ہم ہی رہیں گے۔"

شمعون ذرا رکا پھر بولا: "اور ہاں اے قاصد! میں شاید مقابلے سے چند روز پہلے ہی اپنے ساتھیوں کے ساتھ تھیبس پہنچ جاؤں۔ میرے آنے سے پہلے تم لوگ اندازہ لگا رکھنا کہ موسیٰؑ اگر دن کے کسی حصے میں سوتا ہے تو کب، کہاں اور کس وقت سوتا ہے۔ یہ بہت ضروری ہے۔ اس کی اس حالت سے میں اس کی سحری قوت کا اندازہ لگاؤں گا۔"

دونوں قاصد اٹھ کھڑے ہوئے اور وہی قاصد پھر بولا:

"اے بزرگ شمعون! ہم اب چلتے ہیں۔ آپ کے آنے سے قبل ہم یہ معلومات فراہم کر رکھیں گے۔"

اس کے ساتھ ہی وہ دونوں وہاں سے چلے گئے!

یوناف خیمے میں آتش دان کے پاس اکیلا بیٹھا تھا۔ سردار طوج اور حریبط اپنے ان جوانوں کی تیاری کو آخری شکل دینے باہر گئے ہوئے تھے جنہوں نے تھوڑی دیر بعد اس کے ساتھ بحیرۂ روم کے کنارے کنارے مغرب کی طرف عامی اور خزدی قبائل کے جوانوں کے خلاف حرکت میں آنا تھا جو اپنے قبائل کے لیے رسد و کمک لا رہے تھے۔

یوناف نے اس تنہائی سے فائدہ اٹھایا اور ہلکی ہلکی پیار بھری سرگوشی میں پکارا:

"ابلیکا! ابلیکا! تم کہاں ہو۔"

اسی لمحہ ابلیکا نے اس کی گردن پر ہلکا سا حریری لمس دیا اور ساتھ ہی اس کی مسحور کن آواز یوناف کو سنائی دی:

"میں یہیں ہوں میرے حبیب!"

یوناف نے اس بار پُر شوق آواز میں پوچھا:

"ابلیکا! اب جبکہ طوج اور حریبط باہر گئے ہوئے ہیں میں اور تم خیمے میں اکیلے ہیں تو کیا اس وقت میں تمہیں تمہارے اصل نسوانی سراپے میں دیکھ سکوں گا؟"

تھوڑی دیر تک ابلیکا کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا تو یوناف نے پھر پوچھا:

"تم نے کوئی جواب نہیں دیا ابلیکا!"

اس بار لذت و خمار میں ڈوبی ہوئی ابلیکا کی آواز سنائی دی:

"دیکھو! میں نے کوئی انکار کیا ہے۔ جو تحریر میں نے تمہیں بتائی تھی تم اس کا عمل شروع کر دو میں ایک ہیولے کی صورت میں تمہیں خیمے کے اس سامنے والے ریشمی پردے کے پاس دکھائی دوں گی۔"

یوناف نے فوراً اپنا عمل کیا اور جواب میں ایک ہیولے کی صورت میں ابلیکا اسے ریشمی پردے کے پاس دکھائی دی۔

یوناف نے اسے دیکھا اور دیکھتا ہی رہ گیا۔

اس کا پیکر یہیں ایسا تھا جیسے سوئے ہوئے شعلے اچانک جاگ اٹھے ہوئے ہوں یا گیتوں کا کوئی روپ، نغمے کا کوئی پیکر اور نچلی بجلیوں کا کوئی جوان و شوخ سراپا، رنگ و روشنی کے ماحول میں اور صبح کے اجالے میں رقصِ لافانی پہ آمادہ ہوا ہو۔

ابلیکا ہمہ رنگ، ہمہ خوشبو، ہمہ گداز اور ہمہ حسن دکھائی دے رہی تھی۔ اس کی سلگتی نظروں کی آنچ میں ایک لذتِ شہد و شکر میں ڈوبے محبتوں کے ہزار طوفان تھے۔

اس کے لبِ گلنار پر چھائی انگور کے ٹپکوں جیسی مسکراہٹ میں نئی زندگی اور خوش کن حیات کے ان گنت پیغامات تھے۔

مجموعی طور پر ابلیکا اس وقت قامت میں بلندی کا وقار، تہذیب کا شاہکار، بھرپور لطافت و نزاکت، فطرت کا جمالِ رنگیں، مکمل حیا و شوخی، زندگی کی بشارت، عہدِ گزشتہ کے تبسم کی کرن، سلیقے سے سجائی گئی بزم اور خوابوں میں چلتے حسن جیسی ہو رہی تھی۔

کافی دیر تک یوناف خاموش و ساکت اسے دیکھتا رہا۔ پھر اس نے اپنی پلکیں جھپکائیں اور ابلیکا کا ہیولہ غائب ہو گیا۔

ابلیکا نے یوناف کی گردن پر لمس دیتے ہوئے مسکراتی اور گنگناتی آواز میں پوچھا:

"اے میرے حبیب! میرا سراپا اور پیکر تمہیں کیسا لگا؟"

یوناف کے لبوں کی مسکراہٹ گہری ہو گئی اور وہ بولا:

"اے ابلیکا! سچ تمہارے اس پیکر میں ایسی چاہت و طلب ایسی محبت و خواہش، ایسی کشش و رغبت اور ایسی دلپذیری و تسکین دیکھی ہے کہ جی چاہتا تھا اپنی جگہ منجمد و پتھر ہو کر ہمیشہ کے لیے تمہیں دیکھتا ہی رہوں۔ کاش! میں تمہیں چھو سکتا۔ تمہارا لمس محسوس کر سکتا۔"

ہلکے ہلکے ہنستے ہوئے ابلیکا نے پوچھا:

"تمہاری گردن پر جو لمس میں دیتی ہوں۔ کیا یہ کافی نہیں ہے۔ اس لیے کہ دنیا میں میرا تمہارا جیسا رشتہ اور تعلق ہے وہ کسی اور کو نصیب نہ ہوا ہوگا۔"

یوناف نے بھرپور خوشی سے کہا:

"اے ابلیکا! مجھے تمہاری اس رفاقت اور رشتے و تعلق پر فخر ہے۔ پر اے ابلیکا! کیا یہ ممکن نہیں کہ میں تمہیں......"

یوناف خاموش ہو گیا کیونکہ سردار طوج اور حریظہ خیمے میں داخل ہو رہے تھے۔ حریظہ اس وقت مردانہ جنگی لباس میں انتہائی پُرکشش اور خوبصورت دکھائی دے رہی تھی۔ قریب آ کر حریظہ یوناف کو مخاطب کرتے ہوئے بولی:

"ہمارے حسن مسلح جوانوں کو آپ کے ساتھ مہم پر روانہ ہونا ہے وہ کوچ کے لیے تیار ہیں اور آپ کے حکم کے منتظر ہیں۔"

یوناف منہ سے تو کچھ نہ بولا تاہم وہ فوراً اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا۔

خیمے سے نکل کر وہ باہر جلتے منقد میں آگ کے الاؤ کے پاس آیا۔ ایک لکڑی کی مدد سے اس نے آگ کے اندر سے اپنا خنجر نکالا۔ خنجر کی نوک اب بھی روشن اور چمکدار تھی حالانکہ سارا خنجر آگ میں تپ کر خوب سرخ ہو چکا تھا۔

اسی لمحہ ابلیکا نے اس سے پوچھا:

"اے میرے حبیب! کیا کرنے لگے ہو۔ کیا تم بتر کو آگ کی اس ہولناک اسیری سے آزاد کرنے لگے ہو؟"

یوناف نرم آواز میں جواب دیتے ہوئے بولا:

"بتر کے لیے یہ دو دن کی اسیری اور یہ ہولناک سزا ہی کافی عبرت خیز ہے اور آئندہ یہ سوچ سمجھ کر مجھ پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش کرے گا۔ اور پھر ہم عزازیل اور اس کے ساتھیوں کی طرح پُراز شیطنت نہیں۔ معاف کر دینا ہی بہت بڑی کامیابی ہے۔"

اس کے ساتھ ہی یوناف نے بتر کو اسیری سے آزاد کر دیا۔ اپنے جلے ہوئے دستے کا وہ خنجر یوناف نے ریت میں دبا دیا۔

پھر وہ حسین حریظہ کے ساتھ اس طرف آیا جہاں کسلوحی اور کفتوری جنگجو خوب مسلح ہو کر اپنے اونٹوں پر تیار بیٹھے اسی کے منتظر تھے۔ ان دستوں کے اگلے طرف دو خالی اونٹ تھے۔ حریظہ نے انتہائی لجاجت سے یوناف سے کہا:

"ان میں سے ایک اونٹ آپ کا اور ایک میرا ہے۔"

وہ دونوں اونٹوں پر سوار ہوئے اور مختصر سے اس لشکر کے ساتھ وہاں سے کوچ کر گئے۔ سورج غروب ہو چکا تھا اور فضا میں تاریکی پھیل گئی تھی۔

O

کسلوحی اور کفتوری قبائل کے جنگجو جوانوں کے ساتھ یوناف اور حسین حریظہ بڑی تیزی کے ساتھ بحیرہ روم کے کنارے کنارے مغرب کی طرف بڑھ رہے تھے۔

رات ذرا ہی گزری تھی کہ وہ جرط نام کے قصبے کے قریب سمندر کے کنارے آگ کے الاؤ جلتے دیکھ کر رک گئے۔ یوناف نے اپنے اونٹ کی نکیل کھینچ لی۔ اسے دیکھ کر حریظہ اور پھر سارے جوانوں نے اپنے

اونٹوں کو روک لیا۔

اس کے ساتھ ہی یوناف نے پکار کر کہا:

"ابلیکا! ابلیکا! تم کہاں ہو؟"

ابلیکا نے اس کی گردن پر لمس دیا اور ساتھ ہی اس کی آواز یوناف کی سماعت سے ٹکرائی:

"میں یہیں ہوں میرے حبیب! کیا بات ہے؟"

یوناف پھر بڑی نرم آواز میں بولا:

"اے ابلیکا! تم ذرا ان عنامی اور فترزوسی قبائل کے احوال تو معلوم کرکے آؤ جو آگ کے الاؤ کے گرد پڑاؤ کیے ہوئے ہیں"۔

ابلیکا کچھ کہے بغیر یوناف کی گردن سے ہٹ گئی چند ہی ساعتوں کے بعد اس نے پھر یوناف کی گردن پہ لمس دیا اور بولی:

"اے میرے حبیب! وہ سامنے جو عنامی اور فترزوسی جوان خیمہ زن ہیں اپنی بستیوں اور شہروں کی طرف سے خورد و نوش کا سامان لے کر آ رہے ہیں۔ کشتیوں کو انہوں نے ساحل پر چڑھا رکھا ہے اور ان میں سامان بھرا ہوا ہے۔ آگ کے الاؤ کے گرد وہ کھانا کھا کر دفیں بجا رہے ہیں اور گیت گا رہے ہیں وہ اس وقت مسلح نہیں ہیں اور اگر اچانک ان پر حملہ کر دیا جائے تو وہ بھاگ نکلیں گے"۔

اس دوران کچھ سرکردہ جوان اپنے اونٹوں کو ہانک کر یوناف کے پاس لائے۔ پھر ان میں سے ایک نے پوچھا:

"اے ہمارے معظم سپہ سالار! آپ نے اپنے لشکر کو روک کیوں لیا ہے۔ کیا سامنے کوئی خطرہ ہے یا ہم نے دشمنوں کو آ لیا ہے؟"

یوناف نے جواب دیا:

"تمہارا اندازہ درست ہے ہم نے دشمن کو آ لیا ہے"۔

اسی لمحہ ابلیکا نے اپنی شیریں آواز میں کہا:

"اے یوناف! اب تمہارا کیا لائحہ عمل ہے؟"

یوناف نے کچھ سوچا پھر اس کے چہرے پہ ہلکی سی مسکراہٹ ابھری۔ شاید اس نے کوئی حتمی فیصلہ کر لیا تھا۔ ساتھ ہی اس نے سرگوشی کی:

"اے ابلیکا! عنامی اور فترزوسی قبائل کے خلاف اس جنگ میں تم بھی پوری طرح حصہ لو گی۔ اور وہ اس طرح

کہ میں کچھ اونٹ ان سواروں سے خالی کرا لیتا ہوں۔ تم ان اونٹوں کو ہانک کر پڑاؤ کی طرف لے جانا۔ وہ صحرا میں جب ان بے سوار اونٹوں کو دیکھیں گے تو ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر ان کو پکڑنے کی پوری کوشش کریں گے اور جب وہ اس کوشش میں مصروف ہوں گے تو میں پشت کی طرف سے ان پر حملہ آور ہو کر انہیں نیست و نابود کر دوں گا۔

اس کے بعد ہم ان کا کشتیوں میں لدا ہوا سامان اپنے اونٹوں پہ لاد دیں گے اور کشتیوں کو آگ لگا کر یہاں سے کوچ کر جائیں گے"۔

ابلیکا نے مسکراتی ہوئی آواز میں یوناف کے کان میں سرگوشی کی:

"اے میرے حبیب! تمہارا یہ طریقہ کار انتہائی عمدہ اور قابلِ تعریف ہے۔ تم کچھ اونٹ خالی کرا دو میں اس کام کی ابھی تکمیل کراتی ہوں"۔

یوناف نے اپنے لشکر کے کچھ جوانوں کو حکم دیا کہ وہ ایک ایک اونٹ پر دو دو سوار ہو جائیں اور چند اونٹ خالی کر دیں۔ فوراً ہی چند اونٹ خالی کر دیے گئے۔ پھر ابلیکا یوناف کی گردن سے ہٹ گئی۔ اس کے ساتھ ہی وہ سارے اونٹ ایک طرف کو بڑھنے لگے۔ شاید ابلیکا انہیں ہانکنے لگی تھی۔ ان اونٹوں کو ابلیکا آگ کے الاؤ کے پاس لے گئی۔

الاؤ کے گرد بیٹھے عنامی اور فترزوسی جوانوں نے جب رات کے اس اندھیرے میں صحرا کے اندر ان اونٹوں کو دیکھا تو پریشان ہو گئے اور ایک دوسرے کو آوازیں دیتے ہوئے فوراً ہی مستعد اور مسلح ہو کر ادھر ادھر دیکھنے لگے۔

لیکن جب آگ کی تیز روشنی میں انہوں نے دیکھا کہ اونٹ خالی ہیں اور ان کے ساتھ کوئی نہیں تو ان کے خدشات جاتے رہے۔ لہٰذا وہ اونٹوں کو پکڑنے کے لیے ان کی طرف بھاگے۔

اس دوران ابلیکا بھی حرکت میں آ گئی تھی اور اس نے اس انداز میں اونٹوں کو ہانک دیا جیسے وہ ان لوگوں کو آتا دیکھ کر بھاگے ہوں۔ یہ دیکھ کر عنامی اور فترزوسی جوان اور تیزی سے ان کا تعاقب کرنے لگے۔ اسی لمحہ ابلیکا یوناف کے پاس آئی اور اس کی گردن پہ لمس دے کر بولی:

"اے یوناف! دشمن کے جوان اونٹوں کے تعاقب میں بھاگ رہے ہیں لہٰذا تم اپنی کاروائی شروع کر سکتے ہو"۔

اپنے ساتھیوں کے ساتھ یوناف حرکت میں آیا اور اونٹوں کا تعاقب کرنے والے عنامی اور فترزوسی جوانوں پر اس نے حملہ کر دیا۔

اس موقع پر صحرا کے اندر نعرہ ہائے وحشت بلند کرتا ہوا وہ نگاہ برہم اور شعلہ و راکھ کی طرح ان پر ٹوٹ پڑا تھا۔ اس کے حملوں میں اک رقص برق و باراں اور آتش رو مٹے نگاراں تھی۔ صحرا میں وہ دشمنوں کی حالت ریت کی ناؤ، جھاگ کے مانجھی، کاٹھ کے گھوڑوں اور سیپ کے ہاتھیوں جیسی کر رہا تھا جو تیز آندھیوں میں ایک دوسرے سے ٹکرا کر ٹوٹ پھوٹ گئے ہوں۔

صحرا کے اس حصے میں یوں لگتا تھا جیسے واہموں اور جراحتوں کا طوفان اٹھا کر کوئی ابلیس رات کی تاریکی میں ناچ اٹھا ہو۔

اک بے باک وبھیانک اور چالاک وسرکش حملہ آور کی طرح یوناف نے ملحوں کے اندر عنامی اور فرزو... جوانوں کو کاٹ کر رکھ دیا۔

اس ملحوں کی جنگ سے فارغ ہونے کے بعد اپنے ساتھیوں کے ساتھ یوناف سامان سے بھری کشتیوں کی طرف گیا۔ کشتیاں سامانِ خورد و نوش کے علاوہ جنگی سامان سے بھی لبریز تھیں۔ یوناف کے حکم پر جوانوں نے آن کی آن میں سامان کشتیوں سے نکال کر اونٹوں پر لاد دیا۔ اس کے بعد سمندر کنارے کشتیوں کو ایک جگہ جمع کر کے انہوں نے آگ لگا دی اور پھر یوناف اپنے ساتھیوں کے ہمراہ وہاں سے کوچ کر گیا۔

○

سامان سے لدے اونٹوں اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ یوناف صبح سویرے کسلوحی اور کفتوری قبائل کے پڑاؤ میں داخل ہوا۔

جس وقت سامان سے لدے اونٹ طوج کے خیمے کے سامنے بٹھائے جا رہے تھے طوج بھاگتا ہوا آیا اور یوناف کو گلے لگا لیا۔ اس کے بعد وہ اپنی بیٹی سے ملا۔ پھر خوشی سے بھرپور لہجے میں اس نے یوناف سے کہا:

"اے یوناف! میرے عزیز! تم نے کسلوحیوں اور کفتوریوں کے لیے وہ معرکہ سر انجام دیا ہے جسے یہ اپنے لیے ضروری مگر ناممکن خیال کرتے تھے۔ اس مہم کے دوگہرے اثرات مرتب ہوں گے۔ اول یہ کہ عنامیوں اور فترو سیوں کی عسکری قوت میں کمی آ جائے گی کیونکہ کشتیوں پر ان کے لیے سامان لانے والے وہ جوان ان کے بہترین جنگجو تھے اور گزشتہ تمام لڑائیوں میں یہ سب جوان یہاں موجود ہوا کرتے تھے۔

ان کی غیر موجودگی میں عنامی اور فترو سی ہم سے لڑائی کی ابتدا نہ کرتے تھے۔ اب ان جوانوں کے مارے جانے سے عنامیوں اور فترو سیوں پر ایک بھاری اور کاری ضرب لگے گی اور اب یہ یونہی اندھے اونٹوں کی طرح منہ اٹھا کر ہم پر نہ چڑھ دوڑا کریں گے بلکہ ایسا کرنے کے لیے آئندہ انہیں خوب سوچ بچار سے کام لینا ہو گا۔

اور اس مہم کا دوسرا بہترین فائدہ یہ ہوا ہے کہ ہمیں صحرا کے اس حصے میں بلا قیمت خورد و نوش کا بہت سا سامان ہاتھ لگ گیا ہے۔

اور اے یوناف! اس مہم کو سر کرنے کے بعد اب ہمیں اور زیادہ محتاط رہنا ہوگا۔ اس لیے کہ اپنے جوانوں کی تلاش میں عنامی اور فترو سی قبائل ان اطراف میں ضرور آئیں گے اور اس کے لیے وہ ساحر سامری سے بھی کام لے سکتے ہیں۔"

یوناف نے خوش طبعی سے کہا:

"جب ایسا وقت آیا تو دیکھ لیں گے۔"

سردار طوج نے اپنے جوانوں کو اونٹوں سے سامان اتار کر خیموں میں ذخیرہ کرنے کا حکم دیا اور خود یوناف اور حریفہ کا ہاتھ تھام کر خیمے کی طرف چل دیا۔

○

یوم الزینہ، جو مصریوں کی عید کا دن تھا۔ اس سے کئی روز پہلے موسیٰؑ سے مقابلہ کرنے کے لیے ساحر و جادوگر مصر کے مرکزی شہر تھیبس پہنچنا شروع ہو گئے تھے۔ مصر کا سب سے بڑا ساحر اندھا شمعون بھی مقابلے سے دو روز قبل شہر میں داخل ہو گیا تھا۔

مقابلے سے ایک روز قبل یہ سارے جادوگر ایک جگہ جمع ہوئے۔ مصر کے ان تمام ساحروں پر اندھے شمعون کو ناظم و نگران اور سرکردہ و سرخیل مقرر کیا گیا۔ جب یہ سارے ساحر اکٹھے ہوئے تو شمعون نے ان سب کو مخاطب کر کے کہا: "اے میرے ساحر ساتھیو! میں نے فرعون کے دو قاصدوں کی مدد سے یہ پتہ لگایا ہے کہ موسیٰؑ و ہارونؑ دن کو تبلیغ کا کام کرتے ہیں اور دوپہر کے وقت آرام کرنے کی خاطر شہر سے باہر کھجوروں کے ایک جھنڈ تلے سوتے ہیں۔ میرے کچھ ساتھی ساحر اس جگہ کو دیکھ آئے ہیں لہٰذا تم اپنے چند ساتھیوں کو اس طرف روانہ کرو جہاں موسیٰؑ و ہارون سوتے ہیں۔ وہ انہیں نقصان پہنچانے

کے ارادے سے وہاں جائیں اور واپس آکر ساری کیفیت مجھ سے کہیں تاکہ اس سے میں اندازہ لگا سکوں کہ موسیٰؑ و ہارونؑ جادو و سحر میں کس قدر مہارت وقوت رکھتے ہیں"۔

شمعون کی تجویز پر کچھ ساحروں کو وہاں جانے کے لیے منتخب کیا گیا اور وہ موسیٰؑ و ہارونؑ کی طرف روانہ ہو گئے۔

ساحروں کا یہ مختصر سا گروہ جب اس مخصوص جگہ پر پہنچا تو دیکھا کہ کھجوروں کے ایک جھنڈ کے نیچے موسیٰؑ و ہارونؑ گہری نیند سو رہے ہیں۔ جب وہ ان دونوں کو نقصان پہنچانے کے لیے آگے بڑھے تو دنگ رہ گئے کیونکہ موسیٰؑ کے قریب رکھا ان کا عصا اژدہے کی شکل اختیار کر گیا۔ پھر وہ ان کی طرف لپکا تو یہ سب ساحر وہاں سے بھاگ نکلے۔

واپس آکر انہوں نے یہ سارا ماجرا شمعون سے بیان کر دیا۔ اندھا شمعون چند ثانیوں تک گردن جھکائے کچھ سوچتا رہا۔ پھر اپنے ساتھی ساحروں سے بولا: "اے میرے ساتھیو! جادو اور سحر ایسے امر کے لیے مخصوص ہے جس کا سبب پوشیدہ ہو اور وہ اصل حقیقت کے خلاف خیال میں آنے لگے۔ گو سحر ایک حقیقت ہے اور مضرت رساں اثرات رکھتا ہے جس طرح زہر یا دوسری نقصان رساں اشیاء میں ہوتے ہیں اور یہ بھی سنو میرے ساتھیو کہ سحر قدرتِ الٰہی سے بے نیاز ہو کر خود موثر بالذات نہیں ہے۔ اس کے ساتھ ہی میں یہ بات بھی واضح کر دوں کہ کوئی ساحر کیسا ہی ماہر اور بے مثل جادوگر کیوں نہ ہو اس کا جادو نہ اس وقت کار آمد ہوتا ہے نہ حرکت میں آتا ہے جب وہ ساحر سو رہا ہو اور سونے کی حالت میں یہ جو موسیٰؑ کا عصا اژدہا بن کر حرکت میں آیا ہے تو اس نے مجھے تشویش اور خلجان میں ڈال دیا ہے"۔

ایک ساحر نے چونک کر پوچھا:

"تو کیا تمہارا خیال ہے کہ موسیٰؑ کے پاس سحر نہیں کچھ اور ہے"۔

شمعون نے جواب میں فیصلہ کن انداز سے کہا:

"ہاں، میرا دل کہتا ہے کہ یہ سحر نہیں کوئی معجزہ ہے اور معجزہ درحقیقت براہِ راست خالقِ حقیقی کا فعل ہے جو بغیر اسباب کے ایک صادق کی صداقت کے لیے وجود میں آتا ہے۔ معجزہ سحر کی طرح کسی اصول وقانون پر مبنی نہیں کہ ایک فن کی طرح اسے سیکھا جا سکے۔ معجزہ کسی شے کی ماہیت وصورت کو بدل دیتا ہے جبکہ نقصان دہ سحر ہے تو سہی مگر کسی شکل و ماہیت میں حقیقی انقلاب برپا نہیں کرتا بلکہ صرف قوتِ متخیلہ میں ایک انقلاب برپا کر سکتا ہے۔

ایک دوسرے ساحر نے خوف بھری آواز میں پوچھا:

"تو کیا ہمیں اس مقابلے میں حصہ نہ لینا چاہیے"۔

شمعون اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا:

"ہم ضرور اس مقابلے میں حصہ لیں گے اور دیکھیں گے کہ موسیٰؑ و ہارونؑ کی طرف سے ہمارے مقابلے میں کیا پیش کیا جاتا ہے۔ اب تم جاؤ اور کل کے مقابلے کے لیے ایسی رسیاں اور چھڑیاں تیار کرو جو مقابلے کے میدان میں سانپ بن کر بھاگنے لگیں"۔

سب ساحر یہ حکم پا کر وہاں سے چلے گئے۔

○

دوسرے روز سورج طلوع ہونے کے بعد مقابلے کے میدان میں تھیبس شہر اور باہر سے آئے ہوئے لوگ کھچا کھچ بھر گئے۔

میدان کے ایک طرف سارے جادوگر جمع تھے۔ اتنے میں موسیٰؑ و ہارونؑ بھی میدان میں نمودار ہوئے وہ سیدھے جادوگروں کے پاس آگئے۔

پھر موسیٰؑ نے ان جادوگروں کو مخاطب کر کے کہا:

"اے ساحرو! تمہاری ہلاکت سامنے آچکی ہے۔ اللہ تعالیٰ پر افترا اور بہتان نہ لگاؤ کہ اس کے ساتھ خدائی میں فرعون یا کوئی اور شریک ہے۔ اگر تم ایسا کرو گے تو تمہارا رب جو تمہارا خالق و رازق ہے تمہیں عذاب میں پیس ڈالے گا اور تمہاری بنیاد اکھاڑ ڈالے گا اور سن لو کہ جو اللہ پر بہتان باندھتا ہے وہ ناکام و نامراد رہتا ہے"۔

موسیٰؑ کی یہ تقریر سن کر ان جادوگروں پر خاطر خواہ اثر ہوا اور ان میں سے کچھ یہ صلاح مشورہ کرنے لگے کہ ہمیں اس مقابلے سے باز رہنا چاہیے لیکن کچھ دوسرے ساحروں نے انہیں سمجھایا کہ اب تو مقابلہ سر پر آگیا ہے۔ ایسے موقعے پر انکار کرنا بد دیانتی اور وعدہ خلافی ہے۔

عین اسی وقت فرعون، ہامان اور اپنے درباریوں کے ساتھ وہاں آگیا۔ ایک اونچی جگہ ان سب کے لیے نشستیں بنائی گئی تھیں جن پر وہ سب بیٹھ گئے۔

ایک طرف فرعون منفتاح کی سوتیلی ماں آسیہ بھی آکر بیٹھ گئی تھیں اور رو رو کر موسیٰؑ کی فتحمندی

کے لیے دعائیں مانگ رہی تھیں۔

منفتاح کی اس نشست کے دائیں جانب عام لوگوں کے اندر عزازیل بھی اپنے ساتھیوں کے ساتھ حق و باطل کا یہ معرکہ دیکھنے آموجود ہوا تھا۔

پھر سارے جادوگر، اپنے سردار شمعون کی سرکردگی میں فرعون کے سامنے آئے۔ اندھے شمعون نے فرعون سے پوچھا: "اے رع دیوتا کے عظیم اوتار! اگر ہم یہ مقابلہ جیت گئے تو کیا ہمیں کچھ انعام بھی ملے گا؟"

فرعون مسکرایا اور اپنے سامنے کھڑے سارے ساحروں کو خوش کرنے کی خاطر بلند آواز میں بولا:

"اے معرکے معزز و محترم ساحرو! آج کا یہ میدان اگر تم نے موسیٰؑ و ہارونؑ کے مقابلے میں مار لیا تو سن رکھو کہ تم نہ صرف انعام و اکرام سے مالا مال کر دیے جاؤ گے بلکہ تمہاری حیثیت میرے ہاں مقربینِ دربار کی سی ہو گی اور یہ ایسی عزت افزائی ہے کہ ہر کوئی اس کا متمنی و خواہشمند ہے۔"

فرعون کے اس جواب پر ساحر مطمئن و خوش ہو گئے۔ پھر وہ پلٹے اور موسیٰؑ و ہارونؑ کے پاس آ گئے۔ اس کے بعد فرعون کے حکم پر ہامان نے اٹھ کر اعلان کیا کہ مقابلہ شروع کیا جائے۔ اس پر جادوگر اپنے سردار شمعون کا ہاتھ پکڑ کر موسیٰؑ و ہارونؑ کے سامنے لے آئے۔ پھر شمعون نے موسیٰؑ کو مخاطب کر کے کہا: "اے موسیٰؑ ابن عمران! اب جبکہ منفتاح کی طرف سے مقابلہ شروع کرنے کا حکم جاری ہو گیا ہے تو کیا پہلے تم کچھ ڈالو گے یا ہم ابتدا کریں؟"

موسیٰؑ نے جواب میں فرمایا:

"تم لوگ ہی اپنے جادو سے ابتدا کرو۔"

اس پر اندھے شمعون نے بلند آواز میں نعرہ مارا: "فرعون کی عزت کی قسم! ہم ہی غالب رہیں گے۔"

اس نعرے کے جواب میں تمام ساحروں نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں زمین پر ڈال دیں جو سانپ اور اژدہوں کی شکل میں دوڑتی نظر آنے لگیں۔

یہ معاملہ دیکھ کر لوگ دنگ رہ گئے۔

اس موقع پر جبرائیلؑ نازل ہوئے اور خداوند تعالیٰ کا یہ حکم سنایا کہ:

"آپ بھی اپنا عصا زمین پر ڈال دیں۔"

عزازیل بھی وہاں موجود یہ سارا منظر دیکھ رہا تھا۔

موسیٰؑ کو یہ وحی بھی کی گئی کہ:

"خوف نہ کھاؤ ہمارا وعدہ ہے کہ غالب تم ہی رہو گے۔"

جادوگروں کی رسیوں اور لاٹھیوں کو سانپوں اور اژدہوں کی صورتوں میں دیکھ کر فرعون اور ہامان بھی اپنی جگہ خوش ہو رہے تھے۔

پس موسیٰؑ نے جب اپنا عصا ڈالا تو میدان کے اندر وہ عصا ایک بہت بڑا اژدہا بن کر نمودار ہوا۔ جو ان سارے ساحروں کے شعبدوں کو نگل گیا۔

سارا میدان صاف ہو گیا۔ اس طرح ساحر اپنے سحر میں ناکام رہے اور سب لوگوں کے سامنے مقابلہ ہار گئے۔

موسیٰؑ کے عصا کا یہ کرشمہ دیکھا تو جادوگر حقیقتِ حال کو جان گئے جسے اس وقت فرعون اور اس کے درباری پوشیدہ رکھنے کی کوشش کر رہے تھے۔ مگر وہ اس حقیقت کو چھپا نہ سکے اور انہوں نے شکست تسلیم کر لی۔

پھر سب لوگوں کے سامنے انہوں نے اقرار کیا کہ موسیٰؑ کا یہ عمل جادو سے بالاتر اور اللہ کا معجزہ ہے اور سحر سے اس کا کوئی واسطہ نہیں ہے۔ اس کے ساتھ ہی وہ سارے جادوگر سجدے میں گر پڑے اور بآوازِ بلند اقرار کر لیا کہ:

"ہم موسیٰؑ و ہارونؑ کے رب پر ایمان لے آئے کیونکہ وہی سارے جہانوں کا رب ہے۔"

فرعون نے جب دیکھا کہ اس کا دامِ فریب تار تار ہو گیا ہے اور جو موسیٰؑ کو شکست دینے کی آخری صورت تھی وہ بھی ختم ہو گئی ہے اور یہ کہ سارے جادوگروں نے اس سے صلاح مشورہ کیے بغیر موسیٰؑ کے رب کو اپنا رب تسلیم کر لیا ہے اور موسیٰؑ پر ایمان لے آئے ہیں تو اسے خدشہ محسوس ہوا کہ کہیں مصری عوام ہی ہاتھ سے نہ جاتے رہیں اور موسیٰؑ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو جائیں۔ اس معاملے کو ٹالنے کے لیے اس نے مکر اور فریب کا ایک اور طریقہ اختیار کیا اور لوگوں کو سناتے ہوئے اس نے بلند آواز سے ساحروں کو مخاطب کر کے کہا: "ایسا معلوم ہوتا ہے کہ موسیٰؑ تم سب کا استاد ہے اور تم سب نے آپس میں سازش کر رکھی ہے تب ہی تو میری رعایا ہوتے ہوئے میری اجازت کے بغیر تم نے موسیٰؑ و ہارونؑ کے رب پر ایمان لانے کا اعلان کر دیا ہے۔

پس سن رکھو ساحرو! میں تم سب کو ایسی عبرت ناک سزا دوں گا تاکہ آئندہ کسی کو اس طرح کی بے وفائی اور غداری کی جرأت نہ ہو۔ سنو ساحرو! میں پہلے تو تم لوگوں کے ہاتھ پاؤں الٹے سیدھے کٹواؤں گا اور پھر میں

تمہیں صلیب پر لٹکا دوں گا۔"

لیکن ان ساحروں پر فرعون کی دھمکی کا کوئی اثر نہ ہوا اس لیے کہ وہ نیک نیتی اور خلوص سے ایمان لا چکے تھے۔ وہی جادوگر جو تھوڑی دیر قبل فرعون سے انعام و اکرام اور عزت و جاہ کی آرزوئیں اور التجائیں کر رہے تھے۔ وہی ساحر اب ایمان لانے کے بعد ایسے نڈر اور بے خوف ہو گئے کہ ان کے سامنے سخت سے سخت مصیبت اور دردناک ترین عذاب بھی ہیچ ہو کر رہ گیا اور کوئی دہشت بھی ان کے ایمان کو متزلزل نہ کر سکی۔

ان ساحروں نے پہلے اپنے سردار شمعون کے ساتھ مشورہ کیا۔ پھر انہوں نے بے دھڑک ہو کر فرعون سے کہہ دیا:

"اے بادشاہ! یہ ہم کبھی اور کسی صورت نہیں کر سکتے کہ سچائی اور روشن دلائل جو ہمارے سامنے آ گئے ہیں اور جس خدا نے ہمیں پیدا کیا ہے اس سے منہ موڑ کر تیرا حکم مان لیں۔

اے بادشاہ! تو جو کرنا چاہتا ہے کر گزر۔ تو زیادہ سے زیادہ یہی کر سکتا ہے کہ دنیا کی اس زندگی کا خاتمہ کر دے۔ ہم تو اپنے پروردگار پر ایمان لا چکے ہیں۔ وہ ہماری خطائیں بخشنے والا ہے۔ ہمارے لیے ہمارا اللہ ہی بہتر ہے اور وہی باقی رہنے والا ہے۔"

ان جادوگروں کے اس جواب پر فرعون اور اس کے اعیان و ارکان کو سخت ہزیمت اٹھانا پڑی اور سرِ عام وہ ذلیل و رسوا ہوئے۔ موسیٰؑ و ہارونؑ کے رب کا وعدہ پورا ہوا۔

یہ صورت حال دیکھ کر اسرائیلی نوجوانوں میں سے بھی ایک جماعت مسلمان ہو گئی لیکن فرعون کے ظلم و ستم کی وجہ سے اپنے اس ایمان کا اعلان نہ کر سکی کیونکہ ایمان قبول کرتے ہی اس کی عام ظالمانہ ستم کیشیوں اور ظلم پرستیوں کے علاوہ اس وقت فرعون کی ذلت و شکست نے اسے اور زیادہ غضبناک کر دیا تھا۔

اس موقع پر موسیٰؑ نے انہیں تلقین فرمائی کہ:

"مومن ہونے کے بعد تمہارا سہارا صرف خدا ہے۔"

ان ایمان والوں نے اس پر لبیک کہا اور خدا کے سامنے گڑگڑا کر رحمت و مغفرت کی دعائیں اور ظالموں کے ظلم و معصیت سے محفوظ رہنے کی التجائیں کرنے لگے۔

فرعون کی اس بے بسی کے موقع پر اس کے درباری اس کے پاس آ کھڑے ہوتے اور ان میں سے ایک نے اسے مشورہ دیتے ہوئے کہا: "اے خداوند! ہمیں فی الفور اس موسیٰؑ کو قتل کر دینا چاہیے تاکہ ایسا نہ ہو کہ وہ اور اس کے ساتھی مصر کے اندر فساد پھیلائیں اور ہمارے دیوتاؤں کو ٹھکراتے پھریں۔"

پر فرعون موسیٰؑ کی روحانی قوت کا مظاہرہ دیکھ کر بے حد مرعوب ہو چکا تھا۔ اس بنا پر اسے موسیٰؑ کو قتل کرا دینا تو دور کی بات، ان کے خلاف کچھ کہنے تک کی مطلق ہمت نہ ہوئی۔ اپنے اس درباری کی تسلی کے لیے اس نے جواب دیا: "تم لوگ گھبراتے کیوں ہو؟ میں اسرائیلیوں کی طاقت بڑھنے نہ دوں گا اور ان لوگوں کو اس قابل ہی نہ رہنے دوں گا کہ یہ ہمارا مقابلہ کر سکیں۔"

اسی دوران فرعون کا ایک درباری بھاگا بھاگا آیا اور اسے مخاطب کر کے بولا: "اے آقا! میں آپ سے ایک ایسی بات کہنے آیا ہوں جو نہ صرف ہم سب کے لیے تعجب خیز اور حیران کن ہے بلکہ بے حد تکلیف دہ ہے۔"

فرعون نے اس درباری سے فکر گیر آواز میں کہا: "جو کہنا ہے جلدی کہہ۔ مجھے مزید فکر و الم میں نہ ڈال۔"

درباری نے اپنی سانس درست کی اور بولا: "اے آقا! یہ نئی اور تلخ بات ہے کہ آپ کی سوتیلی ماں آسیہ بھی موسیٰؑ پر ایمان لا چکی ہیں۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ وہ اس میدان میں عام لوگوں کے اندر بیٹھی موسیٰؑ کی فتحمندی اور کامیابی کے لیے دعائیں مانگ رہی تھیں۔ اور دعا بھی کوئی عام نہیں بلکہ وہ نہایت عاجزی و انکساری اور رقت و درد و آنسوؤں میں ڈوب کر اسی رب سے دعا مانگ رہی تھی جس پر ایمان لانے کو موسیٰؑ ہمیں کہتا ہے۔"

فرعون کے چہرے پر ناگواری اور انتقامی کیفیت طاری ہو گئی۔ اس نے چند ثانیے سوچا پھر وہ تحکمانہ انداز میں اپنے درباری سے بولا: "تم ابھی اور اسی وقت جاؤ اور آسیہ خاتون کو بلا کر میرے پاس لاؤ۔"

درباری بھاگا بھاگا واپس لوٹ گیا۔

آسیہ اس وقت میدان سے نکل کر شاہی محل کی طرف جا رہی تھیں کہ درباری نے انہیں جا لیا اور بولا: "اے مقدس ملکہ! آپ کے بیٹے منفتاح نے آپ کو بلوایا ہے اور وہ اپنے درباریوں کے ساتھ اس وقت میدان کے ایک طرف آپ کا منتظر ہے۔"

آسیہ نے ایک بار غور سے تجسس کے عالم میں درباری کی طرف دیکھا جس کے چہرے اور آنکھوں میں آسیہ کے پڑھنے اور اندازہ لگانے میں ان گنت تحریریں اور غیر متشکل جذبے تھے۔ پھر انہوں نے دیر نہ کی اور خاموشی سے اس کے ساتھ ہو لیں۔

آسیہ جب فرعون منفتاح کے سامنے آئیں تو اس نے ناراضگی اور خفگی سے پوچھا: "اے خاتون!

مجھے خبر ملی ہے کہ جادوگروں کے ساتھ مقابلے کے دوران تم موسیٰؑ و ہارونؑ کی کامیابی اور فتح مندی کے لیے دعائیں مانگتی رہی ہو۔"

آسیہ نے معنی خیز انداز میں اپنے سوتیلے بیٹے کی طرف دیکھا۔ پھر فیصلہ کن انداز میں جواب دیا:

"اے فرعون! تو نے جو سنا ہے سچ سنا ہے۔ میں تمہارے اور تمہارے درباریوں کے سامنے اقرار کرتی ہوں کہ موسیٰؑ و ہارونؑ کے رب پر میں ایمان لا چکی ہوں اور وہ ایسا رب ہے جو رازق و مالک ہے اور اس کے علاوہ کوئی بھی اس قابل نہیں جس کے سامنے مراسم عبودیت ادا کی جائیں۔

اے فرعون منفتاح! تم اور تمہارے درباری گواہ رہنا کہ میں کائنات کے اس مالک و واحد رب پر ایمان لاتی ہوں جس نے انسان کو مٹی سے پیدا کیا اور پھر اپنی بے مثل حکمت سے اس نے انسان کے اندر احساسات و جذبات، شعور و عقل اور فکر و تخیل جیسے جذبے بھر دیے۔

اے فرعون منفتاح! تو لوگوں کا رب ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ کیا تو بتا سکتا ہے کہ یہ جذبے انسان کے اندر کیسے بھر گئے۔ اور کیا تو ایسا کرنے پر قادر ہے اور کیا تو جانتا ہے کہ انسانی بناوٹ کے عناصرِ ترکیبی میں سے کونسا عنصر ان جذبوں کا منبع ہے۔"

فرعون کے پاس چونکہ ان باتوں کا کوئی جواب نہ تھا لہٰذا اپنے درباریوں اور وہاں جمع دوسرے لوگوں کے سامنے شرمندگی سے بچنے کے لیے اس نے ہامان کو مخاطب کر کے کہا: "اے ہامان! آسیہ خاتون خود اپنا جرم تسلیم کر چکی ہے اور سب کی موجودگی میں اس نے اقرار کر لیا ہے کہ وہ موسیٰؑ و ہارونؑ کے رب پر ایمان لے آئی ہے لہٰذا میری طرف سے اس کے لیے فیصلہ یہ ہے کہ اس کے ہاتھ پاؤں باندھ کر اسے بستر کی طرح زمین پر لٹا دیا جائے۔ پھر اس کے اوپر ایک بھاری چٹان گرا دی جائے۔"

ہامان نے فوراً اس کا بندوبست کیا۔

آسیہ کو زمین پر لٹا دیا گیا۔ چٹان گرائے جانے سے قبل آسیہ نے رب تعالیٰ کے حضور نہایت عاجزی سے گڑگڑا کر دعا کی:

"اے میرے اللہ! مجھے اس رسوائی اور عذاب و کرب سے بچا۔"

آسیہ کی اس دعا کے ساتھ ہی چٹان ان کے اوپر گرنے سے پہلے ہی ان کی روح قبض کر لی گئی۔ اور چٹان ان کے مردہ جسم پر گری۔ اس طرح خدا تعالیٰ نے ان کو چٹان گرنے کی اذیت سے نجات دے دی تھی۔

اس طرح فرعون آسیہ خاتون کو سزا دینے اور ساحروں کے لیے سزا تجویز کرنے کے بعد وہاں سے

ہٹ گیا تھا۔

دوسری طرف موسیٰؑ و ہارونؑ نے یہ مقابلہ جیتنے کے بعد اور زیادہ تگ و دو کے ساتھ تبلیغ شروع کر دی تھی!

○

صحرا کے اندر عناقی اور فرزوسی قبائل کے پڑاؤ میں سامری اپنے سر کو جھکائے کچھ سوچتا ہوا اپنے خیمے میں داخل ہوا۔

اندر ایک گوشے میں جلتی آگ کے پاس عزازیل کا ساتھی بشر بیٹھا تھا۔ سامری اس کے پہلو میں آ بیٹھا۔

اسے تفکر و تخیلات میں ڈوبے دیکھ کر بشر نے ہمدردی، رحم و شفقت اور ایثار و قربانی میں ڈوبی ہوئی آواز میں پوچھا: "اے سامری! تو کن سوچوں میں غرق ہے۔ بتا تجھ پر کیا ابتلا اور دشواری آن پڑی ہے کہ تو اس طرح فکر مند اور پریشان ہے۔"

سامری نے نگاہ اٹھا کر تشکر آمیز نگاہوں سے بشر کو دیکھا اور کہا: "اے بشر! مجھے یقیناً تیری طرف سے ایسے ہی الفاظ سننے کی امید تھی۔ سنو بشر! عناقی اور فرزوسی قبائل پر ایک نئی افتاد آن پڑی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اس کا حل تم ہی تلاش کر سکتے ہو۔"

بشر مسکرایا اور اس نے گہری نگاہوں سے سامری کو دیکھ کر کہا: "اے سامری! پہلے یہ تو بتاؤ کہ معاملہ کیا ہے۔"

سامری نے اپنے آپ کو سنبھالا اور بشر کے سوال کا جواب دیتے ہوئے بولا: "اے بشر! میں ابھی ابھی سردار بجیلہ کے پاس سے آ رہا ہوں۔ وہ ان دنوں سخت پریشان اور فکر مند ہے۔ اس لیے کہ اس نے جن جوانوں کو اپنی بستیوں سے سامانِ رسد اور اسلحہ لانے کو روانہ کیا تھا وہ ابھی تک واپس نہیں آئے جبکہ اس کے اندازے کے مطابق کئی دن پہلے ان جوانوں کو سامان سے بھری ہوئی کشتیوں کے ساتھ یہاں پہنچ جانا چاہیے تھا۔ اے بشر! بجیلہ نے ابھی مجھے اپنے خیمے میں بلوا کر یہ کہا ہے کہ میں اپنے علم کے زور پر اس کے جوانوں اور کشتیوں کا پتہ لگاؤں۔"

سامری کے خاموش ہونے پر بشر نہایت ہمدردی سے بولا: "سامری! سامری! میں تھوڑی دیر میں

یہاں سے روانہ ہوتا ہوں اور ساری خبر لاکر تفصیل سے تم سے کہتا ہوں کہ وہ جوان اپنی کشتیوں کے ساتھ اس وقت سمندر میں کس جگہ ہیں اور کب تک یہاں پہنچ جائیں گے۔

لیکن اے سامری! یہاں سے کوچ کرنے سے قبل میں تمہیں ایک ایسی خبر سنانا چاہتا ہوں جو شاید تمہارے لیے نئی اور تعجب خیز بلکہ پریشان کن بھی ہو۔"

سامری نے اندیشوں بھری آواز میں پوچھا: "شبر! میرے دوست! ایسی کونسی خبر ہے؟"

شبر سامری سے قریب ہوتے ہوئے بولا: "سنو میرے دوست! تمہاری مصر سے غیر حاضری کے دوران وہاں ایک زبردست انقلاب رونما ہوا ہے۔ تمہارے آنے سے پہلے ہی میرا آقا عزازیل مجھے مل کر گیا ہے اور اسی نے مجھے مصر میں اس انقلاب سے متعلق اطلاع دی ہے۔

اے سامری! وہ انقلاب یہ ہے کہ موسیٰؑ بن عمران اور ہارونؑ بن عمران دونوں بھائی ایک روز فرعون منفتاح کے دربار میں آئے اور اس کے درباریوں کے سامنے اس سے کہا کہ وہ سارے دیوتاؤں کی پرستش چھوڑ کر صرف ایک اللہ کی بندگی کرے جو سب کا واحد اور سب کا خالق ہے۔

فرعون نے موسیٰؑ کے اس دعوے پر کوئی نشانی طلب کی تو موسیٰؑ نے اپنے ہاتھ میں پکڑا ہوا عصا زمین پر ڈال دیا جو بہت بڑا اژدہا بن گیا۔ ساتھ ہی جب اس نے اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈال کر باہر نکالا تو وہ ستاروں کی طرح روشن ہو گیا تھا۔

فرعون یہ دیکھ کر بڑا فکر مند ہوا اور اس نے اپنے درباریوں سے مشورہ کیا پس اس کے درباریوں نے اس سے کہا کہ موسیٰؑ و ہارونؑ دونوں ہی بہت بڑے جادوگر ہیں اور اپنے جادو کے زور پر ہمیں ہماری سرزمین سے نکال باہر کرنا چاہتے ہیں اور یہ کہ ان سے نمٹنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ مصر کے بڑے بڑے تمام جادوگروں کو جمع کیا جائے اور کسی مقررہ دن پر ان کا موسیٰؑ و ہارونؑ سے مقابلہ کرایا جائے جب ہمارے جادوگر موسیٰؑ و ہارونؑ کو سحر و طلسم کے فن میں پچھاڑ دیں گے تو ان کا یہ دعویٰ اپنے آپ ختم ہو جائے گا۔

اے سامری! اس مقابلے کے لیے مصریوں کی عید کا دن یوم الزینۃ مقرر کیا گیا۔ اور مصر کے تمام بڑے جادوگروں کو اس روز تھیبس میں جمع کیا گیا۔

اے سامری! غور سے سن! ان سارے جادوگروں کا سردار تیرا استاد اندھا شمعون تھا۔ مقررہ دن پر یہ مقابلہ ہوا۔ اس مقابلے میں جادوگروں نے میدان کے اندر اپنی رسیاں اور چھڑیاں پھینکیں جو ان کے جادو کے زور سے سانپ بن کر میدان میں بھاگنے لگیں۔ پھر اسی وقت موسیٰؑ نے اپنا عصا میدان میں ڈالا۔ پس اے سامری! عصا اژدہا بن گیا اور اس اژدہے نے جادوگروں کے سارے طلسم کو نگل لیا اور یوں موسیٰؑ نے سب لوگوں کے سامنے مصر کے تمام بڑے بڑے جادوگروں کو ذلت آمیز شکست سے دوچار کر دیا۔

اور اے سامری! یہ معاملہ یہیں پر ختم نہیں ہوا۔"

"اچھا۔ پھر اس کے بعد اور کیا ہوا؟" سامری نے بے چینی سے پوچھا۔

شبر نے جواب دیا: "ہوا یہ کہ جب جادوگروں نے موسیٰؑ کے اس اژدہے اور اژدہے کے اس فعل کو دیکھا تو انہوں نے کھلم کھلا اعلان کر دیا کہ وہ موسیٰؑ اور ہارونؑ کے رب پر ایمان لاتے ہیں۔

فرعون نے جب یہ دیکھا کہ جادوگر تو موسیٰؑ کے رب پر ایمان لے آئے ہیں تو اس نے اپنی شرمندگی اور خفت مٹانے کے لیے جادوگروں پر یہ الزام لگایا کہ وہ موسیٰؑ و ہارونؑ کے ساتھ ملے ہوئے ہیں اور ایک باقاعدہ سازش کے تحت انہوں نے یہ مقابلہ ہار دیا ہے تاکہ بھرے میدان میں ہمیں ذلت کا سامنا کرنا پڑے۔

پس بھرے میدان میں فرعون نے جادوگروں پر یہ الزام لگانے کے بعد ان کے لیے ان کے ہاتھ پاؤں الٹی سمت سے کاٹ دینے کی سزا تجویز کر دی۔

اسی وقت فرعون کو یہ خبر ملی کہ اس کی سوتیلی ماں آسیہ خاتون بھی موسیٰؑ و ہارونؑ پر ایمان لا چکی ہے پس فرعون نے آسیہ خاتون کو طلب کیا اور اس سے معاملہ پوچھا۔ جب اس نے اقرار کیا کہ وہ موسیٰؑ و ہارونؑ کے رب پر ایمان لا چکی ہے تب فرعون نے ایک بہت بڑی چٹان اس پر گرا کر اس کا خاتمہ کر دیا۔

پس اے سامری! یہ ہے وہ انقلاب جو مصر میں تمہاری غیر موجودگی میں رونما ہوا ہے اور جس کی میں تمہیں خبر دینا چاہتا تھا۔"

اس سارے واقعے کو سن کر حیرت و حسرت سے سامری نے کہا: "کاش! اس موقع پر میں بھی مصر میں موجود ہوتا اور اس مقابلے میں حصہ لے کر اپنے استاد شمعون کی مدد کر سکتا۔"

اس پر شبر نے اسے سمجھانے کے انداز میں کہا: "سامری! سامری! میرے دوست! اچھا ہوا کہ تم یہاں ہو اور اس مقابلے میں شامل نہیں ہوئے ورنہ تم بھی انہی جادوگروں میں شامل ہوتے جو اس وقت فرعون کے زیر عتاب ہیں۔"

سامری نے غور سے شبر کی طرف دیکھا اور کہا: "تمہارے کہنے کا مطلب ہے کہ موسیٰؑ و ہارونؑ حق پر ہیں اور یہ کہ جادوگر ایک باطل قوت کی طرح ہزیمت اٹھا چکے ہیں۔"

ثبر نے جان چھڑانے کے انداز میں کہا: "اے سامری! یہ ایک نیا موضوع ہے جس سے میری اور تمہاری گفتگو کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ بہرحال اب میں یہاں سے کوچ کرتا ہوں"۔

اس کے ساتھ ہی ثبر اپنی جگہ سے اٹھا اور سامری کو ایک الجھن اور خلجان میں مبتلا چھوڑ کر غائب ہو گیا!

○

شام رات میں ڈھل گئی تھی۔ سردی میں لپٹی تیز اور طوفانی سمندری ہوائیں صحرا کے اندر چیخ چلا رہی تھیں۔

یوناف سردار طوج کے خیمے میں آتشدان کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور اس کے دائیں طرف جریئطہ اور بائیں طرف سردار طوج بھی آگ سے اپنے آپ کو گرم کر رہے تھے۔

یکایک ابلیکا کی آواز یوناف کے کانوں میں پڑی:

"یوناف! یوناف! میرے حبیب! عنامی اور فتردسی قبائل پر فتح حاصل کرنے کے لیے قدرت تمہیں ایک بہترین موقع فراہم کر رہی ہے۔ اس وقت اگر تم میری تجویز پر عمل کرو تو میں تمہیں یقین دلاتی ہوں کہ کسلوحی اور کفتوری قبائل کی جان ہمیشہ کے لیے ان عنامیوں اور فتردسیوں سے چھوٹ جائے گی۔

میرے حبیب! دیکھو کہ اس وقت تیز سمندری ہوائیں چل رہی ہیں جن کا رخ شمال سے جنوب کی طرف ہے اور تم جانتے ہو کہ سمندر کے کنارے عنامی اور فتردسی قبائل کے پڑاؤ کا رخ بھی شمالاً جنوباً ہی ہے اگر ابھی اور اسی وقت تم عنامیوں اور فتردسیوں کے خیموں کو جا کر آگ لگا دو تو ان سمندری ہواؤں کی وجہ سے یہ آگ انتہائی تیزی سے شمال سے جنوب کی طرف پھیلتی جائے گی۔ عنامی اور فتردسی اس آگ پر قابو نہ پا سکیں گے اور جب یہ آگ پوری طرح ان کے پڑاؤ کو جلا کر خاکستر کر دے تب تم اے میرے حبیب! اپنے کسلوحی اور کفتوری مسلح جوانوں کے ساتھ ان پر حملہ کر

دینا۔ وہ یقیناً ایسی بدحالی میں ہوں گے کہ اس حملہ کو برداشت نہ کر سکیں گے اور بھاگ کھڑے ہوں گے اور ان کا یہ فرار ہی ان کی تباہی کا باعث بن جائے گا کہ تم لوگ ان کا تعاقب کر کے ان کا خاتمہ کر دینا۔ یوں ہمیشہ کے لیے عنامیوں اور فترِدسیوں سے سردار طوج اور اس کے قبائل کی جان چھوٹ جائے گی۔"

یوناف کچھ کہنا چاہتا تھا کہ ابلیکا پھر بول پڑی:

"اے یوناف! ایسا کرنے میں دو چیزیں تمہارے حق میں ہیں۔ ایک سمندری ہوا جو شمال سے جنوب کو اس وقت صحرا میں چل رہی ہے اور لمحوں میں دشمن کے پڑاؤ کو جلا کر راکھ کر دے گی۔ اور دوسری یہ کہ عزازیل کا ساتھی شبر اس وقت سامری کے ساتھ عنامی اور فترِدسی قبائل میں نہیں ہے کیونکہ سامری نے اسے ان جوانوں کا پتہ کرنے کے لیے روانہ کر رکھا ہے جنہیں تم نے گزشتہ دنوں سمندر کے کنارے قتل کر کے ان کی کشتیوں کو جلا دیا تھا۔ بس اے یوناف! اگر تم اس موقع پر بھی میری تجویز پر عمل کرو تو یقیناً یہ تجویز عنامیوں اور فترِدسیوں کی بربادی اور کسلوحی اور کفتوری قبائل کی شاندار فتح کی بنیاد بن جائے گی۔"

"لیکن اس کے لیے ایک شرط بھی ہے اور وہ یہ کہ تم یہ کام ابھی اور اسی وقت کر لو۔ ورنہ شبر واپس آ گیا اور اس کی موجودگی میں تم نے اُن خیموں کو آگ لگانے کی کوشش کی تو وہ تمہارے ایسا کرنے سے قبل ہی عنامیوں اور فترِدسیوں کو اس بات کی اطلاع کر کے تمہارے اقدام کو ناکام بنا دے گا۔"

یہ سنتے ہی یوناف اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور سردار کو مخاطب کر کے بولا:

"اے سردار طوج! میری ساتھی نادیدہ قوت نے مجھے تمہارے دشمن قبائل کے خاتمے کی بہترین اور قابلِ عمل تجویز پیش کی ہے لہٰذا میں ابھی اور اسی وقت اس تجویز پر عملی صورت دینے کے لیے یہاں سے عنامی اور فترِدسی قبائل کے پڑاؤ کی طرف روانہ ہوتا ہوں کیونکہ اس تجویز پر عمل کرنے کے بعد ہم عنامیوں اور فترِدسیوں پر حملہ کر دیں گے اور مجھے امید ہے کہ آج رات ہم ان کی تباہی اور بربادی کا باعث بنیں گے اور ان میں سے جو بچ نکلیں گے اور یہاں سے بھاگیں گے ان کے اس فرار کے بعد تم لوگ سکون اور چین سے ان خزانوں سے مستفیض ہو سکو گے جو اس وقت تمہارے پڑاؤ کے نیچے دفن ہیں؟"

سردار طوج اور حریظہ بھی اٹھ کھڑے ہوئے پھر حریظہ نے قدرے پریشانی اور تعجب سے یوناف

کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا:

"کیا آپ ہمیں اس تجویز سے آگاہ نہ کریں گے جو آپ کی نادیدہ ساتھی نے آپ سے کہی ہے اور جس پر آپ عمل کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں؟"

یوناف نے ان دونوں کو سمجھانے کے انداز میں کہا:

"تجویز یہ ہے کہ میں ابھی یہاں سے روانہ ہو کر عنامیوں اور فترِدسیوں کے پڑاؤ میں شمال کی جانب سمندر کے کنارے نمودار ہوں گا اور ان کے شمالی خیموں کو آگ لگا دوں گا۔ اس وقت ہوا چونکہ سمندر سے صحرا کی طرف شمالاً جنوباً چل رہی ہے لہٰذا یہ آگ دشمن کے خیموں میں پھیل کر لمحوں میں دشمن کے سارے پڑاؤ کو اپنی لپیٹ میں لے لے گی اور جب فترِدسی اور عنامی اس آگ پر قابو پانے کی کوشش کر رہے ہوں گے تو ہم ان پر حملہ کر دیں گے اور مجھے امید ہے کہ ہم ان سے تعداد میں کم ہونے کے باوجود آج رات انہیں نیست و نابود کر کے رکھ دیں گے۔

پھر آج رات ہمیں یہ آسانی بھی ہے کہ عنامیوں اور فترِدسیوں کے اندر سامری اور اس کی مدد کے لیے ابلیس کا ساتھی شبر، دشمن کے پڑاؤ میں موجود نہیں ہیں کیونکہ عنامیوں اور فترِدسیوں کا سردار بکیلہ اپنے ان جوانوں سے متعلق فکرمند ہے جو اپنی بستیوں سے کشتیوں پر رسد اور اسلحہ کا سامان لے کر آنے والے تھے لہٰذا سامری نے شبر کو ان جوانوں کا پتہ کرنے کے لیے بھیجا ہوا ہے جن کو ہم نے گزشتہ دنوں تہِ تیغ کر دیا تھا۔ پس عزازیل کے ساتھی شبر کی غیر موجودگی میں ہم دشمن پر بہتر اور کامیاب ضرب لگا سکتے ہیں۔"

جواب میں سردار طوج نے خوش کن انداز میں کہا:

"اے یوناف! میرے عزیز! اگر یہ بات ہے تو پھر تم جاؤ۔ تمہاری واپسی تک میں اپنے قبائل کے جوانوں کو حملہ کے لیے تیار رکھوں گا۔"

ساتھ ہی یوناف خیمہ سے باہر نکلا۔ اپنی سری قوتوں کو حرکت میں لایا اور حریظہ اور سردار طوج کی نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔

☉

رات کی گہری اور بے کنار تاریکی میں یوناف عنامیوں اور فترِدسیوں کے پڑاؤ کے شمالی حصے میں

نمودار ہوا۔

پڑاؤ کے اندر جو آگ کے الاؤ روشن تھے ان سے اس نے آگ حاصل کی اور تمام خیموں کو آگ لگا دی۔

چونکہ اس وقت وہ یوناف اپنی مری قوتوں کو استعمال کر رہا تھا لہٰذا عامیوں اور فنزدسیوں میں سے کوئی بھی اسے ایسا کرتے ہوئے دیکھ نہ سکا۔ تیز سمندری ہواؤں کے باعث آگ انتہائی تیزی سے پھیلی۔ ایک سے دوسرے خیمے اور پھر ایک سے دوسرے سرے تک ہر خیمہ میں آگ لگتی چلی گئی۔ عنامی اور فنزدسی قبائل کے لوگ بھاگ بھاگ کر اس آگ پر قابو پانے کی کوشش کر رہے تھے۔

اسی دوران یوناف پھر سردار طوج کے خیمے کے باہر نمودار ہوا۔ اس نے دیکھا کہ سردار طوج اور حریظہ نے اپنے قبائل کے جنگجو جوانوں کو ایک جگہ جمع کر رکھا تھا۔ یوناف تیزی سے اس طرف آیا اور سردار طوج کو مخاطب کر کے بولا:

"دشمن کا سارا پڑاؤ اس وقت آگ کی لپیٹ میں ہے۔ اس وقت اگر ہم ان پر حملہ کر دیں تو یقیناً کامیابی ہماری ہے لیکن شرط یہ ہے کہ یہاں سے دشمن کے پڑاؤ کی طرف انتہائی خاموشی اور رازداری کے ساتھ سفر کیا جائے۔ اور ان پر اچانک ہی حملہ کر دیا جائے۔"

یوناف کی بات پر سردار طوج نے خوش ہو کر کہا:

"اے یوناف! میرے محسن! میں تمہارے ہر فیصلہ کو تسلیم کرتا ہوں۔ جس طرح تم کہو گے ویسے ہی یہاں سے کوچ کریں گے۔"

یوناف نے فیصلہ کن انداز میں کہا:

"تو پھر آؤ۔ یہاں سے دشمن کی طرف کوچ کریں اور آج کی رات کو ان کی زندگی کی آخری رات بنا کر رکھ دیں۔"

اس کے ساتھ ہی سردار طوج، حریظہ اور ان کے جنگجو جوان یوناف کے ساتھ دشمن کے پڑاؤ کی طرف روانہ ہو گئے۔

تھوڑی دیر بعد وہ سب دشمن کے قبائل پر وحشیوں اور درندوں کی طرح جا حملہ آور ہوئے۔ عنامی اور فنزدسی اس حملے کے لیے قطعاً تیار نہ تھے۔ ایک تو وہ اس آگ کو بجھانے میں مصروف تھے جس نے ان کے سارے پڑاؤ کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا۔ دوسرے اس وقت وہ غیر مسلح بھی تھے لہٰذا کسلوحی اور کفتوری جوانوں نے لمحوں کے اندر انہیں کاٹ کر رکھ دیا۔ بہت کم عنامی اور فنزدسی وہاں سے

جان بچا کر بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو سکے۔

عنامیوں اور فنزدسیوں کا سردار بکیلہ اور دیگر معززین بھی اس حملہ میں مارے گئے۔ صرف سامری بچ کر مشرق کی طرف بھاگنے میں کامیاب ہو سکا۔ یوں کسلوحی اور کفتوری اپنا کام مکمل کرنے کے بعد اپنے پڑاؤ کی طرف واپس چلے گئے۔

سردار طوج اور حریظہ کے ساتھ ان کے خیمے میں داخل ہونے کے بعد یوناف نے سردار طوج کو مخاطب کر کے کہا:

"اے سردار طوج! جس کام کے لیے میں نے ان صحراؤں کا رخ کیا تھا اسے میں مکمل کر چکا ہوں لیکن چونکہ شروع میں میرا مدعا تم کو ایک اذیت میں ڈالنا تھا اور میں ایسا کرنے میں کامیاب ہو چکا ہوں مگر اس کے ساتھ ساتھ میں نے تمہارے دشمن قبائل کو بھی تمہارے لیے زیر اور مفتوح کر کے رکھ دیا ہے۔ اب ان قبائل میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جو تمہارے مقابلہ پر آ سکے۔"

"لہٰذا تم اطمینان اور بے فکری سے ان خزانوں سے مستفید ہو سکتے ہو جو تمہارے پڑاؤ کے نیچے دفن ہیں۔ اس کے ساتھ ہی میں اب ان تمام امور کی تکمیل کے ساتھ ابھی اور اسی وقت واپس مصر کی طرف کوچ کر دوں گا۔"

سردار طوج نے جواباً انتہائی عاجزی و انکساری اور منت کرنے کے انداز میں یوناف کو مخاطب کر کے اپنے جی کی بات کہی:

"اے یوناف! میرے عزیز! کیا یہ ممکن نہیں کہ تم ہمیشہ کے لیے میرے ہی قبیلے میں میرے بیٹے کی حیثیت سے میرے ساتھ رہو۔ اگر ایسا ہو سکے تو یہ یقیناً میری خوشی اور میرے دلی سکون کا باعث ہو گا۔"

یوناف نے بلا توقف کہا:

"اے سردار طوج! کاش میں ایسا کر سکتا لیکن یہ ممکن نہیں ہے لہٰذا میں اب یہاں سے کوچ کر دوں گا۔"

اس کے ساتھ ہی اس نے مصافحے کے لیے ہاتھ آگے بڑھا دیا۔

اس موقع پر قریب کھڑی حریظہ اداس اور افسردہ ہو گئی۔ پھر یوناف نے بڑے پرجوش انداز میں سردار طوج سے مصافحہ کیا۔

اور ——

خیمے سے باہر آ گیا۔ اپنی مری قوتوں کو عمل میں لایا اور ان سب کے دیکھتے ہی دیکھتے وہاں سے

وہ پل بھر میں غائب ہو گیا۔

○

کسلوحی اور کفتوری قبائل کے ہولناک حملے سے بچنے کے بعد سامری ایک شتر پر سوار ہو کر بڑی تیزی سے مشرق کی طرف بڑھ رہا تھا کہ اس کے سامنے تاریک اور ٹھٹھرتی ہوئی رات میں شبر نمودار ہوا۔ اس نے چلّا کر سامری کو اونٹ روکنے کو کہا۔

سامری نے آواز کو پہچان لیا اور فوراً اپنے اونٹ کو روک لیا۔ چند ہی ساعت بعد شبر پھر اس کے قریب نمودار ہوا اور حیرت و تعجب سے پوچھا: "اے سامری! میں عناقی اور فتردسیوں کے پڑاؤ کے اندر سے ہو کر آ رہا ہوں۔ میں نے وہاں آگ اور راکھ کے سوا کچھ نہیں پایا جبکہ کسلوحی اور کفتوریوں کے پڑاؤ اسی طرح ایستادہ ہیں۔ اے سامری! کیا تم مجھے بتاؤ گے کہ عناقیوں اور فتردسیوں کے پڑاؤ کی یہ حالت کیسے اور کس نے کی؟"

شبر کے سوال پہ سامری نے انتہائی پریشان، تکلیف دہ اور افسردہ آواز میں جواب دیا: "اے شبر! میرے بھائی! تیرے جانے کے بعد مافوق الفطرت یوناف حرکت میں آیا۔ پہلے اس نے عناقیوں اور فتردسیوں کے قبائل کو آگ لگا دی۔ پھر کسلوحی اور کفتوری جوانوں کے ساتھ حملہ کر دیا۔ اس طرح اس نے پڑاؤ کو آگ لگا کر خاکستر کر دیا اور سارے عناقیوں اور فتردسیوں کو تہ تیغ کر دیا۔ اے شبر! بہت کم لوگ ہوں گے جو وہاں سے زندہ بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو پائے۔ میں بھی خوش قسمت تھا کہ یہ اونٹ میرے ہاتھ لگ گیا اور میں فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا۔"

شبر نے دکھ بھرے انداز میں کہا: "سامری میرے دوست! عناقی اور فتردسی قبائل کی تباہی سے یہ امر بھی طے ہو گیا ہے کہ صحرا کے ان ویرانوں میں جو کشمکش ہم نے شروع کی تھی اور کروائی تھی، اس میں یوناف کامیاب اور ہم ناکام و نامراد رہے ہیں۔ اے میرے دوست! مجھے اپنی اس ناکامی کا سخت صدمہ اور افسوس ہے۔ کاش! ان صحراؤں میں میں کسی طرح یوناف پہ غلبہ حاصل کر سکتا کہ اس نے مجھے اپنے خنجر کی نوک میں اسیر کر کے آگ کے عذاب میں ڈال کر ایک بے حد کرب ناک اذیت میں مبتلا کر دیا تھا۔ کاش! میں اس ظلم کا بدلہ لے سکتا لیکن اب تو ساری امیدیں ہی ختم ہو گئی ہیں کہ اب کوئی بھی یوناف کی اس کامیابی کو ناکامی میں تبدیل نہیں کر سکتا۔ اے سامری! میرے دوست!

اب تم مصر کا رخ کرو جبکہ میں اپنے آقا کی طرف جاؤں گا۔"

اس کے ساتھ ہی شبر وہاں سے غائب ہو گیا۔

سامری نے اپنے اونٹ کو ایڑ لگائی اور اس کا اونٹ مشرق کی طرف صحرا کے اندر سرپٹ مصر کی طرف بھاگنے لگا۔

جبکہ یوناف پھر پہلے کی طرح دریائے نیل کے کنارے شوطار کے محل میں رہنے لگا۔ سامری نے مصر میں آ کر پھر بنی اسرائیل کے اندر رہائش اختیار کر لی۔

○

حضرت موسیٰؑ ایک روز اپنی تبلیغ کے سلسلے میں بنی اسرائیل کو خطاب کرنے والے تھے اور اس وقت ان کے سامنے بنی اسرائیل میں سے سننے والوں کا ایک بہت بڑا مجمع وہاں موجود تھا۔ آپ کے خطاب کے دوران ایک اسرائیلی اٹھا اور بولا:

"اے موسیٰ بن عمران! کیا آپ مجھے بتائیں گے کہ اس وقت دنیا میں کون سب سے زیادہ صاحب علم خرد ہے۔"

اس اسرائیلی کے جواب میں آپ نے بلا توقف جواب دیا:

"اس وقت میں دنیا میں سب سے بڑا عالم ہوں۔"

خداوند کریم کو یہ بات پسند نہ آئی لہٰذا اسی وقت خداوند کریم کی طرف سے جبرائیلؑ وحی لے کر آئے اور موسیٰؑ پہ انکشاف کیا کہ:

"آپ نے جو خود کو دنیا میں اس وقت سب سے بڑا عالم بتایا یہ درست نہیں ہے۔ آپ کو اس سوال کا جواب یہ دینا چاہیے تھا کہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ اس وقت دنیا میں کون سب سے زیادہ صاحب علم ہے۔"

"اور اے موسیٰؑ! میں اپنے رب کی طرف سے یہ بھی وحی لے کر آپ کی طرف آیا ہوں کہ اللہ کا ایک بندہ اس دنیا میں ایسا بھی ہے جو آپ سے زیادہ علم رکھتا ہے اور بعض امور میں وہ آپ سے بھی زیادہ دانا اور عالم ہے۔"

اس وحی پہ آپ سخت ملول اور متجسس ہوئے اور انتہائی عاجزی سے اپنے رب کے حضور یہ

التجا کی کہ :

"اے میرے رب! تیرا وہ بندہ جو اس وقت کا سب سے بڑا عالم اور مجھ سے زیادہ دانا ہے وہ کہاں ہے کہ اس سے مل کر میں دل کی تسلی کر سکوں"۔

موسیٰؑ کی اس التجا کے جواب میں پھر موسیٰؑ پر وحی کی گئی کہ :

"اس وقت وہ بندہ مجمع البحرین میں ہے۔ پس اے موسیٰؑ! تم ایک تلی ہوئی مچھلی اپنے پاس رکھ لو۔ جس مقام پہ وہ مچھلی گم ہو جائے اس جگہ وہ شخص تمہیں ملے گا۔"

موسیٰؑ نے تیاری کی اور اپنے ساتھی یوشع بن نون کو ساتھ لے لیا جسے آپ نے اپنا خلیفہ بنا لیا تھا اور دونوں دریائے نیل کے کنارے کنارے جنوب کی طرف مجمع البحرین کی طرف اس شخص سے ملنے روانہ ہو گئے۔

مصر سے سوڈان کی سرزمین میں داخل ہونے کے بعد جب موسیٰؑ اور یوشع اس مقام پر آ گئے جہاں نیل کی دونوں شاخیں البحر الازرق اور البحر الابیض آپس میں ملتی ہیں تو دونوں ایک چٹان کے پاس بیٹھ کر سستانے لگے۔ دونوں لیٹ گئے اور نیند نے ان پر غلبہ پا لیا۔ یہاں تک کہ یوشع بن نون بیدار ہوئے تو انہوں نے ایک حیرت انگیز واقعہ دیکھا۔

انہوں نے دیکھا کہ وہ مچھلی جو تل کر کھانے کے لیے وہ اپنے ساتھ لائے تھے کپڑے میں سے نکل کر ان کے دیکھتے ہی دیکھتے لہراتی ہوئی پانی میں داخل ہوئی اور تیرتی ہوئی آگے نکل گئی۔

یوشع نے یہ حیرت انگیز منظر بھی دیکھا کہ پانی کے اندر جس جس طرف وہ مچھلی آگے گئی وہاں پانی برف کی طرح جم گیا اور پانی پر دریا میں برف کی ایک پگڈنڈی سی بن گئی۔

یہ واقعہ دیکھ کر یوشع موسیٰؑ کی بیداری کا انتظار کرنے لگے مگر تھوڑی دیر بعد جب موسیٰؑ بیدار ہوئے تو یوشع ان سے یہ واقعہ کہنا بھول گئے۔

پھر دونوں اس چٹان سے جو کہ دریائے نیل کے کنارے تھی اٹھے اور اپنے سفر پر روانہ ہو گئے اس کے بعد انہوں نے لگاتار ایک دن اور ایک رات کا سفر کیا۔ جب دوسرے دن کی صبح ہوئی تو موسیٰؑ نے یوشع سے فرمایا:

"اے نون کے بیٹے! میں بھوک محسوس کرنے لگا ہوں۔ آؤ یہاں بیٹھیں اور یہاں وہ مچھلی نکالو کہ اس سے بھوک کا تدارک کریں۔"

یہ سن کر یوشع کو وہ سارا واقعہ یاد آ گیا اور انہوں نے موسیٰؑ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

"افسوس! مچھلی کا تو اس جگہ ایک تعجب خیز واقعہ پیش آیا تھا جہاں ہم نے دریائے نیل کے کنارے لیٹ کر آرام کیا تھا مگر میں واقعہ آپ کو بتانا بالکل بھول گیا۔ شاید یہ بھی ابلیس ہی کا چرکا ہو"

پھر یوشع نے وہ سارا واقعہ کہہ سنایا۔

یوشع سے یہ سب سن کر موسیٰؑ چونکے اور کہا:

"اے یوشع! افسوس کہ ہم بہت آگے نکل آئے۔ جہاں مچھلی کا یہ واقعہ پیش آیا۔ اسی جگہ ہماری منزلِ مقصود ہے۔ لہٰذا اے یوشع! آؤ واپسی کا سفر کریں اور اس چٹان کا رخ کریں جہاں پہ مچھلی کھو گئی تھی"۔

دونوں حضرات وہاں سے مڑے اور تیزی سے دریائے نیل کے کنارے اس چٹان کی طرف بڑھنے لگے جہاں پر مچھلی گم ہوئی تھی۔

جب دونوں واپس اس چٹان کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ وہاں ایک شخص نہایت صاف ستھرے کپڑے زیب تن کیے، سفید چادر اوڑھے لیٹا تھا۔ یہ خضرؑ تھے۔

موسیٰؑ نے انہیں دیکھتے ہی سلام کیا۔ موسیٰؑ کو سلام کا جواب دیتے ہوئے خضرؑ اٹھ گئے اور موسیٰؑ سے کہا:

"تمہاری اس سرزمین میں سلام کہاں"۔

خضرؑ کے کہنے کا مقصد یہ تھا کہ اس سرزمین میں مسلمان نہیں رہتے۔ موسیٰؑ نے اس بات پر ان سے کہا:

"میرا نام موسیٰؑ ہے"۔

خضرؑ نے اس بار استفہامیہ انداز میں پوچھا:

"موسیٰؑ بن اسرائیل؟"

موسیٰؑ نے ان کی تائید کی:

"ہاں! میں موسیٰؑ بن اسرائیل ہوں اور اس لیے آیا ہوں کہ آپ مجھے وہ خاص خاص علوم! جو خدا نے آپ کو بخشے ہیں، سکھا دیں"۔

خضرؑ کے لبوں پر ہلکی ہلکی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ پھر انہوں نے کہا:

"اے موسیٰؑ! تم ان معاملات پر صبر نہ کر سکو گے۔ اس لیے کہ خداوند تعالیٰ نے مجھے تکوینی اور رموز و اسرار کا وہ علم عطا کیا ہے جو تمہیں نہیں دیا اور تمہیں ایسے تشریعی علوم عطا کیے ہیں جن سے

مجھے مستفیض نہیں کیا گیا۔ بس اے موسیٰؑ! میں ایک بار پھر کہتا ہوں کہ ان معاملات میں تم میرے ساتھ صبر سے کام نہ لے سکو گے۔"

جواباً موسیٰؑ نے ایک عزم اور استقلال کا اظہار کرتے ہوئے وعدہ کیا کہ:

"آپ یقیناً مجھے صابر پائیں گے۔"

خضرؑ نے ان کے اس عزم کو تسلیم کرتے ہوئے کہا:

"میں ایک شرط پر تمہیں ساتھ رکھنے کو تیار ہوں کہ تم کوئی بھی واقعہ اپنی آنکھوں سے دیکھ کر مجھ سے کوئی سوال نہ کرو گے تاوقتیکہ میں خود ہی تمہیں ان امور کی حقیقت سے آگاہ نہ کر دوں۔ اگر تم اس شرط کو تسلیم کر لو تو پھر میں تم دونوں کو سفر میں اپنے ساتھ رکھنے کو تیار ہوں جس کے دوران تم اسرار رموز اور تکوینی علوم سے متعلق جان پاؤ گے۔"

خضرؑ خاموش ہوئے تو موسیٰؑ نے کہا:

"مجھے آپ کی یہ شرط منظور ہے۔"

○

اب موسیٰؑ اور یوشع خضرؑ کی راہنمائی میں دریائے نیل کے کنارے سے روانہ ہو گئے۔ یہاں تک کہ وہ تینوں ایک ایسے گھاٹ پر جا پہنچے جہاں لوگوں کا ایک بہت بڑا مجمع ہو رہا تھا اور بے شمار کشتیاں بھی کھڑی تھیں جن میں دریا پار جانے کے لیے لوگ سوار ہو رہے تھے۔

خضرؑ نے بھی ایک کشتی میں بیٹھنے کا قصد کیا۔ جب وہ اس کشتی کے مالکوں کے پاس آئے اور انہیں کرایہ ادا کر کے دریا پار جانے کا کہا تو ایسا ہوا کہ کشتی والوں نے انہیں پہچان لیا اور ان سے کرایہ لینے سے انکار کر دیا۔

تب خضرؑ نے ارادہ کیا کہ وہ ان کی کشتی میں سوار نہیں ہوں گے بلکہ کسی اور ایسے ملاح کی کشتی میں دریا پار جائیں گے جو انہیں جانتا نہ ہو اور کرایہ بھی وصول کرے۔

کشتی والوں نے خضرؑ کو روک لیا اور اصرار کیا کہ وہ انہی کی کشتی میں سوار ہو کر دریا پار کریں۔

اس پر آپ آمادہ ہو گئے اور موسیٰؑ اور یوشع کے ساتھ دریا پار جانے کے لیے اسی کشتی میں سوار ہو گئے۔

ابھی کشتی تھوڑی ہی دور پہنچی تھی کہ خضرؑ اپنی جگہ سے اٹھے اور کشتی کے سامنے والے حصے کا ایک تختہ اکھاڑ کر اس میں سوراخ کر دیا۔

موسیٰؑ خضرؑ کی اس حرکت پر ضبط نہ کر سکے اور بولے:

"کشتی والوں نے تو ہم پر یہ احسان کیا کہ آپ اور ہم دونوں کو بغیر کرایہ کے مفت اپنی کشتی میں سوار کرا لیا اور آپ نے اس کا بدلہ یہ دیا کہ کشتی میں سوراخ کر دیا کہ اس کشتی کے سارے مسافر پانی میں ڈوب مریں۔"

موسیٰؑ کے اعتراض پر خضرؑ بولے:

"اے موسیٰؑ! میں نے تو پہلے ہی کہا تھا کہ تم میری باتوں پر صبر نہ کر سکو گے۔ اور وہی ہوا جس کا مجھے خدشہ تھا اور تم بول پڑے۔"

موسیٰؑ نے فوراً معذرت خواہانہ انداز میں فرمایا:

"یہ بات میں بالکل فراموش کر بیٹھا تھا اس لیے آپ میری اس حرکت پر مجھ سے مواخذہ نہ کریں اور میرے معاملہ میں سخت گیری سے کام نہ لیں۔"

خضرؑ نے موسیٰؑ کی معذرت قبول کی اور سفر پھر شروع ہو گیا۔

اسی اثنا میں ایک چڑیا کشتی کے کنارے پر آ بیٹھی اور اس نے پانی میں چونچ ڈال کر ایک قطرہ پانی پی لیا۔

تب خضرؑ نے اس چڑیا کی طرف اشارہ کر کے کہا:

"اے موسیٰؑ! بلاشبہ علمِ الٰہی کے مقابلے میں میرا اور تمہارا علم ایسے ہی بے حقیقت اور بے وقعت ہے جیسے اس بحر کے مقابلے میں پانی کا وہ ایک قطرہ جو اس چڑیا نے پیا ہے۔"

بہرحال کشتی دوسرے کنارے لگی اور تینوں اتر کر دریا کے کنارے کنارے آگے بڑھنے لگے۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک بستی کے قریب آئے جس کے باہر ایک کھلا میدان تھا جس کے اندر بہت سے بچے آپس میں کھیل رہے تھے۔ خضرؑ نے ایک بچے کے پاس آ کر اسے غور سے دیکھا اور پھر اسے قتل کر دیا۔

موسیٰؑ کو پھر صبر کا یارا نہ رہا لہٰذا خضرؑ کو مخاطب کر کے فرمانے لگے:

"آپ نے ناحق ایک معصوم کو مار کر بہت برا کیا۔"

خضرؑ نے کہا:

"میں تو شروع ہی میں کہہ چکا ہوں کہ آپ میرے ساتھ رہ کر صبر و ضبط سے کام نہ لے سکیں گے۔"

اس پر موسیٰؑ نے پھر فرمایا:

"خیر۔ اس مرتبہ اور نظر انداز کر دیجیے۔ اس کے بعد بھی اگر میں صبر نہ کر سکا تو پھر آپ معذرت کا کوئی موقع نہ دیجیے گا۔"

خضرؑ نے پھر اس عذر کو قبول کیا اور سفر دوبارہ شروع ہوا۔

چلتے چلتے یہ تینوں پھر ایک بستی کے پاس آئے۔ بستی کے اندر داخل ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ وہاں کے باشندے خوشحال اور مہمان نواز لگتے تھے۔

یہاں پر خضرؑ نے موسیٰؑ سے کہا:

"میرا خیال ہے کہ تھوڑی دیر سستا لیا جائے اور بستی والوں سے مسافر ہونے کے ناطے کھانے کے لیے کچھ طلب کیا جائے۔"

موسیٰؑ نے ان کے خیال کی تائید کی اور تب خضرؑ ایک قریب ہی کھڑے شخص کے پاس گئے اور اسے مخاطب کر کے کہا:

"ہم اس بستی میں مسافر ہیں کیا یہ ممکن ہے کہ آپ ہماری مہمان نوازی کریں۔"

خضرؑ کی بات کے جواب میں اس شخص نے مہمان نوازی سے صاف انکار کر دیا۔ اس کے بعد خضرؑ نے چند اور افراد سے بھی یہی گزارش کی لیکن بستی کے کسی بھی فرد نے آپ کی مہمان نوازی کرنے سے صاف انکار کر دیا۔

جب آپ لوگ بستی والوں سے مایوس ہو کر جانے لگے تو خضرؑ نے دیکھا کہ ایک مکان کی دیوار کچھ جھکی ہوئی ہے اور اس کے گر جانے کا اندیشہ تھا۔

خضرؑ نے مافوق الفطرت انداز میں دیوار کو سہارا دیا اور وہ دیوار سیدھی ہو گئی۔ اس پر موسیٰؑ نے پھر خضرؑ کو ٹوکا اور فرمایا:

"ہم اس بستی میں مسافرانہ وارد ہوئے مگر آپ کے التجا کرنے پر بھی بستی والوں نے ہماری مہمانداری نہ کی اور نہ ہی کسی نے ہمیں آرام کرنے کے لیے جگہ کی پیش کش کی اور آپ نے اپنی طرف سے یہ کیا کہ ایسے ناشکرے اور بے مروّت لوگوں کی ایک گرتی ہوئی دیوار کو بغیر اجرت کے درست کر دیا۔"

اس پر خضرؑ نے فیصلہ کن انداز میں فرمایا:

"اے موسیٰؑ! اب میری اور تمہاری جدائی کا وقت آ گیا ہے۔ اب میں تمہارے سامنے تینوں واقعات کی حقیقت کھول کر بیان کرتا ہوں۔"

"پہلا واقعہ کشتی کا تھا جس میں میں نے سوراخ کر دیا۔ وہ کشتی چند غریب آدمیوں کی تھی اور وہ اس کے ذریعے محنت مزدوری کر کے روزی کماتے ہیں۔ اسی پر ان کی گزر بسر ہے۔ اس میں عیب ڈالنے کی وجہ یہ تھی کہ دریا پار ایک ظالم و جابر بادشاہ کی حکومت ہے جو ہر اچھی کشتی کو اس کے مالکوں سے چھین لیتا ہے۔ اگر میں کشتی میں سوراخ نہ کرتا تو ان غریب آدمیوں کی کشتی بھی ان سے چھن جاتی اور وہ اپنے اس روزی کے سہارے سے محروم ہو جاتے۔

دوسرا واقعہ اس لڑکے کا ہے جسے میں نے بلا وجہ قتل کر دیا۔ اس لڑکے کے ماں باپ صالح اور ایماندار ہیں۔ وہ لڑکا بڑا ہوتا تو کافر اور انتہائی ظالم و جابر ہوتا اور پھر اس کی ماں کو اس سے بے پناہ محبت بھی تھی سو اندیشہ تھا کہ یہ بچہ بڑا ہو کر ہر صورت اپنے ماں باپ کو ان کے ایمان کے خلاف سرکشی اور اسلام کے خلاف کفر پہ آمادہ نہ کر دے اس لیے کہ ماں باپ اپنے بیٹے سے بے حد محبت کرنے کی وجہ سے ایسا کرنے پر آمادہ ہو جاتے بس میں نے اس کے ماں باپ کا ایمان محفوظ کرنے کے لیے اس لڑکے کا کام تمام کر دیا۔ اب اس لڑکے کے بدلے میرا رب ان میاں بیوی کو پاکیزہ اور اس سے بہتر اولاد دے گا جو اپنے ماں باپ سے محبت کرنے والی ہو گی۔

اب تیسرے واقعے کی حقیقت سنیے۔ جو دیوار میں نے اس بستی میں بغیر معاوضہ کے سیدھی کر دی وہ دو یتیم لڑکوں کی ہے جو اس بستی میں رہتے ہیں۔ دیوار کے نیچے ان کا وراثتی مال دفن تھا جو ان کے صالح اور ایماندار باپ نے مرنے سے پہلے وہاں دفن کر دیا تھا۔ اگر دیوار گر جاتی تو بستی کے لوگ یہ مال لوٹ کر لے جاتے اس لیے ہمارے رب نے اپنی مہربانی سے چاہا کہ میں دیوار کو سیدھا کر دوں تاکہ وہ دونوں یتیم اپنے بلوغت کے سن کو پہنچ کر اپنے مال سے مستفید ہو سکیں۔

اور اے موسیٰؑ! یہ سارے کام میں نے اپنے رب کے حکم سے کیے ہیں۔ ان امور میں میرا اپنا کوئی عمل دخل نہ تھا اور نہ ہی ان کاموں میں سے کسی کو اپنی ذاتی رائے سے میں نے کیا ہے۔ سو اے موسیٰؑ! یہ ہیں وہ حقیقتیں جن پہ آپ صبر نہ کر سکے۔"

اس کے بعد خضرؑ اپنی منزل کو روانہ ہو گئے

اور ـــــ

موسیٰؑ اور یوشعؑ واپس مصر کو کوچ کر گئے!

عارب، بیوسا اور بنیطہ ابھی تک کنعانیوں کے مرکزی شہر ٹائر میں بعل دیوتا کے معبد میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ ایسا لگتا تھا کہ یہاں انہوں نے مستقل رہائش رکھ لی ہو۔

ایک روز وہ تینوں اپنے کمرے میں آتشدان کے قریب بیٹھے باہم گفتگو تھے۔ شام ڈھل کر رات میں بدل چکی تھی۔ معبد میں ہر طرف خاموشی اور سکوت تھا۔ ایسے میں عزازیل خاموشی سے ان کے کمرے میں داخل ہوا۔

اسے دیکھتے ہی عارب، بیوسا اور بنیطہ چونکے اور اٹھ کھڑے ہوئے۔ جب عزازیل ان کے قریب آ کر بیٹھ گیا تو وہ بھی دوبارہ نشستوں پر جم گئے۔ ان تینوں نے دیکھا کہ آج خلافِ توقع عزازیل کے چہرے پر معمول سے زیادہ خوشی اور سکون تھا۔

قبل اس کے کہ ان میں سے کوئی اس کی وجہ پوچھتا، عزازیل خود ہی بول پڑا: "اے میرے عزیزو! کیا تم مجھ سے نہ پوچھو گے کہ میں رات کے اس پہر میں کہاں سے آ رہا ہوں اور کیوں ایسا پُرسکون اور خوش ہوں۔"

اس پہ عارب بولا: "اے آقا! ہماری تو خواہش ہے کہ آپ ہمیشہ یونہی خوش اور پُرسکون رہیں۔ پر ہم کیا جانیں کہ آپ کے اس سکون کی وجہ کیا ہے۔ آپ خود ہی بتا دیں اور یہ بھی کہ آپ کہاں سے آ رہے ہیں۔"

عزازیل نے اپنی جگہ پہ پہلو بدلا، پھر بولا: "اے میرے عزیزو! میں اس وقت جزیرہ نما اللسان کی طرف سے آ رہا ہوں۔"

عارب نے بیچ میں لقمہ دیتے ہوئے کہا: "اے آقا! پہلے یہ بتائیے کہ یہ جزیرہ کہاں اور کس جگہ واقع ہے۔"

عزازیل بولا: "سنو میرے رفیقو! بحیرہ مردار کے جنوب مشرق میں جو علاقہ انتہائی ویران اور سنسان پڑا ہے کبھی یہ علاقہ بے حد آباد تھا اور سینکڑوں قریئے اور قصبے اس کے اندر بستے مسکراتے تھے۔ یہ وادیِ عدن ہی کی طرح سرسبز و شاداب تھا پر پیغمبر لوطؑ کے دور میں جب یہاں عذاب نازل ہوا تو یہ علاقہ کھنڈر بن کر رہ گیا۔

اسی ویران اور کھنڈر علاقے کے جنوب میں جزیرہ اللسان ہے۔ یہ جزیرہ نما اپنے شمال میں اور جنوب میں بحیرہ مردار کے پانیوں سے گھرا ہوا ہے جبکہ مشرق کی طرف سے اس میں داخل ہونے کے لیے خشکی کا ایک راستہ ہے۔ کبھی یہ جزیرہ نما بحیرِ مردار کے جنوبی حصہ میں تھا۔ پر جب قومِ لوطؑ پہ خداوندِ کریم کی طرف سے عذاب طاری ہوا تو اس جزیرہ نما کا جنوبی حصہ بھی اس بُری طرح سے زمین کے اندر دھنسا کہ یہ حصہ بھی بحر میں تبدیل ہو کر رہ گیا اور اب یہ جزیرہ نما ایک طرح سے بحیرہ مردار کے وسطی حصہ میں ہے۔

اب بھی اگر کوئی یہاں غور سے دیکھے تو اسے پانی کی تہ میں غرق شدہ بستیاں ضرور دکھائی دیں گی۔ اے میرے رفیقو! اس جزیرہ نما کے مغرب میں بحیرہ مردار کے ساحل تک یا مغربی ساحل سے جزیرہ نما تک پانی میں پیدل چل کر گزر جاتے ہیں۔ یہ جزیرہ نما انتہائی آباد، شاداب اور میٹھے پانی سے خوب سیراب ہے۔ یہاں دور دور تک باغات پھیلے ہوئے ہیں اور یہاں اناج اور پھلوں کی بھی بہتات ہے۔"

عزازیل خاموش ہوا تو عارب نے مؤدبانہ انداز میں کہا: "اے آقا! یہ تو اس جزیرہ نما کا محلِ وقوع تھا لیکن آپ نے یہ ابھی تک نہیں بتایا کہ آپ کی اس خلافِ توقع خوشی اور خلافِ معمول سکون کا باعث کیا ہے۔"

جواب میں عزازیل کھل کر مسکرایا۔ پھر انکشاف کرنے کے انداز میں بولا: "اے میرے رفیقو میں وہاں ایک دوسری بیوسا دیکھ کر آ رہا ہوں۔"

عزازیل کی بات پر حسین بیوسا چونکی اور پوچھا: "اے آقا! آپ کون سی دوسری بیوسا کا ذکر کر رہے ہیں۔"

عزازیل نے باری باری غور سے ان تینوں کو دیکھا اور کہا: "اے میرے عزیزو! اللسان کے حاکم کا نام تناوم ہے جس کا ایک بیٹا اور ایک ہی بیٹی ہے۔ بیٹے کا نام اجیلہ اور بیٹی کا نام یوام ہے یوام اپنی شکل و شباہت، خوبصورتی، حسن اور جذب و کشش اور قد کاٹھ میں بالکل بیوسا جیسی ہے بلکہ میں کہہ سکتا ہوں کہ اگر یوام اور بیوسا کو اکٹھا کھڑا کر دیا جائے تو دیکھنے والے یہ ضرور کہیں گے کہ یہ دونوں جوڑواں اور ہم شکل بہنیں ہیں اور اے عارب! میری خوشی کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ میں ارادہ کر چکا ہوں کہ وہ یوام جو بیوسا کی ہم شکل ہے تمہاری زندگی کی ساتھی اور تمہاری بیوی بنے گی۔"

عارب نے خوشی اور دلچسپی کا بھرپور مظاہرہ کرتے ہوئے عزازیل سے پوچھا: "اے آقا! یوام سے میری شادی کیسے اور کیونکر ہوگی"۔

عزازیل مسکرایا اور بولا: "اے عارب میرے رفیق کار! شالوم نے اعلان کر رکھا ہے کہ جو کوئی بھی تیغ زنی میں اس کے بیٹے اجیلہ کو شکست دے گا اس سے وہ یوام کی شادی کر دے گا۔ اجیلہ انتہائی طاقتور اور ماہر تیغ زن ہے۔ بڑے بڑے سرکش اور طاقتور جوانوں نے یوام سے شادی کی خواہش کی لیکن ہر ایک کو اجیلہ کے ہاتھوں شکست اٹھانا پڑی۔ یوں دو سال کا عرصہ گزر چکا ہے اور بے شمار جوان اجیلہ سے شکست کھا چکے ہیں"۔

اے عارب! میں چاہتا ہوں کہ یوام کو حاصل کرنے کے لیے تم اجیلہ سے مقابلہ کرو۔ مقابلے کا طریقہ یہ ہے کہ اللسان کے مرکزی شہر جس کا نام بھی اللسان ہی ہے میں ایک میدان ہے جس کے باہر ایک بہت بڑی نوبت رکھی ہے۔ یوام سے شادی کا خواہشمند وہاں جا کر اس نوبت پر ضرب لگاتا ہے۔ پس نوبت کی آواز سن کر شالوم کے منتظم وہاں آجاتے ہیں۔ شالوم کو اطلاع کی جاتی ہے اس کے بعد مقابلہ ہوتا ہے۔

اے عارب! میں چاہتا ہوں تم کل یہاں سے اللسان کی طرف روانہ ہو جاؤ اور اجیلہ سے وہاں یوام کے لیے مقابلہ کرو۔ مجھے یقین ہے تم اجیلہ کو شکست دے کر یوام کو حاصل کرنے میں ضرور کامیاب ہو جاؤ گے"۔

عارب نے بھرپور عزم و ہمت سے کہا: "اے محترم عزازیل! آپ کی خواہش کے مطابق میں کل ہی یہاں سے روانہ ہو جاؤں گا۔ وہاں میں اجیلہ کو زیر کر کے ضرور بالضرور یوام کو حاصل کرنے کی سعی کروں گا"۔

عارب کے خاموش ہونے پر بیوسا نے کہا: "اے محترم عزازیل! اس مقابلے میں حصہ لینے کے لیے عارب اکیلا ہی اللسان کی طرف روانہ ہو جائے۔ میرے اور بنیطہ کے وہاں جانے کی ضرورت نہیں ہے اس لیے ہم دونوں یہیں رہیں گی۔ عارب اجیلہ کو جیت کر کے یوام کو بھی یہیں لے آئے گا۔ اس لیے کہ ہم دونوں بہنوں نے ارادہ کیا ہے کہ ہم اسی معبد کو اپنی مستقل رہائش گاہ رکھیں گی کہ اتنی بڑی کائنات میں آخر کوئی جگہ تو ایسی ہونی چاہیے جسے ہم اپنا گھر کہہ سکیں اور بعل کا یہ معبد ہمارے لیے بہترین گھر ہے کہ یہ پُرسکون اور محفوظ ترین ہے"۔

عزازیل نے بنیطہ سے پوچھا: "اے بنیطہ! بیوسا نے جو کہا ہے تم اس بارے میں کیا کہتی ہو!"

بنیطہ نے ایک ہمدردانہ نگاہ بیوسا پر ڈالی اور بولی: "اے محترم عزازیل! میں اس معاملہ میں مکمل طور پر بیوسا کی ہم خیال ہوں۔ اس مقابلے میں عارب اکیلا ہی جائے تو بہتر ہے۔ ہم دونوں یہیں رہیں گی"۔

بیوسا کے جواب پر عارب بولا: "اے آقا! یہ دونوں ٹھیک کہتی ہیں۔ یہ دونوں یہیں رہیں گی۔ میں کل ہی آپ کی ہدایت کے مطابق اللسان کی طرف روانہ ہو جاؤں گا"۔

عزازیل اٹھ کھڑا ہوا اور بولا: "اے عارب! میں اب جاتا ہوں۔ تو حسبِ وعدہ کل یہاں سے روانہ ہو جانا"۔

اس کے ساتھ ہی عزازیل باہر نکلا اور اس ستارے کی طرح غائب ہو گیا جو آسمان سے ٹوٹتے وقت فضاؤں میں ہلکی ہلکی روشنی دے کر ہمیشہ کے لیے غائب ہو جاتا ہے۔

سورج طلوع ہو کر کافی بلند ہو چکا تھا۔

سرما کی ہلکی اور پسندیدہ دھوپ ہر سو بکھر چکی تھی۔ یوناف دوپہر کے کھانے کا بندوبست کرنے کے لیے دریائے نیل کے کنارے اپنے محل سے نکل کر منفس کے بازار کی طرف جانے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ ابلیکا نے اس کی گردن پر اپنا حریری لمس دیا۔ پھر اس کی آواز یوناف کے کانوں میں رس گھولتی ہوئی ابھری:

"یوناف! یوناف میرے حبیب! کھانے کا انتظام ترک کر دو کہ میرے اور تمہارے لیے ایک نئی مہم پیدا ہو گئی ہے جس کے لیے ہمیں اسی وقت روانہ ہونا ہوگا۔ یہ نئی مہم ایسی ہے کہ جس میں تمہاری بہتری اور خوشی پنہاں ہے"۔

یوناف نے تعجب خیز انداز میں پوچھا:

"یہ کونسی مہم ہے جس میں میری خوشی اور سکون پنہاں ہے"۔

ابلیکا کی مسکراتی اور کھلکھلاتی ہوئی آواز ایک بار پھر سنائی دی:

"اے یوناف! میری بات غور سے سنو۔ ارضِ کنعان میں بحیرہ مردار کے اندر ایک جزیرہ نما ہے اللسان۔ اس کے حاکم شالوم کا ایک بیٹا ہے اجیلہ اور ایک ہی بیٹی ہے یوام۔ یوام اپنی شکل و صورت میں

بیوسا جیسی ہے۔ وہی بیوسا جسے تم پہلے دن سے چاہتے ہو۔ اگر ان دونوں کو اکٹھا کر دیا جائے تو یہ دونوں ہم صورت بہنیں لگیں گی۔

اے یوناف! میں چاہتی ہوں کہ تم ابھی اور اسی وقت جزیرہ اللسان کی طرف روانہ ہو جاؤ اور وہاں یوام سے شادی کر لو۔ اگر تم نے تاخیر کی تو عارب، تمہارا حریف یوام کو حاصل کر کے اس سے خود شادی کر لے گا۔"

یوناف نے دلچسپی سے پوچھا:

"اے ابلیکا! تم نے یہ خبریں اور اطلاعات کہاں سے حاصل کیں؟"

جواب میں ابلیکا کی مسکراتی ہوئی آواز آئی:

"اے میرے حبیب! میں عزازیل کی جستجو میں گئی تھی۔ اسے میں نے تاڑ شہر کے بعل دیوتا کے معبد میں پایا جہاں عارب، بیوسا اور بنیطہ رہ رہے ہیں۔ یوام کے بارے میں یہ اطلاعات جو تمہیں میں نے فراہم کی ہیں، یہی خبریں عزازیل عارب کو فراہم کر رہا تھا۔ عزازیل اس سے کہہ رہا تھا کہ شالوم نے یوام کی شادی کا اعلان پچھلے دو برس سے کر رکھا ہے لیکن یوام کی شادی وہ اس سے کرے گا جو اس کے بیٹے اجیلہ کی طاقت و قوت اور تیغ زنی کا مقابلہ کر کے اسے زیر کر لے گا۔ اب تک کئی جوانوں نے یوام کو حاصل کرنے کی کوشش کی مگر اجیلہ انتہائی طاقتور اور ماہر تیغ زن ہے۔ اس نے ہر ایسے جوان کو زیر کر کے رکھ دیا جو یوام سے شادی کرنے کی خواہش لے کر آیا۔

اب عزازیل نے عارب کو اس بات پر آمادہ کیا ہے کہ وہ اللسان شہر جا کر اجیلہ سے مقابلہ کرے اور اسے زیر کر کے یوام کو جو کہ بیوسا کی ہم شکل ہے، حاصل کرے۔ اور اے یوناف! میں تمہیں یہ بھی بتا دوں کہ عارب اب تک اللسان پہنچ چکا ہو گا۔ بخدا یوناف! یوام عارب کے لیے نہیں تمہارے لیے مناسب ہے کہ وہ بیوسا کی ہم شکل ہے اور تم بیوسا کو چاہتے ہو پسند کرتے ہو۔ اب کہو تم میری گفتگو کے جواب میں کیا کہتے ہو۔"

یوناف نے فیصلہ کن انداز میں جواب دیا:

"اے ابلیکا! جہاں عارب میرا بدترین دشمن اور حریف ہے وہاں بیوسا میری بہترین پسند اور چاہت ہے۔ میں کسی صورت یہ پسند نہ کروں گا کہ بیوسا کی ہم شکل کسی لڑکی پر عارب قابض ہو جائے۔ میں یوام کو حاصل کروں گا اور اس کے لیے میں ابھی اور اسی وقت اللسان کے جزیرہ نما کی طرف روانہ ہو رہا ہوں۔"

ابلیکا نے خوش ہوتے ہوئے کہا:

"اے یوناف! بخدا مجھے تم سے ایسی ہی بے تابی اور ایسے ہی فیصلے کی امید تھی۔ آؤ اب ہم اللسان کی طرف کوچ کریں۔"

یوناف اپنی سری قوتوں کو حرکت میں لایا اور اگلے ہی لمحے دریائے نیل کے کنارے شوطار کے محل سے غائب ہو گیا۔

○

دوسرے روز عارب اکیلا ہی اللسان جزیرہ نما میں نمودار ہوا۔ بیوسا اور بنیطہ بعل دیوتا کے معبد میں ہی رک گئی تھیں۔

عارب اس میدان کے پاس آیا جس کی نشاندہی عزازیل نے کی تھی۔ اس نے دیکھا میدان کے باہر ایک بہت بڑی نوبت رکھی ہے اور قریب ہی چوٹ لگانے کے لیے کچھ دستیاں پڑی ہیں۔ اس نے وہاں سے دو دستیاں اٹھائیں اور نوبت کو پیٹنے لگا۔

تھوڑی ہی دیر کے بعد وہاں دو جوان نمودار ہوئے۔ ان میں سے ایک نے اسے مخاطب کر کے بلند آواز میں کہا:

"اے نووارد! نوبت کو پیٹنا بند کرو اس لیے کہ تمہارا للکارنا سب نے سن لیا ہے اور کیا ہم یہ سمجھیں کہ تم یوام کو حاصل کرنے کے لیے اجیلہ سے مقابلہ کرنے آئے ہو؟"

عارب نے دونوں دستیاں زمین پر ڈال دیں اور بولا! اس کی آواز میں غرور، بڑائی اور حقارت نمایاں تھی: "تمہارا اندازہ درست ہے۔ میں یہاں کے حاکم شالوم کی بیٹی یوام کو حاصل کرنے کے لیے اجیلہ سے مقابلے کا خواہش مند ہوں۔"

نوجوان نے مسکراتے ہوئے کہا:

"اے اجنبی! تیرا نام کیا ہے اور تو کس سرزمین سے آیا ہے؟"

عارب نے جواب دیا: "میرا نام عارب ہے اور میں تاڑ شہر سے آ رہا ہوں۔"

نوجوان نے پھر کہا:

"اے کنعانیوں کے شہر تاڑ سے آنے والے اجنبی! تم میدان کے نزدیک پتھروں کی نشستوں پر

بیٹھ کر انتظار کرو۔ جلد اس مقابلے کا انتظام کیا جاتا ہے"۔

دونوں جوان چلے گئے جبکہ عارب میدان میں داخل ہوا اور سرخ پتھروں سے بنی ہوئی ایک نشست پہ بیٹھ کر الاسان کے حاکم شاذم کے بیٹے اجیلہ کے ساتھ اپنے مقابلے کا انتظار کرنے لگا!

○



تھوڑی ہی دیر کے بعد عارب نے دیکھا کہ مقابلے کے اس میدان میں لوگ آنا شروع ہو گئے۔ دیکھتے ہی دیکھتے پتھروں کی تمام نشستیں پُر ہو گئیں اور میدان تماشائیوں سے بھر گیا۔ تاہم مشرقی حصے میں بنی ہوئی سنگِ مرمر کی بلند شہ نشیں ابھی تک خالی پڑی تھی۔ عارب نے اندازہ لگایا کہ اس شہ نشین پر شالوم اس کے اہلِ خانہ اور دیگر معززاراکین آ کر بیٹھیں گے۔

اور ایسا ہی ہوا۔ عارب کے قریب بنی شہ نشین پہ اللسان کا حاکم شالوم، اس کی بیٹی یوام اور بیٹا اجیلہ اور کچھ اور رشتہ دار اور حکومت کے اراکین آ کر بیٹھ گئے۔

عارب نے دیکھا کہ یوام حیرت انگیز طور پہ حسین بیوسا سے مشابہ تھی۔ اس نے یوام کی خوبصورتی کا اندازہ لگاتے ہوئے تسلیم کیا کہ عزازیل کا یہ کہنا درست تھا کہ یوام دنیا کی حسین ترین لڑکی ہے۔

وہ ابھی انہی خیالات میں کھویا ہوا تھا کہ وہی دونوں جوان جنہوں نے اسے یہاں بیٹھنے کو کہا تھا، اس کے پاس آئے اور ایک نے اس سے کہا:

"اے اجنبی عارب! تمہارے دائیں طرف شہ نشین پہ اللسان کا حاکم شالوم، اس کا بیٹا اجیلہ اور بیٹی یوام دیگر اکابر کے ساتھ براجمان ہو چکے ہیں۔ مقابلہ شروع کرنے کے لیے شالوم نے تمہیں طلب کیا ہے لہٰذا تم اٹھو اور ہمارے حاکم کے پاس چلو کہ مقابلہ شروع کرنے سے پہلے وہ تمہیں تمام شرائط سے آگاہ کر دے"۔

عارب اٹھا اور ان کے ساتھ ہو لیا۔

عارب شہ نشین کے پاس آیا تو اللسان کے حاکم شالوم نے اس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

"میں اللسان کا حاکم شالوم ہوں"۔

پھر اس نے اپنے دائیں بائیں بیٹھے اپنے بیٹے اور بیٹی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا:

"یہ میرا بیٹا اجیلہ ہے اور یہ میری بیٹی یوام ہے"۔

عارب نے ایک سرسری نظر یوام پہ ڈالی۔ اس نے دیکھا وہ ساحلوں کی شام جیسی پُرفریب حد تک حسین تھی۔ اس کی گہری جھیل جیسی آنکھوں کی چمک میں ستاروں کے سلام اور بہاروں کے پیغام تھے۔ اس کے نرم، شفاف اور سرخ ہونٹ جذب و کشش کی آگ برسا رہے تھے۔ مجموعی طور پہ یوام اس وقت حسن کے انگاروں کی ایک بھٹی اور رنگوں کا ایک بہتا ساگر دکھائی دے رہی تھی۔

یوام کی طرف دیکھتے ہوئے وہ چونک پڑا کیونکہ شالوم اسے مخاطب کر کے مزید کہہ رہا تھا "اے اجنبی! مجھے تمہارے متعلق صرف دو باتیں بتائی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ تمہارا نام عارب ہے اور دوسرے یہ کہ تم ثاثر شہر سے آئے ہو۔ اے اجنبی! میرا بیٹا اجیلہ اس وقت جنگی لباس میں ہے اور اس کی طرح مسلح ہونے کے لیے تمہیں بھی ایسا ہی لباس فراہم کیا جائے گا۔ ذرا تم میرے بیٹے کی طرف غور سے دیکھو اور کہو کیا تم میری بیٹی یوام کے لیے اس سے قوت آزمائی کے لیے تیار ہو"۔

عارب نے جھٹ کہہ دیا: "اے محترم شالوم! میں ہر وقت اور ہر جگہ اس سے مقابلے کیلیے تیار ہوں"۔

عارب کا یہ جواب سن کر اجیلہ شہ نشین سے اتر آیا اور عارب سے مصافحہ کرتے ہوئے بولا:

"میں اجیلہ ہوں تمہیں یوام کو حاصل کرنے کے لیے میرے ساتھ مقابلہ کرنا ہے"۔

اسی وقت شالوم نے اپنے ایک سردار کو ہاتھ سے اشارہ کیا جو عارب کے لیے تلوار اور ڈھال لے آیا۔ شالوم نے کہا:

"اے عارب! خود کو مسلح کر لو"۔

عارب نے خود کو اسلحے سے لیس کیا۔ پھر شالوم اپنی جگہ پہ کھڑا ہوا اور اجیلہ اور عارب کو مخاطب کرتے ہوئے بولا:

"دونوں میدان کے وسط میں جا کر کھڑے ہو جاؤ۔ میرا ہاتھ فضا میں بلند ہو تبھی تم مقابلہ شروع کر دینا"۔

عارب اور اجیلہ میدان کے وسط کی طرف بڑھنے لگے۔

دونوں میدان کے وسط میں ایک دوسرے کے آمنے سامنے جا کھڑے ہوئے۔ میدان میں بیٹھے ان گنت لوگ جن میں مرد و زن، بوڑھے جوان سبھی شامل تھے بڑے اشتیاق سے کبھی ان دونوں کو اور کبھی شالوم کی طرف دیکھتے تھے۔

جب اچانک شالوم کا ہاتھ فضا میں بلند ہوا تو اجیلہ اور عارب ایک دوسرے پہ بھوکے درندوں کی طرح ٹوٹ پڑے۔

میدان میں موجود لوگ یہ امید لگائے بیٹھے تھے کہ اجیلہ اس نووارد کو ترسا ترسا کر زیر کرے گا لیکن ان کو اس وقت بے حد مایوسی ہوئی جب اجیلہ تھوڑی دیر بھی عارب کے سامنے نہ ٹھہر سکا اور عارب نے ایک ہولناک وار کرتے ہوئے اپنی ساری قوتوں کو عمل میں لا کر اجیلہ کی تلوار دستے کے پاس سے کاٹ پھینکی۔

اجیلہ کی تلوار کاٹ کر عارب نے اپنی تلوار زمین پر پھینک دی۔ اجیلہ نے یہ دیکھا تو اپنی ٹوٹی ہوئی تلوار کا دستہ پھینک کر عارب کی طرف مڑا۔ دونوں قوت آزمائی کا ارادہ کر چکے تھے لیکن یہاں بھی تماشائیوں کو بے پناہ مایوسی کا سامنا کرنا پڑا اس لیے کہ جب پہلا ہی آہنی مکا عارب نے اجیلہ کو رسید کیا تو وہ بری طرح فضا میں اچھلا اور لڑھکتا ہوا دور جا گرا پھر اسے دوبارہ اٹھ کر عارب کا سامنا کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔

اسی دوران دو جوان بھاگتے ہوئے میدان میں آئے۔ ایک نے سہارا دے کر اجیلہ کو شہ نشین کی طرف لے جانا شروع کیا جبکہ دوسرے نے عارب سے کہا:

"اے اجنبی! تم بھی اب شہ نشین کی طرف چلو"۔

عارب خاموشی سے اپنی تلوار اٹھا کر اس کے ساتھ ہو لیا۔

اجیلہ کو شہ نشین پر اس کی نشست پر بٹھا دیا گیا۔ جب عارب شہ نشین کے سامنے آیا تو شالوم نیچے اترا۔ آگے بڑھ کر اس نے عارب کو گلے لگایا اور اس کی پیشانی چوم کر کہا:

"اے عارب! واقعی تو نے خود کو میری بیٹی یوام کا حقدار ثابت کر دیا ہے۔ تم پہلے جوان ہو جس نے تیغ زنی اور طاقت کے اس مقابلے میں میرے بیٹے کو زیر کیا ہے۔ لہٰذا اب تم یہ مقابلہ جیت کر میری بیٹی کے مالک ہو۔ تم جب چاہو شادی کر کے اسے اپنے ساتھ لے جا سکتے ہو اور اگر چاہو تو یوام سے شادی کر کے میرے بیٹے کی طرح یہاں بھی رہ سکتے ہو۔ اب یہ تم بتاؤ کہ دونوں میں سے کونسی صورت پسند کرو گے"۔

عارب نے کچھ کہنا چاہا مگر خاموش ہو گیا کیونکہ میدان کے باہر رکھی نوبت پر کسی نے اس قوت سے ضربیں لگانی شروع کی تھیں کہ پورا میدان گونج اٹھا تھا۔

لوگ حیرت اور اشتیاق کے عالم میں اپنی جگہوں سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ شالوم نے ہاتھ اٹھا کر لوگوں کو پُرسکون رہنے کو کہا۔ اس پہ لوگ پھر اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے۔ پھر شالوم نے اپنے ایک سردار کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

"جاؤ دیکھو۔ کس نے ضرب لگائی ہے۔ یہ مقابلہ جیت کر عارب یوام کو حاصل کر چکا ہے لیکن اگر کوئی اور جوان یوام کے لیے آیا ہے تو میں پسند کروں گا کہ اس کا مقابلہ اجیلہ سے نہیں بلکہ عارب کے ساتھ ہو"

اس کے ساتھ ہی شالوم کا سردار تیزی سے میدان کے اس حصے کی طرف بڑھا جہاں پر نوبت رکھی ہوئی تھی۔

سردار کے جانے کے چند لمحوں بعد نوبت پہ ضرب پڑنا بند ہو گئی۔ اور جب وہ واپس لوٹا تو اس کے ساتھ یوناف چلا آ رہا تھا۔

سردار نے یوناف کا ہاتھ پکڑ کر شہ نشین کے سامنے عارب کے ساتھ لا کھڑا کیا۔ عارب نے خوف او حیرت کے ملے جلے جذبات سے یوناف کو دیکھا پھر جلد ہی اس نے اپنی گھبراہٹ پر قابو پا لیا جبکہ عارب کی طرف دیکھتے ہوئے یوناف بالکل پُرسکون اور حسبِ معمول ہشاش بشاش تھا۔

شالوم نے آگے آ کر یوناف سے مصافحہ کیا اور پوچھا:

"اے اجنبی! تمہارا نام کیا ہے اور تمہارا تعلق کس سرزمین سے ہے؟"

عارب نے طنزیہ انداز میں یوناف کی طرف دیکھ کر کچھ کہنا چاہا کہ شالوم پھر بول پڑا:

"اے اجنبی! مجھے افسوس ہے کہ میں نے اپنا تعارف کرانے سے پہلے ہی تم پر سوالوں کی بوچھاڑ کر دی۔ سنو! میں یہاں کا حاکم شالوم ہوں۔ شہ نشین پہ بیٹھی لڑکی میری بیٹی یوام اور اس کے ساتھ میرا بیٹا اجیلہ ہے۔ اب تم میرے سوالوں کا جواب دو۔"

یوناف نے مسکرا کر کہا:

"اے بزرگ شالوم! میرا نام یوناف ہے۔ میں مصر کے شہر ممفس کا رہنے والا ہوں اور اس میدان کے باہر رکھی نوبت پہ ضرب لگانے کا مقصد مقابلے میں حصہ لے کر یوام تمہاری بیٹی کو حاصل کرنا ہے۔"

شالوم نے پھر پوچھا:

"اے یوناف! مصر کی دور افتادہ سرزمین کے رہنے والے ہو کر تم نے میری بیٹی سے متعلق کس سے سنا کہ میں نے اس کی شادی کے لیے یہ طریقہ اپنا رکھا ہے۔"

یوناف نے کہا:

"اے بزرگ شالوم! یہاں اکثر مصری تاجر تجارت کی غرض سے آتے جاتے رہتے ہیں اور انہوں نے ہی مجھے اللسان نامی اس جزیرے اور یوام کے حسین ہونے اور آپ کے اس مقابلے کے بارے میں بتایا تھا۔"

شالوم نے فیصلہ کن انداز میں کہا:

"اے یوناف! یہ جوان جو تمہارے پہلو میں کھڑا ہے اس کا نام عارب ہے اور یہ میرے بیٹے اجیلہ سے تیغ زنی اور طاقت و قوت دونوں کا مقابلہ جیت کر اپنے آپ کو یوام کا حق دار ثابت کر چکا ہے۔ اب چونکہ ایک دعوے دار کی حیثیت سے تم بھی آگئے ہو لہٰذا تمہارا مقابلہ اب اجیلہ کی بجائے عارب سے ہوگا۔ تم اس کی طرف غور سے دیکھ لو یہ جس طرح مسلح ہے تمہیں بھی یوں ہی مسلح کیا جائے گا۔ پھر اپنا فیصلہ دو کہ کیا تم عارب سے مقابلے کے لیے تیار ہو؟"

یوناف نے اپنی چھاتی تانتے ہوئے کہا:

"اے بزرگ شالوم! یہ مقابلہ جیتنے والا یہ عارب اگر اپنے جیسا کوئی اور جوان بھی حمایت میں لے آئے تب بھی قسم مجھے اپنے اس رب کی جو ساری کائناتوں کا پیدا کرنے والا ہے، میں اس سے مقابلہ ضرور کروں گا۔"

یوناف کے جواب پر خوش ہو کر شالوم نے کہا:

"اے عارب! میرا تو فیصلہ ہے کہ تمہارا اور یوناف کا مقابلہ ہوگا لیکن اس سلسلے میں اب یوام کا مشورہ بھی لینا ضروری ہے کہ وہ اپنا ہاتھ عارب کے ہاتھ میں ہی دینا پسند کرے گی یا تم دونوں کے درمیان مقابلے کی خواہشمند ہے اور جو جیتے اسی سے یوام شادی کرے گی۔"

یوناف نے پھر کہا:

"ضرور ضرور۔ مجھے یہ بھی منظور ہے آپ یوام سے اس معاملے میں ضرور بات کریں اور اس کی رائے لے لیں۔"

شالوم یوام کی طرف مڑا اور پوچھا:

"اے میری بیٹی! جو کچھ میں نے ان جوانوں سے کہا ہے اس سلسلے میں تم کہو تمہارا کیا جواب اور کیا

راستے ہے"۔

یوام نے انتہائی شگفتگی، دلکشی اور افسانوی اندازِ تخاطب میں اپنے لہجے کی بھرپور کھنک کے ساتھ کہا:

"اے میرے باپ! میں چاہوں گی کہ عارب اور یوناف دونوں کے درمیان مقابلہ ہو اور جو بھی یہ مقابلہ جیتے میں اسی سے شادی کروں گی"۔

فوراً ہی شالوم نے اپنے ایک سردار کو اشارہ کیا۔ سردار نے جواب میں ایک تلوار اور ڈھال جاکر یوناف کو تھمائی۔

شالوم پھر بولا:

"اے یوناف! پہلے اپنے آپ کو مسلح کر لو۔ پھر عارب کے ساتھ میدان کے وسط میں جاکر کھڑے ہو جاؤ۔ اور میرا ہاتھ اٹھنے کا انتظار کرو۔ جب تم میرا ہاتھ فضا میں بلند ہوتا دیکھو تو مقابلہ شروع کر دینا"۔

یوناف نے فوراً اپنے آپ کو مسلح کیا اور وہ تلوار شہ نشین پہ رکھ دی جو سردار نے اسے پیش کی تھی۔ پھر اس نے کہا:

"اے بزرگ شالوم! میرے پاس اپنی تلوار ہے۔ مجھے اس تلوار کی ضرورت نہیں ہے"۔

شالوم نے کہا:

"مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے اگر تم اپنی تلوار سے عارب کا مقابلہ کرنا چاہتے ہو تو یہ تمہاری خوشی ہے"۔

اس کے ساتھ ہی عارب اور یوناف میدان کے وسطی حصہ کی طرف بڑھنے لگے۔

چلتے چلتے عارب نے گھور کر یوناف کی طرف دیکھا پھر اس نے کھولتے لہجے اور غضب ناک آواز میں پوچھا: "تمہارا اس طرف آنے اور اس مقابلہ میں حصہ لینے کا مقصد و مدعا کیا ہے"۔

یوناف نے لاپرواہی سے کندھے اچکاتے ہوئے کہا:

"میرا ادھر آنے کا وہی مقصد ہے جو تمہارا ہے۔ اے عارب! تم جانتے ہو میں شروع دن سے ہی یوسا کو پسند کرتا ہوں اور تم جانتے ہو یوام حیرت انگیز حد تک یوسا سے مشابہ ہے اور یوسا چونکہ تمہاری بہن اور میری محبوبہ ہے لہٰذا یوام پر تمہاری نسبت میرا حق زیادہ ہے"۔

اس پر عارب نے دانت کچکچاتے ہوئے کہا: "کچھ بھی ہو۔ میں ہر صورت میں تمہارے ساتھ مقابلہ کر کے یوام کو حاصل کروں گا۔ اب تم جاؤ میں نے یوام کو اپنی زندگی کا محور و مقصد بنا لیا ہے"۔

"اور تم سے یہ مقابلہ جیتنے کے لیے مجھے جو بھی حربہ استعمال کرنا پڑا میں کروں گا"۔

یوناف نے عارب کو سمجھانے کے انداز میں کہا:

"اے عارب! میرے ساتھ یہ مقابلہ اپنی فطری اور طبعی ہمت و قوت کو استعمال کرتے ہوئے اور تیغ زنی میں اپنی حقیقی مہارت کام میں لاتے ہوئے کرنا کہ میں بھی تمہارے ساتھ ایسا ہی کروں گا۔ میں تمہیں تنبیہ کرتا ہوں اے عارب! کہ اگر اس مقابلے کے دوران تم نے اپنی سری اور ابلیسی قوتوں کو کام میں لانے کی کوشش کی تو یاد رکھو کہ میں بھی ایسا ہی کروں گا اور تمہارے یہ عمل اور تمہاری ہر سری قوت کو تمہارے سامنے ریزہ ریزہ کر کے رکھ دوں گا۔ پھر یہ بھی یاد رکھنا کہ تماشائیوں سے بھرے اس میدان میں میں سب کے سامنے تمہیں زیر کروں گا اور تمہاری وہ حالت اور درگت بناؤں گا کہ تم مقابلے کے بعد کسی کو اپنا چہرہ دکھاتے ہوئے شرم اور عار محسوس کرو گے"۔

"میں نے جو کچھ کہنا تھا تم سے کہہ دیا۔ اب تمہاری مرضی ہے کہ چاہو تو اپنی فطری اور طبعی قوتوں کے ساتھ میرا مقابلہ کرو اور چاہو تو اپنی سری قوتوں کو حرکت میں لاؤ۔ میں ہر طرح ہر روپ میں تمہارے ہر عمل کا جواب دوں گا"۔

اس موقع پر ابلیکا نے یوناف کی گردن پر اپنا حریری لمس دیا۔ پھر اس کی کھنکتی ہوئی شیریں آواز اس کے کانوں میں پڑی:

"اے یوناف میرے حبیب! تم عارب کی طرف سے کسی قسم کا فکر نہ کرنا۔ میں اس پر نگاہ رکھوں گی اور اگر اس نے اپنی سری قوتوں کو حرکت میں لانے کی کوشش کی تو میں تمہیں بھی اس کی اطلاع کر دوں گی اور خود بھی اس کے خلاف حرکت میں آجاؤں گی"۔

ابلیکا کی اس گفتگو اور یقین دہانی پہ یوناف کے لبوں پہ گہری مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ اس دوران وہ اور عارب میدان کے وسط میں پہنچ چکے تھے۔

پھر عارب نے نرمی اور انکساری سے یوناف کو مخاطب کر کے کہا: "اے یوناف! میں جانتا ہوں کہ تم اس وقت اپنی ساتھی ابلیکا سے محوِ گفتگو ہو۔ سنو! میں تم سے اس موقع پہ سچے دل سے یہ کہتا ہوں بلکہ تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ یہ مقابلہ ہر طرح سے طبعی اور فطری قوتوں کے تحت ہو گا اور اس کے بیچ میں کوئی سری قوت استعمال نہ کروں گا"۔

یوناف اس کی طرف سے مطمئن ہو گیا۔ پھر وہ ایک دوسرے کے آمنے سامنے کھڑے ہو کر شالوم کے اشارے کا انتظار کرنے لگے۔

تھوڑی دیر کے بعد شالوم کا ہاتھ فضا میں بلند ہوا تو یوناف اور عارب دو ازلی دشمنوں اور وحشی درندوں کی طرح ایک دوسرے پر چڑھ دوڑے۔

وہ بڑی تیزی سے ایک دوسرے پر ہولناک وار اپنی تلواروں سے کرنے لگے تھے۔ تھوڑی دیر تک دونوں جم کر ایک دوسرے کے خلاف تیغ زنی کا بہترین مظاہرہ کرتے رہے۔ پھر یوناف اپنا منفرد رنگ دکھانے لگا۔ یوں محسوس ہونے لگا جیسے وہ کائنات کی شجاعتوں اور جرأتوں کے خلاف سرکشی اور بغاوت پر آمادہ ہو گیا ہو۔ وہ اب دھواں ہی دھواں اور شعلوں اور سلگتی نظروں کا بھیانک پن تھا۔ ہولناک آندھیاں اور بیتاب طوفانوں کی صورت میں لمحہ لمحہ وہ عارب پر چھا جانے کی کوشش کر رہا تھا جبکہ اس کے سامنے عارب کی حالت ظلم و جبر کی پیاس، ہواؤں میں رچی فریاد کی سی کیفیت، شو نے سنسار اندھے کنوئیں کی اسیری، قریۂ گناہ خیز اور شہر بے فصیل کی سی ہو گئی تھی۔

پھر اچانک یوناف نے اپنے حملوں میں ایسی تیزی، ایسا غضب ناک پن اور ہولناکی بڑھا دی کہ اب وہ میدان میں عارب کو انتہائی بے بسی کے عالم میں اپنے آگے آگے چکر دینے لگا تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ عارب پر تھکاوٹ طاری ہو گئی ہے۔

اسی لمحے یوناف نے ایک وحشت خیز نعرہ مارا:

”اللہ اکبر۔“

اس کے ساتھ ہی اس نے ایک ایسا بھرپور اپنی تلوار کا وار عارب کی تلوار پر کیا کہ عارب کی تلوار کٹ کر دو حصوں میں بٹ گئی۔ اس کا ایک حصہ عارب کے ہاتھ ہی میں رہ گیا اور دوسرا حصہ دور میدان میں جا پڑا تھا۔

یوناف نے اپنی تلوار نیام میں کر لی اور دونوں ہاتھوں کا اشارہ کر کے عارب کو اپنی طرف بلانے کے انداز میں کہا:

”لو۔ اب میں نہتا ہو کر تمہیں اپنی طاقت اور قوت آزمانے کا موقع فراہم کرتا ہوں۔“

یہ سن کر عارب نے تلوار کا دستہ زمین پر پھینک دیا۔ چند لمحے لمبے لمبے سانس لے کر اس نے اپنے حواس درست کیے پھر اس نے ہوا میں اچھلتے ہوئے ہوا میں ایک لمبی جست کی اور یوناف پر لپکا لیکن یوناف نے ایسی ہولناکی اور قوت کے ساتھ اپنا فولادی گھونسا اس کے پیٹ میں رسید کیا کہ وہ دوہرا ہوتا ہوا دور جا گرا۔ پھر تو گویا یوناف پر وحشت سوار ہو گئی اور آگے بڑھ کر اس نے عارب پر پے بہ پے یکے بعد دیگرے مکوں اور لاتوں کی بارش کر دی۔

عارب نے کئی بار یوناف کے سامنے سنبھل کر جمنے کی کوشش کی لیکن یوناف نے اس کی ہر کوشش اور سعی کو ناکام بنا دیا۔ اس دوران عارب بھی چند جاندار مکے یوناف کو مارنے میں کامیاب ہو گیا جن کو یوناف بڑے استقلال اور صبر سے برداشت کر گیا۔

عارب کے یہ مکے کھانے کے بعد یوناف پر گویا مکمل طور پر وحشت و بربریت چھا گئی۔ اس نے اپنا ایک ہاتھ عارب کی گردن اور دوسرا اس کی کمر کی چرمی پیٹی پر جما کر نعرہ مارنے کے انداز میں اس بری طرح ہوا میں اچھالا اور پے در پے چند مرتبہ یہی عمل دہرایا اور عارب کو مکمل طور پر بے بس کرتے ہوئے اپنے دونوں گھٹنوں پر زور زور سے مارنا شروع کر دیا۔ پھر وہ کھڑا ہوا اور اپنا دایاں پاؤں زمین پر بے بسی کے عالم میں پڑے عارب کی چھاتی پر رکھا اور آسمان کی طرف منہ کرتے ہوئے اس نے زور سے پکار کر نعرہ مارا:

”اللہ اکبر۔“

گویا اس نے فتح مندی کا اعلان کر دیا تھا۔

اس کے بعد اس نے عارب کی چھاتی سے ہٹا لیا اور پیچھے ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔ تب عارب اٹھا۔ ندامت اور شرمندگی کے مارے اس کی گردن جھکی ہوئی تھی۔ وہ تیزی سے میدان کے مشرقی حصے کی طرف گیا اور چوروں کی طرح میدان سے نکل گیا۔

شہ نشین کی طرف جا کر شالوم اور یوام کا سامنا کرنے کے شاید مزید خفت اٹھانا اس نے پسند نہ کیا تھا میدان سے باہر آ کر وہ اپنی مری قوتوں کو حرکت میں لایا اور وہاں سے غائب ہو گیا۔

میدان میں شالوم کے دو جوان تیزی سے داخل ہوئے اور یوناف کو بے حد عزت و احترام کے ساتھ لے جا کر شالوم کے سامنے کھڑا کر دیا۔

شالوم شہ نشین سے اترا اور یوناف کو گلے لگا کر اس کی پیشانی چوم لی۔ اس کے کچھ کہنے سے قبل ہی اجیلہ بھی نیچے اترا اور یوناف کو گلے لگا کر بولا:

”اے شیر دل جوان! میں نے آج تک ایسا کوئی جوان نہیں دیکھا جو تم جیسا طاقتور اور پُرقوت ہو۔ عارب نے مجھے پھول کی طرح اٹھا کر پٹک دیا تھا اور جس طرح اس نے میدان میں مجھے بے بس اور زیر کیا تھا ایسے ہی تو نے اسے سب کے سامنے بے بس اور زیر کر دیا۔ میں خوش ہوں کہ تو نے میرا انتقام لیا اور یقیناً تو ہی اس قابل ہے کہ یوام کو تجھ سے بیاہ دیا جائے۔“

اجیلہ کے خاموش ہونے پر شالوم نے یوناف سے کہا:

"اے یوناف! اب جبکہ تم یہ مقابلہ جیت چکے ہو تو میں تمہیں بھی وہی پیش کش کروں گا جو میں نے عارب کو اجیلہ سے مقابلہ جیتنے پر کی تھی کہ اب جبکہ تم یوام کے حقدار ہو تو یہ میں تمہاری مرضی پر چھوڑتا ہوں کہ تم چاہو تو یوام سے شادی کر کے اسے اپنے ساتھ اپنی سرزمین میں لے جاؤ اور اگر چاہو تو یہیں ہمارے ساتھ عزت و وقار سے رہو۔"

"یہ کلی طور پر تمہاری مرضی پر منحصر ہے اس کے لیے تم پر کوئی پابندی عائد نہیں کی جائے گی۔ ہاں یہ بھی سنو کہ ابھی ان سب تماشائیوں، عزیزوں اور ارکان حکومت کے سامنے اسی جگہ تمہارا یوام سے بیاہ ہو گا اور اس کے بعد تم دونوں اپنی مرضی سے جہاں چاہو رہو تم پر کوئی پابندی نہ ہو گی۔"

شالوم اپنی بات ختم کر چکا تو یوناف نے کہا:

"اے بزرگ شالوم! کیا یہ ممکن نہیں کہ اس شادی سے پہلے مجھے اور یوام کو چند لمحوں کی علیحدگی میسر ہو تاکہ میں اس سے وہ باتیں کہہ سکوں جو شادی کے بعد اسے معلوم ہوں تو وہ ہمارے درمیان اختلافات کا باعث نہ بن سکیں۔"

یہ سنتے ہی یوام فوراً اپنی جگہ پر اٹھ کر کھڑی ہو گئی اور گہری مسکراہٹ کے ساتھ اس نے یوناف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اپنا عندیہ پیش کیا:

"ہاں میں ان کی اس پیش کش کو قبول کرتی ہوں۔ شادی سے پہلے ایک دوسرے کے متعلق جاننے کے لیے ضرور تھوڑی دیر کی علیحدگی میسر آنی چاہیے۔"

شالوم نے مسکراتے ہوئے اپنی رائے کا اظہار کیا اور کہا:

"میں تم دونوں کی اس گفتگو سے خوش ہوا ہوں۔ میں تم دونوں کو تخت نشین پر ہی علیحدگی مہیا کرتا ہوں۔"

اس کے ساتھ ہی اس نے تخت نشین پر موجود اپنے سارے رشتے داروں اور اراکین حکومت کو حکم دیا کہ وہ سب تخت نشین سے اتر کر تھوڑی دور بنی ہوئی نشستوں پر جا بیٹھیں۔ سب نے ایسا ہی کیا اور وہاں سے اٹھ کر پرے چلے گئے۔ ان میں اجیلہ بھی شامل تھی۔

ان کے جانے کے بعد یوام نے یوناف کو مخاطب کیا اور بولی:

"اب آپ یہاں اوپر میرے پاس آ جائیے۔"

یوناف تخت نشین پر چڑھا اور یوام کے قریب بیٹھتے ہوئے بولا:

"اے یوام! میں جانتا ہوں تم دنیا کی حسین ترین اور نوعمر لڑکی ہو اور اس عالم میں ہر کوئی اپنی جان کی

بازی لگا کر بھی تم سے شادی کرنے کی کوشش کرے گا۔ میں بھی تم سے شادی کرنے کا خواہش مند ہوں لیکن میں تمہیں دھوکے میں نہیں رکھنا چاہتا۔ شادی سے قبل میں تمہیں اپنی اصلیت سے مکمل طور پر آگاہ کر دینا چاہتا ہوں۔

یوام! میں آدمؑ کے بیٹے شیثؑ کی اولاد سے ہوں اور اس وقت سے ہوں جب ابھی آدمؑ بھی زندہ تھے!

میرے ناسوت پر لاہوت کا عمل ہے جس کی بنا پر اپنے اس جسدِ خاکی کے ساتھ میں ابھی تک زندہ ہوں اور جس وقت میرے ناسوت پر لاہوت کا یہ عمل ہوا تھا میں اسی وقت ایسا ہی جوان اور توانا و طاقتور تھا جیسے اب ہوں۔

اس کے علاوہ اے یوام! میں ان گنت سری اور مافوق الفطرت قوتوں کا بھی مالک ہوں لیکن یہ بات ذہن میں رکھنا کہ میں نے عارب سے جو مقابلہ جیتا ہے یہ اپنی طبعی اور فطری طاقت و قوت کی بنا پر جیتا ہے۔ عارب نے اجیلہ کو اپنے سری عمل کی بنا پر شکست دی تھی اور عارب پر بھی لاہوت کا عمل ہے۔ وہ بھی میری طرح انتہائی قدیم ہے اور آدمؑ کے بیٹے قابیل کی نسل سے ہے۔ وہ نہ صرف میرا رشتہ دار ہے بلکہ ہم دونوں ایک ہی وقت سے زندہ، توانا اور جوان چلے آ رہے ہیں۔ وہ بھی میری طرح ان گنت سری اور مافوق الفطرت قوتوں کا مالک ہے۔ یوں جانو کہ عارب میرا قدیم ترین اور ازلی دشمن ہے اور ہم اپنی اس ہزاروں سالوں پر محیط زندگی میں ان گنت مرتبہ ٹکرا چکے ہیں اور یہ سب میرے اللہ کا مجھ پر احسان ہے کہ میں نے ہر مرتبہ اسے ناکام و نامراد کیا ہے۔

یوام! میرے پاس ایسی سری قوتیں ہیں کہ اگر میں تم پر استعمال کروں تو تم اپنے آپ مجھ سے شادی کے لیے اپنی آمادگی کا اظہار کر دو لیکن میں اس شادی کی بنیاد خلوص، خیر خواہی اور محبت و شفقت پر رکھنا چاہتا ہوں۔ میں تمہیں اپنے بارے میں اندھیرے میں رکھ کر دھوکا دہی سے کام نہیں لینا چاہتا۔

یوام! یوام! میں ایسی سری قوتوں کا مالک ہوں کہ یہیں بیٹھے بیٹھے تمہارا ہاتھ تھام کر غائب ہو جاؤں اور اگلے لمحے ہم دونوں مصری سرزمین پر ہوں گے لیکن میں ایسا نہیں کروں گا۔ اے یوام! میں اپنے ماضی اور اپنی ذات و ہستی کا سارا نقشہ تمہارے سامنے بیان کر چکا ہوں۔ اب تم کہو۔ میرے بارے میں تمہارا کیا فیصلہ ہے؟"

یوام نے ایک عجب جوش میں اپنا فیصلہ دیتے ہوئے کہا:

"میں آپ کے اس رویے پر بے حد خوش ہوں کہ آپ نے خود کو مجھ پر ظاہر کیا۔ اب میرا فیصلہ بھی

سنیے۔ آپ جو بھی ہیں اور جیسے بھی ہیں میں آپ ہی سے شادی کروں گی اور کوئی مجھے اپنے اس فیصلے سے سوائے آپ کے باز نہیں رکھ سکتا:

یوناف نے درمیان میں بولتے ہوئے کہا:

"اے یوام! ایک بات اور بھی ہے۔"

یوام نے مسکرا کر کہا:

"وہ بھی کہہ ڈالیے۔"

یوناف نے کہا:

"وہ یہ کہ اے یوام: شادی کے بعد تمہارے بطن سے میری کوئی اولاد نہیں ہوگی اس لیے کہ یہ ناسوت پر لاہوت کا عمل ہونے کا ردِ عمل ہے۔"

یوام نے گہری مسکراہٹ کے ساتھ کہا:

"اور اب آپ مجھ سے اور کچھ نہ کہیں۔ اس لیے کہ آپ سے شادی کرنا میرا اٹل اور آخری فیصلہ ہے۔ ہاں! آپ سے یہ ضرور پوچھنا چاہوں گی کہ آپ مجھے شادی کے بعد کہاں رکھیں گے کیونکہ شادی کے بعد میں یہاں رہنا پسند نہ کروں گی۔"

یوناف بولا:

"اے یوام! مصر کی سرزمین میں نیل کے کنارے میرا اپنا ذاتی محل ہے جس میں میں اکیلا ہی رہتا ہوں۔ یہی محل ہمارا ٹھکانہ ہوگا لیکن اس کے علاوہ اگر تم کہیں اور بھی رہنا چاہو گی تو میں اس کا انتظام کر دوں گا۔"

یوام کچھ سوچتی ہوئی بولی:

"اے یوناف! کیا ایسا ممکن نہیں کہ شادی کے بعد آپ اپنی سری قوتوں کو حرکت میں لائیں اور ہم مختلف ملکوں اور اقوام سے اور مختلف شہروں سے ہوتے ہوئے مصر کا رخ کریں اور وہاں جا کر اپنے محل میں امن و سکون کی زندگی بسر کریں۔"

یوناف نے یوام کی اس خواہش کی تائید کی:

"یوام یوام! میں تمہاری اس آرزو کی مکمل طور پر تکمیل کروں گا۔ شادی کے چند دنوں بعد ہم الالسان سے کوچ کریں گے اور مختلف ممالک، اقوام اور شہروں سے ہوتے ہوئے مصر کا رخ کریں گے گو میں اس سے پہلے تقریباً ساری دنیا کے اندر گھوم پھر چکا ہوں لیکن تمہارے لیے یقیناً یہ ایک انوکھا

تجربہ ہوگا:

یوام نے مسکراتے ہوئے جواب دیا:

"اب جبکہ ہم نے علیحدگی میں ایک دوسرے کی خواہشات کا احترام کرتے ہوئے آپس میں تعاون کرتے ہوئے شادی اور ہمیشہ کے لیے ایک ساتھ رہنے کا فیصلہ کر لیا ہے تو اب آپ یہیں بیٹھیں میں اپنے باپ کو مطلع کرتی ہوں کہ میں نے اور آپ نے علیحدگی میں جو کچھ ایک دوسرے سے کہنا تھا کہہ سن لیا ہے لہٰذا شادی کرنے کے لیے ہم دونوں میں مکمل اتفاق ہے۔"

اس کے ساتھ ہی یوام شہ نشین سے اتر کر اس طرف بڑھی جہاں دیگر افراد کے ساتھ شالوم اور راجیلہ بیٹھے ہوئے تھے۔

شالوم اور راجیلہ نے اسے اپنی طرف آتے دیکھا تو دونوں اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کی طرف بڑھے یوام ان کے قریب آ کر رک گئی۔

پھر شالوم نے اس سے پوچھا:

"اے یوام! میری بیٹی! تمہارے اور یوناف کے درمیان کیا گفتگو ہوئی اور تم دونوں نے کیا فیصلہ کیا ہے؟"

یوام کے لبوں پر گہری، دلفریب اور زہد شکن مسکراہٹ ابھری۔ پھر اس نے اپنے باپ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

"اے میرے باپ! ہم دونوں کے درمیان جو گفتگو ہوئی ہے وہ ایسی ہے کہ ہم دونوں ہی کے درمیان رہنی چاہیے اور کسی پر بھی اس کا انکشاف نہ ہونا چاہیے۔

اے میرے باپ! ہم دونوں میں مکمل طور پر خیالات کی ہم آہنگی ہے سو ہم نے شادی کرنے اور ہمیشہ کے لیے ایک ساتھ رہنے کا فیصلہ کیا ہے۔

اور اے میرے باپ! ہمارے مابین یہ بھی طے پایا ہے کہ شادی کے چند روز بعد ہم یہاں سے کوچ کر جائیں گے کیونکہ دریائے نیل کے کنارے یوناف کا اپنا بہترین محل ہے جس کے اندر ہم سکونت اختیار کریں گے۔"

شالوم کے چہرے پر اطمینان اور خوشی بکھر گئی۔ پھر اس نے ہاتھ کے اشارے سے اپنے رشتہ داروں اور دیگر اراکینِ حکومت کو شہ نشین پر آنے کا حکم دیا۔

جب وہ سب لوگ وہاں جا بیٹھے تو سب کی موجودگی میں یوناف اور یوام کو رشتۂ ازدواج میں

میں باندھ دیا گیا۔

○

کنعانیوں کے شہر ٹائر میں بعل دیوتا کے معبد میں بیوسا اور بنیطہ ابھی شام کا کھانا کھانے کی تیاری کر رہی تھیں کہ عارب ان کے کمرے میں داخل ہوا۔

وہ دونوں کھانا شروع کرنے ہی والی تھیں کہ عارب کو دیکھ کر رک گئیں۔ عارب کی حالت اور چہرے کے تاثرات دیکھ کر وہ کسی قدر فکر مند بھی ہو گئیں۔ جب عارب ان کے پاس آ کر کتان کی چادر پر بیٹھ گیا تو پریشانی سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے بنیطہ نے پوچھا: "اے میرے بھائی! خلافِ توقع تم پریشان کیوں ہو؟"

عارب نے ابھی جواب نہ دیا تھا کہ بیوسا بول پڑی: "اے میرے بھائی! تم تو شالوم کی بیٹی یوام کو جیتنے گئے تھے۔ اس کے بھائی اجیلہ سے تمہارے مقابلے کا کیا بنا؟ اور تم اکیلے کیوں آئے ہو؟ یوام کہاں ہے جو عزازیل کے مطابق میری ہم شکل ہے۔ اے میرے بھائی! یوام کو تمہارے ساتھ نہ دیکھ کر کیا میں سمجھ لوں کہ تم اجیلہ سے مقابلہ ہار گئے اور ناکام و نامراد لوٹ آئے ہو؟"

بیوسا خاموش ہوئی تو بنیطہ نے فکر مندی سے کہا: "اے میرے بھائی! اگر بات یہی ہے جس کا اظہار بیوسا نے کیا ہے تو مقابلہ کے دوران جب اجیلہ تم سے زیادہ طاقتور ثابت ہو رہا تھا تو تم نے اپنی سری قوتوں کو ہی کام میں لائے ہوتے اور انہیں استعمال کر کے تم اجیلہ سے مقابلہ جیتتے۔ اور یوں اکیلے نہ آتے بلکہ دنیا کی اس حسین ترین لڑکی یوام کو بھی یہاں ہمارے پاس بعل دیوتا کے معبد میں لے کر آتے تاکہ وہ نہ صرف تمہارے سکون کا باعث بنتی بلکہ اس کے ساتھ رہنے پر ہمیں بھی سکون ملتا۔"

بیوسا اور بنیطہ کی ان باتوں کے جواب میں عارب نے اپنی جھکی ہوئی گردن اٹھائی اور ان کو ایک نظر دیکھ کر بولا: "اے میری بہنو! میرے متعلق غلط اندازے مت لگاؤ۔ اللسان شہر کے باہر میدان میں میں نے شالوم کے بیٹے اجیلہ کو بری طرح ہرا کر مقابلہ جیت لیا تھا اور یوام کو حاصل کرنے میں کامیاب بھی ہو گیا تھا لیکن ہائے رے میری بدقسمتی! میری اور یوام کی شادی کا اہتمام ہونے جا رہا تھا کہ میدان سے باہر رکھی نوبت پر کسی نے زوردار ضربیں لگانی شروع کر دیں اور جانتی ہو نوبت پر ضربیں لگانے والا کون تھا؟"

بیوسا نے بے چینی سے پوچھا: "کون تھا؟"

جواب میں عارب نے کہا: "یوناف۔ ہاں بیوسا! وہی یوناف جو دیوانگی کی حد تک تمہیں چاہتا ہے اور پسند کرتا ہے۔ بس اسی نے مقابلے میں حصہ لینے کے لیے نوبت پر ضربیں لگائی تھیں۔ سو اللسان کے حکمران شالوم کے حکم پر یوناف کو بھی میدان میں لایا گیا۔ یوام کی رضامندی کے بعد میرا اور یوناف کا مقابلہ کرایا گیا۔

مقابلے سے قبل یوناف نے مجھے دھمکی دی کہ وہ خود بھی سری قوتوں سے کام نہیں لے گا اور یہ کہ اگر میں نے سری قوتوں سے کام لیا تو وہ مجھے ریزہ ریزہ کر کے رکھ دے گا۔ اس وقت میں نے اندازہ کر لیا کہ اس کی ساتھی ماورائی قوت ابلیکا بھی اس کے ساتھ ہے۔

لہٰذا میں نے اس سے وعدہ کر لیا کہ یہ مقابلہ طبعی قوت کی بنا پر ہو گا لیکن اے میری بہنو! میں اس مقابلے میں تسلیم کرتا ہوں کہ یوناف نے مجھے نہایت ذلت آمیز شکست دی اور یوں مجھے وہاں ناکام و نامراد رہنا پڑا۔ اس طرح میں یوام کو حاصل کرنے میں ناکام رہا اور اکیلا ہی واپس تمہاری طرف آنا پڑا۔"

"اے میری بہنو! آج میں مانتا ہوں کہ طبعی اور فطری قوت میں یوناف مجھ سے کہیں بڑھ کر ہے۔ یہ مقابلہ اس نے اس آسانی کے ساتھ مجھ سے جیت لیا جس طرح مقابلے میں ایک طرف دو آدمی اور سامنے اکیلا آدمی ہو۔ اس بات کو تم یوں سمجھو کہ یوناف مجھ سے دوگنی طاقت رکھتا ہے۔ اور مقابلے سے پہلے اس نے شالوم سے کہا تھا کہ عارب اگر اپنے جیسا کوئی اور بھی اپنے ساتھ ملا لے تب بھی وہ اسے زیر کر لے گا۔"

"تو اے میری بہنو! اب میں ضرور بالضرور اپنے جیسا ایک اور ساتھی ملا کر یوناف کا مقابلہ کروں گا۔ دراصل میں یہ اندازہ لگانے کی فکر میں ہوں کہ وہ کس قدر طاقت و قوت کا مالک ہے اور اے میری بہنو! واپس آتے ہوئے مجھے ٹائر شہر سے باہر عزازیل بھی ملا تھا۔ میں نے اللسان میں یوناف سے ہارنے کے سارے واقعات تفصیل سے اسے سنا ڈالے۔ اس نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ وہ بشر کو میرے ساتھ روانہ کرے گا تاکہ کسی مناسب جگہ اور موقع پر ہم دونوں یوناف سے مقابلہ کریں۔ پھر میں دیکھوں گا کہ وہ کیسے اپنی طبعی قوت کے بل بوتے پر ہم دونوں پر غالب رہتا ہے۔ پھر میں سمجھتا ہوں اس روز کے اسے اپنے یہ پُر غرور اور ہتک آمیز الفاظ واپس لینا پڑیں گے جو اس نے شالوم کے سامنے

دعویٰ کرتے ہوئے کہے تھے کہ:

"عارب اپنے جیسا کوئی اور بھی اپنے ساتھ لے آئے تب بھی میں اسے ہرا دوں گا۔"

اے میری بہنو! میں چند یوم تک ضرور تبر کے ساتھ یوناف پر وارد ہوں گا۔"

عارب کے خاموش ہونے پر بیوسا نے پریشان اور فکر گیر لہجے میں کہا: "تو اس کا مطلب ہے کہ مسری اور قطری دونوں ہی قوتوں میں یوناف ہم پر غالب ہے۔"

بنیطہ نے اس کی بات اچکتے ہوئے کہا: "اب جبکہ عارب یہ مقابلہ ہار چکا ہے تو دفعان کرو اس قصے کو۔ آؤ کھانا کھائیں۔"

رات کے اس سناٹے میں وہ تینوں آتشدان کے پاس بیٹھ کر کھانا کھانے لگے۔

○

مصر میں بنی اسرائیل کو مصروف رکھنے کے لیے فرعون نے جو دو نئے شہروں کی تعمیر شروع کرائی تھی وہ مکمل ہو چکے تھے۔ ان شہروں کے اندر اناج ذخیرہ کرنے کے لیے بڑے بڑے گودام بھی بنوائے گئے اب فرعون منفتاح نے بنی اسرائیل کو مصروف رکھنے کے لیے اینٹیں بنانے کا کام شروع کرا دیا۔ ان کو مصری تعمیراتی کاموں کے لیے استعمال کیا جاتا تھا۔ ان اینٹوں کے لیے حکومت کی طرف سے بھس مہیا کیا جاتا تھا۔

دوسری طرف جادوگروں کو بری طرح شکست دینے کے بعد موسیٰؑ و ہارونؑ نے زور و شور سے بنی اسرائیل کے اندر تبلیغ کا کام شروع کر دیا تھا۔

فرعون نے جب دیکھا کہ بنی اسرائیل موسیٰؑ و ہارونؑ کی تبلیغ سے متاثر ہو کر ان کی طرف رجوع کر رہے ہیں تو اس نے ایک نیا حربہ استعمال کیا تاکہ بنی اسرائیل کے پاس اتنا وقت ہی نہ رہے کہ وہ موسیٰؑ کی تبلیغ کی طرف دھیان دے سکیں۔

فرعون کے جو سردار بنی اسرائیل سے اینٹیں بنانے کی بیگار لینے پر مقرر تھے انہیں اس نے حکم دیا کہ بنی اسرائیل کے غلاموں کو حکومت کی طرف سے بھس مہیا نہ کیا جائے اور یہ کہ وہ اپنے انتظام سے جہاں سے جی چاہیں اینٹیں بنانے کے لیے بھس مہیا کریں اور ساتھ ہی یہ حکم بھی دیا کہ اینٹیں بنانے کی تعداد بھی اتنی ہی رہنی چاہیے جتنی اس وقت تھی جب بھس حکومت کی طرف سے مہیا کیا جاتا تھا۔

ان سرداروں نے صاف صاف بنی اسرائیل سے کہہ دیا کہ ایک تو وہ اپنے انتظام سے اینٹوں کے لیے بھس مہیا کریں اور دوسرے اینٹوں کی تعداد کم نہ ہونے پائے۔

ان حالات میں بنی اسرائیل مصر کے اندر بھس کی تلاش میں مارے مارے پھرنے لگے۔ جب وہ پہلے کی طرح روزانہ بننے والی اینٹوں کی تعداد کو برقرار نہ رکھ سکے تو فرعون کے بیگار لینے والے سرداروں نے ان پر ظلم و ستم روا رکھنا شروع کر دیا۔

ان تکلیف دہ حالات کو دیکھتے ہوئے بنی اسرائیل کے کچھ سردار فرعون کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس سے التجا کی کہ:

"اے مصر کے عظیم بادشاہ! تیرے اسرائیلی خادموں کے ساتھ تیری سرزمین میں ظلم ہو رہا ہے۔ ایک تو ہمیں پہلے کی طرح بھس نہیں دیا جاتا۔ اوپر سے مطالبہ یہ کیا جا رہا ہے کہ ہم روزانہ بھس کا بندوبست بھی خود کریں اور اینٹیں بھی اتنی ہی بنا کر دیں جتنی اس وقت بناتے تھے جب بھس حکومت کی طرف سے مہیا کیا جاتا تھا۔ اور اس صورت میں جب ہم اینٹوں کی سابقہ تعداد برقرار رکھنے میں ناکام رہتے ہیں تو اے بادشاہ! ہم پر مزید ظلم و ستم کیا جا رہا ہے اور بیگار لینے والے سردار ہمیں انتہائی وحشیانہ انداز میں مارتے پیٹتے ہیں۔"

بنی اسرائیل کے سرداروں کی یہ التجا سن کر فرعون نے انتہائی تکبر اور نخوت سے انہیں مخاطب کر کے کہا: "تم لوگ کاہل ہو گئے ہو ورنہ تم موسیٰؑ و ہارونؑ کی تبلیغ کی طرف دھیان نہ دیتے۔ لہٰذا میں تم لوگوں کو حکم دیتا ہوں کہ جاؤ اور بھس کا انتظام کر کے اتنی ہی اینٹیں بناؤ جتنی پہلے بناتے تھے جب تمہیں بھس ہم فراہم کرتے تھے۔"

فرعون کا یہ حکم سن کر بنی اسرائیلی سردار انتہائی مایوسی کے عالم میں اس کے محل سے باہر نکل گئے۔

○

جب یہ سردار واپس جا رہے تھے تو ان کی ملاقات موسیٰؑ و ہارونؑ سے ہو گئی۔ ایک سردار نے موسیٰؑ کو مخاطب کر کے کہا:

"اے موسیٰؑ بن عمران! تو نے ہمیں فرعون اور اس کے سرداروں کی نظر میں گرا کے رکھ دیا ہے اور یہ کہ تو نے ہمارے قتل کے لیے فرعون کے سرداروں کے ہاتھ میں گویا تلوار تھما دی ہے۔ اب وہ محض تیری

وجہ سے ہم پہ عذاب و جبر کی انتہا کر رہے ہیں۔"

یہ سن کر موسیٰ اپنے رب کی طرف رجوع ہوئے اور بنی اسرائیل کی گلو خلاصی کے لیے دعا کی۔ تب خداوند کریم کی طرف سے موسیٰ کو وحی کے ذریعے حکم ہوا!

"اے موسیٰ! ہم نے ابراہیم، اسحٰق اور یعقوب کے ساتھ وعدہ کیا تھا کہ ہم انہیں اس سرزمین میں پہنچائیں گے جہاں وہ غلامی سے آزاد ہو کر اپنے رب کی بندگی اور عبادت کر سکیں گے۔ سو اے موسیٰ! ہم بنی اسرائیل کو مصریوں کے بوجھ سے نجات دیں گے اور انہیں غلامی سے آزادی دیں گے اور فرعون اور اس کے ساتھیوں کو سزا دیں گے اور بنی اسرائیل کی آزادی کا سامان کریں گے۔

سو اے موسیٰ!

تم فرعون کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ میرے رب نے مجھے یہ کہہ بھیجا ہے کہ تم سے یہ کہوں کہ بنی اسرائیل کو جانے دو تا کہ وہ میری عبادت کریں اور اے موسیٰ! اگر وہ اس پر راضی نہ ہو تو تم اپنا عصا دریا پہ مارنا سو وہ خون ہو جائے گا اور جو مچھلیاں دریا میں ہوں گی سب مر جائیں گی اور اس سے دریا میں ہولناک قسم کا طوفان اٹھے گا اور مصریوں کو دریا کا پانی پینے سے کراہت ہو گی۔"

دوسرے روز موسیٰ اور ہارون صبح ہی صبح فرعون کے پاس گئے۔ وہ اس وقت نیل کے کنارے چہل قدمی کر رہا تھا۔ پس موسیٰ نے فرعون سے کہا:

"اے بادشاہ! تو شرک سے باز رہ اور یہ کہ بنی اسرائیل کو غلامی سے نجات دے۔ انہیں آزاد کر دے کہ میں انہیں اس سرزمین کی طرف لے جاؤں جس کا وعدہ ہمارے خدا نے کر رکھا ہے۔"

مگر فرعون نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا تب موسیٰ نے اپنا عصا دریائے نیل پر مارا۔ ان کے ردِ عمل کے طور پر دریا کا پانی سب خون ہی خون ہو گیا۔ دریا کی ساری مچھلیاں مر گئیں اور دریا میں ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوا۔

مصریوں پر ایک وبال آ پڑا کیونکہ اب نہ وہ پانی پی سکتے تھے کیونکہ اب شہر کے آس پاس کے نالوں اور جوہڑوں کا پانی بھی خون ہو کر رہ گیا تھا۔ مصری پانی کی ایک ایک بوند کو ترستے رہے۔ تب فرعون نے موسیٰ کو بلا کر کہا: "اے موسیٰ! اگر تو اپنے رب سے دعا کرے اور یہ خون پانی میں بدل جائے تو میں اس کے بدلے بنی اسرائیل کو غلامی سے نجات دے کر تمہارے ساتھ جانے کی اجازت دے دوں گا۔"

موسیٰ نے اپنے رب کے حضور دعا کی اور ہر طرف پھیلا ہوا خون حسبِ سابق پانی بن گیا۔ جب ایسا ہو گیا تو فرعون نے اپنا وعدہ پورا کرنے سے صاف انکار کر دیا۔

اس پر موسیٰ کو پھر وحی کے ذریعے خدائے تعالیٰ نے حکم دیا کہ:

"فرعون کے پاس جاؤ اور کہو کہ میرا اللہ فرماتا ہے کہ میرے بندوں کو اس سرزمین سے جانے دو تا کہ وہ میری عبادت آزادی کے ساتھ اس سرزمین میں جا کر کر سکیں جس کا میں نے ان سے وعدہ کر رکھا ہے۔"

"اور اگر تو انہیں ایسا نہ کرنے دے گا تو دیکھ تیرے ملک کو ہم مینڈکوں سے بھر دیں گے اور وہ تیرے گھر میں تیری آرام گاہ میں تیرے بستروں اور تیرے ملازموں کے گھروں اور تیری رعایا کے ہر گھر میں، تنوروں میں، آٹا گوندھنے کے برتنوں میں آ گھسیں گے۔"

یہ پیغام جب فرعون کو سنایا گیا تو اس نے اسے کوئی اہمیت نہ دی اور بنی اسرائیل کو آزاد نہ کیا۔ تب خدا تعالیٰ کے حکم کے مطابق موسیٰ نے اپنا عصا مارا۔ چنانچہ مینڈک چڑھ آئے اور مصر کی پوری سرزمین کو انہوں نے ڈھانپ لیا۔

جب فرعون نے دیکھا کہ ہر طرف، ہر برتن اور ہر کمرے میں اور ہر جگہ مینڈک ہی مینڈک ہو گئے ہیں اور لوگوں کا کھانا پینا اور آرام و سکون دوبھر ہو گیا ہے تو اس نے پھر موسیٰ کو بلوایا اور ان سے التجا کی کہ "رب کے حضور دعا کریں کہ وہ مینڈکوں کو مجھ سے اور میری رعایا سے دور کر دے اگر ایسا ہو گیا تو میں بنی اسرائیل کو تمہارے ساتھ جانے دوں گا کہ وہ خدا کے لیے قربانی کریں اور آزادی کے ساتھ اس کی عبادت کریں۔"

موسیٰ نے اللہ کے حضور میں ان مینڈکوں سے نجات کے لیے دعا کی اور مصر کی سرزمین کو ان مینڈکوں سے چھٹکارا مل گیا۔ تب فرعون نے اپنا وعدہ پورا کرنے سے پھر انکار کر دیا۔

اس پر موسیٰ کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنی لاٹھی زمین پر ماریں۔ انہوں نے ایسا کیا تو فرعون اور اس کی رعایا کو ایک نئے عذاب میں مبتلا کر دیا گیا اور وہ یہ کہ ہر طرف ٹڈیاں پھیل گئیں۔ انسان کیا اور جانور کیا سب پہ ٹڈیاں چڑھ دوڑیں۔

فرعون نے پھر معافی مانگی اور نجات کی التجا کی۔ موسیٰ کے دعا مانگنے پر جب اسے اس عذاب سے نجات ملی تو وہ پھر مکر گیا۔

اب اس پر ایک اور عذاب نازل کیا گیا کہ اہلِ مصر پہ مچھروں کے غول چڑھ دوڑے۔ ان مچھروں نے

ملک کا ستیاناس کر کے رکھ دیا۔ مچھر ہر گھر میں اس قدر گھس گئے کہ لوگوں کے لیے روزمرہ کا کام کرنا ناممکن ہو گیا۔

حسبِ معمول فرعون نے پھر موسیٰؑ و ہارونؑ کو بلوایا اور کہا کہ وہ اس مرتبہ ضرور اپنا وعدہ پورا کرے گا بشرطیکہ وہ اس عذاب کے ٹل جانے کی دعا کریں۔

جب موسیٰؑ و ہارونؑ کی دعا سے یہ عذاب بھی ختم ہو گیا تو فرعون نے حسبِ عادت پھر اپنے دل کو سخت کر لیا۔

خداوند کریم کی طرف سے حکم ملنے پر موسیٰؑ نے فرعون سے جا کر کہا:

"تو بنی اسرائیل کو میرے ساتھ جانے دے ورنہ میرا رب اس بار تجھے ایک نئے کرب میں مبتلا کر دے گا اور وہ یہ ہو گا کہ تیرے سب چوپائے، گھوڑے، گدھے، بیلوں، بھیڑ بکریوں پر ایک بھاری موت بھیج جائے گی اور میرا خدا بنی اسرائیل کے چوپایوں کو مصریوں کے چوپایوں سے جدا کر دے گا۔ یعنی یہ عذاب صرف مصریوں اور تیرے لیے ہو گا۔"

فرعون پر اس بات کا کوئی اثر نہ ہوا۔

حسبِ وعدہ مصر پر یہ عذاب بھی طاری ہوا۔ فرعون نے جب اپنے آدمی بھیج کر پتہ کرایا تو معلوم ہوا کہ سب مصریوں کے مویشی مر گئے ہیں لیکن بنی اسرائیل کے چوپائے محفوظ ہیں۔ اس پر بھی فرعون بنی اسرائیل کو آزاد کرنے پر رضامند نہ ہوا۔

اس کے بعد فرعون اور اس کے حواریوں کو ایک اور عذاب دیا گیا۔ خداوند تعالیٰ کے حکم پر موسیٰؑ اور ہارونؑ نے راکھ مٹھی میں بھر کر آسمان کی طرف اڑا دی اور اس کا اثر ایسا بھیانک ہوا کہ انسانوں اور جانوروں کے جسموں پر پھوڑے پھنسیاں پیدا ہو گئے۔ اس پر بھی فرعون راہِ راست پہ نہ آیا اور اس نے بنی اسرائیل کو جانے کی اجازت نہ دی۔

تب موسیٰؑ نے وحیِ خداوندی کے مطابق فرعون سے جا کر کہا:

"اے فرعون! تو بنی اسرائیل کو میرے ساتھ جانے دے تاکہ وہ آزادی سے اپنے خدا کی بندگی اور عبادت کر سکیں ورنہ مزید عذابوں سے دوچار ہو گا۔ اور میرا رب اگر چاہتا تو اس سرزمین میں تجھے ہلاک کر چکا ہوتا لیکن اس نے تجھے اب تک اس لیے زندہ رکھا ہے کہ تجھ پر اپنی قوت کو واضح کرے اور تجھ پر ثابت کرے کہ لوگوں کے سامنے تو جو تکبر کرتا ہے وہ بے بنیاد ہے۔

اے بادشاہ! اب بھی اگر تو نے بنی اسرائیل کو جانے نہ دیا تو سن رکھ کہ تیری سلطنت پر ایسے اولے

برسیں گے کہ اہلِ مصر نے اس قدر ہولناک اور بڑے اولے کبھی نہ دیکھے ہوں گے۔ پھر بھی تو باز نہ آیا تو میرا رب تیرے لیے اور عذاب جاری کرے گا۔"

فرعون پھر بھی اپنی ہٹ پر قائم رہا۔

تب خداوند تعالیٰ کی طرف سے موسیٰؑ کو حکم ہوا کہ اپنی لاٹھی آسمان کی طرف اٹھاؤ۔ موسیٰؑ نے جب ایسا کیا تو عذاب کی صورت میں رات کو اولے اور آگ زمین پر برسائی گئی۔ یہ اولے اس قدر بھاری اور بڑے تھے کہ مصریوں نے اس سے پہلے کبھی اس قدر وزنی اولے گرتے نہ دیکھے تھے۔

ان اولوں نے سارے ملک میں تباہی و بربادی کا سماں پیدا کر دیا۔ کھیتوں کو ویران کر دیا اور درختوں کو توڑ کر رکھ دیا مگر بنی اسرائیل کے علاقے میں اولے نہ گرے۔

یہ تباہی و بربادی دیکھ کر فرعون نے پھر موسیٰؑ و ہارونؑ کو بلوایا اور گناہ قبول کرتے ہوئے التجائیہ انداز میں کہا: "اے موسیٰؑ! میں نے اس مرتبہ گناہ کیا ہے۔ تیرا خدا صادق و ماجد ہے۔ میں اور میری قوم ہی بدکار اور ذلیل ہیں۔"

پھر اس نے مزید کہا: "اے موسیٰؑ! تم اپنے خدا سے شفاعت کرو کیونکہ یہ زور زور کا گرجنا اور اولوں کا برسنا بہت ہو چکا۔ اور یہ کہ خدا ہمیں ان اولوں سے نجات دے تو اس کے بعد میں بنی اسرائیل کو جانے دوں گا۔"

بس اس التجا کے جواب میں موسیٰؑ نے رب تعالیٰ کے حضور دعا کی اور مصر پر اولے برسنا بند ہو گئے لیکن فرعون نے جب دیکھا کہ اولوں کا عذاب ٹل گیا ہے تو پہلے کی طرح اس نے اپنے دل کو سخت کر لیا اور اپنے وعدے سے پھر گیا۔

عذاب ختم ہونے پر بحکمِ خدا موسیٰؑ پھر فرعون کے پاس آئے اور کہا:

"اب تو حسبِ وعدہ بنی اسرائیل کو جانے دے ورنہ کل کو تیرے ملک میں پھر ٹڈیاں چڑھ آئیں گی اور زمین کو وہ ایسا ڈھانپ دیں گی کہ فرشِ زمین کو کوئی دیکھ نہ سکے گا اور تیرا جو کچھ اولوں سے بچ رہا ہے وہ ٹڈیاں اسے کھا جائیں گی اور تیرے سارے درخت چٹ کر جائیں گی۔ وہ تیرے اور تیرا اتباع کرنے والوں کے گھروں میں بھر جائیں گی اور ایسا سماں تو نے اور تیرے آبا و اجداد نے پہلے کبھی نہ دیکھا ہو گا۔"

فرعون نے موسیٰؑ کی اس تنبیہ کو کوئی اہمیت نہ دی۔ فرعون کو اپنے رب کا حکم سنا کر موسیٰؑ و ہارونؑ وہاں سے چلے گئے۔

ان کے جانے کے بعد فرعون کے سرداروں نے باہم مشورہ کیا جن میں ہامان اور قارون دونوں بھی

شامل تھے۔

پھر ایک سردار نے فرعون سے کہا: "اے بادشاہ! یہ شخص کب تک ہمارے لیے پھندا بنا رہے گا۔ تم ایسا کرو کہ بنی اسرائیل کو جانے دو تاکہ وہ اپنے خدا کی عبادت کریں۔"

اے بادشاہ! کیا تمہیں خبر نہیں کہ مصر برباد ہو رہا ہے لہٰذا میں مشورہ یہی دوں گا کہ موسیٰؑ و ہارونؑ کو پھر دربار میں بلوایا جائے اور ان سے کہا جائے کہ وہ بنی اسرائیل کو لے کر یہاں سے نکل جائیں اور اپنی مرضی و منشا کے مطابق اپنے رب کی جا کر عبادت کریں۔"

فرعون نے کچھ سوچا اور قاصد کو بھیج کر موسیٰؑ و ہارونؑ کو بلوایا۔ جب دونوں بھائی آ گئے تو فرعون نے ان سے کہا: "میری طرف سے تم لوگوں کو اجازت ہے کہ تم جا کر اپنے رب کی عبادت کرو۔ پر تم میں سے کون کون ہیں جو اس عبادت کے لیے جائیں گے۔"

موسیٰؑ نے جواب دیا:

"ہم اپنے جوانوں، بوڑھوں، بیٹے بیٹیوں اور بھیڑ بکریوں، مویشیوں اور دوسرے سامان کے ساتھ یہاں سے جائیں گے۔"

فرعون کی نیت پھر خراب ہو گئی اور اس نے کہا: "تم صرف مرد مرد جا کر عبادت کرلو۔ بچوں اور عورتوں کو میں کسی صورت تمہارے ساتھ نہ جانے دوں گا۔"

یوں ایک بار پھر یہ گفت و شنید ناکام ہو گئی۔

اب خداوند کریم کی طرف سے موسیٰؑ و ہارونؑ کو حکم دیا گیا کہ اپنا عصا فضا میں بلند کریں۔ آپ نے ایسا کیا تو تیز مشرقی ہوائیں چلنے لگیں اور ایک رات اور دن رواں رہیں۔ صبح ہوتے ہی مشرقی آندھیوں کے دوش پر ٹڈیوں کے دل کے دل نمودار ہوئے اور سارے ملک پر چھا گئے۔ فضا تاریک ہو گئی اور یوں محسوس ہونے لگا جیسے دن کے وقت ہی مصر پر رات چھا گئی ہو۔ اس کے بعد یہ ٹڈیاں مصر کی زمین پر اترنے لگیں۔

یہ ٹڈیاں درختوں اور پیڑوں کو جو اولوں سے بچ گئے تھے چٹ کر گئیں حتیٰ کہ مصر میں ہریالی کا نام و نشان نہ رہا۔

فرعون نے پھر موسیٰؑ و ہارونؑ کو بلوایا اور التجا کی کہ میں تمہارا اور تمہارے خدا کا گنہگار ہوں۔ فقط اس بار میرا گناہ بخشوا دو اور اپنے خدا سے شفاعت کرو کہ وہ صرف اس مرتبہ مجھے معاف کر دے۔

حسبِ معمول موسیٰؑ نے پھر اس عذاب کو ٹالنے کے لیے اپنے رب کے حضور التجا کی، یہ دعا بھی

قبول ہوئی۔ مگر جب ٹڈیوں کا یہ عذاب ٹل گیا تو ظالم فرعون نے بنی اسرائیل کو پھر موسیٰؑ اور ہارونؑ کے ساتھ بھیجنے سے صریح انکار کر دیا۔

اس پر موسیٰؑ کو پھر حکم ہوا کہ اپنے عصا کو فضا میں بلند کریں۔ آپ نے جب ایسا کیا تو پورے مصر میں ہولناک اور بھیانک تاریکی چھا گئی۔ یہ تاریکی لگاتار تین دن چھائی رہی۔ ان تین دنوں میں کوئی ایک دوسرے کو نہ دیکھ سکا اور نہ کسی جگہ کا سفر کر سکا۔ تاہم بنی اسرائیل کے مکانوں میں حسبِ معمول اجالا رہا۔

فرعون اس تاریکی سے بے حد خوفزدہ ہوا اور اس نے حسبِ معمول موسیٰؑ اور ہارونؑ کو بلوایا اور منت سماجت کر کے اس عذاب سے نجات حاصل کی۔

اس کے بعد اس نے کہا: "اے موسیٰؑ! بنی اسرائیل کے مرد، عورتوں، بچوں، بوڑھوں سب کو لے جاؤ اور اپنی مرضی کے مطابق اپنے خدا کی عبادت کرو مگر اپنے مویشی اور دوسرے جانور یہیں چھوڑ دو۔"

فرعون کے جواب میں موسیٰؑ نے کہا:

"اے بادشاہ! ایسا کیونکر ممکن ہے اس لیے کہ ہمیں تو اپنے رب کے حضور قربانیوں کے لیے جانوروں کی ضرورت پڑے گی تب ہم جانور کہاں سے لائیں گے۔ ہمارے چوپائے ہمارے ساتھ جائیں گے اور ان کا ایک کھر تک ہم یہاں چھوڑ کر کوچ نہ کریں گے۔"

اس پر فرعون پھر اکڑ گیا اور موسیٰؑ کو دھمکی دیتے ہوئے بولا: "اے موسیٰؑ! اب تو یہاں سے چلا جا اور دیکھ۔ پھر میرا منہ دیکھنے کے لیے کبھی میرے دربار کا رخ نہ کرنا ورنہ جس دن تو آیا اسی دن مارا جائے گا کیونکہ میں تیرے پیچھے اپنے آدمیوں کو لگا دوں گا جو تیرا کام تمام کر دیں گے۔"

موسیٰؑ نے فرمایا:

"اے فرعون! تو نے ٹھیک کہا۔ اب میں تیرا زندہ منہ کبھی نہ دیکھوں گا۔"

اسی لمحہ موسیٰؑ پر وحی ہوئی اور وحی کے مطابق موسیٰؑ نے فرعون کو مخاطب کرتے ہوئے اپنا سلسلہ کلام جاری رکھا:

"اے بادشاہ! میرا خدا فرماتا ہے کہ آدھی رات کو تیرے لیے ایک نئے عذاب کی ابتدا ہو گی۔ مصر کے چوپایوں کے پہلوٹھے مار دیے جائیں گے اور سارے مصر میں ایسا ہولناک ماتم برپا ہو گا کہ نہ پہلے کبھی ہوا نہ کبھی ہو گا۔ لیکن اے فرعون! بنی اسرائیل میں سے کوئی انسان یا حیوان اس عذاب سے متاثر نہ ہو گا اور اس عذاب کے دوران اسرائیلی بستیوں میں کوئی کتا تک نہ بھونکے گا اور یہ اس لیے ہو گا کہ تم لوگ جان لو کہ میرا رب مصریوں اور اسرائیلیوں کے درمیان یعنی اپنے بندوں اور کفر کرنے والوں کے درمیان کیسے اور کس طرح

فرق کرتا ہے۔"

اور اے بادشاہ! اس عذاب کے دوران تم اور تمہارے حواری میرے پاس آ کر التجا کے انداز میں کہیں گے کہ میں بھلے بنی اسرائیل کو لے کر یہاں سے نکل جاؤں کوئی مجھ سے تعرض نہ کر سکے گا۔ اور اے بادشاہ! یہ میرے رب کا وعدہ ہے اور سن رکھو کہ میرا اللہ کسی صورت بھی اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا اس لیے کہ وہ حکیم و دانا ہے۔ دنیا میں کوئی ایسی ہستی نہیں جو اسے وعدہ خلافی کرنے پر مجبور کر سکے۔"

اس کے ساتھ ہی موسیٰؑ و ہارونؑ فرعون کے دربار سے نکل گئے۔

○

بنی اسرائیل کے لوگوں نے مصری ہمسایوں سے یہ کہہ کر ان کے سونے کے زیورات اور چاندی کے زیورات ادھار مانگے کہ ان کی عید آ رہی ہے لہٰذا وہ عید پر ان زیورات کو استعمال کر کے انہیں واپس لوٹا دیں گے۔

مصریوں نے جب اندازہ کر لیا کہ بنی اسرائیل والے سچ کہہ رہے ہیں تو انہوں نے فراخدلی سے ان کو زیورات دیدیے۔

تب موسیٰؑ کے حکم پر ہر کارے بنی اسرائیل کے اندر اعلان کرنے لگے کہ ہر گھر ایک ایسا دنبہ ذبح کرے جو بے عیب، ایک سالہ اور نر ہو۔ اور سب اسرائیلی دنبوں کو شام کے وقت ذبح کریں اور دنبوں کا تھوڑا سا خون لے کر ان گھروں کی چوکھٹوں پر لگا دیں جہاں وہ رہتے ہیں۔ پھر ان دنبوں کا تھوڑا تھوڑا سا گوشت آگ پر بھون کر بے خمیری روٹی اور کڑوے ساگ پات کے ساتھ کھائیں اور یہ کہ اپنے جوتے پہن کر اور ہاتھوں میں اپنی لاٹھیاں لے کر رات کے کسی بھی لمحہ کوچ کے لیے تیار رہیں۔

انہیں یہ بھی بتا دیا گیا کہ اللہ کی طرف سے ارض مصر پر عذاب نازل ہو گا اور قدرت کے عذاب نازل کرنے والے عناصر ان کے گھروں کا بچاؤ کرتے چلے جائیں گے جن کی چوکھٹوں پہ ذبح شدہ دنبوں کا خون لگا ہو گا۔

بنی اسرائیل کو یہ بھی بتا دیا گیا کہ قربانی کا یہ دن مستقل طور پر ہمیشہ یوں ہی قربانی دے کر منایا جائے گا۔ اور یہ بنی اسرائیل کے لیے عید کا دن ہو گا۔

انہیں یہ بھی بتا دیا گیا کہ آنے والی نسلوں میں بھی یہ رسم جاری رہے گی کہ وہ اس دن کو عید کے طور پر شان و شوکت سے منائیں۔

سو اس روز آدھی رات کو خداوند کا عذاب مصر پر نازل ہوا اور فرعون جو بڑے تکبر اور غرور کے ساتھ اپنے تخت پر بیٹھا کرتا تھا اس کے پلوٹھے سے لے کر وہ قیدی جو قید خانے میں تھا اس کے پلوٹھے تک بلکہ چوپایوں کے پلوٹھے کو بھی ہلاکت نصیب ہوئی۔

فرعون، اس کے اراکین سلطنت اور دیگر مصری رات کو اٹھ بیٹھے مصر میں کہرام مچ گیا کیونکہ ایک بھی گھر ایسا نہ تھا جس میں کوئی مرا نہ ہو۔

تب موسیٰؑ و ہارونؑ کو حکم خداوندی ہوا کہ وہ رات ہی رات میں بنی اسرائیل کو لے کر مصر کی سرزمین سے نکل جائیں اور جاتے ہوئے اپنے ساتھ بھیڑ بکریاں، گائے بیل اور دوسرا سامان بھی لیتے جائیں۔ سو بنی اسرائیل بڑی جلدی میں تیار ہوئے اور گھروں میں رکھا گوندھا ہوا آٹا کپڑوں میں باندھ کر اور اپنا سامان لے کر جانوروں کو ہانکتے ہوئے موسیٰؑ و ہارونؑ کے ساتھ مصر سے روانہ ہو گئے۔ مصریوں سے لیے ہوئے سونے چاندی کے زیورات بھی انہوں نے ساتھ لے لیے تھے۔

چونکہ یوسفؑ نے مرتے وقت بنی اسرائیل سے قسم لے لی تھی کہ جب وہ مصر سے نکل کر فلسطین کی طرف روانہ ہوں تو ان کی ہڈیاں بھی ساتھ لے جائیں۔ پس موسیٰؑ نے یوسفؑ کی ان ہڈیوں کو ایک تابوت میں ڈال کر اپنے ساتھ رکھ لیا۔

یوں بنی اسرائیل راہ، عمعس اور دیگر اپنے شہروں سے نکل کر سکات کے مقام تک آ گئے اور بال بچوں کو چھوڑ کر وہ کوئی چھ لاکھ کے قریب تھے۔ ان کے ساتھ ان کی بھیڑ بکریاں، گائے بیل اور دوسرے چوپائے بھی تھے۔

راستہ میں انہوں نے گوندھے ہوئے آٹے کی روٹیاں پکائیں اور کھائیں۔ جس رات بنی اسرائیل مصر سے نکلے تھے اس رات تک یوسفؑ کے وقت سے لے کر انہیں مصر میں رہتے ہوئے چار سو بیس برس گزر چکے تھے۔

پس سکات میں پڑاؤ کرنے اور پینے کھانے کا انتظام کرنے کے بعد بنی اسرائیل نے پھر آگے کو روانگی اختیار کی۔ خدائے تعالیٰ نے ان کی رہنمائی کا بندوبست یوں کیا کہ دن کے وقت انہیں راستہ بتانے کے لیے بادل کا ایک ستون سا ان کے آگے آگے چلتا تھا اور روشنی کا ایک مینار ان کے آگے آگے ان کی رہنمائی کرتا ہوا چلتا تھا۔

موسیٰؑ و ہارونؑ خدا کے حکم کے مطابق بحرِ قلزم کی طرف روانہ ہو گئے۔ انہوں نے صحرائے سینا سے گزر کر فلسطین کا رخ نہ کیا بلکہ بحرِ قلزم کا رخ کیا اور وہاں بعل صفون کے قریب بنی اسرائیل کے ساتھ بحرِ قلزم کے کنارے پڑاؤ کر لیا۔ کیونکہ دوسرے راستے میں مصری فوجی چوکیاں تھیں اور ان کے پکڑے جانے کا اندیشہ تھا اس لیے یہ ادھر سے نہ گئے۔

جب فرعون کو خبر ہوئی کہ بنی اسرائیل تو مصر سے نکل بھاگے ہیں تو اسے تشویش ہوئی۔ اس کے ارکینِ سلطنت بھی اس سے کہنے لگے کہ "اے بادشاہ! یہ تو نے کیا کیا کہ بنی اسرائیل کو آزاد کر کے یہاں سے جانے دیا۔ اب کون اس سرزمین میں مصریوں کے کام اور خدمت کرے گا۔"

اس پر فرعون نے اپنے لشکر سمیت بنی اسرائیل کا پیچھا کرنے کا فیصلہ کیا اور اس مقصد کے لیے اس نے اپنا جنگی رتھ تیار کروایا۔ اس کے علاوہ ۶۰۰ رتھ مزید اس کے لشکر میں شامل تھے۔ یوں وہ ایک بڑے لشکر کے ساتھ بنی اسرائیل کے تعاقب میں نکلا۔

بنی اسرائیل ابھی تک بعل صفون میں پڑاؤ کیے ہوئے تھے کہ فرعون نے انہیں جا لیا۔ یہ دیکھ کر بنی اسرائیل بے حد خوفزدہ ہو گئے۔

بنی اسرائیل کے سردار مل کر موسیٰؑ کی خدمت میں آئے اور بولے:

"اے موسیٰؑ! کیا مصر کی سرزمین میں ہمارے لیے قبریں نہ تھیں جو تو وہاں سے ہمیں ان بیابانوں کے اندر لے آیا ہے۔ اے موسیٰؑ! یہ تو نے ہمارے ساتھ کیا کیا۔ کیا ہم تجھے وہاں کہتے نہ تھے کہ ہمیں وہیں رہنے دے کہ ہمارے لیے مصریوں کی خدمت کرتے رہنا اس سے بہتر ہے کہ ان بیابانوں میں ذلت و گمنامی کی موت مارے جائیں۔"

جب یہ سردار اپنی بات ختم کر چکے تو موسیٰؑ نے فرمایا:

"اے بنی اسرائیل! ڈرو مت۔ خاموش اور پرسکون رہو اس لیے کہ میرا رب میرے ساتھ ہے۔ وہ ہمارے لیے ان مصریوں کے مقابلے میں کافی ہے کہ وہ بڑا حکمت والا اور زبردست ہے۔"

بنی اسرائیل اب بھی خوفزدہ اور اندیشوں کا شکار تھے اس لیے کہ وہ اپنے پیچھے فرعون کے لشکر کے سات لاکھ سوار دیکھ رہے تھے جن میں سے ۷۰ ہزار سپاہی سیاہ گھوڑوں پر سوار تھے۔

تب خداتعالیٰ کی طرف سے موسیٰؑ کو وحی کی گئی کہ:

"اپنا عصا سمندر پر مارو۔"

پس موسیٰؑ نے اپنا عصا جب سمندر پر مارا تو اس میں بنی اسرائیل کے بارہ قبیلوں کے لیے بارہ رستے بن گئے اور اس طرح کہ پانی کے تودے بحرِ ہند کی طرح ہر رستے کے دونوں طرف پہاڑ کی طرح کھڑے تھے اور ان پانی

کی دیواروں کے درمیان خشک رستے نکل آئے تھے۔

ان راستوں کو قدرت نے ایسا شفاف بنا دیا تھا کہ ایک راستے سے گزرنے والے دوسرے راستے سے گزرنے والے کو دیکھتے بھی جاتے تھے اور آپس میں بات چیت بھی کر رہے تھے۔

بہرحال جب قلزم کے اندر بننے والے ان بارہ راستوں پہ بنی اسرائیل کے بارہ قبائل آگے بڑھ رہے تھے تو فرعون بھی اپنے لشکر کے ساتھ سمندر کے کنارے آ کھڑا ہوا۔

اس کے ایک درباری نے اس سے حیرت زدہ لہجے میں پوچھا: "اے آقا! یہ کیا عجیب معاملہ ہے کہ سمندر کے اندر بارہ راستے بن گئے ہیں اور ان خشک راستوں پر بنی اسرائیل معجزانہ انداز میں رواں ہیں جیسے لوگ پکے اور پختہ رستے پر سفر کرتے ہیں۔"

فرعون نے اپنی بڑائی اور برتری ظاہر کرنے کے لیے کہا: "یہ بارہ رستوں کا سمندر میں بن جانا میری کرشمہ سازی ہے تاکہ تم بنی اسرائیل کو جا پکڑو۔ لہٰذا تم بے فکر ہو کر آگے بڑھو اور ان بنی اسرائیلیوں کو بچ کر نہ جانے دو۔"

چنانچہ فرعون کا سارا لشکر بنی اسرائیل کے تعاقب میں ان راستوں پر اتر گیا اور جب اس کا آخری سپاہی بھی ان راستوں پر اتر آیا تو خدا کے حکم سے سمندر پھر اپنی اصلی حالت پر آ گیا اور فرعون اور اس کا تمام لشکر اس میں غرق ہو گیا۔

جس وقت فرعون غرق ہو رہا تھا تو اسے ملائکۂ عذاب اپنے سامنے نظر آنے لگے۔ اس پر وہ پکار کر کہنے لگا:

"میں اسی ایک وحدہٗ لاشریک ذات پر ایمان لاتا ہوں جس پہ بنی اسرائیل ایمان لائے اور یہ کہ میں فرمانبرداروں میں سے ہوں۔"

مگر چونکہ یہ ایمان حقیقی نہ تھا بلکہ گزشتہ فریب کاریوں کی طرح نجات حاصل کرنے کے لیے ایک بہانہ تھا سو خداوند تعالیٰ کی طرف سے یہ بات بھی قبول نہ کی گئی اور جواب میں کہہ دیا گیا:

"آج کے دن ہم تیرے جسم کو ان کے لیے جو تیرے پیچھے آنے والے ہیں عبرت کا نشان بنا دیں گے۔"

فرعون کی لاش تھوڑی دیر سمندر میں ڈوبی رہی۔ اس دوران اس کی ناک کا ایک حصہ ایک مچھلی نے کھا لیا۔ اس کے بعد آنے والی نسلوں کے لیے فرعون کی لاش کو درس آمیز بنانے کے لیے معجزانہ طور پر لہروں نے باہر اچھال دیا۔

جب بنی اسرائیل بحرِ قلزم کے اس پار خیر و عافیت سے اتر گئے اور انہوں نے اپنی آنکھوں سے یہ بھی دیکھ لیا کہ سمندر کی لہروں نے مرے ہوئے فرعون کو کنارے پر لا پٹخا ہے تو انہوں نے خوشی کا اظہار کیا۔
اس موقع پر عورتوں نے دفیں بجانی شروع کر دیں اور بنی اسرائیل کے سب افراد خوشی کا اظہار کرتے ہوئے اپنے رب کی حمد و توصیف میں گا رہے تھے:

ہم خداوند کی ثنا گائیں گے
کیونکہ وہ جلال کے ساتھ فتح عطا کرتا ہے
اس نے گھوڑوں کو سواروں سمیت سمندر میں ڈال دیا
خدا ہمارا زور اور نجات ہے
وہ ہمارا خدا ہے
اور ہم اس کی بڑائی بیان کریں گے
وہ ہمارے باپ دادا کا بھی خدا ہے
ہم اس کی بزرگی کا ذکر کریں گے
کہ فرعون کے لشکر کو اس نے سمندر میں ڈال دیا
اور اس کے چیدہ چیدہ سردار بحرِ قلزم میں غرق ہو گئے
گہرے پانی نے انہیں چھپا لیا
اور وہ پتھر کی مانند تہ میں چلے گئے
خداوند تعالیٰ تو اپنی عظمت کے زور سے اپنی مخالفتوں کو تہ و بالا کرتا ہے
وہ اپنا قہر بھیجتا ہے
جو مخالفوں کو بھسم کر ڈالتا ہے
اور سیلاب تودے کی طرح سیدھے کھڑے ہو گئے
اور گہرا پانی سمندر کے بیچ میں جم گیا
دشمن نے تو یہ کہا تھا وہ ہمارا پیچھا کرے گا
ہمیں آ پکڑے گا
اور لوٹ کا مال تقسیم کرے گا
اس کی تباہی سے ہمارا کلیجہ ٹھنڈا ہوا

خدایا تو نے اپنے قہر کی پھونک سے انہیں سمندر میں ہمیں ڈالا
اور وہ سیلاب میں سیسے کی طرح ڈوب گئے
معبودوں میں اے خدا! تیرے مانند کون ہے
کون ہے جو تیری مانند اپنے تقدس اور جلال کے سبب رعب والا اور صاحب کرامت ہے
اپنی رحمت سے تو نے اپنے بندوں کی گلوخلاصی کی اور راہنمائی کی
اور اپنے زور سے تو انہیں اپنے مقدس مقام کو لے چلا ہے
اور فلسطین والوں کی جان پر بنی ہے
ادوم کے مسکین حیران ہیں
پہلوانوں کو کپکپی لگ گئی ہے
کنعان کے باشندوں کے دل بیٹھے جاتے ہیں
اور خوف و ہراس ان پر طاری ہے
اے خدا!
تیری عظمت کے سبب سے وہ پتھر کی طرح بے حس و حرکت ہیں
اے خدا!
تیری سلطنت ابدالآباد تک رہے گی!

بہرحال موسیٰؑ و ہارونؑ کی رہنمائی میں بنی اسرائیل نے بحرِ قلزم کے کنارے کنارے جنوب کی طرف بڑھنا شروع کیا یہاں تک کہ وہ مکہ کے مقام پر جا پہنچے اور یہاں انہوں نے آرام کرنے اور اپنے لیے کھانا تیار کرنے کی غرض سے پڑاؤ کر لیا۔

○

جزیرہ اللسان کے حاکم شالوم کی بیٹی یوام سے شادی کرنے کے بعد یوناف نے چند روز تک جزیرے میں قیام کیا۔ پھر وہ یوام کو لے کر وہاں سے کوچ کر گیا۔
یوناف نے چونکہ یوام سے وعدہ کر رکھا تھا کہ شادی کے بعد اپنی سری قوتوں کے ذریعے نہیں بلکہ بصورت سیاحت کرتا ہوا مصر میں اپنے محل کا رخ کرے گا اس لیے وہ دونوں الگ الگ گھوڑوں پر سفر کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ

کہ ایک روز دونوں بعلبک شہر میں داخل ہوئے۔

شہر کے اندر آگے بڑھتے ہوئے ایک بوڑھے شخص کے پاس یوناف نے اپنا گھوڑا روکا، نیچے اترا اور انتہائی نرمی سے پوچھا:

"اے بزرگ! ہم دونوں میاں بیوی اس شہر میں اجنبی ہیں اور چند روز یہاں قیام کر کے کوچ کر جائیں گے سو اے بزرگ! کیا آپ ہمیں اس شہر کی خصوصیات اور ایسی جگہوں سے متعلق اطلاعات فراہم کریں گے جو قابل دید ہیں۔"

بوڑھے نے باری باری غور سے یوناف اور بیوام کی طرف دیکھا پھر ہلکی ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ اس نے جواب دیا:

"اے میرے عزیزو! جو کچھ میں جانتا ہوں اس کے مطابق تو اس شہر کا نام بعل دیوتا کی نسبت سے رکھا گیا تھا یہاں انگور کثرت سے پیدا ہوتا ہے اور دریائے عاصی کے کنارے یہ ایک خوش گوار مقام ہے۔ بعلبک شہر کی سب سے زیادہ مشہور چیز یہاں کی ایک خاص مٹھائی ہے جسے معلبن کہا جاتا ہے اور اس کی خریداری کے لیے لوگ دور دور سے آتے ہیں۔ یہ مٹھائی انتہائی خوش ذائقہ اور مفرح ہوتی ہے۔

اس کے علاوہ یہاں جو دیکھنے کی اہم چیز ہے وہ صابئوں کی قربان گاہ ہے جو شہر کے مغرب میں ایک بلند پہاڑی پر واقع ہے۔

ایک اور خاص چیز جو یہاں کی نسبت سے مشہور ہے وہ ایک خاص قسم کا بیر ہے جسے حب الملوک کہتے ہیں۔ یہ بھی اپنی مٹھاس اور ذائقے میں بے نظیر ہے اور اس کا مربہ بھی ڈالا جاتا ہے۔

یہاں انگور سے ایک خاص قسم کا مربہ بھی تیار کیا جاتا ہے جسے جبیس کہتے ہیں۔ پھر اس مربے میں سفوف یا بھنا ہوا آٹا ملا کر اسے گاڑھا کر لیتے ہیں اور اس کا شیرہ بن جاتا ہے۔ بعد میں اس شیرے میں بادام اور پستہ ملا کر اسے حلوے کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔

بعلبک شہر لکڑی کے چمچے اور اس طرح کا دوسرا سامان بنانے میں بھی مشہور رہا ہے۔ تو اے عزیزو! یہ ہیں اس شہر سے وابستہ چند اہم باتیں۔"

بوڑھا خاموش ہوا تو یوناف نے پوچھا:

"کیا یہاں کوئی اچھی اور صاف ستھری سرائے بھی ہے؟"

بوڑھے نے جواب دیا:

"اس شہر میں کئی عمدہ اور صاف ستھری سرائے ہیں لیکن سب سے اچھی سرائے شہر کے مغرب میں صابئوں

کی قربان گاہ کے قریب ہے۔ باہر سے آنے والے تمام روسا اور تاجر اور مقامی امراء اسی سرائے میں قیام کرتے ہیں۔"

یوناف نے پیار سے بوڑھے کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور کہا:

"اے بزرگ! میں آپ کا ممنون ہوں کہ آپ نے اس قدر اطلاعات ہمیں فراہم کیں۔"

اس کے ساتھ ہی یوناف نے اپنے لباس میں سے دو سنہری سکے نکال کر بوڑھے کی ہتھیلی پر رکھتے ہوئے انکساری کے ساتھ کہا:

"یہ سکے آپ میری طرف سے قبول کریں۔ یہ میری طرف سے تشکر کے طور پر ہیں۔ آپ نے جس شفقت اور پیار سے اس اجنبی شہر میں ہماری راہنمائی کی اس پر ہم آپ کے ممنون ہیں۔"

بوڑھا حیرت سے اپنی ہتھیلی پر رکھے ان سنہری سکوں کو دیکھ رہا تھا کہ یوناف گھوڑے پر سوار ہوا اور بیوام کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔

شہر کی سرائے کی طرف جاتے ہوئے یوناف نے ایک بار مڑ کر جو دیکھا تو چھ سوار جو پوری طرح مسلح تھے ان کا تعاقب کر رہے تھے۔ یوناف نے بیوام سے اس کا کوئی ذکر نہ کیا اور خود بھی ان تعاقب کرنے والوں کو اتنی اہمیت نہ دی۔ وہ حسب سابق بیوام سے باتیں کرتا ہوا آگے بڑھتا رہا۔

مغربی راستے پر چلتے ہوئے اس نے ایک اور آدمی سے سرائے کے متعلق پوچھا اور دوبارہ آگے بڑھنے لگا سرائے چونکہ شہر کے بیرونی حصے میں مغرب کی طرف تھی اس لیے جب یوناف اور بیوام سرائے کی طرف جاتے ہوئے قدرے ویران جگہ پر پہنچے تو وہ چھ سوار اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے آئے اور یوناف اور بیوام کی راہ روک لی۔

یوناف کے سانسوں میں آگ لگ گئی اور جسم میں شعلے سے بھر گئے۔ پھر بھی اس نے انتہائی تحمل سے کام لیتے ہوئے نرم انداز میں پوچھا:

"تم نے ہمارا راستہ کیوں روکا ہے؟"

جواب میں ان جوانوں کے سرکردہ جوان نے اپنے چہرے پر طنزیہ مسکراہٹ بکھیرتے ہوئے اپنے گھوڑے کی گردن تھپتھپائی اور بولا:

"اجنبی! تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو ہم یہ جاننا نہیں چاہتے۔ ہم وہاں سے تمہارا تعاقب کر رہے ہیں جہاں تم نے اس بوڑھے سے معلومات حاصل کی تھیں اور اس کی ہتھیلی پہ دو سنہری سکے رکھ دیے تھے۔ سنو۔ ایسا تو کوئی رئیس ترین آدمی بھی نہیں کرتا۔ اس انداز میں بوڑھے کو طلائی سکے دینے کا مطلب ہے

کہ تمہارے پاس ایسے سکوں کی کوئی کمی نہیں ہے، اپنے ان سکوں کی وجہ سے تم پھنس گئے ہو۔ سکوں کی تھیلی ہمارے حوالے کر دو تو ہم تمہارے راستے سے ہٹ جائیں گے۔

اور ہاں یہ بھی سن لو کہ اگر تم نے اپنے سنہری سکوں کی تھیلی ہمیں دینے سے انکار کر دیا تو پھر ہم تم پہ وارد ہوں گے اور سکوں کی تھیلی کے ساتھ ساتھ تم اس حسین اور خوبرو بیوی سے بھی محروم ہو جاؤ گے۔ اب فیصلہ تمہارے ہاتھ میں ہے۔"

اسی وقت ابلیکا نے یوناف کی گردن پر اپنا ریشمی لمس دیا۔ پھر اس نے قدرے غصہ بھری آواز میں یوناف سے پوچھا:

"اے میرے حبیب! اگر تم کہو تو میں ان لٹیروں کے خلاف حرکت میں آؤں۔"

یوناف نے مسکرا کر کہا:

"اے ابلیکا! میں ابھی اس بات کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ ان سے میں خود نبٹوں گا۔ اے میری عزیز! اے میری دم ساز! تم دیکھتی جاؤ کہ بعلبک شہر کے اس ویرانے میں ان گنہگاروں اور ابلیس کے گماشتوں کا میں کیا حشر کرتا ہوں۔"

اس کے ساتھ ہی یوناف نے اس مرخیل کو مخاطب کر کے طنز سے کہا:

"تم میں سے کون ہے جو میرا سامنا کر کے میری تھیلی اور میری بیوی سے مجھ کو محروم کر کے اپنے دعوے کو عملی جامہ پہنا سکے۔"

ان سواروں کے سرکردہ جوان نے چھاتی پر زور سے ہاتھ مارتے ہوئے کہا:

"میں خود اس خدمت کے لیے تیار ہوں۔"

ساتھ ہی وہ گھوڑے سے کود گیا۔ یوناف بھی اس کی طرف دیکھ کر گھوڑے کی باگیں چھوڑتے ہوئے تیز رفتار کے ساتھ کود گیا۔

یوناف اس مرخیل کے قریب آیا اور دونوں ہاتھوں سے اشارہ کرتے ہوئے اسے اپنے پاس بلایا پھر اس نے اسے دعوت دی:

"آگے بڑھ کر مجھ پر وار کرو۔ اس لیے کہ جب میں تم پر وار کروں گا تو مجھ پہ ہاتھ اٹھانے کی حسرت تمہارے دل میں ہی رہ جائے گی۔"

وہ جوان منہ سے کچھ کہے بغیر آگے بڑھا اور یوناف کی گردن پہ مکہ مارنا چاہا لیکن یوناف نے اس کا وہ ہاتھ ہوا ہی میں پکڑ لیا۔ اب اس جوان نے اپنے بائیں ہاتھ سے یوناف کے منہ پہ مکہ مارنا چاہا لیکن اس کا دوسرا

ہاتھ بھی یوناف نے پکڑ لیا۔

اب وہ اپنے دونوں ہاتھ چھڑانے کے لیے جدوجہد اور قوت آزمائی کر رہا تھا لیکن اپنا پورا زور لگانے کے باوجود بھی وہ یوناف سے اپنے ہاتھ نہ چھڑا سکا۔ اس کی حالت اس پرندے جیسی ہو گئی جس کے پر کسی نے نوچ کر بری طرح اپنی گرفت میں لے لیا ہو۔

جب وہ مکمل طور پر اپنے آپ کو بے بس محسوس کرنے لگا تب یوناف نے اس کے دونوں ہاتھ چھوڑ دیے اور اپنے پاؤں کی ایک زوردار ضرب اس کے پیٹ میں لگائی۔ وہ جوان بری طرح ہوا میں اچھلا اور قلابازیاں کھاتا ہوا اپنے ساتھیوں کے گھوڑوں کے پار جا گرا۔

اپنے ساتھی کی یہ حالت دیکھ کر گھوڑوں پہ بیٹھے پانچوں سوار کسی قدر خوف و دہشت کی ملی جلی کیفیت کا شکار ہو گئے تھے۔ جواب ضرب کی شدت کے باعث زمین سے اٹھنے کے بجائے دونوں ہاتھوں سے پیٹ کو تھامے شور اور واویلا کر رہا تھا۔

پانچوں سواروں نے سوالیہ انداز میں ایک دوسرے کی طرف دیکھا، پھر وہ سنبھلے۔ کوئی آخری فیصلہ کیا اور اپنی تلواریں بے نیام کرتے ہوئے گھوڑوں سے کود گئے۔ اس کے ساتھ ہی ان میں سے ایک نے زہریلے انداز میں یوناف سے کہا:

"اے اجنبی! اب تم، تیری ساتھی لڑکی اور تیری سنہری سکوں کی تھیلی یہاں سے بچ کر نہ جا سکیں گے۔"

یوناف نے اس کی بے ہودہ بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ اپنی تلوار اس نے ایک جھٹکے سے کھینچی اور پھر آندھی اور طوفان کی طرح آگے بڑھتے ہوئے ان پر حملہ کر دیا۔

وہ موت کی ہولناکی، اجل کی سفاکی اور چھا جانے والی آہٹ و گونج کی طرح ان پر اس طرح حملہ آور ہوا تھا کہ چند ہی ثانیوں میں اس نے دو آدمیوں کو کاٹ کر رکھ دیا۔ پھر وہ پیچھے ہٹا اور بچ جانے والے تینوں سواروں کو مخاطب کر کے اس نے انتہائی ہولناک آواز میں کہا:

"اگر تم اپنی زندگی چاہتے ہو تو اپنے ان مردہ اور روہ میں مبتلا ساتھیوں کو لے کر یہاں سے دفع ہو جاؤ۔ ورنہ یاد رکھو میں دوبارہ حملہ آور ہوا تو تم تینوں کو بھی کاٹ کر رکھ دوں گا۔ اور سن رکھو کہ میں اپنی بیوی کے ساتھ یوں ہزاروں میل کا سفر اکیلا طے کرنے کے لیے نکلا ہوں تو ایسا میں نے کسی بل بوتے پر ہی کیا ہے۔

میں تم تینوں کو چند لمحے دیتا ہوں۔ اگر تم تینوں اس مہلت کے دوران اپنے تینوں ساتھیوں کو

ساتھ یہاں سے نہ گئے تو میں تم چاروں کو تہ تیغ کر کے اس مرائے کی طرف چل دوں گا۔ اب فیصلہ تمہارے ہاتھ میں ہے کہ چاہو تو موت سے بغل گیر ہو جاؤ اور پسند کرو تو زندگی کو گلے لگا کر یہاں سے چلے جاؤ۔ اس سے بہتر اور سود مند مہلت تمہیں نہ مل سکے گی"۔

ان تینوں نے باہم کوئی فیصلہ کیا اور اپنی تلواریں نیام میں کر لیں۔ مرنے والوں کی لاشوں کو ان کے گھوڑوں پر رکھا اور ان کا سرکردہ جو پیٹ کی ضرب سے ابھی تک کراہ رہا تھا، اسے بھی گھوڑے پر بٹھایا اور واپس شہر کو لوٹ گئے۔

اس لمحے حسین یوام اپنے گھوڑے سے اتری اور آگے بڑھ کر اس نے یوناف کے ہاتھوں کو تھامتے ہوئے ایک انداز سے کہا:

"کسی عورت اور نقدی کو تم سے بہتر محافظ نہیں مل سکتا"۔

یوناف مسکرا دیا۔ پھر وہ دونوں اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر آگے بڑھنے لگے۔ تھوڑا آگے جانے پر یوناف نے ایک بلند عمارت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا:

"اے یوام! میرے خیال میں یہ صابئون کی قربان گاہ ہے۔ آؤ اسے دیکھنے کے بعد مرائے کے اندر چلیں گے"۔

یوام خاموشی سے اس کے ساتھ ہولی۔

اپنے گھوڑوں کو بھگاتے ہوئے وہ اس عمارت میں داخل ہوئے جو ویران اور اجڑی ہوئی تھی انہوں نے دیکھا اس بلند عمارت کی تعمیر میں بڑے بڑے پتھر استعمال کیے گئے تھے۔ اور عمارت کے اندر ذرا بلندی پر وہ جگہ بنائی گئی تھی جہاں صابی اپنے دیوتا کو سوختنی قربانی پیش کرتے تھے۔

عمارت کا جائزہ لیتے ہوئے یوام نے بیزاری سے کہا:

"میں بھوک اور تھکاوٹ محسوس کر رہی ہوں۔ آیئے سرائے کو چلیں۔ وہاں آرام کرنے کے بعد کل اس نوع کی چیزیں دیکھنے نکلیں گے"۔

یوناف نے یوام کی خواہش پر فوراً اپنے گھوڑے کو موڑ لیا اور دونوں گھوڑوں کو ایڑ لگاتے ہوئے سرائے کی طرف چل پڑے۔

تھوڑی دیر بعد وہ دونوں سرائے میں داخل ہو کر گھوڑوں سے اترے۔ سرائے کا ایک ملازم بھاگتا ہوا ان کی طرف آیا اور گھوڑوں کی باگیں پکڑ لیں۔

یوناف نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا:

"ہمارے گھوڑوں کو سرائے کے اصطبل میں لے جاؤ اور ان کے دانے پانی کا اچھا انتظام کرو۔ ان کے دہانے اور زینیں اتار دینا اور سنو۔ اگر تم نے گھوڑوں کا خوب اچھا خیال رکھا تو میں تمہیں اچھا انعام بھی دوں گا"۔

اس کے ساتھ ہی یوناف نے دونوں گھوڑوں سے لٹکتی ہوئی چرمی خرجینیں اتار لیں تاہم زین کے ساتھ بندھے بستر یونہی رہنے دیے۔

ملازم نے سر جھکاتے ہوئے کہا:

"آپ بے فکر رہیے۔ آپ کو شکایت کا موقع نہیں ملے گا"۔

ملازم گھوڑوں کو اصطبل کی طرف لے گیا اور یوناف سرائے کے مالک کے کمرے میں داخل ہوا اور اس سے کہا:

"ہمیں قیام کرنے کے لیے سرائے میں ایک صاف ستھرے اور معقول کمرے کی ضرورت ہے"۔

سرائے کے مالک نے حسین یوام کی طرف اشارہ کر کے پوچھا:

"یہ آپ کے ساتھ کون ہے"۔

جواب میں یوناف مسکرا کر بولا:

"یہ میری بیوی ہے"۔

سرائے کا مالک مطمئن ہو کر اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے ایک چابی لی اور یوناف سے کہا:

"آپ دونوں میرے ساتھ آئیں"۔

یوناف اور یوام خاموشی سے اس کے ساتھ ہو لیے۔

سرائے کے مالک نے ایک کمرہ کھولا اور پھر ان دونوں کو ساتھ لے کر اس کمرے میں داخل ہوتے ہوئے پوچھا:

"یہ کمرہ آپ کے لیے کیسا رہے گا"۔

یوناف نے کمرے کا جائزہ لیا۔ اس میں دو صاف ستھرے بستروں کے علاوہ ضروریات کا دیگر سامان بھی آراستہ تھا۔

اس نے مطمئن انداز میں کہا:

"ہمیں یہ کمرہ پسند ہے۔"

مالک نے کمرے کی چابی ان کے حوالے کی اور چلا گیا۔

یوناف نے یوام سے کہا:

"یوام! یوام! تم یہاں بیٹھو۔ میں دونوں گھوڑوں کی زینوں سے بندھے بستر اور دوسرا سامان لے کر آتا ہوں۔"

یوام آگے بڑھ کر ایک بستر پر بیٹھ گئی جبکہ یوناف باہر نکل گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ لوٹا تو بستر اور دوسرا سامان اٹھائے ہوئے تھا۔

سرائے کا مالک دوبارہ آیا اور یوناف سے پوچھنے لگا:

"کیا آپ کھانا مطبخ میں کھائیں گے۔"

یوناف نے فوراً کہا:

"نہیں۔ ہم دونوں کمرے میں ہی کھانا کھائیں گے۔"

سرائے کے مالک نے کہا:

"بہتر۔ میں کھانا بھجواتا ہوں۔" اور واپس چلا گیا۔

یوام نے اٹھ کر دونوں بستروں کی جھاڑ پونچھ کی۔ پھر اپنے بستر کھول کر اندر سے صاف ستھری چادریں نکال کر ان پر بچھائیں۔ اتنی دیر میں ملازم کھانا لے آیا اور دونوں کھانے میں مصروف ہو گئے۔

○

کنعانیوں کے شہر ٹائر میں عارب، بیوسا اور بلیط بعل دیوتا کے معبد میں اپنے کمرے کے اندر ابھی ناشتے سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ عزازیل اپنے ساتھیوں کے ساتھ اندر داخل ہوا۔ وہ تینوں اس کے ادب میں اٹھ کھڑے ہوئے۔

جب عزازیل اپنے ساتھیوں کے ساتھ ان کے قریب آ بیٹھا تو وہ سب بھی اپنی نشستوں پر بیٹھ گئے۔

پھر عزازیل نے فوراً ہی عارب کو مخاطب کر کے کہا: "اے عارب! یہ بات تیرے لیے نئی نہیں ہے

کہ یوناف کی شادی اللسان جزیرے کے حکمران شناوم کی بیٹی یوام سے ہو چکی ہے لیکن یہ انکشاف تم پر ضرور نیا ہو گا کہ چند روز پہلے وہ یوام کو لے کر اللسان سے کوچ کر گیا ہے۔ اب وہ یوام کی خواہش کی تکمیل کے طور پر مختلف ملکوں اور شہروں کی سیر کرتے ہوئے مصر کا رخ کرے گا۔

اے عارب! اللسان سے نکل کر یوناف اور یوام بعلبک کے شہر میں داخل ہوئے اور گزشتہ تین روز سے وہیں مقیم ہیں۔ وہ وہاں کی سب سے بڑی سرائے میں رہ رہے ہیں اور تین دنوں میں انہوں نے خوب گھوم پھر کر شہر کو دیکھا ہے اور اے عارب! آج وہ وہاں سے کوچ کر کے حمص شہر کا رخ کریں گے۔ یوں شمال کی طرف مختلف شہروں اور اقوام کے بیچ سے گزرتے ہوئے وہ طرابلس شہر جائیں گے اور وہاں سے کسی جہاز میں مصر کا رخ کریں گے۔"

"عارب! کیا تو یوناف سے اللسان شہر میں اپنی شکست کا بدلہ لے گا۔"

عارب کے چہرے پر غصے، انتقام اور قہر کی لہریں بکھر گئیں اور اس نے ایک جوان عزم سے کہا:

"اے آقا! یوناف سے میں اس شکست کا حساب ضرور لوں گا۔ جزیرہ اللسان میں مقابلے سے پہلے اس نے شناوم اور لوگوں کے سامنے کہا تھا کہ عارب اگر میرے سامنے اپنے جیسے اور بھی جوان لے آئے تب بھی میں اسے زیر کروں گا۔ میرے آقا! میں یہی وعدہ اسے یاد دلاؤں گا اور اسے دعوت دوں گا کہ بیک وقت وہ میرے اور شبر سے مقابلہ کرے اور مجھے امید ہے کہ شبر کے تعاون و حمایت سے میں اسے اپنے سامنے زیر کرنے میں کامیاب ہو جاؤں گا کہ اسے زیر کرنا ہی میری زندگی کی سب سے بڑی خواہش ہے اور اس خواہش کی تکمیل کے لیے میں آدم کے زمانے سے سرگرداں، پریشان اور مضطرب ہوں۔"

عزازیل نے اسے سمجھانے کے انداز میں کہا: "اے عارب! اس بار شبر تمہارے ساتھ مل کر یوناف کا مقابلہ نہ کرے گا اس لیے کہ اسے مصر کے مغربی صحراؤں کے اندر گزشتہ دنوں یوناف نے اپنے خنجر کی نوک میں اسیر کر لیا تھا اور پھر ایک ہولناک عمل کے ذریعے اس نے لگاتار تین دن تک شبر کو آگ میں ڈال کر ناقابل برداشت اذیت دی تھی۔ اس طرح شبر اب ایک طرح سے یوناف کے بس میں آ چکا ہے۔ اس لیے اب میں نے تمہاری حمایت کے لیے داسم کو تیار کیا ہے اور سن رکھو کہ میرے سارے ساتھی اپنی طبعی اور مافوق الفطرت طاقتوں میں یکساں ہیں۔"

عزازیل کے خاموش ہونے پر عارب نے چونک کر پوچھا: "یوناف نے کب اور کہاں شبر پر قابو پا لیا۔ اے آقا! کیوں کر اور کیسے یوناف شبر کو آگ کے عذاب میں اور اذیت دینے میں قادر اور کامیاب ہو گیا تھا۔"

عزازیل بولا: "اے عارب! یہ ایک لمبا واقعہ ہے جو مصر کے مغربی صحراؤں میں پیش آیا۔ اس کی تفصیل میں تمہیں بعد میں بتاؤں گا۔ پہلے وہ معاملہ طے کر لیں جس کے لیے میں آیا ہوں۔"

عارب نے اس بار ایک فرمانبردار بچے کی طرح اپنے سر کو خم کر کے کہا: "کہیے۔ آپ مجھ سے کیا کہنا چاہتے ہیں۔"

عزازیل بلاتوقف بولتا چلا گیا: "اے عارب! غور سے سنو۔ میں ابھی ابھی بعلبک شہر سے یہاں آ رہا ہوں۔ یوناف اور یوام دونوں وہاں کی مغربی سرائے میں ٹھہرے ہوئے ہیں اور آج تھوڑی دیر تک وہاں سے حمص کے لیے کوچ کرنے والے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ جب وہ بعلبک سے حمص جانے والی شاہراہ پر کوہستانوں کے اندر سفر کر رہے ہوں تو تم اور داسم اس کی راہ روک لو اور مقابلے کے لیے یوناف کو للکارو۔ لیکن ایک بات ذہن میں رکھنا کہ اگر یوناف اس مقابلے میں شکست کھا جائے تو یوام کو کسی قسم کا گزند نہ پہنچانا اور نہ ہی اپنی سری قوتیں استعمال میں لاتے ہوئے یوناف کی ذات کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرنا کیونکہ ابلیکا ان دونوں کے ساتھ ہے اور مجھے اندیشہ ہے کہ اگر ایسا کیا تو ابلیکا اور یوناف مل کر تمہارے ساتھ داسم کو بھی ایک ناقابلِ برداشت اذیت اور عذاب میں ڈال کر رکھ دیں گے۔"

عارب نے انتہائی بے بسی اور لاچارگی سے عزازیل کی طرف دیکھ کر پوچھا: "اے آقا! اگر ہم ایسا کر ہی لیں تو کیا اس موقع پر آپ ابلیکا اور یوناف کے خلاف ہماری مدد کو نہ آئیں گے؟"

عزازیل نے مایوسی سے کہا: "میرے عزیز! ایسا ہرگز نہ کرنا ورنہ میں تمہاری مدد کو نہ پہنچوں گا۔ اس لیے کہ ابلیکا پہلے ہی میرے خلاف اسے ایک برتن میں مقید کر دینے کی وجہ سے انتقامی جذبہ رکھتی ہے اور تمہاری مدد کرنے کی خاطر اگر میں بھی اس کے سامنے آیا تو وہ ضرور مجھے کسی کرب میں مبتلا کرنے کی کوشش کرے گی اور یہ بھی سن رکھو کہ ابلیکا لاانتہا قوتوں کی مالک ہے جو تمہیں ہی نہیں مجھے بھی نقصان پہنچانے کی طاقت رکھتی ہے۔"

"لہٰذا میں تمہیں مشورہ دوں گا کہ یوناف کو تم اور داسم اپنی طبعی قوتوں کے بل بوتے پر زیر کرنے کی کوشش کرنا اور کسی بھی صورت، خواہ تم دونوں ہار ہی کیوں نہ رہے ہو اپنی سری قوتوں کو حرکت میں نہ لانا ورنہ تم لوگ نقصان اٹھاؤ گے۔"

عارب چند تانیے گردن جھکائے سوچتا رہا پھر نگاہ اٹھا کر اس نے عزازیل کی طرف دیکھا اور پوچھا: "اے آقا! ہمیں کب یہاں سے روانہ ہونا ہے اور کس جگہ یوناف کا راستہ روک کر اسے مقابلہ کرنے کی دعوت دینی ہے؟"

عزازیل بلاتوقف بولا: "اے میرے عزیزو! میرا خیال ہے تم ابھی اور اسی وقت یہاں سے کوچ کرو اور بعلبک سے پانچ کوس دور اس شاہراہ پہ اس کی راہ روکو جو حمص کی طرف جاتی ہے اور وہاں سے یہ شاہراہ اونچے اور بلند کوہستانی سلسلے میں سے ہو کر گزرتی ہے۔ وہاں اکثر لوگ کارواں کے ساتھ سفر کرتے ہیں کیونکہ اکا دکا مسافروں کو راہزن لوٹ لیتے ہیں۔ اس لیے جب تم یوناف کو روکو گے تو میرا خیال ہے وہ شاہراہ سنسان پڑی ہوگی اور اس خاموش ماحول میں تم دونوں یوناف کے ساتھ بخوبی قوت آزمائی اور زور آزمائی کر سکو گے۔"

عارب نے پھر آس بھری آواز میں پوچھا: "اے آقا! آپ یہاں سے اب کہاں جائیں گے۔ کیا آپ بھی ہمارے ساتھ اس شاہراہ پر نہ چلیں گے۔ آپ کی موجودگی ہی ہمارے لیے بے حد تقویت اور حوصلے کا باعث ہوگی۔"

عزازیل نے مسکرا کر کہا: "اے عارب میرے عزیز! میں بھی ابھی تمہارے ساتھ اس شاہراہ کی طرف روانہ ہوں گا لیکن میں اور میرے ساتھی اوٹ میں رہ کر مقابلے کا لطف اٹھائیں گے۔ ہاں تم لوگ آپس میں فیصلہ کر لو کہ بیوسا اور بنیط تمہارے ساتھ جائیں گی یا نہیں۔"

عارب کے بولنے سے قبل ہی بیوسا نے جواب دیا: "جب وہاں کسی کے خلاف سری قوتوں کا استعمال ہی نہ ہوگا تو پھر ہم دونوں کے جانے کا فائدہ؟"

بنیط نے فوراً کہا: "نہیں بیوسا! ہم دونوں بھی جائیں گی اور دیکھیں گی کہ عارب اور داسم کس طرح یوناف کو زیر کرتے ہیں۔"

بنیط کی دلیل کے جواب میں بیوسا نے فیصلہ کن انداز میں کہا: "ہاں! میں اور بنیط بھی جائیں گی۔"

وہ سب کمرے سے باہر آئے اور اپنی سری قوتوں کو حرکت میں لاتے ہوئے بعل دیوتا کے معبد سے غائب ہو گئے۔

○

تھوڑی دیر بعد وہ سب بعلبک سے پانچ میل دور حمص کی طرف جانے والی شاہراہ پہ نمودار ہوئے جو اس وقت سنسان پڑی تھی۔

وہ سب ایک بہت بڑی چٹان کی اوٹ میں ہو گئے جو قدرے بلندی پہ تھی اور وہاں سے وہ شاہراہ کو

صاف طور پر نگاہ میں رکھ سکتے تھے۔

تھوڑی دیر بعد عزازیل چونکا اور عارب سے بولا: "اے عارب! یوناف اور یوام شاہراہ پر ہمارے نزدیک ہی ہیں۔ میں سمجھتا ہوں اس چٹان پر کھڑے ہو کر تم ان دونوں کو اپنے گھوڑوں پر سوار اس طرف آتے دیکھ سکو گے۔"

عارب فوراً چٹان کی اوٹ سے نکل کر اوپر چڑھا پھر چلا کر بولا: "اے آقا! آپ نے ٹھیک کہا۔ دو سوار اس طرف آ رہے ہیں۔ جو یقیناً یوناف اور یوام ہی ہیں۔"

عزازیل نے رازداری سے کہا: "اب تم اور داسم دونوں یوناف کا راستہ روکنے کے لیے شاہراہ پر چلے جاؤ۔"

○

یوناف اور یوام اپنے گھوڑوں کو شاہراہ کے بائیں طرف کنارے پر لے گئے۔ وہاں جا کر یوناف اپنے گھوڑے سے ایک پُرجوش زقند کے ساتھ کود گیا جبکہ یوام گھوڑے پر ہی بیٹھی رہی اور اس نے ہاتھ بڑھا کر یوناف کے گھوڑے کی باگ بھی پکڑ لی۔

یوناف تیزی سے چلتا ہوا عارب کے سامنے آیا جو داسم کے ساتھ اس کی راہ روکے کھڑا تھا اور غصیلی بلند آواز میں اس نے کہا:

"اے بدی کے گماشتے! اس شاہراہ پر تو نے عزازیل کے ساتھی داسم کے ساتھ کس وجہ سے میری راہ روکی ہے۔ شاید اس لیے کہ تو مجھ سے اللسان کی شکست کا بدلہ لے سکے۔ اے عارب! سن رکھو کہ مجھے تمہارے سب عزائم کا علم ہے اور میں یہ بھی خبر رکھتا ہوں کہ اس بلند چٹان کی اوٹ میں عزازیل اس کے ساتھی اور بیوسا اور جنبیطہ بھی موجود ہیں اور اب تم اور داسم اپنے ذہن میں یہ بات ڈال لو کہ اگر تم نے یا تمہارے ساتھیوں میں سے کسی نے اس وقت میرے اور یوام کے خلاف کوئی شیطانی یا سری قوت استعمال کرنے کی کوشش کی تو قسم ہے مجھے اپنے رب کی جو انسانوں کو پیدا کرتے مارنے اور پھر زندہ کرنے پر قادر ہے میں تم سب کی وہ حالت کروں گا جو تم سب کے لیے بے حد اذیت دہ ہوگی۔"

یوناف کے خاموش ہوتے ہی عارب نے نرمی سے کہا: "اے عارب! میں تسلیم کرتا ہوں کہ طاقت اور قوت میں تو مجھ سے بڑھ کر ہے لیکن اللسان میں تم نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ اگر میں اپنے جیسا اور جوان بھی تیرے مقابلے پر

لے آؤں تو تم اسے بھی زیر کر لو گے۔

سو اے یوناف! میں تمہارے اسی دعوے کی قلعی کھولنے کے لیے یہاں آیا ہوں اور تمہارا راستہ روکے کھڑا ہوں۔ میری مدد یہاں صرف داسم کرے گا اور ہم تمہیں یقین دلاتے ہیں بلکہ اس رب کی قسم کھا کر کہتے ہیں جو سب کا خالق ہے کہ ہم تمہارے ساتھ اپنی طبعی اور فطری قوت کو استعمال کرتے ہوئے مقابلہ کریں گے۔"

"اے یوناف! مجھے امید ہے کہ ہم دونوں تمہیں اس ویرانے میں زیر کر لیں گے اور یہ بھی کہ یہاں آ کر ہمارا مدعا تمہیں نقصان پہنچانا نہیں ہے بلکہ میری سب سے بڑی خواہش تمہیں زیر کرنا ہے۔ امید ہے کہ تم میری بات کا اعتبار کرو گے۔"

یوناف چند قدم اور آگے بڑھا اور قدرے خوش طبعی سے کہا:

"اے عارب! اگر تم اس قدر خلوص اور نیک نیتی کا اظہار کر رہے ہو تو ان ویرانوں میں تمہارے اور داسم کے ساتھ میں مقابلہ کرنے کو تیار ہوں اور سن رکھو بدی کے گماشتو! مجھے امید ہے کہ میں اپنے رب کی نصرت کے سہارے اس سنسان شاہراہ پر تم دونوں کو زیر کر لوں گا۔ اب تم دونوں آگے بڑھو اور مجھ پر وار کرو کہ میں تم پر اپنی قوت اور طاقت ظاہر کر سکوں۔"

عارب اور داسم فوراً ہی اسے للکارتی ہوئی نظروں سے دیکھتے ہوئے اس کی طرف بڑھنے لگے۔

یوناف کے قریب آ کر دونوں نے ایک ساتھ اس پر دائیں ہاتھ کی ضرب لگانا چاہی لیکن یوناف تو مستعد تھا۔ اس نے عارب کی ضرب کی کوئی پرواہ نہ کی تاہم داسم کا فضا میں اٹھا ہوا ہاتھ اس نے اپنی گرفت میں لے لیا اور دائیں ہاتھ کی ایک زوردار ضرب اس کے پیٹ میں لگائی۔ داسم ہوا میں اچھلا اور درد میں کلبلاتا ہوا دور جا گرا۔

اس دوران عارب یوناف پر ضرب لگانے میں کامیاب ہو چکا تھا اور اس کا مکہ یوناف کے شانے پر پڑا تھا۔ جواب میں یوناف نے جب اپنی آہنی ضرب عارب کے دائیں بازو پر رسید کی تو عارب سسکتا ہوا چند قدم پیچھے ہٹ گیا۔

یوناف اب ان پر پل پڑا اور بے جگری سے ان دونوں کو مارنے لگا تھا۔ وہ دونوں بھی اس پر ضربیں لگانے لگے۔ تھوڑی دیر تک تینوں جم کر لڑتے رہے اور یوں لگتا تھا جیسے کافی دیر تک ان کے درمیان کوئی فیصلہ نہ ہو سکے گا۔ پھر گویا یوناف نے مقابلے کو مختصر کرنے کے لیے اپنا آخری حربہ استعمال کیا اور لگاتار کئی مرتبہ زوردار آواز میں "اللہ اکبر" کا نعرہ بلند کیا اور پھر مشینی انداز میں عارب پر ٹوٹ پڑا۔ داسم کو جیسے اس نے

نظر انداز کر دیا تھا۔

لگاتار یوناف نے کئی ضربیں عارب کے پیٹ، کندھے، چہرے اور سر پر رسید کیں جن کے جواب میں عارب نڈھال ہو کر زمین پر گر پڑا۔

داسم ابھی تک تازہ دم تھا اور یوناف کی پشت اور کندھوں پر زوردار ضربیں لگا رہا تھا لیکن یوناف نے حیرت انگیز قوتِ برداشت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی جگہ پر سے حرکت نہ کی۔

یوناف کی آہنی ضربوں سے نڈھال ہو کر جب عارب پتھریلی زمین پر گر پڑا تو یوناف کسی خونخوار درندے کی طرح پلٹا اور داسم پر حملہ آور ہوا۔ اس نے اپنی پہلی زوردار ضرب داسم کے سر پر لگائی تو داسم کو یوں لگا جیسے اس کے سامنے زمین بڑی تیزی سے گھوم رہی ہے۔ یوناف نے اس کی اس کیفیت سے پورا پورا فائدہ اٹھایا اور تیزی سے اس کے سر، چہرے اور گردن پر ضربیں لگائیں۔

داسم اپنے دفاع میں کچھ بھی نہ کر سکا اور یوناف نے اسے مار مار کر ادھ موا کر دیا یہاں تک کہ وہ بھی لڑکھڑاتا ہوا عارب کے قریب آ گرا۔

یوناف نے اپنے کپڑے اور ہاتھ جھاڑے پھر اس نے کہا:

"اے عارب! مجھے زیر کرنا تمہاری زندگی کی سب سے بڑی خواہش تھی لیکن میں نے تمہاری اس خواہش کو پورا نہیں ہونے دیا۔ میں نے اپنی طبعی قوتوں سے ہی تم دونوں کو زیر کر لیا ہے۔ اب تم دونوں اٹھو اور فراخدلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی شکست کو قبول کر کے یہاں سے چلتے بنو۔"

عارب اور داسم اٹھ کھڑے ہوئے پھر عارب نے اپنی گردن کو سہلاتے ہوئے کہا: "اے یوناف! ہم تیرے مقابلے میں اپنی شکست تسلیم کرتے ہیں۔"

اس کے ساتھ ہی دونوں مڑے اور اس چٹان کے پیچھے چلے گئے جہاں عزازیل اور اس کے ساتھی کھڑے تھے۔

یوناف وہاں سے ہٹ کر اپنے گھوڑے کے قریب آیا۔ تب ابلیکا نے اس کی گردن پر لمس دیا اور اس کی مسکراتی ہوئی آواز یوناف کے کانوں میں پڑی:

"اے یوناف میرے حبیب! اب تم اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر یہاں سے کوچ کرو۔ عزازیل اپنے سب ساتھیوں سمیت جا چکا ہے اور اے میرے ہمسفر! میں تمہیں اس فتح پر اور اس کامیابی کی مبارکباد دیتی ہوں۔"

یوناف کے لبوں پر مسکراہٹ بکھر گئی۔ اس کے ساتھ ہی وہ زقند لگا کر گھوڑے پر سوار ہو گیا

اسی وقت یوام اپنا گھوڑا اس کے قریب لائی اور اس کے شانے کو ہاتھ سے دباتے ہوئے اس نے محبتوں اور چاہتوں سے بھرپور آواز میں کہا:

"اے میری زندگی کے رفیق! مجھے آپ کی ذات پر فخر ہے۔ ان ویرانوں میں آپ نے ان دونوں ابلیسوں کو شکست دے کر ثابت کر دیا ہے کہ آپ ان بدی کی قوتوں کے مقابلے میں ناقابلِ تسخیر اور زور آور ہیں۔"

"قسم ہے مجھے اپنے پیدا کرنے والے رب کی کہ میں آپ جیسے شوہر پر ہمیشہ فخر کروں گی۔"

جواب میں یوناف مسکرانے لگا پھر ان دونوں نے اپنے گھوڑوں کو ایڑ لگائی اور اپنے سفر پر روانہ ہو گئے۔

ایک روز صبح سورج طلوع ہونے کے ذرا دیر بعد یوناف اور یوام حمص شہر میں داخل ہوئے۔ انہوں نے دیکھا کہ شہر ایک ندی کے کنارے واقع ہے۔ شہر میں تھوڑا سا آگے جا کر یوناف نے یوام کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا:

"اے یوام! کیوں نہ اس شہر کے کسی باشندے سے اس شہر کے بارے میں معلومات حاصل کریں۔"

جواب میں یوام نے ہلکی ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ کہا:

"آپ یہ بات نہ کہتے تب بھی میں خود آپ سے یہی بات کہنے والی تھی۔"

یوناف نے کہا:

"اگر یہ معاملہ ہے تو آؤ اس کام کے لیے کسی غریب آدمی کا انتخاب کرتے ہیں۔ جب وہ ہمیں اس شہر کے متعلق تفصیل سے بتائے گا تو ہم اسے انعام کے طور پر چند سنہری سکے دے دیں گے جس سے اس کا مستقبل آرام اور سکون سے گزر جائے گا۔"

یوام نے پھر گہری مسکراہٹ سے کہا:

"ہاں، میں اس پر آپ سے مکمل اتفاق کرتی ہوں۔"

دونوں میاں بیوی باتیں کرتے ہوئے آگے بڑھے تو ان کی نگاہ راستے کے کنارے دھوپ میں کھڑے ایک ضعیف بھکاری پر پڑی۔

اسے دیکھتے ہی یوناف نے کہا:

"اے یوام! یہ بوڑھا بھکاری ہمیں اس شہر کے متعلق ضروری اطلاعات فراہم کرنے کے لیے مناسب ہے، پس میں اس سے بات کرتا ہوں۔"

یوناف اپنے گھوڑے سے اترا اور اس بوڑھے کو مخاطب کر کے بولا:

"اے میرے بزرگ! ہم میاں بیوی اس شہر میں اجنبی ہیں اور اس شہر کی سیر کرنا چاہتے ہیں۔ کیا آپ ہمیں اس شہر کے عجائبات اور مقامات سے متعلق کچھ تفصیل بتائیں گے۔"

بوڑھے نے خوش طبعی سے کہا:

"اے نووارد! میں ضرور تمہیں اس شہر کے بارے میں ضروری اطلاعات تم دونوں کو فراہم کروں گا۔"

پھر اس نے تفصیل بتلاتے ہوئے کہا:

"سنو! اس شہر میں چند خصوصیات ہیں جو دوسرے شہروں میں نہیں۔ پہلی خصوصیت یہ ہے کہ یہ ارضِ شام کا سب سے بڑا شہر ہے۔ دوسری یہ کہ اس شہر کے باشندے خوبروئی اور حسن میں مشہور ہیں۔ تیسری یہ کہ یہاں شہر کے گرد ایک ایسا طلسم ہے جو سانپ اور بچھو کو اس شہر میں داخل نہیں ہونے دیتا اور اگر کوئی سانپ یا بچھو شہر کے دروازے سے اندر داخل ہو تو فوراً مر جاتا ہے اور اس کا سبب یہ ہے کہ اس شہر کے وسط میں واضح گنبد کی چوٹی پر انسانی صورت کا ایک نارنجی بت بحالتِ سواری رکھا ہے جو ہوا سے ہر طرف گھومتا رہتا ہے۔

گنبد کی دیوار پر ایک پتھر پر بچھو کی صورت بنی ہوئی ہے اور جس آدمی کو سانپ یا بچھو ڈس لے تو وہ اس پتھر پر کچھ مٹی لگا کر اس مٹی کو ڈسی ہوئی جگہ پر رکھتا ہے اور سانپ یا بچھو کے زہر سے فوراً نجات پا جاتا ہے۔

یہ مٹی دور دور کے ملکوں اور شہروں میں جاتی ہے۔ اگر اس مٹی کا کچھ سانپ یا بچھو پر ڈال جائے تو وہ فوراً مر جاتا ہے۔

چوتھی خصوصیت یہ ہے کہ یہ شہر المطلوب نامی ندی کے کنارے ہے جس نے اس کی خوبصورتی کو چار چاند لگا دیے ہیں۔"

یوناف نے ہمدردی سے پوچھا:

"اے بزرگ! کیا آپ اس گنبد کی طرف ہماری راہنمائی کریں گے جس کے ساتھ سانپ اور بچھو کا طلسم وابستہ ہے۔"

بوڑھے نے دائیں ہاتھ میں پکڑی لاٹھی کو زور سے زمین پر مارتے ہوئے بڑے جوش و جذبے کے ساتھ کہا:

"میں خود تمہارے ساتھ چلنے کے لیے تیار ہوں۔"

یوناف نے خوش طبعی سے کہا:

"اگر آپ ایسا کریں تو میں آپ کا ممنون ہوں گا۔ آیئے! میرے ساتھ میرے گھوڑے پر سوار ہو کر چلیں۔"

یوناف نے پہلے بوڑھے کو گھوڑے پر سوار کرایا۔ پھر خود سوار ہوا اور اس نے اور یوام نے گھوڑوں کو آگے بڑھا دیا۔

تھوڑی دیر تک سیدھا جانے کے بعد بوڑھے نے یوناف کو دائیں طرف مڑنے کو کہا۔ انہوں نے گھوڑے دائیں طرف موڑ لیے۔ ذرا آگے جا کر بوڑھے نے کہا:

"بس۔ یہیں روک لو گھوڑوں کو۔"

دونوں نے گھوڑوں کو روک لیا۔ یوناف نے بوڑھے کو سہارا دے کر اتارا۔ اتنی دیر میں یوام بھی نیچے اتر آئی پھر وہ بوڑھا دونوں کو بائیں ہاتھ بنی ایک عمارت میں لے گیا۔

یوناف نے دیکھا اس کے گنبد کی چوٹی پر آدمی کی صورت کا ایک نارنجی مجسمہ تھا جو گھوڑے پر سوار تھا۔ اور ہوا کے دوش پر چاروں طرف چکر لگاتا تھا۔ گنبد کی دیوار پر بچھو کی شبیہ بنی ہوئی تھی جس کے اردگرد لوگوں کا ہجوم تھا۔

عمارت میں خوب اچھی طرح گھوم پھر کر یوناف نے بوڑھے سے پوچھا:

"کیا آپ یہ بتا سکیں گے کہ حمص شہر میں قیام کرنے کے لیے ہمیں کوئی اچھی اور ستھری سی سرائے کس طرف ملے گی؟"

بوڑھے نے جھٹ جواب دیا:

"اسی طرف جس طرف سے آپ شہر میں داخل ہوئے ہیں۔ ندی المطلوب کے کنارے بہت سی اچھی سرائے ہیں۔"

یوناف نے چند سنہری سکے نکال کر بوڑھے کے ہاتھ پر رکھے اور کہا:

"یہ اس زحمت کا صلہ ہے جو آپ نے ہماری خاطر کی۔"

قبل اس کے کہ بوڑھا کچھ کہتا یوناف یوام کے ساتھ اپنے گھوڑوں کو ایڑ لگا کر وہاں سے روانہ ہو گیا۔ دونوں تیزی سے ندی المطلوب کے کنارے آئے اور قیام کرنے کے لیے ایک سرائے میں داخل ہو گئے۔

○

موسیٰ و ہارون کی رہنمائی میں حیرت انگیز اور معجزانہ طور پر بحر قلزم کو عبور کرنے کے بعد بنی اسرائیل ابھی تک منفقہ کے مقام پر پڑاؤ کیے ہوئے تھے۔

یہ مقام طور اور ابوزنیمہ شہروں کے درمیان تھا۔ یہاں پر مصریوں کی تانبے اور فیروزے کی کانیں تھیں اور ان کانوں کی حفاظت کے لیے مصریوں نے یہاں پر اپنی چھاؤنیاں تعمیر کر رکھی تھیں۔

اس جگہ دو بڑے بڑے بت تھے۔ ایک مصریوں کا بت خانہ جس میں سنہری بچھڑے کی پوجا کی جاتی تھی اور دوسرا قدیم بت خانہ سامی قوم کا تھا اور اس کے اندر سامی اپنی چاند دیوی کی پرستش کیا کرتے تھے۔

ایک روز بنی اسرائیل کا ایک بہت بڑا گروہ جس میں سامری اور قارون بھی شامل تھے ان بت خانوں کی طرف آئے۔ پہلے وہ سامی بت خانے میں گئے پھر مصریوں کے قدیم بت خانے میں داخل ہوئے جہاں پر بچھڑے کی پوجا ہوتی تھی۔

کچھ دیر تک وہ ان لوگوں کے طریقہ عبادت کو دیکھتے رہے۔ بچھڑے کے لیے بنی ہوئی عمارت کو دیکھ کر وہ بے حد متاثر ہوئے۔ اچانک بت خانے میں عزازیل سامری کے پاس آیا اور اسے گلے لگا کر ملا پھر ہجوم سے نکال کر اسے ایک طرف لے گیا۔ ابھی وہ اس سے کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ قارون بھی تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا ان کی طرف آ گیا۔ شاید اس نے بھی عزازیل کو پہچان لیا تھا۔

قریب آ کر قارون بڑی گرمجوشی سے عزازیل سے ملا۔ اس موقع پر سامری نے حیرت سے قارون سے پوچھا: "کیا تم میرے آقا کو جانتے ہو؟"

قارون نے مسکراتے ہوئے باری باری دونوں کو دیکھا پھر سامری کو جواب دیا: "اے سامری! یہ عزازیل تمہارے ہی نہیں میرے بھی آقا ہیں۔ جو کچھ میرے پاس مال و متاع اور دولت و خزانوں کی صورت میں ہے وہ سب ان ہی کی وجہ سے ہے۔"

قارون ابھی اپنی بات جاری رکھے ہوئے تھا کہ اس دوران ایک نہایت حسین و جمیل اسرائیلی لڑکی ان کی

طرف آتی ہوئی دکھائی دی۔

عزازیل نے چونک کر سامری اور قارون سے کہا: "میں تو علیحدگی میں تم دونوں سے کچھ کہنا چاہتا تھا مگر اب یہ لڑکی چلی آ رہی ہے۔ یہ کون ہے۔ تم اسے یہاں سے ٹالنے کی کوشش کرو۔"

سامری اور قارون نے مڑ کر غور سے اس لڑکی کی طرف دیکھا پھر قارون نے معنی خیز انداز میں کہا: "اے آقا! یہ ہمارے بھروسے کی لڑکی ہے۔ بنی اسرائیل کی یہ حسین ترین اور بہترین رقاصہ اور مغنیہ ہے۔ بنی اسرائیل کے سب لوگ اس سے خوب آشنا ہیں اور اس کی ایک جھلک اور رقص دیکھنے کے لیے بیتاب رہتے ہیں۔

اے آقا! یہ لڑکی بنی اسرائیل میں ایسی ہر دلعزیز اور مقبول ہے کہ لوگ اب اس کا نام لینے کے بجائے اسے مغنیہ کہہ کر ہی پکارتے ہیں۔"

اتنی دیر میں مغنیہ ان کے قریب آ کھڑی ہوئی تھی۔ قارون نے اُسے براہ راست مخاطب کرتے ہوئے کہا: "اے مغنیہ! ان سے ملو۔ یہ میرے اور سامری کے آقا عزازیل ہیں۔"

قبل اس کے کہ مغنیہ جواب میں کچھ کہتی عزازیل بول پڑا: "اے مغنیہ! بنی اسرائیل میں سے آج سے سامری اور قارون کی طرح تو بھی میرے لیے قابل بھروسہ ہے۔"

جواب میں مغنیہ نے سر کو خم کیا اور اپنی ترنم خیز اور نقرئی آواز میں بولی: "اے آقا! میرے لیے یہ امر باعث فخر ہے کہ میں آپ کے لیے اعتماد اور بھروسے کے قابل ہوں۔"

مغنیہ کے خاموش ہونے پر عزازیل اپنے مطلب کی طرف آتے ہوئے بولا: "اے سامری! اے مغنیہ اور اے قارون! غور سے سنو۔ بنی اسرائیل کا یہ ہجوم جس وقت سامیوں کے بت خانے میں داخل ہوا اس وقت میں بھی اس کے ساتھ تھا اور اب جب یہ مصریوں کے اس بت خانے میں آ گئے ہیں تب بھی میں ان کے ساتھ ہوں۔ اب یہ واپس اپنے پڑاؤ میں جائیں گے اس لیے اب میں تم سے وہ بات کہنا چاہتا ہوں جس میں میرے لیے خوشی اور اطمینان ہے۔

وہ بات یہ ہے کہ یہاں سے واپس جا کر تم موسیٰؑ سے یہ مطالبہ کرو کہ ہمیں بھی ایسا ہی بت خانے جیسا ایک بچھڑا سونے کا بنا کر دو جس کی بنی اسرائیلی پوجا کریں۔"

"اور سنو۔ اگر تم ایسا کرانے میں کامیاب ہو گئے تو یہ میری خوشی اور دل جمعی کا باعث ہو گا۔ بس یہی بات میں تم سے کہنا چاہتا تھا۔ اب تم میری اس خواہش کی تکمیل میں لگ جاؤ۔ میں اب یہاں سے رخصت ہوتا ہوں۔"

اس کے ساتھ ہی عزازیل وہاں سے چلا گیا۔

اس موقع پر سامری نے اپنے سینے پر بایاں ہاتھ جماتے ہوئے سر کو کسی قدر خم کرتے ہوئے کہا: "اے آقا تیری خاطر میں یہ کام سرانجام دوں گا۔"

پھر وہ وہاں سے ہٹ کر بت خانے میں ایک بلند جگہ پر آ کھڑا ہوا اور ہاتھ لہرا لہرا کر بنی اسرائیل سے خطاب کرنے لگا: "اے گروہ بنی اسرائیل! میں تم سے ہی تمہارا بھائی سامری ہوں۔ میں تمہاری بہتری اور خوشحالی کا خواہش مند ہوں۔ اے بنی اسرائیل! تم نے مصریوں کا یہ قدیم بت خانہ اور اس کے اندر اس سنہری بچھڑے اور اس کی پوجا کے طریقۂ کار کو بھی دیکھا ہے۔ کیا تم لوگ اپنے لیے ان چیزوں کو بنا اور باعث کشش نہیں پاتے۔"

"اے بنی اسرائیل! کیوں نہ ہم بھی واپس جا کر موسیٰؑ سے التماس کریں کہ وہ سونا جو ہم مصر سے اپنے ساتھ لائے ہیں اس سے ہمیں بھی ایسا ہی ایک سنہری بچھڑا ڈھال دے تاکہ ہم بھی ان مصریوں کی طرح اس کی پرستش کریں۔ اور اے بنی اسرائیل! یقیناً اس بچھڑے کی پرستش ہمارے لیے خوشحالی و مال و دولت کی فراوانی کا باعث ہوگی۔"

بنی اسرائیل کو سامری کی یہ باتیں بھا گئیں کیونکہ جواب میں وہ ہاتھ لہرا لہرا کر اور بلند آوازوں میں اس کی تائید کرنے لگے تھے۔

سامری نے بنی اسرائیل کے اس جوش و خروش کو سود مند جانا اور بنی اسرائیل کے اس گروہ کو لے کر موسیٰؑ کی جانب روانہ ہو گیا۔

پڑاؤ میں واپس آ کر یہ گروہ موسیٰؑ کے پاس آیا اور انہیں مخاطب کر کے کہا: "اے موسیٰؑ! ہم ابھی مصریوں کے بت خانے سے ہو کر آ رہے ہیں۔ وہاں سنہری بچھڑے کی پرستش کی جاتی ہے۔ اس بت خانے کا ماحول اور اس سنہری بچھڑے کی پوجا پاٹ کے طریقے ہمیں اچھے لگے ہیں۔

اے موسیٰؑ! ہماری گزارش ہے کہ ہمارے لیے بھی آپ ایک ایسا ہی سنہری بچھڑا بنا دیں جو ہمارا معبود کہلائے۔ اور ان مصریوں کی طرح ہم بھی اس کی پرستش کریں۔"

اسرائیلیوں کی اس گفتگو پر موسیٰؑ بے حد خفا ہوئے۔ انہوں نے ان کو عار دلائی۔ ملامت کی اور پھر ڈانٹنے کے انداز میں کہا:

"اے بنی اسرائیل! بدبخت گروہ! تم نے خدائے واحد کی پرستش چھوڑ کر بت پرستی کا ارادہ کر لیا ہے اور

خدا کی تمام نعمتوں کو فراموش کر بیٹھے ہو جن کا مشاہدہ تم کر چکے ہو۔

اے بنی اسرائیل! تم لوگ گزشتہ ساڑھے چار سو برس سے مصر کے جابر و قاہر بادشاہوں اور مصری قوم کے ہاتھوں میں غلام اور مظلوم چلے آرہے تھے اور اب تک تم ان کی غلامی میں سخت سے سخت مصائب اور مظالم کا شکار ہوتے رہے ہو لیکن خداوند کریم کو تم پر رحم آیا اور اس نے مجھے نبی بنا کر تم میں مبعوث کیا۔ میں تمہیں ہدایت کی پیروی اور مظلوم قوم کی آزادی کا پیغام سنانے آیا ہوں۔

اے بنی اسرائیل! تم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ فرعونی طاقت اپنے تمام مادی اسباب کے ساتھ حق کا مقابلہ کرتی رہی مگر ہر مرتبہ اسے شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ اور آخر کار حق کی ہی سربلندی کے لیے خدا نے تمہاری نجات اور آزادی کے لیے سمندر میں معجزانہ طور پر راستے بنا دیے جن سے ہوتے ہوئے تم خیر و عافیت کے ساتھ اس سرزمین میں داخل ہوئے۔

پھر یہ بھی تمہارے لیے ایک معجزہ ہوا کہ جن راستوں سے تم نے سمندر عبور کیا وہیں میرے رب نے فرعون اور اس کے لشکر کو غرق کر کے رکھ دیا۔

اے بنی اسرائیل! اگر تم سوچو تو یہ سب معجزے صرف اس لیے ہیں کہ تم اللہ ہی کو اپنا واحد معبود جانو اور کسی اور کو اس کی صفات میں، ذات میں، حقوق اور اختیارات میں شریک نہ ٹھہراؤ۔ یاد رکھو اگر تم میں سے کسی نے بھی اس خدائے واحد کی عبادت چھوڑ کر کسی اور کو اپنا معبود بنانے کی کوشش کی یا کسی کو اس کے ساتھ شریک ٹھہرایا تو پھر سن رکھو میں تم لوگوں کے خلاف جہاد کروں گا۔"

موسیٰؑ کے جواب پر سامری اور بنی اسرائیل کے دیگر لوگوں کو مایوسی ہوئی اور وہ سب وہاں سے ہٹ کر اپنے خیموں میں چلے گئے۔

○

یوناف اور بیوام نے چند روز تک حمص شہر کی ایک سرائے میں قیام کیا۔ اس دوران انہوں نے سارا شہر اور اس کے گرد و نواح کے علاقوں کو گھوم پھر کر دیکھا۔ پھر انہوں نے وہاں سے روانگی کا ارادہ کر لیا۔

کوچ کرنے کے ارادے سے جب وہ سرائے کے اصطبل میں آئے تو انہوں نے دیکھا کہ اصطبل میں کام کرنے والے لڑکے نے ان کے گھوڑوں پر زینیں کس دی تھیں اور ان کے بستر، خورجینیں اور دیگر ضروری سامان اور کھانے پینے کی اشیا بھی گھوڑوں کی زینوں کے ساتھ باندھ دی تھیں۔

یوناف نے آگے بڑھ کر باری باری دونوں گھوڑوں کے تنگ میں انگلی ڈال کر زینوں کے کسے جانے کا اندازہ

لگایا پھر مسکراتے ہوئے لڑکے سے کہا:

"تم نے ہم دونوں کے گھوڑوں پر بڑی محنت اور شوق سے زینیں کسی ہیں۔"

اس نے چند سنہری سکے نکالے اور لڑکے کی ہتھیلی پر رکھتے ہوئے کہا:

"یہ تمہاری محنت، جانفشانی اور خلوص کا انعام ہے۔"

لڑکے نے سکے لے کر سنبھال لیے۔ پھر اس نے بڑے اشتیاق سے پوچھا:

"اب آپ دونوں کی منزل کیا ہوگی؟"

یوناف نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا:

"اے میرے عزیز! منزل تو ہماری مصر میں دریائے نیل کے کنارے ممفس شہر ہے لیکن ہم پہلے یہاں ٹرائے شہر کی طرف جائیں گے اور وہاں سے بحری جہاز کے ذریعے مصر کا رخ کریں گے اور اے میرے عزیز! اب یہاں سے ہم انطاکیہ جائیں گے۔ وہاں چند روز قیام کرنے کے بعد جبل عاروس سے ہیچ و پیچ آگے بڑھتے ہوئے صدانہ اور آزین شہروں سے ہو کر ازمیر اور پھر ٹرائے شہر کو نکل جائیں گے۔"

یوناف کی بات سن کر لڑکے کے چہرے پر فکر و پریشانی کے آثار نمودار ہو گئے۔ پھر اس نے ہمدردی میں ڈوبی آواز میں کہا:

"یہاں سے انطاکیہ کا سفر تو انتہائی دشوار اور پرخطر ہے۔ اکا دکا کوئی بھی شخص اس شاہراہ پر سفر نہیں کرتا اور جو کوئی ایسا کرے راستے میں ہی کوہستانی لوگ اسے لوٹ کر قتل کر دیتے ہیں۔ اس بنا پر میں یہ کہوں گا کہ آپ کیلیے اکیلے انطاکیہ کا سفر کرنا پرخطر ہے۔

اسی سرائے میں انطاکیہ کا ایک تاجر ٹھہرا ہوا ہے جس کے ساتھ اس کے آٹھ ملازم اور یہاں سے اور دیگر شہروں سے خریدا ہوا کافی سامان بھی ہے۔ وہ اس انتظار میں ہے کہ یہاں سے انطاکیہ کی طرف کوئی تجارتی کارواں جانے والا ہو تو وہ اسی کے ساتھ جائے گا۔ اپنے ساتھ آٹھ ملازم ہونے کے باوجود وہ سفر نہیں کر رہا صرف اس لیے کہ راستے میں وہ اپنے مال و جان سے محروم کر دیا جائے گا۔ اس بنا پر میں آپ کو مخلصانہ مشورہ دوں گا کہ آپ دونوں ابھی انطاکیہ کی طرف روانہ نہ ہوں بلکہ یہاں رک کر انتظار کریں اور جب کوئی تجارتی کارواں انطاکیہ کے لیے روانہ ہو تو آپ بھی اس کے ساتھ ہو لیں۔"

یوناف مسکرایا۔ پھر اس لڑکے کا شانہ تھپ تھپاتے ہوئے اس نے پوچھا:

"کیا تم مجھے اس تاجر سے ملوا سکتے ہو؟"

لڑکے نے بشاشت سے جواب دیا:

"ہاں ہاں۔ آپ میرے ساتھ آئیے۔"

یوناف اور یوام دونوں اس کے ساتھ ہو لیے۔

لڑکا ان دونوں کو اصطبل سے نکال کر سرائے کے اندرونی حصے کی طرف لے گیا اور وہاں اس نے ایک کمرے کے دروازے پر دستک دی۔

تھوڑی دیر بعد ڈھلتی ہوئی عمر کے ایک آدمی نے دروازہ کھولا اور ان تینوں کو دیکھ کر حیرت بھری آواز میں پوچھا:

"کیا آپ لوگوں کو مجھ سے کوئی کام ہے۔"

لڑکا جلدی سے بولا:

"یہ دونوں میاں بیوی ہیں۔ ان کے نام یوناف اور یوام ہیں۔ یہ انطاکیہ جانا چاہتے ہیں اور اسی بارے میں آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔"

ادھیڑ عمر آدمی نے کہا:

"میرا نام سریان ہے۔ آپ اندر آ جائیے۔ اندر بیٹھ کر بات کرتے ہیں۔"

یوناف نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے لڑکے سے کہا:

"اب تم جاؤ۔"

لڑکا وہاں سے چلا گیا۔ یوناف اور یوام اندر جا کر ایک نشست پر بیٹھ گئے۔ سریان بھی دروازہ بند کر کے ان کے سامنے آ بیٹھا۔

یوناف نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا:

"میں اپنی بیوی کے ساتھ یہاں سے انطاکیہ کی طرف کوچ کرنے والا تھا کہ اس لڑکے نے مجھے تنبیہ کی کہ ہم دونوں کو یوں تنہا انطاکیہ کی طرف سفر نہیں کرنا چاہیے کیونکہ راستے میں کوہستانی لوگ مسافروں کو جان اور مال دونوں سے ہی محروم کر دیتے ہیں۔

اس نے مجھے آپ کے متعلق بتایا کہ آپ تاجر ہیں اور اس انتظار میں ہیں کہ کب کوئی کارواں انطاکیہ جانے کو تیار ہو اور آپ اس کے ساتھ ہو لیں۔

میں آپ سے یہ کہنے آیا ہوں کہ کیا ہم دونوں میاں بیوی اور آپ اکٹھے مل کر انطاکیہ کی طرف سفر نہیں کر سکتے۔"

جواب میں تاجر سریان نے کہا۔ اس کی آواز میں خوف اور خدشات تھے:

"اے جوان! شاید اس سے پہلے تو نے کبھی حمص سے انطاکیہ کی طرف سفر نہیں کیا۔ ورنہ مجھ سے ایسی بات نہ کہتا۔ اس لیے کہ میرے ساتھ آٹھ ملازم ہیں۔ نواں میں ہوں۔ تم دونوں میاں بیوی کو ملا کر تعداد گیارہ

ہو جائے گی جبکہ انطاکیہ جانے والی شاہراہ پر جب کوہستانی راہزن حملہ آور ہوتے ہیں تو پہاڑوں کے اندر سے بھوکے درندوں کی طرح نکل کر انسانی خون اچھالتے ہیں۔ یہ تعداد میں کچھ زیادہ نہیں ہوتے لیکن چونکہ کوہستانی راستوں اور دروں سے خوب واقف ہیں لہٰذا اکا دکا مسافروں یا چھوٹے گروہ پر حملہ آور ہو کر اور لوٹ مار کے علاوہ قتل و غارت کر کے ان پہاڑی دروں میں یوں غائب ہو جاتے ہیں جیسے کوئی وجود ہی نہ رکھتے ہوں۔ بڑے کارواں پر حملے میں انہیں خدشہ ہوتا ہے کہ ان کے اپنے ساتھی ہی قتل نہ ہو جائیں۔ بلکہ یہ خدشہ بھی انہیں ہوتا ہے کہ اگر ان کا کوئی آدمی تجارتی کارواں والوں کے ہاتھ لگ گیا تو وہ اس سے ان کے اصل ٹھکانوں سے متعلق بھی پوچھ لیں گے۔

اس لیے وہ چھوٹے چھوٹے قافلوں اور اکا دکا سفر کرنے والوں پر ہی حملہ آور ہوتے ہیں اور ان کا مال و اسباب لوٹ کر انہیں قتل کر دیتے ہیں۔

اے جوان! ہم گیارہ نفوس تو ان کے لیے لقمۂ تر ثابت ہوں گے پھر تمہارے ساتھ تو تمہاری جوان اور حسین بیوی بھی ہے۔ ہو سکتا ہے قزاق تمہیں قتل کر کے اسے اٹھانے جائیں لہٰذا میں تمہیں مخلصانہ مشورہ دوں گا کہ کبھی بھی انطاکیہ کی طرف اکیلے سفر نہ کرنا۔ بہتر ہے تم اسی سرائے میں انتظار کرو اور جب کوئی کارواں جائے گا تو میں تم دونوں کو مطلع کر دوں گا۔ پھر تم ہمارے ساتھ ہی انطاکیہ چلنا۔"

یوناف نے سریان کی طرف گہری نگاہوں سے دیکھا اور کہا:

"اگر میں تم پر یہ انکشاف کروں کہ میں کچھ مافوق الفطرت قوتوں کا مالک ہوں اور حفاظت تمہیں اور تمہارے ملازموں کو مال و اسباب سمیت انطاکیہ لیجا سکتا ہوں تب بھی کیا تم میرے ساتھ سفر پر آمادہ نہ ہو گے۔"

سریان نے فیصلہ کن انداز میں کہا:

"اگر تم یہاں میرے کمرے میں بھی اپنی سری قوتوں کا مظاہرہ کر دو تب بھی میں کسی تجارتی کارواں کے بغیر انطاکیہ کا رخ نہ کروں گا۔ اس لیے کہ تجارتی مال کی صورت میں میرے پاس میری زندگی کا سرمایہ اور میری زیست کی پونجی ہے۔ میں اس سے محروم نہیں ہونا چاہتا۔ اگر تم دونوں فوق البشر قوتوں کے مالک ہو اور اکیلے ہی انطاکیہ جانا چاہتے ہو تو جاؤ۔ میں تمہارے ساتھ نہ جا سکوں گا۔ میں کسی تجارتی کارواں کے ساتھ ہی جاؤں گا۔"

سریان کے اس جواب پر یوناف نے کچھ بھی نہ کہا۔

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور یوام کے ساتھ انطاکیہ کی طرف تنہا سفر کرنے کے ارادے سے تاجر سریان کے کمرے سے نکل گیا!

سرائے میں تاجر مریان کے کمرے سے نکل کر یوناف اور یوام تیزی کے ساتھ اصطبل میں آئے۔ اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے اور تیزی سے انطاکیہ جانے کے لیے سرائے سے کوچ کر گئے۔

ایک روز شام ہونے سے ذرا دیر قبل یوناف اور یوام حمص اور انطاکیہ کے درمیان ایک کوہستانی سلسلے میں سفر کر رہے تھے کہ یوناف چونک پڑا۔ کیونکہ اس نے اپنے سامنے بلندی سے کچھ پتھر لڑھک کر شاہراہ پر گرتے دیکھے تھے۔ یوام نے بھی یہ منظر دیکھا اور اس کے چہرے پر پریشانیاں اور تفکرات نے ہجوم کر لیا۔

یوام اپنے خدشات کے متعلق یوناف سے کچھ کہنے کے لیے اپنے حسین لب کھولنا ہی چاہتی تھی کہ رک گئی۔ اس لیے کہ آٹھ کے قریب مسلح جوان کوہستانی سلسلے کی بلندیوں سے بھاگتے ہوئے نیچے آئے اور ان کا راستہ روک کر کھڑے ہو گئے۔

اسی لمحہ ابلیکا نے یوناف کی گردن لپیٹ دیا اور اس کے ساتھ ہی اس کی مترنم اور کھنکتی ہوئی آواز یوناف کے کانوں میں پڑی:

"یوناف! یوناف! اے میرے حبیب! اگر تم کہو تو ان راستہ روکنے والوں کی طرف لپکوں اور انہیں راستے سے ہٹا دوں۔"

یوناف نے کہا:

"اے ابلیکا میں سمجھتا ہوں کہ تمہارے حرکت میں آنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں خود ہی ان لٹیروں سے

نمٹ لیتا ہوں۔"

اس کے ساتھ ہی اس نے اپنی تلوار بے نیام کر لی اور اپنے گھوڑے کو آگے بڑھا کر ان کے قریب ہوتے ہوئے اس نے پوچھا:

"تم لوگ کون ہو اور کیوں ہماری راہ روکے کھڑے ہو؟"

مسلح جوانوں میں سے ایک نے جواب دیا:

"ہمیں حیرت ہے کہ تم نے ایک حسین لڑکی کے ساتھ انطاکیہ جانے والی شاہراہ پر یوں اکیلے اور تنہا سفر کرنے کی جسارت کیسے کر لی۔ یوں لگتا ہے تم ان سرزمینوں سے واقفیت نہیں رکھتے۔ جہاں تک تمہاری راہ روکنے کا تعلق ہے تو ہم تمہاری نقدی اور جان دونوں کے ہی طلب گار ہیں، تاہم تمہاری یہ ساتھی لڑکی محفوظ رہے گی اور اسے ہم اپنے ساتھ لے جائیں گے۔"

اس جوان کی بات پر یوناف کی حالت ایسی ہو گئی جیسے رقص کرتے ہوئے بے شمار زخم زدہ موجوں اور گرداب کا ایک نہ ختم ہونے والا تلاطم سینے کے دہکتے داغوں کا ایک ہجوم ہو۔

کچھ دیر بعد اس نے اپنی اس کیفیت پر قابو پا کر کہا:

"اے گناہوں کے پرستارو! میری راہ سے نکل جاؤ ورنہ یاد رکھو میں تمہارے ظلم و جبر کی پیاس تمہارے ہی خون سے بجھاتا ہوا نکل جاؤں گا اور تمہاری حالت ہواؤں میں رقص کرتی نالہ و فریاد کی کیفیت جیسی کر کے رکھ دوں گا۔ ابھی وقت ہے میری راہ سے ہٹ جاؤ اور جدھر سے آئے ہو ادھر ہی کو لوٹ جاؤ۔ ورنہ تم دیکھو گے کہ میں تم سب کی حالت بے رونق بستیوں اور مرگ زدہ مایوسی جیسی کر دوں گا۔"

اس جوان نے پھر کہا:

"اے اجنبی! ایسی گفتگو ہم پہلے بھی کئی مسافروں سے سن چکے ہیں اور جو اپنے آپ کو اس شاہراہ پر یوں بے بس محسوس کرتا ہے پھر بھی دیکھ لیتا ہے کہ موت اس کے سر پہ رقص کر رہی ہے اور پھر وہ اسی قسم کی بات چیت کرتا ہے جیسی تو نے کی ہے۔"

یوناف نے اس بار انتہائی غصے کے عالم میں اپنی تلوار ان کی طرف لہراتے ہوئے کہا:

"تم میں سے جو میرے ہاتھوں پہلے موت سے بغل گیر ہونا چاہتا ہے وہ آگے بڑھ کر مجھ پر پہلے حملہ آور ہو۔"

ان میں سے دو جوان آگے بڑھے اور ان میں سے ایک طنز سے بولا:

"ہم دونوں ہی تم دونوں کے لیے کافی ہیں، ہمارے باقی چھ ساتھی اس شاہراہ پہ تم دونوں کی

بے بسی اور لاچارگی کا تماشہ دیکھیں گے۔

ابھی وہ دونوں مسلح جوان اپنی سوچوں میں غرق تھے کہ یوناف راتوں کے غیبی شعلوں اور سرخ ریت کے غیر آباد و بے آب و گیاہ صحرا کی طرح ان پر یوں حملہ آور ہوا کہ اپنی پہلی ہی جھپٹ میں اس نے ان دونوں جوانوں کی گردنیں کاٹ دیں۔ فضا میں ایک بار ان دونوں کی چیخیں بلند ہوئیں پھر ان سنگلاخوں کے اندر گہری خاموشی طاری ہو گئی۔

باقی چھ نے جب اپنے دو ساتھیوں کا یہ انجام دیکھا تو غصے اور انتقام کی آگ میں جلتے ہوئے وہ یوناف کی طرف بڑھے۔ یوناف نے بھی اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور ان پر حملہ آور ہوا۔ دوبارہ وہ ان پر اس طرح جھپٹا کہ اس نے پھر پہلے ہی ہلے میں ان میں سے دو اور کی گردنیں اڑا دیں۔ اب وہ باقی چاروں پر یوں حملہ آور ہوا جیسے بھیڑیا بھیڑوں کے ریوڑ میں یا شاہین کبوتروں کے غول میں گھس جاتے ہیں۔

وہ چاروں زیادہ دیر تک یوناف کے سامنے نہ جم سکے اور اس نے ان چاروں کو بھی کاٹ کے رکھ دیا۔

پھر اس نے تلوار نیام میں کر لی اور حسین یوام سے کہا:

”یوام! یوام! آؤ اپنی منزل کی طرف چلیں۔ انہوں نے جس جوش و خروش اور جذبے سے ہماری راہ روکی تھی اس کے مطابق یہ بہت کم وقت میرے سامنے ٹھہر سکے۔“

یوام گہری مسکراہٹ اور تشکر آمیز نگاہوں سے اسے دیکھتی ہوئی اس کے قریب آئی اور پیار سے اس کا شانہ تھپک کر بولی:

”دنیا کے اندر میرے خیال میں کوئی ایسا جوان نہیں جو طاقت اور قوت میں آپ کا مقابلہ کر سکے۔“

یوناف کے لبوں پر مسکراہٹ بکھر گئی۔

پھر دونوں میاں بیوی اپنے گھوڑوں کو ایڑ لگا کر انطاکیہ کی طرف جانے والی شاہراہ پر سرپٹ دوڑاتے ہوئے روانہ ہو گئے۔

○

منفہ میں چند روز قیام کرنے کے بعد موسیٰؑ بنی اسرائیل کو لے کر آگے بڑھے۔ اور شور کے بیابانوں میں داخل ہوئے۔

تین دن تک ان ویرانوں میں سفر جاری رہا۔ اس دوران انہیں کہیں بھی راستے میں پینے کا پانی میسر

نہ ہوا۔ یہاں تک کہ وہ مارا نام کے شہر میں آئے۔

یوں موسیٰؑ کی ہدایت پر بنی اسرائیل نے آرام کی غرض سے پڑاؤ کیا کیونکہ بنی اسرائیل کو راستے میں پینے کے لیے میٹھا پانی نہ ملا تھا اور امید تھی کہ یہاں چند روز قیام کرنے کے دوران انہیں کم از کم پینے کے لیے میٹھا پانی تو ملے گا۔

لیکن بنی اسرائیل کو یہاں بھی مایوسی ہوئی اس لیے کہ مارا شہر اور اس کے گرد و نواح کا پانی کھارا اور کڑوا تھا جب بنی اسرائیل کو اس کا علم ہوا تو وہ موسیٰؑ کے گرد جمع ہو گئے اور ان سے غصے اور خفگی کا اظہار کرتے ہوئے وہ سب کہنے لگے:

”اب ہم یہاں کیا پئیں گے۔ ہم اور ہمارے بچے پیاسے مر جائیں گے۔“

بنی اسرائیل بڑبڑاتے ہوئے طرح طرح کے سخت الفاظ استعمال کرنے لگے۔ یہ صورت حال دیکھ کر موسیٰؑ نے رب تعالیٰ کے حضور بہتری کی دعا کی۔

تب جبرائیلؑ وحی لے کر نازل ہوئے اور موسیٰؑ کو ایک پیڑ دکھایا۔ ساتھ ہی ہدایت کی گئی کہ:

”اگر اس پیڑ کا کوئی حصہ پانی میں ڈالا جائے گا تو کھارا پانی میٹھا ہو جائے گا۔“

پس وحی کے مطابق عمل کیا گیا تو کڑوا پانی میٹھا ہو گیا اور یہاں کچھ روز اور بنی اسرائیل نے امن و سکون سے گزار دیے۔

یہیں پر موسیٰؑ کو بنی اسرائیل کے لیے خداوند تعالیٰ نے اپنے احکام کے مطابق زندگی بسر کرنے کے لیے آئین اور شریعت عطا کی۔

بنی اسرائیل کو خداوند کریم کی طرف سے یہ حکم دیا گیا کہ اگر وہ خدا کی اطاعت کریں گے اور وہی کام کریں گے جو اس کی نظر میں بھلے ہوں تو وہ بنی اسرائیل کو ان بیماریوں اور عذابات سے محفوظ رکھے گا جو مصریوں پر نازل کیے گئے تھے۔

مارا میں کچھ دن قیام کرنے کے بعد موسیٰؑ و ہارونؑ کی راہنمائی میں بنی اسرائیل نے آگے کی طرف کوچ کیا حتیٰ کہ وہ ایلیم کے مقام پر آ پہنچے۔ یہاں پانی کے چشمے اور کھجوروں کے باغات تھے۔ سو بنی اسرائیل نے یہیں پہ پڑاؤ کر لیا۔

○

یہیں ایلیم کے مقام پر بنی اسرائیل ایک بار پھر موسیٰؑ و ہارونؑ کے ساتھ خفگی و ناراضگی کا اظہار کرنے لگے اور طرح طرح کی باتیں سناتے ہوئے بڑبڑانے لگے کہ:

"کاش! ہم اپنے خداوند کے ہاتھوں مصر ہی میں مار دیے جاتے اس لیے کہ وہاں مصر میں ہم گوشت کی ہانڈیوں کے پاس بیٹھ کر جی بھر کر کھانا کھایا کرتے تھے اور اے موسیٰؑ! تم ہم سب کو اس بیابان میں کیا اس لیے لائے ہو کہ ہمارے بنی اسرائیل کو بھوکوں مار کر ختم کر دو۔ یہاں پانی تو ضرور ہے پر یہ جو کھجوروں کے باغات ہیں ان پر ابھی کھجوریں آنے کا موسم نہیں ہے اور ہمارے پاس اب کھانے کو بھی کچھ نہیں ہا سوان ویرانوں کے اندر ہم صرف پانی پر گزارا کر کے کیسے اور کیونکر زندہ رہ سکیں گے۔"

بنی اسرائیل کی اس خفگی اور ناراضگی کے جواب میں خداوند کریم کی طرف سے وحی نازل ہوئی۔ تب موسیٰؑ نے اپنی قوم کو مخاطب کر کے کہا:

"اے بنی اسرائیل! آج شام تم جان لو گے کہ میرا رب جو تمہیں مصر سے نکال لایا ہے، ہی ساری کائنات کا مالک ہے اور تم خدا کا جلال دیکھو گے کہ تم جو خدا پر بڑبڑاتے ہو تو وہ تمہارے اس رازداری کے ساتھ بڑبڑانے کو بھی سنتا ہے۔ اور ہم میں سے کون ہے جس پر تم ناراض ہوتے ہو۔ اگر تم ایسا کرتے ہو تو یہ تم خدا ہی کے خلاف کرتے ہو اس لیے کہ میں تو اپنے رب کے احکام کا اتباع کرتے ہوئے تمہیں مصر سے نکال لایا ہوں۔

اور سنو بنی اسرائیل! میرا خدا جو خالق و وحدہٗ لاشریک ہے شام کو تمہیں کھانے کو گوشت اور صبح کو پیٹ بھر روٹی دے گا۔ پس یہ کھانا جو تمہیں خدا کی طرف سے مہیا کیا جائے گا اس کا نام من وسلویٰ ہوگا اور یہ ان بیابانوں کے اندر ہم سب پر خدا کی بہت بڑی نعمت اور عنایت ہوگی کہ ان صحراؤں کے اندر جہاں کھانے کو کچھ بھی نہیں مولا کریم ہمارے لیے ایسی خوراک نازل فرمائے جو بڑے سے بڑے امیر کو بھی میسر نہیں ہے۔"

پس جب شام ہوئی تو بنی اسرائیل نے دیکھا کہ ان کی خیمہ گاہ کے آس پاس اس قدر بٹیر جمع ہو گئے ہیں کہ انہوں نے جیسے پورے پڑاؤ کو ڈھانپ لیا تھا۔

بنی اسرائیل نے موسیٰؑ کے کہنے پر ان بٹیروں کو پکڑ لیا تاکہ انہیں ذبح کر کے اور بھون کر ان کا گوشت اپنے کام میں لائیں۔ اور اگلی صبح جب بنی اسرائیل اس دشت میں سو کر اٹھے تو انہوں نے دیکھا کہ ان کے پڑاؤ کے اطراف میں دھنیے کے دانے کی مانند کوئی شے بکھری ہوئی ہے۔

بنی اسرائیل چونکہ اس شے کو پہلے نہ جانتے تھے لہٰذا اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے وہ پکار اٹھے:

"یہی من ہے۔"

تب موسیٰؑ و ہارونؑ نے ان سے مخاطب ہو کر کہا:

"یہی تمہاری روٹی کا سامان ہے جس کا وعدہ خدا نے تمہارے ساتھ کیا تھا۔ سو خداوند کریم کا حکم ہے کہ تم اس من وسلویٰ کو اپنے اپنے کھانے اور اپنے اپنے گھر کے افراد کے مطابق جمع کر لیا کرو اور کوئی بھی اپنی ضرورت سے زیادہ جمع نہ کرے اور اگر کسی نے ایسا کیا تو جو اپنی ضرورت سے زیادہ جمع کرے گا اس میں کیڑے پڑ جائیں گے اور وہ سڑ گل جائیں گے۔"

ساتھ ہی ان کو یہ حکم بھی دیا گیا کہ:

"تم یونہی ہر روز اپنے لیے من وسلویٰ جمع کر لیا کرو لیکن جمعہ کے روز اپنے لیے دو دن کی خوراک کے طور پر جمع کیا کرو تاکہ ہفتہ کا دن تمہارے لیے مقدس اور آرام کا "سبت" دن کہلائے۔"

پس ان بیابانوں کے اندر بنی اسرائیل من وسلویٰ کی صورت میں خداوند کریم کی نعمتوں سے مستفید ہونے لگے۔

پھر ایلیم سے انہوں نے کوچ کیا اور دشتِ سینا کی طرف رفیدیم کے مقام پر جا پڑاؤ کیا۔

یہ سرزمین ایسی تھی کہ دور دور تک پینے کو پانی نہ تھا اور اسی بنا پر ایک مرتبہ پھر بنی اسرائیل کا موسیٰؑ و ہارونؑ سے جھگڑا ہوا کہ من وسلوے کی صورت میں ہمارے کھانے کا بندوبست تو ہو چکا لیکن اس دشت میں ہم پینے کا پانی کہاں سے لائیں گے۔

پھر وہ یہ بھی کہنے لگے کہ:

"اے موسیٰؑ! تو ہمیں کیوں مصر سے نکال لایا کہ وہاں ہم اپنی مرضی سے کھاتے پیتے تھے۔"

اس پر موسیٰؑ نے پھر اپنے رب کے حضور فریاد کی اور جواب میں وحی کے ذریعے ان کو بتایا گیا کہ:

"کچھ آگے جا کر حورب نام کی چٹان پر اپنا عصا مارو۔ وہاں اس چٹان سے معجزانہ طور پر پانی کے بارہ چشمے جاری ہوں گے۔ پھر بنی اسرائیل ان بارہ چشموں کو آپس میں تقسیم کر لیں اور ہر قبیلہ اپنے اپنے چشمے کے پانی سے فائدہ اٹھائے۔"

پس من وسلویٰ کے ساتھ ساتھ اب بنی اسرائیل ان ریگزاروں میں پانی کی صورت میں خدا کی تیسری نعمت سے فوائد حاصل کرنے لگے۔

کھانے پینے کی ضروریات کی فراہمی سے بنی اسرائیل کو اطمینان ہو گیا تو انہوں نے موسیٰؑ سے ایک اور مطالبہ کر دیا کہ:

"دشت میں گرمی کی شدت عروج پر ہے اور یہاں کوئی سایہ دار درخت ہی نہیں ہے اور نہ ہی یہاں مصر کی طرح مکانوں کی سہولت و راحت میسر ہے اور اے موسیٰؑ! ایسا نہ ہو کہ یہ تپش اور گرمی کہیں ہم سب کی زندگیوں کا خاتمہ کر دے۔"

بنی اسرائیل کے اس مطالبے کے جواب میں موسیٰؑ نے انہیں تسلی و تشفی دی اور اپنے خدائے بزرگ کے حضور عرض کی:

"اے میرے اللہ! جب تو نے بنی اسرائیل پر اپنے اتنے بڑے بڑے انعامات اور فضل و کرم کی بارش کی ہے تو اے میرے رب! تو دھوپ کی شدت سے بھی ان کو نجات عطا فرما۔"

موسیٰؑ کی دعا قبول ہوئی۔

آسمان سے بادلوں کے پرے کے پرے نمودار ہوئے اور انہوں نے بنی اسرائیل پر سایہ کر دیا۔

اب بنی اسرائیل دشتِ سینا میں جہاں بھی جاتے یہ بادل ان پر سایہ کیے رہتے۔ یوں ان کو من و سلویٰ کے علاوہ بارہ چشموں اور بادلوں کا سایہ بھی فراہم کر دیا گیا۔

رفیدیم کے مقام پر جہاں خداوند تعالیٰ کی طرف سے بنی اسرائیل کو میٹھے پانی کے بارہ چشمے عنایت ہوئے تھے ان کے قریب ہی قوم عمالیق آباد تھی۔ انہوں نے جب دیکھا کہ ان کے قریب دشت کے اندر میٹھے پانی کے بارہ چشمے جاری ہو گئے ہیں جن کے اردگرد بنی اسرائیل مصر سے آ کر آباد ہو گئے ہیں تو انہوں نے ان کے خلاف جنگ کرنے کا ارادہ کر لیا۔

موسیٰؑ کو جب عمالیقیوں کے ان ارادوں کی خبر ہوئی تو ان کا مقابلہ کرنے کے لیے آپ بھی بنی اسرائیل کے جوانوں پر مشتمل ایک لشکر تیار کرنے لگے۔ اس لشکر کا سردار انہوں نے اپنے ساتھی اور خلیفہ یوشع بن نون کو بنا دیا۔

بنی اسرائیل کو چونکہ اس سے پہلے کبھی جنگ میں حصہ لینے کا موقع نہ ملا تھا اور وہ مصر میں غلامانہ زندگی بسر کرتے رہے تھے لہٰذا وہ خوف محسوس کرنے لگے۔

خداوند کریم کی طرف سے موسیٰؑ کو وحی ہوئی اور بنی اسرائیل کی ڈھارس کے لیے کہا گیا:

"اے بنی اسرائیل! تم بلاخوف و خطر عمالیقیوں کے خلاف جنگ کرو کہ یہ تمہارے رب کا حکم ہے اور تمہاری تسلی کے لیے میرے رب نے یہ معاملہ طے کیا ہے کہ میدانِ جنگ میں قریب ہی کے ایک پہاڑ پر میں اپنا عصا بلند کر کے کھڑا رہوں گا اور سن رکھو کہ جب تک عصا فضا میں بلند رہے گا میرے رب کی نصرت ہمارے ساتھ رہے گی۔"

"اے بنی اسرائیل! عمالیقیوں پر تم ہی غالب اور فتح مند ہو گے۔"

موسیٰؑ کی یہ باتیں سن کر بنی اسرائیل عمالیقیوں کے خلاف جنگ کرنے کے لیے آمادہ ہو گئے۔

جب بنی اسرائیل اور عمالیقی جنگجو رزم گاہ میں ایک دوسرے کے آمنے سامنے صف آرا ہوئے تو موسیٰؑ ہارونؑ اور ایک سردار حور پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گئے۔ جب وہاں موسیٰؑ نے اپنا عصا فضا میں بلند کیا تو اسرائیلیوں نے عمالیقیوں پر حملہ کر دیا۔ عمالیقی ایک جفاکش اور جنگجو قوم تھی۔ لڑائی کے دوران جب تک عصا فضا میں بلند رہتا بنی اسرائیل ان پر غالب رہتے اور جب موسیٰؑ کا ہاتھ تھک جاتا اور عصا نیچے ہو جاتا تو عمالیقی بنی اسرائیل پر غالب ہوتے دکھائی دینے لگتے۔

ہارونؑ اور حور نے یہ کیا کہ موسیٰؑ کو ایک بلند پتھر پر بٹھا دیا تاکہ وہاں سے ان کے ہاتھ میں بلند عصا نیچے لڑتے ہوئے بنی اسرائیلیوں کو دکھائی دیتا رہے۔ پھر ان دونوں نے موسیٰؑ کے بازوؤں کو تھام لیا تاکہ عصا پکڑے پکڑے ان کے ہاتھ تھک نہ جائیں۔

یوں جب وہ عصا لگاتار فضا میں بلند رہا اور بنی اسرائیل کو دکھائی دیتا رہا تو بنی اسرائیل نے عمالیقیوں کو اپنی تلواروں پر رکھ کر ان کا قتلِ عام کرتے ہوئے ان کو شکست دی اور بھاگ جانے پر مجبور کر دیا۔

اس طرح دشتِ سینا میں خداوند تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو فتح مند کیا اور پانی کے بارہ کے بارہ چشمے ان کے قبضے میں رہے۔

اسی رفیدیم کے مقام پر موسیٰؑ کے خسر شعیبؑ ان سے ملنے آئے۔ موسیٰؑ نے بڑی گرمجوشی سے ان کا استقبال کیا اور پورے حالات تفصیل کے ساتھ انہیں سنائے کہ کس طرح خدا نے انہیں اور بنی اسرائیل کو فرعون اور اس کے مظالم سے نجات دلائی۔

بنی اسرائیل میں قیام کے دوران شعیبؑ نے دیکھا کہ لوگ عموماً اپنے جھگڑوں اور تنازعوں کے فیصلے کرانے کے لیے موسیٰؑ کے پاس جمع ہو جاتے تھے اور آپ دن بھر ان کے فیصلے کرنے میں مصروف رہا کرتے تھے۔

ایک روز موسیٰؑ جب اپنے دن بھر کے کاموں سے فارغ ہوئے تو شعیبؑ نے ان کو نصیحت کرنے کے انداز میں کہا:

"اے موسیٰؑ! یہ لوگ انصاف حاصل کرنے کے لیے صبح سے شام تک کیوں تمہارے پاس اس طرح جمع رہتے ہیں؟"

موسیٰؑ نے کہا:

"یہ میرے پاس اس لیے آتے ہیں کہ میں ان کے جھگڑوں اور تنازعات کا فیصلہ خدا کے احکامات اور اس کی شریعت کے مطابق کروں۔"

شعیبؑ نے مشورہ دیتے ہوئے ان سے کہا:

اے موسیٰؑ! یہ طریقہ کار درست نہیں ہے بلکہ تو بنی اسرائیل میں سے کچھ ایسے لوگوں کو چن جو خدا ترس، سچے، رشوت دشمن اور خدا پر پکا اور بے عیب ایمان رکھنے والے ہوں۔ ان لوگوں کو ان کی علمی حیثیت کے مطابق ہزار ہزار، سو سو اور پچاس پچاس اور دس دس آدمیوں پر حاکم بنا دے کہ وہ ہر وقت اپنے ماتحت لوگوں میں خود انصاف کیا کریں اور چھوٹے چھوٹے مقدمات خود ہی نمٹا لیا کریں۔ ہاں کوئی بڑا مقدمہ یا مسئلہ ہو جو وہ اپنے لیے دقیق خیال کریں تو انصاف کے لیے تم تک آئیں۔ اس طرح تمہیں صبح سے لے کر شام تک بیٹھنا نہ پڑے گا اور نہ ہی ان ضرورت مندوں کو صبح سے شام تک تمہارا انتظار کرنے کی زحمت اٹھانا پڑے گی۔"

موسیٰؑ نے شعیبؑ کے اس مشورے اور نصیحت کو خوش دلی سے پسند کیا اور آئندہ کے لیے وہ اسی طریق کار پر عمل کرنے لگے۔

شعیبؑ چند روز قیام کے بعد مدین روانہ ہو گئے!

○

رفیدیم سے نکل کر آخر کار موسیٰؑ و ہارونؑ کی رہبری میں بنی اسرائیل دشتِ سینا میں داخل ہو گئے اور عین کوہستانِ سینا کے نیچے انہوں نے ڈیرے ڈال دیے۔

ایک روز موسیٰؑ جب جبلِ سینا پہ آئے تو خداوند تعالیٰ نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا:

"اے موسیٰؑ! تو بنی اسرائیل کو بتا دے کہ تم لوگوں نے دیکھا کہ میں نے تمہیں کیسے مصر سے نکالا اور مصریوں کے ساتھ کیا معاملہ کیا۔ پس اب اگر وہ میرا اتباع کریں اور میرے عہد پہ چلیں تو وہ سب قوموں سے افضل ٹھہریں گے۔

پس اے موسیٰؑ! تو بنی اسرائیل کے ستر سرکردہ لوگوں کو میرے پاس لا کہ میں ان کی موجودگی میں ان سے ہم کلام ہوں تاکہ انہیں یقین آ جائے کہ جو کچھ بھی احکامات تم انہیں پہنچاتے ہو وہ وحی کے ذریعے میری طرف سے ملتے ہیں اور یہ بھی لوگوں سے عہد لیا جائے کہ آئندہ اس راستے پر چلیں جو نیکی اور اطاعت کا راستہ ہے۔ سو تو تین دن بعد ان ستر سرکردہ اسرائیلیوں کو جبلِ سینا کے نیچے کھڑا کر کہ وہ میرا جلال دیکھیں اور اس عہد کی پابندی کریں جو میں ان سے لوں گا۔"

سو تین دن بعد موسیٰؑ نے اپنے رب کے حکم کے مطابق بنی اسرائیل کے ستر سرکردہ آدمیوں کو کوہستانِ سینا

کے نیچے لا کھڑا کیا۔

ان ستر افراد میں ہارونؑ کے علاوہ قارون بھی شامل تھا۔

پس تیسرے روز صبح ہوتے ہی بادل گرجنے اور بجلی چمکنے لگی۔ اپنے ستر سرداروں کو نیچے کھڑا کر کے جب موسیٰؑ جبلِ سینا پر گئے تو وہاں کالی گھٹائیں چھا گئیں اور اس کے ساتھ ہی قہرناک ہولناک آوازیں بلند ہونے لگیں۔ ان آوازوں نے ان ستر سرداروں بلکہ کچھ فاصلے پہ پڑاؤ کیے ہوئے بنی اسرائیل کو بھی خوفزدہ کر دیا اور کوہستانِ سینا اوپر سے نیچے تک دھوئیں سے بھر گیا۔

پھر خداوند تعالیٰ نے کوہستانِ سینا کی چوٹی سے موسیٰؑ کو پکارا اور یہ آواز سب نے سنی۔ پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے موسیٰؑ کو مختلف امور پہ ہدایات دی گئیں۔ ان آوازوں کو بھی نیچے کھڑے بنی اسرائیل کے سردار سن رہے تھے۔

یہاں پر موسیٰؑ کو جو ہدایات دی گئیں وہ یہ تھیں کہ:

۱۔ خدا کے ساتھ کسی اور کو معبود نہ مانا جائے۔

۲۔ عبادت کے لیے نہ کوئی صورت تراشی جائے اور نہ کسی چیز کی مورت بنائی جائے۔

۳۔ اپنے ماں باپ کی عزت کی جائے۔

۴۔ خون نہ بہایا جائے۔

۵۔ زنا نہ کیا جائے۔

۶۔ چوری نہ کی جائے۔

۷۔ جھوٹی گواہی نہ دی جائے۔

۸۔ پڑوسیوں کے گھر کا لالچ نہ کیا جائے۔

ان امور کے علاوہ جو مزید احکام دیے گئے وہ غلاموں کی خرید و فروخت، مرد و عورت کے تعلقات اور ناراست گوئی وغیرہ سے متعلق تھے۔

اس کے علاوہ خدا تعالیٰ نے موسیٰؑ کو یہ حکم بھی دیا کہ:

"واپس جاتے ہوئے تین چیزوں کا انتظام کرنا:

۱۔ قبلۂ عبادت وہ جو مقدس کہلائے اور اس کی طرف رخ کر کے بنی اسرائیل عبادت کریں۔

۲۔ تابوتِ شہادت

۳۔ شمعدان اور ان چیزوں کی بناوٹ اور ان سے متعلق دوسری ہدایات!

جب وحی کے ذریعے توریت کے یہ حلال و حرمت کے احکامات جاری ہوئے اور اس کے علاوہ مقدس شمعدان اور تابوتِ شہادت کی تعمیر اور ساخت بھی موسیٰؑ کو سمجھا دی گئی تب موسیٰؑ نے اپنے رب کے حضور التماس کیا:

"اے میرے رب! کیا ایسا ممکن نہیں کہ میں آپ کو دیکھ سکوں"۔

اس پہ خداوند قدوس نے فرمایا:

"اے موسیٰؑ! تم مجھے نہیں دیکھ سکو گے۔ ہاں البتہ تم اس جبلِ سینا کی چوٹی کی طرف دیکھو۔ اگر یہ سینا اپنی اصلی حالت پہ آجائے تو شاید تم مجھے دیکھ سکو"۔

موسیٰؑ نے نگاہ اٹھا کر جبلِ سینا کی چوٹی کی طرف دیکھا کہ وہاں اللہ کا نورانی جلال ظاہر ہوا اور موسیٰؑ اس جلال کی تاب نہ لا کر وہیں بے ہوش ہو کر گر پڑے۔

آپ ہوش میں آئے تو آپ نے خداوند تعالیٰ سے اپنی اس جسارت کی معافی چاہی اور جبلِ سینا سے اتر کر بنی اسرائیل کے ان ستر سرداروں کے ساتھ پڑاؤ میں لوٹ گئے۔

○

جبلِ سینا سے واپسی پر موسیٰؑ نے احکامِ خداوندی کے مطابق شمشاد کی لکڑی کا ایک صندوق بنایا جس کا طول ڈھائی ہاتھ اور عرض و اونچائی ڈیڑھ ڈیڑھ ہاتھ تھی۔ اس صندوق پہ اندر و باہر سونے کے پترے چڑھائے اور اس کے گرد طلائی کلس اور چار حلقے ڈھلے ہوئے سونے کے دو ایک طرف اور دو دوسری طرف لگائے گئے۔ شمشاد کی لکڑی ہی کی دو چوبیں بنا کر ان پر بھی سونا چڑھا دیا گیا اور ان کو اس غرض سے حلقوں میں ڈال دیا گیا کہ اس صندوق کو اٹھایا جا سکے۔

اس صندوق کا نام تابوتِ شہادت رکھا گیا۔

پھر ایک قبہ سونے کا ڈھائی ہاتھ لمبا ڈیڑھ ہاتھ چوڑا بنایا اور اسے تابوتِ شہادت کے اوپر رکھ دیا گیا اور اس قبہ کو کفارے کا سرپوش کہا جانے لگا۔

اس کے علاوہ ایک میز اسی درخت کی لکڑی کی دو ہاتھ لمبی اور ایک ہاتھ چوڑی اور ڈیڑھ ہاتھ اونچی بنا کر اس پر بھی سونے کے پترے چڑھا دیے گئے۔ اس کے چاروں طرف بھی طلائی کلس اور چاروں پایوں کے مقابل چار طلائی حلقے لگا کر ان میں چار چوبیں جو سونے سے مڑھی گئی تھیں لگا دی گئیں۔ اور یہ میز خداوند کریم کے حضور نذر چڑھانے کے لیے استعمال ہونے لگا۔

پھر ایک طلائی شمعدان تیار کروایا جس میں چھ شاخیں تھیں۔ ایک طرف تین اور دوسری طرف بھی تین ہی رکھی گئیں۔ اس شمع دان میں چار پیالے رکھے گئے۔

اس کے بعد ایک خیمہ باریک کتان کے آسمانی قرمزی سرخ رنگ کے پردوں کا تیار کیا گیا۔ ہر پردے کا طول ۲۸ ہاتھ اور عرض ۴ ہاتھ تھا۔ یہ پانچوں پردے ایک دوسرے سے اس طرح جوڑے گئے کہ ایک ایک طرف ان کے حاشیہ میں آسمانی رنگ کے پچاس تکمے ریشمی اور اس کے مقابل دوسری طرف پچاس گانٹھیں طلائی لگائی گئیں تاکہ ان کے ملانے سے وہ ایک خیمہ کی صورت اختیار کر جائے اور اس خیمہ کے بالائی حصے کے لیے گیارہ پردے بکریوں کے بالوں کے بنائے گئے جس کی لمبائی بیس ہاتھ اور چوڑائی ۴ ہاتھ تھی۔ پانچ پردے ایک میں اور چھ ایک میں ملا دیے گئے۔

چھٹا پردہ خیمے کے منہ کی طرف رکھا گیا۔ اس میں بھی ۵۰ تکمے اور ۵۰ گانٹھیں لگائی گئیں مگر اس کی ۵۰ گانٹھیں پیتل کی تھیں۔

اس پورے خیمے کو ڈھانکنے کے لیے بکریوں کی کھالوں کا ایک بہت بڑا خیمہ تیار کیا گیا۔ پھر ایک پردہ اور باریک کتان کا تیار کیا گیا جو آسمانی قرمزی ارغوانی رنگ کا تھا اور شمشاد کے چار ستونوں پہ خیمہ کے اندر لٹکا دیا گیا۔ پھر اس خیمہ کے پیچھے تابوتِ شہادت اور اس پر قبہ شہادت رکھ دیا گیا اور میز پردے کے باہر اور میز کے روبرو شمعدان جنوب کی جانب رکھ دیا گیا۔

یہ خیمہ، وحی و عبادت فصلِ ربیع کے اوّل دن نصب کیا گیا اور یہ بنی اسرائیل کے لیے کعبہ کی حیثیت رکھتا تھا۔ اور اس کی طرف منہ کر کے بنی اسرائیل نماز پڑھتے تھے اور اسی سے تقربِ الٰہی حاصل کرتے تھے۔ اس کی تمام خدمات حکمِ الٰہی کے مطابق ہارونؑ کے سپرد کر دی گئیں۔

جب موسیٰؑ اس میں داخل ہوتے تو بنی اسرائیل اس کے گرد کھڑے ہوتے تھے اور ابر کا ایک ٹکڑا اس کے دروازے پر نمودار ہوتا تھا۔ بنی اسرائیل یہ دیکھتے ہی سجدے میں گر پڑتے اور خداوند تعالیٰ اسی ابر کے ٹکڑے کے ذریعے موسیٰؑ سے ہم کلام ہوتا اور جو حکم خدا کی طرف سے ملتا تھا بنی اسرائیل کو اس سے آگاہ کر دیا جاتا۔

جب کبھی بنی اسرائیل میں کسی امر پہ جھگڑا ہو جاتا اور وہ موسیٰؑ سے انصاف طلب کرتے تو آپ اسی قبہ اور قربان گاہ کی طرف آتے اور تابوت کے پاس خاموش کھڑے ہو کر مناجات کرتے۔ تب وحی نازل ہوتی اور اس کے مطابق مقدمات کا فیصلہ کیا جاتا۔

پھر ایک قربان گاہ یعنی مذبح بھی شمشاد کی لکڑی سے بنایا گیا جس کا طول و عرض ۵ ہاتھ اور بلندی ۳ ہاتھ تھی۔ اس کے چاروں کونوں پہ سینگ کی صورت بنا کر پیتل چڑھا دیا گیا اور اس کے اندر ایک آتش دان

پیتل کا بنا دیا گیا جو جالی دار تھا۔ اس کی راکھ کے لیے پیتل کی پھاوڑیاں بنائی گئیں اور جالی کے چاروں کونوں پر پیتل کے حلقے بنا کر قربان گاہ میں ڈال دیے گئے۔

قربان گاہ کے اٹھانے کے لیے شمشاد ہی کی چوبیں تیار کی گئیں اور قربان گاہ کے اندر باریک کتان کے پردوں کا صحن تیار کر دیا گیا جس کا طول ۱۰۰ ہاتھ اور عرض پچاس ہاتھ اور بلندی پانچ ہاتھ کی تھی اور اس پردے کے پائے کی میخیں بھی پیتل کی تھیں۔

پھر بنی اسرائیل کو حکم دیا گیا کہ وہ زیتون کا خالص تیل شمع دان کے روشن کرنے کے لیے لائیں اور تابوتِ شہادت کے پردے کے باہر ہارونؑ اور ان کے بیٹے صبح شام حاضر رہتے۔ اور یہی دستور العمل بنی اسرائیل میں نسل در نسل جاری رہا۔

قبۂ عبادت و وحی اور تابوتِ شہادت کی تیاری کے کئی روز بعد بنی اسرائیل میں سے ایک شخص نے اپنے چچازاد بھائی کو قتل کر دیا۔

مقتول ایک سرکردہ آدمی تھا اور قاتل نے اسے چھپ کر قتل کیا تھا۔ کسی کو خبر تک نہ ہوئی اور نہ ہی قاتل نے کسی کے سامنے یہ تسلیم کیا کہ وہ قتل میں ملوث ہے۔ آخر اس قتل نے پہلے تو ایک معمے کی شکل اختیار کی پھر یہ معاملہ بگڑتا ہوا آگے بڑھا اور اس کے بارے میں بنی اسرائیل کے مختلف قبائل کے لوگ ایک دوسرے پر شک کرنے لگے اور اس شک و تہمت کی بنا پہ سارے بنی اسرائیل میں اختلافات پیدا ہو گئے۔ اور قریب تھا کہ وہاں سخت خانہ جنگی اور خونریزی کی صورت پیدا ہو جائے کہ بنی اسرائیل کے کچھ بڑے بوڑھے موسیٰؑ کے پاس آئے اور ان سے اس معاملہ پہ انصاف کرنے کی التجا کی تاکہ بنی اسرائیل کے قبائل خانہ جنگی اور خونریزی سے بچ جائیں۔

یہ معاملہ سن کر موسیٰؑ قبۂ وحی میں داخل ہوئے اور تابوتِ شہادت کے روبرو کھڑے ہو کر انہوں نے اپنے رب کی طرف رجوع کیا اور انتہائی عاجزی کے ساتھ اپنے رب کا ذکر کرتے ہوئے کہا:

"اے خدا! اس واقعے نے بنی اسرائیل کے اندر ایک انتشار اور جنگی صورتحال کی کیفیت اختیار کر لی ہے۔ اے خدا! تو حکیم و علیم ہے۔ اس سلسلے میں اے اللہ میری مدد فرما!"

جواب میں ان پر وحی نازل ہوئی اور ان کو حکم دیا گیا کہ:

"بنی اسرائیل سے کہو کہ پہلے ایک گائے ذبح کریں اور ذبح کی ہوئی گائے کے ایک حصے کو مقتول کے جسم سے مس کریں۔ اس طرح ہم مقتول کو دوبارہ زندگی بخش دیں گے اور مقتول خود اٹھ کر اپنے قاتل کی نشاندہی کر دے گا۔"

پس اس وحی کے بعد موسیٰؑ بنی اسرائیل کے سرکردہ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور ان کو اس حکم سے آگاہ کیا۔

موسیٰؑ کی یہ بات سن کر وہ سردار تمسخر کرتے ہوئے کہنے لگے:

"اے موسیٰؑ! کیا تو ہم سے مذاق کرتا ہے۔ بھلا گائے کے ذبح کرنے کا اس معاملے سے کیا تعلق ہو سکتا ہے"۔

موسیٰؑ نے فرمایا:

"میں تو اللہ سے پناہ چاہتا ہوں کہ میں جاہلوں میں شمار ہوں۔ میں بھلا انصاف کے اس معاملے میں کیوں تم سے مذاق کروں گا۔"

اس پہ بنی اسرائیل کے سرداروں نے کہا:

"اگر یہ واقعی خدا کا حکم ہے تو جو گائے ہم نے ذبح کرنی ہے کیسی ہو اور اس کی حقیقت کیا ہونی چاہیے؟"

اس پہ موسیٰؑ کو وحی کے ذریعے جب گائے کی کیفیت سے آگاہ کر دیا گیا تو انہوں نے بنی اسرائیل کو بتاتے ہوئے کہا:

"وہ گائے ایسی ہو کہ نہ بوڑھی ہو اور نہ بچھیا۔ بلکہ درمیانی عمر کی جوان ہو۔ پس اب جو تمہیں کہا گیا ہے اس کی تعمیل کرو۔"

اس پہ وہ سردار بولے:

"اے موسیٰؑ! تو اپنے خدا سے پوچھ کہ اس ذبح کی جانے والی گائے کا رنگ کیسا ہو۔"

اس پہ پھر موسیٰؑ کو وحی کے ذریعے بتایا گیا اور انہوں نے کہا:

"خداوند کریم کا حکم ہے کہ گائے گہرے زرد رنگ کی ہو کہ دیکھنے والے کو خوش رنگ لگے۔"

ان سرداروں نے پھر حجت بازی کی اور کہا:

"اے موسیٰؑ! ہمیں گائے کی کیفیت کے بارے میں ابھی تک شبہ ہے کہ خدا کے حکم سے ہم واقعی کامیاب ہو جائیں گے۔"

اس پر موسیٰؑ نے کہا:

"اے بنی اسرائیل! خدا کا حکم ہے کہ وہ گائے نہ محنت ماری ہو نہ زمین میں ہل چلاتی رہی ہو اور نہ ہی کھیتوں میں سیراب کرتی رہی ہو بلکہ بے داغ اور بے دھبہ ہو۔"

اس پر وہ سردار کہنے لگے:

"اے موسیٰؑ! اس بار تو صحیح بات لایا ہے۔ پس اب ہم خداوند تعالیٰ کے حکم کے مطابق گائے ذبح کر دیں گے۔"

پس انہوں نے جس قسم کی گائے کی نشاندہی کی گئی تھی، ویسی گائے حاصل کی اور اسے ذبح کر دیا۔

پھر اس کے ایک حصۂ گوشت کو مقتول کے جسم کے ساتھ مس کر دیا۔ ایسا کرنے سے خدا کے حکم سے وہ مقتول زندہ ہو گیا اور اس نے اپنے قتل کا سارا واقعہ بیان کر دیا۔

اس طرح قاتل کو بھی اقرار کیے بغیر کوئی چارہ نہ رہا اور یوں بنی اسرائیل کے مختلف قبائل میں اختلافات پیدا ہو کر جو خونریزی اور خانہ جنگی کی صورت رونما ہو چکی تھی اس کا خاتمہ ہو گیا۔

چونکہ مصر میں رہتے ہوئے بنی اسرائیل گائے پرستی کی طرف مائل ہو گئے تھے کیونکہ ان کے ایک دیوتا حورس کا دھڑ بھی گائے جیسا تھا۔ مصر کے اندر بھی سنہری گائے کی پوجا ہوتی تھی پس بنی اسرائیل کے اندر بھی کچھ لوگ گائے کو قابلِ پرستش خیال کرتے تھے اسی لیے مصر سے نکلنے کے بعد ایک بار انہوں نے جبلِ سینا کی طرف آتے ہوئے موسیٰؑ سے اپنے لیے ایک سنہری بچھڑا بنانے کی درخواست کی تھی۔

اس وقت موسیٰؑ نے ان کو ڈانٹ کر خاموش کرا دیا تھا لہٰذا اس گائے کو ذبح کرنے کی وجہ سے نہ صرف بنی اسرائیل کے اندر خانہ جنگی ختم ہو گئی بلکہ اس سے ان کو گائے پرستی سے دور رہنے کے لیے بھی تلقین کی گئی۔

دوسری طرف شعیبؑ ایک عرصہ تک اپنی قوم کو سیدھے راستے اور نیکی کی طرف بلاتے رہے اور انہیں شرک اور خرید و فروخت میں دھوکہ دہی سے منع کرتے رہے لیکن جب اہلِ مدین نے آپ کی تبلیغ پر کوئی دھیان نہ دیا تو آخر کار وہی ہوا جو قانونِ الٰہی کا ابدی اور سرمدی فیصلہ ہے۔

حجت و برہان کی روشنی آنے کے بعد بھی جب انہوں نے باطل پر اصرار کیا اور حقیقت و صداقت کا مذاق

اڑایا تو پھر عذابِ خداوندی ان پہ نازل ہوا اور نافرمانی و سرکشی کی پاداش میں قومِ شعیبؑ کو دو طرح کے عذابوں نے آ پکڑا۔

ایک تو انتہائی بھیانک اور ہولناک زلزلے کا عذاب۔

دوسرا آگ کی بارش کا عذاب!

جب وہ اپنے گھروں میں بے خبر آرام کر رہے تھے تو ایک بھیانک اور ہولناک زلزلہ آیا اور ابھی اس کی ہولناکی ختم نہ ہوئی تھی کہ اوپر سے آگ برسنے لگی۔

نتیجہ یہ نکلا کہ صبح کو دیکھنے والوں نے دیکھا کہ اہلِ مدین کے سرکش اور مغرور اس صبح گھٹنوں کے بل اوندھے اور مردہ پڑے تھے۔

اس عذاب کے نزول سے قبل ہی شعیبؑ حضرموت کی طرف چلے گئے تھے اور یہیں پر ان کا انتقال ہو گیا۔

حضرموت میں ایک قبر ہے جو زیارت گاہِ عام و خاص ہے۔ وہاں کے باشندوں کا یہ دعویٰ ہے کہ یہی شعیبؑ کی قبر ہے۔

حضرموت کے مشہور شہر شیون کے مغربی جانب ایک مقام "شبام" ہے۔ اس جگہ اگر کوئی مسافر وادیٔ ابن علی کی راہ سے ہوتا ہوا شمال کی جانب آگے بڑھے تو وادی کو عبور کرنے کے بعد اس قبر کی جگہ آتی ہے۔ یہاں مطلق کوئی آبادی نہیں ہے اور جو شخص بھی ادھر کا رخ کرتا ہے وہ صرف حضرت شعیبؑ کی قبر کی زیارت کے لیے ہی آتا ہے۔

دشتِ سینا میں ایک روز جبرائیلؑ موسیٰؑ پر یہ وحی لے کر اترے کہ:

"آپ کوہستانِ سینا پہ جا کر تیس دن کے روزے رکھیں اور وہاں اعتکاف میں بیٹھیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ انہیں بنی اسرائیل کی راہنمائی اور بھلائی کے لیے احکاماتِ عشرہ عطا فرمائے گا۔"

جس وقت جبرائیلؑ امین خداوند تعالیٰ کا یہ پیغام لے کر موسیٰؑ کے پاس آئے اس وقت وہ ایک بہترین گھوڑے پر سوار تھے اور جس وقت یہ پیغام انہوں نے موسیٰؑ کو پہنچایا اس وقت بنی اسرائیل کے اور بہت سے لوگوں کے علاوہ سامری بھی وہاں موجود تھا۔ وہ جبرائیلِ امینؑ کو پہچان گیا۔ اچانک عزازیل وہاں نمودار ہوا اور

تیزی سے سامری کے پاس آ کر بولا:

"اے سامری! یہ شخص جو گھوڑے پر سوار ہے جانتے ہو یہ کون ہے؟"

سامری مسکرایا اور بولا: "اے محترم عزازیل! یہ جبرائیل ہیں۔"

اس پر عزازیل نے سرگوشی کے انداز میں کہا: "اے سامری! کیا میں تجھے اس کے بارے میں راز کی ایک بات نہ بتاؤں جس سے فائدہ اٹھا کر تم بنی اسرائیل میں ایک بہت بڑا فتنہ کھڑا کر کے اپنے لیے فوائد حاصل کر سکتے ہو؟"

اس پر سامری نے دلچسپی کا مظاہرہ کرتے ہوئے پوچھا: "اے عزازیل! وہ کون سی راز کی بات ہے جس کی طرف تم اشارہ کر رہے ہو۔"

عزازیل بولا: "اے سامری! تم دیکھتے ہو جبرائیلؑ خداوند کریم کی طرف سے موسیٰؑ کے لیے کوئی پیغام لے کر آیا ہے۔ اور جس گھوڑے پر وہ اس وقت سوار ہے یہ حیات کا فرشتہ ہے اس کا ثبوت یہ ہے کہ دشتِ سینا میں جدھر جدھر سے یہ گھوڑا گزرے گا اور جہاں جہاں اس کے پاؤں پڑیں گے وہاں وہاں زمین پر سبزہ اگ آئے گا۔ یہ اس گھوڑے کے فرشتہ حیات ہونے کا ثبوت ہے۔

پس اے سامری! جہاں پر اس گھوڑے کا پاؤں پڑے وہاں سے اس کی مٹی اٹھا لو۔ پھر بنی اسرائیل کے لیے ایک گؤ شالہ تراشو اور اس میں یہ مٹی ڈالنا۔ مٹی ڈالتے ہی اس میں زندگی کے آثار پیدا ہوں گے اور وہ کسی زندہ اور ذی روح گوسالے کی طرح بھائیں بھائیں کرنے لگے گا۔"

یہ انکشاف کر کے سامری کے پاس سے عزازیل چلا گیا۔

سامری ایک طرف ہو کر بڑے غور سے جبرائیلؑ کو دیکھے جا رہا تھا جب جبرائیلؑ امین موسیٰؑ کو اللہ کے احکامات سے آگاہ کرنے کے بعد وہاں سے جا رہے تھے تو سامری نے دیکھا واقعی جبرائیلؑ کے گھوڑے کا پاؤں جس جگہ پڑتا تھا وہاں زمین پر سبزہ اگ آتا تھا۔

سو سامری لپک کر آگے بڑھا اور جس جگہ اس گھوڑے کا پاؤں پڑا تھا وہاں سے اس نے مٹھی بھر مٹی اٹھا لی اور اسے ایک کپڑے میں باندھ کر محفوظ کر لیا۔

○

خداوندی کی طرف سے یہ احکام آنے کے بعد موسیٰؑ نے بنی اسرائیل کو مخاطب کر کے فرمایا:

"میں کوہستانِ سینا پر ایک ماہ کے روزے رکھوں گا اور اعتکاف میں بیٹھوں گا اور اس ایک ماہ کے بعد خداوند تعالیٰ کی طرف سے مجھے تمہاری بہتری کے لیے دس احکامات عطا ہوں گے سو اب میں ایک ماہ کے بعد واپس آؤں گا۔ میرے بعد میرے بھائی ہارونؑ تمہارے تمام احوال کے نگران رہیں گے۔"

اس کے بعد آپ نے ہارونؑ کو بھی یہ بات سمجھا دی اور ہدایات جاری کیں اور خود خداوندی احکام کے مطابق جبلِ سینا کی طرف چل دیے۔

جبلِ سینا پر جب موسیٰؑ کا ایک ماہ کا اعتکاف اور روزے ختم ہو گئے تو ایک ماہ کے روزوں کے سبب آپ کے منہ سے بو محسوس ہونے لگی۔ آپ نے پسند نہ کیا کہ اس حالت میں رب تعالیٰ سے ہم کلام ہوں سو انہوں نے جبلِ سینا پر اگی ایک خوشبودار گھاس کو چبایا اور کھایا بھی تاکہ منہ کی بو، خوشبو میں بدل جائے۔

جب موسیٰؑ نے ایسا کیا تو وحی کے ذریعے ان کو روک دیا گیا کہ:

"اے موسیٰؑ! تم نے خداوند تعالیٰ کے حکم کے خلاف ہم کلامی سے پہلے روزہ کیوں افطار کیا۔"

اس جواب طلبی پر آپ کو خوف محسوس ہوا تاہم صفائی پیش کرتے ہوئے کہا:

"منہ کی بو دور کرنے کے لیے۔"

تب حکم خداوندی آیا کہ:

"دس دن کے روزے مزید رکھو پھر احکامِ عشرہ عطا کیے جائیں گے۔"

ساتھ ہی یہ بھی واضح کیا گیا کہ:

"یاد رکھو موسیٰؑ! خداوند تعالیٰ کو روزہ دار کے منہ کی بو مشک و عنبر سے زیادہ محبوب ہے۔"

یوں موسیٰؑ کے اعتکاف اور روزوں کی مدت چالیس دن ہو گئی۔

دوسری طرف اس اضافہ شدہ مدت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے عزازیل پھر سامری کے پاس آیا اور اسے مخاطب کر کے بولا: "اے سامری! اب تو اس مٹی کو اپنے کام میں لا سکتا ہے۔"

سامری نے اشتیاق اور جستجو سے پوچھا: "وہ کیسے؟"

عزازیل نے ناصحانہ انداز میں کہا: "اے سامری دیکھ! موسیٰؑ تیس دن کا وعدہ کر کے جبلِ سینا پر گیا تھا لیکن تیس دن پورے ہو گئے اور وہ واپس نہیں آیا۔ اس بنا پر بنی اسرائیل میں بے چینی اور اضطراب پھیل گیا ہے۔

سو اے سامری! تو اس اضطراب اور بے چینی سے فائدہ اٹھا کر بنی اسرائیل کے اندر موسیٰؑ سے بھی بڑا مقام حاصل کر سکتا ہے!"

عزازیل رکا پھر اپنا سلسلۂ کلام جوڑتے ہوئے اس نے کہا: "اے سامری! بنی اسرائیل کے لوگ مصر سے جو سونا اپنے ساتھ لے کر آئے ہیں تو ایسا کر، بنی اسرائیل کے لیے اس سونے سے اپنے سحر کو استعمال کرتے ہوئے ایک بچھڑا بنا پس وہ مٹی جو تو نے فرشتۂ حیات کے پاؤں تلے سے اٹھائی ہے وہ مٹی اس بچھڑے میں ڈال دینا۔ اس مٹی کی برکت سے وہ بچھڑا آوازیں نکالنے لگے گا۔

ایسا کرنے کے بعد تو بنی اسرائیل سے کہنا کہ موسیٰؑ بھول گئے تھے تمہارا اصل معبود اللہ نہیں یہ بچھڑا ہے۔ چونکہ وہ اپنی آنکھوں سے اس سنہری بچھڑے کو بولتے ہوئے دیکھیں اور کانوں سے سنیں گے لہٰذا اے سامری! وہ تیرا اتباع کرنے پر تیار ہو جائیں گے اور سنہری بچھڑے کو اپنا معبود تسلیم کر لیں گے اور یوں اے سامری! نہ صرف بنی اسرائیل کو ہی بہکانے میں تو کامیاب ہو جائے گا بلکہ بنی اسرائیل میں تو ایک اعلیٰ و برتر مقام حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔ تو کیا تو ایسا کرنے کی حامی بھرتا ہے۔"

سامری نے بخوشی کہا: "اے محترم عزازیل! میں ضرور ایسا کروں گا۔"

اس کے بعد عزازیل تو چلا گیا مگر سامری جو بظاہر مسلمان تھا مگر اس کے دل میں کفر و تکفیر کی نجاست بھری ہوئی تھی اس لیے وہ عزازیل کے کہنے پر یہ کام کرنے پر رضامند ہو گیا۔

○

ایک روز سامری نے بنی اسرائیل سے کہا: "اے گروہِ بنی اسرائیل! میں دیکھتا ہوں موسیٰؑ جبلِ سینا سے وقتِ مقررہ تک واپس نہیں آیا اور تم میں ایک انقلاب کا اندیشہ ہے پس اگر تم مجھے اپنے وہ تمام زیور لا دو جو تم نے مصریوں سے مستعار لیے تھے تو میں تمہارے فائدے کے لیے ایک بہترین کام کر دوں گا۔"

پس بنی اسرائیل سامری کے کہنے میں آ گئے اور تمام زیورات اس کے حوالے لا دیے۔ اس سونے سے سامری نے ایک گوسالہ تیار کیا۔ پھر اس کے اندر فرشتۂ حیات کے پیروں کی مٹی ڈال دی۔

اس ترکیب سے گوسالے میں آثارِ حیات پیدا ہو گئے اور وہ ایک جاندار گوسالے کی طرح بھائیں بھائیں کی آوازیں نکالنے لگا۔

اس بچھڑے کو بولتے دیکھ کر بنی اسرائیل بڑے متاثر ہوئے۔ سامری نے ان کی اس کیفیت سے فائدہ اٹھایا اور ان سے مخاطب ہو کر کہا: "اے بنی اسرائیل! موسیٰؑ سے بھول ہو گئی کہ وہ خدا کی تلاش میں جبلِ سینا کی طرف گیا بلکہ میرا دعویٰ ہے کہ تمہارا معبود اس سنہری گوسالے کی صورت میں تمہارے سامنے موجود ہے لہٰذا تم اسی کی عبادت

اور پرستش کرو۔"

بنی اسرائیل چونکہ مصر میں غلامی کے دور سے ہی سنہری گائے کی پرستش میں دلچسپی رکھتے تھے جس کی بنا پر ان کے اندر مشرکانہ رسومات و عقاید نے جگہ بنائی تھی کیونکہ گوسالہ پرستی مصر کا قدیم عقیدہ تھا اور اسے ان کے مذہب میں بڑی اہمیت دی جاتی تھی۔ اس کے علاوہ مصریوں کے ایک بڑے دیوتا حورس کا منہ بھی گائے کی شکل کا تھا۔ اور مصری یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ گائے کے سینگ پر ہی دنیا قائم ہے سو بنی اسرائیل جو گائے پوجنے کے سلسلے میں پہلے ہی رغبت رکھتے تھے اپنے پرانے تاثرات کی بنا پر اس گوسالے کی پوجا کی طرف مائل ہو گئے۔ اور انہوں نے موسیٰ کی تبلیغ اور خداوند تعالیٰ کی ذاتِ مطہر کو پسِ پشت ڈال کر با آسانی اس گوسالے کو اپنا معبود تسلیم کر لیا۔

موسیٰؑ کے بعد بنی اسرائیل کو راہِ راست پر رکھنے کی ذمہ داری چونکہ ہارونؑ پر تھی لہٰذا جب انہوں نے دیکھا کہ سامری نے ایک ایسا سنہری گوسالہ تیار کیا ہے جس کے اندر سے اصل بچھڑے کی سی آوازیں آتی ہیں تو انہوں نے اپنی قوم کو سمجھایا کہ:

"یہ بچھڑا جس کی تم خدا کو چھوڑ کر پوجا کر رہے ہو یہ سامری کا ایک دھوکے اور فریب سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتا۔"

انہوں نے بنی اسرائیل پر زور دیا کہ:

"تم بچھڑے کی طرف مائل نہ ہو اور خدائے واحد کی عبادت پر قائم رہو۔"

لیکن بنی اسرائیل نے ہارون کی اس نصیحت پر کان نہ دھرا بلکہ ان کے کچھ لوگوں نے صاف صاف ہارونؑ سے کہہ دیا کہ:

"اگر تم نے ہمیں گوسالہ پرستی سے روکا تو ہم تمہیں قتل کر دیں گے۔"

ہارون نے جب دیکھا کہ ان کے روکنے کی وجہ سے بنی اسرائیل دو گروہوں میں بٹ گئے ہیں اور اندیشہ ہے کہ وہاں خانہ جنگی شروع ہو جائے گی تو وہ خاموش ہو گئے اور بڑی بے چینی سے حضرت موسیٰؑ کا جبلِ سینا سے واپسی کا انتظار کرنے لگے۔

○

موسیٰؑ کا جب چالیس دن کا اعتکاف پورا ہو گیا تو وہ جبلِ سینا کی چوٹی پر پہنچے اور وہاں خداوند تعالیٰ ان سے ہم کلام ہوا:

وہاں تختیوں پر لکھے ہوئے انہیں وہ احکاماتِ عشرہ[1] عطا ہوئے جنہیں بنی اسرائیل کے اندر نافذ کیا جانا تھا۔

ساتھ ہی ان کو یہ بھی بتایا گیا کہ:

"اے موسیٰؑ! ہمارا قانون یہ ہے کہ جب کوئی قوم ہدایت پہنچنے اور اس کی صداقت پر دلائل اور حجت آجانے کے باوجود بھی سمجھ سے کام نہیں لیتی اور گمراہی اور باپ دادا کی بُری رسومات پر قائم رہتی ہے اور اسی پر اصرار کرتی ہے تو پھر ہم بھی اس قوم کو گمراہی میں چھوڑ دیتے ہیں اور ہمارے پیغام میں اس کے لیے کوئی حق باقی نہیں رہتا اس لیے کہ اس نے قبولِ حق کے معاملے میں بغاوت اور سرکشی اختیار کی ہوتی ہے۔"

"اور اے موسیٰؑ! جو لوگ ناحق خدا کی زمین میں سرکشی کرتے ہیں ہم اپنی نشانیوں سے ان کی نگاہیں پھیر دیں گے۔ ایسے لوگ دنیا بھر کی نشانیاں دیکھ لیں تب بھی وہ ایمان نہ لائیں گے۔ اگر وہ دیکھیں کہ ہدایت کی سیدھی راہ سامنے ہے تو بھی اس پر نہ چلیں گے اور اگر دیکھیں کہ گمراہی کی ٹیڑھی راہ سامنے ہے تو فوراً ہی اس پر چل پڑیں گے۔ ان کی یہ حالت اس لیے ہوتی ہے کہ ہماری نشانیاں جھٹلاتے ہیں اور ان کی طرف سے غافل رہتے ہیں اور جن لوگوں نے ہماری نشانیاں جھٹلائیں اور آخرت کے پیش آنے سے بے فکر ہوئے تو ان کے سارے ہی کام غارت ہو گئے اور آخرت میں جو کچھ انہیں ملے گا وہ ان کے کرتوتوں کی سزا ہوگی جو وہ دنیا میں کرتے رہے۔"

موسیٰؑ کو احکاماتِ عشرہ عطا کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے پوچھا:

"اے موسیٰؑ! تو نے ہماری طرف آنے میں جلدی کیوں کی اور اپنی قوم کو پیچھے کیوں چھوڑ آئے؟"

۱۔ احکاماتِ عشرہ یہ تھے:

۱۔ کلمۂ توحید
۲۔ احترامِ سبت
۳۔ والدین سے نیک سلوک
۴۔ قتل کی ممانعت
۵۔ چوری کے بارے میں احکامات
۶۔ زنا کے بارے میں ہدایات
۷۔ جھوٹی گواہی سے پرہیز
۸۔ پڑوسی کے حقوق
۹۔ پڑوسی کی عورت اور
۱۰۔ پڑوسی کے اسباب کی طرف بری نگاہ سے نہ دیکھنا۔

موسیٰؑ نے عرض کیا:

"اے خداوندِ برتر! میں نے ایسا اس لیے کیا کہ تیرے پاس جلد حاضر ہو کر قوم کے لیے ہدایت حاصل کروں۔"

اس پر خداوندِ قدوس نے فرمایا:

"اے موسیٰؑ! جس قوم کی ہدایت کے غم میں تم اس قدر مضطرب اور بے چین ہو وہ گمراہی میں مبتلا ہو چکی ہے۔"

"اے موسیٰؑ! تیری غیر موجودگی میں بنی اسرائیل نے اپنے لیے ایک سنہری گوسالہ تیار کر لیا ہے اور اب وہ میری بندگی اور عبادت کے بجائے اس گوسالے کی پرستش کرتے ہیں۔"

اللہ تعالیٰ سے یہ انکشاف سن کر موسیٰؑ کو سخت صدمہ اور غم ہوا اور غصے اور ندامت میں وہ کوہستانِ سینا سے اتر کر اپنے پڑاؤ کی طرف بھاگے۔

غصے میں بھرے ہوئے جب موسیٰؑ بنی اسرائیل کے اندر آئے تو انہوں نے دیکھا کہ قوم گوسالہ پرستی کر رہی ہے، انہوں نے اپنی قوم کو مخاطب کر کے کہا:

"اے میری قوم! مجھ سے ایسی کیا غلطی ہو گئی جو تم نے یہ آفت بپا کی اور میرے بعد خدا کی پرستش چھوڑ کر تم نے گوسالہ پرستی شروع کر دی۔"

اس وقت موسیٰؑ انتہائی غیظ و غضب کی حالت میں تھے۔ ان کی اس جواب طلبی پر بنی اسرائیل کے افراد نے اپنی حیثیت واضح کرتے ہوئے کہا:

"اے موسیٰؑ! اس میں ہمارا کوئی قصور نہیں ہے۔ مصریوں کے زیورات کا بوجھ ہم ساتھ لیے پھر رہے تھے سامری نے ہم سے مانگ کر ہمیں یہ کہا کہ موسیٰؑ بھول گیا ہے جو جبلِ سینا پر اپنے رب کی تلاش میں گیا ہے۔ میں تمہارے لیے مصریوں جیسا ایک معبود تیار کرتا ہوں۔

اے موسیٰؑ! سامری نے ہمارے لیے ایک گوسالہ تیار کیا جو جاندار بچھڑے کی طرح آواز یں نکالتا ہے اور اس کی تکمیل کے بعد سامری نے ہم سے کہا کہ یہی تمہارا معبود ہے۔ اے موسیٰؑ! اس سارے معاملے میں ہمارا کوئی قصور نہیں ہے۔"

اب موسیٰؑ ہارونؑ کی طرف متوجہ ہوئے۔ چونکہ یہ بہت گرم مزاج تھے اس لیے انہوں کی ایک ہاتھ ہارونؑ کی گردن میں ڈالا اور دوسرا ان کی داڑھی کی طرف بڑھایا کہ تمہیں میں نائب بنا کر گیا تھا تم نے ان کو گوسالہ پرستی سے کیوں نہ روکا۔

ہارونؑ نے جواب میں کہا:

"اے موسیٰؑ! میرے بھائی! میرے ماں جائے! اس گوسالہ پرستی کے سلسلے میں میری مطلق خطا نہیں میں نے ان گمراہ ہونے والوں کو ہر چند سمجھایا مگر انہوں نے میری ایک نہ مانی اور کہنے لگے کہ جب تک موسیٰؑ نہ آجائے ہم تیری کوئی بات سننے پر تیار نہیں بلکہ انہوں نے مجھے کمزور پاکر مجھے قتل کر دینے کا بھی ارادہ کر لیا تھا۔ اس پہ میں نے سوچا کہ اب اگر بات بڑھی تو مومنین کامل اور شرک میں مبتلا ہونے والوں کے درمیان خانہ جنگی شروع ہو جائے گی۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تو ہی آکر مجھ پر غصے ہو جائے کہ میرے پیچھے قوم میں میرے بھائی نے تفرقہ ڈال دیا۔ اے موسیٰؑ! میں خاموشی سے تیرا منتظر رہا اس لیے اے میرے بھائی تو میرے سر کے بال نہ نوچ نہ میری داڑھی پر ہاتھ ڈال کہ دوسروں کو مجھ پہ ہنسنے کا موقع ملے۔"

ہارونؑ کی معقول دلیلیں سن کر موسیٰؑ کا غصہ ان پر سے جاتا رہا۔ اب وہ سامری کی طرف متوجہ ہوئے اور اسے مخاطب کرکے فرمایا:

"اے سامری! تو نے یہ سنہری گوسالہ پرستی کا کیا ڈھونگ رچایا ہے۔"

سامری نے کہا: "اے موسیٰؑ! میں نے ایسی بات دیکھی جو ان اسرائیلیوں میں سے کسی نے بھی نہ دیکھی نہ سنی ہوگی۔"

موسیٰؑ نے پوچھا:

"وہ کیا ہے؟"

سامری نے جواب دیا: "اے موسیٰؑ! میں نے دیکھا کہ جبرائیلؑ آپ کے پاس آئے تو وہ فرشتۂ حیات پر سوار تھے جو گھوڑے کی صورت میں تھا۔ وہ جس جس طرف سے گزرتا تھا جہاں جہاں اس کا پاؤں پڑتا تھا وہاں پر ہریالی ہو جاتی تھی۔

پس میں نے آگے بڑھ کر اس کے قدموں کی خاک سے ایک مٹھی بھر لی اور اس خاک کو سنہری گوسالے میں ڈال دیا۔ تب اس میں بھی زندگی کے آثار پیدا ہو گئے اور وہ بھائیں بھائیں کرنے لگا۔ یہ لوگ خود ہی بھاگے بھاگے اس کی طرف امڈے اور اسے اپنا معبود مان کر اس کی پرستش شروع کر دی۔"

اس موقع پر سامری کے لیے موسیٰؑ پر وحی نازل ہوئی جس پہ موسیٰؑ نے سامری کو مخاطب کرتے ہوئے بڑے غصے سے کہا:

"اے سامری! بنی اسرائیل میں سنہری گوسالے کی صورت میں تو نے شرک کی ابتدا کی ہے اس لیے تیرے لیے یہ سزا تجویز کی گئی ہے کہ تو دنیا میں پاگلوں کی طرح مارا مارا پھرے گا اور جب کوئی انسان تیرے قریب آئے گا تو

تو اس سے دور بھاگے گا اور کہے گا کہ "دیکھنا مجھے ہاتھ مت لگانا" اور اے سامری! یہ تو تیرے لیے دنیاوی عذاب ہے اور قیامت کے روز جو تیرے جیسے نافرمانوں اور گمراہوں کے لیے جو عذاب میرے رب کی طرف سے مقرر ہے وہ ہر صورت میں پورا ہونے والا ہے۔"

پس سامری کی یہ کیفیت ہو گئی کہ وہ صحراؤں کے اندر پاگلوں اور دیوانوں کی طرح پھرنے لگا اور جو کوئی بھی شخص اپنے سامنے دیکھتا اس سے دور بھاگتا اور شور مچاتا کہ دیکھو مجھے ہاتھ نہ لگانا۔

اس نے جو سنہری بچھڑا بنایا تھا موسیٰؑ نے اسے آگ میں ڈال کر خاک کر دیا پھر اس خاک کو دریا میں ڈال کر نابود کر دیا گیا۔

ان معاملات سے فارغ ہو کر موسیٰؑ اپنے رب کی طرف متوجہ ہوئے اور التجا کی:

"اے خدا! بنی اسرائیل کے جو لوگ اس شرک و بے دینی میں مبتلا ہوئے ان کی تیرے ہاں کیا سزا ہے؟"

اللہ تعالیٰ نے وحی کی اور فرمایا:

"اے موسیٰؑ! جن لوگوں نے شرک کیا ہے انہیں اپنی جان سے ہاتھ دھونا پڑیں گے۔"

پس موسیٰؑ نے بنی اسرائیل سے کہا:

"تمہاری توبہ کی صرف ایک ہی صورت ہے۔"

لوگوں کے پوچھنے پر آپ نے فرمایا:

"وہ صورت یہ ہے کہ شرک میں مبتلا ہونے والے مجرموں کو اپنے آپ کو اس طرح ختم کرنا چاہیے کہ جو شخص رشتہ میں جس سے زیادہ قریب ہے اپنے عزیز کو اپنے ہاتھ سے قتل کرے یعنی باپ بیٹے کو اور بیٹا باپ کو اور بھائی بھائی کو قتل کرے۔"

بنی اسرائیل کو اس حکم الٰہی کے آگے سر جھکانا پڑا اور تین ہزار کے قریب اسرائیلی جو گوسالہ پرستی میں مبتلا ہوئے تھے اپنے ہی باپ بیٹے اور بھائیوں کے ہاتھوں مارے گئے۔

جب یہ کام ہو چکا تو موسیٰؑ اپنے رب کی طرف سے ملنے والی الواح کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بنی اسرائیل سے بولے:

"اے میری قوم! یہ الواح مجھے خداوند تعالیٰ کی طرف سے عطا کی گئی ہیں۔ تمہارا فرض ہے کہ ان پہ درج احکامات کا اتباع کرو۔"

بنی اسرائیل تو بہرحال بنی اسرائیل تھے۔ انہوں نے کہا:

"اے موسیٰؑ! ہم کیسے یقین کریں کہ یہ تختیاں خدا کی طرف سے ملی ہیں۔ صرف تیرے کہنے سے ہم تو نہیں مانیں گے۔

ہم تو جب مانیں گے کہ خدا کو ہم خود اپنی آنکھوں سے بے حجاب دیکھیں اور وہ یہ کہے کہ ہاں یہ تختیاں میری ہی طرف سے ہیں اور تم اس پر ایمان لاؤ۔"

موسیٰؑ نے اپنی قوم کو بہت سمجھایا کہ:

"یہ بے وقوفوں کے سے سوال نہ کرو۔ ان آنکھوں سے خدا کو کس نے دیکھا ہے جو تم دیکھ سکو۔ یہ باتیں احمقانہ ہیں۔"

لیکن بنی اسرائیل نے موسیٰؑ کی کوئی بات نہ مانی اور اپنے اس اصرار پہ بدستور قائم رہے۔

موسیٰؑ نے جب دیکھا کہ یہ یوں ماننے والے نہیں ہیں تو ان سے فرمایا:

"اے میری قوم! یہ کیسے ممکن ہے کہ تم لاکھوں کی تعداد میں میرے ساتھ جبلِ سینا پر اس کی تصدیق کے لیے جاؤ۔ مناسب یہ ہے کہ تم میں سے چند سردار چن کر اپنے ساتھ لے جاتا ہوں۔ اگر وہ واپس آ کر تصدیق کر دیں تو پھر اے بنی اسرائیل! تم سب اسے تسلیم کر لینا اور چونکہ تم ابھی گوسالہ پرستی کے ایک بڑے گناہ سے گزر چکے ہو اس لیے اظہارِ ندامت اور خدا سے آئندہ نیکی کے لیے عہد کرنے کا بھی مناسب موقع ہے۔"

بنی اسرائیل اس پر تیار ہو گئے۔ انہوں نے اپنے ستر سردار چنے کہ وہ موسیٰؑ کے ساتھ جبلِ سینا کی طرف جائیں اور اگر یہ ستر سردار آ کر کہہ دیں کہ:

"ہم نے خدا کو دیکھا ہے اور یہ کہ احکامات جن کا ہمیں اتباع کرنے کو کہا جاتا ہے خداوند کریم کی طرف سے ہیں سو ہم بھی اسے مان لیں گے اور جیسا آپ چاہیں گے ویسا ہی عمل کریں گے۔"

آخر کار ان ستر سرداروں کو لے کر موسیٰؑ جبلِ سینا کی طرف روانہ ہو گئے۔ ان ستر سرداروں کو ایک طرف کھڑا کرنے کے بعد موسیٰؑ آگے بڑھے اور خدا کے حضور ہم کلامی کے لیے التجا کی:

پس ان ستر سرداروں نے دیکھا کہ جبلِ سینا پہ سفید رنگ کے بادل کی طرح نور نمودار ہوا جس نے موسیٰؑ کو گھیر لیا۔

جب یہ بادل نما نور موسیٰؑ پر پوری طرح چھا گیا تو موسیٰؑ نے اللہ سے گزارش کی:

"اے میرے اللہ! تو سب حالات کا دانا و بینا ہے۔ ان کی ضد پر ان کے ستر منتخب سرداروں کو اپنے ساتھ لایا ہوں۔ میرے اللہ! کیا ہی اچھا ہو کہ وہ بھی اس حجاب نور سے میری اور آپ کی ہم کلامی کو سنیں تاکہ قوم کے پاس جا کر اس کی تصدیق کر سکیں۔"

موسیٰؑ کی دعا قبول ہوئی اور پھر موسیٰؑ کے ساتھ بنی اسرائیل کے ستر سرداروں کو بھی حجاب نور میں لے لیا گیا اور انہوں نے اپنے کانوں سے موسیٰؑ اور اللہ کی ہم کلامی کو سنا۔ پھر جب وہ پردہ نور ہٹ گیا اور موسیٰؑ نے

سرداروں کو دیکھا تو وہ آپس میں مشورہ کرتے ہوئے اپنی ضد اور ہٹ دھرمی پر قائم رہے اور موسیٰؑ سے اصرار کرتے ہوئے بولے کہ:

"جب تک ہم اپنے رب کو بے حجاب نہ دیکھ لیں اس وقت تک ہم ایمان لانے والے نہیں۔"

اس احمقانہ ضد اور ہٹ دھرمی پر غضبِ الٰہی حرکت میں آیا اور ایک ہیبت ناک کڑک، چمک اور زلزلے نے ان سرداروں کو آ لیا اور وہ ستر کے ستر سردار جبلِ سینا پر جل کر خاک ہو گئے۔

یہ دیکھ کر موسیٰؑ سجدے میں گر گئے اور گڑگڑاتے ہوئے نہایت عاجزی کے ساتھ اپنے رب کے حضور دعا مانگی:

"اے خداوند کریم! یہ بے وقوف اگر بے وقوفی کر بیٹھے ہیں تو تو انہیں اپنی رحمت سے معاف فرما۔ تاکہ بنی اسرائیل میں واپس جا کر یہ میرے حق میں گواہی دینے والے بنیں اور میں ان کے اندر تیرے احکام کے فروغ کے لیے کام کر سکوں۔"

موسیٰؑ کی یہ عاجزی قبول ہوئی۔

خدا تعالیٰ نے جل کر مر جانے والے اُن ستر سرداروں کو دوبارہ حیاتِ تازہ بخشی۔ یہ ستر سردار جب موسیٰؑ کے ساتھ واپس بنی اسرائیل میں آئے تو انہوں نے اپنی قوم کو اپنے جل مرنے اور پھر حکمِ الٰہی سے دوبارہ زندہ ہونے کے واقعات تفصیل سے سنا ڈالے اور انہیں یقین دلانے کی کوشش کی کہ موسیٰؑ جو کہتے ہیں وہ حق اور سچ ہے۔ موسیٰؑ بے شک خدا کے فرستادہ ہیں۔

ان ستر سرداروں کی گواہی کا نتیجہ تو یہ ہونا چاہیے تھا کہ سارے بنی اسرائیل کے لوگ خدا کا شکر بجا لاتے اور اپنے اوپر اس کے فضل و کرم کی فراوانی کے پیشِ نظر فرمانبرداری سے اس کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیتے مگر ہوا یہ کہ انہوں نے اپنی ہٹ دھرمی اور ضد کو باقی رکھا اور اپنے نمائندوں کی تصدیق کے باوجود خداوند تعالیٰ کے احکامات کو قبول کرنے میں معاندانہ لیت و پیش شروع کر دی۔

جب بنی اسرائیل نے موسیٰؑ کے ساتھ یہ رویہ اختیار کیا تو موسیٰؑ نے اپنے رب کے حضور گزارش کی کہ:

"اے میرے اللہ! میں نے تو ہر طرح سے اس ضدی اور ہٹ دھرم قوم کو اطمینان دلانے کی کوشش کی مگر یہ لوگ حقیقت کو اپنے سامنے دیکھ کر بھی اعتبار نہیں کرتے۔ اے مولا کریم! ان بھٹکے ہوؤں کو سیدھی اور سچی راہ دکھا۔"

اس پہ خداوند کریم کی طرف سے حکم ہوا:

"اے موسیٰؑ! ان نافرمانوں کے لیے میں تجھے ایک اور معجزہ اور حجت عطا کرتا ہوں اور وہ یہ کہ جبلِ سینا

پر تو تجھ سے ہم کلام ہوتا ہے اور جس پر تیری قوم کے منتخب ستر سرداروں نے بھی حق کا مشاہدہ کیا ہے اسی پہاڑ کو میں حکم دیتا ہوں کہ اپنی جگہ سے حرکت کرے اور سائبان کی طرح بنی اسرائیل کے سروں پر آجائے اور زبانِ حال سے یہ اعلان کرے کہ موسیٰؑ خدا کا سچا نبی ہے اور یہ کہ تورات بلاشبہ خدا کی سچی کتاب ہے اور یہ کہ اگر حق و صداقت کے یہ دونوں مظہر نہ ہوتے تو یہ عظیم الشان نشانیاں تم نہ دیکھتے جن کا ظہور قدرتِ الٰہی کے سوا کسی طرح بھی ممکن نہیں ہے۔"

چنانچہ یونہی خدا کا یہ تکوینی فیصلہ صادر ہوا اور جبلِ سینا بنی اسرائیل کے سر پہ سائبان کی طرح آگیا اور پھر بنی اسرائیل نے جبلِ سینا میں سے سنا کہ انہیں پکار کر کہا جا رہا تھا:

"اے بنی اسرائیل! اگر تم عقل و شعور باقی رکھتے ہو اور اگر تم حق و باطل کی تمیز رکھتے ہو تو غور سے سنو کہ میں اپنے رب کا نشان بن کر تم کو یقین دلاتا ہوں اور شہادت دیتا ہوں کہ موسیٰؑ نے بارہا مجھ پر کھڑے ہو کر خداوند کریم کے ساتھ ہم کلامی کا شرف حاصل کیا اور تورات کی صورت میں جو تمہارے لیے رشد و ہدایت کا قانون نازل کیا گیا ہے وہ بھی موسیٰؑ کو میری ہی پیٹھ پر عطا ہوا ہے۔

غفلت میں پڑنے والو! میری یہ کیفیت اور ہیبت جو تمہارے لیے پریشان و حیران کن بن رہی ہے یہ اس امر کی شہادت ہے کہ جب انسان کے سینہ میں دل کی نرمی سختی سے بدل جاتی ہے تو پھر وہ دل پتھر بلکہ اس سے بھی زیادہ سخت ہو جاتا ہے اور رشد و ہدایت اس میں کسی طرف سے بھی سرایت نہیں کر پاتی۔

اے بنی اسرائیل! میری طرف عبرت کی نگاہ سے دیکھو۔ میں پتھروں پر مشتمل ایک کوہستان ہوں لیکن اپنے رب کے حکم کے سامنے سرِ تسلیم خم کیے کس طرح عبودیت کا مظاہرہ کر رہا ہوں جبکہ تم ہو کہ اپنی انانیت اور خودی کے گھمنڈ میں اپنی کسی حالت میں بھی "نہ" کو "ہاں" میں بدلنے کے لیے تیار نہیں ہو۔"

بنی اسرائیل نے جب جبلِ سینا کو اپنے اوپر معلق دیکھا اور اس آواز کو اپنے کانوں سے سنا تو ان پر خوف اور دہشت چھا گئی۔ جس کے بعد وہ تورات کے احکام کی طرف متوجہ ہوئے اور موسیٰؑ سے تورات کے احکام کی تعمیل کا اقرار کیا۔

تب خداوند کریم کی طرف سے موسیٰؑ پر وحی ہوئی اور اس میں بنی اسرائیل کو مخاطب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"اے بنی اسرائیل! جو کچھ ہم نے تمہیں دیا ہے اسے مضبوطی سے تھام لو اور جو احکامات موسیٰؑ کے ذریعے

تمہیں دیے گئے ہیں ان کی تعمیل کرو تاکہ تم متقی اور پرہیزگار بن سکو۔"

یہ سب کچھ دیکھنے اور سننے کے بعد بنی اسرائیل جبراً و قہراً بظاہر تورات کے احکامات کو تسلیم کرنے پر رضامند ہو گئے تھے۔

یوناف اور یوام حمص سے نکل کر انطاکیہ سے ہوتے ہوئے جبلِ طاردس سے گزرے اور ایک روز ٹرائے شہر کے پاس نمودار ہوئے۔

انہوں نے دیکھا بحیرہ روم کے کنارے وہ ایک بہت بڑا شہر تھا جس کے اطراف میں اس قدر مضبوط اور چوڑی فصیلیں تھیں کہ ان پر گھوڑے دوڑائے جا سکتے تھے۔

انہوں نے یہ بھی دیکھا کہ سمندر کے کنارے ایک کوہستانی سلسلے کے اوپر بڑے بڑے پتھروں کے اوپر ایک بلند عمارت بنی ہوئی تھی۔

یوناف نے یوام کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

"اے یوام! تم نے بائیں طرف والے جبل کے اوپر بنی اس عمارت کو دیکھا یہ کس قدر پراسرار، قدیم اور عظیم عمارت لگتی ہے۔ آؤ۔ پہلے اسی کی طرف چلتے ہیں اور اس سے متعلق جاننے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس کے بعد شہر کا رخ کریں گے۔"

یوام نے مسکراتے ہوئے کہا:

"اس کے متعلق ضرور اطلاعات حاصل کرنی چاہییں۔"

اس کے ساتھ ہی دونوں میاں بیوی گھوڑوں کو ایڑ لگا کر کوہستان پر بنی ہوئی اس عمارت کی طرف بڑھنے لگے۔

جب وہ دونوں کوہستانی سلسلے کے مغربی جانب گئے تو انہوں نے دیکھا کہ وہاں سمندر کے کنارے خوب

چوڑی اور خوبصورت سیڑھیاں پہاڑ کے اوپر عمارت کی طرف جاتی تھیں جو کوہستانی سلسلے کو کاٹ کر بنائی گئی تھیں۔ سیڑھیوں کے پاس جا کر وہ گھوڑوں سے اتر گئے۔

ابھی وہ کوئی فیصلہ نہ کر پائے تھے کہ سیڑھیوں کے اوپر سے ڈھلتی ہوئی عمر کا ایک آدمی نیچے آتا دکھائی دیا اور قریب آ کر اس نے پوچھا:

"تم دونوں اجنبی لگتے ہو اور ایسا لگتا ہے کہ تم ابھی ٹرائے سے آئے ہو۔"

جواب میں یوناف نے کہا:

"میں نہیں جانتا تم کون ہو اور یہ عمارت کیسی ہے یا اس سے تمہارا کیا تعلق ہے لیکن یہ بتا دوں کہ میرا نام یوناف ہے اور یہ میرے ساتھ میری بیوی یوام ہے۔ ہم دونوں جزیرہ اللسان سے آئے ہیں اور ہم نے یہ سفر اللسان سے حمص اور انطاکیہ اور جبلِ طاردس کے راستے طے کیا ہے۔ اب ہم ٹرائے شہر سے کسی جہاز میں بیٹھ کر مصر کی طرف روانہ ہو جائیں گے۔ کیونکہ ہمارا آبائی گھر مصر ہی میں ہے اور یوں اس راستے مصر جانے کا مقصد اس کے علاوہ کچھ نہیں کہ ہم دونوں میاں، بیوی سیاحت کرتے ہوئے گھر پہنچیں۔"

خاموش ہونے پر اس آدمی نے یوناف سے کہا:

"میں ایک پجاری ہوں اور تم دونوں کو خوش آمدید کہتا ہوں۔ یہ کوہستانی سلسلہ جس کے پاس تم دونوں اس وقت کھڑے ہو اس کا نام جبلِ ایدا ہے اور اس پر جو بڑے بڑے کوہستانی پتھروں سے پراسرار قسم کی جو عمارت بنی ہوئی ہے یہ زیوس دیوتا کا معبد ہے اور میں اسی معبد کا پجاری ہوں۔ تم دونوں اگر واقعی زیوس دیوتا کے معبد کو دیکھنا چاہتے ہو تو میرے ساتھ اوپر چلو۔ میں یہ پوری عمارت دکھانے کے لیے بلا معاوضہ تمہیں راہنما کا کام دے سکتا ہوں۔"

اس پیش کش پر مسکراتے ہوئے یوناف نے کہا:

"اے زیوس دیوتا کے پجاری! میں بخوشی تمہاری اس مہربانہ پیش کش کو قبول کرتا ہوں۔ کیا تمہارے ساتھ جانے کے لیے ہم گھوڑوں کو یہیں کھڑا کر دیں۔"

اس پر وہ پجاری لپک کر آگے بڑھا اور دونوں کے گھوڑوں کو پتھروں کے ساتھ باندھنے کے بعد اس نے کہا:

"آپ دونوں کے گھوڑے یہیں رہیں گے۔ واپسی پر یہیں سے کھول لینا۔ اب آپ میرے ساتھ اوپر معبد کے اندر چلیں۔"

اچانک یوناف کی نگاہ سیڑھیوں کے دائیں جانب اٹھ گئی اور وہاں کے منظر کو دیکھ کر اس کے چہرے پر تشویش کی لہریں اور اندیشوں میں ڈوبے جذبے بکھر گئے۔ سیڑھیوں کے دائیں جانب سیاہ رنگ کی چٹانیں تھیں اور ان

کے اندر لوہے کے حلقے نظر آ رہے تھے۔ لوہے کے ان حلقوں کے ساتھ آہنی زنجیریں لٹک رہی تھیں جن کا ایک سرا حلقوں میں اور دوسرا سرا نیچے زمین پہ پڑا تھا۔ اور ان سیاہ چٹانوں کے سامنے ریتلی زمین پر انسانی اعضا ڈھانچے اور کھوپڑیاں بکھری پڑی تھیں۔

یہ منظر دیکھ کر یوناف نے اچانک مڑ کر یوام کی طرف دیکھا اور فکر مند ہو گیا کیونکہ یوام بھی اس کی نگاہوں کے تعاقب میں انہی سیاہ چٹانوں کے سامنے پڑی انسانی ہڈیاں اور کھوپڑیوں کو دیکھ رہی تھی اور اس کے چہرے پہ بے شمار تفکرات اور ان گنت خدشات رقص کر رہے تھے۔

یوام کی توجہ اس طرف سے ہٹانے کے لیے یوناف نے پجاری سے پوچھا:

"اے پجاری! کیا تو بتلائے گا کہ مجسموں کے دائیں طرف سیاہ رنگ کی جو چٹانیں ہیں ان کے نیچے انسانی اعضا جو بکھرے پڑے ہیں ان کا کیا راز ہے؟"

پجاری ان کے چہروں پہ پھیلی پریشانی اور تجسس کو بھانپ گیا لہٰذا اس نے ہلکی ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیتے ہوئے کہا:

"اے یوناف! یہ جو سیاہ چٹانیں ہیں یہ زیوس دیوتا کے معبد کی قربان گاہ ہے جہاں ہر سال ایک انتہائی خوبصورت لڑکی قربان کی جاتی ہے۔ اگر ایسا نہ کیا جائے تو زیوس دیوتا کی طرف سے ٹرائے شہر اور اس کے گرد و نواح میں طرح طرح کے عذاب شروع ہو جاتے ہیں۔"

یوناف نے پوچھا:

"اے پجاری! کیا تم مجھے اس قربان گاہ اور اس پر قربان کی جانے والی لڑکیوں کی قربانی کے بارے میں تفصیل سے بتاؤ گے؟"

پجاری نے کہا:

"ہر سال ان علاقوں سے ایک حسین ترین لڑکی چنی جاتی ہے اور اسے ان سیاہ چٹانوں کے پاس لا کر زنجیروں میں جکڑ دیا جاتا ہے۔ پس وہ اس وقت تک ان زنجیروں میں جکڑی رہتی ہے جب تک کہ خود زیوس دیوتا سمندر سے ایک عفریت کی صورت میں نمودار ہوتا ہے اور لڑکی کا کام تمام کر دیتا ہے۔ اس طرح قربانی اپنے اختتام کو پہنچتی ہے اور یوں ٹرائے شہر کے لوگ اور اس کے گرد و نواح میں بسنے والے افراد عذاب و آفات سے محفوظ ہو جاتے ہیں۔ یہ قربانی دیوتا کو خوش کرنے کے لیے ہر سال کی جاتی ہے۔"

اس تفصیل کو جاننے کے بعد یوناف اور یوام کے اندیشے جاتے رہے۔ پھر وہ دونوں پجاری کے ساتھ معبد میں چلے گئے۔

اس پجاری نے سب سے پہلے انہیں معبد کا احاطہ دکھایا۔ پھر انہیں عمارت کے اندرونی حصے میں لے گیا جہاں معبد میں کام کرنے والے پجاریوں اور ان لڑکیوں کی رہائش گاہیں تھیں جو زیوس دیوتا کے لیے وقف تھیں اور دیوداسیاں کہلاتی تھیں۔

ان لڑکیوں کے ذمے عمارت اور زیوس دیوتا کے بت کی دیکھ بھال کے علاوہ معبد کے پجاریوں کی خدمت کرنا بھی تھا۔

معبد کے یہ حصے دکھانے کے بعد پجاری ان دونوں کو اس خاص کمرے میں لایا جہاں زیوس دیوتا کا بت رکھا ہوا تھا۔ یوناف اور یوام نے دیکھا وہ ایک بہت بڑا برنجی بت تھا جو بیٹھنے کی حالت میں بنایا گیا تھا۔ بت اس قدر بڑا تھا کہ اس حالت میں بھی اس کے پاؤں عمارت کے فرش پہ تھے اور سر اس سنگی عمارت کی چھت سے ٹکرا رہا تھا۔ پجاری نے بت کی طرف اشارہ کر کے کہا:

"اے یوناف! یہ زیوس دیوتا کا بت ہے۔"

یوناف اور یوام غور سے اس بت کو دیکھنے لگے جس کو بہت سی دیوداسیاں گھیرے ہوئے تھیں۔ ان میں سے کئی تو پوجا پاٹ اور مذہبی رسوم ادا کر رہی تھیں۔ کچھ دوسری دیوداسیاں بت کی جھاڑ پھونک میں مصروف تھیں۔ بت کے بائیں طرف لمبے لمبے بانسوں سے بنی ہوئی ایک سیڑھی بھی رکھی تھی۔ شاید وہ سیڑھی اس لیے تھی کہ اس پر چڑھ کر بت کی صفائی کی جاتی ہو۔

یوناف اور یوام بڑے انہماک سے زیوس دیوتا کے بت کو دیکھ رہے تھے کہ ابلیکا نے یوناف کی گردن پر لمس دیا:

"یوناف! یوناف! میں چاہتی ہوں کہ تھوڑی دیر کے لیے تم سے الگ ہو کر میں اس معبد کے متعلق تفصیلات حاصل کروں۔"

یوناف نے مسکراتے ہوئے جواب دیا:

"ابلیکا! ابلیکا تم ضرور ایسا کرو۔"

اس کے ساتھ ہی ابلیکا یوناف کی گردن سے الگ ہو گئی۔ اس موقع پہ اس پجاری نے یوناف کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا:

"اے معزز مہمانو! کیا تم معبد کے بڑے پجاری سے ملنا پسند کرو گے؟"

یوناف نے جواباً کہا:

"ضرور۔ مگر یہ بتاؤ بڑے پجاری کا نام کیا ہے؟"

پجاری نے کہا:

"معبد کے بڑے پجاری کا نام طوفار ہے جو ایک بڑا ساحر بھی ہے اور اس پر مستزاد یہ کہ وہ بے شمار سحری قوتوں اور مافوق الفطرت طاقتوں کا مالک بھی ہے۔ اسی بنا پر ٹرائے کے حکمران اور عوام اس پجاری کی زیادہ اس لیے عزت کرتے ہیں کہ وہ سحری علوم کا بے مثل ماہر ہے۔"

اس پر یوناف نے کہا،

"میں طوفار سے ضرور ملوں گا لیکن اس سے ملاقات کرنے سے قبل کیا تم مجھے اس ٹرائے شہر کے متعلق اہم معلومات فراہم نہ کرو گے؟"

پجاری نے خوش دلی سے کہا:

"کیوں نہیں۔ میں ضرور آپ کو یہ معلومات فراہم کروں گا۔"

تھوڑی دیر رک کر پجاری پھر اپنی بات شروع کرتے ہوئے بولا،

"اے یوناف! ٹرائے شہر کے مغرب میں بحیرہ روم اور مشرق میں سکندر نام کا دریا ہے۔ شہر کے ارد گرد جو لوگ بستے ہیں انہیں ٹروجن کہا جاتا ہے۔

اے یوناف! آج سے برسوں پہلے دردانوس نام کا ایک رئیس ہیلینی شہر سے نکل کر گھومتا پھرتا ان علاقوں کی طرف آیا اور یہاں سے جنوب میں ایک چھوٹے سے شہر ماشیا میں آکر رہنے لگا۔ یہاں اس نے بہادری، شجاعت اور اپنی شرافت و نجابت کی بنا پر ماشیا کے بادشاہ طوسر کی بیٹی سے شادی کر لی۔ طوسر گڈریا بادشاہ کے نام سے مشہور تھا۔ دردانوس کے پوتے کا ایک بیٹا انوس ہوا جس نے دریائے سکندر کے کنارے ٹرائے شہر آباد کیا اور اس جبل ایدا پر زیوس دیوتا کا معبد بھی تعمیر کرایا۔ زیوس کا یہ بت بھی اسی کے دور میں بنایا گیا تھا۔ ٹروجن قوم اور بھی بہت سے چھوٹے بڑے دیوتاؤں کی پوجا کرتی ہے لیکن زیوس کو ان سب پر فوقیت حاصل ہے اور اسے دیوتاؤں کا دیوتا خدا تسلیم کیا جاتا ہے۔

پجاری ذرا رکا، پھر یوناف کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے کہا:

"اے محترم و معزز یوناف! میں ٹرائے شہر اس میں بسنے والی ٹروجن قوم اور اس شہر کو بسائے جانے کے بارے میں جو معلومات تمہیں فراہم کر چکا ہوں۔ کیا یہ کافی ہیں یا کچھ اور جاننے کی خواہش ہے۔"

۱۔ یہ تفصیلات کتاب CLASSIC MYTH AND LEGEND سے حاصل کی گئی ہیں۔

یوناف نے کہا،

"اے پجاری! تیرا شکریہ کہ تو نے مجھے اس شہر کے بارے میں اس قدر اطلاعات فراہم کی ہیں۔ اب میں تمہارے بڑے پجاری طوفار سے ملنا چاہوں گا۔"

پجاری نے خوش طبعی سے کہا:

"میں ابھی تمہیں اس کے پاس لے جاتا ہوں لیکن کیا تم پسند کرو گے کہ تمہاری بیوی یہیں زیوس دیوتا کے بت کے پاس دیوداسیوں میں رہے اور تم میرے ساتھ طوفار کے پاس چلو اس لیے کہ طوفار عورتوں سے ملنا پسند نہیں کرتا۔"

یوناف نے مسکراتے ہوئے کہا،

"ٹھیک ہے۔ میری بیوی یوام یہیں رک کر میرا انتظار کرے گی اور میں اکیلا ہی تمہارے ساتھ طوفار کے پاس چلوں گا۔"

اس کے ساتھ ہی پجاری دیوداسیوں کی طرف گیا اور بڑی رازداری کے ساتھ ان سے کوئی بات کرنے لگا۔

اسی لمحے یوناف نے اپنے پہلو میں کھڑی یوام کو مخاطب کرتے ہوئے کہا،

"اے یوام! تم نے پجاری کی بات سن لی ہے سو تم یہیں زیوس دیوتا کے بت کے پاس رک کر میرا انتظار کرو۔ دیوداسیاں میرے بعد تمہارا خیال رکھیں گی۔ اے یوام! میں اس بڑے پجاری سے مل کر جلدی لوٹ آؤں گا۔ تم ہرگز فکرمند نہ ہونا۔"

اسی لمحے پجاری واپس آ گیا۔ اس کے ساتھ چند دیوداسیاں تھیں جنہوں نے بڑی خوش طبعی کا مظاہرہ کرتے ہوئے یوام کو اپنے حلقے میں لے لیا۔

یوام کی طرف سے مطمئن ہو کر یوناف پجاری کے ساتھ ہو لیا۔ راستے میں اس عمارت کے مختلف کمروں سے گزرتے ہوئے یوناف نے کہا:

"اے پجاری! تو طوفار سے تعارف کراتے وقت کہہ دینا کہ میں بھی کوئی عام انسان نہیں ہوں بلکہ ان گنت سحری اور مافوق الفطرت قوتوں کا مالک ہوں لہٰذا وہ میرے ساتھ گفتگو کے دوران آداب، مروت، لحاظ اور عزت ملحوظ رکھے۔"

پجاری نے چونک جانے کے انداز میں کہا:

"اے یوناف! کیا واقعی تم سچ کہہ رہے ہو۔ اگر ایسا ہے تو طوفار تم سے مل کر بے حد خوش ہو گا اور تم فکرمند نہ ہو میں طوفار سے تمہارا تعارف کراتے وقت تمہاری خواہش کے مطابق یہ بات کہہ دوں گا۔ مجھے امید ہے کہ اس انکشاف پر وہ تمہارے ساتھ احتیاط اور لحاظ سے گفتگو کرے گا۔"

ایک کمرے میں داخل ہو کر پجاری نے یوناف سے کہا:

"اے محترم یوناف! تم تھوڑی دیر یہاں رکو میں بڑے پجاری طوفار کو تمہارے متعلق بتاتا ہوں اور اس سے اجازت لے کر لوٹتا ہوں۔"

یوناف نے کہا:

"ہاں تم جاؤ میں یہیں رک کر تمہارا انتظار کرتا ہوں۔"

اس پر وہ پجاری کمرے سے چلا گیا۔ یوناف کمرے کا جائزہ لینے لگا۔ اس نے دیکھا کمرہ کافی بڑا تھا لیکن چاروں طرف سے بند تھا۔ اس کے اندر دو ہی دروازے تھے۔ ایک وہ جس سے وہ پجاری کے ساتھ کمرے میں داخل ہوا تھا اور دوسرا وہ جس سے پجاری طوفار کی طرف گیا تھا۔ اس کے علاوہ اس کمرے میں کوئی دروازہ، روشن دان اور کھڑکی تک نہ تھی۔

اس نے یہ بھی دیکھا کہ اس کمرے کی چھت موٹی موٹی لکڑیوں اور شہتیروں پر کھڑی تھی لیکن وہ چھت بہت اونچی تھی۔

اچانک وہ چونک پڑا۔ اس نے دیکھا کہ جس دروازے میں سے پجاری باہر نکلا تھا وہ بند ہو گیا تھا اور بند بھی اس طریقے سے ہوا تھا کہ گویا وہاں کبھی کوئی دروازہ تھا ہی نہ تھا۔ اب اس جگہ جہاں پہلے دروازہ تھا دیوار برابر ہو گئی تھی۔

یوناف ابھی تشویش کے انداز میں دیوار کو دیکھ رہا تھا کہ وہ ایک بار پھر چونک پڑا۔ کیونکہ جس دروازے سے وہ اندر آیا تھا اب وہ بھی بند ہو گیا تھا اور اس کی جگہ بھی اب وہاں دیوار برابر ہو گئی تھی۔ یوں اب کمرے سے باہر نکلنے کا کوئی راستہ نہ رہا تھا۔

یہ صورت حال دیکھ کر یوناف کے لبوں پر ایک طنزیہ مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ اس نے انتہائی غصیلے انداز میں اپنی تلوار بے نیام کی۔ اس کی نوک پر کوئی سحری عمل کیا اور تلوار کی نوک کو دیوار میں اس جگہ مس کیا جہاں وہ دروازہ تھا جس میں سے وہ پجاری کے ساتھ کمرے میں داخل ہوا تھا۔

تلوار کی نوک کا دیوار سے مس ہونا تھا کہ کمرے میں ایک گڑگڑاہٹ سی ہوئی۔ دیوار تیزی سے بائیں طرف سرکی اور وہاں دروازہ نمودار ہو گیا۔

پھر یوناف کمرے کی دوسری سمت گیا اور وہاں بھی تلوار کو دیوار سے مس کیا۔ دیوار گڑگڑاہٹ کے ساتھ دائیں جانب ہو گئی اور وہاں بھی دروازہ نمودار ہو گیا۔

یوناف نے سحر کی ہوئی تلوار ہاتھ ہی میں رکھی اور تیزی سے اس دروازے میں داخل ہو گیا جہاں وہ پجاری

گیا تھا۔ اچانک بڑھتے بڑھتے وہ رک گیا کیونکہ ابلیکا نے اس کی گردن پر لمس دیا تھا اور ساتھ ہی اس کی آواز اس کے کان میں پڑی:

"یوناف! یوناف! یہیں رکو اور میری بات سنو۔ تم اس وقت خطرے میں ہو۔"

یوناف رک گیا۔ اور تجسس سے پوچھا:

"کیا ہوا ابلیکا! مجھے یہاں کس قسم کا خطرہ ہے۔"

ابلیکا نے اداس اور افسردہ آواز میں کہا:

"اے یوناف! ان ظالموں نے تمہاری یوام کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔"

یوناف نے غصے میں بھر کر کہا:

"یہ تم کیا کہہ رہی ہو ابلیکا!"

ابلیکا جواب میں بولی:

"معاملہ یہ ہے یوناف کہ یہ لوگ ہر سال آفات اور عمادی ابتلاؤں سے بچنے کے لیے زیوس دیوتا کی قربان گاہ پر ایک حسین اور خوبصورت لڑکی کی قربانی دیتے ہیں۔

جس لڑکی کی قربانی دینی ہوتی ہے اسے ان سیڑھیوں کے قریب قربان گاہ میں جکڑ دیتے ہیں اور لوگوں میں مشہور کر دیتے ہیں کہ ایک روز زیوس دیوتا سمندر سے نکلے گا اور اس لڑکی کی قربانی وصول کرے گا لیکن یہ سب دھوکا اور فریب ہے۔ یہ سب معلومات حاصل کر کے آئی ہوں۔

جس لڑکی کی انہوں نے قربانی دینی ہوتی ہے یہ اسے قربان گاہ میں زنجیروں سے جکڑ دیتے ہیں۔ کچھ لڑکیوں کو خود ہی ایسے وقت میں قتل کر دیتے ہیں جب معبد میں کوئی نہ ہو اور کچھ کو کئی کئی دن تک زنجیروں میں جکڑے رکھتے ہیں۔ پھر خود ہی اسے بھی قتل کر کے مشہور کر دیتے ہیں کہ سمندر سے زیوس دیوتا نکلا تھا اور اس لڑکی کی قربانی کو عمل کر گیا۔

سوائے یوناف! ان دنوں بھی یہ ایک قربانی دینے والے تھے اور قربانی کے لیے یہ لوگ ہر سال مختلف قبیلوں اور خاندانوں سے خوبصورت لڑکی حاصل کرتے ہیں اور جس سال قربانی شاہی خاندان سے حاصل کرنا ہوتی ہے اس سال یہ ظالم اپنے شاہی خاندان کو خوش کرنے کے لیے کسی اجنبی یا مسافر اور خوبصورت لڑکی کو پکڑ کر یہاں قربان کر دیتے ہیں اور لوگوں میں مشہور کر دیتے ہیں کہ شاہی خاندان کی لڑکی کو قربان کر دیا گیا ہے۔

اے یوناف! جس وقت تم یوام کے ساتھ اس معبد کی طرف آئے اس وقت کچھ پجاریوں نے خفیہ طور پر اس معبد کے اردگرد منڈلاتے رہتے ہیں تمہیں اور یوام کو دیکھ لیا تھا لہٰذا انہوں نے اس کی اطلاع طوفار کو دے دی۔

طوخار نے حکم دیا کہ یوام کی قربانی دے دی جائے۔

اس مقصد کے لیے اس نے ایک پجاری کو تمہاری طرف بھیجا کہ وہ تم سے خوش طبعی سے پیش آئے اور تم دونوں کو اندر لے آئے اور وہ ایسا کرنے میں کامیاب ہو گیا۔

پھر اس نے تمہیں اس بات پر بھی آمادہ کر لیا کہ یوام زیوس دیوتا کے بت کے پاس ہی دیوداسیوں کے پاس رہے اور تمہیں طوخار سے ملنے کے لیے وہ ادھر لے آیا۔

تمہاری غیر موجودگی میں دیوداسیوں نے یوام کو پکڑ لیا اور پھر کچھ پجاری فوراً ہی اسے نیچے لے گئے جہاں انہوں نے یوام کو زنجیروں میں جکڑ دیا اور پھر اسے زیوس پر قربان کرنے کے لیے اس کی گردن کاٹ دی۔ اے یوناف اتم قربان گاہ پہ اس کی لاش دیکھ سکتے ہو۔

اصل میں یوام کو قربان کرنے کے بعد نہیں کمرے میں بند کر کے وہ شہر میں جا کر لوگوں کو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ شاہی خاندان کی لڑکی قربان کر دی گئی ہے۔

جب وہ یہ اطلاع لوگوں کو دیتے تو لوگ بھاگے بھاگے وہاں آتے اور قربان کی ہوئی لڑکی دیکھ کر ان کی تسلی ہو جاتی کہ شاہی خاندان ہی کی لڑکی قتل کی گئی ہے اور یہ کہ اس کے باعث اس سال وہ عذاب و آفات سے بالکل محفوظ رہیں گے۔

ڈرائے شہر کے لوگ ان اجنبی لڑکیوں کو اس لیے نہیں پہچان سکتے کہ وہ شاہی خاندان کی لڑکیوں کی شکل و صورت سے آشنا نہیں ہوتے اس لیے کہ اول تو شاہی خاندان کی لڑکیاں بہت کم باہر نکلتی ہیں اور اگر کہیں باہر آتی جاتی ہیں تو پردے والی بگھیوں میں۔ لہٰذا عام لوگ انہیں شکل و صورت سے نہیں جانتے۔ اس لیے شاہی خاندان کی جگہ جب کسی اور اجنبی لڑکی کو قربان کر دیا جاتا ہے تو یہاں کے لوگ کوئی اعتراض نہیں کرتے کہ وہ تو شاہی خاندان کی لڑکیوں کی پہچان ہی نہیں رکھتے۔

اے یوناف! اس سال بھی قربانی شاہی خاندان کی طرف سے دی جانی تھی لہٰذا ان ظالم پجاریوں نے تمہاری بیوی یوام کو قربان کر دیا۔"

یوناف نے تھرتھراتی آواز میں کہا:

"اے ابلیکا! کیا تم مجھے بتا سکو گی کہ اس وقت وہ پجاری کہاں ہے جو مجھے یہاں لے کر آیا تھا اور بڑا پجاری طوخار کہاں ہے؟"

ابلیکا نے کہا:

"جس طرف تم جا رہے ہو وہاں سیڑھیاں آگے بائیں طرف تیسرا کمرہ طوخار کا ہے اور تمہیں یہاں لانے والا

پجاری بھی وہیں بیٹھا اسے اپنی کارروائی بتا رہا ہے تاکہ وہ اپنے کچھ پجاریوں کو ڈرائے شہر کی طرف بھیجے کہ لوگوں کو اطلاع کر دے کہ شاہی خاندان کی لڑکی کو زیوس دیوتا پر قربان کیا جا چکا ہے۔"

یوناف نے کھولتے لہجے میں کہا:

"پہلے میں یوام کی لاش دیکھ لوں۔ پھر طوخار اور اس پجاری سے آ کر بات کرتا ہوں۔"

اس نے اپنی سری قوتوں کو حرکت دی اور دوسرے ہی لمحے وہ سیڑھیوں کے پاس قربان گاہ کے پاس جا نمودار ہوا۔

اس نے دیکھا اس کی بیوی یوام کی لاش وہاں خون میں لت پت پڑی تھی اور اس کا سر تن سے جدا ہو کر ایک طرف لڑھک گیا تھا۔

یوناف چند ثانیوں تک کھڑا انتہائی تاسف اور غمگینی سے یوام کی لاش کو دیکھتا رہا اس کی آنکھوں سے بے ساختہ آنسو بہہ نکلے تھے۔

اسی لمحے ابلیکا نے اس کی گردن پر لمس دیا اور بولی:

"اے یوناف! کاش میں اس معبد سے متعلق ضروری معلومات حاصل کرنے نہ گئی ہوتی۔ یوناف! مجھے یوام کے یوں بے چارگی اور بے بسی سے ان ظالموں کے ہاتھوں مارے جانے کا بے حد دکھ ہے۔ کاش! میں اس کی مدد کر سکتی۔ کاش میں اسے بچا سکتی۔"

یوناف نے ابلیکا کی باتوں کا کوئی جواب نہ دیا۔ اس نے اپنی آنکھیں خشک کیں۔ دوبارہ اپنی سری قوتوں کو حرکت میں لایا اور طوخار کے سامنے کمرے کے باہر نمودار ہوا۔

اس نے ایک دم کمرے کے دروازے پہ زوردار ٹھوکر رسید کی جس پر اس کے دونوں پٹ کھل گئے۔ ساتھ ہی یوناف آندھی اور قہر بھرے طوفان کی طرح اندر داخل ہو گیا۔

یوناف نے دیکھا اسے عمارت میں لانے والا پجاری بھی وہیں موجود تھا۔ اسی لمحہ ابلیکا نے اس کی گردن پہ لمس دیا اور بولی:

"یہ سامنے جو ادھیڑ عمر کا شخص بیٹھا ہے یہی طوخار ہے۔"

یوناف کو دیکھتے ہی وہ پجاری دہشت زدہ سا ہو کر اپنی جگہ سے اٹھا۔ اس پر طوخار نے اپنے پجاری کو مخاطب کرتے ہوئے تسلی دی اور کہا:

"تم اچانک اس قدر پریشان اور بوکھلائے کیوں گئے ہو اور کیوں بدک کر اٹھ کھڑے ہوئے ہو اور یہ جوان کون ہے جو بلا اجازت اس طرح کمرے میں داخل ہوا ہے؟"

طوفار کے سوالوں پر پجاری اس کے قریب ہوا اور اس کے کان میں سرگوشی کرتے ہوئے انکشاف کیا:

"اے آقا! یہ وہی جوان ہے جس کا نام یوناف ہے اور جسے میں آپ کے حکم پر کمرے میں بند کر آیا تھا۔ اور جس کی بیوی کو ابھی ابھی قربان کیا جا چکا ہے۔"

طوفار کو جب اصل صورت حال کا علم ہوا تو وہ انتہائی درشتی اور برہمی سے بولا:

"تم کون ہو اور کیوں بلا اجازت میرے کمرے میں داخل ہوئے ہو۔"

پھر یوناف کے جواب کا انتظار کیے بغیر اس نے اپنے قریب رکھی لکڑی کی ایک چھوٹی سی ہتھوڑی اٹھائی اور اس سے اپنے دائیں طرف لٹکے ایک طشت پر ضرب لگا دی۔

اس ضرب سے ایک گونجدار آواز خوب بلند ہو کر سنائی دی جس کے جواب میں کچھ مسلح پجاری اس کمرے کے اندر داخل ہوئے جو تعداد میں پانچ تھے۔

جونہی وہ مسلح پجاری اندر آئے طوفار نے غضبناک اور کڑکتی آواز میں کہا:

"اسے گرفتار کر لو اور آہنی سلاخوں والے کمرے میں بند کر دو۔"

یوناف نے اپنی تلوار پر کوئی لاہوتی عمل کیا اور جونہی اس نے اپنی تلوار کا رخ ان پانچوں کی طرف کیا، وہاں کمرے میں ایک بہت بڑے الاؤ کی صورت میں آگ نمودار ہوئی اور ان پانچوں کو اس نے جلا کر ایسا کر دیا کہ ان کی ہڈیوں تک کا نشان نہ رہا۔

جب آگ ختم ہوئی تو طوفار اور اس کے پجاری نے دیکھا کہ ان پانچ مسلح جوانوں کی جگہ اب کچھ بھی نہ تھا اس پر وہ دونوں خوفزدہ ہو گئے۔

یوناف چند قدم آگے بڑھا اور اس نے طوفار کو مخاطب کر کے کہا:

"اے طوفار! میں نے تیرے اس پجاری کے ذریعے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ میں بے شمار فوق البشر اور ان گنت سری قوتوں کا مالک ہوں اور احتیاط برتنا لیکن تم ایسے ناعاقبت اندیش لوگ ہو کہ تم نے نہ صرف میرے ساتھ بدلحاظی اور بداحتیاطی کی بلکہ ظلم اور فریب سے کام لیتے ہوئے میری بے گناہ بیوی کو زیوس دیوتا کی قربان گاہ پر قتل کر دیا — اے طوفار! میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ ان پجاریوں کو یہاں بلاؤ جو میری بیوی کو قربان گاہ میں لے گئے تھے اور وہاں اسے زنجیروں میں جکڑ کر قربان کر دیا۔"

طوفار نے غور سے یوناف کو دیکھا اور پوچھا:

"اگر میں ایسا نہ کروں تب؟"

اس پر یوناف نے تلوار کا رخ اس کے ساتھی پجاری کی طرف کر دیا اور وہ پل بھر میں جل کر ختم ہو گیا۔ یوناف

نے کھولتی ہوئی آواز میں کہا:

"تب تمہارا انجام بھی اس پجاری جیسا ہو گا۔ یاد رکھو اس معبد کے اندر میں انتقام کی ایسی آگ بھڑکا دوں گا کہ کوئی بھی پجاری اور دیوداسی نہ بچ سکے گی۔ تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ ان پجاریوں کو بلاؤ اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اے طوفار! میں تمہیں بدترین موت ماروں گا۔"

طوفار نے چند ثانیے سوچا۔ پھر شاید اس نے یوناف سے نہ ٹکرانے کا فیصلہ کیا اور لکڑی کی ہتھوڑی اٹھا کر طشت پر ضرب لگا دی۔

تھوڑی دیر بعد چند اور مسلح پجاری کمرے میں داخل ہوئے تو طوفار نے تحکمانہ انداز میں کہا:

"ان پجاریوں کو بلا کر لاؤ جنہوں نے ابھی تھوڑی دیر قبل قربان گاہ میں ایک لڑکی کی قربانی کے فرائض ادا کیے ہیں۔"

طوفار کا حکم سن کر وہ سب اس کمرے سے چلے گئے۔

یوناف کو زیادہ انتظار نہ کرنا پڑا کہ طوفار کے کمرے میں تین پجاری داخل ہوئے۔ طوفار نے انہیں مخاطب کر کے پوچھا:

"کیا ابھی تھوڑی دیر قبل تم تینوں نے ہی زیوس دیوتا کے لیے ایک لڑکی کو قربان کیا ہے۔"

وہ پجاری رونما ہونے والے حالات اور اپنے منڈلاتے انجام سے بےخبر جھٹ بولے:

"اے آقا! ہم تینوں نے ہی اس لڑکی کی قربانی کے فرائض انجام دیے ہیں۔"

اس پر طوفار نے یوناف کی طرف دیکھا اور کہا:

"یہ ہیں وہ تینوں جنہیں آپ نے طلب کیا تھا۔"

یوناف نے ان تینوں سے کہا:

"تم تینوں طوفار کے پہلو میں جا کر کھڑے ہو جاؤ۔"

وہ پجاری کچھ کہے بغیر طوفار کے پہلو میں چلے گئے۔ یوناف ان کے قریب آیا اور بڑے ہولناک انداز میں انہیں مخاطب کرتے ہوئے بولا:

"اے مجرم پجاریو! تم نے جس لڑکی کو قتل کیا وہ میری بیوی تھی اور تم نے یہ مکروہ کام دھوکے اور فریب سے کیا جس میں تمہارا یہ بڑا پجاری طوفار بھی شامل ہے لہٰذا اب تم چاروں میں سے کوئی بھی میرے انتقام کی آگ سے نہ بچ سکے گا۔"

اس کے ساتھ ہی یوناف نے اپنی تلوار کا رخ ان کی طرف کر دیا اور وہ چاروں بھی آگ کے شعلے کی طرح بھڑک کر

ختم ہو گئے۔

اس کام سے فارغ ہو کر یوناف اپنی ساری قوتوں کو حرکت میں لایا اور سیڑھیوں کے پاس اس جگہ نمودار ہوا جہاں اس کا اور یوام کا گھوڑا بندھا ہوا تھا۔ پہلے اس نے قربان گاہ کے قریب یوام کو دفن کیا۔ پھر دونوں گھوڑوں کو کھولا یوام کے گھوڑے کی لگام اپنے گھوڑے کی زین سے باندھی۔

اس موقع پر ابیکا نے کہا:

"اے میرے حبیب! اب تم کدھر کا رخ کرو گے؟"

یوناف نے افسردہ اور بجھی بجھی آواز میں کہا:

"اب جبکہ ان ظالموں نے مجھے یوام سے محروم کر دیا ہے۔ تو میں چند روز تک ٹرائے کی کسی سرائے میں قیام کروں گا اس کے بعد مصر کا رخ کروں گا۔"

اس کے ساتھ ہی ایک جست لگا کر یوناف اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور ایڑ لگا کر ٹرائے شہر کی طرف دوڑا دیا۔

بنی اسرائیل کو مصر سے نکلے ہوئے ایک برس اور دو ماہ گزر چکے تھے اور ابھی تک وہ سینا کے بیابانوں کے اندر ہی پڑاؤ کیے ہوئے تھے۔ یہاں تک کہ دشت سینا میں موسیٰؑ کو خداوند کریم کی طرف سے حکم ہوا کہ:

"بنی اسرائیل کے ایسے مردوں کی گنتی کرو جو عمر میں بیس برس سے زائد ہوں اور جنگوں میں حصہ لینے کے قابل ہوں۔ اور ایسے جوانوں کی گنتی اس طرح کی جائے کہ بنی اسرائیل کے ہر قبیلے سے ایک آدمی جو اپنے آبائی خاندان کا سردار ہو وہ اس گنتی کے دوران موسیٰؑ و ہارونؑ کے ساتھ رہے اور پھر ایک ایک مرد کا نام لے کر گنتی کی جائے۔"

سو دشت سینا میں اللہ تعالیٰ کے اس حکم کا اتباع کرتے ہوئے موسیٰؑ و ہارونؑ نے جب بنی اسرائیل کے ان جوانوں کی گنتی کی جو عمر میں بیس سال سے زائد اور جنگوں میں حصہ لینے کے قابل تھے تو ان کی تعداد چھ لاکھ تین ہزار پانچسو کے قریب ہوئی۔

چند دنوں کے بعد موسیٰؑ کو پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم دیا گیا کہ:

"بنی اسرائیل کے ساتھ دشت سینا سے کوچ کرو اور دشت فاران میں جا کر پڑاؤ کرو۔"

اس خدائی حکم کے اتباع میں موسیٰؑ نے بنی اسرائیل کے ساتھ کوچ کیا اور جب دشت فاران میں جا کر خیمہ زن ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے پھر موسیٰؑ کو ہدایت کی کہ:

"بنی اسرائیل کے بارہ قبیلوں میں سے بارہ آدمی ارض کنعان کی طرف روانہ کرو تا کہ وہ اس سرزمین کے حالات جان کر آئیں اور اس کے بعد اس سرزمین کے رہنے والوں پر حملہ آور ہو کر بنی اسرائیل اس پر قبضہ کر لیں کیونکہ یہی وہ سرزمین ہے

جس کے دینے کا وعدہ اللہ پاک نے بنی اسرائیل سے کر رکھا ہے۔

موسیٰ نے بنی اسرائیل کے بارہ قبیلوں میں سے بارہ آدمیوں کا چناؤ کیا اور انہیں حکم دیا کہ وہ ارض کنعان کا حال جاننے کے لیے اس سرزمین کی طرف روانہ ہوں اور ساتھ ہی انہیں یہ بھی سمجھا دیا کہ وہ یہ دیکھ کر آئیں کہ وہ ملک کیسا ہے۔ جو لوگ وہاں بستے ہیں وہ کیسے ہیں زور آور ہیں یا کمزور۔ تھوڑے ہیں یا بہت زیادہ۔ اور جن شہروں میں وہ رہتے ہیں ان کا احوال کیا ہے۔ آیا وہ خیموں میں رہتے ہیں یا قلعوں میں اور وہاں کی زمین زرخیز ہے یا بنجر؟ اس کے اندر درخت ہیں یا نہیں۔

ساتھ ہی ان کو یہ ہدایت بھی کر دی کہ جب وہ اس سرزمین سے لوٹ کر آئیں تو آتی دفعہ اپنے ساتھ وہاں کے پھل بھی لیتے آئیں تاکہ وہ پھل بنی اسرائیل کو دکھا کر انہیں اس سرزمین پر حملہ آور ہونے کی ترغیب دی جا سکے۔

پس موسیٰ کے حکم پر وہ بارہ آدمی ارض کنعان کا حال جاننے کے لیے دشتِ فاران سے روانہ ہو گئے۔

۱۔ یہ بارہ آدمی مندرجہ ذیل تھے:

۱۔ بنی روبن سے سموع بن ذکور
۲۔ بنی شمعون سے صفت بن حوری
۳۔ بنی یہوداہ سے کالب بن یوفنا
۴۔ بنی اشکار سے اجال بن یوسف
۵۔ بنی دان سے عمی ایل بن جملی
۶۔ بنی آشر سے ستور بن میکائیل
۷۔ بنی یوسف سے یوشع بن نون
۸۔ بنی بنیامین سے فلطی بن رفو
۹۔ بنی زبولون سے
۱۰۔
۱۱۔
۱۲

یوناف یوام کے مارے جانے کے بعد ابھی تک ٹراسے شہر میں ہی قیام کیے ہوئے تھا۔ اس قیام کے دوران اس نے جابا اور یوام کا گھوڑا ابلق فروخت کر دیا۔

ایک روز جب وہ سرائے کے مالک سے اپنا حساب بے باک کرنے کے بعد وہاں سے کوچ کرنے والا تھا کہ ابیکا نے اس کی گردن پر لمس دیا اور اپنی شیریں آواز میں پوچھا:

"اے یوناف! ٹراسے کی اس سرائے سے کوچ کر کے اب تم کس طرف کا رخ کرو گے۔"

یوناف نے جواب میں کہا:

"اے ابیکا! میں نیل کے کنارے اپنے محل کی طرف جاؤں گا۔"

اس پر ابیکا نے کہا:

"اے یوناف! آؤ ہم اور ارض کنعان اور اس کے اطراف کی سرزمینوں کا رخ کریں۔"

یوناف نے درمیان میں بولتے ہوئے استفہامیہ انداز میں پوچھا:

"اے ابیکا! کیا تم وہاں مجھے مارب، یبوسا اور بنیطرے سے ٹکرانا چاہتی ہو۔"

ابیکا کی مسکراتی ہوئی آواز سنائی دی:

"اے یوناف! ایسی کوئی بات نہیں۔ جہاں تک ان تینوں پر حملہ کرنے میں پہل نہیں کریں گے بلکہ ماضی میں بھی ہمارا رویہ لیا رہا ہے کہ ہم نے ان کے بڑے اور گھناؤنے اعمال کا محض جواب دیا ہے کبھی ان پر حملہ کرنے میں پہل نہیں کی اور اے یوناف! اس وقت تو میں تمہیں اس لیے اُدھر جانے کو کہہ رہی ہوں کہ اللہ کے پیغمبر موسیٰ و ہارون بنی اسرائیل کو مصر سے نکالنے کے بعد انہی سرزمینوں کا رخ کر رہے ہیں۔ جن ان علاقوں سے ہو کر آ رہی ہیں۔ موسیٰ و ہارون اس وقت بنی اسرائیل کے ساتھ دشتِ فاران میں خیمہ زن ہیں اور انہوں نے اپنے بارہ آدمیوں کو کنعانیوں اور ان کے اطراف میں دوسری قوموں کے احوال جاننے کے لیے بھیجا ہے۔ تاکہ وہ ان پر حملہ آور ہو کر اس سرزمین پر قبضہ کر لیں جس کا خدا نے ان سے وعدہ کر رکھا ہے:

"اے یوناف! میں چاہتی ہوں تم بھی بنی اسرائیل میں جا شامل ہو اس لیے کہ بنی اسرائیل کا عنقریب دو ایسے آدمیوں سے پالا پڑنے والا ہے جو حیرت انگیز قوتوں کے مالک ہیں:

یوناف نے پوچھا:

"اے ابیکا! کیا موسیٰ و ہارون جیسے پیغمبروں کے سامنے بھی یہ دونوں اشخاص سر اٹھانے میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔ اور کیا تم مجھے یہ نہ بتاؤ گی کہ یہ دونوں کون ہیں۔"

ابیکا اپنا سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے پھر بولی:

"اے یوناف! جن دو حیرت انگیز آدمیوں کا میں نے تم سے ذکر کیا ہے ان میں سے ایک تو اوج بن عنق ہے جس کا قد اس قدر ہے کہ ناپا ہی نہیں جا سکتا اور بہت کم لوگ دنیا میں ایسے رہے ہوں گے جو اس جیسے طویل قامت ہوں گے۔

اوج بن عنق ارضِ کنعان کے اندر بسن کا حکمران ہے اور یہ اس قدر طاقت ور انسان ہے کہ درجنوں انسانوں کو اپنی بغلوں میں دبا کر بھاگ اٹھتا ہے۔

اس کے علاوہ عام لوگوں کی روایت یہ ہے کہ اوج بن عنق گزشتہ تین ہزار سال سے زندہ ہے اور اب بھی جوان اور توانا ہے"۔

دوسرا حیرت انگیز آدمی بلعام بن بعور ہے۔ یہ بلقاد شہر کا رہنے والا ہے۔ اس کا تعلق موآبیوں کی قوم سے ہے اور یہ شخص اسمِ اعظم جانتا ہے لہٰذا جو بھی خواہش اور دعا کرتا ہے وہ پوری ہو جاتی ہے۔

اب کیونکہ بنی اسرائیل کا واسطہ اوج اور بلعام سے پڑنے والا ہے لہٰذا آؤ بنی اسرائیل میں شامل ہو کر یہ دیکھیں کہ ان دونوں اشخاص کے ساتھ بنی اسرائیل کے ٹکراؤ کا کیا نتیجہ نکلتا ہے"۔

یوناف نے ابلیکا کی تائید کرتے ہوئے کہا:

"اے ابلیکا! تم ٹھیک کہتی ہو۔ آؤ یہاں سے بسن شہر کا رخ کریں اور وہاں دیکھیں کہ اوج بن عنق کیسا دراز قد اور طاقت ور انسان ہے"۔

اس کے ساتھ ہی یوناف ٹردجن کے مرکزی شہر ٹراٹے سے بسن کی طرف کوچ کر گیا۔

ابلیکا کے کہنے پر یوناف جب ارضِ کنعان کے شہر لبن میں نمودار ہوا تو اتفاق سے اسی وقت وہ بارہ اسرائیلی بھی لبن میں داخل ہوئے جن کا سربراہ یوشع بن نون تھا۔

جس وقت وہ بارہ اسرائیلی لبن کے حاکم اوج بن عنق کے مکان کی طرف جا رہے تھے تو ابلیکا نے یوناف کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

"یہ جو بارہ آدمی ہمارے آگے آگے جا رہے ہیں یہ وہی اسرائیلی ہیں اور انہیں اللہ کے پیغمبر موسیٰ نے سرزمینوں کا احوال جاننے کے لئے ادھر بھیجا ہے۔

اے یوناف! تم بھی ان میں شامل ہو جاؤ۔ پھر دیکھتے ہیں کہ یہ ان سرزمینوں سے متعلق کیسی اور کس نوعیت کی معلومات حاصل کرتے ہیں۔"

اس پر یوناف خود آگے بڑھا اور ان بارہ اسرائیلیوں میں شامل ہونا ہی چاہتا تھا کہ اپنی جگہ پر رک گیا۔ اس نے دیکھا کہ ایک انتہائی دراز قامت اور عظیم الجثہ آدمی ایک عمارت کے اندر سے نکلا اور بڑی تیزی سے ان بارہ اسرائیلیوں کی طرف بڑھا۔

اس لمحے ابلیکا نے پھر یوناف کو بتایا:

"ادھر دیکھو یوناف! یہ جو دراز قد اور کوہ پیکر انسان دائیں ہاتھ کی عمارت سے نکل کر اسرائیلیوں کی طرف آ رہا ہے یہی لبن شہر کا حاکم اوج بن عنق ہے۔"

اس انکشاف پر یوناف آگے بڑھا اور مناسب فاصلے پر رک کر اوج بن عنق کی طرف غور سے دیکھنے لگا جو تیزی

سے ان بارہ اسرائیلیوں کی طرف آیا اور ان کی راہ روکتے ہوئے اس نے کہا:

"تم لوگ کون ہو اور کس غرض سے اس شہر میں داخل ہوئے ہو۔ مجھے لگتا ہے کہ تم لوگ اپنے حلیے، لباس اور شکل و صورت سے مقامی نہیں لگتے۔"

اوج کے سوال پر یوشع بن نون نے جواب دیا:

"کیا تمہارے سوال کا جواب دینے سے قبل یہ بہتر نہیں کہ ہم جان لیں کہ تم کون ہو، تمہارا نام کیا ہے اور کیوں تم ہم سے اس نوعیت کے سوال پوچھ رہے ہو۔"

اوج نے بڑے غور اور کسی قدر استفہامیہ انداز میں یوشع بن نون کی طرف دیکھا، پھر کسی قدر تلخ لہجے میں اس نے کہا:

"میں اس شہر لبن کا حاکم ہوں۔ میرا نام اوج بن عنق ہے اور میں حاکم شہر کی حیثیت سے تم لوگوں سے ہر طرح کی پوچھ گچھ اور تمہارے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لیے جیسے چاہوں سوالات کر سکتا ہوں۔"

اوج جب اپنا تعارف کرا چکا تو یوشع نے کہا:

"اے اوج بن عنق! ہمارا تعلق بنی اسرائیل سے ہے۔ شاید تم جانتے ہو گے کہ ہم مصر کی سرزمین میں آباد تھے پھر خدا نے ہمارے اندر موسیٰ اور ہارون دو پیغمبر مبعوث کیے اور انہوں نے ہمیں مصریوں کی غلامی سے نجات دی اور ہمیں مصر سے نکال کر اس طرف لے آنے میں کامیاب ہوئے۔ اس وقت بنی اسرائیل دشتِ سینا سے ہوتے ہوئے صحرائے فاران میں خیمہ زن ہیں اور ہم لاکھوں کی تعداد میں ہیں۔

اے اوج بن عنق! تم ہمیں بنی اسرائیل کے نقیب سمجھو۔ ہم ان سرزمینوں کی طرف اس لیے آئے ہیں کہ یہاں سے اپنے لیے ایسی اطلاعات حاصل کریں جو ہمارے لیے سود مند اور منفعت بخش ہوں اس لیے کہ یہی وہ سرزمین ہے جسے خدا نے ہمارے تصرف میں دینے کا ہمارے آباؤ اجداد سے عہد کیا تھا۔"

یوشع بن نون کی اس گفتگو پر اوج بن عنق غصے سے بھڑک اٹھا اور غراتی ہوئی آواز میں بولا:

"تو گویا تم لوگ اس غرض سے یہاں آئے ہو کہ ان سرزمینوں سے متعلق معلومات حاصل کرو اور پھر ان پر حملہ آور ہو کر ان پر قبضہ کر لو۔ اگر ایسا ہی ہے تو پھر کیوں نہ میں تم سب کا خاتمہ کر دوں کہ تم سب نہ یہاں سے معلومات حاصل کر سکو اور نہ واپس جا کر اپنی قوم کو اطلاع دے سکو۔"

یہ کہنے کے بعد اوج بن عنق غضبناک حالت میں آگے بڑھا اور اس نے اپنی طاقت و قوت کا مظاہرہ کیا کہ چھ اسرائیلیوں کو اس نے اپنی دائیں بغل میں اور چھ کو بائیں بغل میں دبانے کے بعد وہ مڑا اور اپنے گھر کے اندر داخل ہو گیا۔

اوج بن عنق کی بیوی نے جب دیکھا کہ اس کا شوہر اپنی دونوں بغلوں میں بارہ آدمیوں کو دبائے آ رہا ہے اس نے حیرت و پریشانی سے پوچھا:

"یہ بارہ آدمی کون ہیں اور انہیں تم کہاں سے پکڑ لائے ہو۔"

اوج بن عنق بولا:

"یہ بارہ بنی اسرائیلی ہیں اور بنی اسرائیل مصر سے نکل کر بقول ان کے دشتِ فاران میں خیمہ زن ہیں اور ان بارہ کو انہوں نے اس غرض سے ادھر بھیجا ہے کہ یہ لوگ یہاں کے بارے میں ضروری اطلاعات ان کو فراہم کریں تاکہ کسی مناسب موقع پر بنی اسرائیل ہم پہ حملہ آور ہو کر یہاں قبضہ کر لیں۔"

وہ ذرا رکا پھر استفہامیہ انداز میں اپنی بیوی سے پوچھا:

"اے میری رفیقہ! اگر تم کہو تو میں ان کو بغلوں میں ایسا دباؤں کہ ان بارہ کا خاتمہ کر دوں۔"

اس کی بیوی نے پریشانی سے کہا:

"ایسا ہرگز نہ کرنا بلکہ ہماری اور ہماری قوم کی بہتری اسی میں ہے کہ تو انہیں آزاد کر دے اور یہ واپس جا کر اپنی قوم میں تیری قوت و طاقت کے چرچے کریں تب بنی اسرائیل کو ہم پر حملہ کرنے کی جرأت نہ ہوگی۔"

بیوی کے مشورے پر اوج نے کہا:

"اے میری رفیقہ! زندگی میں پہلی بار تو نے کوئی اچھا اور مناسب مشورہ دیا ہے اس لیے میں ان لوگوں کو آزاد کر رہا ہوں تاکہ یہ واپس جا کر اپنی قوم میں میری طاقت کے چرچے کریں۔"

اس کے ساتھ ہی اوج نے ان بارہ اسرائیلیوں کو اپنی بغلوں سے گرا دیا اور پھر ان کو ڈانٹنے کے سے انداز میں اس نے کہا:

"تم سب یہاں سے بھاگ جاؤ ورنہ مارے جاؤ گے۔"

اس پر وہ بارہ کے بارہ اسرائیلی گرتے پڑتے بھاگے اور مکان سے باہر نکل گئے۔ جب وہ سارے چلے گئے تو اوج نے اپنی بیوی سے کہا:

"ان بارہ اسرائیلیوں کو تو میں نے تیرے کہنے پر چھوڑ دیا ہے لیکن ابھی ایک اور آدمی باہر موجود ہے گو وہ ان سے ذرا دور کھڑا مجھے غور سے دیکھ رہا تھا لیکن مجھے شک ہی نہیں یقین ہے کہ وہ بھی انہی کا ساتھی ہے۔ میں ابھی اسے پکڑ کر لاتا ہوں اور اس سے پوچھتا ہوں کہ وہ کون ہے۔"

اوج باہر جانے کے لیے مڑا تو اس نے دیکھا اس کے مکان کے بیرونی دروازے پہ یوناف کھڑا اسی کی طرف

اوج بن عنق نے اس پر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا:

"اے میری رفیقہ! یہی وہ جوان ہے جس کا میں نے تم سے ابھی ذکر کیا ہے۔ یہ مجھے ان بارہ اسرائیلیوں کی نسبت کچھ زیادہ ہی نڈر اور بے خوف لگتا ہے جو یہ اپنی مرضی سے چل کر اس طرف آیا ہے۔ میرے دراز قد اور عظیم جثے نے اس پر کوئی دہشت طاری نہیں کی۔"

قبل اس کے کہ اوج کی بیوی جواب میں کچھ کہتی۔ یوناف آگے بڑھا۔ اوج بن عنق کے قریب آیا اور اسے مخاطب کرتے ہوئے بولا:

"اے اوج بن عنق! میں ان بارہ اسرائیلیوں کا ساتھی ہوں جنہیں تم نے بغلوں میں دبا کر گھر کے اندر لا چھوڑا تھا نہ ہی ان بارہ جیسا کمزور اور لاچار ہوں کہ تم مجھے بھی آسانی سے اٹھا کر بغل میں دبا لو۔ میں تو خود اپنی ذات میں ایسی قوت کا مالک ہوں کہ تم جیسے کوہ پیکر کو اٹھا کر اپنی بغل میں دبا سکتا ہوں۔"

اوج نے تمسخرانہ انداز میں بیوی سے کہا:

"اے میری رفیقہ! کیا تم نے اس بونے کی گفتگو سنی جو مجھے اٹھا کر اپنی بغل میں دبا لینے کی دھمکی دے رہا ہے۔ پس اے میری رفیقہ! تو دیکھ میں اپنے گھر کے آنگن میں اس کا کیا حشر کرتا ہوں۔"

اتنا کہنے کے بعد اوج تیزی سے یوناف کی طرف بڑھا اور جھپٹ کر وہ اسے اپنی بغل میں دبا لینے کے قریب تھا کہ یوناف نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور پھر ایک ایسا جھٹکا دیا کہ اوج نہایت بے بسی کی حالت میں لڑکھڑاتا ہوا تین قدم پیچھے ہٹنے پر مجبور ہو گیا۔

اپنی اس حالت پر اوج نے ایک بار حیرت اور پریشانی سے یوناف کی طرف دیکھا۔ پھر اس نے اپنی بیوی کی طرف مڑتے ہوئے گھبرائے ہوئے سے لہجے میں کہا:

"یہ جوان واقعی ان بارہ اسرائیلیوں سے مختلف ہے لیکن کچھ بھی ہو یہ مجھ سے طاقتور نہیں ہو سکتا۔ اس نے دھوکے سے مجھے دھکا دے کر ہٹا دیا ہے لیکن یہ تو ایک عارضی کیفیت ہے۔ اسے جب میں اپنے آہنی ہاتھوں کی ضرب لگاؤں گا تو اسے ایک ایسی اذیت میں مبتلا کر دوں گا کہ یہ اپنی روح اور اپنے جسم کی جدائی کے لیے دعائیں مانگے گا۔"

اسی لمحہ یوناف آہستہ آہستہ آگے بڑھا لیکن اوج بن عنق مستعد تھا سو جونہی یوناف اس کے قریب آیا اس نے اپنے دائیں ہاتھ سے یوناف کے پہلو پر ایسی زوردار ضرب لگائی کہ یوناف ہوا میں اچھلتا ہوا بسمل کی طرح سے مکان کی بیرونی دیوار سے جا ٹکرایا۔

یوناف کو سخت چوٹ آئی تھی لیکن اس نے کسی کمزوری یا خستگی کا اظہار نہ کیا اور ایک پرزور جست لگاتے ہوئے وہ اپنی جگہ پہ اٹھ کھڑا ہوا۔ تاہم اب وہ کسی قدر حیرت اور اچنبھے سے اوج کی طرف دیکھ رہا تھا۔

یوناف کی بے چارگی اور لاچارگی پر اوج بن عنق اپنی جگہ پر کھڑا طنزیہ انداز میں مسکرا رہا تھا۔ یوناف نے کوئی فیصلہ کیا اور پھر دوبارہ ایک عزم کے ساتھ اس کی طرف بڑھا۔
قریب جا کر ابھی وہ اس پر ضرب لگانا ہی چاہتا تھا کہ اوج حرکت میں آیا اور اس سے پہلے ہی اس نے یوناف کے دوسرے پہلو پر ایسی زوردار ضرب لگائی کہ یوناف پہلے کی نسبت زیادہ بے بسی کے عالم میں قلابازیاں کھاتا ہوا ایک بار پھر صحن کی دیوار کے ساتھ جا ٹکرایا تاہم وہ ٹکرانے کے ساتھ ہی اٹھ کھڑا ہوا۔
اوج چند قدم آگے بڑھا اور پھر رک کر بولا:
اے اجنبی! مجھ سے ٹکرانا ایسا آسان نہیں جیسا تم نے اپنے دل میں گمان کر لیا تھا۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ تم ان بارہ اسرائیلیوں سے طاقتور اور مختلف ہو تاہم قوت و طاقت میں میرا مقابلہ کرنا تمہارے بس کی بات نہیں ہے۔
یوناف نے اندازہ لگا لیا تھا کہ قد میں طویل ہونے کی وجہ سے اوج کو اس پر ضرب لگانے میں آسانی رہتی ہے۔ کیونکہ ان دونوں کے قد میں ایسا ہی فرق تھا گویا کسی اونٹ کے پاس بکری کا بچہ کھڑا ہو تاہم وہ اوج سے شکست دینے کو تیار نہ تھا۔
ایک بار پھر کوئی فیصلہ کرتے ہوئے یوناف اوج کی طرف بڑھا۔
اس بار وہ اس کے زیادہ قریب نہیں گیا بلکہ ذرا فاصلے پر ہی رک کر وہ تیزی سے اس کی طرف بھاگا اور ہوا میں اچھل کر اس نے اوج کی پنڈلی پر ایسی ضرب لگائی کہ اوج اونٹ کی طرح بلبلاتا ہوا لڑکھڑایا اور زمین پر گر پڑا۔ زمین پر گرنے کے بعد اوج سنبھل کر اٹھا اور اس بار قدرے تشویش ناک انداز میں یوناف کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اسی لمحے یوناف پھر حرکت میں آیا اور اس طرح بھاگ کر وہ پہلے سے بھی زیادہ پرجوش انداز سے ہوا میں اچھلا اور پاؤں کے بجائے ہاتھ سے اوج کی ران پر ضرب لگائی۔
یہ ضرب ایسی زوردار تھی کہ اوج درد اور تکلیف سے بلبلا اٹھا۔ پھر وہ بیٹھے ہی بیٹھے اپنی ران کے اس حصے کو سہلانے لگا جہاں یوناف نے ضرب لگائی تھی۔
جس وقت اوج بن عنق زمین پر پاؤں پسار کے بیٹھا اپنی ران کی چوٹ سہلا رہا تھا تو اس کی بیوی بھاگ کر اس کے پاس آئی اور اس کی پنڈلی تھامتے ہوئے اس نے ہمدردی سے پوچھا:
اس اجنبی جوان کی ضرب سے تمہارے کہیں چوٹ تو نہیں آ گئی جو تم اٹھ نہیں پا رہے۔
اوج نے صرف ایک لمحے کے لیے اپنی بیوی کی طرف دیکھا پھر اپنی ران کو پکڑے ہی بیٹھے دوبارہ یوناف کی طرف دیکھتے ہوئے بولا:
اے اجنبی! میں سمجھتا تھا کہ میں دنیا کا طاقتور ترین انسان ہوں اور اس دنیا میں کوئی بھی ایسا نہیں جو طاقت و قوت

میں میرا مقابلہ کر سکے۔ اور اے اجنبی! تو نے اپنی آنکھوں سے بھی دیکھا کہ میں بارہ بارہ آدمیوں کو اپنی بغلوں میں لے کر چل پڑنے والا ہوں لیکن اے جوان! تو نے ثابت کر دیا ہے کہ اس دنیا میں ایسے لوگ بھی ہیں جو اوج بن عنق کو زیر کرنے کی قوت اور مہارت رکھتے ہیں۔
اے اجنبی! میں خلوص دل اور نیک نیتی سے تسلیم کرتا ہوں کہ میں نے آج تک اپنی اس قدر طویل زندگی میں تم جیسا زورآور انسان نہیں دیکھا۔ میں اس بات کو بھی مانتا ہوں کہ تو مجھے زیر کرنے کی طاقت رکھتا ہے۔ پس اے اجنبی! کیا تو بتائے گا کہ تیرا ان اسرائیلیوں سے کیا تعلق ہے اور اگر تو ان میں سے نہیں ہے تو پھر کہاں سے آیا ہے۔
اب یوناف بولا:
اے اوج بن عنق! میں اسرائیلی نہیں ہوں۔ میں مصر کا باشندہ ہوں اور تمہاری طاقت اور قوت کے چرچے سن کر میں تمہیں دیکھنے کا مشتاق ہوا۔ اے اوج! تو واقعی عام انسانوں سے بہت مختلف اور پرقوت ہے۔
اس سے پہلے کہ اوج یوناف سے کچھ اور پوچھتا یوناف مڑا۔ پھر وہ تیزی سے اوج بن عنق کے گھر سے باہر نکل گیا۔
اوج کے گھر سے نکل کر یوناف ابھی چند قدم ہی دور گیا تھا کہ ابلیکا نے اس کی گردن پر اپنا حریری لمس دیا اور پوچھا:
اے یوناف! اب کدھر کا ارادہ ہے۔
یوناف نے مسکراتے ہوئے کہا:
اے ابلیکا! تو نے میرے سامنے دو خرقِ عادت رکھنے والے اشخاص کی تعریف کی تھی۔ ایک اوج بن عنق۔ دوسرا بلعام بن باعور۔ اوج کو تو میں دیکھ چکا۔ جیسی تو نے اس کی تعریف کی ویسا ہی میں نے اسے پایا۔ لیکن اے ابلیکا اب میرا ارادہ ہے کہ بلعام بن باعور کا رخ کروں اور دیکھوں کہ کیا واقعی اس کے پاس اسم اعظم ہے اور یہ اسم اعظم سے کیا واقعی وہ ناممکن کو ممکن میں تبدیل کر سکتا ہے۔
اس پر ابلیکا نے ناصحانہ انداز میں کہا:
تمہیں بلعام کی طرف جانے کی کیا ضرورت ہے۔ ہو سکتا ہے اوج بن عنق کی طرح اس سے بھی کہیں تصادم کھڑا ہو جائے اور اگر اس نے اسم اعظم کو تمہارے خلاف استعمال کیا تو تمہیں نقصان بھی پہنچ سکتا ہے اور میں ایسا نہیں چاہتی۔
اے یوناف! حالات بتاتے ہیں کہ جب اسرائیل اپنے پیغمبر موسیٰ و ہارون کی سرکردگی میں مصر سے نکل کر آئے تھے

سرزمینوں کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ وہ عنقریب ان سرزمینوں پر حملہ آور ہوں گے جس کا مطلب ہے کہ اوج اور بلعام جیسے مافوق الفطرت انسانوں کو اللہ کے ان پیغمبروں سے ٹکرانا پڑے گا۔ پھر ہمیں کیا ضرورت ہے کہ بلعام سے ٹکرا کر اپنے آپ کو اذیتوں میں ڈالیں۔ بلکہ بلعام کی قوتوں کو ہم اس وقت دیکھیں گے جب وہ اللہ کے پیغمبر موسیٰؑ اور ہارونؑ سے ٹکرائے گا۔

میں اب یہ چاہتی ہوں کہ تم بنی اسرائیل میں شامل ہو جاؤ اور جب بنی اسرائیل ان علاقوں پر حملہ آور ہوں گے تو ہم موسیٰؑ و ہارونؑ کے سامنے اوج اور بلعام کی لاچارگی کا مشاہدہ کریں گے۔

ابلیکا ذرا رکی پھر دوبارہ بولی:

اے یوناف! میں چاہتی ہوں کہ تم کچھ عرصہ بنی اسرائیل کے اندر ہی رہو تاکہ یہ دیکھیں کہ بنی اسرائیل کس طرح ان سرزمینوں کے باشندوں پر حاوی ہوتے ہیں اور کس طرح اوج اور بلعام جیسے خرقِ عادات قسم کے لوگ خدا کے پیغمبروں کے سامنے بے بس ہوتے ہیں۔

یوناف نے مسکراتے ہوئے جواب میں کہا:

اے ابلیکا! میں تم سے مکمل اتفاق کرتا ہوں۔ میں جوام بن بعور کی طرف جانے کا ارادہ ترک کرتا ہوں اور اب تمہاری خواہش پر دشتِ فاران میں بنی اسرائیل کا رخ کروں گا۔

جواب میں ابلیکا نے کچھ نہ کہا اور یوناف اپنی پراسرار قوتوں کو عمل میں لاتے ہوئے ایک پل میں دشتِ فاران کی طرف کوچ کر گیا۔

○

موسیٰؑ کے حکم کے مطابق یوشع بن نون اور ان کے گیارہ ساتھیوں نے چالیس روز ارضِ کنعان میں گزارے۔ پھر اس سرزمین سے نکل کر دشتِ فاران کی طرف روانہ ہو گئے۔

وہاں وادیٔ اشکال کے ایک باغ سے مختلف قسم کے پھل حاصل کیے تاکہ یہ پھل بنی اسرائیل کو دکھائے جائیں اور انہیں اس سرزمین پر حملہ آور ہونے کی ترغیب دی جائے۔

جو بیان بارہ اسرائیلیوں نے وادیٔ اشکال کے باغات سے حاصل کیے ان میں انگور کی ایک ایسی ڈال بھی تھی جس پر انگور کا ایک اتنا بڑا گچھا تھا کہ دو آدمی ایک لاٹھی پر لٹکا کر چل سکتے تھے۔ اس کے علاوہ انہوں نے کچھ اناج اور پھل بھی حاصل کیے اور پھر دشتِ فاران کے مقام قادش کی طرف روانہ ہو گئے جہاں پر بنی اسرائیل کے ساتھ موسیٰؑ نے

پڑاؤ ڈال رکھا تھا۔

پس یہ بارہ اسرائیلی دشتِ فاران میں موسیٰؑ کے پاس واپس آئے اور ان میں سے ایک نے موسیٰؑ کو مخاطب کر کے کہا:

"جس سرزمین کی طرف آپ نے ہمیں روانہ کیا تھا وہاں واقعی دودھ اور شہد بہتا ہے اور یہ وہاں کا پھل ہے۔ لیکن جو لوگ وہاں بستے ہیں وہ زور آور ہیں اور ان کے شہر بڑے بڑے اور فصیل دار ہیں اور ان سرزمینوں کے اندر کنعانیوں کے علاوہ عمالیق، حتی، یبوسی اور اموری آباد ہیں۔"

اس پر کالب بن یوحنا نے اس آدمی کی بات کاٹتے ہوئے موسیٰؑ سے کہا:

"ہمارے لیے بہتر ہے کہ ہم یکدم جا کر اس سرزمین پر حملہ آور ہوں اور اس پر قبضہ کر لیں کیونکہ ہم اس قابل ہیں کہ ہم اس پر مسلط ہو جائیں۔"

کالب کے خاموش ہونے پر ایک اور اسرائیلی نے کہا:

"ہم ہرگز اس لائق نہیں ہیں کہ ان لوگوں پر حملہ کر سکیں کیونکہ وہ ہم سے زیادہ زور آور ہیں۔ ہم نے جس قدر بھی لوگ وہاں دیکھے وہ سب قد آور ہیں اور ہم نے وہاں جباروں کی نسل دیکھی ہے اور ان کے سامنے ہم ایسے ہی تھے جیسے ٹڈے ہوتے ہیں۔ سو یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ ہم کنعان میں بسنے والے لوگوں پر حملہ آور ہوں اور انہیں شکست دے کر اس سرزمین پر قبضہ کر سکیں۔"

موسیٰؑ نے ان بارہ آدمیوں کو مخاطب کر کے فرمایا:

"تم لوگ بنی اسرائیل کے سامنے ارضِ کنعان کی یہ کیفیت بیان نہ کرنا کہ وہاں کے لوگ قد آور اور طاقتور ہیں اور یہ کہ ہم ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔"

ان بارہ میں سے دو یعنی یوشع بن نون اور کالب بن یوحنا نے موسیٰؑ کے احکامات کا مکمل طور پر اتباع کیا اور کسی سے بھی ارضِ کنعان کی کیفیت بیان نہ کی لیکن باقی دس نے بنی اسرائیل کو کنعانیوں کے حالات تفصیل سے سنا ڈالے۔ اس پر بنی اسرائیل کے سرکردہ لوگ روتے پیٹتے اور چیختے چلاتے ہوئے موسیٰؑ و ہارونؑ کے پاس آئے اور ان سے شکایت کرنے لگے کہ:

"اے موسیٰؑ! کاش ہم مصر میں ہی مر گئے ہوتے اور اگر ایسا ممکن نہ تھا تو کاش مصر سے نکلنے کے بعد ہم ان صحراؤں میں ہی ختم ہو گئے ہوتے۔

اے موسیٰؑ! تم ہمیں اس ملک کی طرف لے جا رہے ہو جہاں کے لوگ اپنی تلواروں سے ہمارا قتلِ عام کریں گے اور ہماری بیویوں اور بال بچوں کو لوٹ کا مال سمجھ کر اپنے پاس ٹھہرا لیں گے۔ اے موسیٰؑ! کیا ایسا ممکن نہیں کہ تم اور تمہارا خدا ارضِ کنعان

کی طرف جاؤ اور جب تم اس سرزمین کو ہمارے لیے فتح کر لو تو ہمیں اطلاع کر دینا۔ ہم وہاں اس سرزمین میں جا کر آباد ہو جائیں گے"

اے موسیٰ! اگر ایسا ممکن نہیں تو پھر ہم مصر کا رخ کرتے ہیں۔"

اور بنی اسرائیل کے ان سرکردہ لوگوں نے مزید کہا کہ:

"اے موسیٰ! ہمیں امید ہے کہ ہمیں مصر ہی واپس جانا پڑے گا۔ سو ہم اپنے میں سے کسی کو اپنا سردار مقرر کرتے ہیں اور آج ہی مصر کی طرف واپس چلے جائیں گے۔"

بنی اسرائیل واقعی مصر واپس جانے کو تیار ہو گئے تو یوشع بن نون اور کالب بن یوحنا آگے بڑھے اور انہوں نے ان کو سمجھاتے ہوئے کہا کہ:

"وہ ملک جس کا ہم حال دریافت کر کے آئے ہیں بہت اچھا ہے اور یہ کہ جب ہمارا خدا ہم سے راضی ہے تو وہ ضرور ہمیں اس سرزمین اور اس کے باسیوں پر غلبہ عطا کرے گا۔"

انہوں نے بنی اسرائیل سے یہ بھی کہا کہ:

"ارض کنعان ایسی سرزمین ہے جس میں دودھ اور شہد بہتا ہے اور خدا ہمیں ضرور اس سرزمین میں غلبہ عطا فرمائے گا۔"

یوشع بن نون اور کالب بن یوحنا کے سمجھانے پر بنی اسرائیل مصر واپس جانے سے رک گئے لیکن انہوں نے آگے بڑھ کر ارض کنعان میں داخل ہونے سے صاف انکار کر دیا۔

بنی اسرائیل کی اس ہٹ دھرمی پر خدا نے وحی کے ذریعے موسیٰؑ کو یہ حکم دیا کہ

"بنی اسرائیل کو یہ حکم سنا دو کہ تمہارے بال بچے جن کی بابت تم نے کہا ہے کہ انہیں دشمن لوٹ کا مال سمجھ کر اپنے پاس رکھ لے گا اب خدا ان کو ارض کنعان میں پہنچائے گا اور وہی اس ملک کی حقیقت کو پہچانیں گے جسے ان لوگوں نے حقیر جانا ہے۔

اور بنی اسرائیل کے موجودہ لوگوں کی حالت یہ ہو گی کہ یہ چالیس برس تک ان بیابانوں اور دشت میں آوارہ پھرتے رہیں گے اور اسی دشت میں مر کھپ جائیں گے۔ پھر ان کے بچے جوان ہو کر ایک نئے عزم اور ارادے کے ساتھ ارض کنعان میں داخل ہوں گے۔"

ساتھ ہی موسیٰؑ کو یہ حکم بھی دیا گیا کہ

"جو بارہ آدمی ارض کنعان کا حال جاننے کے لیے گئے تھے ان میں سے یوشع بن نون اور کالب بن یوحنا ہی زندہ رہیں گے کہ انہوں نے موسیٰؑ کے حکم کا اتباع کرتے ہوئے بنی اسرائیل سے وہ باتیں نہ کہیں جن سے موسیٰؑ نے منع کیا تھا لیکن باقی

نے چونکہ موسیٰؑ کے حکم کا اتباع نہ کیا اور نافرمانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے انہوں نے ارض کنعان کی اصل کیفیت بنی اسرائیل سے بیان کر دی لہٰذا ان کی سزا یہ ہے کہ وہ چند روز تک ایک وبا میں مبتلا ہو کر ختم ہو جائیں گے۔"

خداوند قدوس کے یہ احکامات جب موسیٰؑ نے بنی اسرائیل کو سنائے تو اس وقت ان پر اس کا کوئی خاص اثر نہ ہوا لیکن چند ہی دنوں کے اندر اندر جب وہ دس اشخاص ایک وبا میں مبتلا ہو کر ایک ساتھ ہی مر گئے تو بنی اسرائیل کے وہ لوگ جو بڑھ چڑھ کر موسیٰؑ کے ارض کنعان جانے کی مخالفت کرتے تھے۔ پچھتانے لگے اور موسیٰؑ سے کہا کہ:

"اب ہماری آنکھیں کھل گئی ہیں اور ہم ارادہ رکھتے ہیں کہ خدا کے احکام کا اتباع کریں۔"

انہوں نے یہ بھی کہا کہ:

"ہم سامنے والے پہاڑ پر چڑھ کر عہد کرتے ہیں کہ ارض کنعان پر حملہ آور ہوں گے۔"

موسیٰؑ نے ان لوگوں کو سمجھایا کہ:

"جب تم ایک بار بدتمیزی، بغاوت اور سرکشی کا مظاہرہ کر چکے ہو اور خداوند نے تمہارے متعلق احکامات بھی جاری کر دیے ہیں تو تم اس پہاڑ پر چڑھنے کی جلد بازی نہ کرو بلکہ خدا کے اگلے حکم کا انتظار کرو۔"

لیکن حد سے زیادہ مخالفت کرنے والے بنی اسرائیل کے ان سرکردہ لوگوں نے موسیٰؑ کی بات پر دھیان ہی نہ دیا اور اپنی ہی دھن میں اس قریبی پہاڑ پر جا چڑھے۔

اس سے پہلے چونکہ وہ اللہ کے احکام سے روگردانی کر رہے تھے اور اس بار بھی موسیٰؑ نے ان کو منع کرتے ہوئے کہا تھا کہ خدا کے آئندہ حکم کا انتظار کرو اور پہاڑ کے اوپر مت جاؤ۔ کیونکہ اس پہاڑ کے دوسری طرف عمالیق رہتے ہیں۔ ہو سکتا ہے وہ تمہیں نقصان پہنچائیں۔ لیکن انہوں نے خدا اور موسیٰؑ دونوں کے احکامات کو پس پشت ڈال دیا چنانچہ جب وہ پہاڑ پر چڑھے تو وہی ہوا جس کا خدشہ موسیٰؑ نے ظاہر کیا تھا۔ پہاڑ کی چوٹی پر پہنچتے ہی عمالیقیوں نے ان پر حملہ کر دیا اور ان سب کو قتل کر ڈالا۔

○

قارون ایک روز اپنے خیمے میں اکیلا بیٹھا تھا کہ عزازیل اندر داخل ہوا۔ اسے دیکھ کر قارون اس کی تعظیم میں چونک کر اٹھ کھڑا ہوا اور آگے بڑھ کر اس نے عزازیل کا استقبال کرتے ہوئے ایک نمایاں نشست پر اسے بٹھایا اور خود بھی دوزانو ہو کر اس کے سامنے بیٹھ گیا۔

قارون عزازیل سے کچھ پوچھنا ہی چاہتا تھا کہ عزازیل نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا: "اے قارون! میں

ایک بہت اہم کام کے سلسلے میں تمہارے پاس آیا ہوں اور مجھے امید ہے جو کچھ میں تم سے کرنے کو کہوں گا تم اس سے انکار نہ کرو گے۔"

قارون نے کسی شاگرد رشید کی طرح سر کو خم کرتے ہوئے کہا: "اے آقا یہ کیسے ممکن ہے کہ آپ مجھے کوئی کام کہیں اور میں انکار کر دوں۔ آپ کہیے جو کہنا چاہتے ہیں اس لیے کہ میں جانتا ہوں آپ جو کام مجھ سے کہیں گے اس میں میری ہی بہتری ہوگی۔"

قارون خاموش ہوا تو عزازیل نے کہا: "اے قارون! میں بنی اسرائیل میں سے دو اشخاص کو خدا اور موسیٰؑ کے خلاف استعمال کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ ایک تم اور دوسرا سامری۔ لیکن اسے میری بدقسمتی کہو یا سامری کی حماقت کہ وہ بنی اسرائیل کو صحیح طور پر شرک میں مبتلا نہ کر سکا اور اپنے کام میں ناکام رہا۔ اے قارون! اب ایک کام میں تمہیں سونپ رہا ہوں۔ مجھے امید ہے تم اس میں ہر حال میں کامیاب و کامران رہو گے۔"

قارون نے بڑے تجسس سے عزازیل کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا: "اے آقا! وہ کون سا اہم کام ہے جو سامری کے بعد آپ مجھ سے لینا چاہتے ہیں۔ بہرحال اس کام کی نوعیت کچھ بھی ہو آپ کی خاطر میں ہر صورت میں اسے کر گزروں گا۔ آپ کہیے۔"

قارون کی اس مستعدی پر عزازیل اپنا چہرہ آگے لے جاتے ہوئے بڑی رازداری سے بولا: "اے قارون! خدا کے ان احکامات کو جو موسیٰؑ کے ذریعے بنی اسرائیل میں نافذ کیے جا رہے ہیں، ناکام بنانے کے لیے تم دو کام کرو۔ اول یہ کہ بنی اسرائیل کے اندر تیرے جیسا کوئی صاحب حیثیت اور دولت مند نہیں ہے بس تو ان ویرانوں کے اندر ہر روز کر و فر کے ساتھ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر نکلا کر اور بنی اسرائیل کے اندر اپنی دولت و عزت اور عظمت و حشمت کی خوب نمود و نمائش کیا کر تاکہ بنی اسرائیل کے لوگ تمہیں موسیٰؑ کی نسبت برتر و اعلیٰ خیال کرنے لگیں۔ اور اس طرح موسیٰؑ احساس کمتری کا شکار ہو جائے۔

اے قارون! دوسرا کام اس سے بھی زیادہ اہم ہے۔"

قارون نے بیچ میں بولتے ہوئے کہا: "آپ کہیے۔ وہ کیسا ہی مشکل اور ناممکن کام کیوں نہ ہو میں اسے ضرور کروں گا۔"

عزازیل نے پھر رازداری سے کہا: "اے قارون! تو جانتا ہے مصر سے بنی اسرائیل کے نکلنے اور بحر قلزم کو عبور کرنے کے بعد جب ہم لوگ مصریوں کے سنہری بچھڑے والے معبد میں داخل ہوتے تھے تو وہاں تم اور سامری نے ایک رقاصہ سے میرا تعارف کرایا تھا۔ تم جانتے ہو کہ وہ رقاصہ انتہائی حسین اور اپنے فن کی ماہر ہے اور بنی اسرائیل میں مغنیہ کے نام سے مشہور ہے۔ اے قارون! تم آج ہی اس مغنیہ سے ملو۔ اسے دولت کا بھاری لالچ دو اور اسے اس بات پر آمادہ

کرو کہ وہ بنی اسرائیل میں یہ مشہور کر دے کہ موسیٰؑ نے اس مغنیہ کے ساتھ ملوث ہو کر بدی اور گناہ والا کام کیا ہے اور جب بنی اسرائیل کے اندر وہ مغنیہ ہر ایک کو یہ کہنا شروع کر دے کہ موسیٰؑ اس کے ساتھ بدی میں ملوث ہوئے ہیں تو بنی اسرائیل کے ہر گھر اور ہر خیمے میں موسیٰؑ کے گناہ کے چرچے شروع ہو جائیں گے اس طرح لوگ موسیٰؑ سے نفرت کرنے لگیں گے اور ان کے احکامات کا ہرگز اتباع نہ کریں گے اور اے قارون یہ ہیں وہ دو کام جو میں تم سے لینا چاہتا ہوں اور میری خواہش ہے کہ ان دونوں کاموں کا ابتدا تم آج ہی سے کر دو۔"

قارون نے سر کو خم کیا اور کہا: "اے آقا! آپ بے فکر رہیے۔ میرے لیے یہ دونوں کام معمولی ہیں۔ میں آج ہی ان کی ابتدا کر دوں گا۔"

قارون کی یقین دہانی پر عزازیل اٹھا اور اس کے خیمے سے نکل گیا۔

عزازیل کے جانے کے بعد قارون اپنے خیمے سے نکلا اور تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا بنی اسرائیل کے خیموں کے شہر کے بیچوں بیچ جنوب کی طرف بڑھنے لگا۔

کچھ دور جا کر وہ ایک خیمہ کے باہر رکا اور وہاں بیٹھی ایک عورت سے پوچھا: "اے خاتون! کیا مغنیہ اس وقت اندر موجود ہے۔ میں اس سے تنہائی میں کچھ بات کرنا چاہتا ہوں۔"

بڑھیا نے کہا:

"اے قارون! تم بلاجھجک خیمہ میں چلے جاؤ۔ میری بیٹی اس وقت اندر اکیلی ہی ہے اور تم اس سے رازداری سے گفتگو کر سکتے ہو۔ جب تک تم فارغ نہیں ہو جاتے میں کسی کو اندر نہیں آنے دوں گی۔"

اس پر قارون خیمے کے اندر داخل ہوا۔ اس نے دیکھا بنی اسرائیل کی وہ مغنیہ واقعی اس وقت خیمے کے اندر اکیلی موجود تھی۔

قارون کا اس نے شاندار استقبال کرتے ہوئے اس کے دونوں ہاتھ تھامے اور لے ایک نشست پہ لا بٹھایا پھر پوچھا: "اے دولت و حشمت کے بادشاہ! آج تو مجھ جیسی مغنیہ کے خیمہ میں کیسے چلا آیا؟"

قارون بولا: "اے مغنیہ! میں ایک انتہائی اہم کام سے تیرے پاس آیا ہوں۔ اگر تو میرا وہ کام کر دے تو میں تجھے اس قدر مال و دولت سے نوازوں گا کہ زندگی بھر تجھے اور تیرے اہل خانہ کو اپنی روزی کے لیے کوئی تگ و دو نہ کرنا پڑے گی اور میرے بعد بنی اسرائیل کے اندر تم ہی سب سے زیادہ دولت مند اور صاحب حیثیت ہو گی۔"

اس پر اس مغنیہ نے عیارانہ نگاہوں سے قارون کی طرف دیکھا اور پوچھا: "اے قارون! وہ کون سا کام ہے یہ تو کہو۔"

قارون نے عیارانہ انداز میں مغنیہ کی طرف دیکھا اور کہا: "اے مغنیہ! اگر تو میرے کہنے پر موسیٰؑ پر بدی اور گناہ کا الزام لگا دے اور بنی اسرائیل میں یہ بات پھیلا دے کہ موسیٰؑ تمہارے ساتھ بدی میں ملوث ہوئے ہیں تو میں تمہیں اس قدر دولت سے نوازوں گا کہ تم سوچ بھی نہیں سکتیں۔"

اس کے ساتھ ہی قارون نے اپنی کمر سے بندھی ایک کافی بڑی چمڑے کی تھیلی کھولی اور اسے مغنیہ کے سامنے رکھتے ہوئے بولا: "اگر تم میرے اس کام کے لیے راضی ہو گئی ہو تو یہ پیشگی رقم ہے۔ جب تم یہ کام کر گزرو گی تو میں تمہیں اس جیسی کئی تھیلیاں دوں گا۔"

مغنیہ نے تھیلی کو کھول کر دیکھا وہ سونے کے سکوں سے بھری ہوئی تھی۔ ایک عجیب سے فرحت بخش انداز میں اس نے سکوں کو دائیں ہاتھ سے ٹٹولا پھر کہا: "اے قارون! میں تمہارا یہ کام کر گزروں گی۔"

قارون نے خوش ہوتے ہوئے کہا: "مجھے امید تھی کہ تمہارا جواب یہی ہوگا۔ یہ تھیلی تم رکھو اور یہ بتاؤ کہ یہ کام تم کب سے شروع کرو گی؟"

"جب سے تم کہو۔" مغنیہ نے کہا۔

قارون بولا: "میں تو چاہتا ہوں کہ تم بغیر کسی تاخیر کے یہ کام شروع کر دو۔"

اس پر مغنیہ نے اسے اطمینان دلانے کے انداز میں کہا: "اے قارون! میں تمہاری خواہش کے مطابق اس کام کی آج ہی سے ابتدا کر دوں گی۔"

مغنیہ کی یقین دہانی اور اعتماد حاصل کرنے کے بعد قارون خوش خوش اور مطمئن سا ہو کر اٹھا اور وہاں سے واپس چلا گیا۔

○

اسی روز سے اس مغنیہ نے بنی اسرائیل کے مرد و زن میں یہ بات کہنی شروع کر دی کہ موسیٰؑ اس کے ساتھ گناہ میں ملوث ہوئے ہیں۔

پس یہ بات ایک سے دوسری زبان تک تہمت بن کر بنی اسرائیل میں پھیلتی چلی گئی۔

قارون نے عزازیل کے کہنے پر دوسرا کام یہ شروع کر دیا کہ اس نے بنی اسرائیل کی ایک بہت بڑی جماعت کو اپنی

دولت صرف کر کے اپنے ساتھ ملا لیا اور پھر وہ یہ کام کرنے لگا کہ اپنی جماعت کے ساتھ وہ خاص شان و شوکت اور اپنی دولت اور خزانوں کی نمائش کرتا ہوا روزانہ بنی اسرائیل کے بیچ میں سے گزرتا۔ اس نمود و نمائش کا مقصد یہ تھا کہ وہ بنی اسرائیل پر واضح کر دے کہ اگر موسیٰؑ کی تبلیغ کا یہ سلسلہ یونہی جاری رہا تو میں بھی ایک کثیر جتھہ رکھتا ہوں اور زر و جواہر کا مالک ہوں لہٰذا ان دونوں ہتھیاروں کے ذریعے موسیٰؑ کو شکست دے سکتا ہوں۔

بنی اسرائیل نے جب قارون کی اس دنیاوی ثروت اور عظمت کو دیکھا تو ان میں سے کچھ لوگوں کے دل میں انسانی کمزوری نے یہ خیال پیدا کیا کہ اے کاش یہ دولت و ثروت و عظمت ہمیں بھی نصیب ہوتی۔ مگر بنی اسرائیل کے صاحبِ علم لوگوں نے فوراً مداخلت کی اور ان سے کہا:

"خبردار! اس دنیوی زیب و زینت پر نہ جانا اور اس کے لالچ میں گرفتار نہ ہو بیٹھنا۔ عنقریب تم دیکھو گے کہ اس دولت و ثروت کا انجام کیسا برا اور ہولناک ہوگا۔"

اس سلسلہ میں موسیٰؑ نے بھی قارون کو سمجھایا کہ:

"تم بنی اسرائیل میں اپنی شان و شوکت و دولت و ثروت کی نمائش سے باز رہو۔"

لیکن قارون نے انتہائی تکبر سے موسیٰؑ کو جواب دیا: "اے موسیٰؑ! مجھ میں اور تم میں کوئی فرق نہیں ہے۔ تمہیں مجھ پر فوقیت صرف یہ حاصل ہے کہ تمہیں نبوت عطا ہوئی ہے اور مجھے تم پر یہ فوقیت حاصل ہے کہ مجھے دولت عطا ہوئی ہے۔ سو ہم دونوں ہی ایک ایک معاملہ میں ایک دوسرے پر سبقت رکھتے ہیں لہٰذا ہم خدا کی نگاہوں میں برابر ہیں۔"

قارون نے کسی کا کہنا نہ مانا اور بنی اسرائیل کے اندر اس نے اپنی نمود و نمائش کا سلسلہ جاری رکھا۔ اس ملعون نے موسیٰؑ پر جو تہمت لگوائی وہ اب ہر خاص و عام کی زبان پر آنے لگی۔

موسیٰؑ کو جب اس کا علم ہوا تو انہوں نے لوگوں سے دریافت کیا:

"یہ بات کس نے اڑائی؟"

لوگوں نے کہا:

"یہ بات اس مغنیہ نے اڑائی ہے جو خود کو آپ کے ساتھ ملوث کرتی ہے۔"

پس ایک روز موسیٰؑ اس مغنیہ کے پاس آئے اور کہا:

"اے مغنیہ! تو نے کس بنا پر اور کس کے کہنے پر اتنی بڑی تہمت مجھ پر لگائی ہے؟"

مغنیہ موسیٰؑ کو اپنے سامنے دیکھ کر انتہائی پریشان اور پشیمان ہوئی۔ پھر موسیٰؑ کی نگاہوں میں اس نے ایسا جلال دیکھا کہ اس پر ناقابلِ برداشت خوف و دہشت طاری ہو گئی۔

پس اس نے سچ سچ بتاتے ہوئے کہا:

"اے موسیٰؑ! یہ بات مجھ سے کہلوائی گئی ہے اور کہلوانے والا آپ کا چچازاد قارون ہے۔ اس نے سنہری سکوں کی کئی تھیلیوں کے عوض مجھے ایسا کرنے کو کہا اور مجھ پر ایسی بدبختی سوار ہوئی کہ میں نے یہ کام کرنے کی حامی بھری اور اس کے کہنے پر یہ کام کر گزری۔

اے موسیٰؑ! میں اپنے کیے پر شرمندہ ہوں۔"

اس پر موسیٰؑ انتہائی ملول اور غمزدہ ہو کر قبۂ عبادت کے اندر گئے۔ وہاں سجدے میں گر کر وہ بہت روئے اور اپنے رب کے حضور التجا و التماس کی۔

موسیٰؑ کی یہ دعا خدا کے حضور قبول ہوئی اور وحی کے ذریعے آپ کو یہ ہدایت دی گئی کہ قارون کے لیے آپ جو بھی بددعا کریں گے قبول ہوگی۔

پس موسیٰؑ قبۂ عبادت سے نکلے اور قارون کو طلب کیا؛ وہ آیا تو موسیٰؑ نے جواب طلبی کے انداز میں اس سے پوچھا:

"اے قارون! تو نے سنہری سکوں کی ان گنت تھیلیاں اس مغنیہ کو دے کر کیوں اور کس لیے میری ذات پر داغ لگانے کی کوشش کی ہے جبکہ تو جانتا ہے کہ میں اس بدی میں ملوث نہیں ہوں پس تجھے تیرے گناہ کی سزا مل کر رہے گی۔"

اس پر قارون نے کہا: "اے موسیٰؑ! میں تجھے پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ تم میں اور مجھ میں کوئی فرق نہیں ہے تجھے مجھ پر نبوت کی فضیلت ہے اور مجھے تجھ پر مال و دولت کی۔"

"سو اگر تو یہ خیال کرتا ہے کہ تو اپنی جگہ پاک ہے صاف ہے اور میں نے تجھ پر تہمت لگوائی ہے تو آؤ۔ ہم دونوں باری باری ایک دوسرے کے خلاف بددعا کریں۔ یوں ہم میں سے جو جھوٹا ہوگا اس کا خاتمہ سب کے سامنے ہو جائے گا۔"

موسیٰؑ نے قارون کی اس پیشکش کو فوراً قبول کر لیا۔

قارون نے کہا: "پہلے میں بددعا کروں گا۔"

موسیٰؑ نے اسے ایسا کرنے کی بھی اجازت دے دی۔ پس اس نے موسیٰؑ کے حق میں بددعا کی مگر اس کا کوئی اثر نہ ہوا۔

اس کے بعد موسیٰؑ نے اس کے حق میں بددعا کی۔

اس بددعا کے نتیجے میں قارون اپنے سارے مال و دولت اور حشمت و تکبر کے ساتھ زمین میں دھنس کر غرق ہو گیا۔

○

کیقباد کے بعد اس کا بیٹا کیکاؤس ایران کا بادشاہ بنا۔ کیکاؤس نے اپنے بیٹے سیاوش کو بہترین پرورش کے لیے رستم کے ساتھ روانہ کر دیا تاکہ وہ بہترین جنگی تربیت حاصل کر سکے۔

رستم نہ صرف افواج کا افسرِ اعلیٰ تھا بلکہ یہ سیستان کا حاکم بھی تھا۔ امن کی صورت میں یہ سیستان کے حاکم کی حیثیت سے زندگی گزارتا اور جنگ کی حالت میں ایران کے مرکزی شہر بلخ میں چلا آتا اور دشمن کے خلاف ایرانی افواج کی کمانداری کرتا۔

کیکاؤس کا بیٹا سیاوش لگاتار بیس برس تک سیستان شہر میں رستم سے جنگی اور عسکری تربیت حاصل کرتا رہا۔ رستم نے جب دیکھا کہ سیاوش اب اپنی عسکری تربیت مکمل کر چکا ہے تو وہ سیاوش کو بلخ لے آیا اور اس کے باپ کیکاؤس کے سامنے پیش کر دیا۔

رستم اور سیاوش کے بلخ آنے سے پہلے وہاں ایک اہم واقعہ رونما ہو چکا تھا جس کی رستم اور سیاوش دونوں کو ہی خبر نہ تھی۔

واقعہ یہ تھا کہ وہاں کیکاؤس کی اس غیر حاضری میں اس کے دادا کیقباد نے مرنے سے پہلے ترکستان کے بادشاہ افراسیاب سے ایران کی اس تباہی و بربادی کا معاوضہ طلب کر لیا تھا جو اس کے ہاتھوں زرین طاسپ کے زمانے میں ہوئی تھی۔

افراسیاب نے معاوضے کی بات کو ٹال دیا لیکن اس نے اپنی ایک بیٹی کیکاؤس کے حرم کے لیے بھیج دی۔ کیقباد نے ترکستان کی اس شہزادی کو قبول کر لیا اور اس کی شادی اپنے بیٹے کیکاؤس سے کر دی۔

اس کے بعد کیقباد کی موت واقع ہو گئی اور اب کیکاؤس ایران کا بادشاہ تھا اور افراسیاب کی بیٹی ایران کی ملکہ تھی۔

رستم جب سیاوش کو لے کر کیکاؤس کے پاس آیا تو وہ سیاوش کی عملی جنگی تربیت کا مظاہرہ دیکھ کر بے حد خوش ہوا۔ وہ اس بات پر اور بھی خوش تھا کہ سیاوش اب ایک قدآور خوبصورت اور کڑیل جوان تھا۔ کیکاؤس نے اسے اپنے دادا کے مرنے اور افراسیاب کی بیٹی سے شادی کر لینے کے سارے واقعات تفصیل سے سنا ڈالے۔ سیاوش یہ حالات سن کر بے حد خوش ہوا اور بھاگا بھاگا حرم کی طرف گیا تاکہ ایران کی نئی ملکہ کی خدمت میں حاضر ہو کر آداب بجا لائے۔

پس جب سیاؤش ملکہ کے سامنے آیا اور اس سے اپنا تعارف کرایا تو ملکہ سیاؤش کے حسن و زیبائی پر دل و جان سے فدا ہو گئی۔

سیاؤش کو ملکہ سے مہرِ مادری کی توقع تھی نہ کہ روایتی چاہت و محبت کی۔ اس لیے وہ تھوڑی دیر ملکہ کے پاس ٹھہرنے کے بعد بے رخی کا مظاہرہ کرتے ہوئے باہر نکل گیا۔

دوسری طرف رستم چند روز بلخ میں رہنے کے بعد واپس سیستان چلا گیا۔ ملکہ کو سیاؤش کی یہ بے رخی ہرگز نہ بھائی۔

لہٰذا اس نے سیاؤش کو اپنے راستے پر لانے اور اپنے ساتھ ملوث کرنے کی کوششیں شروع کر دیں لیکن جب وہ اپنی کوششوں میں ناکام ہو گئی تو اس نے سیاؤش سے انتقام لینے کی ٹھان لی۔

ملکہ نے اپنے شوہر کیکاؤس سے شکایت کر دی کہ سیاؤش اس سے متعلق برے ارادے اور خراب نیت رکھتا ہے اور اس نے اپنے شوہر کو یہ مشورہ بھی دیا کہ کیکاؤس اگر اپنی سلامتی اور ملکہ کی عزت و ناموس کو محفوظ دیکھنا چاہتا ہے تو سیاؤش کو مروا دے۔

ملکہ چونکہ بے حد خوبصورت تھی اور کیکاؤس اسے پسند بھی بہت کرتا تھا لہٰذا وہ اس کی باتوں میں آ گیا۔ اس نے سیاؤش کا خاتمہ تو نہ کرایا لیکن اس کے دل میں ملکہ کی اس شکایت کی بنا پر شکوک و شبہات ضرور پیدا ہو گئے۔

ایک روز اس نے سیاؤش کو طلب کیا۔ جب سیاؤش دربار میں اپنے باپ کیکاؤس کے سامنے آیا تو اس نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا:

"اے فرزند عزیز! اب تو جوان اور توانا ہو چکا ہے جبکہ میری عمر اب ڈھلنے لگی ہے۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ ماضی میں افواج کی سپہ سالاری کا جو کام رستم سے لیا جاتا رہا ہے وہ اب تم سے لیا جائے۔ اس لیے میں خیال کرتا ہوں کہ طاقت و قوت اور فنونِ حرب میں تم اب کسی طرح بھی رستم سے کم نہیں ہو۔"

سیاؤش نے باپ کے سامنے اطاعت کا اظہار کرتے ہوئے کہا:

"اے پدرِ محترم! آپ مجھے جس مہم پر بھی روانہ کریں گے میں اسے باحسن انجام دوں گا۔"

کیکاؤس تھوڑی دیر تک سر جھکائے سوچتا رہا پھر اس نے سر اٹھایا اور سیاؤش کی طرف دیکھتے ہوئے نرمی سے کہا:

"اے میرے فرزند! میں نے تمہارے یہاں آتے ہی تم کو کچھ اہم واقعات کی تفصیل بتا دی تھی جن میں سے ایک یہ تھا کہ افراسیاب نے معاوضے کی بات کو ٹالنے کے لیے اپنی بیٹی میری حرم میں دے دی تھی اور یہ معاملہ دب گیا تھا لیکن میں یہ چاہتا ہوں کہ میرے باپ کیقباد کی خواہش پوری ہو اور افراسیاب سے ہر صورت میں معاوضہ وصول کیا جائے۔

پس اے میرے فرزند! تم ایک لشکرِ جرار لے کر ترکستان روانہ ہو جاؤ اور افراسیاب کی سرحدوں پر جا کر اس سے معاوضے کا مطالبہ کرو۔ اگر وہ آمادہ ہو جائے اور رقم کی ادائیگی اسی وقت کر دے تب اس کے خلاف جنگ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور اگر وہ انکار کرے اور اس معاملے کو کسی اور طرح سے پھر ٹالنا چاہے تو تم اسے ہرگز ہرگز قبول نہ کرنا۔

اے میرے بیٹے! پھر افراسیاب کے خلاف ایسی زوردار لشکر کشی کرنا کہ آنے والے دور میں افراسیاب کو ایران پر حملہ کرنے کی ہمت نہ ہو۔"

سیاؤش نے اطاعت کے طور پر اپنی گردن کو خم کیا اور کہا:

"اے پدرِ محترم! آپ جب بھی پسند کریں گے میں اس مہم پر روانہ ہو جاؤں گا اور افراسیاب سے معاوضہ ضرور حاصل کروں گا۔"

کیکاؤس، سیاؤش کی اطاعت پر بے حد خوش ہوا اور کہا:

"اے میرے بیٹے! میں تمہیں تین دن کی مہلت دیتا ہوں۔ ان میں تم اپنی روانگی کا انتظام اور تیاریاں مکمل کر لو۔ اس دوران میں تمہارے لیے ایک جرار لشکر بھی ترتیب دے لوں گا۔ اب تم جاؤ اور اپنے کوچ کی تیاریوں میں لگ جاؤ۔"

سیاؤش باپ کے کمرے سے رخصت ہو گیا۔

پس کیکاؤس کی خواہش کے مطابق تین دن بعد سیاؤش ایک جرار لشکر کے ساتھ ترکستان کی طرف روانہ ہو گیا تاکہ افراسیاب سے معاوضہ طلب کرے۔

دوسری طرف افراسیاب کو بھی خبر ہو گئی کہ ایرانی بادشاہ کیکاؤس نے ایک لشکرِ جرار کے ساتھ اپنے بیٹے سیاؤش کو اس سے معاوضہ طلب کرنے کے لیے بھیج دیا ہے۔ اس پر افراسیاب نے بھی جوابا ایک جرار لشکر تیار کیا اور ایران سے ملنے والی اپنی سرحد پر آ کر خیمہ زن ہو گیا۔

سیاؤش بھی جب افراسیاب کے لشکر کے سامنے آ کر خیمہ زن ہوا تو اس نے اپنے چند ایلچی افراسیاب کی طرف روانہ کیے۔ ایلچی جب افراسیاب کے پاس پہنچے تو انہوں نے اس سے معاوضے کا مطالبہ کیا۔

افراسیاب نے اس مطالبے کو تو نہ مانا لیکن اس نے ان ایلچیوں کے ساتھ اپنے ایک مشیر فیروز کو کر دیا کہ وہ

معاوضہ کے سلسلے میں سیاؤش سے بات کرے۔

فیروز اتفاق دانشمند، مدبر، مخلص اور وفادار آدمی تھا۔ وہ جب سیاؤش کے ایلچیوں کے ساتھ سیاؤش کے پاس حاضر ہوا تو اس وقت سیاؤش اپنے خیمے سے باہر بانگ چار پائی پر بیٹھا ہوا تھا۔ اپنے ایلچیوں کو دیکھتے ہی اس نے جلدی سے پوچھا:

"تم لوگ افراسیاب کی طرف سے کیا جواب لائے ہو؟"

پھر اس نے فیروز کو دیکھا اور پوچھا:

"اور یہ اجنبی کون ہے؟"

اس پر ایک ایلچی نے جواب دیا:

"اے آقا! یہ ترکستان کے بادشاہ افراسیاب کا مشیر ہے۔ اس کا نام فیروز ہے اور افراسیاب نے اسے اس لیے آپکی خدمت میں بھیجا ہے کہ یہ معاوضہ کے لیے آپ سے بات چیت کرے۔"

سیاؤش نے اٹھ کر فیروز سے مصافحہ کیا اور اس کا ہاتھ کھینچ کر اپنے سامنے ہی چارپائی پر بٹھا لیا اور اپنے تمام ایلچیوں سے کہا:

"تم جا کر آرام کرو۔"

ایلچیوں کے جانے کے بعد سیاؤش نے فیروز سے پوچھا:

"تمہیں افراسیاب نے معاوضہ پر کس طرح کی گفتگو کرنے کے لیے روانہ کیا ہے؟"

فیروز سنبھلا اور بولا:

"اے ایران کے ولی عہد! میں آپ سے جو بات بھی کہوں گا وہ سچائی اور حقیقت پر مبنی ہوگی اور میں آپ سے کوئی بات نہیں چھپاؤں گا خواہ وہ میرے خلاف جاتی ہو۔

اس گفتگو کی ابتدا میں یوں کروں گا کہ جو ایلچی آپ نے ہماری طرف ابھی روانہ کیے تھے ان سے سب سے پہلے میں نے ہی ایران کے اندرونی حالات کے متعلق تفصیل سے اطلاعات حاصل کی ہیں۔ یہ ساری خبریں پا کر میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ آپ کو آپ کے باپ کیکاؤس نے ہمارے ساتھ جنگ کرنے کے لیے اس لیے بھیجا ہے تا کہ وہ آپ کو دشواریوں میں ڈال کر آپ سے انتقام لے۔ ورنہ معاوضے کا معاملہ تو بہت پہلے طے ہو چکا ہے۔"

سیاؤش نے حیرت اور پریشانی سے فیروز کی طرف دیکھا اور پوچھا:

"یہ تم کیسی باتیں کر رہے ہو۔ میرا باپ کیوں مجھے کسی اذیت میں ڈالے گا۔ وہ تو مجھے اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتا ہے پھر وہ مجھ سے کیوں اور کس بات کا انتقام لے گا؟"

فیروز نے ایک بار غور سے دیکھ کر سیاؤش کے چہرے کے تاثرات کا جائزہ لیا پھر کہا:

"آپ کو یاد ہوگا جب آپ سیستان میں رستم کے پاس زیر تربیت تھے اس وقت بھی کیکاؤس نے اپنے باپ کیقباد کے کہنے پر ہم سے معاوضہ طلب کیا تھا اور اس وقت جو معاملہ طے ہوا تھا وہ یہ تھا کہ معاوضے کو ترک کر دیا جائے اور اس کی جگہ افراسیاب اپنی بیٹی کیکاؤس کے حرم میں دیدے تا کہ آنے والے دور میں ایران اور ترکستان کے تعلقات دوستانہ رہیں۔ پس اس وقت ہی معاوضے کا معاملہ ختم ہو گیا تھا اور افراسیاب نے اپنی بیٹی کیکاؤس کے حرم میں داخل کر دی تھی۔

اب آپ کے باپ کیکاؤس نے جو آپ کو لشکر دے کر نئے سرے سے معاوضے کا مطالبہ کر دیا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ جب آپ پہلی بار اپنی سوتیلی ماں اور ایران کی ملکہ یعنی افراسیاب کی بیٹی سے ملے تو وہ آپ پر فریفتہ ہو گئی۔ اور اس نے ہر چند کوشش کی کہ آپ کو اپنے جال میں پھانس لے لیکن آپ اپنی شرافت و نجابت کی بنا پر بچتے رہے۔ اور جب آپ اس کے دام میں نہ آئے تو اس نے انتقام کی ٹھان لی۔

اس نے اپنے شوہر اور آپ کے باپ کیکاؤس سے شکایت کر دی کہ آپ اس پر بری نگاہ رکھتے ہیں۔ اس نے کیکاؤس کو مشورہ دیا کہ آپ کو قتل کروا دے۔

کیکاؤس نے آپ کو قتل تو نہیں کروایا البتہ آپ کو قتل ہونے کے لیے ایک لشکر دے کر ادھر روانہ کر دیا تا کہ آپ افراسیاب سے معاوضہ طلب کریں اور اگر وہ ادا نہ کرے تو اس سے جنگ کریں۔

اے سیاؤش! میں نے یہ سب اطلاعات صرف آپ کے ایلچیوں سے ہی حاصل نہیں کیں بلکہ ایران میں ہمارے جو آدمی کام کر رہے ہیں وہ بھی ہمیں یہ سب اطلاعات فراہم کر چکے ہیں۔ ایلچیوں سے تو میں نے ان باتوں کی صرف تائید کرائی ہے۔

اور اے سیاؤش! میں آپ پر یہ بھی منکشف کر دوں کہ آپ کے لشکر میں کچھ جنگجو ایسے ہیں جنہیں آپ کے باپ کیکاؤس نے خاص طور پر اس غرض سے لشکر میں شامل کیا ہے کہ جنگ کے دوران آپ کو قتل کر دیا جائے۔ آپ کے بعد گیو بن گودرز کو لشکر کا سپہ سالار بنا دیا جاتا۔ اس کا بھی ان لوگوں کو علم ہے۔

سو اے سیاؤش! میں آپ کو مخلصانہ مشورہ دوں گا کہ آپس میں صلح کر لیں۔ جنگ کی صورت میں اگر ہمیں نقصان ہو سکتا ہے تو نقصانات سے آپ بھی نہ بچ سکیں گے۔"

فیروز خاموش ہوا تو سیاؤش نے غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا:

"اے فیروز! تمہاری اطلاعات حیرت انگیز حد تک صحیح ہیں۔ اور یہ بھی سن رکھو کہ تمہاری گفتگو نے مجھے بے حد متاثر کیا ہے۔ تمہاری گفتگو نے مجھے اپنے باپ کی طرف سے مشکوک کر دیا ہے۔ بس اے فیروز! تمہارے مشورے

پر میں اس جنگ سے ہاتھ اٹھاتا ہوں اور تمہارے ساتھ صلح اور امن کے عہد کی ابتدا کرتا ہوں۔"

سیاؤش اپنی جگہ سے اٹھا اور کہا:

"تم تھوڑی دیر یہاں بیٹھو میں ابھی لوٹتا ہوں۔"

سیاؤش خیمے کے اندر چلا گیا۔ واپس لوٹا تو اس نے کئی قیمتی تحائف اٹھا رکھے تھے۔ یہ سب اس نے فیروز کے سامنے رکھتے ہوئے کہا:

"اے فیروز! یہ تحائف میری طرف سے اپنے بادشاہ افراسیاب کی خدمت میں پیش کرنا اور اسے یقین دلانا کہ میں اس معاوضے کے مطالبے سے دستبردار ہوتا ہوں اور اس کے ساتھ دوستی، صلح اور امن کے معاہدے کی ابتدا کرتا ہوں۔"

"میں اپنے باپ کیکاؤس کو بھی اس معاہدے کی اطلاع کر دوں گا اور جب وہ اس معاہدے کی تصدیق کر دے گا تو میں لشکر سمیت لوٹ جاؤں گا۔"

پھر اس نے نقدی کی ایک تھیلی فیروز کی گود میں رکھتے ہوئے کہا:

"اس میں کچھ جواہرات ہیں جو صرف تمہارے لیے ہیں کہ تم نے مجھے ایک مخلصانہ مشورہ دیا ہے۔ اب تم جا سکتے ہو۔"

فیروز اٹھا اور وہاں سے رخصت ہو گیا۔

سیاؤش نے اپنے کچھ ایلچی اپنے باپ کیکاؤس کی طرف روانہ کیے تاکہ وہ اسے اس صلح کے معاہدے سے آگاہ کر کے آئیں۔

کیکاؤس اپنے بیٹے کی اس حرکت پر سخت برہم ہوا اور اس نے ایلچیوں کے ہاتھ اسے جواب میں یہ کہلا بھیجا کہ:

"صلح کا یہ معاہدہ فوراً منسوخ کر کے اپنے معاوضے کا مطالبہ پیش کرو۔"

سیاؤش نے باپ کا یہ پیغام سنا تو ایک بار پھر ایلچیوں کو واپس بھیجا اور اپنے باپ کے نام یہ پیغام ارسال کیا کہ:

"صلح کا جو معاہدہ میں ترکستان کے بادشاہ افراسیاب سے کر چکا ہوں اسے توڑ دینا میں جوانمردی کے

خلاف سمجھتا ہوں۔ اس معاہدے کو توڑنے کے بجائے میں یہ کر سکتا ہوں کہ آپ کے پاس واپس نہ آؤں۔"

یہ پیغام کیکاؤس کو روانہ کر کے سیاؤش نے کچھ ایلچی افراسیاب کی طرف بھی روانہ کیے اور اس سے پناہ کی درخواست کی۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اس حرکت پر اس کا باپ اس کے خلاف حرکت میں آئے گا۔

افراسیاب نے سیاؤش کو اپنے پاس طلب کیا۔ سیاؤش اس پر آمادہ ہو گیا۔ اپنے لشکر کو اس نے وہیں پہ خیمہ زن رہنے دیا اور اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ افراسیاب کی طرف روانہ ہو گیا۔

افراسیاب نے اس کا شاندار استقبال کیا اور اسے اپنے مرکزی شہر کی طرف لے گیا۔ وہاں اس نے اپنی ایک بیٹی کا اس سے عقد کر دیا اور اپنے محل ہی کے ایک حصے میں اس کی رہائش کا انتظام کر دیا۔

افراسیاب کے ہاں سیاؤش کو جب اس قدر مراعات مل گئیں تو اس نے اپنے ان ساتھیوں کو واپس کر دیا جن کو ساتھ لے کر آیا تھا اور ان کو ہدایت کر دی کہ لشکر کو لے کر بلخ واپس چلے جائیں۔

سیاؤش کو افراسیاب کے ہاں چند ماہ ہی گزرے تھے کہ اس پر یہ بات واضح ہو گئی کہ سیاؤش انتہائی بہادر، بلا کا شہسوار اور فنونِ سپہ گری میں یکتا و بے مثل ہے۔ اس بنا پر وہ دل ہی دل میں اس سے خوفزدہ رہنے لگا۔

پھر ایک روز اس کے چند مشیروں نے کہا:

"سیاؤش جیسے چالاک اور دلیر دشمن کی پرورش نہیں کرنی چاہیے ورنہ یہ بات خود افراسیاب کے لیے مضر ثابت ہو گی۔"

مشیروں کے مشورے پر افراسیاب نے سیاؤش کو قتل کرا دیا اور اس کا سر کاٹ کر اس کے باپ کیکاؤس کے پاس بلخ روانہ کر دیا۔

افراسیاب کی بیٹی کے ہاں بچہ ہونے والا تھا جو سیاؤش کی بیوہ تھی۔ افراسیاب کو اس بات کا علم تھا۔ اس نے اپنی بیٹی کو بھی قتل کروا دینا چاہا لیکن اس کے قابلِ اعتماد مشیر فیروز نے اسے ایسا کرنے سے روک دیا اور اسے سمجھایا کہ:

"آنے والے دور میں ایران کے ساتھ ہمارے تعلقات اگر زیادہ کشیدہ ہو گئے تو سیاؤش کا پیدا ہونے والا یہ بچہ دونوں ملکوں کے درمیان امن اور صلح کا وسیلہ بن سکے گا۔"

ساتھ ہی فیروز نے یہ بھی کہا کہ:

آپ اپنی بیٹی اور سیاوش کی بیوہ میرے حوالے کر دیں۔ میں خود اس کی دیکھ بھال کر دوں گا۔ اگر اس کے ہاں لڑکا پیدا ہوا تو اسے لے کر میں خود کیکاؤس کے پاس جاؤں گا اور اس طرح ممکن ہے کہ ترکستان کی طرف سے کیکاؤس کا غصہ ٹھنڈا ہو جائے۔"

افراسیاب نے فیروز کی اس تجویز کو پسند کیا اور اپنی بیٹی اور سیاوش کی بیوہ کو اس کے حوالے کر دیا تاکہ وہ اس کی دیکھ بھال کرے۔

○

سیاوش کا سر جب بلخ پہنچا تو اپنے بیٹے کے قتل پر کیکاؤس کی حالت صدمے سے بے حد خراب ہو گئی۔

پورے ایران میں مرگِ سیاوش پر ماتم ہوا جو کئی روز تک جاری رہا۔

آخر جب کیکاؤس اس صدمے سے سنبھلا تو اس نے اپنے سپہ سالار گیو بن گودرز کو طلب کیا اور اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا:

"اے گیو! تم جانتے ہو کہ رستم اس وقت سیستان میں ہے لہٰذا اس کے بعد تم ہی ایران میں ایک عمدہ سالار ہو سو میں تم سے ایران کی بہتری کے لیے ایک کام لینا چاہتا ہوں اور وہ یہ کہ تم ترکستان جاؤ اور وہاں ماوراء النہر میں گھوم پھر کر اس حقیقت کا پتہ چلانے کی کوشش کرو کہ کیوں سیاوش کو قتل کر دیا گیا۔"

گیو بن گودرز نے اس پر آمادگی کا اظہار کر دیا۔

کیکاؤس نے اس کی روانگی کے تمام انتظامات کر دیے اور ایک روز گیو بن گودرز ایک تاجر کے بھیس میں بلخ سے ماوراء النہر کی طرف روانہ ہو گیا۔

○

گیو بن گودرز چند یوم تک ماوراء النہر میں تاجر بنا گھومتا پھرتا رہا اور مختلف طبقوں کے لوگوں سے مل کر وہ سیاوش کے متعلق خبریں جمع کرتا رہا۔

آخر اس نے پتہ چلا لیا کہ افراسیاب نے سیاوش کی بہادری اور جرأت مندی سے خوفزدہ ہو کر اسے موت کے گھاٹ اتار دیا تھا تاکہ آنے والے دور میں وہ اس کے لیے مصیبتوں کا پیش خیمہ نہ بن جائے۔

اس کے ساتھ ہی گیو بن کو یہ خبر بھی مل گئی کہ افراسیاب سیاوش کی بیوی کو بھی قتل کر دینا چاہتا تھا لیکن اس کے مشیر فیروز نے اسے بچا لیا۔

ایک دہقان سے اسے یہ اطلاع بھی مل گئی کہ سیاوش کی بیوہ ان دنوں فیروز کے ہاں رہ رہی ہے اور اس کے بطن سے سیاوش کا بیٹا ہوا ہے۔

بس یہ سب جان کر گیو بن نے ارادہ کر لیا کہ وہ فیروز سے مل کر سیاوش کی بیوہ اور بیٹے کو ماوراء النہر سے بلخ لے جائے گا۔ یہ ارادہ کر کے وہ فیروز کی حویلی کی طرف روانہ ہو گیا۔

گیو بن نے جب فیروز کی حویلی کے صدر دروازے پر دستک دی تو دروازہ فیروز ہی نے کھولا۔ گیو بن چند ثانیوں تک غور سے فیروز کو دیکھتا رہا۔ پھر اس نے رازدارانہ سرگوشی کرتے ہوئے کہا:

"اگر میں غلطی پر نہیں تو آپ ہی فیروز ہیں۔"

فیروز نے بلا تکلف کہا:

"ہاں۔ میں ہی فیروز ہوں۔"

اس پر گیو بن نے بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہا:

"میں علیحدگی میں بیٹھ کر آپ سے ایک نہایت اہم مسئلہ پر گفتگو کرنا چاہتا ہوں اور مجھے....."

فیروز درمیان میں بول پڑا اور بولا:

"اگر ایسا معاملہ ہے تو اندر آکر آرام سے بیٹھو اور مجھ سے گفتگو کرو۔"

اس کے ساتھ ہی فیروز گیو بن گودرز کا ہاتھ پکڑ کر اپنے دیوان خانے میں لے گیا اور وہاں اسے اپنے پاس بٹھاتے ہوئے کہا:

"اب کہو۔ کیا اہم بات ہے جس پر تم رازداری سے مجھ سے بات کرنا چاہتے ہو۔"

گیو بن نے چند لمحوں تک فیروز کی طرف دیکھا پھر کسی قدر بے باکی سے اس نے کہا:

"اے فیروز! اے مہربان تم سے حقیقت پر مبنی کہوں گا اور وہ یہ ہے کہ میرا نام گیو بن گودرز ہے اور میں خود ایران کے اچھے سالاروں میں سے ہوں۔ اس وقت میں ایک تاجر کے بھیس میں ہوں لیکن اصل میں اس وقت میں ایران کے بادشاہ کیکاؤس کا نمائندہ ہوں اور ان سرزمینوں میں اس لیے داخل ہوا ہوں کہ یہ جانوں کہ کن حالات کے تحت سیاوش کو قتل کر دیا گیا۔ پھر مجھے یہ بھی خبر ہوئی ہے کہ سیاوش کی بیوہ اور اس کا بیٹا دونوں آپ کے پاس رہ رہے ہیں۔ اگر یہ درست ہے تو میں آپ سے گزارش کروں گا کہ سیاوش کی بیوہ اور بیٹے کو میرے حوالے کر دیں کہ میں ان دونوں کو بلخ لے جاؤں۔"

گیو بن گودرز کی اس مبنی بر حقیقت گفتگو پر فیروز خوش ہوا اور اس کی پیٹھ تھپ تھپاتے ہوئے اس نے خوش طبعی سے کہا:

"تم تھوڑی دیر بیٹھو۔ میں ابھی آتا ہوں اور اپنے ساتھ سیاوش کی بیوہ اور بیٹے کو بھی لاتا ہوں۔ تم فکر نہ کرو جس خواہش کا تم نے اظہار کیا ہے میں اس پر ضرور عمل کروں گا۔" اس کے ساتھ ہی فیروز اٹھ کر کمرے سے باہر نکل گیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ لوٹا تو اس کے ساتھ سیاوش کی بیوہ اور اس کا بیٹا بھی تھے۔ وہ دونوں گیو بن کے سامنے آ کر بیٹھ گئے۔

اس موقع پر فیروز نے کہا:

"اے گیو بن گودرز! یہ سیاوش کی بیوہ اور اس کا بیٹا ہے۔ میں نے اس سے تمہارے متعلق تفصیل سے گفتگو کی ہے۔ یہ تمہارے ساتھ بلخ جانے کو تیار ہیں۔ میں نے اپنے خدام سے کہہ دیا ہے کہ ان کے لیے زادِ راہ تیار کریں۔ اب تم اور کیا چاہتے ہو؟"

گیو بن نے کہا:

"میں آپ کا ممنون ہوں کہ آپ نے میری عزت افزائی کی اور سیاوش کے خاندان کو میرے ساتھ جانے کی اجازت دیدی۔"

اس پر فیروز نے مسکراتے ہوئے کہا:

"اے گیو بن! میں تمہیں چند دن یہاں مہمان کی حیثیت سے رکھنے کی دعوت ضرور دیتا لیکن ایسا کرنے سے تمہارے لیے خطرات اٹھ سکتے ہیں لہٰذا میں تمہیں یہاں زیادہ دیر رکنے کو نہ کہوں گا۔ اگر تمہارے آنے کی خبر افراسیاب کو ہو گئی تو وہ ضرور تمہیں قتل کرا دے گا اس لیے میری طرف سے تمہیں اجازت ہے کہ تم ان دونوں کو لے کر ابھی بلخ روانہ ہو جاؤ۔

ان دونوں کی بلخ روانگی کے متعلق میں افراسیاب سے کہہ دوں گا کہ میں نے سیاوش کی بیوہ اور بیٹے کو ایک جاننے والے کے ساتھ بلخ روانہ کر دیا ہے تاکہ ان کی وجہ سے ایران اور ترکستان کے تعلقات بہتر بلکہ دوستانہ ہو جائیں۔"

ساتھ ہی فیروز اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور گیو بن گودرز سے مزید کہا:

"میں تمہیں مشورہ دوں گا کہ تم فی الفور سیاوش کی بیوی بچے کو لے کر یہاں سے نکل جاؤ اور اس کے لیے تم میرے ساتھ آؤ۔"

گیو بن گودرز فوراً اٹھ کھڑا ہوا اور فیروز کے ساتھ ہو لیا۔ سیاوش کی بیوی بچے کو لے کر ان کے ساتھ چل دی۔

فیروز ان تینوں کو لے کر اپنی حویلی کے اصطبل میں آیا۔ اسے دیکھتے ہی ایک جوان بھاگتا ہوا اصطبل سے نکلا اور فیروز سے کہا:

"اے آقا! آپ کے حکم کے مطابق دو گھوڑے تیار کر دیے گئے ہیں اور ان کی زینوں کے ساتھ زادِ راہ اور دوسرا ضروری سامان باندھ دیا گیا ہے۔"

فیروز نے کہا:

"وہ دونوں گھوڑے میرے پاس لے آؤ۔"

وہ جوان بھاگتا ہوا واپس گیا اور تھوڑی دیر بعد دو گھوڑوں کی باگیں پکڑے فیروز کے پاس آ کر رک گیا۔ فیروز نے اس سے دونوں گھوڑوں کی باگیں لے لیں پھر اس نے خادم سے کہا:

"اب تم جاؤ۔"

جب وہ خادم وہاں سے چلا گیا تو فیروز نے گیو بن سے کہا:

"اب تم بلا تاخیر تینوں یہاں سے بلخ کی طرف روانہ ہو جاؤ اور یہ دھیان میں رکھو کہ تمہاری اس تاخیر میں خطرات ہی خطرات ہیں۔"

جواب میں گیو بن نے کہا:

"میں تو ایک سرائے میں ٹھہرا ہوا تھا جہاں میرا اپنا گھوڑا بھی ہے۔ اب جبکہ آپ نے میرے لیے گھوڑا تیار کرا دیا ہے تو۔۔۔۔"

فیروز درمیان میں بول پڑا:

"اے گیو بن! بہتر ہے کہ اپنے گھوڑے کو بھول جاؤ اور یاد رکھو کہ اگر تم سیاوش کی بیوہ اور بچے کے ساتھ وہاں گئے تو پکڑے جاؤ گے لہٰذا فوراً یہاں سے کوچ کر جاؤ کہ اسی میں تمہاری بہتری ہے۔"

پس گیو بن نے فوراً ایک گھوڑے کی زین فیروز سے لی اور اس پر سوار ہو گیا جبکہ دوسرے گھوڑے پر سیاوش کی بیوہ اور بیٹا سوار ہو گئے۔ یوں وہ تینوں بلخ کی طرف کوچ کر گئے۔

گیوبن گودرز سیاؤش کی بیوی کو اور بیٹے کو لے کر جب کیکاؤس کے پاس آیا تو کیکاؤس اپنی بہو اور پوتے کو دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ اور اس نے اپنے پوتے کا نام کیخسرو رکھا۔

کیکاؤس بڑی محنت اور شفقت کے ساتھ کیخسرو کی پرورش کرنے لگا کیونکہ اس نے اب کیخسرو کو ہی اپنی امیدوں کا مرکز اور ولی عہد بنا لیا تھا۔

اس کے ساتھ ہی اس نے رستم کو سیستان سے طلب کیا اور جب رستم بلخ پہنچا تو اس نے ایک جرار لشکر تیار کروایا اور رستم کو حکم دیا کہ:

"ترکستان پر حملہ آور ہو کر میرے مرنے والے بیٹے سیاؤش کا انتقام لو۔"

رستم اس لشکر کے ساتھ ترکستان کی طرف روانہ ہوا۔ افراسیاب کو بھی اس لشکر کی روانگی کا علم ہو گیا اور وہ بھی ایک بڑا لشکر لے کر مقابلے پر آ گیا۔

دونوں لشکروں میں جنگ ہوئی جس میں رستم فتح مند رہا اور افراسیاب کو شکست ہوئی۔ اس کے ان گنت لشکری اس جنگ میں مارے گئے۔ تاہم افراسیاب بھاگ کر اپنی جان بچانے میں کامیاب ہو گیا۔

اس طرح کیکاؤس نے ترکستان پر لشکر کشی کر کے ایک طرح سے اپنے مرنے والے بیٹے سیاؤش کا انتقام لے لیا تھا۔

○

یوشع ایک عرصہ تک بنی اسرائیل کے ساتھ صحرا نوردی کرتا رہا۔

بنی اسرائیل کا قیام پہلے قادس کے مقام پر تھا۔ یہیں پر موسیٰؑ اور ہارونؑ کی بہن مریم کی وفات ہوئی اور اسی سرزمین پر ان کو دفن کر دیا گیا۔

اس کے بعد بنی اسرائیل آگے بڑھے اور تیہ کے میدان میں گھومتے اور پھرتے پھراتے وہ کوہستانوں کی اس چوٹی کے قریب جا پہنچے جو حور کے نام سے مشہور تھی۔

حور کی چوٹی کے پاس موسیٰؑ کو وحی ہوئی کہ:

"ہارونؑ اور ان کے بیٹے الیعزر کو لے کر اس چوٹی پر چلے جائیں اور وہاں کچھ دن عبادت کریں۔"

ساتھ ہی موسیٰؑ پر یہ انکشاف بھی کر دیا گیا کہ:

"اسی چوٹی پر ہارونؑ کا انتقال ہو جائے گا۔"

پس حکم خداوندی کے مطابق موسیٰؑ ہارونؑ اور اپنے بھتیجے الیعزر کو لے کر کوہستان کی چوٹی پر گئے اور وہاں کچھ دن وہ تینوں عبادت میں مصروف رہے۔

پھر یہیں پر ہارونؑ کا انتقال ہو گیا اور خدا کے حکم کے مطابق موسیٰؑ نے اپنے بھائی ہارونؑ کے کپڑے اتار کر اپنے بھتیجے الیعزر کو پہنا دیے۔ یہ ایک طرح سے نشانی تھی کہ ہارونؑ کی جگہ اب ان کے بیٹے بنی اسرائیل میں قائم مقام ہوں گے۔

اس کے بعد ہارونؑ کو وہیں حور کی چوٹی پر دفن کر دیا گیا اور پھر جب موسیٰؑ اور الیعزر کوہستانوں کی اس چوٹی سے اتر کر بنی اسرائیل کے اندر آئے اور ان کو خبر ہوئی کہ ہارونؑ وفات پا گئے ہیں تو انہوں نے ہارونؑ کا سوگ منایا۔ کیونکہ ہارونؑ ان پر کمالِ عنایات کرتے تھے اور بنی اسرائیل ان سے بے حد محبت رکھتے تھے اس لیے انہیں بے حد صدمہ ہوا تھا۔

ہارونؑ کی وفات کے چند دنوں بعد بنی اسرائیل موسیٰؑ کے خلاف یہ رنگ لائے کہ انہوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ:

"موسیٰؑ نے ہارونؑ کو حسد و رشک کی وجہ سے مار ڈالا ہے۔"

بنی اسرائیل کی یہ الزام تراشیاں اور غیر ذمہ دارانہ گفتگو سن کر موسیٰؑ کو بے حد دکھ اور صدمہ ہوا اور آپ نے بحضورِ الٰہی اس الزام سے اپنی برأت اور صفائی کی التجا کی۔

خداوند کریم نے آپ کی یہ التجا قبول کی اور ایسا ہوا کہ ہارونؑ کا تابوت زمین و آسمان کے درمیان معلق ہو گیا اور سارے بنی اسرائیل نے یہ منظر دیکھا۔ پھر ان کے دیکھتے ہی دیکھتے ہارونؑ اپنے تابوت میں اٹھے اور بنی اسرائیل کو مخاطب کرتے ہوئے انہوں نے کہا:

"مجھے میرے بھائی موسیٰؑ نے ہلاک نہیں کیا بلکہ میں طبعی موت سے ہمکنار ہوا ہوں۔"

اس کے بعد بنی اسرائیل نے موسیٰؑ پر الزام تراشی بند کر دی۔

○

موسیٰؑ کی رہنمائی میں بنی اسرائیل کوہستانِ حور کی وادیوں سے بحر قلزم کے ساتھ ساتھ آگے بڑھنے لگے تاکہ ادوم کی سرزمین کے باہر سے ہوتے ہوئے اپنی منزل کی طرف جا سکیں۔

اس سفر کی دشواریوں اور تکالیف کے باعث بنی اسرائیل ایک بار پھر موسیٰؑ سے جھگڑنے لگے کہ:

"کیوں ہمیں مصر سے نکال کر بری موت مرنے کے لیے ان ویرانوں میں لے آئے ہو۔"

موسیٰؑ کے ساتھ اس تکرار اور جھگڑے کے باعث خدا نے اس بار بنی اسرائیل کو ایک عذاب کی کیفیت سے دوچار کیا اور وہ یہ کہ جس علاقے میں وہ سفر کر رہے تھے اس میں ان گنت سانپ نمودار ہوئے۔ یہ سانپ ایسے زہریلے تھے کہ جسے کاٹتے تھے وہ وہیں پر ختم ہو جاتا تھا۔

ان سانپوں کے باعث بے شمار بنی اسرائیلی مارے گئے۔ جو بچ رہے ان میں سانپوں کے باعث خوف و ہراس کی کیفیت چھا گئی۔

پھر بنی اسرائیل کے سرکردہ لوگ موسیٰؑ کے پاس آئے اور ان سے التجا کی:

"اے موسیٰؑ! ہم سے گناہ ہوا جو ہم نے ان بیابانوں کے اندر تمہارے ساتھ تکرار اور جھگڑا کیا۔ ہم اپنے اس رویے کی معافی مانگتے ہیں۔ خدا سے دعا کریں کہ وہ ہمیں سانپوں کے اس خوف ناک عذاب اور اذیت سے نجات دے۔"

پس جب بنی اسرائیل نے معافی مانگی تو موسیٰؑ نے رب تعالیٰ کی طرف رجوع کیا۔ جواب میں ان کو وحی کے ذریعے حکم ہوا کہ:

"اے موسیٰؑ! پیتل کا ایک سانپ بنا کر اسے عصا سے باندھ کر فضا میں بلند رکھو اور اس سرزمین کے اندر سفر جاری رکھو۔ پس جس کو بھی سانپ کاٹے گا اگر وہ عصا کے ساتھ بندھے ہوئے پیتل کے سانپ کو دیکھے گا تو تندرست ہو جائے گا۔"

پس موسیٰؑ نے ایسا ہی کیا اور پیتل کا ایک سانپ بنا کر عصا سے باندھ کر فضا میں بلند کر دیا اور یوں ان سرزمینوں کے اندر سفر جاری رہا۔ یونہی سفر کرتے ہوئے موسیٰؑ بنی اسرائیل کو لے کر اموریوں کی سرزمین کے پاس آ نمودار ہوئے۔

یہاں سے موسیٰؑ نے اموریوں کے بادشاہ سیحون کو پیغام بھجوایا کہ:

"ہم بنی اسرائیل مصر سے نکل کر اس طرف آئے ہیں اور تمہاری سرزمین کے اندر سے گزرتے ہوئے آگے جانے کے خواہشمند ہیں لہٰذا تم ہمیں اپنے علاقوں سے گزرنے کی اجازت دے دو۔ ہماری طرف سے وعدہ ہے کہ تمہارے ملک سے گزرتے ہوئے ہم کھیتوں اور باغات میں گھس کر کسی قسم کا نقصان نہ کریں گے اور نہ تمہاری سرزمین کے کنووں کا پانی پئیں گے بلکہ ہم سیدھا آگے نکل جائیں گے اور تمہارے لوگوں سے بھی کسی قسم کا تعرض نہ کریں گے۔ یہ ہمارا وعدہ ہے۔"

موسیٰؑ کی اس پیش کش کے جواب میں اموریوں کے بادشاہ سیحون نے تکبر اور ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کیا اور

اس نے بنی اسرائیل کو اپنے علاقوں سے گزرنے کی اجازت نہ دی بلکہ الٹا وہ بنی اسرائیل پر حملہ آور ہونے کا فیصلہ کر بیٹھا۔

پس ان بیابانوں میں اموریوں کے بادشاہ سیحون نے ان پر حملہ کر دیا۔ اس طرح اموریوں اور بنی اسرائیل کے درمیان ایک ہولناک جنگ ہوئی جس میں اسرائیلی فتح مند رہے اور اموریوں کو انہوں نے مار مار کر بھگا دیا۔

اس جنگ میں چونکہ بنی اسرائیل فتح مند رہے تھے لہٰذا ان کے حوصلے خوب بڑھ گئے اور موسیٰؑ کے کہنے پر انہوں نے اموریوں کا تعاقب کیا۔ یہاں تک کہ بنی اسرائیل اموریوں کو مارتے کاٹتے ان کی سرزمین میں اندر تک بڑھتے چلے گئے اور ان کے مرکزی شہر حسبون پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد بنی اسرائیل اموریوں کی سرزمین میں مختلف قصبوں کے اندر بس گئے۔

اموریوں کا ہمسایہ بسن کا حکمران اوج بن عنق تھا۔ جب اسے خبر ہوئی کہ بنی اسرائیلیوں نے اموریوں کے علاقوں پر قبضہ کر لیا ہے تو وہ فکر مند ہوا۔ اسے یہ خدشہ ہوا کہ اگر بروقت بنی اسرائیل کی روک تھام نہ کی گئی تو اموریوں کے بعد وہ اسے بھی زیر کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے لہٰذا اوج بن عنق نے ایک لشکر تیار کیا اور اسرائیلیوں سے جنگ کرنے کیلیے روانہ ہو گیا۔

اس کے لشکریوں کے حوصلے اس لیے بھی بلند تھے کہ ان کا بادشاہ اوج بن عنق ان کے درمیان موجود تھا اور وہ ایسا طاقتور آدمی تھا کہ اس نے زندگی میں کسی سے شکست نہ تسلیم کی تھی لہٰذا ان کو پختہ امید تھی کہ وہ بنی اسرائیل کو شکست دے کر لوٹ مار کا بازار گرم کریں گے۔

دونوں اقوام میں جنگ چھڑی تو شروع شروع میں اوج بن عنق کے لشکر کا پلہ بھاری رہا کیونکہ اوج ہر اس اسرائیلی کی گردن کاٹتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا جو اس کے سامنے آتا تھا۔ یوں وہ بنی اسرائیل کے اندر آگے بڑھنے کے لیے اپنے لشکریوں کا راستہ صاف کرتا جا رہا تھا۔

اوج کے اس عمل سے اس کے لشکریوں کے حوصلے پہلے سے زیادہ مضبوط ہو گئے اور انہوں نے بڑھ چڑھ کر بنی اسرائیل کا قتل عام شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ اوج کا سامنا موسیٰؑ سے ہوا۔

دونوں ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہونے کے بعد تھوڑی دیر تک ایک دوسرے کا جائزہ لیتے رہے پھر اوج بن عنق نے تکبر سے کہا:

"میں تمہیں پہلے حملہ کرنے کی دعوت دیتا ہوں تاکہ تمہیں کسی قسم کی حسرت نہ رہ جائے۔ کیونکہ اگر میں نے حملہ آور ہونے میں پہل کر دی تو تم اس قابل نہ رہو گے کہ مجھ پر جوابی حملہ کر سکو۔"

پس موسیٰؑ اس کی اس پیش کش کے جواب میں اوج بن عنق پر حملہ آور ہوئے۔ چونکہ اوج انتہائی طویل القامت تھا اس لیے موسیٰؑ نے اپنا عصا سنبھالا جو ان کے اپنے قد جتنا لمبا تھا۔ عصا کے برابر موسیٰؑ نے ہوا میں جست کی اور عصا سے اوج کی پنڈلی پر ایسی بھرپور ضرب لگائی کہ اوج بن عنق گرا اور مر گیا۔

اوج کے مرتے ہی اس کا لشکر ہمت چھوڑ بیٹھا اور وہ سب میدان سے بھاگ نکلے۔ اسی طرح بنی اسرائیل نے لبن کی سرزمین پر بھی قبضہ کر لیا۔

لبن سے ملحقہ موآبیوں کی سرزمین تھی جس کا بادشاہ بلق بن صفور تھا۔ اسے جب یہ اطلاع ملی کہ بنی اسرائیل نے لبن کے علاقے پر قبضہ کر لیا ہے تو وہ فکرمند ہوا۔ اس نے اپنے معزز قاصد تیار کیے اور ان کو مخاطب کرتے ہوئے اس نے کہا:

"اے میرے عزیزو! تم ابھی اور اسی وقت بلعام بن بعور کی طرف روانہ ہو جاؤ۔ تم جانتے ہو کہ وہ ایک زاہد، مناجات اور خوابوں کی تعبیر بیان کرنے والا انسان ہے اور ہم سب جانتے ہیں کہ وہ جسے برکت دیتا ہے اسے برکت ملتی ہے اور جس پر وہ لعنت کرتا ہے وہ ملعون ہو جاتا ہے۔

سو تم بلعام کے پاس جاؤ۔ اسے میری تعظیم دو اور التجا کرو کہ میں نے اسے یہاں بلوایا ہے تاکہ وہ بنی اسرائیل کے سامنے جا کر ان پر لعنت کرے۔ اس کے ایسا کرنے سے گمانِ اغلب ہے کہ ہم غالب اور بنی اسرائیل والے مغلوب ہو رہیں گے۔"

پس بلق بن صفور کے یہ قاصد جب بلعام بن بعور کے پاس آئے تو اس سے التجا کی کہ:

"تجھے اپنے بادشاہ بلق بن صفور نے طلب کیا ہے اس لیے کہ بنی اسرائیل نام کی قوم مصر سے نکل کر ان علاقوں کی طرف غلبہ حاصل کرتی جا رہی ہے۔ انہوں نے لبن کے علاوہ آموریوں کو بھی زیر کر کے ان کی سرزمینوں پر قبضہ کر لیا ہے اور اب ہماری باری آنے والی ہے اور بلق نے تمہیں اس لیے طلب کیا ہے کہ تم بنی اسرائیل والوں پر لعنت کرو اور تمہارے ایسا کرنے سے ہم کامیاب اور بنی اسرائیل والے نامراد ہوں گے"

بلعام بن بعور نے ان قاصدوں کی گفتگو غور سے سن کر کہا:

"اے میرے عزیزو! تم رات کو یہیں قیام کرو۔ میں رات کو استخارہ کروں گا۔ اگر استخارہ حق میں ہوا تو میں تمہارے ساتھ روانہ ہو جاؤں گا۔"

اس پر وہ قاصد رات بھر وہاں قیام کرنے پر رضامند ہو گئے۔

رات کو جب بلعام نے استخارہ کیا تو جواب میں بلق بن صفور کی طرف جانے کی نفی آ گئی اس لیے اگلی صبح اس نے قاصدوں کو مخاطب کر کے کہا:

"اے میرے عزیزو! گزشتہ شب میں نے استخارہ کیا اور چونکہ جواب میں نفی کا عمل ظاہر ہوا ہے اس لیے میں تمہارے ساتھ نہ جا سکوں گا۔ سو تم یہاں سے روانہ ہو جاؤ اور بلق بن صفور سے میری طرف سے کہہ دینا کہ میں اس کے پاس نہ آ سکوں گا۔"

قاصد ابن صفور کے پاس لوٹ آئے اور اسے اطلاع کی کہ:

"بلعام بن بعور نے ان کے ساتھ آنے سے انکار کر دیا ہے۔"

اس پر بلق نے اپنے شہر کے معززین اور صاحبِ حیثیت لوگوں کو جمع کیا اور انہیں بلعام کی طرف روانہ کیا تاکہ وہ کسی نہ کسی حیلے سے اسے بلا کر لائیں۔

پس جب یہ معززین اور ممتاز لوگ بلعام کے پاس پہنچے تو انہوں نے بھی اس سے وہی درخواست کی جو قاصد پہلے کر چکے تھے۔

اس پر بلعام نے بلق کے ان معززین کو مخاطب کر کے کہا:

"اگر ہمارا بادشاہ بلق بن صفور اپنا گھر سونے اور چاندی سے بھر کر بھی مجھے دیدے تو میں اس کی طرف پھر بھی نہ جاؤں گا اس لیے کہ اس کی طرف جانے کا استخارہ نفی میں نکلا ہے۔"

معززین نے جب دیکھا کہ بلعام کسی طرح بھی ان کے ساتھ جانے کو تیار نہیں ہے تو یہ اس کی بیوی سے ملے اور اس کی منت سماجت کی کہ وہ بلعام کو مجبور کرے کہ وہ ان کے ساتھ اپنے بادشاہ بلق کے پاس چلے۔ اس حربے میں یہ لوگ کامیاب رہے۔ بلعام کی بیوی نے وعدہ کیا کہ:

"میں اپنے شوہر کو تمہارے ساتھ جانے پر راضی کر لوں گی۔"

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ بلعام کی بیوی نے نہ جانے اپنے شوہر سے کیا کہا کہ بلعام فوراً اپنے گدھے پر سوار ہوا اور ان لوگوں کے ساتھ بلق بن صفور کی طرف روانہ ہو گیا۔

بلق بن صفور کی طرف جاتے ہوئے راستے میں تین بار بلعام ابن بعور کا گدھا زمین پر بیٹھ گیا۔ مجبوراً بلعام پیدل ہی بلق کی طرف روانہ ہو گیا۔ گدھے کے تین بار اڑنے سے اس نے یہ اندازہ ضرور لگا لیا کہ جس کام کے لیے وہ جا رہا ہے یہ منشائے ایزدی کے خلاف ہے۔

پس بلعام جب اپنے بادشاہ بلق کے پاس پہنچا تو وہ اسے بعل کی بلندیوں پر لے گیا۔ وہاں اس نے بیلوں اور بھیڑوں کی قربانی گزاری۔ پھر اس نے بلعام کو مخاطب کر کے کہا:

"اے بلعام! اپنے سامنے جنوب اور مشرق کی طرف دیکھو۔ یہ جس قدر خیمے نصب ہیں سب اسرائیلیوں کے ہیں۔ پس تم ان کے لیے بد دعا کرو تاکہ ہمیں ان سے نجات ملے۔"

اس پر بلعام بن بعور نے تھوڑی دیر تک اپنے سامنے پھیلے بنی اسرائیل کے خیموں کی طرف دیکھا پھر اس نے کسی کی طرف دیکھے بغیر رقت آمیز انداز میں بلعام بن بعور نے کہا:

"میں اس پر لعنت کیسے کروں جس پر خدا نے لعنت نہیں کی۔ میں اسے کیسے پھٹکاروں جسے خداوند تعالیٰ نے نہیں پھٹکارا۔ چٹانوں کی چوٹیوں پر وہ مجھے نظر آتے ہیں اور پہاڑوں پر سے میں ان کو دیکھتا ہوں۔ دیکھو یہ وہ قوم ہے جو اکیلی ہی بسی رہے گی اور دوسری قوموں کے ساتھ مل کر اس کا شمار نہ ہوگا۔ یعقوب کی گرد کے ذروں کو کون گن سکتا ہے۔ کاش! میں صادقوں کی موت مروں اور میری عاقبت بھی انہی جیسی ہو۔"

بلعام کی یہ گفتگو سن کر بلق نے کہا:

"اے بلعام! یہ تو نے کیا کیا۔ میں نے تو تجھے اس لیے بلوایا تھا کہ تو میرے دشمنوں پر لعنت کرے اور تو نے الٹا انہیں برکت ہی برکت دے دی۔"

بلعام بولا:

"اے صفور کے بیٹے! میں نے وہی کچھ کیا ہے جس میں میرے خداوند کی رضامندی ہے۔"

اس کے بعد بلق بن صفور، بلعام بن بعور کو ضوفیم کے مقام پر لے گیا۔ وہاں بھی اس نے بیل اور بکریوں کی قربانی دی اور دوسری بار بلعام سے التجا کی کہ:

"بنی اسرائیل پر لعنت کرو۔"

اس مقام پر بھی بلعام بن بعور کچھ دیر تک بنی اسرائیل کے خیموں کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر وہ دوبارہ رقت میں ڈوب کر بولا:

"اے بلق بن صفور! اٹھ اور غور سے سن۔ اے صفور کے بیٹے! میری بات تو بہ کان لگا کہ خدا انسان نہیں کہ وہ جھوٹ بولے۔ نہ ہی وہ آدم زاد ہے کہ اپنا ارادہ بدلے کہ جو کچھ اس نے کہا یا جو کچھ اس نے فرمایا وہ پورا نہ ہو۔ اے صفور کے بیٹے! دیکھ اور غور سے سن! مجھے تو برکت ہی دینے کا حکم ملا ہے۔ اس نے جو برکت دی میں اسے کیونکر پلٹ سکتا ہوں۔ وہ اسرائیل میں کوئی خرابی نہیں دیکھتا۔ خداوند قدوس ان کا رب ہے اور بادشاہ کی سی للکار ان لوگوں کے اندر ہے۔ خداوند انہیں مصر سے نکال کر لا رہا ہے۔

سو اے بلق بن صفور! ان پر کوئی افسوں نہیں چل سکتا۔ اور نہ ہی بنی اسرائیل کے خلاف کوئی فال کامیاب ہو سکتی ہے۔"

بلعام بن بعور جب خاموش ہوا تو بلق بن صفور نے کہا:

"اے بلعام! میں نے تو تجھے اسرائیل پر لعنت کرنے کے لیے التجا کی تھی اور تو نے پھر انہیں برکت ہی برکت دے

دی ہے۔"

اس پر بلعام بن بعور نے کہا:

"بلق بن صفور! میں نے وہی کیا جس میں میرے خدا کی مرضی شامل ہے۔"

اس پر بلق نے مایوسانہ انداز میں کہا:

"آؤ میں تمہیں ایک اور جگہ لے چلوں۔ شاید تم وہاں سے ان پر لعنت کر سکو۔"

بلق اسے کوہستانِ فغور کی چوٹی پر لے گیا۔ وہاں بھی اس نے بیلوں اور بکریوں کی قربانی دی اور تیسری بار اس سے التجا کی کہ:

"اے بلعام! بنی اسرائیل پر لعنت کرو۔"

بلعام کی حالت پھر پہلے کی طرح رقت آمیز ہو گئی اور اس نے کہا:

"یہی شخص جس کی آنکھیں تھوڑی دیر پہلے خدا کے احکامات کی طرف سے بند ہو گئی تھیں کہتا ہے بلکہ یہ اسی کا کہنا ہے جو خدا کی باتیں سنتا ہے۔ اے بنی اسرائیل! تیرے خیمے کیسے خوشنما اور ایسے پھیلے ہوئے ہیں جیسے وادیاں اور باغات دریا کے کنارے ہیں۔

اے بلق بن صفور! بنی اسرائیل کو عروج حاصل ہوگا۔ خدا انہیں مصر سے نکال لایا ہے۔ وہ ان قوموں کو جو ان کے دشمنوں میں سے ہیں چٹ کر جائے گا۔ ان کی ہڈیوں کو توڑ دے گا اور انہیں اپنے تیروں سے چھید کر رکھ دے گا۔ پس اے بنی اسرائیل! خدا نے تمہیں برکت دی۔ تمہیں مبارک ہو۔ جو تم پر لعنت کرے وہ خود ملعون ہو۔"

بلعام کی اس گفتگو پر بلق طیش میں آ گیا اور اپنے ہاتھوں سے منہ پیٹنے لگا۔ پھر اس نے خفگی کی حالت میں بلعام سے کہا:

"اے بلعام! میں نے تجھے اس لیے بلایا تھا کہ تو میرے دشمنوں پر لعنت کرے لیکن تو نے تینوں بار انہیں برکت دی۔ سو اب میں کہتا ہوں کہ تو اپنے گھر کی طرف بھاگ جا۔ اب میرا تیرا کوئی تعلق نہیں ہے۔ میں نے تو سوچا تھا کہ جب تو بنی اسرائیل پر لعنت کر چکے گا تو میں تجھے اعلیٰ منصب پر فائز کر دوں گا پر تو نے خود کو اس اعزاز سے محروم ہی رکھا۔ تو خود احمق ہے۔"

اس پر بلعام نے کہا:

"اے بلق! میں نے تو پہلی بار ہی تیرے ایلچیوں سے کہہ دیا تھا کہ اگر تو اپنا گھر چاندی اور سونے سے بھر کر بھی مجھے دیدے تو میں اپنی مرضی سے برا اور بھلا کرنے کی خاطر خدا کے حکم سے تجاوز نہ کروں گا بلکہ میں نے وہی کیا جس میں میرے رب کا حکم ہے۔ سو اب جبکہ میں اپنے گھر کی طرف لوٹ جاؤں گا تو اے بلق بن صفور! تو بہ سے

قریب آ تا کہ اس آگاہی کے باعث جو خدا نے مجھے عطا کی ہے میں تجھے یہ بتا دوں کہ بنی اسرائیل کے ہاتھوں تیری قوم کے آخری دنوں میں کیا گزرے گی۔"

اس کے بعد بلعام سجدے میں گر گیا۔ پھر اس نے بلق سے کہا:

"بعور کا بیٹا بلعام جو حق تعالیٰ کا عرفان رکھتا ہے اور جو اس وقت سجدے میں پڑا ہے اور قادرِ مطلق کی رویا دیکھتا ہے اے بلق بن صفور! وہ تم سے کہتا ہے کہ یعقوبؑ کی نسل سے ایک ستارہ نکلا ہے اور اسرائیل کے اندر ایک عصا اٹھا ہے جو موآبیوں کو مار مار کر صاف کر دے گا، ہنگامہ کرنے والوں کو ہلاکت میں ڈال دے گا۔"

اس کے بعد بلعام بن بعور اٹھ کھڑا ہوا اور بلق بن صفور سے کچھ کہے بغیر اپنے گھر کو روانہ ہو گیا۔

○

بنی اسرائیل جو موآبیوں کی سرزمین سے قریب ہی شطیم کے میدانوں میں خیمہ زن تھے، یوناف ابھی تک انہی کے اندر خانہ بدوشوں کی سی زندگی بسر کر رہا تھا۔

ایک روز ابلیکا نے اس کی گردن پر لمس دیا اور کہا:

"اے یوناف! حالات میں کچھ ایسی تبدیلی آ گئی ہے کہ تمہیں اب بنی اسرائیل سے نکل کر ایک اور سمت کا رخ کرنا پڑے گا۔"

یوناف نے مسکراتے ہوئے کہا:

"اے ابلیکا! کبھی تم مجھے مصر سے نکال کر جزیرہ العرب کی طرف لے جاتی ہو، کبھی بنی اسرائیل کے اندر خانہ بدوشانہ زندگی بسر کرنے کی ترغیب دیتی ہو اور اب تم یہاں سے بھی نکل کر کسی اور سرزمین کی طرف جانے کا مشورہ دے رہی ہو۔"

جواب میں ابلیکا کی مسکراتی، گنگناتی آواز سنائی دی:

"یوناف! میرے حبیب! تمہارا کہنا درست ہے۔ سن رکھو بنی اسرائیل سے نکل کر اب ہمارا رخ یافان کی طرف ہو گا۔"

یوناف نے ابلیکا کی بات کاٹ دی اور بیچ میں بولا:

"اے ابلیکا! یافان کے خلاف اب ہمیں حرکت میں آنے کی کیا ضرورت ہے۔ اب وہ میرا دشمن بھی نہیں ہے اور میرے خیال میں وہ باطل اور بدی کے راستے کو چھوڑ کر نیکی اور فلاح کی طرف چل پڑا ہے۔"

یوناف کے خاموش ہونے ابلیکا نے کہا:

"یہ تمہارا وہم ہے یوناف! یافان تو خود بدی کا ایک طوفان ہے وہ کیسے اور کیونکر نیکی کا راستہ اختیار کر سکتا ہے۔"

"تم جانتے ہو اس کا ناسوت ختم ہو چکا ہے اور وہ شیطانی قوتیں جو اس کے تحت ہیں وہی اس کے پیکر کو حرکت میں رکھے ہوئے ہیں اور وہی اس کی روح کو اس کے پیکر پر مسلط کر دیتی ہیں اور وہ عام آدمی جیسی باتیں اور حرکات کرتا ہے۔

پس یافان کیونکر نیکی کا راستہ اختیار کر سکتا ہے جبکہ وہ شیطانی قوتوں کی گرفت میں ہے جو اس کی مطیع ہو کر اس کے کام کرتی ہیں۔ یہ شیطانی قوتیں اسے ہمیشہ باطل اور بدی پر اکساتی رہتی ہیں اور میں تمہیں یہ بھی بتا دوں کہ یہ قوتیں اسی وقت تک یافان کا ساتھ دیں گی جب تک وہ بدی، گناہ اور باطل کا نمائندہ بن کر رہے گا۔"

ابلیکا ذرا رکی پھر دوبارہ اس نے کہا:

"اے یوناف! گو یافان ایک مدت تک مرنا کے جزیرے میں ایک خاموش حکمران کی زندگی بسر کرتا رہا ہے پر اب اس کی شیطانی قوتیں پھر اسے اکسا کر حرکت میں لے آئی ہیں اور وہ اس سے گناہ، بدی اور باطل کا ایک بہت بڑا کام لینا چاہتی ہیں۔

سن رکھو یوناف! گو یافان نے تم سے وعدہ کیا تھا کہ وہ نیکی کی راہ پر گامزن ہو گا لیکن وہ ایسا نہیں کر سکتا اس لیے کہ اگر وہ ایسا کرے تو شیطانی قوتیں اس کی مخالفت پر اتر آتی ہیں سو یہ کام اس کے لیے ناممکن ہے۔ لہٰذا وہ صرف اپنے اس وعدے پر قائم ہے کہ وہ عارب، بجوسا اور تبیلہ کا ساتھ دینے کی غرض سے تمہارے خلاف حرکت میں نہ آئے گا۔

لیکن ان سب امور سے جدا اس کی قوتیں اس سے ایک بہت بڑا اور انقلابی کام لینے کا عزم کر چکی ہیں، جو بدی پر مشتمل ہے۔"

یوناف نے ایک تجسس سے پوچھا:

"اب یہ یافان اس کائنات میں کیا زیر گھولنے لگا ہے؟"

اس پر ابلیکا نے رازدارانہ انداز میں کہا:

"اے یوناف! میری بات اور انکشاف غور سے سنو اس لیے کہ میں جزیرہ مرنا، ایرانی قوم ماد اور یمن سے ہو کر آ رہی ہوں۔

میری اطلاعات کے مطابق یافان جزیرہ مرنا سے نکل کر یمن کی طرف روانہ ہو چکا ہے اور یمن اور ایران کے

درمیان ایک ہولناک جنگ کی ابتدا کرنے والا ہے۔ یہ سب وہ کیوں کرنا چاہتا ہے اور اس کے پیچھے اس کے کیا مقاصد ہیں یہ میں تمہیں تفصیل سے بتاتی ہوں۔"

زرا رک کر ابلیکا نے کہنا شروع کیا:

"میرے حبیب یوناف! ایران میں اس وقت کیکاؤس نام کا شخص حکمران ہے جو انتہا درجے کا جاہ و جلال پسند ہے۔ یہ اپنی سلطنت میں توسیع کا قائل ہے خواہ وہ کسی بھی صورت میں ہو۔

اور اے یوناف! دوسری طرف یمن پہ حارث رائش حکمران ہے جس کا دوسرا نام عبد الشمس ہے۔ اس کے علاوہ اس کے دو نام اور بھی ہیں جن سے یہ یمن اور اس کے گرد و نواح میں جانا پہچانا جاتا ہے۔ اس کو سبا کہہ کر بھی پکارا جاتا ہے۔ سبا عربی کا لفظ ہے جس کا مطلب ہے کسی کو قید میں ڈال دینا۔ چونکہ حارث یا عبد الشمس نے مجرموں کو سزا دینے کے لیے زنداں[1] میں ڈالنے کا طریقہ اپنا رکھا ہے لہٰذا اس کو سبا بھی کہا جاتا ہے۔ اس کا چوتھا نام رائش ہے۔ رائش عربی میں مالِ غنیمت کو کہتے ہیں اور چونکہ حارث نے مالِ غنیمت کی تقسیم کی ابتدا کی ہے لہٰذا اسے حارث رائش[2] بھی کہہ کر پکارا جاتا ہے۔

یہ شخص انتہائی نیک سیرت، با اخلاق بادشاہ ہے۔ یمن میں کوہستانوں کے اندر پانی روک کر اس نے ایک بند بنا رکھا ہے جس سے یمن کا تمام علاقہ سیراب ہوتا ہے۔ بارش کا جو پانی میدانوں میں بہہ کر ضائع ہو جاتا تھا وہ اب اس جگہ جمع ہو جاتا ہے۔ پھر اس بند کے دونوں جانب اس نے نہریں نکالیں اور بند کے دائیں بائیں باغات کے نہ ختم ہونے والے سلسلے قائم کیے۔[3]

اے یوناف! اسی بند اور نہروں کے باعث یمن میں پھلوں کی عمدگی اور فراوانی کا یہ عالم ہے کہ اگر کوئی عورت سر پہ ٹوکری رکھے ان باغات سے گزر جائے تو یہ ٹوکری پکے ہوئے پھلوں سے اپنے آپ بھر جائے جو پکنے کے بعد درختوں سے خود بخود گرنے لگتے ہیں۔

حارث رائش کے ملک یمن کا مرکزی شہر مآرب ہے جو صنعا شہر سے تین منزل پر واقع ہے۔ اس شہر کی آب و ہوا[4] انتہائی معتدل، پاکیزہ اور ستھری ہے۔ روایت ہے کہ یہاں مکھی، مچھر، پسو اور دیگر کیڑے مکوڑے نہیں پائے جاتے۔

۱۔ از قصص الکبیر از علامہ ابن کثیر

۲۔ // // // //

۳۔ // // // // بسلسلہ تفسیر سورۂ سبا۔

۴۔ مآرب کے واقعے میں ابن کثیر نے تفصیل سے ان باتوں کا ذکر کیا ہے۔

یہ چیزیں باہر سے آنے والے کسی مسافر کے ساتھ اس سرزمین میں داخل ہو بھی جائیں تو مر جاتی ہیں اور یہ اس وجہ سے ہے کہ حارث نے اپنے شہر کی صفائی ستھرائی کا عمدہ انتظام کر رکھا ہے۔"

"اور اے یوناف! یہ بادشاہ[1] انتہائی نیک، با اخلاق، صاف ستھری سیرت کا مالک ہے اور ان سب پر مستزاد یہ کہ وہ کسی بھی شرک میں مبتلا نہیں ہے اور صحیح معنوں میں وحدانیت پرست انسان ہے اور اپنے رب کے احکامات کی خوب پابندی کرنے والا ہے اور انہی وجوہات کی بنا پر شاید خدا نے اسے ایسی نعمتوں سے نواز رکھا ہے۔

پس اے یوناف! یافان اس نیک دل بادشاہ کے خلاف حرکت میں آ کر اپنی بدی اور گناہ کی ابتدا کرنے والا ہے۔ وہ یمن سے معلومات حاصل کرنے کے بعد ایران کے مرکزی شہر بلخ کا رخ کرے گا اور وہاں اپنے حیلوں سے کیکاؤس کو یمن پر حملہ کرنے پر اکسائے گا۔

اب یافان کا مدعا یہ ہے کہ کیکاؤس کے ہاتھوں حارث کی تباہی کا باعث بن کر نیکی پر بدی اور باطل کا غلبہ کر دے۔

پر اے یوناف! میں چاہتی ہوں کہ ہم دونوں مل کر یافان کے ان ارادوں کو ناکام بنا دیں۔ اس لیے کہ ہم دونوں کا تو کام ہی یہ ہے کہ نیکی پر بدی کا غلبہ نہ ہونے دیں۔"

ابلیکا کی گفتگو سن کر یوناف نے ایک نئے جذبے اور پُرجوش ولولے سے کہا:

"اے ابلیکا! تم ٹھیک کہتی ہو۔ بے فکر رہو ہم یافان کے خلاف ایسے حرکت میں آئیں گے کہ اس کے سارے ہی حیلے بہانوں اور عزائم کو ناکام بنا کر رکھ دیں گے۔"

یوناف کے خاموش ہونے پر ابلیکا نے فیصلہ کن انداز میں ایک بار پھر اپنے ارادوں کا اظہار کرتے ہوئے کہا:

"اے یوناف! اگر تم اس انداز میں میری تائید کرتے ہو تو پھر ایسا ہے کہ میرے خیال میں یافان بلخ کی طرف روانہ ہو چکا ہو گا۔ پس اے میرے حبیب! آؤ ہم دونوں بھی یمن کا رخ کریں اور وہاں کے بادشاہ حارث کو

۱۔ بقول علامہ ابن کثیر:

"حارث رائش انتہا درجے کا نیک اور توحید پرست انسان تھا۔ گو یہ شخص حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہزاروں سال پہلے گزرا ہے لیکن قدیم کتب اور صحائف کے مطالعہ سے اس نے ایک قصیدہ لکھا تھا

(باقی اگلے صفحے پر)

آنے والے ان خطرات سے آگاہ کریں جو آنے والے دور میں یمن کے لیے نقصان اور تکلیف دہ ثابت ہو سکتے ہیں اور اسے بتائیں کہ ایران کی طرف سے عنقریب یمن کی سرزمین کے لیے طوفان اٹھنے والے ہیں۔" اس طرح یمن کا بادشاہ حارث ان خطرات اور خدشات کی پیش بندی کر کے نہ صرف کیکاؤس کو شکست دے سکے گا بلکہ اس کے شیطانی ارادوں کو بھی ناکام و نامراد کر دے گا۔

اور اے یوناف: اس کام کو نپٹا کر ہم پھر بنی اسرائیل میں آ شامل ہوں گے۔"

یوناف نے ابلیکا کی تائید کرتے ہوئے کہا:

"اے ابلیکا! تمہارا کہنا درست ہے لہٰذا آؤ یمن کے مرکزی شہر مارب کی طرف کوچ کریں۔"

ابلیکا نے مسکراتی ہوئی آواز میں کہا:

"تم نے درست فیصلہ کیا ہے یوناف۔ آؤ اب یہاں سے روانہ ہوں کہ یمن کے بادشاہ حارث کی مدد کو جلد پہنچ سکیں۔"

اس کے ساتھ ہی یوناف مارب کی طرف کوچ کر گیا۔ . . .

گزشتہ حاشیہ:
جس میں اسعد نے اپنی قوم کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آنے کی پیشین گوئی کی تھی۔ اس قصیدے کے الفاظ درج ذیل ہیں:

"عنقریب ہمارے بعد ایک بڑی سلطنت کا مالک ایک نبیؐ پیدا ہو گا۔ وہ حرم محترم کی عزت کرے گا۔ اور ان کے بعد ان کے خلیفہ ہوں گے جنہیں لوگ دنیا کے بادشاہ مانیں گے اور ان کے مطیع ہوں گے۔ اس کے بعد ہم میں سے بادشاہ ہوں گے اور ہم میں حکومت بٹ جائے گی اور قحطان کے بعد ایک عبادت گزار نبی ہو گا جس کا نام احمد ہو گا۔ کاش میں احمد کی بعثت تک زندہ رہتا اور ان کی ہر ممکن مدد کر سکتا۔ جب وہ نبیؐ پیدا ہوں تو اے میری قوم! تم ان کے مددگار بن جانا اور تم میں سے جو کوئی بھی ان سے ملاقات کرے وہ انؐ سے میرا سلام کہے۔"

1۔ اسی حارث کی نسل سے یمن کی ملکہ سبا تھی جس کا تخت پلک جھپکنے میں حضرت سلیمانؑ نے بیت المقدس منگوا لیا تھا۔
ملکہ سبا کے تفصیلی حالات انشاء اللہ آئندہ صفحات میں آئیں گے!

ایران کا بادشاہ کیکاؤس اپنا دربار لگائے ہوئے تھا۔ جب وہ اپنے سامنے پیش آنے والے معاملات کو نمٹا چکا اور دربار برخاست ہونے پر اراکینِ سلطنت رخصت ہو گئے تب اس کا حاجب اندر آیا اور زمین کی طرف جھکتے ہوئے اس نے اسے تعظیم پیش کی۔ پھر سیدھا کھڑا ہوا اور بولا:

"اے آقا! باہر ایک مافوق الفطرت انسان آیا ہے جو آپ سے ملنے کا خواہشمند ہے۔"

کیکاؤس نے پوچھا:

"تم نے یہ اندازہ کیسے لگا لیا کہ وہ مافوق الفطرت ہے۔"

حاجب نے بلا تامل کہا:

"اے آقا! میں نے اس کا بغور مطالعہ نہیں کیا بلکہ ظاہری طور پر جو بھی اسے دیکھے گا مافوق الفطرت ہی قرار دے گا۔ اس لیے کہ وہ سر سے پاؤں تک اپنے آپ کو سیاہ عبا میں ڈھانپے ہوئے ہے حتیٰ کہ کوئی اس کے ہاتھ پاؤں بھی نہیں دیکھ سکتا اور انتہا یہ ہے کہ کسی سے بات کرتے وقت بھی وہ اپنے چہرے پر نقاب ڈالے رکھتا ہے۔ گویا وہ اپنا چہرہ کسی کو نہیں دکھاتا اور اے آقا! اس کی یہی حرکات اسے مافوق الفطرت بنا دیتی ہیں لیکن اس کے ساتھ ایک اور چیز بھی ہے جو صاف بتاتی ہے کہ یہ آنے والا کوئی عام آدمی نہیں ہے۔ میں جس چیز کی طرف اشارہ کر رہا ہوں وہ نیلے رنگ کا دھند ہے۔ جو ہر لمحہ اس شخص کے گرد پھیلی رہتی ہے۔"

کیکاؤس نے پوچھا:

"کیا اس نے اپنا نام بتایا؟"

حاجب نے اثبات میں جواب دیا:

"اے آقا! اس نے اپنا نام ایانی نت بتایا ہے اور اس سے زیادہ وہ اپنے بارے میں کوئی بات نہیں بتاتا۔ وہ بار بار یہی کہتا ہے کہ وہ آپ سے ملنا چاہتا ہے اور ساتھ ہی اس کا یہ دعویٰ بھی ہے کہ اس طرح ملنے سے ایران کے بادشاہ کا بھی فائدہ ہے۔"

حاجب خاموش ہوا تو کیکاؤس تھوڑی دیر تک اس کی طرف سوچ بھری نظروں سے دیکھتا رہا۔ پھر اس نے اسے حکم دیا:

"اسے اندر بلا کر لاؤ۔"

حاجب جانے لگا تو کیکاؤس نے پھر کہا:

"اور سنو! کچھ مسلح محافظ بھی اندر آنے چاہییں تاکہ وہ شخص اگر کسی بُرے ارادے سے آیا ہو تو اس سے نمٹا جا سکے۔"

حاجب مڑا اور باہر نکل گیا۔

تھوڑی دیر کے بعد اس کے ساتھ یافان اندر داخل ہوا۔ وہ اس وقت اپنے آپ کو پوری طرح سیاہ عبا میں چھپائے ہوئے تھا اور اس کے اطراف میں نیلی دھند کی شیطانی قوتیں چھپی ہوئی تھیں۔ اور یہ اس کے ساتھ ساتھ حرکت کر رہی تھیں۔

یافان کے ساتھ کمرے میں حاجب کے علاوہ چند مسلح افراد بھی داخل ہوئے تھے۔ یافان نے کیکاؤس کے قریب آکر کسی قسم کی تعظیم پیش نہ کی اور بغیر کسی تمہید کے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا: "اے بادشاہ! میرا نام یافان ہے میرے متعلق تمہیں تشویش میں جانے کی ضرورت نہیں۔ میں اتنا ہی کہہ دینا کافی سمجھتا ہوں کہ میں کوئی عام آدمی نہیں ہوں اور تمہارے لیے بہتری کا ایک پیغام لے کر آیا ہوں۔"

یافان کے خاموش ہونے پر کیکاؤس نے کہا: "اے اجنبی! میرے حاجب نے پہلے ہی مجھے بتا دیا ہے کہ تمہارا نام یافان ہے لیکن تمہارا چہرہ دیکھے بغیر اور تمہارے متعلق تفصیل جانے بغیر میں کس طرح مان لوں کہ تم جو کہو گے اس میں میری سود مندی اور بہتری ہے۔"

کیکاؤس کی اس گفتگو پر یافان نے بھیانک سے لہجے میں نیلی دھند کی شیطانی قوتوں کو کچھ حکم دیا اور اس کے جواب میں نیلی دھند کے اندر ہلچل سی مچ گئی۔ پھر کیکاؤس نے اس دھند میں ہیولوں کی شکل میں انتہائی کریہہ اور بھیانک عناصر کو دیکھا اور یہ منظر اس پر وحشت اور لرزہ طاری کر گیا۔

ابھی کیکاؤس کی یہ کیفیت ختم نہ ہوئی تھی کہ یافان نے خاموشی سے اپنے ہاتھ عبا سے باہر نکالے اور اس کے ہڈیوں پر مشتمل ہاتھ دیکھ کر اس کی وحشت میں اور اضافہ ہو گیا۔

تب یافان کے ہڈیوں بھرے ہاتھ پھر حرکت میں آئے اور اس نے اپنے چہرے سے نقاب اٹھا دیا تو کیکاؤس کے حلق سے چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی۔ اس لیے کہ اس نے دیکھا کہ کیکاؤس کے سامنے یافان مکمل طور پر ہڈیوں کا ایک ڈھانچہ تھا۔ آنکھوں کے سوراخوں کی جگہ اس نے شعلے بھڑکتے دیکھے اور اس کے ناک اور منہ اور کانوں کے سوراخ اسے اور بھی بھیانک بنائے ہوئے تھے۔ پھر تھوڑی دیر تک یافان نے کیکاؤس کو اپنا حلیہ دکھایا اس کے بعد دوبارہ عبا میں خود کو چھپا لیا۔ پھر اس نے نیلی دھند کو حکم دیا جس کے جواب میں نیلی دھند کے عناصر پھر پہلے جیسے پُرسکون ہو گئے۔

یافان کی اصلیت دیکھ کر کیکاؤس پر ابھی تک خوف و ہراس طاری تھا۔ اس کا حاجب بھی اپنی جگہ وحشت زدہ تھا جبکہ کمرے میں داخل ہونے والے مسلح محافظ بھی پریشان سی حالت میں تھے۔

پھر اس بھیانک کیفیت کے اندر یافان کی آواز اس کمرے میں بلند ہوئی اور اس نے کیکاؤس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: "اے بادشاہ! تیرے کہنے پر میں نے تجھے اپنا اصل چہرہ دکھاتے ہوئے تیری خواہش کا احترام کر دیا ہے اب بتا کہ آپ مجھ پر اعتماد اور بھروسہ رکھتے ہیں؟"

کیکاؤس نے اپنے آپ کو سنبھالا اور کہا: "اے یافان! تمہاری اصلیت جاننے کے بعد اب میں ضرور تم پر بھروسہ کروں گا۔ کہو تم کیا کہنے آئے ہو؟"

یافان نے کہا: "اے بادشاہ! میں تمہیں یمن پر حملہ آور ہونے کا مشورہ دینے آیا ہوں اور اس مشورے کے پیچھے بہت سی ترغیبات کی ہیں۔ پس میں تمہیں ساتھ ساتھ یہ بھی بتاتا چلوں کہ اگر تم یمن پر حملہ آور ہو گے تو فتح مندی بھی آپ کا ساتھ دے گی۔ اس کے علاوہ یمن سے آپ کو مال و اموال کی صورت میں اس قدر حاصل ہو گا جس قدر آپ کے پاس ایران میں نہیں ہے۔"

کیکاؤس نے اپنے آپ کو مزید سنبھالا اور یافان کی باتوں میں دلچسپی لیتے ہوئے پوچھا: "اے محترم یافان! یمن پر حملہ آور ہونے کے لیے تم نے جن ترغیبات کا ذکر کیا ہے کیا تم مجھے ان کے متعلق تفصیل سے بتانا پسند کرو گے؟"

یافان نے ہلکا سا قہقہہ لگاتے ہوئے کہا: "اے بادشاہ! یمن پر حملہ کرنے کے لیے کئی ایک ترغیبات ہیں۔ اول یہ کہ یمن کے بادشاہ حارث کی ایک بیٹی ہے جس کا نام سوزابہ[1] ہے اور وہ ایسی حسین و جمیل اور کشش رکھنے والی لڑکی ہے کہ روئے زمین پر کوئی اس جیسی خوبرو اور دل پسند لڑکی نہ ہو گی۔ پس یہ سوزابہ اس قابل ہے کہ تمہاری بیوی اور ایران کی ملکہ بنے۔

یمن پر حملہ آور ہونے کے لیے دوسری ترغیب یہ ہے کہ اس وقت یمن سے بڑھ کر کوئی زرخیز اور خوشحال ملک نہ ہو گا۔

اے بادشاہ! یمن کے حکمران حارث نے اپنے مرکزی شہر مآرب کے پاس ایک بند بنایا ہے جس میں بارش کا پانی روک کر اس نے نہریں جاری کی ہیں جن کے باعث یمن کی سرزمین میں دولت، خوشحالی اور زرخیزی میں

۱۔ علامہ طبری نے حارث کی اس بیٹی کا نام سوزابہ ہی لکھا ہے۔ دوسرے مؤرخین نے اس کا نام سعدیٰ بھی لکھا ہے۔

ناقابلِ یقین حد تک اضافہ ہوا ہے۔

یمن میں جس طرف بھی نگاہ اٹھا کر دیکھو ہرے بھرے پھل دینے والے باغات کے طویل اور وسیع سلسلے نظر آتے ہیں۔

وہاں کے رہنے والے عیش و آرام اور سکون و امن کی زندگی بسر کرتے ہیں اور خوش گوار آسائشوں میں بے فکری کی حالت میں وقت گزارتے ہیں۔

مجموعی طور پر یمن کی زمین سونا اگلتی ہے۔ سایہ دار درختوں کی کثرت کا یہ عالم ہے کہ مسافروں کو اپنے ساتھ سفر میں کھانے پینے کی چیزیں لے جانے کی ضرورت پیش نہیں آتی اس لیے کہ ہر جگہ پھل اور پانی میسر اور موجود ہوتا ہے۔

"شاہراہوں پر بہترین اور عمدہ عمارتوں والے شہر آباد کیے گئے ہیں اور اس طرح کہ اگر کوئی مسافر صبح کو گھر سے روانہ ہوتا ہے تو دوپہر تک ضرور بہر حال میں اس کے راستے میں کوئی نہ کوئی شہر آئے گا اور اگر کوئی مسافر دوپہر کو ایک شہر میں آرام کرتا ہے تو شام کو دوسرے شہر میں جا کر آرام کر سکتا ہے۔

اے بادشاہ! یمن کی یہ خوشحالی اور فراغت اس پر حملہ آور ہونے کے لیے سب سے بڑی ترغیب بھی ہو سکتی ہے۔"

یافان خاموش ہوا تو کیکاؤس اسے مخاطب کر کے فیصلہ کن انداز میں بولا: "اے یافان! تم جیسے محترم اور مافوق الفطرت انسان کی طرف سے یمن پر حملہ آور ہونے کے لیے یہ دو ترغیبیں ہی کافی ہیں۔ میں نے یمن پر حملہ کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے اور اس کے لیے میں چند یوم اپنے لشکر کی تیاری پر خرچ کروں گا۔ اس کے بعد یمن کی طرف کوچ کروں گا۔

اے ہمدرد انسان! تم ہڈیوں کے اس ڈھانچے کی حالت میں اپنی زندگی کو کیسے رواں دواں رکھے ہوئے ہو اور تمہاری اس انوکھی زندگی کا کیا راز ہے؟"

کیکاؤس کے اس سوال پر یافان چند ثانیوں تک سر جھکائے سوچتا رہا، پھر اس نے بوجھل اور افسردہ آواز میں مصر میں اپنے قیام سے لے کر یوناف کے ہاتھوں موجودہ حالت کو پہنچنے تک کے سارے حالات تفصیل سے سنا ڈالے۔

یافان کی داستان سن کر کیکاؤس نے متاثر زدہ آواز میں کہا: "اے محترم یافان! تمہاری رہائش بلخ کے اسی شاہی محل میں ہوگی۔ جب میں یمن پر حملہ کرنے کے لیے یہاں سے اپنے لشکر کے ساتھ کوچ کروں گا تو تم میرے ساتھ ہو گے۔"

اس پر یافان نے کہا: "اے بادشاہ! میری رہائش جزیرہ سرنا میں ہے سو اب میں اسی طرف کوچ کروں گا۔ تم مجھے صرف یہ بتاؤ کہ تم کب تک یمن کی طرف کوچ کرو گے۔ میں اس وقت تمہارے پاس پہنچ جاؤں گا۔ اور پھر یمن میں جنگ کے دوران تمہارے لشکر میں ہی رہوں گا۔"

اس جواب پر کیکاؤس نے کسی قدر مطمئن انداز میں کہا: "اے بزرگ یافان! مجھے تمہاری تجویز سے اتفاق ہے لہٰذا میں آج سے ٹھیک بیس دن بعد یمن پر حملہ آور ہونے کے لیے کوچ کروں گا۔"

اس پر ایک ہلکا سا قہقہہ لگاتے ہوئے یافان نے کہا: "تو پھر اے بادشاہ! میں اب یہاں سے رخصت ہوتا ہوں۔"

اس کے ساتھ ہی یافان اپنی نیلی دھند کے ساتھ کیکاؤس کے کمرے سے نکل گیا۔

دوسری طرف یوناف ایک روز یمن کے مرکزی شہر مارب میں یمن کے بادشاہ حارث کے سامنے کھڑا تھا۔ اس وقت حارث کے مشیر اور صلاح کار بھی اس کے ساتھ بیٹھے تھے۔

تھوڑی دیر تک وہ یوناف کو غور سے دیکھتا رہا پھر اس نے تعجب خیز انداز میں یوناف کی طرف دیکھتے ہوئے سلسلہ کلام شروع کیا:

"اے اجنبی! مجھے بتایا گیا ہے کہ تمہارا نام یوناف ہے۔ تمہارا تعلق مصر کی سرزمین سے ہے اور تم مجھے ایک بہت بڑے خطرے سے آگاہ کرنا چاہتے ہو؟"

یوناف نے جواب میں کہا:

"اے بادشاہ! آپ نے درست سنا۔ عنقریب ایران کا بادشاہ کیکاؤس آپ کے ملک پر حملہ آور ہو کر یمن کو تاراج اور یہاں لوٹ کھسوٹ کرنے کی کوشش کرے گا۔"

حارث نے سوالیہ انداز میں اس سے پوچھا:

"لیکن میں اگر یہ پوچھوں کہ تمہیں اس حملہ کی پیشگی اطلاع کیسے ہو گئی تو پھر تم کیا جواب دو گے؟"

یوناف نے نرم آواز میں کہا:

"اے بادشاہ! بدی کی ایک قوت جو مافوق البشر ہے وہ کیکاؤس کو یمن پر حملے کے لیے اکسا رہی ہے۔ اور بدی کی اس طاقت کو میں صدیوں سے جانتا ہوں کیونکہ میں خود مافوق البشر انسان ہوں اور میری زندگی صدیوں پہ

محیط ہے۔"

یوناف کی بات پر حارث کچھ دیر تک پریشانی کی کیفیت کا شکار رہا پھر اس نے سنبھلتے ہوئے اس کو مخاطب کیا اور کہا:

"اے اجنبی! اگر تمہاری بات کو درست مان لیا جائے تو میں تم سے پوچھوں گا کہ تم کس بنا پر میری مدد کرنا چاہتے ہو؟"

یوناف نے ہلکی ہلکی مسکراہٹ سے کہا:

"اے بادشاہ! آپ کی مدد کرنے کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ آپ توحید پرست ہیں۔ خدا کو اپنا واحد معبود جان کر اس کی عبادت کرتے ہیں اور دنیا کی ہر قوت کو ترک کر کے صرف اللہ کو اپنا کارساز اور مددگار سمجھتے ہیں۔ اس کے علاوہ آپ اپنے رب کی دی ہوئی چیزوں سے مستفید ہونے کے بعد اس کا شکر ادا کرتے ہیں اور یہ کہ جب آپ سے کوئی غلطی یا خطا سرزد ہوتی ہے تو آپ اپنے رب کی طرف رجوع کرتے اور اس سے انتہائی انکساری سے عاجزانہ معافی مانگتے ہیں۔

تو اے بادشاہ! آپ کی انہی خوبیوں کی بنا پر میں آپ کی مدد پر کمر بستہ ہوا ہوں۔ اور اے بادشاہ! میرے ساتھ ایک ماورائی قوت لگی ہے جس نے آپ کے سامنے آنے سے تھوڑی دیر پہلے مجھے یہ خبر دی ہے کہ ایران کا بادشاہ کیکاؤس بدی کی اس قوت کے اکسانے پر بیس دن جنگی تیاری کرنے کے بعد آپ پر حملہ آور ہونے کا ارادہ کر چکا ہے۔ سو میں آپ کو مخلصانہ رائے دوں گا کہ آپ بھی اپنی جنگی تیاری میں لگ جائیں۔ اس لیے کہ وہ بیس دن بعد آپ پر ضرور یلغار کرے گا۔

اور اے بادشاہ! میں آپ کو یہ بھی بتا تا چلوں کہ بدی کی اس قوت کا نام یافان ہے اور اس کے قبضے میں بیلی دھندلی شکل میں کچھ شیطانی قوتیں ہیں اور یافان عزازیل کے ساتھ مل کر صدیوں سے بدی کے گھناؤنے کام کر رہا ہے جبکہ ان کے مقابلہ میں میں ایک توحید پرست انسان ہوں اور ہر توحید پرست کی مدد کرنا اپنا فرض خیال کرتا ہوں۔"

اس پر حارث نے فیصلہ کن انداز میں کہا:

"اے یوناف! تمہاری حقیقت جاننے کے بعد میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ تم بیس دن میرے ساتھ شاہی محل میں قیام کرو گے اور تمہاری حیثیت ایک معزز مہمان کی سی ہو گی۔ پس بیس دن بعد میں یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ کیا واقعی تمہاری اطلاع کے مطابق ایران کا بادشاہ کیکاؤس مجھ پر حملہ آور ہوتا ہے یا نہیں۔ امید ہے تمہیں اس پر کوئی اعتراض نہ ہو گا۔"

یوناف نے پُرسکون انداز میں کہا:

"اے بادشاہ! میں نہ صرف آپ کے پاس رہنے کے اس فیصلے کا خیر مقدم کرتا ہوں بلکہ آپ کے پاس رہنے کا عہد بھی کرتا ہوں اور اس پر مزید یہ کہ وقت آنے پر بدی کی قوتوں کے خلاف میں آپ کی مدد بھی کروں گا کہ یہ میرا فرض ہے۔"

اس پر حارث نے اپنے ایک محافظ کو آواز دے کر اندر بلایا اور جب وہ محافظ اس کے سامنے آیا تو حارث نے اسے کہا:

"اس معزز مہمان کو جس کا نام یوناف ہے شاہی مہمان خانے میں لے جاؤ۔ اس کی ایسے ہی خدمت کرو جیسے تم وقت حکمرانوں کی کرتے ہو۔"

یوناف اس محافظ کے ساتھ دربار سے باہر نکل گیا۔

○

بیس دن کے بعد ایک روز یمن کے بادشاہ حارث نے یوناف کو طلب کیا اور جب یوناف اس کے سامنے گیا تو اس نے اسے مخاطب کر کے کہا:

"اے مافوق الفطرت اجنبی! تمہاری پیش گوئی درست ثابت ہوئی۔ تم نے جو مجھے یہ خبر دی تھی کہ بیس دن بعد ایران کا بادشاہ کیکاؤس یمن پر حملہ آور ہو گا تو وہ درست ثابت ہوئی ہے۔ اس لیے کہ کیکاؤس نے ہماری سرزمین کی طرف یلغار کر دی ہے اور میں اس کی روک تھام کے لیے آج ہی یہاں سے اپنے لشکر کے ساتھ اس کی طرف کوچ کروں گا۔"

ذرا رک کر اس نے پھر کہنا شروع کیا:

"اس موقع پر میں یہ بھی پسند کروں گا کہ ایک قابلِ اعتماد مشیر اور صلاح کار کی حیثیت سے تم بھی میرے ساتھ رہو تاکہ میں تمہاری مشاورت سے مستفید ہو سکوں۔"

یوناف نے اطمینان سے کہا:

"اے بادشاہ! آپ فکر مند نہ ہوں۔ میں بھی آج ہی آپ کے لشکر کے ساتھ کوچ کرنے کے لیے ابھی اور اسی وقت تیار ہوں۔"

پھر حارث نے یوناف کو ساتھ لیا اور اسی روز وہ اپنے لشکر کے ساتھ کیکاؤس کی سرکوبی کے لیے روانہ ہو گیا۔

یمن کی سرحد کے قریب ہی ایران کا بادشاہ کیکاؤس اور یمن کا حاکم حارث اپنے لشکر کے ساتھ ایک دوسرے کے سامنے خیمہ زن ہوئے۔

یوناف کا خیمہ بین کے بادشاہ سارت کے قریب ہی تھا۔ دونوں لشکروں نے شاید ایک رات آرام کر کے اگلے روز ایک دوسرے کے خلاف صف آرا ہونے کا فیصلہ کیا تھا۔

دونوں بادشاہوں نے اپنے اپنے لشکر کے اطراف میں حفاظت کی خاطر مسلح دستے مقرر کر دیے تھے اور اسی رات جب یوناف اپنے خیمے میں اکیلا تھا تو ابلیکا نے اس کی گردن پر لمس دیا اور اپنی کھنکتی ہوئی آواز میں اسے مخاطب کر کے کہا:

"اے یوناف! یہ بدذات یافان آخر کیکاؤس کو بین پر حملہ کرنے کے لیے آمادہ کرنے میں کامیاب ہو ہی گیا ہے۔"

ذرا رک کر اس نے پھر کہا:

"سنو یوناف! یافان اس وقت اپنے خیمے میں اکیلا ہے۔ وہ کیکاؤس کے لشکر کے ساتھ ہی آیا ہے۔ میں اسے دیکھ کر آ رہی ہوں۔ جبکہ اس کی حفاظت کے لیے اس کے خیمے کے اردگرد اس کی نیلی دھند کی شیطانی قوتیں پہرہ دے رہی ہیں۔"

یوناف نے اس کی بات بیچ میں کاٹتے ہوئے کہا:

"پھر اس وقت تم کہنا کیا چاہتی ہو؟"

ابلیکا نے جواب دیا:

"اس موقع پر اے یوناف! کیا تم پسند کرو گے کہ ہم دونوں اس وقت یافان کے پاس چلیں اور تم اس سے باز پرس کرو کہ کیوں اس نے نیکی کی راہ اختیار کرنے کا ارادہ کر کے بدی کی روش کو دوبارہ اپنا لیا ہے۔ آخر اس نے ایسا کیوں کیا؟"

ابلیکا کی بات پر یوناف خوش ہوا اور کہا:

"ابلیکا! تم درست کہتی ہو۔ میں ابھی یافان کے خیمے میں جاتا ہوں اور اس سے اس موضوع پر بات کرتا ہوں۔"

اس کے ساتھ ہی یوناف اپنی سری قوتوں کو حرکت میں لایا اور اپنے خیمے سے پلک جھپکنے میں غائب ہو گیا۔ اب اس کا خیمہ خالی تھا۔

چند ہی ثانیوں کے بعد یوناف ابلیکا کی رہنمائی میں یافان کے خیمے سے تھوڑی دور نمودار ہوا۔ وہاں اس نے اپنی تلوار نکال کر اس پر کوئی عمل کیا اور پھر یافان کے خیمے کی طرف بڑھا۔

چاندنی رات میں اس نے دور ہی سے دیکھ لیا تھا کہ یافان کے خیمے کے اطراف میں نیلی دھند آہستہ آہستہ پھیلتی سکڑتی حرکت کر رہی تھی۔

یوناف انتہائی بے باکی کے ساتھ یافان کے خیمہ کی طرف بڑھا تھا۔ جب وہ یافان کے خیمہ کے قریب ہوا تو اس نے دیکھا کہ خیمہ کے اردگرد پھیلی ہوئی نیلی دھند کے اندر شیطانی قوتیں غراتی ہوئی اٹھیں اور سمٹ کر تیزی سے یوناف کی طرف بڑھیں لیکن جونہی یوناف نے اپنی تلوار سامنے کی تو نیلی دھند کے اندر تیز سسکیاں اور سسکیاں ابھریں اور اس کے بعد تیزی سے ایک بار پھر وہ دھند سمٹتی ہوئی پیچھے ہٹ گئی۔ یوناف خیمہ کا پردہ اٹھا کر اندر داخل ہو گیا۔

اندر جا کر اس نے دیکھا کہ یافان خیمہ کے وسط میں کھڑا تھا۔ شاید اسی کا منتظر تھا۔ اس وقت یافان کے ہاتھ اور چہرہ ننگا تھا اور اس کی آنکھوں کے خولوں کے اندر غضبناک حالت میں آگ کے شعلے بھڑک رہے تھے۔ یوناف کو دیکھتے ہی یہ شعلے کسی قدر ماند پڑ گئے اور ساتھ ہی یافان نے بڑے نرم لہجے میں یوناف کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

"تھوڑی دیر قبل میری نیلی دھند کی قوتوں کے اندر ایک ہلچل پیدا ہوئی تھی اور میں نے اس بنا پر جان لیا تھا کہ کوئی غیر معمولی آدمی میرے خیمہ کی طرف آ رہا ہے۔ اس کے لیے مجھے تین آدمیوں کی امید تھی۔ ایک تم، دوسرا عارب اور تیسرا انسانی صورت میں عزازیل۔

اور اے یوناف! جب تم میرے خیمے میں داخل ہو گئے ہو تو میں خوشدلی سے تمہارا استقبال کرتا ہوں۔ جو کچھ تم نے کہنا ہے وہ یہاں میرے سامنے بیٹھ کر کہو۔"

ساتھ ہی یافان نے اپنے استخوانی ہاتھ سے ایک خالی نشست کی طرف اشارہ کیا۔

یوناف آگے بڑھ کر اس خالی نشست پر بیٹھ گیا۔ پھر یافان بھی اس کے سامنے ایک چرمی نشست پر آلتی پالتی مار کر آبیٹھا۔

اس دوران یافان نے پراسرار انداز میں اپنا ہاتھ فضا میں بلند کیا۔ جواب میں اس کی نیلی دھند اس کے خیمہ میں داخل ہوئی اور یافان کی پشت پر آ کر ایک گاڑھی دھند کی صورت میں جمع ہو گئی۔

پھر یافان نے یوناف کو مخاطب کر کے نرم لہجے میں پوچھا:

"اے یوناف! میں نے تو سن رکھا تھا تم مصر میں دریائے نیل کے کنارے شوطار کے محل میں رہتے ہو۔ اب تمہارا ایران اور یمن کی سرحدوں پر کیسے آنا ہوا اور وہ بھی اس وقت جب ایران کا بادشاہ کیکاؤس اور یمن کا بادشاہ حارث ایک دوسرے کے خلاف جنگ کی حالت میں ہیں۔"

جواب میں یوناف نے گہری سنجیدگی سے کہا:

"اے یافان! اسی متوقع جنگ نے مجھے اس طرف آنے پر مجبور کیا ہے اور وہ اس لیے کہ یہ جنگ تمہاری وجہ سے ممکن ہو رہی ہے۔ تم نے کیکاؤس کو یمن کے مرکزی شہر مآرب کی زرخیزی اور دولت مندی و فراغت کے قصے سنائے۔ اس کے علاوہ تم نے اس کے سامنے حارث کی بیٹی کے حسن و جمال کی بھی بڑھ چڑھ کر تعریف کی اور اسے یہ ترغیب دی کہ وہ یمن پر حملہ آور ہو کر نہ صرف وہاں کے مال و دولت کو سمیٹے بلکہ حارث کی بیٹی سوزابہ کو بھی اپنی بیوی اور ایران کی ملکہ بنا لے۔"

یافان نے چونک کر تشویش ناک حالت میں یوناف کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا:

"اے یوناف! تمہیں ان حالات کی خبر کیسے ہوئی؟"

یوناف نے لاپروائی سے کہا:

"اے یافان! تم جانتے ہو کہ میں ان گنت سری قوتوں کا مالک ہوں۔ اس وہم میں نہ رہنا کہ تمہاری کوئی حالت اور کیفیت مجھ سے چھپی ہوئی ہے۔ میں تمہیں یہ یاد دہانی کرانے آیا تھا کہ تم نے ایک بار مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ آئندہ میرے خلاف عارب، عزازیل اور اس کے ساتھیوں کی مدد نہ کرو گے۔"

یافان نے جلدی سے کہا:

"میں اپنے وعدے پر اب بھی قائم ہوں۔"

یوناف نے طنز سے کہا:

"لیکن ساتھ ہی تم نے یہ بھی عہد کیا تھا کہ تم نیکی کی راہ اپناؤ گے اور اے یافان! کیا میں سمجھوں کہ یہ سارے وعدے اور عہد یونہی تھے اور تم نے اپنی اصلیت کو نہیں بدلا۔"

یافان نے کسی قدر بوجھل اور غمگین آواز میں کہا:

"اے یوناف! جہاں تک تمہارے خلاف عزازیل اور عارب اور ان کے ساتھیوں کی مدد نہ کرنے کا سوال ہے تو میں اب بھی اس پر قائم ہوں مگر جہاں تک نیکی کے عہد پر قائم رہنے کی بات ہے تو اس کے لیے میں مجبور ہوں۔ تم جانو میں نیکی کی راہ نہیں اپنا سکتا۔ اس وقت عارضی طور پر تم سے جان چھڑانے کے لیے میں نے تم سے نیکی کی راہ اپنانے کا عہد کر لیا تھا لیکن میں ایسا نہیں کر سکتا کیونکہ میرے استخوانی پنجر کو حرکت میں لانے والی یہ قوتیں شیطانی ہیں جو نیکی نہیں بدی کی امین ہیں۔

لہٰذا اگر میں ان کی فطرت کے خلاف کوئی راستہ اختیار کرتا ہوں تو یہ میری اتباع نہیں کریں گی اور میرے اس پنجر کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیں گی۔ اس لیے اپنی اس موجودہ حالت اور وجود کو برقرار رکھنے کے لیے میں نیکی کا راستہ نہ اپنانے پر مجبور ہوں۔

یوناف! یوناف! میں یہ بھی تسلیم کرتا ہوں کہ یمن پر حملہ آور ہونے کے لیے ایران کے بادشاہ کیکاؤس کو میں نے ہی اکسایا تھا۔ اور آج کیکاؤس اور یمن کا بادشاہ حارث ایک دوسرے کے سامنے ہیں اور آنے والی صبح کو ان میدانوں میں ایک ہولناک جنگ برپا ہو چکی ہو گی۔"

یافان کے خاموش ہونے پر یوناف نے فیصلہ کن انداز میں کہا:

"کل آنے والی صبح کو جب جنگ ہو گی تو تم دیکھو گے کہ میرا رب حارث کو غالب و فتح مند اور کیکاؤس کو مغلوب اور شکست خوردہ بنا دے گا۔ اس لیے کہ ایران کا بادشاہ کیکاؤس ایک مشرک اور بت پرست ہے اور بدی اور گناہ میں ملوث ہے جبکہ اس کے مقابلے میں حارث نہ صرف توحید پرست ہے بلکہ نیکی کو فروغ دینے والا ہے اور بدی کی مخالفت کرنے والا ہے اور اس پر مستزاد یہ کہ اے یافان! میں خود ساری قوتوں کے ساتھ حارث کے لشکر میں شامل ہوں اور میں نے اپنی خدمات رضاکارانہ طور پر اسے پیش کی ہیں اور ابھی تم سے ملنے کے لیے میں حارث کے لشکر سے ہی نکل کر ادھر آیا ہوں۔"

یوناف کی اس گفتگو کے جواب میں یافان کی گردن جھک گئی اور اس کے ہلتے جبڑوں سے یوں محسوس ہونے لگا تھا کہ جیسے وہ مایوسی اور فکرمندی کا شکار ہو گیا ہو۔

یوناف نے پھر اسے مخاطب کیا اور کہا:

"اے یافان! تو نے کیکاؤس کو حارث کے خلاف اکسا کر غلطی کی ہے۔ اس طرح سے تو نے حق کے ساتھ باطل کو ٹکرانے کی سعی کی ہے اور یاد رکھو کہ نیکی اور بدی کی اس کشمکش میں نیکی ہی غالب رہے گی۔

اے یافان! جس طرح ہمیشہ تمہاری اس نیلی دھند کی قوتیں میرے سامنے سرنگوں اور پست رہی ہیں اسی طرح

آنے والے کل کو ایران کا بادشاہ کیکاؤس بھی یمن کے بادشاہ حارث کے سامنے سرنگوں اور مرعوب ہو کر رہ جائے گا اور یہ بھی سن رکھو یافان! کہ جب کیکاؤس کو شکست ہو جائے گی تو پھر اس کے لشکر میں تمہاری حیثیت کیا رہ جائے گی اس لیے کہ تمہارے ہی اکسانے پر تو وہ جنگ کی ابتدا کر رہا ہے۔ جب اسے شکست ہو گی تو وہ ضرور تمہارے خلاف انتقامی کارروائی پر اتر آئے گا۔

لہٰذا میں اسرارات کی تاریکی میں تمہیں مشورہ دیتا ہوں کہ تم آج بلکہ ابھی یہاں سے اپنے جزیرہ سرنا کی طرف کوچ کر جاؤ جنہوں نے حق کے مقابلے میں بدی کو لا کر تم وہ کر چکے ہو جو تمہیں نہیں کرنا چاہیے تھا۔ اب دیکھنا نیکی کے ہاتھوں بدی کا کیسا بدترین انجام ہوتا ہے۔"

یافان نے ضد، تعصب اور ہٹ دھرمی سے کام لیتے ہوئے کہا:

"اے یوناف! میں تمہارے کسی مشورے کا پابند نہیں ہوں اس لیے میں تمہاری اس تجویز پر عمل نہیں کر سکتا میں یہیں ایرانی لشکر میں رہوں گا اور کل کے معرکے میں حصہ لے کر ثابت کر دوں گا کہ میں نے کیکاؤس کو غلط مشورہ نہ دیا تھا۔ مجھے اب بھی یقین ہے کہ کیکاؤس ہی اس معرکے میں غالب رہے گا اس لیے کہ حارث کے مقابلے میں اس کے لشکر کی تعداد کئی گنا زیادہ ہے۔ سو یہ میرے دل، میرے ضمیر اور میری شیطانی قوتوں کا فیصلہ ہے کہ اس جنگ میں صرف کیکاؤس ہی غالب اور فتح مند رہے گا۔"

یوناف اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور جوشیلے انداز میں اس نے یافان سے کہا:

"اے اللہ کے دشمن! ایسا ہرگز نہ ہو گا۔ میرے رب کو منظور ہوا تو فتح مند حارث ہی ہو گا۔"

اس کے ساتھ ہی وہ غضب کی حالت میں خیمے سے باہر نکل گیا۔

○

اگلے روز کیکاؤس اور حارث دونوں بادشاہوں نے ایک دوسرے کے خلاف معرکہ آرائی کرنے کے لیے اپنے لشکروں کی صفوں کو درست کیا۔

دونوں لشکر جب جنگ کے لیے تیار ہو گئے تو کیکاؤس نے اپنے لشکر سے ایک پہلوان کو انفرادی جنگ کے لیے میدان میں اتارا۔

اس ایرانی پہلوان کا میدان میں اترنا تھا کہ ایک یمنی جوان جو اپنے سرکش گھوڑے پر سوار تھا طوفانی انداز میں اپنے لشکر سے نکل کر میدان کے وسط میں ایرانی پہلوان کے سامنے آیا اور پھر بلا کسی توقف کے اس نے

ایک بھوکے خونخوار شاہین کی طرح اس ایرانی پر حملہ کر دیا۔

اس یمنی جنگجو کا پہلا ہی وار اس قدر ہولناک اور جان لیوا تھا کہ اس نے اس ایرانی پہلوان کی گردن کاٹ کر رکھ دی۔

میدان کے اندر ایک سکوت سا طاری ہو گیا۔ اس خاموشی اور سکوت کے اندر اس یمنی فاتح نے اپنی تلوار فضا میں بلند کی اور ایرانی لشکر کی طرف منہ کر کے للکارتی ہوئی آواز میں پکار کر کہا:

"اے میری قوم کے دشمنو! تمہارے اس تیغ زن کی گردن میں نے کاٹ دی ہے۔ تم میں سے اگر کوئی اور ایسا ہو جو میرے ساتھ مقابلہ کرنا چاہے تو میدان میں اترے تاکہ میں اس پر بھی ثابت کر دوں کہ یمنی اپنے دشمنوں پر کیسے بھاری ہوتے ہیں۔"

اس کی للکار کے جواب میں ایرانی لشکر میں نہ کوئی ہلچل پیدا ہوئی اور نہ کوئی اور ایرانی نکل کر اس کے مقابلے پر آیا۔ لہٰذا اس یمنی نے اپنا گھوڑا موڑا اور جس طرح وہ طوفانی انداز میں میدان میں اترا تھا ویسے ہی واپس اپنے لشکر میں جا شامل ہوا۔

ایرانی بادشاہ کیکاؤس نے جب دیکھا کہ اس انفرادی مقابلے میں ایرانی پہلوان کے مارے جانے سے اس کی اور اس کے لشکر کی سبکی ہوئی ہے تو اس نے عام حملے کا حکم دے دیا۔

اسے امید تھی کہ وہ لمحوں کے اندر یمنیوں کو اپنی تلواروں پر رکھ لے گا اس لیے کہ اس کے لشکر کی تعداد یمن کے بادشاہ حارث کے لشکر کی نسبت کئی گنا زیادہ تھی اور کیکاؤس اپنے لشکر کے وسط میں اپنے محافظوں کے اندر جنگ کا نظارہ کرنے کے علاوہ جنگ کے متعلق احکامات جاری کرنے لگا۔

کیکاؤس کی حیرت اور پریشانی کی اس وقت حد نہ رہی جب اس نے دیکھا کہ یمنی تعداد میں کم ہونے کے باوجود جوابی حملہ کرتے ہوئے موت کے گہرے اندھیروں میں چھپے ہوئے طوفان، تباہی کے سمندر اور ٹھٹھرتی ہوئی رات کی طرح اس کے لشکر پر لپکتے تھے اور اس کی صفوں کو درہم برہم کر رہے تھے۔

پھر اس کی آنکھوں نے یہ دلخراش منظر بھی دیکھا کہ وہ خود تو اپنے لشکر کے وسط میں احکامات جاری کر رہا تھا جبکہ یمنی بادشاہ حارث حملہ آور ہوتے وقت اپنے لشکر کے آگے آگے تھا۔

پھر کیکاؤس نے یہ بھی دیکھا کہ حارث بپھر بپھر کر بگولوں اور زہر میں بجھی آندھیوں کی طرح اس کے لشکر پر حملہ آور ہو رہا تھا۔ اس کی حالت اپنے لشکر میں ایسے ہی تھی جیسے ستاروں کے ہجوم میں کہکشاں اور وہ اپنے لشکر کو للکارتا ہوا ابھارتا، اکساتا اور ترغیب دیتا طوفانوں کی طرح اپنے سامنے آنے والے ایرانی لشکریوں کی گردنیں کاٹتا چلا جا رہا تھا۔

حارث کو اس انداز میں لڑتے دیکھ کر کیکاؤس کی حالت اداس ہیکل سے اٹھتے آتش کدے اور تنہا جوگن کی افسردہ شام جیسی ہو کر رہ گئی۔

تھوڑی دیر بعد کیکاؤس نے یہ بھی دیکھا کہ یمنی مکمل طور پر اس کے لشکر پر حاوی ہوتے جا رہے تھے اور ان کے سامنے ایرانیوں کی حالت زنجیروں میں جکڑے غلاموں جیسی ہو کر رہ گئی تھی۔

تھوڑی ہی دیر بعد ایرانی لشکر کی حالت اور زیادہ ابتر اور مایوس کن ہو گئی اس لیے کہ یمنی والوں نے اپنی تعداد کم ہونے کے باوجود اس طرح اپنے لشکر کے حصے کر کے ایرانی لشکر کے چاروں طرف پھیلا دیے تھے کہ اب ایرانی مکمل طور پر گھر چکے تھے اور یمنیوں نے ہر سمت سے ان کا قتل عام شروع کر دیا تھا۔

کچھ دیر تک جب یہ قتل عام جاری رہا تو کیکاؤس فکر مند ہوا اور جان گیا کہ اب اس قتل عام سے وہ اپنے لشکر کو نہیں نکال سکتا اس لیے اس نے میدان جنگ سے بھاگنا چاہا لیکن اس میں بھی اسے کامیابی نہ ہوئی اور ایک گمنام یمنی لشکری نے اس پر کمند پھینک کر اسے گرفتار کر لیا۔

کیکاؤس کے گرفتار ہوتے ہی ایرانیوں کے رہے سہے حوصلے بھی جاتے رہے اور انہوں نے مکمل طور پر فرار کی راہ اختیار کر لی۔ یمنیوں نے ان کا تعاقب کر کے ان کا بھرپور قتل عام کیا اور بہت کم ایرانیوں کو میدان جنگ سے بھاگ کر اپنی جانیں بچانے کا موقع مل سکا۔

جب میدان جنگ مکمل طور پر ایرانیوں سے خالی ہو گیا تو حارث نے حکم دیا کہ کیکاؤس کو اس کے سامنے پیش کیا جائے۔

جس وقت ایرانی بادشاہ کیکاؤس کو حارث کے سامنے پیش کیا گیا تو وہ رسیوں میں جکڑا ہوا تھا اور وہ انتہائی بے بسی اور لاچارگی سے حارث کے سامنے گردن جھکائے کھڑا تھا۔

حارث چند لمحے اسے غور سے دیکھتا رہا پھر اس نے پوچھا:

"اے بدبخت ابلیس! تو نے کس بنا پر یمن پر حملہ آور ہونے کی ٹھانی اور تو نے اپنے برے ارادوں کا انجام دیکھا کہ تو نے میدان میں ان گنت ایرانیوں کو موت کا لقمہ بنا دیا؟"

کیکاؤس نے کوئی جواب نہ دیا۔

اس پر حارث نے دوبارہ کہا:

"کیا تو یہ نہ بتلائے گا کہ تو نے کیوں ہم پر حملہ کیا جبکہ ہم تیرے ہمسائے میں پُرامن اور پُرسکون زندگی بسر کر رہے تھے؟"

حارث نے دوبارہ پوچھنے پر بھی کیکاؤس کی گردن جھکی رہی اور اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ تب حارث نے اپنا

فیصلہ دیتے ہوئے اپنے مشیروں سے کہا:

"اس جنگ میں جس قدر ایران کی طرف سے مال غنیمت ہاتھ لگا ہے اسے سمیٹو اور یہاں سے واپس کوچ کرو۔ اس کی سزا میں مآرب جا کر تجویز کروں گا۔"

○

تھوڑی دیر بعد حارث نے اپنے لشکر کے ساتھ کوچ کیا۔ جنگ میں اس کے ہاتھ بے شمار ایرانی گھوڑے، خچر اور دیگر جانور، ایرانی پڑاؤ کی خوراک اور مال و دولت کی صورت میں اس قدر زر لگا کہ جس کا شمار ہی نہ کیا جا سکتا تھا۔ سارے سامان کو حارث نے ایرانی جانوروں پر لاد کر مآرب کی طرف کوچ کیا۔

اپنے مرکزی شہر مآرب پہنچ کر اس نے کیکاؤس کے لیے یہ سزا تجویز کی کہ اس نے اس کے لیے لکڑی کا بہت بڑا ڈول بنوایا۔ ڈول کے ساتھ ایک مضبوط رسہ باندھنے کے بعد حارث نے کیکاؤس کو مآرب کے ایک اندھے کنویں میں لٹکا دیا۔

پس اس نے کیکاؤس کو اس کے جرائم کی یہ سزا دی کہ وہ ایران کے تاج و تخت سے محروم ہو کر یمن کے شہر مآرب کے ایک اندھے کنویں میں اپنی زندگی کے دن انتہائی ذلت میں گزارنے لگا جبکہ یمن پہ اسے حملہ آور ہونے کی ترغیب دینے والا پاپاخان جنگ کے دوران ہی اپنی نیلی دھند سمیت فرار ہو گیا تھا۔

○

سیستان میں ایران کے سالار اعلیٰ رستم کو جب کیکاؤس کی شکست اور اس کے مآرب میں ایک اندھے کنویں میں لٹکائے جانے کی خبر ملی تو وہ سیستان سے بلخ میں آیا۔

یہاں چند دن قیام کر کے اس نے وہ حالات معلوم کیے جن کی وجہ سے کیکاؤس نے ایران پر حملہ کیا تھا۔ اس کے بعد اس نے ایک ایسا لشکر تیار کیا جس کی تعداد اس لشکر سے بہت زیادہ تھی جو کیکاؤس لے کر یمن پر حملہ کرنے گیا تھا۔ پس اس لشکر کو لے کر رستم بلخ سے یمن کی طرف بڑھا۔

دوسری طرف حارث کو بھی خبر ہو گئی کہ رستم ایک جرار لشکر کے ساتھ یمن کی طرف بڑھ رہا ہے لہٰذا اس نے بھی اپنی جنگی تیاریاں مکمل کرنے کے بعد اپنے لشکر کے ساتھ اپنی سرحدوں کی طرف کوچ کیا۔ اور اس بار بھی یونان اس کے

لشکر میں شامل تھا۔

رستم کو بھی جب خبر ہوئی کہ حارث اپنے لشکر کے ساتھ اس کی طرف بڑھ رہا ہے تو اپنے لشکر کے ساتھ وہ یمن کی سرحدوں پر خیمہ زن ہو کر حارث کی آمد کا انتظار کرنے لگا۔

صرف ایک دن کے وقفے سے حارث اس جگہ پہنچ گیا اور رستم کے لشکر کے سامنے اس نے پڑاؤ کرنے کا حکم دے دیا۔

جب دن ختم ہوا اور رات چھا گئی تو حارث نے یوناف کو اپنے خیمہ میں طلب کیا۔ جب یوناف اس کے خیمے میں آیا تو حارث نے اسے اپنے قریب ایک نشست پر بٹھایا اور کہا:

"اے یوناف! میں نے سنا ہے کہ کیکاؤس کا یہ سپہ سالار رستم ایران کے لوگ جسے دنیا کا سب سے پُر قوت اور طاقت ور انسان سمجھتے ہیں، اور اس کے متعلق لوگوں کا گمان ہے کہ دنیا میں اس جیسا کوئی صاحب ہمت جوان نہیں ہے تو میں چاہتا ہوں کہ کل جب جنگ کی ابتدا ہو تو تم خود میدان میں اترو اور رستم کو مقابلے کی دعوت دو اور جب وہ میدان میں اترے تو تم اسے چند لمحوں میں زیر کر لو۔ اس لیے کہ میں جانتا ہوں کہ تم رستم سے کئی گنا زیادہ پُر قوت اور طاقتور ہو۔ بس جب رستم ہار جائے گا تو میرے خیال میں لڑائی کی نوبت ہی نہ آئے گی اور ایرانی آپ سے آپ میدان جنگ سے بھاگ نکلیں گے۔"

حارث خاموش ہوا تو یوناف نے مسکراتے ہوئے کہا:

"اے میرے محترم! آپ مطمئن رہیں۔ میں ایسا ہی ایک حربہ استعمال کروں گا کہ رستم کو ہمارے سامنے صف آرا ہونے کی جرأت ہی نہ ہوگی۔"

حارث نے حیرت سے پوچھا:

"وہ کیا حربہ ہے؟"

یوناف نے جواب دیا:

"میں ابھی اور اسی وقت رات کی تاریکی میں رستم سے ملوں گا اور پھر آپ دیکھیں گے کہ رستم جنگ کے بجائے آپ کی طرف صلح کا ہاتھ بڑھائے گا۔"

اس کے ساتھ ہی یوناف حارث کے خیمہ سے نکل گیا۔

تھوڑی دیر بعد یوناف ایران کے سپہ سالار پہلوان رستم کے خیمہ کے باہر نمودار ہوا۔ جب وہ خیمے کے پاس آیا تو محافظوں نے اسے للکارا۔

اس پر یوناف اپنی جگہ رک گیا۔

اتنے میں دو محافظ بھاگتے ہوئے اس کے قریب آئے اور ان میں سے ایک نے پوچھا:

"اے اجنبی! تم کون ہو اور کیوں ہمارے سالار اعلیٰ کے خیمے کی طرف آئے ہو؟"

یوناف کچھ کہنا چاہتا تھا کہ خیمہ کے دروازے پر خود رستم نمودار ہوا اور پوچھا:

"کون ہے جسے تم اندر آنے سے روک رہے ہو؟"

اس پر یوناف نے بلند آواز سے رستم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

"اے رستم! میرا نام یوناف ہے اور میں یمن کے بادشاہ کی طرف سے تمہارے ساتھ ایک اہم مسئلہ پہ بات کرنے آیا ہوں۔"

اس پر رستم نے اپنے محافظوں سے کہا:

"اس اجنبی کو میرے خیمے میں آنے دو۔"

دونوں محافظ اسے لے کر رستم کے قریب آئے اور جب اندر جانے سے قبل انہوں نے یوناف سے اس کی تلوار لینا چاہی تو رستم نے منع کرتے ہوئے کہا:

"اس کی ضرورت نہیں۔ اسے مسلح ہی اندر آنے دو۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ یہ انتہائی طاقت ور اور دراز قامت ہے لیکن چونکہ صلح کی گفتگو کرنے آیا ہے اس لیے اسے ہتھیاروں سے محروم نہیں کرنا چاہیے۔"

محافظ ایک طرف ہٹ گئے اور یوناف رستم کے ہمراہ خیمے میں داخل ہو گیا۔

اپنے خیمے میں جا کر رستم نے یوناف کو اپنے قریب بٹھایا اور پوچھا:

"اے اجنبی یوناف! یمن کے بادشاہ حارث نے کس غرض سے تمہیں میری طرف روانہ کیا ہے۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ وہ میرے آنے پر خوفزدہ ہے اور جنگ کے بجائے میری طرف صلح کا ہاتھ بڑھانا چاہتا ہے لیکن میں اس وقت تک اس کے ساتھ صلح پہ آمادہ نہ ہوں گا جب تک وہ ہمارے بادشاہ کیکاؤس کو رہا نہ کر دے اور ساتھ ہی گزشتہ جنگ میں ہونے والے ہمارے نقصانات کی تلافی نہ کر دے اور وہ سارا مال و اسباب نہ لوٹا دے جو اس نے میدان جنگ سے حاصل کیا تھا۔"

یوناف نے حیرت سے کہا:

"اے رستم! حارث کیونکر تم سے خوف زدہ ہو کر تم سے جنگ کے بجائے تمہاری طرف صلح کا ہاتھ بڑھائے گا۔ تمہیں یہ

خیال کیسے آیا؟"

اس پر رستم نے انتہائی تفاخر اور تکبر سے کہا:

"اے یوناف! کیا حارث کے لیے یہ انکشاف کم لرزہ خیز ہوگا کہ میں، دنیا کا طاقتور ترین پہلوان[1] اپنے لشکر کے ساتھ اس کے سامنے خیمہ زن ہوں۔ یقیناً میرا نام ہی حارث کے لیے خوف کی ایک علامت بن گیا ہوگا اور اس نے کھانا پینا بھی ترک کر دیا ہوگا۔"

رستم کی گفتگو پر یوناف اٹھ کھڑا ہوا اور بولا:

"اے رستم! میں ہرگز یہ تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہوں کہ تم دنیا کے طاقتور ترین آدمی ہو بلکہ میں اس خیمے کے اندر یہ بھی دعویٰ کرتا ہوں کہ میں خود کو طاقتور ترین انسان سمجھتا ہوں۔"

اس پر رستم بھی اٹھ کھڑا ہوا اور اپنا ہاتھ یوناف کی طرف بڑھاتے ہوئے اس نے کہا:

"تو آؤ۔ آزما لیتے ہیں کہ ہم میں کون طاقتور ہے۔"

یوناف نے فوراً رستم کا ہاتھ پکڑ لیا اور ایک زوردار جھٹکے سے اسے اپنی طرف کھینچا اور ابھی وہ سنبھلنے بھی نہ پایا تھا کہ یوناف نے اسے دونوں ہاتھوں پر اٹھا کر فضا میں بلند کیا اور پھر انتہائی بے دردی سے خیمے کے ایک کونے میں پھینک دیا۔

رستم کو بری طرح خیمے کے اندر زمین پر دے مارنے کے بعد یوناف ہلکی ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ اس کی اس بے بسی کا مظاہرہ کر رہا تھا کہ رستم اٹھ کھڑا ہوا۔

صرف ایک لمحہ کو اس نے تعجب خیز سی نگاہ یوناف پر ڈالی۔ پھر وہ خوفناک انداز میں یوناف کی طرف بڑھا۔ اس کے

---

1. قدیم ایرانی رستم کو دنیا کا طاقتور ترین انسان مانتے تھے جبکہ یونانیوں کا دعویٰ تھا کہ اس کے مقابلے میں ہرکولیس اور یولیسس دنیا کے طاقتور ترین افراد تھے۔
تیسری طرف اسرائیلیوں کا دعویٰ تھا کہ سیمسن دنیا کا سب سے زیادہ طاقتور انسان تھا۔
ہرکولیس، سیمسن اور یولیسس کے حالات آئندہ صفحات میں تفصیل کے ساتھ آپ کے سامنے آئیں گے۔

تیور بتا رہے تھے کہ وہ کچھ کر گزرے گا۔

یوناف کے قریب آ کر رستم نے غصے اور غضب کی حالت میں اس سے کہا:

"اے اجنبی! تو نے میرے ساتھ دھوکہ کیا۔ میں نے تو تیری طرف ہاتھ اس لیے بڑھایا تھا کہ تو میرے ساتھ ایک جگہ کھڑا ہو کر قوت آزمائی کرے اور پھر ہم دیکھتے کہ ہم دونوں میں سے کون کس پر اپنی برتری ثابت کرتا ہے لیکن تو نے بے خبری میں مجھے ایک جھٹکا دے کر اپنی طرف کھینچا اور اٹھا کر پٹخ دیا۔

اے اجنبی! میں جانتا ہوں کہ میرے اس پٹخے جانے میں تیری طاقت اور قوت کا کوئی کمال نہیں ہے بلکہ یہ میری بے خبری تھی جس سے فائدہ اٹھا کر تو نے یہ وقتی برتری حاصل کر لی ہے۔

اب یاد رکھو کہ میں تمہاری اس برتری کو زیادہ دیر قائم نہ رہنے دوں گا اس لیے کہ ہر صورت میں تجھے زیر دیکھوں گا۔"

"بس اے اجنبی! اب ایک بار پھر اپنا ہاتھ تیری طرف بڑھاتا ہوں۔ پھر دیکھتے ہیں ہم دونوں میں سے طاقت اور قوت میں کون غالب رہتا ہے۔

اے اجنبی! یہ بھی سن رکھ کہ اس خیمے کے اندر رستم ہی غالب رہے گا اس لیے کہ ایران کے لوگ اگر رستم کو دنیا کا سب سے طاقتور پہلوان تسلیم کرتے ہیں تو اس کی کوئی وجہ ہے۔"

رستم کے اس تکبر پر یوناف نے ہلکی مگر طنزیہ مسکراہٹ سے کہا:

"اے رستم! کیوں اپنے اس خیمے میں میرے ہاتھوں اپنا بھرم کھوتے ہو۔ اور کیوں رات کی اس تاریکی میں اپنی طاقت اور شہ زوری کا بھانڈا پھڑوانا چاہتے ہو۔

دیکھو! مجھ سے مقابلہ کرنا تیرے بس کی بات نہیں لہٰذا یہ جو ہاتھ تو نے میری طرف بڑھا رکھا ہے اسے واپس لے لے اور اگر تو ایسا نہ کرے گا تو میں لمحوں کے اندر تمہارے اس ہاتھ کو مروڑ دوں گا اور تجھ پر اپنی برتری ثابت کر دوں گا۔"

رستم نے بیزاری سے کہا:

"رستم کا بڑھا ہوا ہاتھ واپس نہیں ہو سکتا۔ اگر تم میں ہمت و قوت ہے تو میرے ہاتھ کو پکڑ لے اور اسے مروڑ دیکھ۔"

یوناف نے ہاتھ آگے بڑھایا۔ رستم کی ہتھیلی سے اپنی ہتھیلی ملا کر اپنی گرفت مضبوط کی پھر اس نے بلند آواز میں اس سے کہا:

"اے رستم! سنبھل اور اپنی پوری قوت استعمال کر لے کیونکہ میں اپنا کام شروع کرنے لگا ہوں۔"

رستم نے اپنی پوری طاقت استعمال کرتے ہوئے یوناف کے ہاتھ کو دوہرا کر دینا چاہا لیکن وہ اس میں کامیاب نہ ہوا۔

جب وہ اپنی پوری قوت استعمال کر چکا تو اس کے بعد یوناف حرکت میں آیا اور اس نے ایک زوردار جھٹکے کے ساتھ اس کا بازو موڑ کر دوہرا کر دیا۔

پھر ایک جھٹکے سے اس نے رستم کا بازو چھوڑ دیا اور کہا:

"اے رستم! اس خیمے میں رات کی تاریکی میں کیا میں نے تم پر اپنی فوقیت اور اپنے غلبے کی مہر نہیں لگا دی۔ اے رستم! اب تم اس مقابلے کو طول نہ دینا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم مقابلے کے دوران میرے ہاتھوں پٹنے لگو اور تمہارا کوئی محافظ یہ منظر دیکھ لے اور اگر ایسا ہو گیا تو اے رستم ایران! تمہاری اپنے ملک میں کیا عزت اور وقار رہ جائے گا۔ سو تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ اب یہ مقابلہ ختم کر دو اور میری بالادستی تسلیم کر لو۔"

رستم نے سر جھکا کر کچھ سوچا پھر اس نے گردن سیدھی کی۔ گہری نگاہوں سے یوناف کا جائزہ لیا اور پھر لرزتی اور مغموم آواز میں کہا:

"اے اجنبی! میں نہیں جانتا کہ تو کن سرزمینوں کا باسی ہے اور اگر تو یمن کے بادشاہ حارث کے لشکر میں شامل ہے تو کیوں کر نہ ایران میں تیری طاقت کے چرچے ہوئے جبکہ تو جانتا ہی ہوگا کہ میری طاقت و قوت کے چرچے یمن اور مصر میں ہی نہیں بلکہ اموری، کنعانی، آشوری، مادی، ایرانی، عیلامی اور حتی قوموں کے علاوہ بابل، نینوا، ار، طارشا اور دوسرے بڑے شہروں کے لوگ بھی میری پہلوانی اور شہ زوری سے واقف ہیں۔ میں نے اپنی زندگی میں تیرے جیسا طاقتور انسان نہیں دیکھا کہ تو نے لمحوں کے اندر مجھے اپنے سامنے نہ صرف مرعوب اور بے بس کیا۔ پھر کیا وجہ ہے کہ تیری شہرت اقوامِ عالم میں میری طرح نہ پھیل سکی؟"

یوناف مسکرایا۔ پھر اس نے رستم کی طرف دیکھتے ہوئے کہا:

"اے رستم! میرا تعلق مصر سے ہے اور میں نے آج تک کبھی کسی کے سامنے یوں اپنی طاقت کا مظاہرہ نہیں کیا۔"

رستم نے حیرت سے پوچھا:

"وہ کیوں؟"

یوناف نے جواباً کہا:

"اے رستم! میں ایسا چاہتا بھی نہیں اس لیے کہ میں گمنام سی زندگی میں اطمینان اور سکون محسوس کرتا ہوں۔

اور اے رستم! اب وہ بات سنو جس کے لیے میں یمن کے بادشاہ کی طرف سے تمہاری طرف آیا ہوں۔"

رستم نے بیچ میں بولتے ہوئے کہا:

"پہلے آرام سے بیٹھ جاؤ۔ پھر کہو جو کہنا چاہتے ہو۔"

جب دونوں آمنے سامنے بیٹھ گئے تو یوناف نے رستم سے کہا:

"اے رستم! میں تمہاری طرف اس لیے آیا ہوں کہ تم پر واضح کر دوں کہ کل اگر تم نے ہمارے ساتھ جنگ چھیڑی تو تمہارا حشر اور انجام تمہارے بادشاہ کیکاؤس سے مختلف نہ ہوگا۔

اس کے ساتھ ہی میں یہ بھی واضح کر دوں کہ میری اس تنبیہ کے بعد بھی تم نے اگر جنگ کی ابتدا کی تو میں انفرادی جنگ کے لیے میدان میں اتروں گا اور پھر یاد رکھو کہ تمہارا نام لے کر اور تمہارے لشکر سے مخاطب ہو کر میں تمہیں مقابلے کی دعوت دوں گا۔

یاد رکھو۔ اگر تم نے میرے مقابلے پر آنے کی کوشش کی تو میں صرف ایک پل میں تمہاری گردن کاٹ کر رکھ دوں گا اور اگر تم مقابلے پر نہ آئے تو پھر اس میں تمہاری سبکی اور بدنامی ہوگی اور تمہارے لشکریوں کو محسوس ہوگا کہ تم نے میرے سامنے بزدلی اور کم حوصلگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے میدان میں اترنے سے گریز کیا ہے۔ پس اے رستم! ہر دو صورتوں میں نقصان تمہارا ہی ہوگا۔"

رستم نے کچھ سوچا۔ پھر التجائیہ انداز میں بولا:

"اے یوناف! کیا یہ ممکن نہیں کہ تم میری اور حارث کی ملاقات کا اہتمام کرا دو تاکہ میں اس سے کوئی باعزت معاملہ کر کے اپنے لشکر سمیت لوٹ جاؤں کیونکہ لڑے بغیر واپس جانے میں بھی میری سبکی ہوگی۔ بس میں چاہتا ہوں کہ حارث سے مل کر باعزت شرائط طے کر لوں تاکہ میں سرخرو ہو کر اپنی قوم میں جا سکوں۔"

یوناف نے کہا:

"اے رستم! میں تمہاری اس خواہش کا احترام کرتا ہوں اور خود چاہتا ہوں کہ حارث کے پاس جا کر اس بات کا ذکر کروں۔ تم ایسا کرنا کہ کل جب سورج طلوع ہو جائے تو اپنے ساتھ چند سواروں کو لے کر سفید علم بلند کیے ہمارے لشکر کی طرف آنا تاکہ وہاں حارث سے تم بات چیت کر سکو۔

اور اگر کل صبح تم ہمارے لشکر کی طرف جاتے ہو تو اس پر تمہارے لشکریوں کو بھی کوئی اعتراض نہ ہوگا کہ تمہارے محافظوں نے مجھے دیکھ ہی لیا ہے کہ میں تم سے صلح کی گفتگو کرنے آیا ہوں۔"

اس پر رستم کے لبوں پر مسکراہٹ بکھر گئی۔ اس نے یوناف کا ہاتھ تھام کر دباتے ہوئے خوشی کا اظہار کیا اور سکون سے کہا:

"اے یوناف! تم بھی کمال کے انسان ہو۔ تم طاقتور ہونے کے ساتھ ساتھ عقلمند اور فہیم انسان بھی ہو۔ تم نے مجھے ایک ایسا طریقہ کار بتا دیا ہے کہ جس کی بنا پر میں باعزت طور پر اس جنگ سے چھٹکارا بھی حاصل کر لوں گا

اور باعزت طور پر اپنی قوم کا سامنا بھی کر سکوں گا۔ اب تم مطمئن ہو کر جاؤ۔ تمہاری غیر موجودگی میں میں یہ بات اپنے لشکر کے اندر اپنے محافظوں کے ذریعے پھیلا دوں گا کہ یمن کے بادشاہ حارث نے رات کے وقت اپنا ایلچی بھیج کر صلح کی پیش کش کی ہے لہٰذا اس پیش کش کے جواب میں کل صبح میں اپنے وفد کے ساتھ صلح کی شرائط طے کرنے میں حارث کے خیمے کی طرف جاؤں گا۔"

اس کے ساتھ ہی یوناف اٹھ کھڑا ہوا اور کہا:

"اب جبکہ معاملہ طے ہو چکا ہے تو اے رستم! میں تمہارے پاس سے کوچ کرتا ہوں۔"

رستم نے یوناف سے پر جوش مصافحہ کیا اور اسے خیمے سے باہر تک چھوڑنے کے لیے آیا۔ اس کے بعد یوناف وہاں سے چلا گیا۔

○

طے شدہ لائحہ عمل کے تحت رستم نے رات ہی کو صلح کی اس پیش کش کا اپنے لشکر میں چرچا کر دیا۔ پھر دوسرے روز وہ اپنے چند محافظوں کے ساتھ صلح کا سفید علم فضا میں بلند کیے اپنے لشکر سے یمن کے بادشاہ کے لشکر کی طرف روانہ ہوا۔

اس کے لشکر میں سے کسی نے بھی صلح کی کارروائی پر اعتراض نہ کیا تھا اس لیے کہ رستم نے پہلے ہی اپنے لشکر میں یہ تاثر دے دیا تھا کہ صلح کی اس پیش کش کی ابتدا یمن کے بادشاہ کی طرف سے ہوئی ہے لہٰذا ہر کوئی اپنی جگہ مطمئن تھا۔

رستم کو حارث کے خیمے میں لایا گیا تو حارث انتہائی شفقت سے اس کے ساتھ پیش آیا۔ اسے اپنے سامنے بٹھایا اور آنے کی وجہ پوچھی۔

رستم نے معاملے کو نمٹانے کی خاطر کہا:

"اے بادشاہ! میں اس غرض سے آیا ہوں کہ ایک تو ہمارے ساتھ آپ امن و صلح کا معاہدہ کریں اور دوسرے یہ کہ ہمارے بادشاہ کیکاؤس کو اس اندھے کنوئیں سے جس میں وہ قید ہے، نجات دے کر میرے ساتھ جانے کی اجازت دیدیں۔"

رستم کی بات کے جواب میں حارث چند ثانیوں تک گردن جھکائے سوچتا رہا۔ پھر اس نے گہری نگاہوں سے رستم کا جائزہ لیا اور پوچھا:

"اے رستم! تم جانو کہ اس جنگ کی ابتدا کس کی طرف سے ہوئی اور میں سمجھتا ہوں کہ جس نے جنگ کی بنا رکھی اسے اس کے فعل کی سزا تو ملنی ہی چاہیے۔"

اس پر رستم نے فوراً بات بنائی اور کہا:

"اے بادشاہ! میں جانتا ہوں کہ اس جنگ کی ابتدا ہمارے بادشاہ کیکاؤس نے کی تھی لیکن اس جنگ کو شروع کرنے کی بھی ایک وجہ تھی۔"

حارث نے چونک کر رستم کی طرف دیکھا اور پوچھا:

"وہ کیا وجہ تھی؟"

رستم نے کہا:

"اے بادشاہ! کیا آپ کی ایک بیٹی ایسی ہے کہ جس کے حسن و جمال کا ثانی نہیں ہے اور اس کا نام سوزابہ ہے۔ اگر آپ کی ایسی کوئی بیٹی ہے تو میں آپ سے گزارش کروں گا کہ ایک شخص جو جانے کون تھا اور مافوق الفطرت قوتوں کا مالک تھا اس نے کیکاؤس کے سامنے آپ کی بیٹی سوزابہ کی بے انتہا تعریف کی اور اس تعریف کو سن کر کیکاؤس سوزابہ پر فریفتہ ہو گیا لہٰذا اس نے ارادہ کر لیا کہ سوزابہ کو اپنی بیوی اور ایران کی ملکہ بنائے گا اس لیے اس نے صرف سوزابہ کو حاصل کرنے کے لیے یمن پر لشکر کشی کی تھی۔"

رستم ذرا رکا پھر دوبارہ گویا ہوا:

"وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوا بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ کیکاؤس نے سوزابہ کو حاصل کرنے کے لیے طریقہ کار بھی غلط استعمال کیا تھا۔ اسے چاہیے تھا کہ جنگ کے بجائے خود سوزابہ کے لیے آپ کے پاس آتا اور پھر آپ کے جواب کا انتظار کرتا اور مجھے امید ہے کہ آپ اس رشتے سے انکار نہ کرتے کیونکہ سوزابہ کا ایران کی ملکہ بننے سے ایران اور یمن کے تعلقات مضبوط ہوتے۔"

اس قدر کہنے کے بعد رستم خاموش ہو گیا اور حارث کی طرف دیکھتے ہوئے اپنی باتوں کے ردعمل کا انتظار کرنے لگا۔

حارث نے سوچتے ہوئے کہا:

"اے رستم! اگر تمہارے بادشاہ کیکاؤس نے صرف میری بیٹی سوزابہ کو حاصل کرنے کے لیے یمن پر حملہ کیا تو یہ اس کی حماقت تھی۔"

حارث ذرا رکا پھر بولا:

"اگر وہ سوزابہ کو پسند کرتا ہے تو اس کے لیے وہ طریقہ کار بھی استعمال کیا جا سکتا تھا جس کا تم نے ذکر کیا ہے"

اور اے رستم! تمہارا کہنا درست ہے کہ اگر کیکاؤس مجھ سے سوزابہ کا رشتہ مانگتا تو میں ہرگز انکار نہ کرتا اسلیے کہ ایران کی ملکہ بننا واقعی سوزابہ کو زیب دیتا ہے۔"

اس پر رستم کا حوصلہ بڑھا اور اس نے بات کو طول دیتے ہوئے کہا:

"اے بادشاہ! آپ کے جواب نے میری حوصلہ افزائی کی ہے لہٰذا میں آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ آپ کیکاؤس کو رہا کر کے اپنی بیٹی سوزابہ کا رشتہ اس سے کر کے ان کو ایران جانے کی اجازت دیدیں۔ اسطرح نہ صرف کیکاؤس ساری عمر آپ کا فرمانبردار اور ممنون رہے گا بلکہ آنے والے دنوں میں ایران اور یمن کے باہمی تعلقات بھی خوشگوار رہیں گے۔"

حارث نے غور سے رستم کی طرف دیکھا اور اس کے ہونٹوں پر ہلکی ہلکی مسکراہٹ پھیل گئی۔ شاید اس نے رستم کی بات کو پسند کیا تھا۔

پھر اس نے فیصلہ کن انداز میں کہا:

"اے رستم! میں تمہاری اس پیشکش کو قبول کرتا ہوں۔ میں ایران اور یمن کی بہتری کے لیے کیکاؤس کو رہا کر کے اپنی بیٹی سوزابہ کی شادی اس سے کر دوں گا۔"

پھر اس نے تنبیہ کے لہجے میں کہا:

"لیکن اے رستم! یہ بات کیکاؤس کے کانوں میں ضرور ڈال دینا کہ اگر اس نے اپنی اس شکست اور اسیری کا انتقام سوزابہ سے لیا تو میں ایران پر ایسی آفت بن کر نازل ہوں گا کہ کیکاؤس کہیں بھی اپنے آپ کو میری دست برد سے محفوظ نہ پائے گا۔"

رستم نے یقین دہانی کراتے ہوئے کہا:

"اے بادشاہ! آپ مطمئن رہیں۔ سوزابہ جس طرح یمن میں پُرسکون زندگی گزارتی ہے میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ایران میں اس سے بڑھ کر پُرآسائش زندگی گزارے گی۔"

رستم کی اس یقین دہانی کے بعد حارث نے کیکاؤس کو اندھے کنوئیں سے نکالنے کا حکم دیا۔ پھر اپنی بیٹی سوزابہ کی شادی اس سے کر دی اور باعزت طریقے سے ان دونوں کو ایران واپس جانے کی اجازت دیدی۔ اس طرح یمن اور ایران کے تعلقات اس رشتے کی بنا پر خوشگوار ہو گئے۔

موسیٰؑ بنی اسرائیل کے ساتھ ابھی تک موآب کے میدانوں کے اندر خیمہ زن تھے۔

ایک روز موت کا فرشتہ عزرائیل بحکمِ ربی انسانی صورت میں موسیٰؑ کے پاس آیا اور بلا اجازت موسیٰؑ کے خلوت کدے میں داخل ہو گیا۔

موسیٰؑ کو مخاطب کرتے ہوئے اس نے کہا:

"اے موسیٰؑ! اپنے پروردگار کی طرف سے موت کے پیغامِ اجل کو قبول فرمائیے۔"

موسیٰؑ اسے انسانی صورت میں پہچان نہ سکے لہٰذا ان کو دو وجوہات کی بنا پر موت کے فرشتے پر غصہ آ گیا۔

اول یہ کہ انسانی صورت میں فرشتہ ان کی خلوت گاہ میں کیوں گھس آیا تھا۔

دوسری بات یہ کہ ایک اجنبی اور ناآشنا کو کیا حق تھا کہ انہیں موت کا پیغام دیتا۔

پس انہیں دو وجوہات کی بنا پر موسیٰؑ نے طیش میں آ کر انسانی صورت میں آئے ہوئے فرشتے پر ہاتھ اٹھایا اور اس زور سے اس کے منہ پر طمانچہ مارا کہ اس کی ایک آنکھ ضائع ہو گئی۔

اس پر وہ فرشتہ وہاں سے نکل گیا اور اپنے اصل روپ میں خداوند تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور اپنی اصلی ہیئت میں اللہ سے عرض کی کہ:

"اے اللہ! تیرا وہ بندہ موت نہیں چاہتا۔ اس بنا پر اس نے غصے میں میرے منہ پر طمانچہ دے مارا ہے۔"

پس خداوند کریم نے موسیٰؑ کو وحی کی اور یہ حکم دیا کہ:

"اے موسیٰؑ! تم کسی بھی بیل کی کمر پر اپنا ہاتھ رکھ دو اور جس قدر بال تمہاری مٹھی میں آ جائیں گے ہم ہر بال کے عوض تمہاری عمر میں ایک سال کا اضافہ کر دیں گے۔"

اس پر موسیٰؑ نے دریافت کیا:

"اے اللہ! ان بالوں کے بدلے ملنے والے سالوں کے بعد پھر میرا کیا انجام ہو گا؟"

وحی کے ذریعے جواب آیا:

"آخرکار تو پھر موت ہی آئے گی۔"

تب موسیٰؑ نے عرض کیا:

"اے خدا! اگر طویل سے طویل زندگی کا انجام بھی موت ہی ہے تو پھر آج ہی کیوں نہ آ جائے۔"

اس کے ساتھ ہی آپ نے التجا کی:

"اے خداوند قدوس! اس آخری وقت میں فلسطین کی وہ مقدس ترین سرزمین قریب تر کر دے جس کا وعدہ تو نے اپنے نبی ابراہیمؑ اور اسحٰقؑ اور یعقوبؑ سے کیا تھا۔"

موسیٰؑ کی دعا قبول ہوئی اور ان کو حکم دیا گیا کہ:

"چونکہ تمہاری موت تم پر طاری ہونے والی ہے لہٰذا ہم تمہیں اس سرزمین کا نظارہ کرائیں گے جس کا وعدہ ہم نے تمہارے آباؤ اجداد سے کیا تھا۔"

اس کے ساتھ ہی وحی کے ذریعے موسیٰؑ کو حکم دیا گیا:

اے موسیٰؑ! اس سرزمین کو دیکھنے کے لیے موآب کے میدانوں سے نکل کر نبو کے پہاڑوں پر پسگہ کی چوٹی پر یریحو کے مقام پر جا کھڑے ہو۔

پس موسیٰؑ نے خداوند تعالیٰ کی طرف سے یہ وحی آنے کے بعد یوشع بن نون کو اپنا قائم مقام بنایا اور بنی اسرائیل کو ہدایت جاری کر دی کہ:

"جس طرح تم میرا اتباع کرتے رہے ہو میرے بعد یوشع بن نون کا اتباع کرنا۔"

موسیٰؑ کی اس گفتگو پر بنی اسرائیل نے یہ جان لیا کہ موسیٰؑ کا آخری وقت آن پہنچا ہے اور وہ ان سے ہمیشہ کیلئے بچھڑنے والے ہیں۔ اسی بنا پر بنی اسرائیل غمزدہ اور فکرمند ہو گئے۔

خداوند تعالیٰ کے حکم کے مطابق بنی اسرائیل کو نصیحت کرنے کے بعد موسیٰؑ موآب کے میدانوں سے نکل کر جبل نبو پر آئے اور اس کوہستان کے سلسلہ پہ بحکم ربی یریحو کے مقام پہ جا کھڑے ہوئے۔

خداوند تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے مطابق موسیٰؑ کو اس چوٹی پر سے معجزانہ طور پہ شمال میں جلعاد سے دان کے مقام تک اور سامنے کی طرف سے سمندر تک، جنوب کی طرف وادیٔ صغر تک فلسطین کی سرزمین دکھائی اور یہ وادی خرموں کا شہر بھی کہلاتی تھی۔

اس کے علاوہ مولیٰ کریم نے معجزانہ طور پر موسیٰؑ کو فلسطین کے دیگر مقامات بھی دکھائے اور پھر ان کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

اے موسیٰؑ! یہی وہ ملک ہے جس کی بابت ہم نے ابراہیمؑ، اسحٰقؑ اور یعقوبؑ سے قسم کھا کر کہا تھا کہ اس سرزمین کو میں تمہاری نسل کو عطا کروں گا۔ سو اب میں نے یہ ملک تمہیں دکھا دیا ہے مگر تم اس طرف نہ جانے پاؤ گے اس سے پہلے ہی تمہارا وصال ہو جائے گا۔"

اللہ تعالیٰ کے بندے اور جلیل القدر نبی موسیٰؑ نے خداوند قدوس کے کہنے کے مطابق وہیں موآب کے ملک میں وفات پائی۔ وہیں پہ اس وادی کے اندر فغور کے مقابل حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دفن کر دیا گیا۔

وفات کے وقت حضرت موسیٰؑ کی عمر ایک سو بیس برس کی تھی اور زندگی کے ان ایک سو بیس برسوں میں

نہ تو کبھی ان کی آنکھ دھندلانے پائی تھی اور نہ ہی کبھی ایک پل کے لیے آپ کی طبعی قوت میں کسی قسم کی کمی واقع ہونے پائی تھی۔

آج تک کسی کو یہ بھی علم نہیں ہو سکا کہ موسیٰؑ کی قبر کس جگہ پر ہے۔

موسیٰؑ کی وفات پہ بنی اسرائیل کو اس قدر غم اور دکھ ہوا کہ موآب کے میدانوں میں لگاتار ۳۰ دن تک موسیٰؑ کی جدائی میں روتے رہے اور جب موسیٰؑ کے ماتم کے دن ختم ہوئے تو انہوں نے موسیٰؑ کے حکم کے مطابق یوشع بن نون کو اپنا راہبر مان لیا اور دل و جان سے ان کے احکامات کا اتباع کرنے لگے۔

○

فرعون منفتاح کی بربادی اور ہلاکت کے بعد رعمسیس سوم مصر کا بادشاہ بنا۔ اس کے دور کے مشہور واقعات یہ ہیں:

اس کے دور میں بحیرہ روم کے کچھ بحری قزاقوں نے یہ جان کر مصر پر حملہ کر دیا کہ اب مصر کی اصل حیثیت کمزور ہو گئی ہے اور یہ بحری قزاق چاہتے تھے کہ مصر پر حملہ آور ہو کر لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم کر کے اپنے لیے مادی مفاد حاصل کریں لیکن رعمسیس سوم نے ان کے حملے کا اس قدر سختی اور قوت سے جواب دیا کہ ان کی کثرت کو اس نے برباد کر کے رکھ دیا۔ زندہ بچنے والوں کو اس نے آئندہ مصر پر حملہ نہ کرنے کا سبق سکھا دیا تھا۔

دوسرا بڑا اور اہم واقعہ یہ ہوا کہ ماضی میں فلسطین مصری حکومت کو خراج ادا کیا کرتا تھا۔ موسیٰؑ والے فرعون منفتاح کی موت کے بعد فلسطینیوں کو بھی یہ شک اور گمان ہوا کہ اب چونکہ مصر کمزور ہو چکا ہے لہٰذا ہم اسے خراج ادا کرنے کے بجائے اس سے خراج وصول کریں۔

اس بنا پر انہوں نے ایک جرار لشکر تیار کیا تاکہ مصر پر حملہ کر کے اسے شکست سے دوچار کیا جائے اور اسے خراج ادا کرنے پر مجبور کیا جائے۔

لیکن رعمسیس سوم نے فلسطینیوں کے ساتھ بھی حکمت عملی سے کام لیا اور اپنی عسکری قوت کو مضبوط بنا کر اس نے فلسطینیوں پر خود ہی حملہ کر دیا۔

اس نے نہ صرف فلسطینیوں کو شکست دی اور ان کی اصل قوت کو کچل کر رکھ دیا بلکہ ان گنت فلسطینیوں کو اپنے ساتھ لونڈی اور غلام بنا کر مصر لے گیا تاکہ وہ وہاں رہ کر مصریوں کی خدمت کریں۔

پس رعمسیس اپنے چند برس کے دورِ حکومت میں ان دو بڑی بغاوتوں، سازشوں اور حملوں کو ناکام بنانے میں کامیاب رہا تھا۔

○

رعمسیس سوم کے بعد مصر کے شاہی خاندان کی ایک حسین و جمیل عورت حکمران بنی۔ اس خوبصورت عورت کا نام دولوکہ[1] تھا۔

دولوکہ کو مصر کا حکمران بنے چند ہی روز ہوئے تھے کہ ایک روز عزازیل مصر کے شہر ممفس میں اس حصۂ شہر کے اندر داخل ہوا جہاں سحر و طلسم کی تعلیم دی جاتی تھی۔

مدرسہ میں داخل ہو کر اس نے وہاں کے ایک طالب علم کو روکا اور کہا: "اے نوجوان! میں اس مدرسہ میں ہی نہیں اس شہر میں بھی اجنبی ہوں اور میں سحر و طلسم کی اس درس گاہ کی بڑی معلمہ سے ملنے کا خواہش مند ہوں۔ اے نوجوان! کیا تو میرے لیے یہ زحمت اٹھائے گا کہ مجھے ساحرہ ترورہ کے پاس لے چلے۔"

عزازیل کی انکساری پر اس نوجوان نے کمال ہمدردی سے کہا: "اے اجنبی! تم میرے ساتھ آؤ، میں ترورہ کے کمرے تک تیری رہنمائی کرتا ہوں۔"

عزازیل خاموشی سے اس کے ساتھ ہو لیا۔

وہ نوجوان عزازیل کو لے کر ایک کمرے کے سامنے جا رکا۔ پھر اس نے دروازے پہ دستک دی۔ تھوڑی ہی دیر بعد دروازہ کھلا اور وہاں ایک ایسی عورت نمودار ہوئی جس کی عمر ۲۵ اور ۳۰ سال کے درمیان رہی ہو گی۔ وہ خوب دراز قد، متناسب شکل و شباہت اور جسمانی ساخت میں حسین و جمیل ہونے کے علاوہ جاذب و پرکشش بھی تھی۔

اس عورت کو دیکھتے ہی نوجوان نے اس کے سامنے تعظیم بجا لانے کی خاطر سر کو جھکایا اور پھر اسے مخاطب کر کے کہا:

"اے مقدس ترورہ! یہ شخص اس شہر میں اجنبی اور نووارد ہے۔ میں نے ابھی تک اس کا نام نہیں پوچھا۔ یہ آپ سے ملنے کا خواہشمند ہے۔"

جواب میں ترورہ نے اپنی ترنم خیز آواز میں کہا:

۱۔ ابنِ خلدون نے اپنی تاریخ کے حصہ اول میں اس کا نام دولوکہ ہی لکھا ہے۔

"اب تم جاؤ، میں خود ہی اس اجنبی سے بات کرلوں گی"۔

جب وہ طالب علم چلا گیا تو قبل اس کے کہ گفتگو کا آغاز کرتی، عزازیل نے اسے مخاطب کرنے میں پہل کردی اور بولا: "اے حسین و پرجمال تردرہ! میرا نام عزازیل ہے اور میں اس شہر میں اجنبی ہوں۔ اے تردرہ[1]! میں ایک ایسا شخص ہوں جو نہ صرف ان گنت قوتوں کا مالک ہے بلکہ فوق البشری حیثیت بھی رکھتا ہوں اور تمہاری بہتری کے لیے آیا ہوں"۔

ساحرہ تردرہ نے تجسس اور دلچسپی کا اظہار کرتے ہوئے کہا:

"اے اجنبی! تو کیسی اور کس قسم کی سری قوتوں کا مالک ہے اور کس انداز میں فوق البشر ہونے کا دعوے دار ہے اور میری بہتری کا کیوں خواہاں ہے"۔

تردرہ کے ان سوالوں کے جواب میں عزازیل اپنی طبیعی قوتوں کو حرکت میں لایا اور پلک جھپکتے میں اس کی نظروں سے اوجھل ہوگیا۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد وہ پھر اس کے سامنے نمودار ہوئیا اور کہا: "اے تردرہ! میں نے تمہارے سامنے اپنے فوق البشر ہونے کا عملی مظاہرہ کر دیا ہے۔ اب تم کیا مجھے موقع دو گی کہ میں تمہیں یہ بتاؤں کہ میں کیوں کر تمہاری بہتری کا متمنی ہوں"۔

عزازیل کے یوں غائب ہونے اور پھر دوبارہ نمودار ہونے پر تردرہ ابھی تک اسے حیرت و تعجب سے دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے نرم لہجے میں کہا:

"میں یہ تو تسلیم کرتی ہوں کہ تم پراسرار قوتوں کے مالک ہو سو اب تم مجھے بتاؤ کہ تم میری کس قسم کی بہتری اور بھلائی چاہتے ہو"۔

اس پر عزازیل نے گہری مسکراہٹ کے ساتھ کہا: "اے تردرہ! کیا تم مجھے اپنے کمرے میں داخل ہونے کو نہ کہو گی تاکہ میں آرام سے بیٹھ کر تم سے گفتگو کرسکوں"۔

تردرہ دروازہ چھوڑ کر ایک طرف ہٹ گئی اور ہاتھ کے اشارے سے اس نے عزازیل کو اندر آنے کو کہا۔ پس عزازیل مسکراتا ہوا اندر داخل ہوگیا۔

عزازیل اور تردرہ جب کمرے کے اندر لکڑی کی نشستوں پر آمنے سامنے بیٹھ گئے تو تردرہ نے اس کو مخاطب کرکے پوچھا:

"اے عزازیل! وہ کونسی بھلائی اور بہتری کی بات ہے جس کا تم اظہار کرنا چاہتے ہو"۔

1۔ ابن خلدون نے بھی مصر کی اس سب سے بڑی ساحرہ کا نام تردرہ ہی تحریر کیا ہے۔

عزازیل نے ایک بار غور سے تردرہ کی طرف دیکھا اور پھر کہا: "اے مقدس تردرہ! میں تمہیں مصر کی ملکہ دلوکہ کی نگاہوں میں اونچا کرنا چاہتا ہوں یا یہ سمجھو کہ میں چاہتا ہوں کہ ملکہ دلوکہ تمہیں اپنے مشیر کی حیثیت سے اپنے ساتھ رکھے اور اگر ایسا ہو جائے تو مصر میں ملکہ دلوکہ کے بعد تو ہی سب سے بڑی اور صاحب حیثیت ہستی ہوگی"۔

تردرہ نے حیرت سے کہا:

"اے محترم عزازیل! یہ کیسے ممکن ہے"۔

عزازیل نے کہا: "اے مقدس تردرہ! تمہیں دلوکہ کے ہاں یہ مقام دلوانا میرا کام ہے اور یقین کرو میں تمہارے لیے یہ کام چند ہی دنوں میں کردوں گا"۔

تردرہ چند ثانیوں تک گردن جھکائے کچھ سوچتی رہی۔ پھر اس نے غور سے عزازیل کی طرف دیکھا اور اس سے پوچھا:

"اے بزرگ عزازیل! آخر تم مجھے دلوکہ کے ہاں یہ مقام کیوں دلانا چاہتے ہو اور اس میں تمہاری اپنی کیا دلچسپی اور فائدہ ہے"۔

عزازیل نے فوراً اپنی حیثیت کی وضاحت کرتے ہوئے کہا: "اے مقدس تردرہ! اس میں میرا اپنا کوئی فائدہ نہیں ہے بلکہ میں یہ کام اس لیے کرنا چاہتا ہوں کہ تم جیسی مصر کی سب سے بڑی ساحرہ کو یہ مقام ملنا چاہیے جو تمہارے مناسب حال ہے اور اے تردرہ! میں نے یہ بھی سنا ہے کہ تم نے جادو کے کچھ نئے اصول مرتب کیے ہیں جو اس سے پہلے نہ کسی کے پاس تھے اور نہ ہی ان سے کوئی کام لے سکتا تھا۔

اے مقدس تردرہ! میں نے کچھ لوگوں کو یہ کہتے ہوئے بھی سنا ہے کہ تم نے ایک طلسمی دیوار[1] بنائی ہے کہ اس پر اگر کسی شخص، جانور یا حیوان کی تصویر بناؤ تو جو تکلیف اور اذیت تم دیوار پر بنائی ہوئی تصویر کو پہنچاتی ہو وہی تکلیف اور اذیت تمہارے جادو کے زور سے اس انسان یا حیوان کو بھی پہنچتی ہے جس کی شبیہ اور تصویر اس طلسمی دیوار پر بنائی گئی ہو۔

اے مقدس تردرہ! اگر یہ بات درست ہے تو پھر یقین جانو میں تمہارے لیے بہت کچھ کرسکتا ہوں اور چند ہی دنوں کے اندر تمہیں مصر کی ملکہ دلوکہ کی مشیر اعلیٰ مقرر کراسکتا ہوں"۔

اس بات پر تردرہ کے چہرے پر ہلکی ہلکی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ پھر اس نے خواہشوں اور امیدوں سے

1۔ ابن خلدون نے اس طلسمی دیوار کا ذکر تفصیل سے کیا ہے۔

بھرپور آنکھوں سے عزازیل کی طرف دیکھتے ہوئے کہا:

"اے محترم عزازیل! میں جانتی ہوں کہ آپ مافوق الفطرت طاقتوں کے مالک ہیں لیکن کیا آپ مجھے یہ نہ بتائیں گے کہ آپ کیونکر اور کیسے مجھے ملکہ دلوکہ کا مشیر بنا دیں گے؟"

اس سوال پر عزازیل نے ہمدردانہ انداز میں کہا: "اے تردرہ! میں تمہیں دو طرح کی مدد فراہم کروں گا جس کی مدد سے تم نہ صرف دلوکہ کی مشیر بن کر رہو گی بلکہ آنے والے دور میں اس کے ساتھ کامیابی و کامرانی سے کام کرتی رہو گی۔

اول یہ کہ میں ابھی یہاں سے نکل کر ملکہ دلوکہ کے پاس جاؤں گا اور اسے یقین دلاؤں گا کہ مصر کی عظیم ساحرہ تردرہ کی طلسمی دیوار اس کے لیے بہت سودمند ثابت ہو سکتی ہے اور اس دیوار سے کام لے کر وہ اپنے دشمنوں اور حاسدوں کو راستے سے ہٹا کر اپنے لیے کامیابیوں کے دروازے کھول سکتی ہے۔

اور اے تردرہ! مصری ملکہ دلوکہ کو تمہارے حق میں قائل کرنے اور تمہیں اس کا مشیر بنانے کے بعد میں کنعانیوں کی سرزمین میں ان کے مرکزی شہر ہاز کا رخ کروں گا۔ وہاں میرے تین عزیز رہتے ہیں تینوں بہن بھائی ہیں اور وہ بھی مافوق الفطرت انسان ہیں۔ پس وہ تینوں مستقل شہر میں تمہارے ساتھ رہیں گے اور وقتاً فوقتاً ضرورت پڑنے پر تمہیں مناسب مشورے دیں گے اور اپنی پراسرار قوتوں سے تمہاری مدد بھی کرتے رہیں گے۔ میں دلوکہ کی مشیر بنانے کے سلسلے میں تم سے صرف یہ گزارش کروں گا کہ تم طلسمی دیوار کا یہ عمل ان تینوں کو بھی سکھا دینا تاکہ وہ تمہارے ساتھ رہ کر تمہاری قوت میں اضافہ کریں۔"

تردرہ نے فوراً کہا:

"اے بزرگ عزازیل! وہ تینوں جب میرے پاس رہیں گے تو میں پہلے ان کا جائزہ لوں گی اور میں وعدہ کرتی ہوں کہ اگر وہ اس قابل ہوئے کہ ان پر بھروسہ کیا جا سکے تو میں طلسمی دیوار کا عمل انہیں سکھا دوں گی لیکن اے عزازیل اگر میں نے دیکھا کہ وہ قابل اعتماد نہیں ہیں تو میں ابھی سے صاف طور پر کہے دیتی ہوں کہ میں ہرگز انہیں یہ عمل نہ سکھاؤں گی۔"

اس پر عزازیل نے شفقت سے کہا: "اے تردرہ! میں تیرے اس فیصلے سے مکمل اتفاق کرتا ہوں لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہوں گا کہ عارب، یوسا اور جبیطہ قابل اعتماد ہونے کے علاوہ بے اندازہ پراسرار قوتوں کے مالک بھی ہیں۔"

"اور شاید یہ انکشاف بھی تمہارے لیے تعجب خیز ہو کہ ان کے ناسوت پر لاہوت کا عمل ہے اور وہ آدم سے لے کر اب تک زندہ ہیں اور نہ جانے کب تک زندہ رہیں گے۔ اور جس طرح وہ آدم کے زمانے میں تروتازہ

جوان تھے اب بھی وہ ویسے کے ویسے ہی ہیں۔

اے تردرہ! میں انہیں سمجھا دوں گا کہ وہ مکمل طور پر تمہارے ساتھ تعاون کریں اور تمہارا اعتماد حاصل کرنے کی کوشش کریں۔"

اس کے ساتھ ہی عزازیل اٹھ کھڑا ہوا اور تردرہ سے بولا: "اے تردرہ! اب میں جاتا ہوں اور مصری ملکہ دلوکہ سے تمہارے سلسلے میں گفتگو کرتا ہوں۔ اس کے بعد میں تمہاری طرف نہ آؤں گا بلکہ سیدھا ہاز شہر کو نکل جاؤں گا اور وہاں سے تینوں عزیزوں کو لے کر تمہارے پاس آؤں گا۔"

اس کے ساتھ ہی عزازیل تردرہ کے جواب کا انتظار کیے بغیر وہاں سے غائب ہو گیا۔

○

مصری ملکہ دلوکہ اپنی خوابگاہ میں اکیلی بیٹھی تھی کہ اس کا ایک محافظ اندر آیا اور اس نے تعظیماً زمین کی طرف جھکتے ہوئے ملکہ سے کہا:

"اے مقدس ملکہ! ایک اجنبی جو اپنا نام عزازیل بتاتا ہے آپ سے ملنا چاہتا ہے۔ اس کا دعویٰ ہے کہ آپ سے اس کا اسی وقت ملنا انتہائی اہم ہے کیونکہ وہ آپ سے ایسی گفتگو کرنا چاہتا ہے جس میں آپ ہی کا فائدہ اور سودمندی ہے۔"

ملکہ نے اپنا لباس درست کیا اور پھر سنبھل کر بیٹھتے ہوئے کہا:

"اسے اندر لے آؤ۔"

پس وہ محافظ باہر نکل گیا اور ملکہ مستعد ہو کر عزازیل کا انتظار کرنے لگی۔

تھوڑی ہی دیر بعد عزازیل کمرے میں داخل ہوا۔ ملکہ نے اسے اپنے سامنے ایک نشست پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ پھر پہلے کی طرح پلنگ پر نیم دراز ہو کر اس نے کہا:

"اے اجنبی عزازیل! میرے محافظ نے بتایا ہے کہ تم مجھ سے ایسی بات کرنا چاہتے ہو جس میں میری ہی سودمندی ہے لہٰذا کہو تم کیا کہنا چاہتے ہو؟"

عزازیل نے سنبھل کر کہنا شروع کیا: "اے ملکہ! پہلے میں آپ کو اپنا تعارف کرا دوں تاکہ آپ جان لیں کہ میں کون ہوں اور میری حیثیت کیا ہے۔ اور جو میں کہہ رہا ہوں اس پر آپ کو کس قدر اعتماد اور بھروسہ کرنا چاہیے۔

تو اے مقدس ملکہ! میرا نام عزازیل ہے میں آپ سے ایسی بات کہنے آیا ہوں کہ آپ اپنے باغی مشیروں سے چھٹکارہ کر کے اپنے تخت و تاج کی حفاظت کر سکیں گی۔

اے ملکہ! میں وہی عزازیل ہوں جسے بنی نوع انسان کے جد امجد آدمؑ کا دشمن اور رقیب سمجھا جاتا ہے اے ملکہ! میں وہی عزازیل ہوں جسے ابلیس اور شیطان کہہ کر بھی پکارا جاتا ہے۔ گو اس وقت میں انسانی شکل و صورت میں ہوں لیکن آپ جانتی ہیں کہ میں ابلیس کی حیثیت سے کس قدر قوت ور پراسرار طاقتوں کا مالک ہوں۔
پس اے ملکہ! میں آپ سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ آپ کے مشیر آپ کو سلطنت سے محروم کرنے کے درپے ہیں اسلیے اگر آپ اپنی حفاظت کے ساتھ ساتھ مصر کی ملکہ بھی رہنا چاہتی ہیں تو میرے مشورے پر ایک کام کیجیے اور اگر وہ کام آپ نے کر لیا تو آپ نہ صرف اپنے دشمنوں کے شر سے محفوظ ہو جائیں گی بلکہ آپ کو مصر کے تخت و تاج سے کوئی محروم بھی نہ کر سکے گا۔"

عزازیل کی اس بات پر دولکہ سیدھی ہو کر بیٹھ گئی اور چونک جانے کے انداز میں اس نے عزازیل کو مخاطب کر کے کہا:

"اے عزازیل! کیا آپ مجھے یہ نہ بتائیں گے کہ میرے وہ کون کون سے مشیر ہیں جو میرے خلاف کام کر رہے ہیں اور مجھے مصر کے تخت سے محروم کرنا چاہتے ہیں اور وہ کون سا طریقہ ہے جسے استعمال کر کے میں اپنے ان باغی مشیروں پر قابو پا سکتی ہوں"۔

عزازیل نے اسے مشورہ دینے کے انداز میں کہا: "اے دولکہ! اس وقت صرف چار افراد ہیں جو آپ کے دشمنوں سے آپ کی حفاظت کر سکتے ہیں"۔
دولکہ نے تیزی سے پوچھا:
"کون ہیں وہ چار افراد!؟"
عزازیل نے کہا: "ان میں سے ایک تو مصر میں سحر و طلسم کی تعلیم دینے کے مدرسے کی بڑی معلمہ تردرہ ہے اور باقی تین میں سے بھی دو لڑکیاں اور ایک جوان ہے یہ تینوں اس وقت کنعانیوں کے شہر تاٹر میں ہیں۔ جوان کا نام عارب اور اس کی دونوں بہنوں کے نام بیوسا اور بنیط ہیں۔
اے ملکہ! یہ تینوں بھی مافوق الفطرت قوتوں کے مالک ہیں اور ہر طرح سے آپ کی حفاظت کے کام انجام دینے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔
اور اے ملکہ! تردرہ آپ کے لیے سب سے بڑھ کر سکون بخش اور سودمند ثابت ہو سکتی ہے اس لیے کہ اس کے پاس ایک ایسا طلسمی عمل ہے جس سے کام لے کر وہ آپ کے لیے بہت کچھ کر سکتی ہے۔

اے ملکہ! تردرہ کے پاس جو طلسمی عمل ہے اس سے کام لے کر وہ ایک ایسی دیوار بنا سکتی ہے جس پر جس شخص کی تصویر بنائی جائے اور جو بھی اذیت اور تکلیف اس تصویر کو دی جائے وہی اذیت اور تکلیف حقیقی معنوں میں اس شخص کو پہنچتی ہے جس کی تصویر دیوار پر بنی ہو۔"
اس انکشاف پر چونک کر دولکہ نے پوچھا:
"اے عزازیل! اگر ایسا ہے تو پھر تردرہ واقعی میرے لیے بہت سودمند ثابت ہو سکتی ہے کیونکہ اس دیوار کے ذریعے میں اپنے دشمنوں کا صفایا کر سکتی ہوں۔ پس اب میں آپ سے یہ پوچھوں گی کہ آپ کب تردرہ اور عارب، بیوسا بنیط کو میرے پاس لا کر انہیں میری خدمت پر مامور کریں گے؟"
دولکہ کے اس فیصلے پر عزازیل کے چہرے پر خوشیوں سے بھرپور اور عیارانہ مسکراہٹ بکھر گئی۔ اس نے ہلکے سے اپنے سر کو حرکت دی اور کہا: "اے ملکہ! میں ابھی یہاں سے تاٹر شہر کی طرف جاؤں گا اور اپنی فوق البشری قوتوں کو حرکت میں لا کر ان تینوں کو تردرہ کے پاس لے کر آؤں گا پھر اسے بھی ہمراہ لے کر یہاں آؤں گا اور ان چاروں کو آپ کی خدمت پر لگا دوں گا۔
پس اے ملکہ! میرا مشورہ ہے کہ جب وہ چاروں یہاں آ جائیں تو سب سے پہلے آپ انہیں یہ کام سونپیے گا کہ وہ اس طلسمی دیوار کی تعمیر کریں تاکہ اسے آپ اپنے مطلب کے لیے استعمال کرتے ہوئے اپنے جس دشمن کو چاہیں راستے سے ہٹا دیں۔"
دولکہ نے بے چینی سے کہا:
"اے بزرگ عزازیل! آپ کی اس گفتگو نے مجھے ایک کرب میں ڈال دیا ہے اور اب میں چاہتی ہوں کہ یہ چاروں مافوق الفطرت افراد فی الفور میرے پاس پہنچ جائیں تاکہ میں ان کے علم کو عملی صورت میں لا کر اپنی حفاظت اور اپنے دشمنوں کی بربادی کا سامان کر سکوں۔
پس اے عزازیل! میں آپ سے گزارش کروں گی کہ آپ ابھی اور اسی وقت تاٹر شہر جائیں اور وہاں سے عارب، بیوسا اور بنیط کو لے کر آئیں اور اس کے بعد مصر کی ساحرہ تردرہ کو بھی ان تینوں کے ساتھ میرے سامنے لا کھڑا کریں"۔
عزازیل نے مسکراتے ہوئے کہا: "اے ملکہ! میں ابھی یہ کام کر گزرتا ہوں"۔
اس کے ساتھ ہی وہ دولکہ کی خواب گاہ سے غائب ہو گیا۔

ٹارشہر میں بعل عیوتا کے معبد کے احاطے میں عارب، بیوسا اور بنیطہ اپنے کمرے کے اندر بیٹھے تھے کہ عزازیل وہاں نمودار ہوا۔

اسے دیکھتے ہی وہ تینوں کھڑے ہو گئے اور جب وہ ان کے سامنے ایک جگہ پر بیٹھ گیا تو وہ تینوں بھی اپنی اپنی جگہ پر جم گئے۔

پھر عزازیل نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہا: "اے میرے عزیزو! تم ابھی اور اسی وقت میرے ساتھ مصر کی طرف روانہ ہو گے۔ میں ملکہ دولوکہ کے محل میں تمہارے رہنے کا بندوبست کر کے آ رہا ہوں۔"

عارب نے پوچھا: "اے آقا! وہاں ہمیں کیا کام سرانجام دینا ہوگا؟"

عارب کے سوال پر عزازیل نے کہا: "اے میرے عزیزو! تزورہ مصر کی ایک اعلیٰ پائے کی ساحرہ ہے۔ اس نے سحر و طلسم میں کچھ نئے عوامل کا اضافہ کیا ہے۔ یہ تزورہ ایک ایسی طلسمی دیوار بنا سکتی ہے کہ اس دیوار پر جس شخص یا جانور کی تصویر بنائی جائے اور جو اذیت یا تکلیف اس تصویر کو پہنچائی جائے وہی اذیت اور تکلیف اس جانور یا شخص کو بھی پہنچتی ہے جس کی تصویر دیوار پہ بنائی گئی ہو۔

پس میں اس ساحرہ سے مل کر آ رہا ہوں اور مصر کی ملکہ دولوکہ سے بھی اس سلسلے میں بات کر چکا ہوں۔ اب تم تینوں اور تزورہ کو لے کر میں دولوکہ کے سامنے جاؤں گا۔"

عارب نے پھر بے چینی اور تعجب سے عزازیل کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: "اے آقا! ہم دولوکہ اور تزورہ کے ساتھ شاہی محل میں کیا خدمت سرانجام دیں گے؟"

عزازیل نے سنبھل کر کہا: "اے عارب! اتنی جلدی نہ کرو۔ تم بھاگنے کی کوشش کر رہے ہو۔ مجھے غور سے سنو۔ میں کہہ رہا تھا کہ تم اور تزورہ چاروں مل کر دولوکہ کے محل میں رہو گے۔ محل کے اندر تزورہ اپنے طلسمی عمل سے وہی طلسمی دیوار تعمیر کرے گی جس کا میں ذکر کر چکا ہوں۔ ملکہ دولوکہ اس دیوار کی مدد سے اپنے دشمنوں پر قابو پاتی رہے گی اور وہ تم تینوں کو بھی تزورہ کے ساتھ عزت و احترام سے دیکھے گی۔"

عزازیل خاموش ہو کر گردن جھکائے کچھ دیر سوچتا رہا پھر اس نے غور سے ان تینوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا: "اے میرے عزیزو! ساحرہ تزورہ جب طلسمی دیوار بنا لے تو سب سے پہلے اسے اس دیوار پر یوناف کی تصویر بنا کر دینا۔ پھر اس تصویر کو طرح طرح کی اذیتیں دینا اور جو اذیت بھی تم اسے دو گے وہ یوناف کو پہنچے گی۔

اور اے میرے عزیزو! جب تم تینوں ایسا کر چکو گے تو مجھے بے انتہا خوشی ہوگی کیونکہ یوناف نیکی کو فروغ دینے والا ہے اور اسے کرب و اذیت میں مبتلا کرنا میں اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ اور اب تم تینوں تیار ہو جاؤ تاکہ مصر کی

طرف کوچ کر سکیں۔"

عارب، بیوسا اور بنیطہ نے اٹھ کر جلدی جلدی ضروری سامان سمیٹا اور اپنی سری قوتوں کو حرکت میں لا کر عزازیل کے ساتھ وہاں سے غائب ہو گئے۔

○

مصر کی ساحرہ تزورہ حسب عادت اپنے کمرے میں بیٹھی تھی کہ عزازیل، عارب، بیوسا اور بنیطہ کے ساتھ اچانک وہاں نمودار ہوا۔

اسے دیکھتے ہی تزورہ احترام سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ جبکہ عزازیل اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے بولا: "اے ساحرہ تزورہ! ان تینوں سے ملو۔ یہ وہی تینوں ہیں جن کا میں تم سے ذکر کر چکا ہوں۔ اور اب تمہیں میں یہ خوشخبری بھی سنا دوں کہ میں تمہارے سلسلے میں مصر کی ملکہ دولوکہ سے بات کر چکا ہوں۔ اور وہ تمہیں اپنا مشیر مقرر کرنے پر رضامند ہے۔

پس اے تزورہ! تم چاروں اس شاہی محل میں وہ حیثیت حاصل کر سکتے ہو جو مصر کے اندر دولوکہ کے بعد کسی کو حاصل نہیں ہے۔ لہٰذا اے تزورہ! تم چاروں ابھی اور اسی وقت میرے ساتھ ملکہ کے پاس چلو کہ وہ بڑی بے چینی سے ہم سب کی منتظر ہوگی۔

اور اے ساحرہ تزورہ! اس موقع پر میں تمہیں یہ بات بھی بتا دوں کہ جب تم ملکہ کے لیے طلسمی دیوار بنا لو تو سب سے پہلے اس دیوار کو اس شخص کے خلاف استعمال کرنا جو تم چاروں کے لیے انتہائی خطرناک اور ہولناک ثابت ہو سکتا ہے اور وہ شخص جس کا نام یوناف ہے، عارب، بنیطہ اور بیوسا کی طرح وہ بھی بلکہ ان تینوں سے بڑھ کر بھی مافوق الفطرت قوتوں کا مالک ہے۔ اسے اگر خبر ہو گئی کہ تم نے ایسی طلسمی دیوار بنائی ہے تو وہ ضرور تمہارے خلاف حرکت میں آئے گا اور نہ صرف وہ اس طلسمی دیوار کو نقصان پہنچائے گا بلکہ تمہاری زندگی کے لیے بھی خطرہ اور اندیشہ بن جائے گا۔"

عزازیل خاموش ہوا تو تزورہ نے غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا:

"اے بزرگ عزازیل! یہ یوناف کون ہے اور کیوں میری بنائی ہوئی طلسمی دیوار کے خلاف حرکت میں آئے گا اور مجھے اس سے کس طرح کے خدشات لاحق ہیں؟"

جواب میں عزازیل نے کہا: "اے عزیزہ! یہ یوناف بھی عارب، بیوسا اور بنیطہ کی طرح آدم کے وقت سے

ہے اور یوناف کے ناسوت پر بھی ناسوت کا عمل ہو چکا ہے لہٰذا تم میں سے کوئی بھی اس کی موت کا باعث نہیں بن سکتا۔ تاوقتیکہ اسے خود طبعی طور پر موت نہ آ جائے اور اس کا لاہوتی عمل ختم نہ ہو جائے۔ تاہم اے تزورہ! میں نے عارب، بیوسا اور بنیطہ کو سمجھا دیا ہے کہ جب یہ طلسمی دیوار تیار ہو جائے تو اس پر پہلے یوناف کی تصویر بنانا اور اسے ہولناک قسم کی اذیتیں دینا تاکہ یوناف جہاں کہیں بھی ہو ان اذیتوں میں مبتلا ہو کر کرب اور عذاب کے دور سے گزرے۔

اور اے ساحرہ! میں یہاں یہ بھی بتا دوں کہ تم یوناف کی طرف سے محتاط رہنا کہ وہ تمہارے خلاف بھی حرکت میں آ سکتا ہے۔ اس کے قبضہ میں ابلیکا نام کی ایسی روح ہے جو اس کی خاطر بڑے بڑے ناممکن کاموں کو ممکن کر دکھاتی ہے۔ اے تزورہ! جس طرح میرا عارب، بیوسا اور بنیطہ کا کام بدی پھیلانا ہے اسی طرح یوناف اور ابلیکا کا کام نیکی کو فروغ دینا ہے۔"

"اور تزورہ! تم یوناف کے متعلق زیادہ فکر مند بھی نہ ہونا اس لیے کہ ضرورت کے وقت یہ تینوں تمہاری مدد کریں گے بلکہ میں خود بھی تمہاری مدد کو آیا کروں گا اور مجھے امید ہے کہ ہم سب مل کر یوناف اور ابلیکا کو مجبور اور معذور کر کے رکھ دیں گے۔ اب تم سب لوگ تیار ہو جاؤ میں تمہیں لے کر مصر کی ملکہ دلوکہ کے شاہی محل میں اس کے پاس چلوں۔"

جواب میں تزورہ نے مسکراتے ہوئے کہا:

"ہم آپ کے ساتھ جانے کو تیار ہیں۔"

اس کے ساتھ ہی عزازیل ان چاروں کو لے کر دلوکہ کے محل کی طرف روانہ ہو گیا۔

○

محل میں آ کر عزازیل نے جب ملکہ کے محافظوں کو اپنے آنے کی اطلاع دی تو مصر کی ملکہ دلوکہ نے بغیر کسی تاخیر کے ان کو اپنے پاس بلوا لیا۔

جب عزازیل اور وہ چاروں ملکہ دلوکہ کے ذاتی کمرے میں داخل ہوئے تو اس نے اٹھ کر گرمجوشی سے ان کا استقبال کیا۔ پھر بڑے اعزاز اور تکریم کے ساتھ ان چاروں کو اپنے سامنے بٹھایا۔

ابھی وہ کچھ پوچھنے ہی والی تھی کہ عزازیل بول پڑا اور اپنے ساتھیوں کا تعارف کراتے ہوئے کہا: "اے مقدس ملکہ! میرے دائیں طرف مصر کی سب سے بڑی ساحرہ تزورہ ہے اور میرے بائیں طرف عارب، بیوسا اور بنیطہ ہیں جن کے بارے میں پہلے ہی میں ذکر کر چکا ہوں اور آپ سے کیے ہوئے وعدے کے مطابق میں آج ہی انہیں لے کر

آپ کے پاس آ گیا ہوں تاکہ اس طلسمی دیوار کی تعمیر کا کام شروع کیا جا سکے اور اے ملکہ! یہ چاروں اب آپ کے ساتھ اسی شاہی محل میں رہیں گے اور میں سمجھتا ہوں کہ طلسمی دیوار کی تعمیر اور ان چاروں کی موجودگی کی وجہ سے نہ تو آپ کو اپنے دشمنوں سے کوئی خطرہ لاحق ہو گا اور نہ ہی آپ کو اپنے تاج و تخت کے چھن جانے اور اپنی جان جانے کا اندیشہ رہے گا۔"

عزازیل کے خاموش ہونے پر ملکہ دلوکہ نے ایک بار غور سے ساحرہ تزورہ کی طرف دیکھا پھر اس نے توضیح طلب انداز میں تزورہ سے پوچھا:

"اے مصر کی قابل فخر ساحرہ! تم لوگ کب تک طلسمی دیوار کی تعمیر مکمل کر لو گے۔"

جواب میں تزورہ نے سنبھل کر بیٹھتے ہوئے کہا:

"اے ملکہ! اس طلسمی دیوار کی تعمیر پر چند ہفتے ہی خرچ کروں گی۔"

دلوکہ نے پوچھا:

"اے تزورہ! طلسمی دیوار پر جس شخص کی تصویر بنا کر اسے اذیت دی جائے تو کیا یہ اذیت اس حقیقی انسان کو بھی ہو گی جس کی تصویر دیوار پر بنائی جائے گی۔"

تزورہ نے اپنی گردن کو اثبات میں ہلا کر کہا:

"اے ملکہ! یہ درست ہے۔ ایسا ہی ہو گا۔"

تزورہ کی بات سن کر دلوکہ نے پوچھا:

"اے عظیم ساحرہ! تمہارے خیال میں یہ دیوار کیسی اور کس جگہ تعمیر ہونی چاہیے۔"

تزورہ بولی:

"اے ملکہ! جہاں تک اس طلسمی دیوار کی شکل و صورت کا تعلق ہے تو میں عرض کروں گی کہ اس کے لیے ایک بہت وسیع مکان تعمیر کیا جائے گا جس کی ایک دیوار طلسمی ہو گی اور یہ مکان اس لیے معقول ہونا چاہیے کہ طلسمی دیوار پر بنائی جانے والی تصویروں کو اذیت پہنچانے کے لیے ہمیں اس مکان کے اندر طرح طرح کے سحری عمل کرنے ہوں گے۔ اور جہاں تک آپ کے اس سوال کا تعلق ہے کہ یہ مکان کہاں ہونا چاہیے تو اے ملکہ! میری گزارش ہے کہ جگہ کا تعین آپ ہی کریں گی۔ مگر میں یہ ضرور کہوں گی کہ یہ مکان ایسی جگہ ہو جو محفوظ ہو اور جہاں نہ صرف ہماری رہائش کا بندوبست ہو بلکہ ہماری حفاظت کا بھی معقول انتظام کیا جائے۔"

دلوکہ چند لمحے گردن جھکائے کچھ سوچتی رہی پھر اس نے کہا:

"اے تزورہ! یہ مکان شہر کے وسط میں تعمیر ہو گا۔ اس کے لیے ایک مناسب اور کھلی جگہ میری نگاہ میں

پہلے سے ہے۔ اس جگہ کل ہی ایک بڑی عمارت کی تعمیر شروع ہو جائے گی۔

اور اے تورہ! اس عمارت میں نہ صرف تم چاروں کے رہنے کا عمدہ ترین بندوبست ہوگا بلکہ حکومت کی طرف سے تمہاری حفاظت پر وہاں محافظ بھی مقرر کیے جائیں گے۔

اب تم چاروں بزرگ عزازیل کے ساتھ شاہی مہمان خانے میں آرام کرو۔ کل تم سب کی نگرانی میں طلسمی دیوار کے مکان کی تعمیر شروع کر دی جائے گی۔"

اس کے ساتھ ہی دلوکہ نے آواز دے کر محافظ کو بلایا۔ جب وہ محافظ بھاگتا ہوا کمرے کے اندر آیا تو دلوکہ نے اسے حکم دیا کہ:

"ان پانچوں کو شاہی مہمان خانے میں لے جاؤ اور ان کے آرام و خوراک کا بندوبست کرو۔"

پس عزازیل ان چاروں کے ساتھ ملکہ دلوکہ کے ذاتی کمرے سے اٹھ کر اس محافظ کے ساتھ مہمان خانے کی طرف چل پڑے۔

○

یوناف ایک روز یمن کے بادشاہ حارث کی خدمت میں آیا اور اسے مخاطب کر کے بولا:

"اے بادشاہ! میں جس مقصد کے لیے آپ کے پاس آیا تھا اسے میں پورا کر چکا ہوں۔ آپ جانتے ہیں کہ میرا یہاں آنے کا مقصد آپ کو ایران کے بادشاہ کیکاؤس کے حملے سے باخبر کرنا تھا اور اگر اس سلسلے میں میری مدد کی ضرورت پڑتی تو میں رضاکارانہ طور پر آپ کی مدد کرتا۔

اے بادشاہ! اب جبکہ آپ ایران کو جنگ میں شکست دینے کے بعد اپنی برتری اور فتح مندی ثابت کر چکے ہیں تو میرا مقصد پورا ہوا۔ لہٰذا میں آج آپ سے مصر واپس جانے کی اجازت لینے آیا ہوں۔

اے بادشاہ! آپ کے شہر مآرب میں داخل ہونے سے پہلے میں بنی اسرائیل میں زندگی گزار رہا تھا لیکن میری رفیقِ کار روح ابلیکا نے مجھے مطلع کیا ہے کہ تیہ کے میدانوں کے اندر اللہ کے پیغمبر موسیٰؑ وصال فرما چکے ہیں۔ اب میں بنی اسرائیل کا رخ کرنے کے بجائے مصر جاؤں گا اور وہاں دریائے نیل کے کنارے اپنے محل میں پُرسکون زندگی بسر کروں گا۔"

یوناف کے خاموش ہونے پر حارث نے کہا:

"اے یوناف! میرے عزیز! کیا یہ ممکن نہیں کہ تم مصر واپس جانے کے بجائے یہیں مآرب میں میرے پاس رہو۔

اے میرے عزیز! قسم مجھے اپنے خداوندی کی! تمہارے خلوص اور وفا، دیانت اور محبت کے باعث میں تمہیں اپنے حقیقی بیٹوں کی طرح چاہنے لگا ہوں۔ لہٰذا تمہارا یہاں سے مصر جانا میرے لیے تکلیف دہ ہوگا اس لیے میں تم سے یہی کہوں گا کہ یہیں رہو۔"

"اے یوناف! میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ جب تک میں زندہ ہوں تمہیں اپنا حقیقی بیٹا جان کر تمہاری ہر ضرورت کا خیال رکھوں گا۔ اب بولو تمہارا کیا فیصلہ ہے؟"

یوناف چند ثانیوں تک گردن جھکائے کچھ سوچتا رہا پھر اس نے کوئی آخری فیصلہ کیا اور یمن کے بادشاہ کو مخاطب کرتے ہوئے بولا:

"اے بزرگ و محترم بادشاہ! میں آپ کے ان جذبات کا قدردان ہوں لیکن میں انتہائی دکھ اور افسوس کے ساتھ پھر آپ سے گزارش کروں گا کہ مجھے یہاں سے مصر جانا ہوگا۔

اور اے بادشاہ! میں یہ بھی گزارش کروں گا کہ میرے جیسا آدمی مستقل طور پر ایک جگہ نہیں رہ سکتا۔ اس لیے کہ جہاں عزازیل اور اس کے ساتھیوں کا کام بدی کی تشہیر اور اس کا فروغ ہے وہاں میں نے اپنے ذمے نیکی کے پھیلاؤ اور وحدانیت کے فروغ کا کام لگا رکھا ہے۔

اے بادشاہ! مجھے ہر حال میں بدی کے گماشتوں کے خلاف حرکت میں آنا پڑتا ہے لہٰذا اگر میں یہاں رہنے کا وعدہ کر بھی لوں تو میں مستقل طور پر ٹک کر آپ کے پاس نہ رہ سکوں گا اس لیے کہ گناہ اور بدی کے خلاف حرکت میں آنے کے لیے مجھے بار بار آپ کے شہر سے باہر جانا ہوگا۔

ان وجوہات کی بنا پر اے بادشاہ! میں آپ سے یہی گزارش کروں گا کہ آپ مجھے بخوشی مآرب سے مصر جانے کی اجازت دے دیں۔"

حارث چند ثانیوں تک گردن جھکائے سوچتا رہا پھر اس نے سر اٹھایا اور یوناف کو مخاطب کرتے ہوئے بڑی شفقت سے کہا:

"اے یوناف! یہاں سے مصر جانے کے لیے تم نے جو دلیلیں دی ہیں وہ انتہائی معقول ہیں لہٰذا میں انہیں قبول کرتا ہوں اور تمہاری بہتری اور بھلائی کی خاطر میں تمہیں مصر جانے کی اجازت دیتا ہوں لیکن ساتھ ہی ساتھ میں تم سے یہ گزارش بھی کروں گا اے میرے عزیز! کہ تم میری طرف بھی آتے رہنا اور یہ بھی سن رکھو کہ جب بھی کسی شے کی ضرورت ہو تو مجھ سے طلب کرنے میں کبھی عار نہ محسوس کرنا اور اب میں تمہیں بخوشی یہاں سے مصر جانے کی اجازت دیتا ہوں۔"

اس کے ساتھ ہی یوناف نے آگے بڑھ کر حارث کے ساتھ گرمجوشی سے مصافحہ کیا اور پھر یمن کے مرکزی

شہر مارب سے مصر کی طرف روانہ ہو گیا۔

○

دریائے نیل کے کنارے اپنے محل میں رہتے ہوئے یوناف کو ابھی چند ہی روز ہوئے تھے کہ اسی دوران ساحرہ تزورہ کے لیے مصر کی ملکہ دلوکہ نے شہر کے وسط میں ایک محفوظ مکان تعمیر کرا دیا۔ پھر اس کے چند ہی روز بعد اسی مکان میں تزورہ نے اپنی طلسمی دیوار کی تکمیل کر لی۔

اس مکان میں نہ صرف یہ کہ عارب، ایوما، بنیطہ اور تزورہ کی رہائش کا بہترین انتظام تھا بلکہ ان کی حفاظت کے لیے مکان پر شاہی محافظ بھی بٹھا دیے گئے تھے۔

جس روز اس طلسمی دیوار کی تعمیر مکمل ہو گئی اس کے دوسرے روز عارب، ایوما اور بنیطہ دیوار کے پاس اکٹھے بیٹھے تھے کہ تزورہ نے عارب سے کہا:

"اے عارب! میرے عزیز! جیسا کہ بزرگ عزازیل نے کہا تھا کہ جب طلسمی دیوار مکمل ہو جائے تو سب سے پہلے اس پر یوناف کی تصویر بنا کر اسے اذیت اور کرب میں مبتلا کرنا۔ پس اے میرے عزیزو! میں تم تینوں سے گزارش کرتی ہوں کہ تم میں سے کوئی ایک طلسمی دیوار پر کوئلے سے یوناف کی تصویر بنائے اور پھر تم سب دیکھنا میں اس تصویر پر عمل کر کے یوناف کو کیسے اذیت ناک عذاب میں مبتلا کرتی ہوں۔"

تزورہ کے کہنے پر عارب اپنی جگہ سے اٹھا۔ آتشدان میں سے ایک کوئلہ لیا اور طلسمی دیوار پر یوناف کی ممکنہ حد تک ملتی جلتی شبیہہ بنانے لگا۔

جب وہ تصویر بنا چکا تو تزورہ نے کہا: "اے مقدس ساحرہ! میں نے یوناف کی تصویر بنا دی ہے اب تم اس پر اپنے عمل کی ابتدا کرو۔ ساتھ ہی اے مقدس تزورہ! میں تم سے گزارش کروں گا کہ اپنا یہ عمل ہم تینوں کو بھی سکھا دو تاکہ اس کام میں ہم بھی تمہارے معاون ہو سکیں۔"

تزورہ نے ایک چھری سنبھالی اور اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے بولی:

"اے عارب! فی الحال میں تم تینوں کا جائزہ لے رہی ہوں۔ جب میں نے محسوس کر لیا کہ تم تینوں میرے

1۔ ابن خلدون نے لکھا ہے کہ یہ طلسمی دیوار مصر کے مرکزی شہر ممفس کے وسطی حصے میں بنائی گئی تھی۔

اعتماد اور بھروسے پر پورا اترنے والے ہو تو میں وعدہ کرتی ہوں کہ تمہیں یہ عمل ضرور سکھا دوں گی۔"

ان تینوں میں سے کسی نے بھی اس کی اس بات کا جواب نہ دیا۔

تزورہ ہاتھ میں چھری لے کر آگے بڑھی۔ عارب کے ہاتھ سے کوئلہ لے کر اس نے طلسمی دیوار پر بنائی یوناف کی تصویر کے عین وسط میں یوناف کا نام لکھا اور پھر تصویر کے پیٹ والے حصے پر اپنی چھری سے زور زور سے ضربیں لگانے لگی۔

○

جس روز اور جس وقت طلسمی دیوار پر یوناف کی تصویر پر ساحرہ تزورہ نے اپنے عمل کی ابتدا کی، اس روز اس وقت یوناف دریائے نیل کے کنارے اپنے محل کی سیڑھیوں پر بیٹھا تھا۔

تزورہ کے طلسمی دیوار پر کیے ہوئے سحری عمل کے نتیجے میں پہلے یوناف نے اپنے پیٹ میں اچانک انتہائی اذیت ناک تکلیف محسوس کی۔ اس کے بعد اچانک ہی اس کے پیٹ میں زخم ہو گیا اور اس میں سے سرخ سرخ خون بہنے لگا۔

یوناف نے اس قدر تکلیف و عذاب محسوس کیا کہ وہ سیڑھیوں سے لڑھکتا ہوا دریا کے کنارے کی طرف چلا گیا۔

اس موقع پر ابلیکا نے اس کی گردن پر لمس دیا اور پھر تشویش ناک انداز میں پوچھا:

"یوناف! یوناف! یہ تمہیں کیا ہوا! اور یہ تمہارے پیٹ سے اچانک ہی خون کیسے بہ نکلا ہے۔"

یوناف نے جب اس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا اور بے سدھ ہو کر نیل کے کنارے پڑا رہا تو ابلیکا نے اندازہ لگا لیا کہ اس پر غشی طاری ہے۔

تھوڑی دیر تک یوناف نیل کے کنارے گیلی ریت پر بے ہوش پڑا رہا پھر اچانک وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔

ساتھ ہی اس کے کانوں میں ابلیکا کی آواز پڑی:

"یوناف! یوناف! میرے حبیب لگتا ہے کہ تم پر عارب اور عزازیل اور اس کے ساتھیوں کی طرف سے کسی بعید خوفناک سحری قوت کا وار کیا گیا ہے۔ اے یوناف! عارضی طور پر میں نے تمہارے اردگرد ایک حصار کھینچ کر تمہیں اس عمل سے محفوظ کر دیا ہے۔ اب تم محسوس کرو گے کہ تم اس اذیت سے بچ نکلے ہو اور ساتھ ہی تم یہ بھی دیکھو کہ اچانک تمہارے پیٹ میں جو زخم ہو گیا تھا تو میرے حصار کے بعد وہ زخم بھی ناپید ہو گیا ہے

اور خون بہنا بھی بند ہو گیا ہے۔"

ابیکا خاموش ہوئی تو یوناف نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا:

"اے ابیکا! اگر یہ عارب، بیوسا، بنیطہ، عزازیل اور اس کے ساتھیوں کی طرف سے کوئی وار تھا تو یہ بے حد مہلک اور جان لیوا عمل تھا اور اس نے لمحوں کے اندر مجھے قیامت خیز اذیت میں مبتلا کر کے رکھ دیا تھا۔ اے ابیکا! میں سمجھتا ہوں کہ انہوں نے مجھ سے انتقام لینے کے لیے یہ کوئی نیا عمل سیکھا ہے۔ کیا تم یہ معلوم نہ کرو گی کہ مجھ پر یہ عمل کس نے اور کہاں سے کیا ہے؟"

ابیکا نے انتہائی نرم اور چاہت بھری آواز میں کہا:

"اے یوناف! میرے حبیب! یہ جو میں نے تمہارے گرد حصار بنایا ہے تم تھوڑی دیر اسی حصار کے اندر رہو۔ میں ابھی معلوم کرتی ہوں کہ تم پر یہ حملہ کس نے اور کہاں سے کیا ہے اور یہ کہ اس سے بچنے کے لیے ہم کیا کر سکتے ہیں اور جوابی عمل کے لیے ہمیں کیا طریقہ کار اپنانا ہوگا۔"

یوناف نے کہا:

"اے ابیکا! تم ٹھیک کہتی ہو۔ تم یہ ساری معلومات لے کر آؤ تب تک میں اس حصار کے اندر ہی رہ کر تمہارا انتظار کرتا ہوں۔"

"اے ابیکا! میں نے آدم سے لے کر اب تک اپنی زندگی کا ایک طویل ترین حصہ گزارا ہے لیکن میں نے اپنی اس طویل زندگی میں اپنے ساتھ اس قسم کا بھیانک معاملہ ہوتے نہیں دیکھا جو اس وقت میرے ساتھ ہوا ہے اور یہ معاملہ ایک طرح سے سنگین بھی ہے کہ آپ سے آپ میرے پیٹ میں زخم ہو گیا اور خون بہنے لگا۔ اور اے ابیکا اگر یہ معاملہ عارب وغیرہ کی طرف سے ہے تو انہوں نے کسی سے کوئی نئی چیز حاصل کی ہے اور اگر یہ معاملہ عزازیل اور اس کے ساتھیوں کی طرف سے ہے تو میں سمجھتا ہوں اس میں بھی عارب وغیرہ ان کے ساتھ شامل ہوں گے۔ اے ابیکا! اب تم جاؤ اور یہ معلوم کر کے آؤ کہ میرے ساتھ یہ سارا معاملہ کس نے اور کہاں سے کیا ہے۔"

یوناف خاموش ہو گیا اور ابیکا اس کی گردن پر لمس دیتی ہوئی علیحدہ ہو گئی۔

○

تھوڑی دیر تک یوناف وہیں نیل کنارے گیلی ریت پر ابیکا کے حصار میں بیٹھا رہا۔ اسے زیادہ انتظار نہ کرنا پڑا۔ جلد ہی ابیکا لوٹ آئی اور اس کی گردن پر لمس دیتے ہوئے اس نے اپنی جرس کی طرح کھنکتی ہوئی آواز

میں اس سے کہا:

"اے یوناف! میرے حبیب! تمہارے ساتھ یہ جو حادثہ پیش آیا ہے اس کی ساری وجہ میں جان آئی ہوں۔ اور وہ یہ ہے کہ عارب، بیوسا اور بنیطہ اس وقت ممفس شہر میں موجود ہیں اور عزازیل ان کی پشت پناہی کر رہا ہے اس لیے کہ عزازیل کے کہنے پر مصر کی ملکہ ڈوکہ نے مصر کی ایک بڑی ساحرہ تزورہ کی خدمات حاصل کی ہیں اور تزورہ نے ملکہ کے لیے ایک ایسی طلسمی دیوار بنائی ہے جس پر کسی بھی جاندار یا انسان کی تصویر بنا کر اسے جو بھی اذیت دی جائے وہ اذیت اصل حقیقی انسان کو بھی پہنچتی ہے۔ عارب، بیوسا اور بنیطہ بھی ساحرہ تزورہ کے ساتھ کام کر رہے ہیں۔ ان کا بڑا مقصد یہ ہے کہ تزورہ کی بنائی ہوئی دیوار کا طلسمی عمل کسی طرح حاصل کیا جائے۔

اسی طلسمی دیوار پر عارب نے تمہاری تصویر بنائی ہے اور اس تصویر پر ساحرہ تزورہ نے عمل کیا جس کی وجہ سے تمہارے پیٹ میں زخم ہوا اور خون بہنے لگا۔

اور اے یوناف! اب تم اس حصار سے باہر نکل آؤ کیونکہ جس وقت میں اس طلسمی دیوار کو دیکھ رہی تھی جس کے اوپر تمہاری شبیہ بنی ہوئی تھی اور تصویر کے پیٹ کے مقام پر ساحرہ تزورہ نے چھری سے اذیت کا عمل شروع کر رکھا تھا اسی وقت مصر کی ملکہ ڈوکہ وہاں آ نمودار ہوئی۔ اس کے ساتھ اس کے محافظ بھی تھے۔ پس اس نے ساحرہ تزورہ سے اپنے ایک باغی اور سرکش سردار کو اذیت میں ڈالنے کا حکم دیا۔ اس پر ملکہ کے ایک محافظ نے طلسمی دیوار پر بنی تمہاری تصویر کو مٹا کر اس باغی سردار کی تصویر بنا دی اور اب وہ ساحرہ تزورہ ملکہ کے کہنے پر اسی تصویر کو اذیت دے رہی ہے تمہیں اذیت دینے کا عمل ختم ہو چکا ہے۔"

یوناف ابیکا کے کہنے پر حصار سے باہر نکل آیا اور تشویش ناک انداز میں کہا:

"اے ابیکا! یہ تو ایک عارضی چھٹکارا ہے کہ ملکہ کے کہنے پر میری جگہ اس کے باغی سردار کو اذیت دی جا رہی ہے لیکن اس کے بعد پھر عارب ساحرہ تزورہ کے ساتھ مل کر اس دیوار پر میری تصویر بنا کر مجھے اذیت اور عذاب میں مبتلا کر سکتا ہے۔"

ابیکا نے مسکراتی ہوئی آواز میں کہا:

"نہیں یوناف! اب ایسا نہیں ہوگا۔"

یوناف نے پوچھا:

"وہ کیسے؟"

ابیکا نے جواب دیا:

"میں نے ان کے طلسمی عمل کا توڑ بھی معلوم کر لیا ہے اور وہ یہ کہ جس وقت تم اذیت میں مبتلا ہوا کرو تم فوراً اپنی

سحری قوتوں کو حرکت میں لا کر اپنی شکل اور جسمانی ساخت بدل لیا کرو۔

"اس طرح تمہاری شکل دیوار پر بنی ہوئی تمہاری تصویر سے نہ ملے گی اور یوں تزورہ کا یہ عمل تمہارے خلاف کام نہ کرے گا اس کے علاوہ میں یہ بھی کہوں گی کہ آؤ کچھ عرصہ کے لیے مصری سرزمین سے نکل چلیں اور ساحرہ تزورہ کے عمل سے بچے رہنے کے علاوہ اس کے خلاف عملی قدم اٹھانے کی تدبیر بھی سوچیں۔"

جواب میں یوناف نے کہا:

"اے ابلیکا! میرا ذاتی خیال یہ ہے کہ میں اس وقت تک اپنی شکل و صورت اور جسمانی ساخت کو اپنی سحری قوتوں سے بدل کر رکھتا ہوں جب تک تزورہ کے اس سحری عمل پر قابو نہ پا لیا جائے یا جب تک ہم ساحرہ تزورہ کو عارب، بیوسا اور بنبیطہ سے علیحدہ نہیں کر دیتے۔

اے ابلیکا! جہاں تک مصری سرزمین کو چھوڑ کر کہیں اور چلے جانے کا تعلق ہے تو میں تمہارے اس مشورے سے اتفاق نہیں کرتا۔ اب جبکہ ہمیں معلوم ہو گیا ہے کہ ساحرہ تزورہ کی بنائی ہوئی طلسمی دیوار پر میری شبیہ بنا کر عارب ہی مجھے اذیت میں ڈالتا ہے اور جب ہم نے اس کا حل بھی تلاش کر لیا ہے کہ اگر میں اپنی سحری قوتوں کو حرکت میں لا کر اپنی شکل بدل لوں تو میں اس اذیت سے بچ سکتا ہوں۔ تو اس صورت حال میں اے ابلیکا! میں پسند نہ کروں گا کہ یہاں سے نکل کر کسی اور طرف چلا جاؤں بلکہ میں یہیں پر اپنے محل کے اندر رہتے ہوئے عارب، بیوسا اور بنبیطہ کے خلاف حرکت میں آؤں گا اور انجام کار ایک دن وہ میرے سامنے جھکنے پر مجبور ہو جائیں گے۔"

ابلیکا نے اپنی صفائی پیش کرتے ہوئے کہا:

"اے یوناف! میں نے مصر سے کہیں اور چلے جانے کا مشورہ اس بنا پر دیا تھا کہ ہو سکتا ہے تزورہ کا یہ طلسمی دیوار کا عمل کسی خاص دوری تک ہی محدود ہو۔ میں یہ چاہتی تھی کہ ہم یہاں سے کچھ عرصہ کے لیے کہیں اور نکل جائیں۔ ہو سکتا ہے اس طرح تزورہ کا یہ عمل تم پر اثر انداز نہ ہو۔

بہرحال اگر تم یہیں رہ کر ان کے خلاف جہاد کرنے کا ارادہ رکھتے ہو تو میں عملی طور پر تم سے تعاون ضرور کروں گی اور اس کی تائید کرتی ہوں اور مجھے امید ہے کہ ہم بہت جلد تزورہ کے اس سحری عمل پر بھی قابو پا لیں گے۔"

جواب میں یوناف خاموش رہا۔ پھر وہ سوچنے کے انداز میں گردن جھکائے سیڑھیاں چڑھتا ہوا اپنے محل کے اندر کی طرف چل پڑا۔

ساحرہ تزورہ اپنی طلسمی دیوار کے سامنے کھڑی دیوار کے اوپر ملکہ دلوکہ کے ایک باغی سردار کی بنی ہوئی تصویر کو سحری عمل کے ذریعے اذیتیں دے رہی تھی اور اس کے قریب ہی ملکہ دلوکہ کے علاوہ عارب، بیوسا اور بنبیطہ بھی کھڑے تھے جبکہ ملکہ کے محافظ عمارت کے باہر چاروں طرف پھیلے ہوئے تھے۔

اس موقع پر ملکہ دلوکہ نے ساحرہ تزورہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

"اے ساحرہ! اب اسے اذیتیں دینے کے بجائے اس کا کلی طور پر خاتمہ کر دو۔"

ملکہ کے حکم پر ساحرہ تزورہ نے طلسمی دیوار پر بنی باغی سردار کی گردن پر زور سے چھری پھیرتے ہوئے ایک طرح سے اس کی گردن بدن سے الگ کر دی۔

پھر ہلکی ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ اس نے ملکہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا:

"اے ملکہ! آپ کے حکم کے مطابق میں نے آپ کے سردار کی گردن کاٹ کر اس کا خاتمہ کر دیا ہے۔ اب آپ اس کی رہائش گاہ سے اس کی موت کی تصدیق کرا سکتی ہیں۔"

جواب میں ملکہ دلوکہ کے چہرے پر پُرسکون مسکراہٹ بکھر گئی۔ پھر وہ اپنے محافظوں کے ساتھ اس طلسمی مکان سے چلی گئی۔

ملکہ کے جانے کے بعد عارب نے ساحرہ تزورہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: "اے تزورہ! اس سے پہلے جو ہم نے طلسمی دیوار پر یوناف کی تصویر بنا کر اذیت دی تھی تو اس کے متعلق ہمیں کیا معلوم کہ وہ اذیت اسے پہنچی بھی ہے یا نہیں۔"

اس پر تزورہ نے گہری مسکراہٹ کے ساتھ کہا:

"اگر تم اس کی تصدیق ہی چاہتے ہو تو ایک بار پھر اس کی تصویر دیوار پر بناؤ۔ میں اسے اذیت دیتی ہوں اور تم جا کر دیکھو کہ اسے اذیت ہوتی ہے یا نہیں۔"

عارب نے مطمئن انداز میں تزورہ کی تائید کرتے ہوئے کہا: "ہاں یہ درست ہے۔ میں دیکھوں گا کہ یوناف کس طرح اذیت میں مبتلا ہوتا ہے۔"

اس کے ساتھ ہی اس نے آگے بڑھ کر جلدی جلدی طلسمی دیوار پر یوناف کی تصویر بنا دی۔ جب وہ اس تصویر کو مکمل کر چکا تو ساحرہ تزورہ نے پھر اپنی چھری سنبھالی اور اپنے سحری عمل کو استعمال کرتے ہوئے دیوار پر بنی یوناف کی تصویر کو اذیت دینا شروع کر دی۔

اس کے ساتھ ہی عارب وہاں سے یوناف کو مبتلائے اذیت دیکھنے کے لیے نکل گیا۔

اپنے محل کے اندر یوناف اپنی خوابگاہ میں بیٹھا تھا اور اس وقت وہ اپنی اصل شکل و صورت میں نہ تھا۔ ابلیکا نے اس کی گردن پر لمس دیا اور اپنی گنگناتی ہوئی آواز میں کہا:

"اے یوناف! آؤ، تھوڑی دیر کے لیے اپنی سری قوتوں کو حرکت میں لاؤ اور یہاں سے غائب ہو جاؤ۔ اس لیے کہ عارب نے ایک بار پھر ملکہ دوکہ سے جانے کے بعد طلسمی دیوار پر تمہاری تصویر بنائی ہے اور اب ساحرہ تزورہ اس تصویر کو اپنے سحری عمل کے ذریعے اذیتیں پہنچا رہی ہے جبکہ عارب اس طرف آ رہا ہے یہ دیکھنے کے لیے کہ تزورہ کے عمل کی وجہ سے تم کیسی اذیت اور عذاب میں مبتلا ہو۔"

جواب میں یوناف کے ہونٹوں پر ہلکی ہلکی خوش گوار مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ اس کے ساتھ ہی وہ اپنی سری قوتوں کو حرکت میں لایا اور وہاں سے غائب ہو گیا۔

○

ساحرہ تزورہ طلسمی دیوار پر بنی یوناف کی تصویر کو اذیتیں دے رہی تھی کہ تھوڑی دیر بعد عارب لوٹ آیا۔ اسے دیکھتے ہی تزورہ نے اپنے ہاتھ میں پکڑی ہوئی چھڑی ایک طرف ڈال دی اور اپنا عمل ختم کرتے ہوئے اس نے دیوار پر بنی یوناف کی تصویر کو اذیت میں مبتلا کرنا بند کر دیا۔

پھر اس نے عارب کو مخاطب کر کے پوچھا:

"اے عارب! تم نے یوناف کو کس حالت میں دیکھا؟"

تزورہ کے سوال پر عارب نے مایوس اور افسردہ لہجے میں کہا: "میں اپنی ہیئت بدل کر یوناف کے محل کی طرف گیا تھا لیکن مجھے مایوسی ہوئی کہ اس کا محل خالی پڑا ہے۔ وہ وہاں نہیں ہے۔ میں وہاں زیادہ دیر نہیں ٹھہرا۔ کچھ اس خدشے کی وجہ سے کہ کہیں اس کے تحت کام کرنے والی ابلیکا وہاں نہ آ پہنچے اور مجھے کسی عذاب میں مبتلا نہ کر دے لہٰذا میں واپس چلا آیا لیکن مجھے اب بھی ایک طرح کی جستجو ہے کہ نہ جانے یوناف اس سحری عمل سے اذیت میں مبتلا ہوا بھی ہے یا نہیں۔"

عارب کو تسلی دینے کی خاطر تزورہ نے زوردار آواز میں کہا:

"اے عارب! یوناف اگر اپنا محل چھوڑ کر کہیں اور جا چکا ہے تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ وہ جہاں کہیں بھی ہوگا ہمارے اس سحری عمل سے اذیت اور عذاب میں ضرور مبتلا ہو گا۔"

اس کے ساتھ ہی تزورہ اٹھ کھڑی ہوئی:

"آؤ۔ اب آرام کریں۔"

یہ کہہ کر تزورہ وہاں سے ہٹ کر اپنے کمرۂ خواب کی طرف چلی گئی جبکہ عارب، بیوسا اور بنیط بھی وہاں سے ہٹ کر اپنے اپنے کمروں کی طرف چلے گئے۔

○

ایران کا بادشاہ کیکاؤس یمن کے بادشاہ حارث سے شکست کھانے کے بعد یمن کے ایک اندھے کنوئیں میں اسیر رہا تھا اور اس اسیری کے دوران اس نے بڑی اذیتیں جھیلی تھیں لہٰذا جب رستم اسے یمن سے نکال کر ایران کے شہر بلخ میں لایا تو کچھ دن تک وہ نہایت افسردہ اور اداسی کے دن گزارتا رہا۔ اس دوران رستم سیستان میں اپنے گھر کی طرف چلا گیا۔

کیکاؤس نے یمن میں اٹھائی ہوئی اذیتوں کو فراموش کرنے کے لیے اپنے ملک کے مختلف حصوں کی سیاحت کرنے کا فیصلہ کیا تاکہ وہ ذہنی طور پر مشغول رہے۔ اور یمن میں اسیری کے دوران اٹھائے ہوئے عذاب کو فراموش کر سکے۔

اپنی اس سیاحت کی ابتدا اس نے اپنی سلطنت کے علاقے مازندران سے شروع کرنا چاہی کیونکہ اس نے لوگوں سے سن رکھا تھا کہ مازندران جنات کا مرکز ہے لہٰذا اس کے ذہن پر جنات کو دیکھنے کا بھوت سوار ہو گیا۔ اپنی اس خواہش کی تکمیل کے لیے اس نے اپنے سفر کی تیاریاں مکمل کیں اور مازندران کی طرف روانہ ہو گیا۔

لیکن اس کی بدقسمتی کہ جونہی وہ مازندران کے ویرانوں اور ریگزاروں میں داخل ہوا اسے ایک جن، جس کا نام سفید تھا، اپنا اسیر اور قیدی بنا لیا۔

یہ کیفیت دیکھ کر کیکاؤس کے ساتھ جو لوگ تھے، وہ اپنی جانیں بچا کر وہاں سے بھاگ نکلے اور اپنے شہر بلخ واپس آ گئے۔ اور لوگوں کو کیکاؤس کی اس اسیری کی اطلاع کر دی۔

آخر بلخ کے سرکردہ لوگوں نے رستم کو سیستان میں کیکاؤس کی اس گمشدگی کی اطلاع دی تو وہ طوفانی انداز میں پھر بلخ آیا اور اس کے بعد کیکاؤس کو جنات سے چھڑانے کی خاطر اس خطرناک مہم پر روانہ ہو گیا۔

اس مہم میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے رستم کو چونکہ سات قسم کی مہموں اور منزلوں سے گزرنا تھا لہٰذا اس کی ان مہموں کو ہفت خوانِ رستم کا نام دے دیا گیا۔

چونکہ فارسی اور اردو ادب میں اس ہفت خوانِ رستم کا کثرت سے نام لیا گیا ہے لہٰذا پڑھنے والوں کی دلچسپی کے لیے ہم اختصار کے ساتھ رستم کی ان سات منزلوں کا ذکر کرتے ہیں جن سے گزر کر اس نے کیکاؤس کو جنات کی اسیری سے نجات دلوائی تھی۔

○

اپنی پہلی ہی منزل میں رستم کا مقابلہ ایک خونخوار شیر سے پڑتا ہے اور وہ اس طرح کہ دن بھر سفر کرنے کے بعد رستم ایک درخت تلے ستانے کے لیے بیٹھ جاتا ہے جبکہ اپنے گھوڑے کو وہ پانی پینے اور چرنے کے لیے چھوڑ دیتا ہے۔ یاد رہے کہ رستم کے اس گھوڑے کا نام رخش تھا اور یہ اردو اور فارسی ادب میں اس نام سے خوب جانا پہچانا جاتا ہے اور اس گھوڑے کی خاصیت یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ یہ بھی رستم کی طرح عام گھوڑوں کی نسبت زیادہ زورآور اور پرقوت تھا۔

بہرحال جس وقت رستم درخت تلے لیٹ کر سستا رہا ہوتا ہے تو قریبی چٹانوں کے اندر سے گھوڑے اور انسان کی بو پا کر ایک شیر اپنی کچھار سے نکل پڑتا ہے اور گھوڑے کی طرف بڑھتا ہے۔ شیر کو دیکھ کر گھوڑا بری طرح ہنہنانے لگتا ہے اور دولتیاں جھاڑنے لگتا ہے۔

گھوڑے کے ہنہنانے کے باعث رستم اٹھ کھڑا ہوتا ہے لیکن اس سے پہلے کہ وہ شیر سے مقابلہ کرے شیر اس سے پہلے ہی اس کے گھوڑے پر حملہ آور ہوتا ہے اور جواب میں اپنا دفاع کرتے ہوئے گھوڑا اس پر دولتیاں جھاڑتا ہے۔ اس عمل سے گھوڑے کی دولتیوں سے شیر مر جاتا ہے۔

رستم اپنے گھوڑے کی کارگزاری پر خوش ہوتا ہے اور دوبارہ سفر پر روانہ ہو جاتا ہے۔

○

رستم کی دوسری منزل پہلی منزل سے بھی زیادہ خوفناک اور بھیانک ہے۔ وہ اس طرح کہ اپنی منزل کی طرف بڑھتے ہوئے وہ ایک دشت میں داخل ہوتا ہے اور بدقسمتی سے اس دشت میں وہ راستہ بھول جاتا ہے۔ کافی دیر تک وہ صحرا کے اندر بھٹکتا رہتا ہے مگر شدید گرمی میں وہ صحرا میں کسی انسان کو نہیں پاتا اور نہ ہی اسے کوئی راستہ ملتا ہے۔ صحرا میں یونہی کافی دیر تک سفر کرنے کے بعد رستم اور اس کا رخش دونوں ہی پیاس اور تھکاوٹ کا شکار ہو جاتے ہیں اور پیاس کی شدت سے گھوڑا اس قدر نڈھال ہو رہا ہوتا ہے کہ آسانی سے اس کا قدم نہیں اٹھتا۔ پیاس کے مارے خود رستم کے پاؤں رکاب میں جم نہیں پاتے اور گلا اس قدر خشک ہو جاتا ہے کہ اس کے حلق سے آواز بھی آسانی سے نہیں نکل پاتی۔

اتفاق سے اس عالم میں صحرا کے اندر ایک بھیڑ نمودار ہوتی ہے۔ رستم اس بھیڑ کو صحرا سے نکلنے کی آخری امید خیال کرتے ہوئے اپنے گھوڑے کو اس کے تعاقب میں لگا دیتا ہے۔

رستم کا گھوڑا پیاس کے باعث درماندہ اور تھکاوٹ کا شکار ہوتا ہے لہٰذا اس بھیڑ کو پکڑ نہیں پاتا اور اسی بھاگ دوڑ میں وہ بھیڑ ایک چشمے کے کنارے آ رکتی ہے۔

چونکہ اس بھیڑ کے باعث رستم کو صحرا کی اذیت اور عذاب سے نجات ملتی ہے لہٰذا وہ اس بھیڑ کو پانی پی کر جانے دیتا ہے۔ ٹھنڈے میٹھے شفاف پانی کے چشمے سے خود بھی پانی پیتا ہے اور اپنے گھوڑے کو بھی پلاتا ہے۔ اسی چشمے کے کنارے بیٹھ کر اپنا زاد راہ نکال کر خود بھی کھاتا ہے اور گھوڑے کو بھی ستانے اور چرنے کے لیے کھلا چھوڑ دیتا ہے۔ کافی دیر وہاں آرام کرنے کے بعد رستم آگے روانہ ہوتا ہے۔

○

تیسری منزل میں ایک انتہائی خوفناک اژدہا رستم پر حملہ آور ہوتا ہے۔ اژدہے سے نمٹنے کے لیے رستم اپنے گھوڑے سے اتر کھڑا ہوتا ہے۔ اسی کشمکش کے دوران اژدہا گھوڑے پر حملہ آور ہوتا ہے۔ جواب میں گھوڑا اسی طرح ہنہنانے اور دولتیاں جھاڑنے لگتا ہے جس طرح اس نے پہلی منزل میں دولتیاں جھاڑ کر شیر کا خاتمہ کر دیا تھا۔ پس جب گھوڑا اژدہے کو دولتیاں مار رہا ہوتا ہے اور اژدہے کی رغبت گھوڑے کی طرف ہوتی ہے تو رستم اپنی تلوار سے اسے دو ٹکڑوں میں کاٹ کر رکھ دیتا ہے۔

اس طرح اژدہے سے اپنی جان بچا کر رستم اپنی تیسری منزل میں کامیابی کے ساتھ بچ نکلنے میں فتح مند ہو جاتا ہے۔

○

چوتھی منزل میں رستم کا واسطہ ایک جادوگر عورت سے پڑتا ہے۔ وہ اس طرح کہ اپنے سفر کے دوران رستم ایک چشمے کے کنارے آ رکتا ہے جہاں پر ایک بہترین دسترخوان سجا ہوتا ہے اور رستم نے دیکھا کہ اس دسترخوان پر بھنا ہوا ایک دنبہ اس حالت میں پڑا تھا کہ اس میں سے ابھی تک بھاپ نکلتی تھی۔ اس کے علاوہ دسترخوان کے قریب ہی شراب کی صراحیاں اور سبو رکھے تھے اور پاس ہی ایک طنبورہ بھی پڑا تھا۔

رستم حیران ہوتا ہے کہ جنگل میں جہاں پر نہ کوئی انسان ہے نہ آبادی! یہ چیزیں کہاں سے آئیں۔ بہرحال وہ چونکہ سفر کے باعث بھوک اور پیاس محسوس کر رہا ہوتا ہے اور بھنا ہوا دنبہ اور قیمتی شراب اس کے سامنے رکھی ہوتی ہے تو وہ ان سے مستفید ہونے کا ارادہ کر لیتا ہے۔ وہ اپنے گھوڑے سے اتر پڑتا ہے اور اپنی تلوار نکال کر وہ درختوں کے اطراف میں گھومتا ہے کہ شاید کوئی شخص وہاں بیٹھا ہوا دکھائی دے جس نے وہ دسترخوان سجایا ہے مگر کوئی نہیں ملتا۔

جب اس کا گھوڑا چشمے سے پانی پینے لگتا ہے تو کچھ دیر تک رستم اس دسترخوان کے چاروں طرف اس کے مالک کو تلاش کرتا ہے۔ جب اسے ناکامی ہوتی ہے تو وہ دوبارہ دسترخوان کے پاس آ کھڑا ہوتا ہے۔

طنبورہ کی طرف دیکھتے ہوئے اچانک رستم کے ذہن میں ایک ترکیب آتی ہے کہ اسے طنبورہ اٹھا کر بجانا چاہیے اور بلند آواز میں طنبورے کی لے پر گانا چاہیے۔ ہو سکتا ہے کہ طنبورہ اور اس کی آواز سن کر وہ شخص آ جائے جس نے یہ دسترخوان سجا رکھا ہے۔

یہ خیال آتے ہی رستم آگے بڑھ کر طنبورہ اٹھا لیتا ہے اور اسے بغل میں دبا کر بجانے کے ساتھ ساتھ اپنی بلند آواز میں ایک گیت بھی گاتا ہے جس کا مفہوم اس طرح کا تھا:

یہ صدا رستم بدنشاں کی ہے
جسے زمانے کی خوشیوں کا بہت کم حصہ ملا ہے
جبکہ اس نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ دکھوں سے بھرپور مہموں اور مصائب میں گزارا ہے
اسے اپنی مہموں کی ہولناکیوں سے ابھی فرصت و فراغت نصیب نہیں ہوئی
اور جام و مینا، پھول اور سبزہ زار، حسن و جمال اس کی قسمت میں نہیں ہیں
اور وہ اپنی زندگی میں
دکھوں اور مصائب کے خلاف برسرِپیکار رہنے کے لیے پیدا ہوا ہے!

رستم کا یہ نغمہ اور طنبورے کی آواز سن کر وہ جادوگرنی وہاں آتی ہے جس نے وہ دسترخوان سجا رکھا تھا۔ رستم نے دیکھا کہ وہ لہراتی اور مسکراتی ہوئی اس کی طرف آ رہی تھی۔

اس کے آنے کا انداز ایسا تھا جیسے وہ رستم کی آشنا اور برسوں سے جاننے والی ہو۔ اب رفتہ رفتہ وہ رستم سے قریب ہوتی جا رہی تھی۔

رستم نے دیکھا کہ وہ ایک نوجوان عورت تھی اور اس کے چہرے پر زندگی کی شادابی اور حسن تھا لیکن جونہی

وہ رستم کے اور زیادہ قریب آئی رستم پریشان ہو کر رہ گیا۔

اس نے دیکھا کہ اس عورت کے چہرے کی ساری زیبائی اور شادابی ایک لمحے کے اندر جاتی رہی تھی جیسے خزاں کی آمد پر پھولوں کی پتیاں مرجھا کر اور خشک ہو کر بکھر جاتی ہیں اور رستم نے یہ بھی دیکھا کہ وہ عورت اب جوانی و شادابی کھو جانے کے باعث سیاہ فام بڑھیا دکھائی دینے لگی تھی۔

رستم سمجھ گیا کہ یہ کوئی عام عورت نہیں ہے جو لمحوں کے اندر اس طرح کے رنگ اور ڈھنگ بدلتی جا رہی ہے۔

شاید وہ یہ جان گیا تھا کہ وہ ساحرہ ہے اور اسے کسی ابتلا میں ڈال کر رکھ سکتی ہے۔

اس بنا پر رستم فوراً حرکت میں آیا۔ اپنے کندھے پر لٹکی کمند اس نے جادوگرنی پر پھینکی اور اس کو کھینچ کر اس کا سر اپنی تلوار سے کاٹ ڈالا۔

اس طرح رستم اپنی اس مہم کو بھی سر کرنے میں کامران رہا۔

اپنی پانچویں مہم میں رستم کی ملاقات ایک ایسے شخص سے ہوتی ہے جس کا نام اولاد ہوتا ہے اور وہ مازندران کے سارے علاقے سے خوب واقفیت اور آگاہی رکھنے والا ہوتا ہے۔

رستم اولاد سے ملتا ہے اور اس سے وعدہ کرتا ہے کہ جب وہ سفید جن پہ قابو پا کر ایران کے بادشاہ کیکاؤس کو رہا کرا لے گا تب وہ اولاد کو مازندران کے علاقے کا حاکم مقرر کر دے گا بشرطیکہ اولاد مازندران تک رستم کے ساتھ سفر کرے کہ جب تک رستم کیکاؤس کو تلاش نہیں کر لیتا اس وقت تک اولاد مازندران کے علاقے میں اس کی رہبری و رہنمائی کرتا رہے۔

اولاد نے رستم کی اس شرط کو بخوشی قبول کر لیا۔ اس طرح رستم اولاد کی رہنمائی میں مازندران کے اس علاقے کی طرف بڑھنے لگا جہاں پر اولاد کے بیان کے مطابق ایران کے بادشاہ کیکاؤس کو اسیر کر کے رکھا گیا تھا۔

رستم اور اولاد کوہستانوں کے درمیان ہولناک راستوں سے گزرتے ہوئے کوہستان اسپروز پر جا پہنچے اس پہاڑ کی چوٹی پر جا کر رستم سے اولاد نے کہا:

"اے رستم! ایران کا بادشاہ کیکاؤس جنات کی جستجو اور تلاش میں انہی علاقوں کی طرف آیا تھا اور یہیں پر سفید جن نے اسے اپنا اسیر اور قیدی بنا کر رکھ لیا۔ پس اے رستم! میں تمہیں اس سفید جن پر قابو پانے کا طریقہ بتاتا ہوں

وہ یہ کہ رات کا کچھ حصہ ہم دونوں کوہستان اسپروز کی اس چوٹی پر گزارتے ہیں اور رات کے پچھلے حصے میں ہم سفید جن کو اپنا نشانہ بناتے ہوئے اس پر حملہ آور ہوں گے اور اس کا کام تمام کر دیں گے اور کیکاؤس کو اس کی قید سے نجات دلا دیں گے۔"

رستم نے اولاد کی اس تجویز کی تائید کی اور وہ دونوں رات کا پہلا حصہ گزارنے کے لیے کوہستان اسپروز کی چوٹی پر بیٹھ گئے۔

اچانک اولاد کو کوئی خیال گزرا اور اس نے رستم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

"اے رستم! کوہستان اسپروز کی اس چوٹی پر سو نہ جانا بلکہ جاگتے رہنا۔ اس لیے کہ جو بھی انسان اس طرف آتا ہے اور سفید جن کو اگر خبر ہو جائے کہ کوئی اس کے خلاف کام کرنے کے لیے ادھر آیا ہے تو وہ اپنے نائب کو بھیجتا ہے جو ان علاقوں میں داخل ہونے والوں کو پکڑ کر مازندران کے اس قلعہ میں جو نیچے وادی میں دکھائی دے رہا ہے، اسیر کر دیتا ہے۔ کیکاؤس بھی اسی طرح ادھر آیا تھا اور سفید جن کے نائب نے اسے مازندران کے قلعے میں اسیر کر دیا ہے۔ اور اے رستم! میں تمہیں یہ بھی بتا دوں کہ سفید جن کے نائب کا نام ارژنگ ہے اور یہ بھی جنات میں سے ہے اور انتہا درجے کا طاقتور اور زور آور ہے۔ پس اے رستم! تم جاگتے رہنا۔ ایسا نہ ہو کہ سفید جن کو ہماری آمد کی اطلاع ہو جائے اور ارژنگ ہم دونوں پر حملہ آور ہو کر کیکاؤس کی طرح ہمیں بھی کہیں مازندران کے قلعے میں قید نہ کر دے۔ اگر ایسا ہو گیا تو نہ ہم دونوں کو اور نہ کیکاؤس کو کوئی چھڑانے آئے گا اور ہم تینوں اسی مازندران کے قلعے میں ایڑیاں رگڑ رگڑ کر ہلاک ہو جائیں گے۔"

اولاد خاموش ہو گیا۔

○

جب آدھی رات گزر جاتی ہے تو انہیں نیچے وادی میں مازندران کے قلعے کی طرف سے آگ کے شعلے بلند ہوتے دکھائی دیتے ہیں اور اس کے ساتھ ہی فضاؤں کے اندر ایسا شور و غل سنائی دیتا ہے جیسے کوئی آدم زادوں کا بہت بڑا طوفان اٹھ کھڑا ہوا ہو۔

اس پر رستم نے چونک کر اولاد سے پوچھا:

"اے اولاد! یہ قلعہ مازندران کی طرف سے شور اور آگ کے شعلے بلند ہونے کی کیا وجہ ہے اور وہ بھی آدھی رات کے وقت؟"

اولاد نے بدحواسی سے جواب دیا:

"اے رستم! میں تمہیں پہلے بھی بتا چکا ہوں کہ نیچے وادی میں مازندران کا قلعہ ہے اور یہیں پر سفید جن کا بسیرا ہے اور یہ شور اور آگ کے شعلے اس وقت بلند ہوتے ہیں جب سفید جن کسی غیر مانوس آدمی کو اس علاقے میں پاتا ہے۔ پس یہ شور اور آگ اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ کسی کی بدبختی آنے والی ہے۔ پس اے رستم! میں سمجھتا ہوں کہ یہ بدبختی ہم دونوں کی طرف بڑھ رہی ہے اس لیے کہ میرے خیال میں سفید جن نے ہمیں دیکھ لیا ہے اور عنقریب تم دیکھو گے کہ سفید جن اپنے نائب جن ارژنگ کو ہم پر حملہ آور ہونے کے لیے روانہ کرتا ہے۔"

ابھی یہ گفتگو تمام ہوتی ہی ہے کہ رستم چونک کر کھڑا ہو جاتا ہے اور اپنی تلوار کو ایک جھٹکے سے بے نیام کر لیتا ہے کیونکہ ارژنگ انسانی صورت میں انہیں آتا دکھائی دیتا ہے۔

رستم اور اولاد نے دیکھا کہ وہ انسانی جسم طاقتور اور کریہہ شکل و صورت میں تھا۔ پس رستم ارژنگ کا مقابلہ کرنے کا فیصلہ کر لیتا ہے۔ اور اولاد ان کی جنگ دیکھنے کے لیے ایک طرف ہٹ کر کھڑا ہو جاتا ہے۔

پس جونہی ارژنگ رستم پر حملہ آور ہوتا ہے رستم اپنی تلوار کو حرکت دیتا ہے اور ایسے انداز سے ارژنگ پر وار کرتا ہے کہ پہلے ہی حملے میں ارژنگ کا کام تمام کر کے رکھ دیتا ہے۔ یوں ارژنگ کے خاتمے کے بعد رستم کی چھٹی مہم ختم ہوتی ہے۔

○

اب رستم کی ساتویں اور آخری مہم کی ابتدا ہوتی ہے۔

وہ اس طرح کہ ارژنگ کو ٹھکانے لگانے کے بعد رستم اولاد کی رہنمائی میں مازندران کے قلعے کی طرف بھاگ کھڑا ہوتا ہے۔

یہاں مازندران کے قلعے کے دروازے پر سفید جن اپنے ساتھی ارژنگ کی واپسی کا منتظر ہوتا ہے جسے اس نے رستم اور اولاد پر حملہ کرنے کے لیے بھیجا ہوتا ہے۔

رستم اچانک آگے بڑھ کر سفید جن پر حملہ آور ہوتا ہے اور اسے اپنے زوردار حملے کے پہلے ہی ہلے میں کاٹ کر رکھ دیتا ہے۔

اس طرح سفید جن کو قتل کرنے کے بعد رستم مازندران کے قلعے میں داخل ہوتا ہے اور بڑی مشکل سے ایک کوٹھڑی میں پڑے کیکاؤس کو تلاش کرنے میں کامیاب ہوتا ہے۔

کیکاؤس بھی اس کوٹھڑی میں رستم کے انتظار میں بڑی مشکل کے دن گزار رہا ہوتا ہے۔ بہرحال رستم کیکاؤس کو مازندران کی اس اسیری سے نجات دلا کر واپس ایران کے مرکزی شہر بلخ لانے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔

یوں رستم کی ساتوں مہموں کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔

مازندران کی اس مہم سے فارغ ہونے کے بعد کیکاؤس ہی کے عہد میں رستم ایک اور المیے سے دوچار ہوا۔ اور اس المیے میں رستم کا بیٹا خود اپنے باپ ہی کے ہاتھوں مارا گیا۔

اس سرگزشت کی تفصیل مشہور شاعر فردوسی نے اپنے اشعار میں بیان کی ہے اور رستم پر گزرنے والے اس المیے کی ابتدا کچھ اس طرح ہوتی ہے۔

ایک روز رستم اپنے گھوڑے رخش پر سوار شکار کی غرض سے نکلا۔ کافی دیر تک وہ شکار تلاش کرتا رہا لیکن اسے کامیابی نہ ہوئی۔

آخر وسیع ویرانوں کے اندر اس نے ایک گورخر کو دیکھا جو ریتلی زمین پر ابھری ہوئی جھاڑیوں کے اندر بیٹھا جگالی کر رہا تھا۔ اس نے رستم کو گھوڑے پر سوار اپنی طرف آتے دیکھا تو جگالی کرنا بھول گیا اور بھاگ کھڑا ہوا۔

رستم کو چونکہ کافی دیر سے شکار نہ ملا تھا اور وہ کسی بھی صورت ناکام نہ لوٹنا چاہتا تھا لہٰذا اس نے ارادہ کر لیا کہ وہ ہر صورت میں اس گورخر کا شکار کرے گا۔

پس اس نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور گورخر کے تعاقب میں ڈال دیا۔ گورخر جو ان ویرانوں میں اپنا پیٹ بھرنے کے بعد آرام سے بیٹھا جگالی کر رہا تھا زیادہ دیر تک ان ویرانوں میں رخش کے آگے نہ بھاگ سکا۔ لہٰذا رستم اپنا گھوڑا دوڑاتا ہوا اس گورخر کے قریب پہنچا۔ ترکش سے تیر نکال کر کمان میں جوڑا اور تاک کر گورخر کے مارا۔ تیر کارگر ثابت ہوا اور گورخر لڑھکتا ہوا زمین پر گر گیا۔

جست لگا کر رستم اپنے گھوڑے سے اترا۔ بھاگ کر اس نے گورخر کو سنبھالا اور صحرا میں ہی اس کی چمڑی اتار کر اس

کے گوشت کے ٹکڑے کیے۔ پھر آگ روشن کی۔ پیٹ بھر کر گورخر کا گوشت بھون کر کھایا۔ پھر ایک قریبی چشمے سے پانی پیا اور اپنے رخش کو چرنے کے لیے کھلا چھوڑ کر اس چشمے کے کنارے ایک درخت کے نیچے سو رہا۔

رستم گہری نیند سو رہا تھا کہ اس طرف سے کچھ ترکستانیوں کا گزر ہوا۔ وہ ترکستانی رستم کے پاس رکے اور جب انہوں نے دیکھا کہ رستم گہری نیند سو رہا ہے تو وہ آگے بڑھے۔ رستم کے گھوڑے رخش کو پکڑا اور اسے لے کر وہ اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گئے۔

رستم جب بیدار ہوا تو اسے اپنا رخش کہیں نظر نہ آیا۔ وہ حیران اور فکرمند ہوا اور اٹھ کر ادھر ادھر بھاگ کر اپنے گھوڑے کو تلاش کرنے لگا لیکن گھوڑا اسے نہ ملا۔

آخر وہ اپنے گھوڑے کے پاؤں کے نشان تلاش کرنے میں کامیاب ہو گیا اور اس نے دیکھا کہ وہ نشانات شاہراہ پر شمال مغرب کی طرف جا رہے تھے جو ترکستان کے سرحدی شہر سمیگان کی طرف جاتی تھی۔

پس رستم اپنے گھوڑے کے سموں کے نشانوں پر اس شاہراہ پر بھاگنے لگا اور راستے میں پڑنے والی سرائے اور چند بستیوں کے لوگوں سے اپنے گھوڑے کے متعلق پوچھتا ہوا وہ آگے بڑھتا رہا اور ان بستیوں اور سرائے میں ٹھہرنے والوں نے اس پر انکشاف کیا کہ کچھ دیر پہلے یہاں سے کچھ سوار گزرے ہیں اور ان کے ساتھ ایک خالی گھوڑا بھی تھا۔ وہ سوار سمیگان کی طرف گئے ہیں۔

پس رستم نے اندازہ لگایا کہ جب وہ سو رہا تھا تو اس وقت شاہراہ پر سے یہ سوار گزرے ہوں گے اور مجھے سوتا پا کر میرا گھوڑا اپنے شہر سمیگان کی طرف لے گئے ہوں گے۔ لہٰذا رستم تیزی سے سمیگان شہر کی طرف بھاگنے لگا۔

کیونکہ رستم کی طاقت اور قوت کا شہرہ نہ صرف ایران بلکہ ہمسایہ ممالک میں بھی تھا اور کیونکہ سمیگان شہر کی طرف آتے ہوئے راستے میں ملنے والے لوگوں سے اپنا تعارف کرانے کے ساتھ ساتھ اپنے گھوڑے کے متعلق بھی پوچھتا چلا آ رہا تھا لہٰذا جس وقت وہ سمیگان شہر کے پاس آیا تو اس کی آمد سے پہلے ہی شہر کے اندر یہ شور برپا ہو گیا کہ دنیا کا طاقتور ترین پہلوان رستم پیدل سمیگان کی طرف آ رہا ہے۔

سمیگان شہر کے حاکم کو جب یہ خبر پہنچی کہ رستم پیدل اس کے شہر کی طرف آ رہا ہے تو وہ اپنے امراء کے ساتھ اس کے استقبال کے لیے شہر سے باہر نکلا۔

رستم سمیگان شہر کے جنوبی دروازے پہ آیا تو شہر کے حاکم کو اپنے امراء کے ساتھ کھڑا پایا۔ رستم کو دیکھ کر حاکم شہر نے اپنے گھوڑے سے اتر کر اسے مخاطب کیا اور کہا:

"اے رستم! میں سمیگان شہر کا حاکم ہوں اور یہ میری خوش قسمتی ہے کہ تجھ جیسا پہلوان میرے شہر میں

آیا ہے۔"

اس کے ساتھ ہی اس نے بڑھ کر رستم سے معانقہ کیا پھر گرمجوشی سے اسے اپنے ساتھ لپٹا لیا۔ اس کے بعد رستم نے اس کے امراء سے معانقہ کیا۔

پھر حاکم شہر نے رستم کو مخاطب کر کے دوبارہ پوچھا:

"اے رستم! کیا وجہ ہے کہ تو میرے شہر کی طرف پیدل آیا ہے۔ کیا تو کسی ابتلا یا مصیبت کا شکار ہو گیا ہے اگر ایسی بات ہے تو کہو کیونکہ تجھ جیسے شہرت یافتہ اور نامور پہلوان کی مدد کرنا بھی میرے لیے بہت بڑی خوشی کی بات ہے۔"

رستم نے جواب دیتے ہوئے کہا:

"اے بادشاہ! میں سمیگان شہر سے ملحقہ ان ویرانوں میں شکار کر رہا تھا جو ایران کی حدود میں شامل ہیں۔ ان ویرانوں میں میں نے ایک گورخر کا شکار کیا اور اسے بھون کر وہاں چشمے کنارے بیٹھ کر کھایا۔ پھر وہیں چشمے کے کنارے سو گیا اور اپنے گھوڑے کو چرنے کے لیے کھلا چھوڑ دیا۔

اسی دوران کچھ سوار وہاں سے گزرے اور میرے گھوڑے کو پکڑ کر اس طرف لے آئے۔ میں جب بیدار ہوا تو اپنے گھوڑے کے پاؤں کے نشانات تلاش کرتا ہوا یہاں تک آیا ہوں۔ راستے میں مجھے ملنے والے لوگوں نے یہ بتایا ہے کہ کچھ سوار اس طرف آئے ہیں اور ان سواروں کے ساتھ ایک خالی گھوڑا بھی تھا جو لازمی طور پہ میرا ہی گھوڑا ہے۔"

"اے سمیگان کے حاکم! میری آپ سے درخواست ہے کہ میرا گھوڑا آپ واپس دلائیں۔"

حاکم شہر نے بڑی محبت اور چاہت سے رستم کے کندھے پہ ہاتھ رکھ کر کہا:

"اے رستم! تمہاری حیثیت ہمارے ہاں ایک معزز مہمان کی سی ہے۔ تم چند روز میرے شاہی محل میں میرے ساتھ رہو۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ اس دوران تلاش کر کے تمہارا گھوڑا واپس دلاؤں گا۔

اور اے رستم! یہ بات یاد رکھنا کہ تمہارا میزبان بننا بھی میرے لیے ایک بڑا اعزاز ہو گا لہٰذا میرا مہمان بننے سے انکار نہ کرنا۔"

"اب کیونکہ تم تھکے ہارے اور پیدل چلتے ہوئے میرے شہر کے دروازے پہ آئے ہو اس لیے تم میرے ساتھ محل میں چلو اور آرام کرو۔"

حاکم شہر کی اس مشفقانہ اور مخلصانہ پیشکش پر رستم نے اس کی میزبانی کو قبول کیا اور اس کے ساتھ محل کی طرف روانہ ہو گیا۔

شام کے قریب سمنگان کا حاکم رستم کو اپنے محل میں لے کر داخل ہوا۔ پہلے اس نے اس کے کھانے کا کچھ انتظام کیا۔ پھر محل کے ایک صاف ستھرے اور آراستہ و پیراستہ کمرے میں اس کی رہائش کا بندوبست بھی کر دیا گیا۔

رستم چونکہ پیدل چل چل کر تھکا ہوا تھا لہٰذا وہ محل کے کمرے میں جا کر جلد ہی سو گیا۔

جس وقت رات اپنے انجام کو پہنچ رہی تھی اور صبح نمودار ہونے کو تھی تو رستم چونک کر اپنے بستر پر اٹھ بیٹھا۔ کیونکہ اسے اپنے ساتھ والے کمرے میں کھٹکا اور پھر کسی کی آہٹ سنائی دی تھی۔

ابھی وہ سنبھل کر بیٹھ بھی نہ پایا تھا کہ اس کے کمرے کا عقبی دروازہ کھلا اور ایک لڑکی کمرے میں داخل ہوئی جس کے ہاتھ میں ایک چھوٹی سی جلتی ہوئی مشعل صندل کی تھی۔

اس صندلیں مشعل کی روشنی میں رستم نے دیکھا کہ وہ لڑکی گلابی کونپلوں، بیدار لذتوں اور خواب و سراب جیسی حسین اور خوبصورت تھی۔

اس کی گہری آنکھوں میں چاہتوں کے طوفان اور خمار انگیز بدن میں رقص کرتی ہوئی موجیں تھیں۔ رستم نے دیکھا کہ یہ لڑکی دل کو ٹھنڈک اور روح کو تپش مہیا کر دینے والا حسن رکھتی تھی۔

جب وہ لڑکی قریب آئی تو رستم اپنے بستر سے اٹھ کھڑا ہوا اور اس لڑکی کو مخاطب کرتے ہوئے اس نے نرمی سے پوچھا:

"اے حسینہ! تو کون ہے اور اس محل سے تیرا کیا تعلق ہے اور رات کے اس حصے میں تو کیوں میرے کمرے میں داخل ہوئی ہے؟"

"اے لڑکی! تیرا تعلق اگر اس شہر کے حاکم سے ہے تو جا واپس لوٹ جا کہ وہ میرا میزبان اور محسن ہے اور اپنے محسن کو میں دھوکہ نہیں دے سکتا۔"

لڑکی رستم کے قریب آئی اور اپنی چوڑیوں کی کھنک جیسی پرکشش اور جاذبیت سے بھرپور آواز میں اس نے کہا:

"اے رستم! میرا نام تہمینہ ہے اور میں حاکم شہر کی بیٹی ہوں۔"

تہمینہ کی طرف دیکھتے ہوئے رستم نے حیرت و تعجب سے پوچھا:

"اے تہمینہ! تم مجھ سے کیا چاہتی ہو اور رات کے اس پچھلے پہر میں تمہارا یوں میرے کمرے میں آنے سے تمہارا کیا مطلب ہے؟"

تہمینہ نے کہا:

"اے رستم! میری جوانی ایسی پرکشش اور میرا حسن ایسا دلربا ہے کہ بڑے بڑے جنگجو اور سورما اور شہزادے مجھے حاصل کرنے کے لیے بے چین ہیں پر میں نے ان میں سے کسی کو بھی آج تک کبھی آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھا کیونکہ میں تو خود کسی کی چاہت میں، محبت میں اور انتظار میں آوارہ سر ہوں۔ میں تو خود تلاش میں تھی کہ ایک موقع مجھے ملے اور اس کا جس کا مجھے انتظار ہے، دیدار کروں اور اس سے اپنے دل کا حال کہوں۔"

تہمینہ کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے رستم نے کہا:

"اے تہمینہ! میں تمہاری گفتگو کا مقصد نہیں جان سکا۔ کھل کر کہو تم کیا کہنا چاہتی ہو۔ اگر کسی کو حاصل کرنے کے لیے تمہیں میری مدد کی ضرورت ہے تب بھی بلا جھجک کہہ دو۔ میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ تمہاری مدد ضرور بالضرور کروں گا۔"

تہمینہ نے کہا:

"اے رستم! گزشتہ کئی سالوں سے میں تمہاری قوت، جرأت مندی، بہادری، بے انت طاقت اور بے مثل شجاعت کے افسانے ان تاجروں اور سوداگروں سے سنتی آ رہی ہوں جو ایران سے ہمارے شہر سمنگان کی طرف آتے ہیں اور اے رستم! تب سے میں نے تمہیں اپنے دل میں بسا رکھا ہے۔

اب اگر تم کھل کر سننا چاہتے ہو تو سنو کہ گزشتہ کئی سالوں سے میں اندر ہی اندر تمہاری محبت میں جلتی اور سلگتی رہی ہوں لیکن میرے بس میں نہ تھا کہ تم سے ملتی۔ پچھلے دنوں مجھے اپنے آدمیوں سے خبر ہوئی کہ تم ہمارے شہر کے قریب شکار کھیلنے آ رہے ہو۔ سو میں نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ جس جگہ تم شکار کے لیے آ رہے تھے وہاں اپنے آدمی بھجوا دیے۔ اور جس وقت تم نے گورخر کا شکار کیا اور پھر چشمے کے کنارے درخت تلے سو گئے تو میرے آدمی تمہارے گھوڑے کو پکڑ کر یہاں لے آئے۔

مجھے امید تھی کہ تم اپنے گھوڑے کا تعاقب کرتے ہوئے ضرور اس طرف آؤ گے اور یوں تم سے مل کر میں اپنے دل کا حال کہہ سکوں گی اور میری مزید خوش قسمتی یہ کہ میرے باپ نے شہر سے باہر نکل کر تمہارا استقبال کیا اور تمہیں معزز مہمان کی حیثیت سے اپنے محل میں لے آیا۔ اس طرح تم سے ملنے کی میری کوشش آسان ہو گئی۔"

تہمینہ لمحہ بھر کو رکی۔ پھر دوبارہ بولی:

"اے رستم! یہ ہے وہ انکشاف جو تم پر آشکار کرنے کے لیے رات کے اس پہر میں اکیلی اور تنہا

اپنے باپ سے اجازت لیے بغیر تمہارے کمرے میں آئی ہوں۔ جو کچھ میں نے کہنا تھا وہ سب میں نے تم سے کہہ دیا۔ اور اگر تمہارے دل میں میرے لیے تھوڑی سی بھی جگہ ہے اور تم مجھے اپنی رفاقت میں قبول کرنا پسند کرتے ہو تو کل صبح ہی میرے باپ سے اس سلسلے میں بات کرنا۔ مجھے امید ہے اگر تم مجھے میرے باپ سے مانگو گے تو وہ ہرگز انکار نہ کرے گا۔

اور اے رستم! یہ بھی سن رکھو کہ میں نے عہد کر رکھا ہے کہ شادی کروں گی تو تم سے ورنہ زندگی بھر کسی سے شادی نہ کروں گی۔

میں تم پر یہ بھی واضح کر دوں اے رستم! کہ جس وقت تم اس کمرے میں آ کر سو گئے تھے تو میں نے تمہارا گھوڑا اپنے آدمی بھیج کر محل کے اصطبل میں بندھوا دیا تھا اور میرے آدمی میرے باپ سے جا کر کہہ آئے تھے کہ رستم کے ساتھ کیونکہ آپ نے وعدہ کیا تھا کہ آپ ہر صورت میں اس کا گھوڑا اسے تلاش کر کے دیں گے لہٰذا یہ خبر چونکہ سارے شہر میں پھیل گئی ہے اس لیے جو آدمی شکار گاہ سے رستم کا یہ گھوڑا چرا کر لائے تھے وہ آپ کی طرف سے خطرہ اور خدشہ محسوس کرتے ہوئے رستم کے گھوڑے کو خود ہی شاہی اصطبل میں چھوڑ گئے ہیں۔

اور اے رستم! اس وقت تمہارا گھوڑا شاہی اصطبل میں بندھا ہوا ہے اور تمہیں اس کے متعلق فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔

میں اب جاتی ہوں اور مجھے امید ہے کہ تم میرے حق میں فیصلہ دو گے!

اس کے ساتھ ہی تہمینہ مڑی اور اپنے ہاتھ میں پکڑی ہوئی صندلی مشعل کی روشنی میں رستم کے کمرے سے چلی گئی!

رستم خود بھی تہمینہ کے حسن اور اس کی جوانی سے بے حد متاثر ہوا تھا۔ اس کے جانے کے بعد وہ سو نہ سکا بلکہ اپنے پلنگ پر بیٹھ گیا اور اپنے مستقبل کی گہری اور پرکشش امیدوں میں کھو کر رہ گیا۔ یہاں تک کہ صبح ہو گئی اور تہمینہ کا باپ اور سمنگان کا حاکم اس کے کمرے میں داخل ہوا۔

اس نے رستم کو مخاطب کر کے کہا:

'میں نے تمہارے غسل کا بندوبست کر دیا ہے۔ تم میرے ساتھ آؤ۔ اس کے علاوہ میں نے آپ کے لیے نئے اور آپ کی شان کے مطابق کپڑوں کا انتظام کر لیا ہے۔'

پس رستم اٹھ کر تہمینہ کے باپ کے ساتھ ہو لیا۔

غسل کرنے اور کپڑے بدلنے کے بعد جب کھانا کھانے کے لیے رستم سمنگان کے حاکم کے ساتھ بیٹھا تو کھانا شروع کرنے سے قبل رستم نے کہا:

'اے میرے محسن اور مہربان! میں آپ سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔'

تہمینہ کے باپ نے غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا:

'اے رستم! پہلے کھانا کھاؤ۔ اس کے بعد میں تمہاری ہر بات سنوں گا اور تمہاری ہر خواہش کا احترام کروں گا۔ اس کے علاوہ میں تمہیں یہ بھی خوشخبری سنا دوں کہ تمہارا گھوڑا چرانے والے رات کے وقت خود ہی میرے اصطبل میں آ کر تمہارا گھوڑا باندھ گئے ہیں۔ میں نے رات وہ گھوڑا خود اصطبل میں جا کر دیکھا ہے۔ وہ تو بڑی اچھی نسل کا اور توانا گھوڑا ہے۔

اور اے رستم! اب آؤ پہلے کھانا کھائیں۔ اس کے بعد پھر کسی اور موضوع پر گفتگو ہو گی۔'

رستم سمنگان کے حاکم کی باتوں کے جواب میں کچھ نہ کہہ سکا اور خاموشی سے کھانا کھانے میں مشغول ہو گیا۔ دونوں جب کھانے سے فارغ ہوئے تو خدام برتن لے گئے۔

تب سمنگان کے حاکم نے رستم سے کہا:

'اے رستم! تم مجھ سے کھانا کھانے سے قبل کچھ کہنا چاہتے تھے۔ اب کہو تم کس موضوع پر میرے ساتھ گفتگو کرنا چاہتے ہو؟'

رستم تھوڑی دیر تک سر جھکائے کچھ سوچتا رہا۔ پھر شاید وہ بات بنانے میں کامیاب ہو گیا لہٰذا اس نے تہمینہ کے باپ سے کہا:

'اے سمنگان کے حاکم! اے میرے محسن و مہربان! میں اگر یہ کہوں کہ اس شہر میں میں صرف آپ کی بیٹی تہمینہ کی خاطر آیا ہوں تو آپ اس کا برا تو نہ مانیں گے؟'

سمنگان کے حاکم نے غور سے اس کی طرف دیکھا اور کہا:

'اے رستم! جو کچھ تم کہنا چاہتے ہو کھل کر کہو۔ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ جو چیز بھی تم مجھ سے مانگو گے میں انکار نہ کروں گا۔'

سمنگان کے حاکم کی اس یقین دہانی پر رستم کے حوصلے بلند ہو گئے اور اس نے سوچی سمجھی بات کے تحت اس سے کہنا شروع کیا:

'اے میرے مہربان! اس بات کی ابتدا میں یوں کرتا ہوں کہ گزشتہ چند سالوں سے میں نے آپ کی بیٹی تہمینہ کے حسن و جمال اور خوبصورتی و شباب کے چرچے سنے۔

تو اے میرے محسن! میں آپ کی بیٹی تہمینہ کی خاطر اس طرف آیا ہوں جبکہ آپ نے مجھے اپنا مہمان بنایا ہے اور اس کے علاوہ میرے ساتھ آپ نے جو یقین دہانی کرائی ہے اس نے میرے حوصلوں کو بلند کیا ہے۔ تو میں آپ سے یہ

گزارش کروں گا کہ تہمینہ سے میری شادی کر دیں۔

میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ میں ہمیشہ آپ کا ممنون رہوں گا اور تہمینہ کو زندگی بھر اپنی جان کا ایک حصہ سمجھ کر اس کی حفاظت و کفالت کروں گا۔"

اس قدر کہہ کر رستم خاموش ہو گیا۔

رستم کی اس گزارش پر سمنگان کے حاکم کے چہرے پر گہری مسکراہٹ پھیل گئی۔ سو اس نے اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے کہا:

"اے رستم! اگر تم یہ بات نہ کہتے تو تہمینہ کے باپ کی حیثیت سے میں خود تم سے تہمینہ کے لیے یہی بات کہنے والا تھا۔ اس لیے کہ اپنے محل اور حرم میں کام کرنے والی عورتوں سے میں نے سن رکھا ہے کہ تہمینہ اندر ہی اندر ایک عرصے سے تمہیں چاہے جا رہی ہے اور یہ کہ اس نے عہد کر رکھا ہے کہ وہ اپنی زندگی میں اگر شادی کرے گی تو تم سے ہی کرے گی۔ پس اے رستم! میں تہمینہ تمہیں سونپتا ہوں۔

اور اے رستم! تمہاری اطلاع کے لیے میں تم سے یہ بھی کہوں گا کہ تمہاری اور تہمینہ کی شادی پورے اہتمام سے کی جائے گی۔"

اس کے بعد تہمینہ کا باپ رستم کا ہاتھ پکڑ کر کھانے کے کمرے سے نکل گیا اور پھر اسی دن رستم اور تہمینہ رشتہ ازدواج میں بندھ گئے۔

شادی کے بعد چند ہفتوں تک رستم نے تہمینہ کے ساتھ سمنگان کے شاہی محل میں گزارے۔ پھر ایک تہمینہ خواب گاہ میں اکیلی بیٹھی تھی تو رستم اندر آیا اور تہمینہ سے بولا:

"اے تہمینہ! میں سمجھتا ہوں کہ اب تمہارا وہ خواب پورا ہو گیا ہے جو تم برسوں سے میرے متعلق دیکھتی تھیں۔ میں نے تمہاری اس خواہش کو بھی پورا کر دیا ہے جو اس محل میں اپنے قیام کی پہلی رات میں تم نے مجھ سے کی تھی۔ تو اب تمہارے ساتھ شادی کے بعد تمہارے ساتھ اس محل میں کئی ہفتے گزارنے کے بعد آج میں نے بلخ واپس جانے سے پہلے سیستان روانہ ہونے کا ارادہ کر لیا ہے۔ اس لیے کہ ایران کا بادشاہ کیکاؤس میرے لیے فکر مند ہو گا اور میں میرے رشتے داروں کے علاوہ اور لوگ بھی میری اس طویل غیر موجودگی سے میرے بارے میں طرح طرح کے فکر میں مبتلا ہوں گے۔"

"اس لیے کہ میں سیستان کا حاکم بھی ہوں۔ اے تہمینہ! میں آج یہاں سے کوچ کرنے کے لیے تمہارے باپ سے اجازت بھی لے چکا ہوں اور اس نے اپنے ملازموں کے ذریعے میرا گھوڑا بھی تیار کرا دیا ہے اور اب کوچ کرنے کے لیے میں تم سے اجازت لینے آیا ہوں۔"

رستم کی یہ گفتگو سن کر تہمینہ کا چہرہ زرد ہو کر رہ گیا اور اس کی آنکھوں میں غافلت زدہ مایوسیاں رقص کرنے لگیں۔ تاہم اس نے اپنے آپ کو سنبھالا اور لرزتی کانپتی آواز میں رستم سے پوچھا:

"پھر کب میری طرف آئیں گے۔"

رستم نے گردن جھکا کر کہا:

"اے تہمینہ! دوبارہ آنے کے متعلق میں تمہارے ساتھ کوئی وعدہ نہیں کرتا۔ ہو سکتا ہے میں کبھی بھی دوبارہ ادھر کا رخ نہ کروں اس لیے تم میرے انتظار میں اپنے آپ کو ہلاک نہ کرنا بلکہ یہ سمجھنا کہ رستم ہوا کا ایک آوارہ جھونکا یا ہاتھ نہ آنے والا ایک بگولا تھا جو تھوڑی دیر نظر آنے کے بعد ہمیشہ کے لیے نظروں سے اوجھل ہو گیا۔"

تہمینہ رستم کے سامنے اداس فضا میں غموں کی تصویر بنی گردن جھکائے کھڑی تھی۔ اس موقع پر وہ رستم سے بہت کچھ کہنا چاہتی تھی پر شاید وہ الفاظ نہ جمع کر پا رہی تھی۔

اس لمحے رستم نے اپنے گلے سے سنہری مہرہ اتارا اور اسے تہمینہ کے گلے میں ڈالتے ہوئے کہا:

"اے تہمینہ! یہ میرا خاندانی مہرہ ہے اور میرے آباؤ اجداد اسے ایک دوسرے کے حوالے کرتے رہے ہیں۔ میرے باپ نے یہ مہرہ مجھے اعزاز میں دیا تھا۔ پس اے تہمینہ! میرے جانے کے بعد اگر تمہارے ہاں بیٹا پیدا ہوا تو یہ مہرہ اس کے بازو پر باندھ دینا اور اگر بیٹی پیدا ہو تو یہ مہرہ اس کے بالوں میں پرو دینا۔ اور یہ بات بھی یاد رکھنا کہ یہ مہرہ ایسی کیفیت کا مالک ہے کہ یہ جس کے پاس بھی ہوتا ہے اس میں نریمان کی سی طاقت آ جاتی ہے۔ پس تم اسے اپنے پاس رکھو اور جب تمہارے ہاں ولادت ہو تو میری ہدایات پر عمل کرنا۔"

اس کے ساتھ ہی رستم نے تہمینہ کا ہاتھ پکڑ کر کہا:

"اے تہمینہ! اب میرے ساتھ اصطبل تک آؤ اور مجھے الوداع کہو۔"

تہمینہ نے اپنے آپ کو سنبھالا اور سکون کا اظہار کرتی ہوئی رستم کے ساتھ اصطبل تک آئی۔ وہاں اس کا باپ پہلے سے کھڑا تھا۔

رستم نے پہلے تہمینہ کے باپ سے معانقہ کیا۔ پھر ایک نگاہ تہمینہ پر ڈالی۔ اصطبل سے اپنا گھوڑا کھول کر اس پر سوار ہوا۔

اس کے بعد وہ وہاں سے اپنے شہر بلخ کی طرف کوچ کر گیا۔

رات آدھی گزر گئی تھی۔ دریائے نیل کے کنارے اپنے محل میں یوناف گہری نیند سو رہا تھا۔

ہر طرف ہُو کا عالم تھا۔ محل رات کے وقت یوں لگ رہا تھا جیسے برسوں سے سمندر کے اندر ڈوبی ہوئی کوئی عمارت اچانک ابھر کر سطح پر آ گئی ہو۔

چاند اپنی پوری آب و تاب اور توانائی کے ساتھ آسمان کے وسط میں چمکتا ہوا دھرتی کے سینے کو روشن کیے ہوئے تھا۔ چاندنی اور اندھیرے کے نقوش سے کھیلتی ہوئی دریائے نیل کی لہریں جنوب سے شمال کی طرف رواں دواں تھیں۔

ایسے میں ابلیکا نے یوناف کی گردن پر لمس دیا۔ یوناف ہڑبڑاہٹ کے عالم میں بری طرح چونکتے ہوئے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ پھر اس نے قدرے دھیمی آواز میں کہا:

"اے ابلیکا! رات کے اس پہر جبکہ ہر شے گہری نیند سے بغلگیر ہے تم نے کیوں اپنا لمس دے کر مجھے یوں جگا دیا ہے"۔

ابلیکا نے اپنی ہلکی اور اطمینان و خوشیاں برساتی آواز میں کہا:

"اے یوناف! مجھے مصری ساحرہ تزورہ سے چھٹکارا حاصل کرنے کے علاوہ اس سے طلسمی دیوار کا عمل سیکھنے کا طریقہ پا لیا ہے"۔

یوناف نے سرگوشی اور سکون میں ڈوبی آواز میں پوچھا:

"اے ابلیکا! یہ بات تم صبح میرے بیدار ہونے پر بھی کہہ سکتی تھیں"۔

ابلیکا نے اپنی بات میں زور پیدا کرتے ہوئے کہا:

"نہیں یوناف! یہ بات اس وقت نہ کہی جا سکتی تھی جب سورج طلوع ہو چکا ہوتا بلکہ یہ بات کہنے کا سب سے بہترین موقع یہی تھا۔

میرے عزیز! دن کا بیشتر حصہ وہ ساحرہ عارب، یوسا اور بنیطہ کے ساتھ گزارتی ہے جبکہ رات کے اس پہر میں وہ اپنے کمرے میں اکیلی ہے اور گہری نیند سوئی ہوئی ہے۔ اس وقت میری تجویز پر عمل کر کے نہ صرف اس کی طلسمی دیوار کی اذیت سے نجات حاصل کی جا سکتی ہے بلکہ ہم دونوں اس سے لے کر اس سے طلسمی دیوار کا وہ عمل بھی بڑی آسانی کے ساتھ حاصل کر سکتے ہیں جس کے لیے عارب وغیرہ جد و جہد کر رہے ہیں۔

اور اے یوناف! تمہاری اطلاع کے لیے میں یہاں یہ بھی کہتی چلوں کہ جب ہم تزورہ کے اس طلسمی دیوار کے عمل کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے تو اس کے بعد عارب وغیرہ اس سے کبھی یہ عمل حاصل نہ کر سکیں گے اس لیے کہ اول تو ہم تزورہ کو ایسا کرنے سے سختی سے منع کر دیں گے اور اس کے ساتھ ہی اسے یہ دھمکی بھی دے دیں گے کہ اگر اس نے یہ طلسمی دیوار کا عمل ان کو سکھانے کی کوشش کی تو ہم اس عمل کو اس کے خلاف استعمال کرتے ہوئے اس کا خاتمہ کر دیں گے"۔

ابلیکا کے خاموش ہونے پر یوناف نے پوچھا:

"اے ابلیکا! میں تمہاری اس تجویز اور لائحہ عمل سے پوری طرح اتفاق کرتا ہوں مگر پہلے یہ تو بتاؤ کہ تزورہ سے ہم طلسمی دیوار کا عمل کیسے حاصل کریں گے"۔

اس پر ابلیکا کی خوش کن آواز پھر سنائی دی:

"اے یوناف! تم ابھی اور اسی وقت مخفی نفری میں اس عمارت کی طرف چلو جس کے اندر یہ طلسمی دیوار ہے۔ گو اس عمارت کے گرد کڑا پہرہ رکھا جاتا ہے لیکن تم اپنی سری قوتوں کو استعمال کرتے ہوئے عمارت میں داخل ہو جانا اور اس عمارت کی اوپری منزل میں بائیں طرف ساحرہ تزورہ کا کمرہ ہے جہاں وہ اس وقت اکیلی گہری نیند سو رہی ہے۔ پس تم اس کمرے میں داخل ہونا اور اس کے پیٹ پہ تلوار رکھ کر اس سے طلسمی دیوار کا عمل پوچھنا۔ اس دوران میں بھی اپنا کام ٹھیک طریقے سے شروع کر چکی ہوں گی"۔

یوناف نے درمیان میں بولتے ہوئے پوچھا:

"اور تمہاری اس ساحرہ تزورہ کے خلاف تمہارا کام کس نوعیت کا ہو گا اور وہ کیسے اور کس وقت شروع ہو گا"۔

ابلیکا نے جیسے مسکراتے ہوئے کہا:

"سنو یوناف! میرا کردار یقیناً تزورہ کو دہشت اور ہولناکی میں ڈبو کر رکھ دے گا اور وہ اس طرح کہ میں پہلے ساحرہ تزورہ کی گردن پہ ایک انتہائی باریک اور تیز سانپ کی صورت میں بڑی تیزی سے چکر دوں گی۔ پھر اس سانپ کی جسامت میں آہستہ آہستہ بڑھاتی چلوں گی اور تزورہ یہ محسوس کرے گی کہ اس کی گردن میں جو غیر مرئی سانپ چکر لگا رہا ہے وہ آہستہ آہستہ ایک چھوٹے سانپ سے اژدہے کی صورت اختیار کرتا جا رہا ہے سو اس کی دہشت اور خوف میں اضافہ ہوتا جائے گا اور ایک وقت آئے گا کہ اس خوف اور دہشت کے سامنے ساحرہ تزورہ آپ سے آپ ہمارے آگے اپنا طلسمی دیوار کا عمل اگل دے گی"۔

یوناف نے خوشی اور اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے اس بار خوش کن آواز میں کہا:

"اے ابلیکا! تمہارا طریقہ کار بہترین ہے اور اس سے کام لے کر ہم ساحرہ تزورہ کو اپنے سامنے واقعی مجبور اور بے بس کر سکتے ہیں۔ اے ابلیکا! آؤ اب اس طلسمی مکان کا رخ کریں۔"

ابلیکا نے تائید کرتے ہوئے کہا:

"ہاں۔ چلو چلیں اور دونوں مل کر ساحرہ تزورہ کو اپنے سامنے بالکل بے بس اور لاچار بنا کر رکھ دیں کہ وہ اپنا سحری عمل اگل دے۔"

اس کے ساتھ ہی یوناف اپنی سری قوتوں کو عمل میں لاتے ہوئے دریائے نیل کے کنارے سے شوطار کے محل سے غائب ہو گیا۔

○

اپنی سری قوتوں کو استعمال کرتے ہوئے گہری رات کی خاموشی اور تاریکی میں یوناف ساحرہ تزورہ کے کمرے میں داخل ہوا۔

اس نے دیکھا کمرے میں ایک صندل کی چھوٹی سی مشعل جل رہی تھی جس کی وجہ سے کمرے میں ہلکی ہلکی خوشگوار مہک پھیلی تھی اور کمرے کے دائیں طرف والے کونے میں ساحرہ تزورہ اپنے پلنگ پر گہری اور بے خبری کی نیند سوئی ہوئی تھی۔

تزورہ کے بستر کی طرف جاتے ہوئے یوناف نے اپنی تلوار بے نیام کی۔ اس پر اپنا کوئی سحری عمل کیا اور تزورہ کے پلنگ کے قریب جا کر تلوار سے اپنے اطراف میں ایک حصار بنایا۔

پھر اس حصار کے اندر کھڑے ہو کر اس نے تزورہ کا شانہ پکڑ کر جھنجھوڑا۔ اس پر تزورہ بدحواسی کے عالم میں اٹھ کھڑی ہوئی اور اپنے سامنے کھڑے یوناف کو حیرت اور خوف کے ملے جلے جذبات کے تحت ایک ٹک دیکھنے لگی۔

اس کے چہرے پر اس وقت دنیا بھر کی پریشانیاں اور رنج رقص کر رہے تھے۔ قبل اس کے کہ وہ یوناف سے کچھ پوچھتی۔ یوناف نے اپنی سحر زدہ تلوار کی نوک اس کے پیٹ پر رکھ دی اور اس پر ہلکا سا دباؤ ڈالتے ہوئے سرگوشی میں کہا:

"اے تزورہ! اگر تم اپنی زندگی کی خیر اور اپنی روح و بدن کے سنگم و اتصال کو قائم رکھنا چاہتی ہو تو جو کچھ میں پوچھتا ہوں اس سے کسی جھوٹ اور منافقت کی بنا پر انکار مت کرنا۔"

تزورہ نے کچھ کچھ خود کو سنبھالتے ہوئے سوال کیا:

"آخر تم مجھ سے کیا جاننا چاہتے ہو جس سے میں انکار نہ کروں۔"

یوناف نے پھر کہا:

"میں تم سے تمہاری طلسمی دیوار کے سحری عمل کو جاننا چاہتا ہوں اور یاد رکھو اگر تم نے انکار کیا تو میں تمہیں ایسی حالت اور کیفیت میں ڈال دوں گا کہ تم اپنے آپ کو نہ زندوں میں اور نہ ہی مردوں میں شمار کر سکو گی۔"

اب ساحرہ تزورہ پوری طرح سنبھل کر حالات کا جائزہ لے چکی تھی لہٰذا اس نے سخت لہجے اور کرخت آواز میں یوناف سے کہا:

"اے اجنبی! میں نہیں جانتی تو کون ہے۔ پر سن رکھ۔ تو میرے ساتھ ایسا معاملہ کر کے خود اپنی موت کے دروازے پر دستک دے رہا ہے لیکن میں تم سے یہ ضرور کہوں گی کہ اس طلسمی دیوار کے سحری عمل کا راز جاننے کے لیے اس سے پہلے بھی تیرے جیسے ان گنت سر پھرے جوانوں سے میرا پالا پڑ چکا ہے۔ پر یاد رکھو ان میں سے کوئی بھی مجھے اپنے سامنے مجبور و بے بس کر کے اپنا گوہر مقصود حاصل نہیں کر سکا۔

لہٰذا میں تمہیں تنبیہ کرتی ہوں کہ میرے پیٹ سے اپنی تلوار الگ کر دو ورنہ چند ہی لمحوں کے اندر جب میں اپنے کسی سحری عمل کی ابتدا کر دوں گی تو تیری لاش اس کمرے کے فرش پر پڑی ہو گی اور تجھے کوئی پوچھنے والا بھی نہیں ہو گا۔"

"اے اجنبی! تم ایک خوبصورت، تنومند اور قد آور جوان ہو۔ تمہیں زندہ رہنا چاہیے۔ میں دل سے نہیں چاہتی کہ آج کی رات اس خاموشی اور سکوت میں تم میرے ہاتھوں ذلت اور گمنامی کی موت مارے جاؤ۔"

ساحرہ تزورہ کی اس دھمکی آمیز گفتگو کی پرواہ نہ کرتے ہوئے یوناف نے اس کے پیٹ پر اپنی تلوار کی نوک کا دباؤ بڑھا دیا اور ساتھ ہی کمرے میں مشعل کی صندلی روشنی میں للکارتی ہوئی نگاہوں سے ساحرہ تزورہ کو دیکھتے ہوئے کھولتی ہوئی آواز اور قہر برساتے لہجے میں کہا:

"اے ساحرہ! اس وہم میں نہ رہنا کہ رات کے ان سناٹوں میں تیرا پالا کسی عام آدمی سے پڑا ہے۔ میں تجھ سے بھی زیادہ سحری اور مافوق الفطرت قوتوں کا مالک ہوں۔ اگر اس بارے میں تجھے کوئی شک ہو تو اے ساحرہ! تو اپنی ہر سحری قوت کو میرے خلاف آزما دیکھ۔ میں تجھے یقین دلاتا ہوں کہ تیرا کوئی بھی طلسمی عمل تیرے اس کمرے کے اندر میرے لیے نقصان دہ اور ضرر رساں نہ ہو گا۔"

یوناف کی اس تنبیہ پر تزورہ نے اپنا کوئی سحری عمل کیا اور پھر اس نے انتہائی حقارت اور غصے کا اظہار کرتے ہوئے یوناف کی طرف تھوکا لیکن دوسرے ہی لمحے وہ حیران و پریشان رہ گئی کیونکہ اس کا تھوک خود اس کے

اپنے منہ پر ہی آگرا تھا۔

یوناف کے ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھر گئی۔ آگے بڑھ کر اس نے تردرہ کے بستر کی چادر سے اس کا منہ صاف کرتے ہوئے کہا:

"اے تردرہ! تو ناحق زحمت کرتی ہے۔ ایسے حربے میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔"

اس ناکامی پر تردرہ کے چہرے پر خفگی اور بے اطمینانی کے سائے نمودار ہو گئے۔ اس کے ساتھ ہی اس نے اپنی دوسری کوشش کی۔

اب اس نے کوئی دوسرا عمل کیا اور اپنا ہاتھ خوب زور سے کمرے کی دیوار میں لگی ہوئی صندلی مشعل کی طرف لہرایا۔ اس کے جواب میں وہ مشعل آگ کے ایک بہت بڑے الاؤ کی طرح بھڑکتی ہوئی بلند ہوئی اور اڑتی ہوئی تیزی کے ساتھ یوناف کی طرف بڑھی۔

لیکن یوناف کے قریب آکر اور شاید یوناف کے کھینچے ہوئے حصار سے ٹکرانے کے بعد وہ بھڑکتا ہوا آگ کا الاؤ دوبارہ صندلی مشعل میں بدل کر رہ گیا۔ اور پھر وہ مشعل دوبارہ اپنی جگہ پر دیوار میں جا پیوست ہوئی۔

اس بار یوناف نے طنزیہ لہجے میں کہا:

"اے ساحرہ تردرہ! اب تیرا کیا ارادہ ہے۔ تو دو بار مجھے نقصان پہنچانے کے لیے اپنے سحری عمل آزما چکی ہے اور تو دیکھتی ہے کہ دونوں ہی بار تجھے نامرادی اور ناکامی کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ لہٰذا اب میں آخری بار تمہیں تنبیہ کرتا ہوں کہ مجھے اپنی طلسمی دیوار کے عمل سے آگاہ کر دو ورنہ میں تمہاری حسین اور پُرسکون زندگی کو دہکتا ہوا جہنم بنا دوں گا۔"

ساحرہ تردرہ نے اس بار بھی ضد اور ہٹ دھرمی سے کام لیتے ہوئے کہا:

"شاید تم مجھے نہیں جانتے۔ میں انتہائی ضدی اور ہٹ دھرم عورت ہوں۔ تم مجھے جان سے مار سکتے ہو پر مجھ سے یہ سحری عمل حاصل نہیں کر سکتے اس لیے کہ۔۔۔۔۔"

ساحرہ تردرہ کہتے کہتے رک گئی۔ اس کا بدن خوف اور دہشت کے باعث لرزنے کانپنے لگا تھا اور اس کے چہرے پر اداسیوں اور غموں میں رقص کرتی ہوئی گھریلیا ہٹیں ناچ اٹھی تھیں۔

یوناف نے اندازہ لگا لیا۔ ابیکا اپنے کام کی ابتدا کرتے ہوئے تردرہ کے خلاف حرکت میں آچکی ہے اور وہ باریک سانپ کی صورت میں تردرہ کی گردن کے گرد تیزی سے چکر لگا رہی ہے۔

یوناف نے اپنی آواز میں اور زیادہ سفاکی، سختی، ہولناکی اور بھیانک پن پیدا کرتے ہوئے کہا:

"اے تردرہ! تیری گردن کے گرد جو میری سری قوت تیزی سے حرکت کرتی ہوئی سانپ کی صورت میں اپنی جسامت کو بڑھاتی چلی جارہی ہے وہ عنقریب یونہی مزید بڑھتی ہوئی ایک دیو ہیکل اژدہے کی صورت اختیار کر کے تیرے بدن کو نگل جائے گی۔ پھر اسی غیر مرئی اژدہے کے پیٹ میں اے ساحرہ تردرہ! تجھے اپنی زندگی کے باقی دن گزارنا ہوں گے۔"

اس پر تردرہ انتہائی بے بسی سے تیزی سے چلّا اٹھی:

"اے اجنبی! میں نہیں جانتی کہ تو کون ہے پر تو اگر مجھے اپنی اس سری قوت سے نجات دے جو میری گردن کے گرد چکر لگاتی ہوئی اپنی جسمانی ساخت بڑھاتی چلی جارہی ہے تو میں وعدہ کرتی ہوں کہ تمہیں اپنی اس طلسمی دیوار کا عمل سکھا دوں گی۔"

یوناف نے مسکرا کر کہا:

"اے ساحرہ تردرہ! تیری گردن کے گرد جو میری سری قوت کارفرما ہے۔ اس کی طرف سے میں تمہیں زندگی کی ضمانت دیتا ہوں۔ تم اس کی طرف سے بے فکر ہو کر مجھے اپنے سحری عمل کے متعلق بتانا شروع کر دو۔"

ابیکا نے یوناف کی اس بات کے جواب میں شاید ساحرہ تردرہ کی گردن پر چکر دینا بند کر دیے تھے اس وجہ سے تردرہ کی حالت کچھ سنبھل گئی۔

پھر اس نے یوناف کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

"اے اجنبی! میں تمہیں ایک شرط اور وعدے پر اپنی طلسمی دیوار کا عمل بتانے کو تیار ہوں۔"

یوناف نے جھٹ پوچھا:

"وہ شرط کیا ہے؟"

تردرہ بولی:

"شرط یہ ہے کہ میرا بتایا ہوا یہ سحری عمل اپنے بعد کسی اور کو نہ سکھاؤ گے تاکہ یہ سحری عمل میرے اور تمہارے درمیان ہی رہے۔"

یوناف نے نرم آواز میں اسے یقین دہانی کرائی:

"اے ساحرہ تردرہ! میں وعدہ کرتا ہوں کہ تم سے یہ سحری عمل حاصل کرنے کے بعد کسی اور کو نہ بتاؤں گا۔ تم اس بارے میں مطمئن رہو۔"

اس پر تردرہ اٹھ کر اپنے بستر پر بیٹھ گئی۔ پھر اس نے یوناف کو طلسمی دیوار کا وہ سحری عمل بتا اور سکھا دیا تھا۔

جب یوناف اس سے طلسمی دیوار کا سحری عمل سیکھ چکا تو ابیکا اس کی گردن سے الگ ہو کر یوناف کی گردن پر

ہو گئی۔

اس موقع پر ابلیکا نے یوناف کے کانوں میں سحر انگیز سرگوشی کرتے ہوئے کہا:

"اے یوناف! تم نے دیکھا کہ میرا طریقہ کار استعمال کر کے ہم اس ساحرہ سے اپنا گوہر مقصود حاصل کرنے میں کس آسانی سے کامیاب ہو گئے ہیں"۔

جواب میں یوناف کے چہرے پہ ہلکی ہلکی مسکراہٹ بکھر گئی۔ پر اس نے ابلیکا کی بات کا کوئی جواب نہ دیا بلکہ تزورہ کو مخاطب کر کے کہا:

"اے تزورہ! تم نے چونکہ یہ سحری عمل سکھانے سے قبل مجھ پر یہ پابندی عائد کی ہے کہ میں یہ عمل آگے کسی کو نہ سکھاؤں سوائے تزورہ! یہ عمل حاصل کرنے کے بعد میں بھی تم پہ ایک پابندی عائد کرتا ہوں"۔

تزورہ نے چونک کر پوچھا:

"کیسی پابندی؟"

یوناف نے نرم آواز میں جواب دیا:

"وہ پابندی یہ ہے کہ تم یہ سحری عمل عارب، بیوسا اور بنیطہ کو نہ سکھاؤ گی اور اگر تم نے ایسا کیا تو یاد رکھنا جس وقت ان کو عمل سکھایا میں تمہاری زندگی کا خاتمہ کر دوں گا"۔

"اور اے ساحرہ تزورہ! سنو کہ میرا نام یوناف ہے۔ وہی یوناف کہ جب تم نے اپنی اس طلسمی دیوار کی تکمیل کی تھی تو سب سے پہلے عارب نے میری ہی تصویر اسی دیوار پہ بنائی تھی۔ اور یاد رکھو اے تزورہ! تم حیران نہ ہونا جب اپنی سری قوتوں کو استعمال کرتے ہوئے تمہارے اس عمل سے بچ نکلا تھا"۔

یوناف نے اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا:

"اے تزورہ! میں اپنا مقصد حاصل کرنے میں کامیاب رہا ہوں لیکن ساتھ ہی ساتھ میں تمہاری مدد کرنے کا بھی وعدہ کرتا ہوں اور وہ اس طرح کہ سن رکھو۔ عارب، بیوسا اور بنیطہ ان گنت سری قوتوں کے مالک ہیں۔ اگر یہ کبھی اپنی انہی قوتوں کو استعمال کرتے ہوئے تم سے تمہارا سحری عمل زبردستی حاصل کرنے کی کوشش کریں تو تم دریائے نیل کے کنارے میرے محل میں آ جانا۔ میں ان تینوں سے تمہاری حفاظت کروں گا۔ میرا یہ محل شوطار محل کہلاتا ہے اور نیل کے کنارے مصر شہر کے شمال میں ہے اور اس محل سے متعلق لوگوں کا عام خیال یہی ہے کہ اس کے اندر ارواح اور دیگر مافوق الفطرت لوگ رہتے ہیں۔ محل کے آس پاس کے لوگ اسی بنا پر اس سے بھی خوفزدہ رہتے ہیں اور اس محل کی طرف آنے کی کوشش نہیں کرتے"۔

یوناف کے اس انکشاف پر تزورہ کے چہرے پر سکون اور اطمینان سا بکھر گیا۔ پھر اس نے استفہامیہ انداز میں پوچھا:

"تو تم ہو یوناف! . . . . . جس سے عارب، بیوسا اور بنیطہ ہر لحظہ خوفزدہ رہتے ہیں بلکہ میں یہ بھی کہوں کہ عزازیل بھی تمہاری سری قوتوں کی تعریف کرتا ہے۔

اے یوناف!! اب جبکہ تم نے اپنی اصلیت مجھ پر ظاہر کر دی ہے تو میں فخر محسوس کرتی ہوں کہ میں نے اپنا سحری عمل انتہائی مناسب اور سودمند جوان کو سکھایا ہے"۔

"اے یوناف! اگر تم عارب، بیوسا اور بنیطہ کے مقابلے میں میری حفاظت کا عہد کرتے ہو تو سن رکھو! آئندہ میں بھی اپنی ساری قوتوں کے ساتھ تمہارا ساتھ دوں گی"۔

"اے یوناف! ان تینوں کا میرے ساتھ اس محل کے اندر رہنے کا اصل مقصد یہی ہے کہ وہ مجھ سے کسی نہ کسی طرح اس طلسمی دیوار کا عمل حاصل کریں۔ پہلے میں نے عہد کر رکھا تھا کہ اگر وہ قابل اعتماد اور بھروسے کے لائق ہوئے تو میں انہیں یہ عمل سکھا دوں گی"۔

"لیکن اب جبکہ مجھے تمہارا ساتھ اور حمایت حاصل ہے تو میں علانیہ طور پر انہیں کہہ دوں گی کہ میں یہ عمل انہیں نہیں سکھا سکتی"۔

"اے یوناف! ایک بات تو کہوں؟"

یوناف نے مزاحیہ انداز میں پوچھا:

"کیا کہو؟"

تزورہ نے بھی مسکراتے ہوئے کہا:

"میں تم سے دراصل یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ عارب، بیوسا اور بنیطہ کے ساتھ کسی تکرار یا جھگڑے میں اگر عزازیل بھی ملوث ہو گیا تو کیا اس کے مقابلے میں بھی تم میری مدد کرو گے"۔

یوناف نے ہلکا سا قہقہہ لگایا اور کہا:

"اے تزورہ عزازیل تو کیا! اس کے باپ کے مقابلے میں بھی میں تمہاری مدد اور حمایت کروں گا اور یاد رکھو اگر عزازیل نے تمہیں نقصان پہنچانے کی کوشش کی تو میں تمہاری حفاظت کرتے ہوئے اسے بھی مار بھگاؤں گا"۔

اس پر تزورہ نے پُراطمینان آواز میں کہا:

"اب میں پوری طرح مطمئن ہوں اور بے فکر ہو گئی ہوں۔ اور میں اسی تاریکی میں آج سے عارب، بیوسا اور بنیطہ کی مخالفت کرنے اور تمہارا ساتھ دینے کا عہد کرتی ہوں"۔

یوناف نے کہا:

"اب تم آرام کرو۔ میں جاتا ہوں کیونکہ جس کام کے لیے میں آیا تھا وہ ہو چکا ہے اور ہاں جب بھی تمہیں میری ضرورت پڑے تم بلا جھجک دریائے نیل کے کنارے ممفس شہر کے جنوب میں ہتوطار کے محل میں آ جانا"

یوناف خاموش ہو گیا کیونکہ تردرہ کے دروازے پر زور سے دستک ہوئی تھی۔

تردرہ چونک کر اپنے پلنگ سے اٹھ کھڑی ہوئی اور کسی قدر بے تاب اور بے چینی کا اظہار کرتے ہوئے اس نے کہا:

"یوناف! یوناف! تم فوراً یہاں سے چلے جاؤ۔ میرے خیال میں دروازے پر دستک دینے والے مارب، بیوسا اور بنیطر ہیں۔ شاید انہیں تمہارے یہاں آنے کی اطلاع ہو گئی ہے اس لیے میں تم سے التجا کرتی ہوں کہ یہاں سے چلے جاؤ تاکہ یہ معاملہ یہیں دب کر آگے نہ بڑھنے پائے۔"

یوناف نے اپنے حصار سے باہر آتے ہوئے کہا:

"تم ان تینوں سے ڈر کیوں رہی ہو۔ آگے بڑھ کر دروازہ کھول دو میں دیکھتا ہوں وہ تینوں تمہارا کیا بگاڑتے ہیں۔"

تردرہ نے اس بار منت کرنے کے انداز میں کہا:

"نہیں۔ تم یہاں سے چلو یوناف! میں نہیں چاہتی کہ میرے اور تمہارے تعلقات کی ابتدا ہوتے ہی میری وجہ سے تمہارا ٹکراؤ ان تینوں سے ہو جائے۔ اے یوناف! میں عمر میں تم سے بڑی ہوں۔ آج سے تم میرے چھوٹے اور عزیز بھائی ہو۔ اب تمہاری زندگی مجھے اپنی جان جیسی عزیز ہے لہٰذا میں ایک بار پھر تم سے التجا کرتی ہوں۔۔۔۔"

تردرہ کہتے کہتے رک گئی کیونکہ اس بار دروازے پر زوردار اور غضیلی دستک ہوئی تھی لہٰذا اپنی بات مکمل کیے بغیر وہ تیزی سے دروازے کی طرف بڑھ گئی!

دوسرا حصہ ختم ہوا
تیسرا حصہ بہت جلد آپ کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے

اسلم راہی ایم اے
منیجر "اے پی مرزا اینڈ کمپنی"
پاک چیمبرز، ویسٹ وہارف روڈ کراچی